

خندپر

قرآن، حدیث اور ادب میں

۷۸/۹



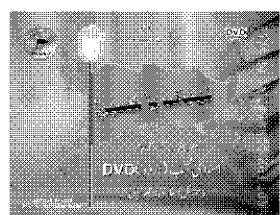
تألیف: حضرت علامہ عبدالحکیم الامینی لخنگی

ترجمہ و تلخیص: ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضوی مشعور گوپال پوری

یہ کتاب

اپنے بچوں کے لیے scan کی بیرون ملک مقیم ہیں
مومنین بھی اس سے استفادہ حاصل کرسکتے ہیں۔

منجانب۔



سبیل سکینہ

یونٹ نمبر ۸ لطیف آباد حیدر آباد پاکستان



۷۸۶

۹۲-۱۱۰

یا صاحب الْوَمَانِ اور کنیٰ



لَبِيكَ يَا مُحَسِّنٌ

نذر عباس
خصوصی تعاون: رضوان رضوی

اسلامی کتب (اردو)

ڈیجیٹل اسلامی لائبریری -

SABIL-E-SAKINA
Unit#8,
Latifabad Hyderabad
Sindh, Pakistan.
www.sabeelesakina.page.tl
sabeelesakina@gmail.com

Presented by www.ziaraat.com

www.ziaraat.com

NOT FOR COMMERCIAL USE

قرآن، حدیث اور ادب میں

ساتویں جلد (۷)



تألیف

حضرت علامہ عبدالحسین الامین الخجوري

ترجمہ و تلخیص

ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضوی شعور گوپال پوری

المنی عبد الحسین، ۱۳۸۱-۱۳۲۹

[الغیرین الکتاب والشہادت و الادب۔ اردو۔ ترجمہ تجویض]

غدیر: قرآن، حدیث اور ادب میں مولف عبد الحسین الائچی

ترجمہ تجویض: سید علی اختر رضوی شورگوپال پوری۔ ۱۳۸۴=۲۰۱۰ق

ج رے۔ ۸۔ ۹

(جلد ۷-۸-۹) ISBN: 978-600-92030-6-2

فہرست نویسی براساس اطلاعات غیر

کتاب نام: بصورت زیریں

۱-غدیر: ۲-علی بن ابی طالب (ع) امام اول، قتل از مجرم، ۲۳ق، ثباتات ظافح۔ ۳-غدیر: شریف۔ مجموع حاء۔ شریف میں عربی۔

مجموع حاء الف۔ رضی شوری علی اختر ترجمہ جب، متوالی۔ متوالی: الغیرین الکتاب والشہادت و الادب اردو۔ تجویض

۱۹۶۷، ۱۹۶۸ BP3333/۵۷، ۳۰۳۶۲ غیاث

مشناصلانہ کتاب

کتاب کا نام: **غدیر: قرآن، حدیث اور ادب میں (جلد ۷-۸-۹)**

تالیف: حضرت علام عبد الحسین الائچی

ترجمہ تجویض: ادیب صحر مولانا سید علی اختر رضوی شورگوپال پوری

ناشر: گستان زیراہلی کشنز، لاہور

ناشر ہمارا: قرآن و عترت فاؤنڈیشن (علی مرکز، مدرسہ تجویض، المقدس)

پیکش: کتبہ میرا شورگوپال پور (سیدوان بہار)

اشاعت: ۳۱ جون ۲۰۱۲ء طبع اول

تعداد: ۵۰۰ جلد

قیمت: = ۵۰۰ روپے

ملفوظ کا پتہ:

پاکستان: گستان زیراہلی کشنز، لاہور۔ ۵۰۰۰۰

ایران: ۱- (تم) ذفر قرآن و عترت فاؤنڈیشن، مدرسہ تجویض خیابان جنت پارک سے داخلی ۷۳۱، چهارراه شہزادہ احمد

ھندوستان: ۱- (بیک پور) گلشن پور، سیدوان، بہار، پن کڑا، ۸۸۴۱۲۸۸

۲- (سمیت) (فلم برائی کیش، ۵۸، ٹھان پاڑہ روڈ، مسافر خانہ تھی) (مقابل اجرا مٹھائی) دو گرجی بھنی ۹۰۰۰۰۔

..... جملہ حقوق قرآن و عترت فاؤنڈیشن کیلئے محفوظ ہیں

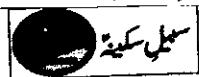


روزی زیاد بن محمد قال :

دخلت علی ابی عبد اللہ فقلت :

للمسلمین عید غیر یوم الجمعة والقدر والاضحی

قال : نعم ، الیوم الذی نصب فیه رسول اللہ امیر المؤمنین
زیاد بن محمد کا بیان ہے کہ میں نے امام صادقؑ کی خدمت میں یہوئی
کر عرض کیا مسلمانوں کے پاس عید فطر، عید قربان اور عید جمعہ کے
علاوہ بھی کوئی عید ہے ؟



امام نے فرمایا : ہاں ! جس دن رسول خدا شلتیلہم نے امیر المؤمنین کو
(خلیفہ اور ولی) منصوب فرمایا۔

(مغرب الحجۃ ص ۷۳۶)

فہرست مطالب

عند لیبان غدری (نویں صدی ہجری)

۱۳.....	ابن عزیزی حلی
۱۷.....	شاعر کا تعارف
۱۹.....	ابن دا غری حلی
۲۰.....	شاعر کا تعارف
۲۲.....	حافظ بری حلی
۲۲.....	شاعر کا تعارف
۲۶.....	نسیں تالیفات
۲۷.....	لطیف نجتے
۳۰.....	برتری کے لاف و گزاف
۳۳.....	ابو بکر کے بارے میں غلو
۳۴.....	منقولہ فضائل
۳۹.....	فضائل نفسانی
۵۳.....	حالت بعد اسلام
۵۴.....	کلالہ

۵۸.....	خلیفہ کی سنت کے بارے میں پیش رفت
۶۳.....	دانشور کی اختتامی کوشش
۶۶.....	۱۔ دادی کے بارے میں خلیفہ کی رائے
۶۷.....	۲۔ دادی نانی کے متعلق خلیفہ کی رائے
۷۱.....	۳۔ قطع سارق کے متعلق خلیفہ کی رائے
۷۲.....	۴۔ دادا کے بارے میں خلیفہ کی رائے
۷۳.....	۵۔ بہتر کے ہوتے ہوئے، مکتر حکمران بنانے کے متعلق خلیفہ کی رائے
۷۸.....	جمہور کے نزدیک خلافت
۸۲.....	امامت کیسے قائم ہوتی ہے؟
۸۲.....	خلافت کے متعلق خلیفہ ننانی کی رائے
۸۶.....	خلافت اہل سنت کی نظر میں
۹۰.....	۶۔ قضا و قدر کے معاملے میں خلیفہ کی رائے
۹۳.....	۷۔ سنت بن جانے کے ذریعہ بانی چھوڑ دی
۹۳.....	۸۔ ارتدا دینی سیم
۹۵.....	۹۔ خلیفہ نے فیاظہ کو جلا ڈالا
۹۶.....	۱۰۔ واقعہ مالک کے بارے میں خلیفہ کی رائے
۱۰۰.....	واقعہ مالک کا تجزیہ
۱۰۲.....	۱۱۔ شلت کا چکر
۱۱۲.....	۱۲۔ یہودی کا سوال ابو بکر سے
۱۱۲.....	۱۳۔ عیسائی کا وفدا اور ان کا سوالات
۱۱۸.....	۱۔ خلیفہ کے مظاہر علم

۱۱۸.....	پہلا مظاہرہ
۱۱۹.....	دوسرا مظاہرہ
۱۲۰.....	تیسرا مظاہرہ
۱۲۲.....	چوتھا مظاہرہ
۱۳۰.....	۲۔ خلیفہ کی شجاعت
۱۳۷.....	عریش سے احتجاج
۱۴۰.....	افیونی عقیدت
۱۴۳.....	۳۔ خلیفہ کا ثبات عقیدہ
۱۴۵.....	۴۔ عبادت میں والہانہ پن
۱۴۸.....	۵۔ خلیفہ کے اخلاقی مظاہرے
۱۵۳.....	بارگاہ صدیقہ میں ابو بکر کی معدرت
۱۵۵.....	ایک بکواس
۱۵۶.....	غلوکی باشیں، واعی کہانیاں
۱۵۷.....	۱۔ سورج کی رہث
۱۵۸.....	۲۔ ریش ابو بکر سے توسل
۱۶۱.....	۳۔ ابو بکر اور جبریل کی گواہی
۱۶۱.....	۴۔ رسولؐ کی انگلشتری کا نقش
۱۶۲.....	۵۔ بہشت ابو بکر کی وسعت
۱۶۳.....	۶۔ خدا ابو بکر سے حیا کرتا ہے
۱۶۴.....	۷۔ کرامت و فن ابو بکر
۱۶۵.....	۸۔ جبریل کی خاکساری

۱۶۶.....	۹۔ کرامت ابو بکر کا ایک واقعہ
۱۷۰.....	۱۰۔ ابو بکر واقف کار بوز ہے اور رسول اجنبی جوان
۱۷۲.....	۱۱۔ مل مذینہ کی دو بیعت
۱۷۳.....	۱۲۔ واقعہ بھرت
۱۷۴.....	۱۳۔ ابو بکر عمر میں رسول سے بڑے تھے
۱۷۵.....	۱۴۔ اسلام ابو بکر، قبیل و لادت علی
۱۷۶.....	۱۵۔ ابو بکر سب سے زیادہ عمر کے صحابی
۱۷۷.....	۱۶۔ ابو بکر ترازو کے پلے میں
۱۷۸.....	۱۷۔ سورج کا توسل ابو بکر سے
۱۷۹.....	۱۸۔ جنات کتیا کی ڈیوبٹی
۱۸۰.....	۱۹۔ دوستوں کو تحفہ ابو بکر
۱۸۲.....	۲۰۔ ابو بکر قاب قوسین میں
۱۸۳.....	۲۱۔ دین اور اس کے آنکھ کان
۱۸۴.....	۲۲۔ خدا کے نزدیک ابو بکر کی قدر و منزلت
۱۸۶.....	۲۳۔ رسول کی شخخین سے نائید
۱۸۷.....	۲۴۔ ذریت آدم کے پانچ بیکر
۱۸۸.....	۲۵۔ ابو بکر تمام الٰی آسان و زمین سے بہتر
۱۸۸.....	۲۶۔ رسول خدا اور ابو بکر کا ثواب
۱۸۹.....	۲۷۔ ابو بکر کی محبت اور شکریہ تمام امت پر واجب ہے
۱۸۹.....	۲۸۔ ابو بکر ترازو کے پلے میں
۱۹۰.....	۲۹۔ مہاجرین میں صرف ابو بکر کے باپ مسلمان تھے

۱۹۱.....	ابو بکر کے والدین کا اسلام
۱۹۲.....	۱۔ پہلی قسم
۱۹۳.....	۲۔ دوسری قسم
۱۹۴.....	والدہ ابو بکر کا اسلام
۱۹۵.....	ابو بکر کے والدین قرآن میں
۲۰۲.....	یادہ گوئی کا مقصد
۲۱۳.....	۱۔ حضرت ابو طالب کی گفتار
۲۱۴.....	۲۔ کردار صاحب اور قول مشکور
۲۱۵.....	۳۔ ولادت علی اور ابو طالب
۲۱۶.....	۴۔ ابو طالب اور چیخبر کی ابتدائی دعوت
۲۱۷.....	۵۔ رسول کی گشادگی اور ابو طالب
۲۱۸.....	۶۔ ابو طالب ابتدائی دعوت میں
۲۲۱.....	۷۔ ارشاد ابو طالب: بھائی سے وابستہ رہو
۲۲۲.....	۸۔ چیخبر سے بھائی کے پہلو میں کھڑے ہو جاؤ
۲۲۳.....	۹۔ ابو طالب کی رسول سے دلسوzi
۲۲۴.....	۱۰۔ ابو طالب اور ابن زبیری
۲۲۵.....	۱۱۔ ابو طالب اور قریش
۲۲۶.....	۱۲۔ سردار مکہ اور صحیفہ قریش
۲۲۷.....	۱۳۔ مرتبہ وقت ابو طالب کی وصیت
۲۲۸.....	ابو طالب کے متعلق ان کی ذریت کے خیالات، بزبان الٰی سنت
۲۳۵.....	پاکیزہ اقوال

۲۳۷.....	سیدہ بطيحاء کے متعلق اہل سنت کے مختصر فقرے
۲۳۸.....	وابستگان اہل بیت کے نظریات
۲۳۹.....	چالیس احادیث

عند لیبان غدیر

(نویں صدی ہجری)

۱۔ ابن عزندس حلی ۲۔ ابن داغر حلی

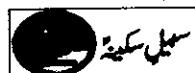
۳۔ حافظ برسی حلی

ابن عرنوس حلى

منائج وبدائع سے بھر پور (۱۲۶) شعروں کے اس قصیدے کا مطلع ہے:

اضحى حميس كفصن بان فى حلى قمر اذا مار فى قلبى حلا
 غدیر سے متعلق تین شعر ہیں اور ایک شعر میں کسر اضمام کی طرف اشارہ ہے، اشعار یہ ہیں:
 ثم السلام من السلام على الذى نسبت له فى خم رایات الولا
 تالى كتاب الله اگرم من تلا واجل من للمصطفى الہادی تلا
 وبخم واحياء النبى محمد حقا وذلک فى الكتاب تنلا
 ”بھر سلامتی سے بھر پور سلام اس ذات پر جس کے لئے غدریم کے میدان میں پورچم ولايت نصب
 کیا گیا، وہ روایت کتاب خدا ہے اور تلاوت سے بر تو مکرم ہے، کیوں کہ ہدایت کرنے والے مصطفیٰ نے
 اس کی تلاوت کی اور غدریم میں رسول خدا محمد نے اس سے بر اوری کا رشتہ واقعی استوار کیا، اور یہ اس لئے
 کہ قرآن میں اس کی بابت آیت نازل ہوئی ہے۔“
 کسر اضمام سے متعلق شعر یہ ہے:

وصعود غارب احمد فضل له دون القرابة والصحابة افضل
 ”اگر قرابت و محبت کو نظر انداز کر دیا جائے تب بھی ان کا شانہ احمد پر بلند ہونا بجائے خود عظیم ترین



فضیلت ہے۔“

• شاعر نے قصیدے میں جن مناقب کی طرف اشارہ کیا ہے ان میں سے بعض کی تفصیل گذشتہ

جلدوں میں پیش کی گئی اور بقیہ کی تفصیل آگے بیان ہو گی۔ یہاں صرف منقبت کسر اصنام کی تحقیق چیز کی جاتی ہے:

”وصعود غارب احمد فضل له“

حضرت علیؑ سے مروی ہے کہ رسول خدا میرے ساتھ اصنام کعبہ توڑنے تشریف لے گئے، مجھ سے فرمایا: بیٹھ جاؤ! میں کعبہ کے گوشے میں بیٹھ گیا، اس کے بعد رسول خدا میرے کانہ ہوں پر بلند ہوئے پھر فرمایا: انہوں اور مجھے ان بتوں کے قریب پہنچاؤ! جب میں اٹھا تو رسول خدا نے ملاحظہ فرمایا کہ میرے اندر کمزوری ہے، فرمایا: بیٹھ جاؤ، تو میں بیٹھ گیا اور انھیں کانہ ہے سے اتار دیا، پھر رسول خدا میرے لئے بیٹھے میں اس پر سوار ہوا اور جب اٹھے تو ایسا لگا کہ میں آسمان کے کناروں کو چھو سکتا ہوں، اور رسول خدا نے سہارا دیا تو میں نے سب سے بڑے بت تو ایسا لگا کہ جو قریش کا بت تھا، اس بت کو لو ہے کی کیلوں سے دیوار میں جزو گیا تھا، رسول خدا نے فرمایا: اے ہلاو، میں نے ہلانا شروع کیا تو فرمایا: ہاں، ہاں، ہاں۔ پھر فرمایا: اے توڑو تو میں نے توڑ دیا اور اتر آیا۔

دوسری روایت میں ہے کہ رسول خدا نے فرمایا: پھینک دو اس کو چنانچہ میں نے پھینکا تو ششے کی طرح چکنا چور ہو گیا اور پھر اتر آیا۔ ایک اور روایت میں ہے کہ پھر بام کعبہ سے کوڈ پڑا۔

jabre سے مروی ہے کہ ہم لوگ رسول خدا کے ساتھ کے میں داخل ہوئے، کعبہ میں ۳۶۰ بت رکھے ہوئے تھے، رسول خدا نے فرمایا: سب کو گراو، ایک طویل بت جس کا نام ہبل تھا اسے آپ نے علیؑ سے فرمایا: اس کو گرانے کے لئے میرے کانہ ہے پر سوار ہو جاؤ یا میں تھاہرے کانہ ہے پر سوار ہوں؟ عرض کی آپ ہی سوار ہو جائیے، جب سوار ہوئے تو علیؑ رسالت کا بوجہ برداشت نہ کر سکے، رسول خدا نے تبسم فرمایا، علیؑ نے عرض کی اب میں آپ کے کانہ ہے پر سوار ہو جاؤں، جب میں کانہ ہے پر سوار ہو تو اس خدا کی قسم جس نے دانے کو شکافت کیا اور مخلوقات کو پیدا کیا، اگر میں چاہتا تو آسمان کو اپنی مٹھی میں لے لیتا، پھر میں نے ہبل کو بام کعبہ سے گردایا، اس وقت خدا نے آیت نازل کی:

﴿فَلَمْ يَجِدْ لِحَقِّهِ وَزَهْقِ الْبَاطِلِ أَنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهْقاً﴾

ابن عباس سے مردی ہے کہ رسول خدا نے علیؑ سے فرمایا: انہوں بام کعبہ پر جو بہت ہے اسے توڑا جائے، جب وہاں پہنچے تو رسولؐ نے آپ سے فرمایا: میرے کامنے ہے پر سوار ہو جاؤ تاکہ تمہیں انھاؤں، علیؑ نے اپنا کپڑا انھیں دیدیا اور رسول خدا انھیں اپنے کامنے ہے پر انھائے ہوئے کعبہ میں پہنچے۔ علیؑ نے بت کو کہا جو تابعے کا تھا اور بام کعبہ سے زمین پر دے بارا۔

اس واقعہ کو مندرجہ ذیل ائمہ حدیث و تاریخ نے نقل کیا ہے بغیر کسی سندی تعمید کے:

اسباط بن محمد قرشی (۱) حافظ ابو بکر صفائی (۲) حافظ ابن ابی شیبہ (۳) امام احمد ابن حبیل (۴) ابو علی مازنی (۵) ابو بکر بزار (۶) حافظ نسائی (۷) ابو یحییٰ (۸) طبری (۹) طبرانی (۱۰) حاکم نیشاپوری (۱۱) ابو بکر شیرازی (۱۲) ابو محمد عاصی (۱۳) ابو نعیم (۱۴) تیہی (۱۵) خطیب بغدادی (۱۶)

۱۔ مسند احمد (ج اص ۱۳۶۱ حدیث ۶۲۵)

۲۔ جامع الاحادیث (ج ۲۶۲ ص ۲۷۲ حدیث ۷۹۲)

۳۔ المصنف (ج ۸ ص ۵۳۳ حدیث ۹)

۴۔ مسند احمد (ج اص ۱۳۶۱ حدیث ۶۲۵)

۵۔ سنن نسائی (ج ۵ ص ۱۳۲ حدیث ۷۸۵)

۶۔ بیانیۃ المودة (ج اص ۱۳۸ باب ۳۸)

۷۔ خصائص نسائی ص ۳۱ (ص ۱۳۲ حدیث ۱۲۲)

۸۔ مسند ابی یحییٰ (ج اص ۲۵۱ حدیث ۲۹۲)

۹۔ جامع الاحادیث (ج ۱۲۶ ص ۲۷۲ حدیث ۷۹۲)

۱۰۔ تاریخ انھیں (ج ۲۷۲ ص ۸۶-۸۷)

۱۱۔ المسند رک علی الحسین (ج ۲ ص ۳۹۸ حدیث ۲۲۸)

۱۲۔ فی نزول القرآن

۱۳۔ زین الحقی شرح سورہ حلائق

۱۴۔ ان سے خطیب نے نقل کیا ہے

۱۵۔ مناقب خوارزی (ص ۱۲۳ حدیث ۱۳۹)

۱۶۔ تاریخ بغداد (ج ۱۳۶ ص ۳۰۲)

ابن مخازلی (۱) ابو عبد الله فراودی (۲) خوارزمی (۳) ابن جوزی (۴) ابو الحسن حاکمی (۵) ابن نجاشی (۶)
 ابن طلحہ شافعی (۷) ابو الحسن بن جوزی (۸) شیخ شافعی (۹) حافظ صالحانی (۱۰) محمد الدین طبری (۱۱)
 ابن نقیب (۱۲) حموی (۱۳) حافظ ذہبی (۱۴) حافظ زرندی (۱۵) سیوطی (۱۶) قسطلانی (۱۷) قاضی
 بکری (۱۸) نور الدین طبی (۱۹) زرقانی (۲۰) سید احمد زینی دحلان (۲۱) آلوسی (۲۲) خواجه کلان

- ۱- مفاتیح ابن مخازلی (ص ۲۰۲ باب ۲۶)
- ۲- مفاتیح خوارزمی (ص ۲۷ باب ۲۷) (حدیث ۱۳۹- ۱۲۲- ۱۲۳)
- ۳- مفتاح الصفوۃ، ج ۱ ص ۱۹ (ج ۱ ص ۳۱۰ نمبر ۵)
- ۴- الاربعین فی فضائل علی (ص ۲۷ باب ۲۰ حدیث ۶۲)
- ۵- کفاية الطالب (ص ۲۷ باب ۲۶)
- ۶- مطالب المسؤول ص ۱۲
- ۷- تذكرة المؤمن (ص ۲۷)
- ۸- کفاية الطالب ص ۱۳۸ (ص ۲۵۸- ۲۵۷ باب ۲۶)
- ۹- تاریخ ائمۃ (ج ۲ ص ۸۶)
- ۱۰- ریاض الانکرۃ (ج ۲ ص ۲۰۰) (ج ۳ ص ۱۵۰)
- ۱۱- احری مواعظ لدینیه، ج ۱ ص ۲۰۲ (ج ۱ ص ۵۸۶)
- ۱۲- فرائد اسطین (ج ۱ ص ۲۲۹ حدیث ۱۹۲)
- ۱۳- تخلص المدرک (ج ۲ ص ۳۹۸ حدیث ۲۲۸)
- ۱۴- نظم در در اسطین (ص ۱۳۵)
- ۱۵- کنز العمال ج ۱ ص ۳۰ (ج ۱ ص ۱۷ حدیث ۳۶۵۱۶) (الخصائص الکبریٰ ج ۱ ص ۲۶۳) (ج ۱ ص ۳۳۸)
- ۱۶- المواصب اللدینیه ج ۱ ص ۲۰۲ (ج ۱ ص ۵۸۶)
- ۱۷- تاریخ ائمۃ (ج ۲ ص ۹۵)
- ۱۸- اسریة ائمۃ (ج ۳ ص ۷۶)
- ۱۹- اسریة ائمۃ (ج ۳ ص ۸۶)
- ۲۰- شرح المواصب، ج ۲ ص ۳۳۶
- ۲۱- اسریة ائمۃ (ج ۴ ص ۲۹۲)
- ۲۲- شرح العیویۃ، ج ۵ ص ۱۰۲

قدوزی (۱) ابوبکر ابن محمد خنی (۲) سید محمود قرقاغولی۔

شاعر کا تعارف

شیخ صالح ابن عبد الوہاب ابن عرنوس حلبی، ابن عرنوس کے نام سے مشہور تھے، معروف شیعہ عالم تھے، نقد و اصول میں ان کی گرفتار تالیفات ہیں، مدح اہل بیت میں ان کے قصائد و مراثی دیکھنے سے پہتہ چلتا ہے کہ وہ ولایت میں فنا تھے اور دمشق الہلیجی سے شدید نفرت رکھتے تھے۔ ان کے بعض اشعار منتخب طریقی (منتخب طریقی ج ۲۵۳ ص ۲۵۳) و طلیعہ سماوی میں پائے جاتے ہیں، صاحب طلیعہ نے ان کے حالات بھی لکھی ہیں اور علم و فضل، تقویٰ و ریاضت کے ساتھ جملہ متداول علوم میں رسوخ کی نشاندھی کی ہے، اس کی تائید فاضل یعقوبی کی بابلیات دیکھنے سے ہوتی ہے (البابلیات ج ۲۳۲ ص ۲۷۸)، انہوں نے بڑی ستائش کی ہے، صاحب طلیعہ کے مطابق شیخ صالح کا انتقال تقریباً ۸۲۰ھ میں حلہ کے فتح مقام پر ہوا، وہیں دفن ہوئے، ان کا مقبرہ آج بھی زیارتگاہ ہے۔

ابن عرنوس نے اکثر اشعار شیخ علاء الدین شفیعی کی روشن پہ بطور تصمین کئے ہیں، ان شعروں سے ان کی زبردست قدرت کلام اور متنانت کا اندازہ ہوتا ہے ان کو ادب عربی ادب پر کامل دسترس حاصل تھی، شیخ صالح کا تصدیہ رائے ارباب علم میں کافی مشہور ہے لوگ کہتے ہیں کہ اگر کسی بزم میں پڑھا جائے تو امام زمانہ کی زیارت ہوگی، ایک سو تین شعروں پر مشتمل قصیدے کا مطلع ہے: (۲)

طوابیا نظامی فی الزمان لها نشر يعطراها من طيب ذكر اكم نشر
امام حسین کا ایک مرثیہ بڑا ہی عرفان انگیز اور سکل سے کہا ہے، جس کا مطلع ہے:

۱۔ بیانیق المودة ص ۱۹۳ (ج ۱ ص ۱۳۸ باب ۲۸)

۲۔ قرۃ الحجۃ لمسنۃ، ج ۱ ص ۱۸۵

۳۔ جوهرۃ الکلام ص ۵۵۔ ۵۹۔

۴۔ منتخب طریقی، ج ۲ ص ۱۹۳ (ج ۲ ص ۷۵)

مات العدول على الحبيب مسهدنا فقام عذری فى الغرام ومسهدنا
 منتخب طرسی (۱) میں ایک مرثیہ ۵۷ شعروں پر مشتمل ہے جس میں شیخ صالح کہتے ہیں:
 نوحوا ایا شیعۃ المولی ایا حسن علی الحسین غریب الدار والوطن

ابن داغر حلی

ابن داغر حلی کا غدیر سے متعلق چالیس شعروں پر مشتمل قصیدہ ہے جس میں پانچ اشعار کا ترجمہ بیان کیا جا رہا ہے:

”اور ہوا یوں کہ روز غدیر آپ کی ولایت کا اعلان ججۃ الوداع کے سال ہوا اور یہ سب کچھ سب کے سامنے ہوا اور یوم غدیر کی برکات اور فضائل شمارے باہر ہیں،
بظاہر لوگوں نے وصیتِ احمد گو قبول کیا لیکن اپنے دلوں میں آل محمدؐ کی طرف سے سے کینہ چھائے ہوئے تھے، یہاں تک کہ جب رسول خدا کا انتقال ہو گیا تو اپنے ولی کینہ ظاہر کر دیئے اور ان پر قلم و تمہارے پہاڑ تو ٹوڑ دیئے۔
انھوں نے پروردگار کی طرف سے حاصل شدہ خلافت اور ولایت کو ملنے نہیں دیا، آنکھیں اندر ہی ہو گئی تھیں اور راہ راست قطعاً گم تھی۔“

ایک قصیدہ اور بھی ہے جس میں ۱۹۲ اشعار ہیں، جس میں غدیر سے متعلق تین شعر ہیں:

”اب وہ گئے رسول خدا تو آپ کے ساتھ ان کے اصحاب اور پاس بیٹھئے والی قوم نے خیانت کی، آپ کی وصیت کو جو علیٰ کے بارے میں تھی یوں تردید کی جیسے رسول خدا کا ارشاد و جہلانے کے قابل تھا، اور حیدرؐ کی ولایت تمام مراعات کو بھلا بیٹھئے جو غدیر خم میں ہوئی تھی کہ یہ سائے کی طرح میرے ساتھ رہنے والے وزیر ہیں“

۳۵ شعروں کا ایک مرثیہ ہے جو دلوں کو بر ملا دتا ہے، مطلع ہے:

بابی الامام المستضام بکربلا یَدْعُونَ لِیْسَ لِمَا يَقُولُ مُجِيب

شاعر کا تعارف

شیخ مغامس ابن داغر طی، خاصان خدا کی محبت سے سرشار، مغامس کے تذکرے اکثر سوانح نگاروں نے کئے ہیں، خاص طور سے متاخرین میں علامہ شیخ علی آل کاشف الغطاء نے حصون مدینہ میں یا علامہ سادوی نے طیب میں اور خطیب یعقوبی نے بابلیات میں (۱) شیخ طریحی نے منتخب میں (۲) ان کے اشعار بھی نقل کئے ہیں اور پچھے ادیب اصفہانی نے تحفہ ناصریہ میں کئے ہیں۔ ان کے اشعار اکثر تذکرہ نگاروں کی کتاب میں ہیں، جنہیں جمع کر کے علامہ سادوی نے دیوان کی شکل میں شائع کیا ہے۔

مغامس نے مدح اہل بیت میں بہت زیادہ شعر کہے، وہ جب آل محمد میں پوری طرح ڈوبے ہوئے تھے، لیکن دنیا نے ان کو بھلا دیا، انھیں پر کیا مخصر ہے اکثر مدح اہل بیت فراموشی کا شکار ہوئے ہیں۔ مغامس حل کے مضامات میں واقع ایک عربی قیلے سے تعلق رکھتے تھے، وہ خود حلہ تحصیل علم کے لئے جاتے پھر تو وہ شاعر و خطیب ہو گئے اور نویں صدی کے متوسط شعراء میں ان کی طوطی بولنے لگی، ان کے پندرہ قصائد کی فہرست ہم نے تذکروں سے فراہم کی ہے، ان کا مطلع اور اشعار کی تعداد یوں ہے:

محب الیالی فی مساعیہ متعب یساق الیہ حتفہ و هویداب . ۹۳ / راشعار

تذکر ما احصی الکتاب فتابا و حاذر من مس العذاب عقابا . ۹۲ / راشعار

اصبعت للنقوی بجهلک تدعی دعواک باطله اذا لم تقلع ۸۱ / راشعار

هل حين عممه المشیب و قنعا اتراءه يضيع في الهدایة مصنعا . ۹۰ / راشعار

اتطلب دنیا بعد شب قذال وتذکر ایاماً مضت ولیالی (۳) ۹۲ / راشعار

فصلت صروف الحادثات مفاضلی واصاب سهم النائبات مقاتلی . ۷۷ / راشعار (۴)

۱۔ البابلیات (ج ۱۳۲ ص ۲۲۲) ۲۔ منتخب طریقی (ج ۲۲ ص ۲۸۲، ۲۹۲، ۳۰۰)

۳۔ ان میں سے کچھ قصیدے منتخب طریقی، ج ۲۲ ص ۲۵۰ (ج ۲۲ ص ۲۰۰) پر موجود ہیں۔

۴۔ منتخب طریقی، ج ۲۲ ص ۳۶ (ج ۲۲ ص ۲۸۲)

لغيرک یا دنیا ثنت عنانی وذاک لامر عن غناک عنانی. ۹۹ / اشعار (۱)
 لبني الہادی مناخی فی غدوی و رواحی. ۱۰۵ / اشعار
 هجر الغمض و سادی و کوی الحزن فوادی. ۲۲ / اشعار
 لینتی کنت فدائی للحسین رہر بالطف قطیع الودجین. ۱۰۲ / اشعار
 بکیت وما ریغان الشاب ولا لددوس منزله خراب. ۸۰ / اشعار
 صحبتک لا انی بودک مغرم / فبینی فغیری فی هوک المتمیم. ۸۸ / اشعار
 رحل الشاب وانہ لکریم فراغة عند النفوس عظیم. ۸۱ / اشعار
 ازال الشاب الغض عنک مزیل فهل انت للبیض الحسان خلیل. ۷۵ / اشعار
 ایک درخ نبی میں ان کا ایک قصیدہ ہے جس میں ۲۲ راشعار ہیں، جس کا مطلع یہ ہے:
 عرج على المصطفى يا سائق النجف عرج على خير مبعوث وخير نبى

حافظ بری حلی

”وہ سورج ہیں یا ضریح، مرقد کا نور چک رہا ہے، وہ مشک ہیں یادگی کی خشبو عطر بار ہیں، وہ بخشش کا سمندر ہے یا گلستان جس میں ہدایت کی ہر یالیاں ہیں، وہ آدم ہیں یا نوح ہیں یا خدا یعنی ہمین کا راز ہے، یہ داؤڈ ہیں یا ان کے بعد سیمان ایا ہارون ہیں یا عصا والے مولیٰ یا عیسیٰ صبح، یہ احمد مصلحتی ہیں یا ان کے وصی علیٰ ابن ابی طالب ہیں، ہاشم و ذیع کے پروردہ، مجدد شرف کے محیط آسمان پر درخشاں چودھویں کا چاند ہیں یا اللوگوں کے لئے آسمان جہاں پر دملتا سورج جبیب خدا کے محبوب ہیں بلکہ ان کے راز کا راز اور تخلوقات کے لئے پیکر امر کی روح، ان کے متعلق غدیر کے دن نص آتی اور ستائش ہوئی خدا کی طرف سے کتاب نہیں میں وضاحت کے ساتھ، وہ ایسے امام ہیں کہ اگر آدمی ان کی محبت لے کر قیامت کے دن حاضر ہو گا تو پلہ بھاری ہو جائے گا، ان کے شیعہ ستاروں کی مانند درخشاں ہیں، دنیا میں نمایاں ہیں، جب وہ بولتے ہیں تو حق بات بولتے ہیں، ان کے وہن میں فصح اور نور اپنی بات ہیں بھیکی ہے، وہ جب حوالا ہوتے ہیں یا ظہر جاتے ہیں دشمن کے سامنے تو پچھاڑ کے رکھ دیتے ہیں، تم پر سلام خدا کا، اے پرجم ہدایت! صبح و شام تم پر بہترین سلام۔“

ایک قصیدے کا غدری شریوں ہے:

غدری خم کے مولیٰ ہیں جن کی لوگوں نے بیعت کی اور ان کے سامنے گرد نہیں جھکیں حالانکہ وہ لمبی گرد نہیں تھیں۔

شاعر کا تعارف

حافظ شیخ رضی الدین رجب بن محمد بن رجب بری حلی۔

عارف و داناء علماء و فقہاء میں شمار ہوتے ہیں، چنیں علوم متداولہ میں کامل تصرف تھا، فن حدیث میں تو انھیں بھرپور ملکہ حاصل تھا، ادب و شعر میں برتری حاصل تھی اور بہترین الشعارات کہتے تھے۔ علم المحرف کے اسرار و فوائد پر بہتر تھا، اسی لئے ان کی تاییفات میں تحقیق و وقت نظر کا غصہ زیادہ نظر آتا تھا، عرفان و حروف میں ان کی مخصوص ذگر تھی، اسی طرح ائمہ مخصوصین کے متعلق ان کا نظریہ عام لوگوں سے مختلف تھا، لہذا لوگوں نے ان کی طرف غلو و انتہا پندی کی نسبت دے دی ہے، کچھ بات تو یہ ہے کہ حافظ بری نے ائمہ مخصوصین کے متعلق جو کچھ بھی کہا ہے وہ غلوت سے بہت پست ہے، درجہ بیوت سے ادنی ہے، خود حضرت علی کا ارشاد ہے کہ ہمارے بارے میں غلوت سے پر ہیز کرو، تم ہمیں خدا کا معمولی بندہ کہو، لیکن ہماری فضیلت میں جو چاہے کہو (۱) امام حعفر صادق کا ارشاد ہے کہ ہمارے متعلق یہ کہو کہ ہم بارگاہ خدا میں بجدہ رہیں، پھر جو چاہو کہو۔ یہ بھی فرمایا ہے کہ ہمیں مخلوق قرار دو پھر جو چاہو کہو۔ تب بھی ہماری فضیلتوں تک نہ ہوئی خیج سکو گے۔ (۲)

آل محمد کی برتری و سرفرازی کو ہم کیا سمجھ سکتے ہیں، خداوند عالم نے انھیں جو سر بلندی عطا کی ہے اور مکات فاضلہ، پاکدی، قدامت روحانی، اخلاقی کریمانہ، مکارم و محاور کی جن عظیم چوٹیوں پر ان لوگوں کو فائز کیا ہے ان تک ہماری فکری رسائی ممکن نہیں ہے، ہماری عقليں تھک جائیں گی، داشت و بیش تھک کے چور ہو جائیں گے اور ارباب عقل پر انداز ہو جائیں گے، آنکھیں ناکام، عظیم لوگ خستہ کام، داشت و درمانہ، خطباء و شرعاۃ ان حضرات کی شان والا شان کے ایک گوشے کو بیان کرنے کے سلسلے میں گونئے نظر آتے ہیں، عقل و فہم کی رسائی کیسے ہو سکتی ہے جو بینل شعور کے بال و پر جل جائیں گے۔ (۳)

اسی وجہ سے اکثر تحقیق علماء نے ائمہ مخصوصین کے متعلق معرفت و اسرار کے ایسے گوشے بیان کئے ہیں جسے دوسرے برداشت کرنے سے قاصر ہیں، علماء قم کی حالت یہی کہ جو عالم بھی ان اسرار کی جانب روایت کرتا اس پر غلو کا الزام تھوپ دیا جاتا تھا۔ حد ہو گئی کہ ایک صاحب کہتے ہیں کہ غلو کا اولین قدم یہ

۲۔ بصائر الدرجات (ص ۲۲۶-۵۰۷)

۱۔ خصال شیخ صدوق (ص ۲۱۳)

۳۔ اصول کافی ص ۹۹۔ (ج راص ۲۰۱۴) پر موجود حدیث سے ماخوذ ہے۔

ہے کہ رسول خدا سے نبی ایمان کا عقیدہ رکھا جائے، پھر بعد کے محققین نے ان حقائق کو پہچاننے کے بعد ان بے وقت اقوال کو نظر انداز کیا، اسی حیثیت کا شکار حافظ بری بھی ہوئے، یہ دونوں گروہ رابر ایک دوسرے سے برس پیکار رہے حالانکہ صلح و آشنا بہتر ہے۔

عرفانی مسائل میں لوگوں کے نفوں جیتوں اور اقتداروں کے مطابق مختلف ہوتے ہیں، بعض کو پیچیدہ اسرار گراں معلوم ہوتے ہیں، بعض کو یہ ڈگر مساوی نظر آتی ہے اور اس میں اپنی توجہات مرکوز کر دیتے ہیں۔ میں دونوں کی مسائل کو قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں، کیوں کہ میں سمجھتا ہوں کہ ان کی نیت مستحسن تھی، انہوں نے راہ سلوک میں خوش رہی کامظاہرہ کیا، انسان کو کوشش کرنی چاہئے ضروری نہیں ہے کہ وہ کامیاب بھی ہو جائے۔

آگاہ ہو جاؤ ”لوگوں کی حالت سونے چاندی کے معدن کی ہے (متعدد حدیث)،“ ائمہ مصویں سے متواتر احادیث مردوی ہیں کہ بلاشبہ ہمارا امر (حدیث) سخت اور دشوار گزار ہے، اس کو وہی تحمل کر سکتا ہے جو نبی مرسل ہو، فرقہ مقرب ہو یا ایسا موسن ہو جس کے قلب کا خدا نے امتحان کر لیا ہو (۱) اسی لئے علماء دین اور ارباب معرفت پر تقدیم اچھی بات نہیں ہے، جو شخص بلند مرتبہ پر فائز نہیں ہو سکا اس کی ندت نہیں کرنی چاہئے کیوں کہ خدا نے کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دی ہے، حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کہ اگر میں اپنی نشست میں وہ کچھ بیان کروں جسے میرے کانوں نے ابوالقاسمؓ کی زبان مبارک سے سنائے تو تم لوگ مجھ سے علیحدہ ہو جاؤ گے اور کہو گے کہ علیؓ بہت بڑا جھوٹا ہے۔ (۲) امام زین العابدینؑ کا ارشاد ہے: اگر ابوذر وہ کچھ جان لیتے جو قلب سلمان میں تھا تو قتل کر دیجے اس کے باوجود رسول خدا نے دونوں کے درمیان برادری قائم کی، اس بیان و پرتم دوسروں کے متعلق کیا لگان کرتے ہو (۳) اور ہر ایک کے لئے خدا نے بہترین وعدہ کیا ہے اور خدا نے بیشتر ہے والوں کے مقابل مجاہدوں کو فضیلت اور اجر عظیم کرامت فرمایا ہے۔

۱۔ بصائر الدرجات ص ۶ (ص ۲۰): اصول کافی ص ۲۱۶ (ج راص ۱۰)

۲۔ شرعاً کی رسم و میہم ص ۱۲۷

۳۔ بصائر الدرجات ص ۷ (ص ۲۵): اصول کافی ص ۲۱۶ (ج راص ۱۰)

حضرت سید جاد کے ہی اشعار ہیں:

”میں اپنے علمی جواہرات چھپاتا ہوں تاکہ نادان لوگ حق دیکھ کر بھر نہ جائیں، اس سلسلے میں
مجھ سے پہلے حضرت علی، امام حسین اور امام حسن بھی یہی طریقہ اپنانے ہوئے تھے، اکثر ایسے علمی
جواہرات ہیں کہ اگر ان کو ظاہر کر دوں تو لوگ مجھے بت پرست کہنے لگیں، مسلمان میرا خون جائز سمجھنے لگیں
اس طرح بدترین کام ان کی نظر میں اچھا معلوم ہونے لگے (۱)

سید امین نے اعیان الشیعہ (۲) میں حالات بری کے ذیل میں جو کچھ لکھا ہے وہ اسی زمرے میں
آتا ہے، وہ علم المعرف والاعداد پر اعتماد کر کے بھڑک اٹھے ہیں، بغیر دلیل و جھٹ کے تغییر کر دی ہے
اگرچہ اس معاملے میں صاحب اعیان الشیعہ کے ہم خیال ہیں لیکن حافظ بری اور ان شہر آشوب وغیرہ
جیسوں کا جواب سینوں نے دیا ہے، جسے ہم برائحتے ہیں ان کی نظر میں اچھا ہے۔

چنانچہ عسیدی مالکی عمدۃ التحقیق (۳) میں لکھتے ہیں:

بعض حروف شناسوں نے کہا ہے کہ ابو بکر کا خانوادہ رہتی دنیا تک عزت و ناموس سے سرفراز رہے
گا اور یہ حقیقت قول خداوندی ”ومن ذریتی“ سے معلوم ہوتی ہے، کیوں؟ جمل کبیر، اس کے اعداد
۱۳۰ ہوتے ہیں اور گمان یہ ہے کہ اس کے بعد دنیا ختم ہو جائے گی، چنانچہ کچھ لوگوں نے کہا ہے کہ اس
سے معلوم ہوا کہ جب تک دنیا باقی ہے وہ خاندان عزت و سرفرازی سے سرفراز رہے گا اور اس مدت کو
محقق مصطفیٰ لطف اللہ ایک دوسری آیت ”لَا يَلْبِثُونَ خَلْفَكَ الْأَقْلِيلَا“ سے نکالا ہے وہ کہتے ہیں
کہ اگر اس آیت کے مکررات حروف حذف کر دئے جائیں تو ”لَا يَلْبِثُونَ خَفْكَ قَنْ“ باقی رہ
جائے اور یہ گیارہ حروف ہیں اور ان کے عدد (حباب جمل کبیر) ۱۳۹۹ ہوتے ہیں، اس کے بعد عدد
حروف جو گیارہ ہیں وہ بھی جو زد نے جائیں تو ۱۳۱۰ ہو جائیں، اس طرح یہ عدد ”فی ذریتی“ کے عدد

۱۔ تفسیر آلوی ج ۶ ص ۱۹۰

۲۔ اعیان الشیعہ ج ۱ ص ۲۰۵ - ۲۰۷ (ج ۶ ص ۱۹۳ - ۱۹۵)

۳۔ عمدۃ التحقیق ص ۱۵۵ (ص ۲۲۶)

سے مطابقت کر لے گی۔ شیخ یوسف فیضی کے بیان کے مطابق محمد بکری کہتے ہیں کہ توئی ہمارے عقب میں ہمارے ساتھ مصلی پر بیٹھ کر عیسیٰ بن مریمؐ کے ساتھ نماز پڑھ گا اور یہ چیز متذکرہ استنباط کی صحت کو مضبوط کرتی ہے.... ان۔

پڑھنیں کیوں سید امین نے اعیان الشیعہ میں حافظ بری کے لئے لکھ دیا ہے کہ ان کی طبیعت غیر نجیدہ تھی اور ان کی تالیفات میں انتشار و پراکندگی ہے، اس درجہ غلو ہے کہ کسی کو کچھ میں نہیں آتا، اگر علامہ امین کی بات صحیح تودہ کوئی ثبوت بھی پیش کرتے، صرف دعویٰ تو قابل قبول نہیں ہوتا، میں نے بری کے اکثر کلام کا مطالعہ کیا کہیں انتشار کا شاہینہ پایا، انھیں توحیدیت کی روشنی میں؟ کو حسن ظن پر محول کرنا چاہئے، اگر کوئی سقم تھا بھی تو اس کی حسین تاویل پیش کرتے جب کہ سقم ہے ہی نہیں، ہم آگے ان کا کچھ کلام پیش کریں گے جس میں مدح اہلبیت اور سوگواری کے شاندار نمونے ہوں گے۔ انھوں نے جو کچھ بھی کہا ہے وہ فریقین کے یہاں مسئلہ ہے نہ کہیں سقم ہے نہ غلو، بری کے اشعار نہیں ترین اور مقبول ترین معیار پر پورے اترتے ہیں۔

اور اب رہی بات نماز اور زیارت کے اختراع کی جگہ علامہ امین نے کہا ہے کہ انھوں نے بنام ائمہ نمازو زیارت اختراع کی ہے، اس میں مضاائقہ کیا ہے، اندر یہ کی بات توب ہوتی جب ان نمازوں اور زیارتوں میں لوگوں کو یہ دھوکہ ہوتا کہ یہ ائمہ سے ما ثور ہیں، جب خود بری نے اس کی نشاندہی کر دی ہے ”بقول صاحب ریاض“ تو کوئی شرعی نقصان باقی نہیں رہ جاتا کیوں کہ اس کی تشرعی حیثیت ختم ہو جاتی ہے، بری سے پہلے کے علماء نے بھی یہ کام کیا ہے ہے آج تک کسی نے اس پر تنقید نہیں کی ہے۔

علامہ امین کا یہ کہنا ہے کہ بری کی کتابیں غیر مفید ہیں بلکہ بعض تو؟ حقیقت سے نقصان رسال ہیں ہم اس پر کیا تبصرہ کریں، خدا ہمیں اور علامہ امین کو تسامحات سے محفوظ رکھے کیوں کہ وہ جذبات میں بہہ کرایا تبصرہ کر بیٹھے ہیں۔

نہیں تالیفات

۱۔ مشارق انوار العقین فی حقائق اسرار امیر المؤمنین

- ۱۔ مشارق الامان ولباب الایمان
- ۲۔ رسالہ فی الصلوٰۃ علی النبی وآلہ المحسوٰین علیہم السلام
- ۳۔ رسالہ فی زیارت امیر المؤمنین
- ۴۔ رسالہ لمحہ
- ۵۔ الدر الشفیعین
- ۶۔ اسرار النبی و فاطمۃ والائمة المحسوٰین
- ۷۔ لوامح انوار التجید
- ۸۔ تفسیر سورہ اخلاص
- ۹۔ رسالہ فی التوحید والصوت علی النبی وآل علیہم السلام
- ۱۰۔ کتاب مولانا النبی
- ۱۱۔ فضائل امیر المؤمنین (یہ مشارق کے علاوہ ہے)
- ۱۲۔ کتاب الانفیں فی وصف سادۃ الکلونیں

لطیف نغمے

حافظ بری نے اپنے لطیف اشعار میں زیادہ تر بلکہ تمام کے قلمام میں رسول و آل رسول کی مدح کی ہے، وہ اپنے اشعار میں اپنا تخلص حافظ لگاتے تھے۔

مدح رسول میں ان کے اشعار ہیں:

اضاء بک الافق المشرق ودان منطقک المنطق
افق مشرق آپ ہی کی وجہ سے درخشاں ہے اور آپ ہی کی گفتار کے صدقے میں لوگ بولنے کے
قابل ہوئے ہیں۔

آپ اس وقت تھے جب آدم کا وجود نہ تھا کیوں کہ آپ کائنات میں سب سے پہلے خلق ہوئے

بیں۔ اس شعر میں اشارہ ہے حدیث رسول کی طرف:
کنت اول الناس فی الخلق و آخرهم فی البعث "میں سب سے پہلے خلق ہوا اور سب
نبیوں کے بعد مبعوث ہوا۔" (۱)

اور حدیث معراج میں ہے کہ

"انک عبدی و رسولی و جعلتک اول النبین خلقاً و آخرهم بعثاً"
"بے شک تم میرے بندے اور رسول ہو، میں نے تھیس تمام انبیاء میں سب سے پہلے خلق کیا اور
سب سے آخر میں مبعوث کیا۔" (۲)

خود رسول خدا کا ارشاد ہے: "اول ما خلق اللہ نوری" "خدا نے سب سے پہلے میرے نور کو
خلق فرمایا۔" (۳) متواتر طریقے سے صحیح حدیث رسول ہے: میں اس وقت بھی نبی تھا جب آدم آب و
گل کے درمیان تھے یا روح خلق اور نئی روح کے درمیان تھے۔
حافظ بر سی کا شعر ہے:

ولولاک لم تخلق الكائنات ولا بان غرب ولا مشرق
اگر آپ نہ ہوتے تو کائنات خلق نہ ہوتی، اور نہ ہی مشرق و مغرب ظہور پذیر ہوتے۔
اس شعر میں جس حدیث کی طرف اشارہ ہے اسے متدرک حاکم، ہیچی، طبرانی، ہمکی، قسطلانی،
غرای، بلقیسی، زرقانی وغیرہ نے ابن عباس سے تقلیل کیا ہے۔ (۴)

۱۔ طبقات ابن سعد (ج راص ۱۳۹/۱۳۹)، تفسیر جامع البيان (ج راص ۲۱۷/۲۱۷)، (مجلد ۱۱ ج ۱۲۵/۱۲۵ ص)، دلائل العبرة ابن قیم (ج ۱/۱۶) (ج راص ۳۳/۳۳ حدیث ۳)، البدریۃ والتبیہ (ج ۲۲/۲۲ ص ۷۷) (ج راص ۳۰/۳۰ ص ۷۷)، غزالی کی المفہون الصیر مطبوع بر جاشر الانسان الكامل، (ج راص ۹۷/۹۷)، المختار الکبری (ج راص ۲۲) (ج راص ۷۷)، شرح مواہب زرقانی (ج راص ۳۳/۳۳ ص ۱۶۲)،
۲۔ مجمع الزوائد (ج راص ۱۷)

۳۔ المسیرۃ الحلبیۃ (ج راص ۱۵۹/۱۵۹) (ج راص ۷۷/۷۷)

۴۔ المسدر رک علی الحسن (ج ۲/۲ ص ۶۱۵)، (ج ۲/۲ ص ۶۱۷)، حدیث ۳۲۲۸-۳۲۲۷-۳۲۲۸-۳۲۲۸، شفاء القائم (ص ۱۶۲)، شرح مواہب
زرقانی (ج راص ۲۲/۲۲)

خدا نے عیسیٰ پر وحی فرمائی: اے عیسیٰ! محمد پر ایمان لاو اور اپنی امت کے ان لوگوں کو حکم دو جو محمدؐ کا زمانہ پائیں کہ وہ محمد پر ایمان لا کیں کیوں کہ اگر محمدؐ نہ ہوتے تو میں آدم کو خلق نہ کرتا اور اگر محمدؐ نہ ہوتے تو جنت و جہنم کو پیدا نہ کرتا۔

عمر ابن خطاب سے مردی ہے کہ رسول خدا نے فرمایا: جب آدم سے گناہ سرزد ہوا تو انہوں نے دعا کی: پروردگار میں تم سے بواسطہ محمدؐ سوال کرتا ہوں کہ مجھے بخش دے۔ خدا نے پوچھا: اے آدم تم نے محمدؐ کو کیسے پہچانا؟ جب کہ میں نے انھیں ابھی خلق نہیں کیا ہے؟ آدم نے عرض کی: خدا یا! جب تو نے مجھے خلق کیا اور میرے بدن میں روح پھوکی تو میں نے اپنا سر بلند کیا میں نے عرش کے قوام پر لکھا ہوا دیکھا "لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ" میں نے اس سے سمجھ لیا کہ تو اپنے محظوظ ترین بندے ہی کو اپنے سے واسطہ کیا ہے۔ خدا نے کہا: آدم! تو نے توچ کہا، یہ میرا محظوظ ترین بندے ہے، اس کے واسطے سے دعا کرو میں تمہیں بخش دوں گا، اگر محمدؐ نہ ہوتے تو تمہیں خلق نہ کرتا۔

فَمِمْكُ مفتاح كل الوجود ومِمْكُ بالِمُتَهَى يغْلِق
تَجْلِيتُ يا خاتم المرسلين بِشَوْ من الفضل لا يُلْحِق
فَانْتَ لَنَا أَوْلُ اخْرٍ وَبِاطْنُ ظَاهِرِكَ الْأَسْبَق
ان اشعار میں رسول خدا کے اسماء کی طرف اشارہ ہے۔ الفاتح، الخاتم، الاول، الآخر، الظاهر،
الباطن۔ (۱)

حافظ برسی نے مدح علیٰ میں نفس ترین اشعار کہئے ہیں، چھوٹی بھر میں دس شعر ہیں:

ایہا اللام دعمنی.....

"اے ملامت گر! مجھے اپنی حالت پر چھوڑ دے، میرے والہانہ پن کو دیکھ، جب بھی میں مدح علیٰ میں زیادتی کرتا ہوں تو لوگ کہتے ہیں کہ غلوکر رہا ہے، جب کہ میں نے یقین کا مشاہدہ کر لیا ہے تو اب مجھے کسی بات کی پرواہ نہیں، اے ملامت گر! کب تک مجھ سے جھگڑتا رہے گا، اے وہا! جو میرے دلدادہ

ہونے پر نہ مت کرتا ہے، تجھے جو راجتہ نجات کا سمجھ میں آتا ہے اسے اختیار کر لے اور مجھے میری گمراہی پر چپوز دے، وصی مصلحتی کی محبت ہی میرا عین کمال ہے، وہی میرا آخرت کا سرمایہ ہے، قیامت میں وہی میری پناہ ہے، اسی کی محبت کی وجہ سے میرا دین کامل ہوتا ہے اور اسی پر میری باتوں کی تان ٹوٹی ہے۔

حافظ بری کے حالات زندگی اہل الامل، ریاض العلماء، ریاض الحجۃ، روضات الجنات، تسمیم الامل،

الکنی والالقب، اعیان الشیعہ، الطلیعہ اور بالبلیات میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ (۱)

تلائش و تخص کے باوجود بھی مجھے حافظ بری کی تاریخ ولادت و وفات و ستیاب نہ ہو سکی، لیکن ان بعض تایفات سے پتہ چلا ہے کہ مہدی منتظر کی تاریخ ولادت اور اس تایف کی تاریخ کے درمیان ۵۱۸ گذرے جو حساب کرنے سے ۲۷ سال ہوتے ہیں، امام مہدی منتظر کا سن ولادت ۲۵۵ ہے اس طرح ۸۱۳ کا عدد ہوتا ہے شاید ۸۱۳ ہی کے آس پاس ان کی تاریخ وفات ہو، واللہ اعلم۔

برتری کے لا ف و گزاف

چونکہ آخر شعرائے مدری پر غلو پسندی کا اڑام لگایا گیا ہے، مثلاً حافظ بری ہی کو لے لیجئے، ان جیسے شعراء پر بعض مؤلفین ابن تیمیہ، ابن کثیر، قسمی، موسیٰ جارالله نے تنقید و اعتراض اور دشنام طرازی کی ہے، اس لئے قارئین کرام کے سامنے اس اہم موضوع پر گزارشات پیش کرنا ضروری ہیں تاکہ فریب فکر و نظر کا اندریشہ نہ رہے، اس لئے ہم کہتے ہیں کہ انگلخت جو ہری، فموی اور راغب وغیرہ کے مطابق غلو کہتے ہیں حد سے تجاوز کو۔ (۲)

اس لئے کہا جاتا: غلام السعر یفلو غلام "زخم حد سے تجاوز کر گیا، بہت زیادہ بڑھ گیا"۔ غلام الرجل غلواً "اس شخص نے حد سے تجاوز کرنے کی حد کر دی"۔ غلام لجاریہ لحمها

۱۔ اہل الامل (ج ۲۲ ص ۷۱ انبر ۲۰۹)، ریاض العلماء (ج ۲۲ ص ۳۰۳-۳۰۴)۔ روضات الجنات (ج ۲۲ ص ۳۲۷ انبر ۲۰۲)؛ الکنی

والالقب (ج ۲۲ ص ۱۶۶)؛ اعیان الشیعہ (ج ۲۲ ص ۳۲۵-۳۲۸)؛ البالبلیات (ج ۲۲ ص ۱۸۱ انبر ۲۰۱)

۲۔ صحاح اللند (ج ۲۲ ص ۲۲۸)، المصباح الہمیر (ج ۲۲ ص ۳۵۲)، المفردات (ص ۳۲۳)

وعظمها ”لوٹڈی کا گوشت اور اس کی بہڈی حد سے بڑھنی یعنی بہت تیزی سے جوانی کی حدود میں داخل ہو گئی، اپنے ہم عمروں سے آگے بڑھنی“۔ لاتغالوا فی النساء فاتماهن سقیا اللہ ”عورتوں کے بارے میں غلو نہ کرو کیوں کہ وہ خدا کی طرف سے تنگی کا پیالہ ہیں۔ (۱) حضرت عمر کہتے ہیں: لاتغالوا فی مهور النساء ”عورتوں کی مہر کے بارے میں غلو نہ کرو، حد سے نہ بڑھو“۔ (۲)

غلو ہر حال بری بات ہے جہاں بھی ہو جیسے بھی ہو، اور جس معاملے میں بھی ہو، خاص طور سے دین کے معاملے میں تو بہت ہی بری چیز ہے، قرآن میں ہے کہ اے اہل کتاب! اپنے دین کے معاملے میں غلو نہ کرو۔ اس کا مطلب مفسرین کے مطابق یہ ہے کہ یہودیوں نے عیسیٰ کے بارے میں غلو کیا تو مریمؑ پر تہمت لگادی اور عیسائیوں نے غلو کیا تو انہیں رب بتالیا۔ (۳) اس طرح افراط و تفریط دونوں ہی برآ ہے، ان دونوں کا درمیانی راستہ ہی اچھا ہے۔

مولائے کائنات کا ارشاد ہے کہ بے شک دین افراط و تفریط کا درمیانی راستہ ہے لہذا تم پر لازم ہے درمیانی راستے پر گام زدن رہو، جس سے تفریط کا شکار وابستہ ہو جائے اور غلو کرنے والا آکر نکل جائے۔ (۴)

لیکن ہاں! دین کے معاملے میں اس حد کا معین ہونا ضروری ہے جہاں سے انسان آگے نہ بڑھے تاکہ اس پر جھوٹے غلو کا الزام لگ جائے یا نادانی میں غمزد یا واجبی حقوق میں کوتا ہی کی بات کی جائے۔ کچھ لوگ تو ایسے بھی ہیں جو ہر وہ بات جو انھیں ناپسند ہو اس پر غلو کا الزام لگادیتے ہیں، اسی قسم کا اکثر اعتراض شیعوں پر کیا جاتا ہے جب وہ فضائل الہمیت سے متعلق اپنے اعتقاد کی بات کرتے ہیں یا اس کی روایت کرتے ہیں، حالانکہ ان روایات سے صحیح و مسانید بھرپور ہیں، اکثر علماء نے اپنی تالیفات میں ان کو نکل بھی کیا ہے پھر بھی وہ سخت برہم ہیں کہ کیوں انہی کے متعلق یہ ایسا عقیدہ رکھتے ہیں، جبکہ

۱۔ البيان والتمثيل ح ۲۲ ص ۲۱ (ج ۲ ص ۲۰-۲۱)

۲۔ تفسیر ابن کثیر ح ۱ ص ۲۷؛ ارشاد الساری ح ۱ ص ۵۷، ۵۸ (ج ۱ ص ۳۹)، حاشیہ سندي برشن ابن باجح ح ۱ ص ۵۸۳۔

۳۔ کنز العمال ح ۱ ص ۲۹۸ (ج ۱۶ ص ۵۳۸، حدیث ۲۹۹-۳۵۷)۔ کشف المخالج ح ۱ ص ۲۶۹ (ج ۲ ص ۱۱۸)

۴۔ تفسیر قرطبی ح ۲۱ ص ۲۱ (ج ۲ ص ۱۲۳، ۱۲۴)

۵۔ ریح الاریار ذشری، ح ۲ ص ۱۲۳

البھیت کی شان والا شان کے بیان سے قرآن بھرا پڑا ہے، احادیث گواہی دے رہی ہیں، اور اعتبار صحیح بھی اس کی تائید کی ہے، واقعات اس کی گواہی دے رہے ہیں، لیکن اکثر ایسے ہیں جو انہے اور بہرے ہیں یا ان کی بکھود قیع یا وہ اس حقیقت کو فلسفیانہ حیثیت سے یا تاریخی معیار پر دیکھنے سے قاصر ہیں، انھیں خوبیں نہ فرمائی اور جہالت نے سرگشٹ کر دیا ہے اور گمراہی میں پڑے ہیں، اس لئے جب انہم کے علم غیب کی بات کی جاتی ہے یادوں کی حالت جانے کی بات کی جاتی ہے تو غلوکا الزام لگا دیتے ہیں، مردوں سے بات، پرندوں اور جانوروں کی بولی پہچانا، دعا کر کے مردوں کو زندہ کرنا، بہروں میڈوم کے حق میں استجابت دعا کبھی پر غلوکا الزام لگ جاتا ہے۔ آل محمدؐ کے سامنے خضوع و خشوع، ان کے روپوں پر دعا و نماز، ان کے مصائب میں سو گواری وغیرہ ایسی باتیں ہیں جنھیں صحت مند شرعی سندوں کی بنیاد پر شیعہ حضرات انجام دیتے ہیں، لیکن ابن حزم، ابن جوزی، ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن کثیر ان کے ہماؤں ان کی تشریعی حیثیت کو مانتے نہیں۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ انہوں سے جو مجرمات و نما ہوئے ہیں وہ طبیعی بنیاد پر ہوئے ہیں بلکہ ہم تو یہ کہتے ہیں کہ خدا نے ان انہم کو اصلاح امت کے لئے بھیجا ہے اس لئے وہ بطور ثبوت ان محال عادی امور کا مظاہرہ کرتے تھے، خدا نے انھیں عالم طبعی کے مافق صلاحیت عطا کی تھی، خدا پر یہ لطف واجب تھا تا کہ اسے دیکھ کر لوگوں کی توجہ ان کی طرف بڑھے اور وہ انھیں امام مانیں۔

اب ذرا یہ تباشہ بھی دیکھئے کہ جو لوگ شیعوں پر غلوکا الزام لگاتے ہیں، انھیں کافر، مشرک کہتے ہیں وہی اپنے اولیاء کے لئے اس سے کہیں زیادہ محال عادی امور کو ثابت کرتے ہیں، انھیں اپنی کتابوں میں بغیر کسی تقدیم کے آنکھ بند کر کے نقل کرتے ہیں، نہ سے صحیح کی فکر ہوتی ہے اور نہ سند پر بحث کرتے ہیں، یہ سارے تباشے اس لئے ہوتے ہیں کہ ان اولیاء سے ان کو انہی عقیدت ہے اس لئے ان کے کرامات کے قائل ہیں، مجھ ہے کسی چیز کی محبت انداھا بہرا بنا دیتی ہے۔ یہ روشن صدر اسلام سے آج تک چلی آرہی ہے، کسی نے آج تک ان مؤلفین پر کبھی انکی نہیں اٹھائی، نہ ان پر غلوکا الزام لگایا، اس میدان میں ایسے ایسے دیکھنے کو ملتے ہیں جنھیں عقل سليم قول کرنے پر آمادہ نہیں ہے، شرعی اور غیر شرعی ہونے کی توبات ہی دور ہے۔

ابو بکر کے بارے میں غلو

کسی بھی صحابی کا کچا چٹھا معلوم کرنے میں کوئی خاص دقت نہیں لگتا ہے، اگرچہ تاریخ میں بہت زیادہ خلط ملطہ ہے، پاپی ہاتھوں نے اپنے رنگ میں ڈھالا ہے، صحیح کو مشتبہ بنانے کی بھروسہ سی کی ہے، گراہ ہاتھوں نے تحریف کے بہت زیادہ کھلواڑ کئے ہیں، جھوٹ اور تصنیع کے جال بننے گئے ہیں، تاریخی مواد میں اپنی رائے ٹھوکنے کی ذیلی حرکت کی گئی ہے، گروہی، قومی، شعبوی شکل میں کوکھلے نزدیک کے ذریعہ حقائق کو سخن کرنے کی سی کی گئی ہے، پھر بھی سوجھ بوجھ والا تقدیر غلط میں سے صحیح کو اور خلائق میں سے خالص کو چھانٹ کر حقائق کے درس فراہم کر کے سلف کی شخصیت کو پہچان ہی لیتا ہے۔

اس سلسلے میں ضروری ہے کہ شخصیتوں کی جانش پر تال میں چاہے وہ صحابی ہوں یا خلیفہ حقیقت پسندانہ نظر ڈالیں، عقیدت یا بد باطنی کی نظر نہیں۔ اس طرح پر کھنے سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ خلفاء راشدین میں اگرچہ دستوری اصحاب کے ذریعہ خلیفہ بنے لیکن بازار اعتماد اور میزان عدل میں ان کی ذرا بھی قدرو قیمت باقی نہیں رہ جاتی، نہ ان کی عظمت تعین ہوتی ہے (تمہارا پروگرام ہی جسے چاہتا ہے منتخب کرتا ہے، لوگوں کے ہاتھ میں منتخب کرنا نہیں ہے، کسی مومن یا مومنہ کو یہ اختیار نہیں ہے کہ جب خدا در رسول کوئی فیصلہ کر لیں تو اس میں چوں و چاکریں اور قبل و بعد خدا ہی کافی مدد نافذ ہے وہی لوگوں کے عمل کا سر پرست ہے اور انھوں نے جھٹالایا اور اپنی خواہشوں کی چیزوی کی اور وہ ہر معاملے کی قرارگاہ ہے) رسول عظیم کے یار غار، سفر بھرت کے رفیق؟ حالانکہ ان کی فرش ترین حرکتیں ہمیں اس سے باز رکھتی ہیں، ان کا نفیا تی تحلیل و تجزیہ ہماری نظر میں انھیں بڑا پست و حیرکر کر دیتا ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ رسول کے جانشین بننے کی داستان پھیٹریں، خلافت کیسے انجام پائی، کیسے ہوئی، کیسے قیام پذیر ہوئی، کیا

اس میں لوگوں کو آزادی حاصل تھی، کیا وصیت رسولؐ کی پیروی کی گئی یا خواہشات نفسانی نے جبری حکومت ہتھیاری اور الٹ پلٹ کا تماشہ ہوا، ہم ان ساری باتوں کو چھپنے نہیں چاہتے، وہ تو دنیا نے سقیفہ کے کرتے سن ہی لئے کہ کس طرح بحاجت بحاجت کے لوگ جمع ہوئے، شور چا اور مہا جرین والنصار میں مقابلہ آرائی ہوئی، اب ہم کیا کہیں تاریخ خود ہی ہمیں سبق سکھاتی ہے کہ اس میں کا ہر فرد اس دن طویلے ماٹنے کے چکر میں تھا، ڈھیر ساری پائیاں تھیں، حق و پکار میں فکری بالیدگی کا کہیں پتہ نہ تھا، دلوں میں قتل کے اندر یہ کلبلا رہے تھے کہ کہیں خفگ رو ہوں میں نکراونہ ہو جائے، ایسے میں آنکھوں نے تماشہ دیکھا کہ ایک صاحب شمشیر برہنہ کے لوگوں کو قتل کی دھمکی دے رہے تھے خبردار ایں ہرگز موت رسولؐ کی بات نہ سنوں، کسی نے بھی کہا تو میں توار سے اس کا سراز ادوان گایا یہ کہا کہ رسولؐ خدا مر گئے تو میں اس کا سراز ادوان گا، رسولؐ خدا تو آسمان پر اٹھا لئے گئے ہیں۔ (۱)

امت کے درمیان ابھی اور تو تو میں میں ہو ہی رہی تھی کہ دو بزرگ کفرے ہو گئے نہ کوئی رائے نہ کوئی مشورہ، معاملہ رات کے اندر ہڑوں میں ریختے لگا، ایک صاحب دوسرے سے کہتے ہیں: ہاتھ بڑھائیے میں آپ کی بیعت کروں۔ دوسرے صاحب کہتے ہیں کہ نہیں، بلکہ آپ۔ بڑی دیر تک آپ آپ کی تکرار ہوئی۔ (۲)

انھیں دونوں کے ساتھ مدینہ کا گورکن ابو عبیدہ جراح تھا، وہ لوگوں کو ان دونوں کی طرف دعوت دے رہا تھا (۳) اور مقدس جانشین، ہدایت کرنے والی عزت اور تمام بُنیٰ ہاشم رسولؐ خدا پر نوحہ کنناں تھی،

۱- تاریخ طبری ج ۲۳۳ ص ۱۹۸ (ج ۲۰۳ ص ۲۰۱)؛ شرح ابن الجیج راص ر ۱۲۸ (ج ۲۲۳ ص ۲۰) خطبہ ۲۶ البدایۃ و التمجید ج ۵۵ ص ۲۲۲ (ج ۵۵ ص ۲۲۳)؛ تاریخ ابن القداء ج راص ر ۱۵۶۔ المواهب اللددینیہ (ج ۲۳۳ ص ۵۳۶) (۵۳۳۵۳۶) ابن شہنہ کی روضۃ المناظر، مطبوع بر حاشیہ الکامل ج ۷ ص ۱۱۳ (ج راص ر ۱۸۸)۔ شرح المواهب زرقانی ج ۲۸۰ ص ۸۸ ر ۲۷۱۔ ۲۷۲ (ج ۲۳۳ ص ۲۰۶) احیاء الطوم (ج ۲۲۳ ص ۲۳۲) (۲۳۲)

۲- تاریخ طبری ج ۲۳۳ ص ۱۹۹ (ج ۲۰۳ ص ۲۰۲)؛ السیرۃ الحلبیہ ج ۲۳۳ ص ۲۵۸ (ج ۲۳۳ ص ۲۵۸)؛ الصواعق اخر قصص ر ۷ (۱۲)۔ تاریخ طبری ج ۲۳۳ ص ۱۹۹ (ج ۲۰۳ ص ۲۰۲)

جنازہ رسول ان کے سامنے ہے، رسول کے خاندان پر تمام دروازے بند ہیں۔ (۱) اصحاب رسول نے اُنھیں اور ان کے خاندان کو بے یار و مددگار چھوڑ دیا ہے۔ (۲) رسول کی لاش تین دن تک پڑی رعنی دفن نہ ہو سکی (۳) یا سموار سے بدھ کی رات تک، (۴) رسول کی لاش کو صرف گھروالوں نے دفن کیا، جنازہ میں صرف قریبی رشتہ دار ہی تھے، (۵) آپ کورات میں یا پچھلے پھر دفن کیا گیا (۶) اور قوم کو معلوم ہی نہ ہو سا جب تک آدمی رات گذر گئی (۷) اور دفن میں ابو بکر و عمر شریک نہیں تھے۔ (۸)

پھر دیکھنے کو ملتا ہے کہ عمر، ابو بکر کے گردواری فدا ہور ہے ہیں اور ان کے منھ سے جھاگ نکل رہی ہے، (۹) اسی درمیان عظیم پدری صحابی حباب بن منذر کی گونج سنائی دیتی ہے، وہ تکوار کھینچے ابو بکر سے کہہ رہے ہیں: خدا کی قسم! اگر کسی نے بھی میری تردید کی تو تم کوار سے اس کی ناک کاٹ دوں گا۔ پھر وہ بجز خوانی کرتے ہیں تو ان سے کہا جاتا ہے کہ تب تو خدا تمہیں قتل کرنے گا۔ اور وہ جواب دیتے ہیں:

۱۔ سیرہ ابن حشام کِ راس ۲۳۲۱ (ج ۳۲ ص ۲۷)؛ ریاض الصفر ۴ ج راص ۲۳۲ (ج راص ۲۳)

۲۔ طبقات ابن سعد ص ۸۲۱ طبع لیدن قسم ہانی ص ۶۷۔ (ج ۲۲ ص ۲۰)

۳۔ ابہاریہ والہبیہ ج راس ۲۷ (ج ۵۵ ص ۲۹)؛ سیرہ ابن حشام ج ۲۲ ص ۲۲۲، ۲۲۳ (ج راص ۲۳)

۴۔ طبقات ابن سعد طبع لیدن ج ۲۲ ص ۵۸، ۷۹، ۸۷ (ج ۲۲ ص ۲۷)؛ سیرہ ابن حشام ج ۲۲ ص ۲۲۲، ۲۲۳ (ج راص ۲۳)

۵۔ ابہاریہ والہبیہ ج راس ۲۷ (ج ۵۵ ص ۲۹)؛ مسن احمد ج ۲۲ ص ۲۷ (ج ۲۲ ص ۲۷)؛ سیرہ ابن حشام ج ۲۲ ص ۲۲۲ (ج راص ۲۳)

۶۔ ابہاریہ والہبیہ ج راس ۲۷ (ج ۵۵ ص ۲۹)؛ مسن احمد ج ۲۲ ص ۲۷ (ج ۲۲ ص ۲۷)؛ سیرہ ابن حشام ج ۲۲ ص ۲۲۲ (ج راص ۲۳)

۷۔ ابہاریہ والہبیہ ج راس ۲۷ (ج ۵۵ ص ۲۹)؛ مسن احمد ج ۲۲ ص ۲۷ (ج ۲۲ ص ۲۷)؛ سیرہ ابن حشام ج ۲۲ ص ۲۲۲ (ج راص ۲۳)

۸۔ طبقات ابن سعد ص ۸۲۲ طبع لیدن ج ۲۲ قسم ہانی ۸۷ (ج ۲۲ ص ۲۰)؛ مسن احمد ج ۲۲ ص ۲۷ (ج ۲۲ ص ۲۷)

۹۔ سیرہ ابن حشام ج ۲۲ ص ۳۲۳ (ج ۲۲ ص ۳۲)؛ ابہاریہ والہبیہ ج ۵ ص ۲۷۰ (ج ۵۵ ص ۲۹)

۱۰۔ ابن الیشیر کی المصطف (ج ۱۳ ص ۵۶۸، ۵۷۸، ۱۸۸۹)؛ کنز العمال ج ۳ ص ۲۵۲ (ج ۵۵ ص ۲۵۲)

۱۱۔ طبقات ابن سعد ص ۷۷، طبع لیدن ج ۲۲ قسم ہانی ص ۵۲ (ج ۲۲ ص ۲۶)؛ شرح ابن الی الحدیث ج ۱۳۳ ص ۹۲

بلکہ خدا تمہیں قتل کرے گا۔ (۱) پھر انھیں پکڑ کر اتنا مارا جاتا ہے کہ اتنے منھ میں دھول بھر جاتی ہے۔ (۲) ایک تیرسرے صاحب بیعت ابو بکر کی مخالفت میں چلاتے ہیں: خدا کی قسم! میں ترکش کے سارے تیر صرف کر دوں گا، میرے ہاتھ میں تکوار ہے، اپنے گھر والو اور ہمتوادوں کے ساتھ تم سے ٹڑوں گا۔ (۳) چوتھے صاحب اس بیعت میں جنگ کی بھنی بھڑکتے دیکھتے ہیں تو کہتے ہیں: میں ایسا گرو و غبار دیکھ رہا ہوں جو صرف خون ہی سے بیٹھے گا۔ (۴) پھر نظر آتا ہے کہ رئیس خرزنج سعد بن عبادہ کو بری طرح ذیل کیا جا رہا ہے، لوگ ان پر ٹوٹ پڑے ہیں اور، چلا رہے ہیں غصہ میں: سعد کو قتل کرو، خدا اسے قتل کرے، یہ منافق ہے، قدر اخمار ہا ہے اور ایک شخص ان کے سر پر کھڑا کھڑا رہا ہے: میں تمہیں قتل کر دوں گا، ہڈیاں پسلیاں توڑ کر کہ دوں گا یا آنکھیں نکال لوں گا۔ (۵)

پھر دیکھنے میں آتا ہے کہ قبس بن سعد نے عمر کی ڈاڑھی پکڑ کر کہا: خدا کی قسم! اگر ایک بال بھی ان کا بیکا ہوا تو تمہارے منھ میں ایک دانت بھی باقی نہ رہے گا یا ایک بال بھی بیکا ہوا تو چھڑے اڑا کر رکھ

۱۔ شیعہ بخاری ج ۱۰ اصل ۳۵ (ج ۶ ص ۲۵۰۶ حدیث ۲۳۲۲): مسند احمد ح اصل ۵۶ (ج ۱۰ ص ۹۰ ح ۳۹۳۲): البیان و التہذین ج ۲ ص ۱۸۸ (ج ۳ ص ۱۹۸) سیرہ ابن حشام ح اصل ۳۳۹ (ج ۲ ص ۳۱۰)؛ الحدیث الفرید ح ۲۲۸ (ج ۲ ص ۸۶)؛ الاملاء والیاست ج ۱۰ اصل ۹ (ج ۱۰ ص ۱۵)؛ تاریخ طبری ح ۳ ص ۲۱۰، ۲۰۹ (ج ۲ ص ۲۲۰، ۲۲۱)؛ تاریخ کامل ح ۲ ص ۱۳۷، ۱۳۶ (ج ۲ ص ۱۳۲، ۱۳۱)؛ ریاض الصفر ح اصل ۱۲۲، ۱۲۱ (ج ۱۰ ص ۲۰۲، ۲۰۱)؛ المبدیۃ والہمایہ ح ۵ ص ۲۲۲ (ج ۵ ص ۲۶۷)، ح ۷ ص ۱۳۲ (ج ۷ ص ۱۲۰)؛ بعلۃ الصوتۃ ح اصل ۹۷ (ج ۱۰ ص ۲۵۶، ۲۵۷ نمبر ۲)؛ تیسیر الوصول ح ۲ ص ۳۵ (ج ۲ ص ۵۲، ۵۳ نمبر ۲) شرح ابن القیم الحدیث ح اصل ۱۰۸ (ج ۲ ص ۲۳۸ خلیفہ ۲۲۶)؛ ح ۲ ص ۳ (ج ۲ ص ۹ خلیفہ ۲۲۶)؛ المسیرۃ الحلمیۃ ح ۲ ص ۲۸۷ (ج ۲ ص ۳۵۸)؛ مجموع رضا کی ابو بکر صدیقی ص ۵۵

۲۔ شرح ابن القیم الحدیث ح ۲ ص ۱۶ (ج ۲ ص ۳۰ خلیفہ ۲۲۶)

۳۔ الاملاء والیاست ح اصل ۱۰ (ج ۱۰ ص ۱۷)؛ تاریخ طبری ح ۳ ص ۲۱۰ (ج ۳ ص ۲۲۲)؛ تاریخ کامل ح ۲ ص ۱۲ (ج ۲ ص ۱۰)؛ شرح ابن القیم الحدیث ح اصل ۱۰۸ (ج ۲ ص ۲۳۹ خلیفہ ۲۲۶)؛ المسیرۃ الحلمیۃ ح ۲ ص ۲۷ (ج ۲ ص ۳۵۹)

۴۔ تاریخ کامل ح ۲ ص ۱۳۵ (ج ۲ ص ۱۱ خودا شاہ)

۵۔ مسند احمد ح اصل ۵۶ (ج ۱۰ ص ۹۰ حدیث ۲۳۹۲): الحدیث الفرید ح ۲۲۹ (ج ۲ ص ۸۶): تاریخ طبری ح ۳ ص ۲۱۰ (ج ۲ ص ۲۲۹)؛ سیرہ ابن حشام ح اصل ۳۳۹ (ج ۲ ص ۳۱۰)؛ ریاض الصفر ح اصل ۱۲۲، ۱۲۱ (ج ۱۰ ص ۲۰۵، ۲۰۶)؛ المسیرۃ الحلمیۃ ح ۲ ص ۲۷ (ج ۲ ص ۳۵۹)

(۱) دوں گا۔

پھر زیر توار بخانجتے ہوئے چلاتے ہیں: جب تک علیؑ کی بیعت نہ کی جائے گی تو ارنیام میں نہ کروں گا۔ عمر یہ سن کر دھاڑتے ہیں: اس کتے کو پکڑو۔ پھر ان کی توار ہاتھ سے لے لی جاتی ہے اور پھر سے مار کر زخمی کر دیا جاتا ہے۔ (۲) پھر رسولؐ کے عظیم صالحی کے سینے کو رومندا جا رہا ہے، جب بہ منذر کی آنکھ زخمی کی جاتی ہے، پھر یہ لوگ خانہ نبوت اور پناہ امت کا رخ کرتے ہیں، بیت شرف، بیت فاطمہ و علیؑ پر جا کر انہیں ڈرایا دھکایا جا رہا ہے، (۳) ابو بکر نے وہاں عمر کو بھیج کر تاکید کی ہے کہ اگر وہ بیعت سے انکار کریں تو ان سے جنگ کرو، عمر آگ لئے ہوئے جاتے ہیں اور فاطمہؓ فریاد کرتی ہیں: خطاب کے بیٹے کیا تو میرا گھر جلانے آیا ہے؟ عمر کہتے ہیں: ہاں! اور نہ تم لوگ بھی وہی بات مان لو جسے تمام امت نے مان لیا ہے۔ (۴) پھر نظر آتا ہے کہ یہ سیاسی پارٹی ترجمان و حی بیت فاطمہؓ کا رخ کرتی ہے۔ (۵) ان کا لیڈر بلند آواز سے آگ لکڑی کے ساتھ کہتا ہے: خدا کی قسم! تمہارا گھر ضرور جلا دوں گا اور نہ بیعت کرنے کے لئے گھر سے نکلو، گھر میں جو بھی ہے سب کو جلا دوں گا۔ اس شخص سے کہا جاتا ہے: اس میں رسول خدا کی پارہ بجگہ ہے۔ جواب ملتا ہے: ہو گی۔ (۶)

ابن شحنة کے مطابق: عمر خانہ علیؑ پر آئے تاکہ جو بھی اس میں ہے اسے جلا ڈالیں۔ فاطمہؓ سے عمر

۱۔ تاریخ طبری ح ۲۳ ص ۲۱۰ (ح ۲۳ ص ۲۲۲ حوارث الله)؛ المسیرۃ الحلبیہ ح ۲۳ ص ۷ (ح ۲۳ ص ۳۵۹)

۲۔ الامامتہ السیاسۃ ح اص ۱۸ (ح اص ۱۸)؛ تاریخ طبری ح ۲۳ ص ۱۹۹ (ح ۲۳ ص ۲۰۳)؛ ریاض الحضرۃ ح اص ۱۶۷ (ح اص ۲۰۰)؛

شرح ابن الی الحمدی ح اص ۱۳۲، ۵۸ (ح اص ۲۷۴، ۳۷، ۳۶، ۳۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸)؛ ح ۲۳ ص ۱۹، ۵ (ح ۲۳ ص ۱۱، ۲۷، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹)؛

۳۔ تاریخ طبری ح ۲۳ ص ۲۱۰ (ح ۲۳ ص ۲۲۲ حوارث الله)؛ شرح ابن الی الحمدی ح اص ۵۸ (ح اص ۲۷۴، ۳۷، ۳۶، ۳۵، ۳۷، ۳۸)؛

۴۔ العقد الفرید ح ۲۳ ص ۲۵۰ (ح ۲۳ ص ۷۸)؛ تاریخ ابواللہ الدارمی ح اص ۱۵۶؛ اعلام النساء ح ۲۳ ص ۷ (ح ۲۳ ص ۱۱۳)

۵۔ الاموال لابی عید ح ۱۳۱ (ح ۲۳ ص ۷۷)؛ الامامتہ والسیاست ح اص ۳۵۳ (ح ۲۳ ص ۳۵۳)؛ تاریخ طبری ح ۲۳ ص ۵۲ (ح ۲۳ ص ۱۹)؛ تاریخ طبری ح ۲۳ ص ۵۲ (ح ۲۳ ص ۱۹)؛ مروج الذهب ح اص ۳۱۳ (ح ۲۳ ص ۳۱۳)؛ العقد الفرید ح ۲۳ ص ۲۵۲ (ح ۲۳ ص ۹۳)؛ تاریخ یعقوبی ح ۲۳ ص ۱۰۵ (ح ۲۳ ص ۳۱۲)؛

۶۔ تاریخ طبری ح ۲۳ ص ۱۹۸ (ح ۲۳ ص ۲۰۲)؛ تاریخ طبری ح ۲۳ ص ۱۹۸ (ح ۲۳ ص ۱۹)؛ شرح ابن الی الحمدی ح اص ۱۳۲، ۲۲۲ (ح ۲۳ ص ۱۳۲)؛

۷۔ تاریخ طبری ح ۲۳ ص ۱۹۸ (ح ۲۳ ص ۲۰۲)؛ الامامتہ والسیاست ح اص ۱۳ (ح اص ۱۹)؛ شرح ابن الی الحمدی ح اص ۱۲۳، ۲۲۲ (ح ۲۳ ص ۱۲۳)؛ اعلام النساء ح ۲۳ ص ۱۲۳ (ح ۲۳ ص ۱۲۳)؛

۸۔ تاریخ طبری ح ۲۳ ص ۱۹۸ (ح ۲۳ ص ۲۰۲)؛ العقد الفرید ح ۲۳ ص ۲۵۲ (ح ۲۳ ص ۲۵۲)؛ اعلام النساء ح ۲۳ ص ۱۲۳ (ح ۲۳ ص ۱۲۳)؛

۹۔ تاریخ طبری ح ۲۳ ص ۱۹۸ (ح ۲۳ ص ۲۰۲)؛ العقد الفرید ح ۲۳ ص ۲۵۲ (ح ۲۳ ص ۲۵۲)؛ اعلام النساء ح ۲۳ ص ۱۲۳ (ح ۲۳ ص ۱۲۳)؛

نے کہا: اس بات کو مان لو جسے ساری قوم مان جگی ہے۔ (۱) پھر ان روح فرماصناب کے بعد رسول خدا کی پارہ جگر دردناک صدائے فریاد کے ساتھ روتوی ہوئی بلند آواز سے چلاتی ہیں: ہائے بابا، الے رسول خدا! آپ کے بعد میں نے خطاب اور ابو تقاضہ کے بیٹے کے ہاتھوں کیا کیا نہ دیکھا۔ (۲) پھر اسی خاتون کو دیکھا جاتا ہے کہ ہاشمی عورتوں کے ساتھ فریاد کر رہی ہے: اے ابو بکر! کتنی جلدی تم نے الی بیت رسول گوتاخت و تاراج کر دیا، خدا کی قسم! اب میں مرتے دم تک عمر سے بابت نہ کروں گی۔ (۳)

اور اس کے بعد پیکر قدس و غسلت امیر المؤمنین کو کشاں کشاں بیعت کے لئے جایا جا رہا ہے جیسے سرکش اونٹ کو کھینچا جاتا ہے۔ (۴) لوگوں کی بھیڑ تماشہ دیکھ رہی ہے، علیؑ سے کہا جا رہا ہے: بیعت کرو۔ علیؑ کہتے ہیں: اگر میں نے بیعت نہ کی تو؟ جواب ملتا ہے: تب تو اس خدا کی قسم! جس کے سوا کوئی خدا نہیں، تمہاری گردن اڑا دوں گا۔ علیؑ کہتے ہیں: کیا تم بندہ خدا اور رسول خدا کے بھائی کو قتل کر دو گے۔ (۵) مصطفیٰ کا شریک کار، علیؑ بن ابی طالب قبر رسول ﷺ کی طرف رخ کر کے دردناک جنحے کے ساتھ روتے ہوئے فریاد کرتا ہے: همیا اینَ أَمَا إِنَّ الْقَوْمَ اسْتَعْضَفُونِي وَكَادُوا يَقْتُلُونِي! ہمیا میرے بچپا کے بیٹے! مجھے قوم نے اس قدر توڑ دیا کہ اب قتل کرنے پر آمادہ ہیں۔ (۶) پھر اسی دن جب

۱۔ روضۃ المناظر مطبوع بر جایشہ کامل ج ۷ ص ۱۶۳ (ج اص ۱۸۹ حادثہ ابو)

۲۔ الامامة والسياسة ج اص ۲۰ (ج اص ۲۰)؛ اعلام النساء ج ۳ ص ۱۲۰ (ج ۲۲ ص ۱۱۵)؛ عبد القاتح کی الامام علیؑ ج اص ۲۲۵ (جلد انج اص ۱۹۱)

۳۔ شرح ابن ابی الحدید ج اص ۱۳۳، ج ۲۲ ص ۱۹ (ج ۲۲ ص ۷۵ خلبہ ۲۶؛ ج ۶ ص ۳۹ خلبہ ۲۶)

۴۔ العقد الفرید ج ۲ ص ۲۸۵ (ج ۲۲ ص ۲۷)؛ بیان الاشیٰ ج اص ۲۲۸ (ج اص ۲۲۲)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۷ (ج ۱۵ ص ۷۳ نامہ ۹)

۵۔ الامامة والسياسة ج اص ۱۲ (ج اص ۲۰)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۱۹، ۸، ۸ ص ۱۹ (ج ۶ ص ۳۹ خلبہ ۲۶)؛ اعلام النساء ج ۳ ص ۱۶، ۶ (ج ۲۲ ص ۱۱۵)

۶۔ الامامة والسياسة ج اص ۱۲ (ج اص ۲۰)

علیٰ کو بیعت کے لئے کھسیٹا جا رہا تھا، ابو عبیدہ جراح، حضرت علیٰ کو سمجھاتے ہیں: بھیا! تم ابھی نچے ہو اور یہ لوگ قوم کے بزرگ ہیں، تمہارے پاس ان کے جیسا تجربہ بھی نہیں، نہ ان کے جیسے معاملات کی سوجھ بوجھ ہے، میری نظر میں خلافت کے لئے مغبوط ترین آدمی ابو بکر ہی ہے، وہ یہ بوجھ برداشت کر لیں گے، تم ابو بکر کی بیعت کر لو، اس طرح اگر تم جیتے رہے اور خلافت آگے بڑھی تو تم کو بھی ظیفہ بنالیا جائے گا، تم بلند اخلاق والے ہو، اس کے حقدار بھی ہو، تمہاری بڑی فضیلتیں ہیں، دینداری ہے، دانش و فہم ہے، اسلامی سبقت ہے، بلند نسب ہو، رسول خدا کے داماد ہو۔ (۱)

اسی اثنائیں گوئی گرجتی انصار کی آواز بلند ہوئی: ہم صرف علیٰ ہی کی بیعت کریں گے۔ انہیں میں ایک بد ری صحابی چلائے: ایک امیر ہم میں سے ایک امیر تم میں سے۔ عمران سے کہتے ہیں: اگر تم یہی چاہتے ہو تو تمہاری سوت ہو جائے۔ (۲)

اور ابو بکر نے انصار سے کہا: ہم امیر ہیں اور تم وزیر ہو، یہ خلافت ہمارے تمہارے درمیان آدمی
آدمی رہے گی جیسے خر سے کو دھوکوں میں بانٹ دیا جائے۔ (۳)

صلح بن اثاثہ قبر رسول پر کھڑی نوحہ پڑھ رہی ہیں: یا رسول اللہ!

قد کان بعدک انباء هنبة لو کنت شاہد هالم تکثر الخطب
ان فقدنا ک فقد الارض وابلهها واعتل قومک فلا شهد لهم ولا ثلب (۴)

۱۔ البدایہ والہیۃ ح اص ۱۲ (ج اص ۱۸)؛ شرح ابن القیم ح مص ۵ (ج مص ۱۲ خطبہ ۲۶)

۲۔ صحیح بخاری، مناقب ابو بکر، باب رجم الحبلی ح رج اص مص ۳۵ (ج مص ۱۳۳۱ ح رج ۷۷، ۳۳۶ ح مص ۲۵۰۱ ح ۲۳۲۲، ۲۳۲۳)؛ طبقات بن حذیج ح مص ۵۵ (ج ۲۶۹ ح مص ۱۲۹)؛ البیان و اسناد ح مص ۱۸۱ (ج مص ۱۹۸)؛ سیرۃ ابن ہشام ح مص ۳۲۹ (ج مص ۳۱۰) تحریر بالقلائی ح ۱۹؛ تاریخ طبری ح مص ۳ (ج مص ۲۰۹، ۲۰۶)؛ محدث ک حاکم ح مص ۲۷ (ج ۳ مص ۷۰ ح ۲۷، ۲۲۲۳) ریاض الصفر ح اص ۱۶۶، ۱۶۳، ۱۶۲ (ج مص ۲۰۵)؛ البدایہ والہیۃ ح ۵ مص ۱۳۶ (ج ۵ مص ۲۱) تیسیر الوصول ح مص ۳۱ (ج ۳۵، ۳۱) (ج مص ۵۲، ۵۰ ح ۲۳، ۲۲)

۳۔ صحیح بخاری، در مناقب ابو بکر (ج ۳ مص ۱۳۲۱ ح رج ۷۷، ۳۳۶)؛ البیان و اسناد ح اص ۱۸۱ (ج مص ۱۹۹)؛ عینون الاخبار، ابن تحریر ح مص ۲۲ (مجلد اح ۵ مص ۲۲) (۲۳۲، ۲۳۳)

۴۔ طبقات ابن حذیج ح مص ۲۵۲ (ج ۲ مص ۳۳۲)؛ شرح ابن القیم ح مص ۷ (ج ۲ مص ۲۳۳ خطبہ ۲۲) (ج مص ۱۳۳) (ج مص ۵۰ خطبہ ۲۶)

یہ تمام ہنگامہ عام لوگوں کو ڈرانے دھکانے کے لئے تھی، اصلاح امت کا ذرا بھی خیال نہ تھا، نہ کوئی سمجھتا تھا کہ یہ معاملہ بخوبی انجام پائے گا، ساری قوم پر نشر چھایا ہوا تھا۔

اس خلافت کے متعلق کیا کہا جائے جسے ابو بکر و عمر جاہلیت کا ہنگامی حادثہ کہیں، جس کی برائیوں سے خدا نے محظوظ رکھا ہے۔ (۱) عمر کہتے ہیں: اب جو بھی اسکی حرکت دہرائے اسے قتل کرو۔ (۲) سقینہ کی بیعت کے بعد کہتے ہیں کہ جو شخص مسلمانوں سے مشورہ کئے بغیر بیعت کر لے وہ بیعت صحیح نہیں، اسے قتل کردو۔ (۳)

ابن عباس سے کہتے ہیں: علی! اس امر خلافت کے لئے مجھ سے اور ابو بکر سے زیادہ اولی ہیں۔ (۴) پھر کہتے ہیں: خدا کی قسم! ہم نے یہ سب کچھ دشمنی میں نہیں کیا، ہم نے دیکھا کہ ابھی وہ بچے ہیں، میرے خیال میں عرب اور قریش ان پر ایکانہ کرتے۔ ابن عباس جواب میں کہتے ہیں: رسول خدا نے تو انہیں بچہ نہیں سمجھا کیا تم اور ابو بکر انہیں بچہ سمجھتے ہو۔ (۵)

عمر! ابن عباس سے کہتے ہیں: ابن عباس! میرے خیال میں تمہارے صاحب مظلوم ہیں۔ ابن عباس جواب دیتے ہیں: خدا نے انہیں بچہ نہیں سمجھا جب اس نے سورہ براءۃ کی تبلیغ کا حکم بیجا۔ (۶)

۱۔ التمهید بالقلانی ص ۱۹۶: شرح ابن الہبی ح ۲۲ ص ۱۹ (ج ۲۷ خطبہ ۲۶): سعی بخاری باب رجم الحملی ح ۱۰ ص ۳۳ (ج ۵ ص ۲۵۰۵ ح ۲۳۳۲)؛ مسند احمد ح ۱۵۵ (ج ۱۰ ص ۹۰ ح ۳۹۲)؛ تاریخ طبری ح ۳۰ ص ۲۰۰ (ج ۳ ص ۴۰۵ حادثہ اللہ)؛ انساب بلاذری ح ۵ ص ۱۵؛ تاریخ کمال ح ۲۲ ص ۱۳۵ (ج ۲ ص ۱۱ حادثہ اللہ)؛ البدریۃ والہلیۃ ح ۵ ص ۲۳۶ (ج ۵ ص ۲۶۶ حادثہ اللہ)۔
۲۔ التمهید بالقلانی ص ۱۹۶: شرح ابن الہبی ح ۱۰ ص ۱۲۲، ۱۲۳ (ج ۲۷ خطبہ ۲۶)؛ الصواعن اخر ق، ابن جریح ص ۲۶ (ص ۳۶)۔
۳۔ سعی بخاری ح ۱۰ ص ۲۲ (ج ۵ ص ۷۷ ح ۲۵۰)؛ مسند احمد ح ۱۰ ص ۵۱ (ج ۱ ص ۹۱ ح ۳۹۲)؛ سیرۃ ابن حشام ح ۲۲ ص ۳۲۸ (ج ۳ ص ۳۰۹)؛ النہایہ ابن اثیر ح ۳۰ ص ۲۵۱ (ج ۲۷ خطبہ ۲۶)؛ تیسر الوصول ح ۲۲ ص ۳۵ (ج ۲۷ خطبہ ۵۲)؛ شرح ابن الہبی ح ۱۰ ص ۱۲۸ (ج ۲۷ خطبہ ۲۶)؛ تاریخ ابن کثیر ح ۵ ص ۲۲۶ (ج ۵ ص ۷۷ حادثہ اللہ)۔

۴۔ شرح ابن الہبی ح ۱۰ ص ۱۲۲ (ج ۲۷ خطبہ ۲۶)؛ ح ۲۲ ص ۵۰ (ج ۲۷ خطبہ ۲۶)؛ البدریۃ والہلیۃ ح ۵ ص ۲۳۶ (ج ۵ ص ۷۷ حادثہ اللہ)۔

۵۔ کنز العمال ح ۲۶ ص ۳۹۱ (ج ۱۰۹ ص ۱۰۹) (۳۲۳۵۷ ح ۱۰۹)

۶۔ شرح ابن الہبی ح ۲۲ ص ۱۸ (ج ۲۷ خطبہ ۲۶)

حضرت علیؑ کا مطالبہ: میں بندہ خدا ہوں اور برادر رسولؐ ہوں، میں اس امر کا زیادہ حقدار ہوں، میں تمہاری بیعت نہ کروں گا، تمہیں چاہئے کہ میری بیعت کرو۔ عمر دھڑاتے ہیں: جب تک بیعت نہ کرو گے، تمہیں چھوڑانہ جائے گا۔ علیؑ فرماتے ہیں: اے عمر! تھن سے دودھ نکال لو، کل فائدہ اخواز گے۔ (۱)

حضرت علیؑ تقریر فرماتے ہیں: اے گروہ مہاجرین! خدا کو پیچانو، محمدؐ کی حکومت کو ان کے گمرا سے عرب میں نہ گھاؤ، اہل بیتؑ کے حق کو عام لوگوں میں نہ پھراؤ، بعد ازاں اے گروہ مہاجرین! ہم ہی تمام لوگوں سے زیادہ اس کے حقدار ہیں، کیونکہ ہم اہل بیت ہیں، تم لوگوں کے مقابلے میں ہمارا ہی حق ہے، کتاب خدا کی تلاوت کرنے والا، رسوم خداوندی کا عالم، امور رعیت سے آگاہ اور ان سے حادثوں کو درفع کرنے والا، ان میں برابر سے تقسیم کرنے والا، خدا کی قسم! ہم ہی ہیں، دیکھو تم خواہش کی پیروی نہ کر دو، زندگی اور حق سے بہت دور جا پڑو گے۔ (۲)

حضرت علیؑ وفات رسولؐ کے بعد لوگوں کو خلافت کے معاملے میں مجھوڑتے دیکھ کر فرماتے ہیں: خدا کی قسم! میں نے سوچا بھی نہ تھا، نہ دل میں خیال آیا تھا کہ عرب اس خلافت کو ہٹا کر محمدؐ کے بعد ان کے الہمیت سے کہیں اور لے جائیں گے، مجھ سے خلافت چھینے کی، تصور بھی نہ کیا جا سکتا تھا، مجھ سب سے زیادہ اس بات پر از بعده و تحریت ہوئی کہ لوگوں نے ابو بکر کو چن لیا، میں نے اپنا ہاتھ روک لیا اور دیکھا کہ میں ہی سب سے زیادہ لوگوں کے مقابلہ رسولؐ کی جگہ بیٹھنے کا حقدار ہوں۔ (۳)

پھر اس کے بعد حضرت علیؑ رسولؐ کی بیٹی فاطمہؓ کو خچر پر بیٹھا کر رات کے وقت انصار کی بزم میں گئے اور ان سے مدد طلب کی۔

وہ کہتے ہیں: اے رسولؐ کی بیٹی! اب تو ابو بکر کی بیعت کر لی گئی، اگر آپؐ کے شوہر ابو بکر سے پہلے ہمارے پاس آ جاتے تو ہم ان سے روگردان نہ ہوتے۔ حضرت علیؑ نے ان سے کہا: کیا میں رسولؐ کی لاش

۱۔ الامامة والسياسة ج ۱ ص ۱۸ (ج ۱ ص ۱۸)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۵ (ج ۶ ص ۱۶) (خطبہ ۲۲)

۲۔ الامامة والسياسة ج ۱ ص ۱۹ (ج ۱ ص ۱۹)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۵ (ج ۶ ص ۱۷) (خطبہ ۲۳)

۳۔ الامامة والسياسة ج ۱ ص ۱۲۰ (ج ۱ ص ۱۲۳)

گمر میں چھوڑ دیتا اور حکومت کے لئے جھٹا کرتا۔ فاطمہ نے فرمایا: ابو الحسن نے جو کچھ کیا وہ مناسب تھا، جو کچھ ان لوگوں نے کیا وہ اللہ سبھے گا۔

حضرت علی فرماتے ہیں: خدا کی قسم! ابو قافلہ کے بیٹے نے زبردستی ہیرا، ان خلافت پہن لیا، حالانکہ وہ جانتا تھا کہ میرا خلافت میں وہی مقام ہے جو چلی میں قطب کا ہوتا ہے۔

یہ خطبہ شفیعیہ کے نام سے موسوم ہے، اس کے صحت و اثبات پر فریقین کے جلیل القدر علماء نے بہترین دادخن دی ہے، ان کے بیان کے مطابق بلاشبہ یہ کلام امیر المؤمنین ہی ہے، کسی جاہل کا یہ قول سننے کے قابل نہیں کہ یہ کلام شریف رضی کا ہے، صدر اول اسلام سے آج تک لوگ اس کی روایت کرتے چلے آتے ہیں، جب کہ سید رضی اس وقت پیدا ہی نہ ہوئے تھے۔

جن علماء نے اس کی روایت کی ہے ان کے نام یہ ہیں:

حافظ سعیی حماں؛ ابو جعفر حمل خزانی؛ ابو جعفر بن برقي؛ ابو علی جربائی؛ علی بن فرات؛ ابو القاسم لخنی؛ ابو احمد جلوودی؛ ابن قبہ؛ حافظ طبرانی؛ ابو جعفر بابو یحییٰ؛ حسن بن عبد اللہ عسکری؛ ابو عبد اللہ مفید؛ قاضی عبد الجبار معززی؛ حافظ بن مردویہ؛ وزیر ابو سعید آبی؛ شریف مرتفعی؛ شیخ طوسی؛ ابو الفضل میدانی؛ ابو محمد عبد اللہ بن احمد؛ قطب الدین راوندی؛ ابو منصور طبری؛ ابو الحیر مصدق بن شعیب صلی خوی؛ ابن اثیر جزری؛ سبط بن جوزی؛ ابن ابی الحدید معززی؛ ابن میثم بحرانی؛ ابو الفضل جمال الدین بن منظور افریقی؛ محدث الدین فیروز آبادی۔

عصر حاضر کے شاعر نیل "محمد حافظ ابراہیم" کو کیا کہا جائے جو دبی چنگاری کریتے ہوئے یا بھولے بھرے پاپ کو دہراتے ہوئے (جو کسی حال میں بھی بھلایا نہیں جاسکتا) گذرے لوگوں کی شناخوانی کرتا ہے، قصیدہ عمریہ میں لہک لہک کے گنگانا ہے:

"اور بات یوں ہوئی کہ عمر نے علی سے کہا، دونوں ہی بڑے شریف و عظیم تھے، سنن والابھی اور کہنے والابھی: میں تمہارا گھر جلا دوں گا کہ اس میں کوئی باقی شرہ جائے گا، اگر تم نے بیعت نہ کی، چاہے اس میں رسول خدا کی پارہ جگہ ہی کیوں نہ ہوں۔ یہ بات سوائے عمر کے اور دوسرا کوئی نکال بھی نہیں

سکتا تھا، وہ بہادران عدنان کے پیشوں اور مدگارتے۔

افسوں کی بات تو یہ ہے کہ مصر والوں نے ۱۸۱۹ء میں ایک بزم سجائی اور متذکرہ قصیدہ کو پڑھا پھر اسے روز ناموں اور ماہناموں میں شائع کیا، اس کے بعد احمد امین، احمد زین، ابراہیم ابیاری، علی جارم، علی امین، خلیل مطران اور مصطفیٰ دمیاطی جیسے دانشوروں نے ان اشعار پر مشتمل ذیوان مرتب کر کے شائع کیا، جلے دل کے پھپولے پھوزنے کے لئے اس قصیدہ کی بار بار اشاعت ہوئی اور اس پر شریحیں اور حواشی کے انبار لگائے۔ دمیاطی اس کے دوسرے شعر کی تشریع میں لکھتے ہیں کہ رسول خدا کی پادوہ بجگر کا گھر میں ہونا بھی علی ہو گھر سے بچانے سکا۔

پھر آگئے شرح کرتے ہیں اور ابن حبیر طبری کی روایت نقل کرتے ہیں کہ زیاد بن گلیب کا بیان ہے کہ میر حضرت علیؓ کے گھر پر آئے، اس میں طلحہ، زبیر اور دوسرا مہاجرین تھے، عمر نے کہا: بخدا! میں تم سب کو جلا دوں گا اور نہ گھر سے پاہر نکل کر بیعت کرو۔ یعنی کہ زبیر تکوار بھائیتے نکلے تو ان سے تکوار گرفتی، لوگوں نے جھپٹ کر ان کو دپوچ لیا اور تکوار چھین لی۔ اس روایت میں زیاد و ابو معشر کوئی ہے تو وہ موافق ہے۔

لوگوں نے اس قصیدہ پر ایسا شور مچایا ہے کہ جیسے اس نے علم کا خزانہ امتؓ کے حوالے کر دیا یا جدید رائے صاف عطا کی ہے۔ یا پھر حضرت عمرؓ کی کوئی بڑی فضیلت بیان کر دی ہے، جس سے امت اور جناب رسول خدا خوش ہو جائیں گے..... پھر تو رسول خدا کو مبارک باد ہو کر ان کی صدیقہ پارہ بجگر کی حرمت کا ذرا بھی پاس و لحاظ نہ کیا گیا، پا کیزہ گھر میں رہنے والے جلنے سے نفع کے، ہاں! انتخاب کی کیاشان ہے، اس بیعت کو مبارک جو اس طرح ذرانے و حملانے سے پوری ہوئی اور حادثوں کی چھاؤں میں پوری ہوئی..... ہم ان باتوں کو جیہڑا نہیں چاہتے، ہمارا مقصد تو یہ ہے کہ خلینہ اول کی قبل اسلام اور بعد اسلام نفیا تی حالت کو چیش کریں، جو عام لوگوں سے ذرا بھی مختلف نہیں، انہیں تو خلینہ منتخب ہونے سے بزرگی مل گئی۔

یہاں دو باتیں موضوع بحث ہوں گی: منتقلہ فضائل اور ان کے فضائل نفسانی۔

منقولہ فضائل:

کیا واقعی ابو بکر کے بارے میں رسول اعظم سے فضائل کی حدیثیں مردی ہیں؟ کیا لوگوں نے جو تعریف کے پل باندھے ہیں وہ روایات صحیح ہیں؟! ہم یہاں تجویز کر کے حقیقت واضح کریں گے، اس سلسلے میں انہیں ائمہ حدیث کی باقی لفظ کریں گے جو صحیح و سقیم کا اچھا معیار رکھتے ہیں اور معتبر ہیں۔ فیروز آبادی خاتمه سفر السعادۃ (۱) میں فضائل ابو بکر کے سلسلے میں ابواب کی طرف اشارہ کر کے کہتے ہیں کہ ان میں ایک روایت بھی صحیح نہیں، علمائے حدیث کے یہاں ثابت نہیں۔ (۲) پھر آگے کہتے ہیں:

فضائل ابو بکر حدیثیں میں سبھی حدیثیں جعلی ہیں، مشہور ترین حدیث ہے کہ خدا لوگوں پر عمومی جلوہ دکھاتا ہے اور ابو بکر پر خصوصی جلوہ دکھاتا ہے۔ ایک دوسری حدیث ہے: خدا نے جو کچھ میرے سینے میں اٹھایا وہ سب کا سب ابو بکر کے سینے میں اونٹھیں دیا۔ تیسرا حدیث ہے: جب رسول پر جنت کا اشتیاق زور مارتا تو ابو بکر کی ڈاڑھی چوتھے تھے۔ چوتھی حدیث ہے: میں اور ابو بکر گھوڑے دوڑ کے دو گھوڑے ہیں یعنی دونوں برابر ہیں۔ پانچویں حدیث ہے: خدا نے جب ارواح کو منتخب کیا تو خاص طور سے رون ابو بکر کو چننا۔ اس قسم کی اور بھی بہمی اور جھوٹی احادیث ہیں جنہیں معمولی عقل والا بھی نہ مانے گا۔

عجلوں کی کشف الخاء میں لکھتے ہیں کہ ابو بکر کے فضائل میں مردی تمام احادیث جھوٹی اور جعلی ہیں۔ (۳) سیوطی نے اللہ تعالیٰ المصوّبة میں لکھا ہے کہ فضائل ابو بکر میں تین احادیث متاخرین علماء نے نقل کی ہیں، سبھی سنن کے اعتبار سے جعلی ہیں۔ (۴)

پھر ان کے جذبات پر سخت دھپکانگا کہ تمام حدیثیں جعلی ہیں۔ اسی لئے ایک حدیث لکھی کہ رسول

۱- سفر السعادۃ (ج ۲ ص ۲۰۷)

۲- سفر السعادۃ (ج ۲ ص ۲۱۱)

۳- کشف الخاجہ ص ۲۲۲-۲۱۹

۴- الملائی المصوّبة ج اص ۳۰۲-۲۸۶

خدا کا ارشاد ہے: جب مجھے آسان پر لے جایا گیا تو جہاں میں گیا، میں نے وہاں لکھا ہوا دیکھا: محمد رسول اللہ و ابو بکر الصدیق من خلقی "محمد خدا کے رسول ہیں اور ابو بکر صدیق میرے جائشیں ہیں"۔

آگے لکھتے ہیں کہ یہ حدیث جعلی ہے، کیونکہ اس میں عبد اللہ بن ابراہیم غفاری (۱) ہے جو بہت زیادہ جھوٹی حدیثیں گزرتا تھا، اس کے شیخ عبدالرحمن بن زید کو بھی ضعیف کہتے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ اس حدیث کے حسن ہونے کے متعلق میں نے استخارہ کیا کیونکہ شوابہ زیادہ ہونے کی وجہ سے جعلی اور ضعیف نہیں ہو سکتی۔ پھر انہوں نے شوابہ کا مذکور کیا جو صحیح نہ تھے، سمجھی وضاءع و کذاب تھے یا جن کے ضعیف ہونے پر سب کا اتفاق تھا یا گمان تھے۔ سوال یہ ہے کہ کیا استخارہ شرکو خیر، قیم کو صحیح اور منکر کو معروف بنادے گا!!!؟

جن لوگوں نے اس جھوٹی حدیث کے راویوں کو ضعیف اور گزھنے والا کہا ان کا بیان بھی من لججھے:

۱۔ خطیب بغدادی کے طریق کا بیان پانچ میں جلد میں بیان ہو چکا ہے۔

۲۔ طریق بزار میں عبد اللہ بن ابراہیم غفاری وضاءع ہے۔ (۲)

۳۔ طریق بن شاہین بھی خطیب بغدادی کی طرح ذہبی وابن حجر وغیرہ نے باطل کہا ہے۔ (۳)

۴۔ طریق دارقطنی میں بقول سیوطی محمد بن فضل گمان ہے۔ (۴)

۵۔ طریق دیلمی میں عبدالمم کذاب وضاءع ہے، جس نے دو سو جھوٹی حدیثیں گزھی ہیں (۵)

۱۔ میران الاعتدال (ج ۳ ص ۶۰۹ نمبر ۸۰۹)؛ لسان المیزان (ج ۵ ص ۲۲۵) (ج ۵ ص ۲۲۵ نمبر ۲۰۲)؛ الالقی المصنوعة (ج ۱ ص ۲۹۶)؛ تہذیب العجہ بہج ۵ ص ۱۳۸ (ج ۵ ص ۱۳۱)؛ کتاب الحجر و مین (ج ۲ ص ۲۷)

۲۔ تہذیب التہذیب بہج ۶ ص ۱۷۸ (ج ۶ ص ۱۲۱)؛ الالقی المصنوعة (ج ۲ ص ۲۹۶)؛ تہذیب العجہ بہج ۵ ص ۲۷ (ج ۵ ص ۱۳۱)؛ کتاب الحجر و مین (ج ۱ ص ۲۵۶)

۳۔ میران الاعتدال (ج ۳ ص ۶۰۹ نمبر ۸۰۹)؛ تہذیب العجہ بہج (ج ۵ ص ۱۳۱)

۴۔ الالقی المصنوعة (ج ۱ ص ۲۹۶)؛ کتاب الحجر و مین (ج ۱ ص ۲۵۶)

۵۔ میران الاعتدال بہج ۲ ص ۱۵۶ (ج ۲ ص ۱۶۸ نمبر ۵۲۰)؛ لسان المیزان (ج ۳ ص ۵ نمبر ۵۲۲) (ج ۳ ص ۸۸ نمبر ۵۲۲)؛ الالقی المصنوعة (ج ۱ ص ۱۵۸)؛ معرفۃ علماء الحدیث (ج ۱ ص ۱۵۸)

اور عبد الرحمن بن زید پر سب کا اتفاق ہے کہ وہ ضعیف ہے۔

۶۔ طریقِ شنگی میں حسن بصری کی روایت ہے کہ رسول خدا نے ساقِ عرش پر لکھا دیکھا: لا إله إلا الله وحده لا شريك له محمد رسول الله و زيراه ابو بكر الصديق و عمر الفاروق "خدا ایک ہے، اس کا کوئی شریک نہیں، محمد اللہ کے رسول ہیں اور ان کے دو وزیر ہیں، ابو بکر صدیق اور عمر فاروق"۔

دارقطنی کہتے ہیں کہ اس کی سند ضعیف ہے، ثابت نہیں۔ (۱) ابوہل اور نصرین حریث ضعیف ہیں، پھر یہ کہ حسن بصری نے رسول کا زمانہ کہاں پایا کہ وہ رسول خدا سے روایت کریں۔

۷۔ طریقِ ابن عساکر میں جارت بن زیاد ہے جس کے لئے ذہبی کہتے ہیں کہ ضعیف اور مجہول ہے۔ (۲) ابن عساکر کا ایک دوسرا طریق بھی ہے جس میں محمد بن عبدِ حدیث گزٹتا ہے (۳) اور عاصام بن یوسف کو ابن سحد نے ضعیف کہا ہے۔ (۴)

قول فیروز آبادی کی تائید الغدیر جلد چشم کے مطالعہ سے بھی ہو سکتی ہے جس میں فضائل ابو بکر کے سو گوشے بیان کر کے حفاظ و محدثین کے حوالے پیش کر چکا ہوں، اس طرح ۲۵۰ موضوع روایات منقبت جو خلافت کے بادے میں ہیں، ان کی بھی نشاندہی مندرجہ ذیل حفاظت نے کی ہے:

ابن عدری، طبرانی، ابن حبان، نسائی، جامک، دارقطنی، عقلی، ابن مدینی، ابو عمر، جوزقانی، محبت طبری، خطیب بغدادی، ابن جوزی، ابو زرع، ابن عساکر، فیروز آبادی، اسحاق حلظی، ابن کثیر، ابن قیم، ذہبی، ابن تیمیہ، ابن ابی الحدید، ابن حجر یاشی، ابن حجر عسقلانی، حافظ مقدسی، سیوطی، صفائی، ملاعلی قاری، عجلونی، ابن درویش حوت۔

۱۔ تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۲۸۶

۲۔ میزان الاعتدال (ج ۱ ص ۳۳۳ نمبر ۱۲۶۸)؛ لسان المیزان ج ۲ ص ۱۲۹ (ج ۲ ص ۹۰ نمبر ۲۸۵)

۳۔ تاریخ بغداد ج ۲ ص ۳۸۸؛ میزان الاعتدال ج ۳ ص ۹۶ (ج ۳ ص ۲۳۲ نمبر ۷)؛ لسان المیزان ج ۵ ص ۲۷۵ (ج ۵ ص ۲۰۳ نمبر ۷۷)

(۲۲۲، ۲۲۳)

۴۔ الثقات (ج ۸ ص ۵۲۱)؛ اکالی فی ضعفاء الرجال (ج ۵ ص ۱۷۲ نمبر ۱۵۲۲)؛ لسان المیزان ج ۳ ص ۱۶۸ (ج ۳ ص ۱۹۳ نمبر ۵۶۱)

فضائل کی ان روایات کے موضوع اور جعلی ہونے کا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ صحاح ستہ اور سنن و مسانید قدیم میں کہیں ان کا تذکرہ نہیں، اگر ان کے نزدیک بھی روایت صحیح ہوتی تو ہرگز کوئی انہیں چھوڑتا نہیں۔

خود خلیفہ کو اگر ان روایات کے متعلق صحت کا ذرا بھی شایہ ہوتا تو ابو عبیدہ جیسے گورکن کو اپنے سے زیادہ حقدار خلافت نہ سمجھتے، پھر یہ کہ جس دن ہر شخص اپنی اپنی برتری جتا کہ خلافت کا اپنے کو حقدار بتاتا تھا وہاں بھی ان روایات کو بطور ثبوت پیش نہیں کیا گیا، صرف اتنا ہی کہا جاسکتا ہے کہ رسول خدا کے یار غار، صحابی رسول اور سب سے مسن ہیں، حالانکہ ان کے باپ ان سے بھی زیادہ مسن تھے۔ مریدوں نے جو ہائک لکائی ہے وہ صرف یہ کہ سب سے پہلے اسلام لائے اور سب سے پہلے نماز پڑھی۔ ابو سعید خدری سے مردی ہے کہ ابو بکر نے کہا: کیا میں خلافت کے لئے سب سے اولی نہیں ہوں، کیا میں سب سے پہلے اسلام نہیں لایا، کیا میں ایسا نہیں ہوں، کیا میں ویسا نہیں ہوں..... (۱)

ابو نصرہ نے بھی یہی مردی ہے کہ انہوں نے رسول کے ساتھ اپنی رفاقت کے تذکرے کے۔ (۲) لیکن راویوں نے جن باتوں کو ایسا ویسا کہہ کے حذف کیا ہے، ممکن ہے بلکہ واقعی بھی بھی نہیں صرف دوسروں کو دھوکہ دینے کے لئے ابہام پیدا کیا گیا ہے۔

اگر تاریخ دیکھئے تو معلوم ہو گا کہ اول مسلم اور اول نمازی حضرت علیؓ ہیں۔ ہم نے تیری جلد میں اس پر تفصیل سے بحث کی ہے، صحیح بات یہ ہے کہ ابو بکر پچاس آدمیوں کے بعد اسلام لائے۔ (۳) اگر صحابائے کبار۔ ان کی ایک بھی منقبت جانتے تو بیعت لینے میں وہ نہیں دھمکی کی ضرورت نہ پڑتی، میقید کے دن حضرت عمر نہ دھاڑتے، ابو بکر کی ان تین فضیلتوں کے مقابلے میں کون آتا: وہ یار غار ہیں، پہلے

۱۔ سنن ترمذی (ج ۵ ص ۱۷ نمبر ۳۶۷)؛ الاحسان فی تقریب صحیح ابن حبان (ج ۱۵ ص ۹۷۲ حدیث ۲۸۶۳)؛ معرفۃ الصحابة (ج ۱ ص ۱۵۹)؛ کنز العمال ج ۳ ص ۱۲۵ (ج ۵ ص ۵۸۵) (ج ۱۳۰ مارچ ۱۴۰۲)؛ اسد الغاب ج ۳ ص ۲۰۹ (ج ۲ ص ۱۲۳ نومبر ۱۴۰۲)

۲۔ البدری و النہجی ج ۳ ص ۲۷ (ج ۲ ص ۳۷۲)

۳۔ طبقات بن سعدیج لیدن ج ۳ ص ۱۲۹ (ج ۳ ص ۱۸۲)؛ کنز العمال ج ۳ ص ۱۲۶ (ج ۵ ص ۵۹۰) (ج ۱۳۰ مارچ ۱۴۰۲)

۴۔ تاریخ طبری (ج ۲ ص ۳۱۶)

مسلمان ہیں اور سب سے مسن ہیں۔ (۱)

برخلاف اس کے سلمان فارسی نے کہا کہ تم نے زیادہ مسن ہونے کا خیال کیا اور امّل بیٹ کو چھوڑ دیا۔ (۲) عثمان بن عفان نے کہا: ابو بکر صدیق خلافت کے زیادہ حقدار تھے، صدیق، یار غار اور صحابی رسول تھے۔ (۳) مخیرہ بن شعبہ نے ابو بکر و عمر سے کہا: چلو عباس کو ہم خیال بنا لتو علیٰ کا استند لال کچھ کمزور ہو جائے گا۔ یہ لوگ عباس کے پاس جا کر کہنے لگے: ہم چاہتے ہیں کہ تمہیں اپنا شریک اقتدار بنائیں کیوں کہ آپ رسول کے چچا ہیں... (۴) پھر دیکھئے کہ بیعت چار پانچ آدمیوں نے کی: عمر، ابو عبیدہ، اسید، بشیر، سالم مولیٰ حذیفہ۔

اور مخالفین بیعت کی تفصیل دیکھئے: علی، حسن، جیمن، عباس اور تمام بني ہاشم، سعد بن عبادہ اور ان کے صاحبزادے اور پورا خاندان، حباب بن منذر اور ان کے ہمود، طلحہ، زبیر، سلمان، عمر، مقدار، خالد بن سعد، سعد بن ابی وقار، عتبہ بن ابو لہب، براء بن عاذب، ابی بن کعب، ابوسفیان اور دوسرے بہت سے لوگ۔ (۵)

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ عام طور سے مهاجرین اور بزرگ انصار اس بات میں ذرا بھی شک نہیں رکھتے تھے کہ رسول خدا کے بعد خلافت کے حقدار علیٰ ہیں۔ (۶) عتبہ بن ابو لہب کے تو اس موقع پر کہے

۱۔ سیرۃ ابن حشام ج ۲۳ ص ۲۳۰ (ج ۲۳ ص ۱۳)؛ بریاض الحضرۃ ج ۱۱۲، ۱۲۲، ۱۲۶ (ج ۲۲ ص ۲۰۶، ۲۰۳)؛ تاریخ ابن کثیر ج ۵

ص ۲۲۸، ۲۲۷ (ج ۵ ص ۲۲۸، ۲۲۷ حادثہ علیٰ)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۱۶ (ج ۲۸ ص ۲۸ خطبہ ۱۶)؛

۲۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۱۳ ص ۱۱؛ ج ۲۲ ص ۷ (ج ۲۲ ص ۳۹ خطبہ ۲۶؛ ج ۲۲ ص ۳۲ خطبہ ۲۶)

۳۔ کنز العمال ج ۳ ص ۱۳۰ (ج ۵ ص ۶۵۲ نمبر ۱۳۲)

۴۔ الامامة والسياسة ج ۱۵ (ج ۱۵ ص ۲۱)؛ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۰۳، ۱۰۲ (ج ۲۲ ص ۱۲۵)؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۱۳۲ (ج ۲۲ ص ۵۵۲ خطبہ ۲۶)

۵۔ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۰۲ (ج ۲۲ ص ۱۲۲)؛ بریاض الحضرۃ ج ۱۶۷ (ج ۲۲ ص ۲۷)؛ تاریخ ابو الفداء ج ۱۵ ص ۱۵۶؛ روختہ المناظر، حاشیۃ الکامل ج ۷ ص ۱۲۳؛ شرح ابن ابی الحدید ج ۱۳۳ (ج ۲۲ ص ۵۵۶ خطبہ ۲۶)

۶۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۸ (ج ۲۲ ص ۲۱ خطبہ ۲۶)

گئے پانچ اشعار (۱) جن میں سبقت ایمان، علم، مدفین رسولؐ کی روشنی میں بیت ابو بکر کو فتنہ کہا گیا ہے۔ اسی طرح قصیٰ کے بھی اشعار ہیں۔ (۲)

فضائل نفسانی:

اب ذرا اخلاقی حالت کا بھی تجربہ ہو جائے، ہم چاہتے ہیں کہ خلیفہ کی علمی و نفسیاتی حالت کو پرکھا جائے تاکہ معلوم ہو سکے کہ ان میں کوئی فضیلت تھی یا نہیں، اگر کوئی فضیلت ہو اور اسے نہ مانا جائے تو یہ
ان پر تم ہو گا اور اگر نہ ہو اور مانا جائے تو یہ غلو ہو گا۔

اس سلسلے میں قبل اسلام کا تجربہ کرنا مناسب نہیں کیونکہ اسلام نے جامی عهد کے تمام گناہ دھوئے ہیں، اس لئے عکرہ مکی اس روایت پر کوئی دھیان نہیں دینا چاہئے، جس میں انہوں نے کہا کہ ابو بکر قمار (جو) حرام ہونے سے قبل ابی بن خلف اور دوسرا مشرکین کے ساتھ قمار سے شوق فرماتے تھے۔ (۳)
بصائر نے احکام القرآن (۴) میں لکھا ہے کہ اہل علم کے یہاں کوئی اختلاف نہیں کہ قمار حرام ہے اور آپس میں شرط لگانا بھی قمار ہی ہے۔ ابین عباس کا بیان ہے کہ شرط لگانا جواہر ہے اور اہل جاہلیت اپنے ماں اور بیوی کی شرط لگایا کرتے تھے۔ پہلے یہ مباح تھا پھر حرام کر دیا گیا۔ خود ابو بکر بھی مشرکین کے ساتھ شرط لگایا کرتے تھے، جب آئیہ مبارکہ اللہ غالبۃ الروم نازل ہوئی تو انہوں نے شرط لگانا چھوڑ دی۔

اسی طرح ابو بکر اسکانی (۵) کی بات پر بھی کوئی توجہ نہ دینی چاہئے کہ ابو بکر قبل اسلام مشہور رہیں

- ۱۔ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۰۳ (ج ۲ ص ۱۲۲)؛ رسائل جاہد ص ۲۲؛ اسد الغائب ج ۳ ص ۲۰ (ج ۲ ص ۱۲۲ نمبر ۲۷۸۲) تاریخ ابو الفداء ج ۱ ص ۱۶۳؛ شرح ابن الہدی ج ۳ ص ۲۵۹ (ج ۱ ص ۲۲۲، خطبہ ۲۲۸)
- ۲۔ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۰۵ (ج ۲ ص ۱۲۶)
- ۳۔ کشف الغمہ، شعر ارانی ج ۲ ص ۱۵۳
- ۴۔ احکام القرآن ج ۱ ص ۳۸۸ (ج ۱ ص ۳۲۹)
- ۵۔ رسائل جاہد ص ۲۲ (ص ۱۲۲)، رسائل السیاست؛ شرح ابن الہدی ج ۳ ص ۲۱۳ (ج ۱ ص ۲۲۹ خطبہ ۲۲۸)

تھے، ان کے پاس مکد والے جمع ہوتے اور نغوں اور افسانوں کی بزم آراستہ ہوتی، شراب کے دور چلتے۔ فاکہی بھی کتاب مکد میں لکھتے ہیں کہ ابو القوص کا بیان ہے کہ ابو بکر زمانہ جاہلیت میں شراب پیتے تھے، اسی حالت میں مقتولین بدر کا نوحہ پڑھنے لگے جو شرک تھے:

تحیی ام بکر بالسلام و هل لی بعد قومک من سلام

جب رسول خدا کو معلوم ہوا تو غصے میں انہیں ڈھونڈھتے ہوئے آئے، عمر نے آتا ہوا دیکھ لیا، جب رسول خدا کے سرخ انگارہ چہرے پر نظر پڑی تو کہا: میں غصب رسول خدا سے خدا کی پناہ مانگتا ہوں، خدا کی قسم! اب کبھی اسے ہاتھ نہ لگاؤں گا۔ پھر سب سے پہلے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اپنے اوپر شراب حرام کی۔

حکیم ترمذی نے نوادرالاصول (۱) میں اس روایت کو لکھ کر تبرہ کیا ہے گرائے دل قبول نہیں کرتا گویا حکیم اس روایت کو عام لوگوں سے سنتے تھے لیکن عقیدت کی وجہ سے اس کو ماننے پر آمادہ نہیں تھے۔ اسی جگہ نبھی اصحاب (۲) میں لکھ کر تبرہ کیا ہے کہ نفطویہ نے اس پر تنقید کی ہے کہ شراب حرام ہونے سے قبل ابو بکر نے شراب پی تھی اور مشرکین کے مقتولین بدر کا نوحہ پڑھا تھا۔

حدیث ابو القوص تفسیر طبری (۳) میں سند کے ساتھ یوں ہے:

ابو القوص کا بیان ہے کہ زید بن علی نے کہا کہ شراب کے بارے میں تین بار آیت نازل ہوئی، پہلی ہے: ﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعٌ لِلنَّاسِ وَإِنْهُمْ هُمْ أَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا﴾ ”لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے بارے میں سوال کرتے ہیں تو کہہ دیجئے کہ ان دونوں میں بہت بڑا گناہ ہے اور بہت سے فائدے بھی ہیں لیکن ان کا گناہ فائدے سے کہیں زیادہ ہے۔“ (۲)

۱۔ نوادرالاصول ص ۶۶ (ج ۱ ص ۷۱۵ ص ۳۳)

۲۔ الاصابة ج ۲ ص ۲۲

۳۔ تفسیر طبری ج ۲ ص ۱۰۳ (مجلد ۲ ج ۲ ص ۳۶۲)

لوگ اس کے بعد بھی پتے رہے، یہاں تک کہ دوآدمیوں نے پی کر نماز پڑھی اور اس طرح قرأت کر رہے تھے جو بھی میں نہ آ رہی تھی، اس وقت آیت نازل ہوئی: ﴿بِيَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَفْرُبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ شَكَارَى حَتَّىٰ تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ﴾ ایمان والو اخبارنشہ کی حالت میں نماز کے قریب نہ جانا جب تک یہ ہوش نہ آ جائے کہ تم کیا کہتا ہے ہو۔ (۱) پھر بھی اکثر لوگ پتے رہے، وہ کہتے تھے کہ ہم نماز کے وقت نہیں پتیں گے۔ ابو القوس کے گمان کے مطابق ایک شخص نے اس کے بعد بھی شراب پی اور مشرکین کے مقتولین بدرا کا نوحہ پڑھنے کا:

تحیی بالسلامة ام عمرو وهل لک بعد رهطک من سلام

جب رسول خدا کو معلوم ہوا تو غصے میں یوں آرہے تھے کہ آپ کی رداز میں پر خط دے رہی تھی،
جب اس شخص نے رسول خدا کو غصے میں آتا دیکھا تو چلانے لگا: میں خدا کی پناہ طلب کرتا ہوں، خداو
رسول کے غصب سے، اب بھی شراب نہ یوں گا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی: ﴿بِيَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَنِيرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَذْلَامُ رِجْسْتُ مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ...﴾
اے ایمان لانے والو! اب شراب، جو اور پانے لگدگی ہیں کیا تم اب بھی باز نہ آوے گے۔ (۲) اس
وقت عمر نے کہا: ہم باز آئے، ہم باز آئے۔

اور بزار نے انس بن مالک سے روایت کی ہے کہ اس دن ہم ہی ساتی تھے، ایک شخص ابو بکر نامی آیا
اور اس نے پی کر "احبی ام بکر بالسلام" "گنگا نے لگا، اسی وقت ایک مسلمان نے آکر ڈاٹا کری
کیا کر رہے ہو، خدا نے شراب حرام ہونے کی آیت نازل کر دی ہے۔ (۳) ابن حجر عظیم الباری (۴) میں
اور عینی عدمۃ القاری (۵) میں لکھتے ہیں کہ اس میں ابو بکر بھی تھے لیکن دل نہیں مانتا حالانکہ اس کی سند بالکل
پاک و صاف ہے۔

تبیرہ علامہ امینی:

ذرا این مجر کی اندر میں عقیدت ملاحظہ فرمائیے، خلیفہ کی محبت میں صحیح روایت کو مانتے پر بھی آمادہ نہیں۔

اس دن شراب پینے والے گیارہ افراد تھے۔ (۱)

۱۔ ابو بکر بن قاف؛ ان کی عمر (۵۸) سال تھی۔

۲۔ عمر بن خطاب؛ ان کی عروس وقت (۲۵) سال تھی۔

۳۔ ابو عبیدہ جراح؛ یہ (۲۸) سال کے تھے۔

۴۔ ابو طلحہ زید بن سہل؛ جن کے گھر میں بزم شراب بھی تھی، ان کی عمر (۳۳) سال تھی۔

۵۔ سعیل بن بیضا؛ اس واقعہ کے بعد بہت بوڑھے ہو کر مرے۔

۶۔ ابی بن کعب؛

۷۔ ابو وجانہ ساک بن خرشہ؛

۸۔ ابو ایوب النصاری؛

۹۔ ابو بکر بن شغوب؛

۱۰۔ انس بن مالک؛ جو ساتی تھے، ان کی عمر اٹھاڑہ سال کی تھی۔

سن بیہقی میں انس کا بیان ہے کہ میں ساتی تھا اور سب سے کم سن تھا۔ (۲) اس میں ابن مجر گیارہویں آدمی کوپی گئے ہیں، وہ معاذ بن جبل تھے (۳)، ان کی عمر ۲۳ سال کی تھی۔ (۴)

متذکرہ تمام افراد حضرت خیر کی دونوں آسمیں نازل ہونے کے بعد بھی پیتے رہے اور تاویلیں کرتے

۱۔ فتح الباری ج ۱۰ ص ۲۹۰

۲۔ سن بیہقی ج ۸ ص ۲۹۰

۳۔ تفسیر جامع البیان ج ۷ ص ۲۲۳ (جلد ۵ ج ۷ ص ۳۷)؛ مجمع الزوائد ج ۵ ص ۵۲؛ عبرۃ القاری ج ۸ ص ۵۸۹ (ج ۲۱ ص ۱۶۸)؛

در منثور ج ۳۲ ص (ج ۳ ص ۱۷۲)؛ شرح صحیح مسلم ندوی مطبوع بر حاشیہ ارشاد الساری ج ۸ ص ۲۳۲ (ج ۱۳ ص ۱۵۰)؛

۴۔ مفتاح الصفاۃ (ج ۱ ص ۵۰۲ نمبر ۱۵)

رہے، جب سورہ مائدہ کی آیت میں ﴿فَهُلْ أَنْتَمْ مُنْتَهُونَ﴾ نازل ہوئی اور لوگوں نے رسول خدا کا غصہ دیکھا تو سمجھ گئے کہ تیری آیت میں سخت دھمکی ہے تو عمر نے کہا: ہم باز آئے۔ (۱) علام آلوی بھی لکھتے ہیں کہ دونوں آیات شراب نازل ہونے کے بعد بھی کبار صحابہ شراب پیتے رہے۔ (۲) جن لوگوں نے حرمت شراب نازل ہونے کی تاریخ کا تذکرہ چھیڑ کر ابہام پیدا کرنا چاہا ہے، وہ بھل ہے۔

حالت بعد اسلام

ابو بکر کے بیہاں اسلام لانے کے بعد بھی نہ کہیں علیٰ رسول کا نشان ملتا ہے، نہ جہاد میں پیش رفت کا نہ اخلاقی برتری کا، نہ ہی عبادت میں والہانہ پن کا، نہ بنیادی امور میں استحکام کا۔ ان کا علم تفسیر و حدیث میں رسول معلوم کرنا ہوتا ہے کہ ڈالنے نہ کوئی قول ملتا ہے، نہ کسی سوال کا جواب۔ ہاں! اتنا معلوم ہوتا ہے کہ یہ بھی اپنے دوست عمر کی طرح (سورہ عبس میں) ”اب“ کے معنی نہیں جانتے تھے، جب کہ عام دیہاتی اس کا مفہوم جانتا تھا، بازاری لوگ بھی جانتے ہیں اور عام طور سے یہ لفظ بولتے رہے ہیں، اس سے زیادہ حیرت ہوتی ہے کہ بعض لوگ مقامی دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ تفسیر قرآنی کے متعلق احتیاط کا مظاہرہ کرتے تھے، لیکن قرآن جانے والے جانتے ہیں کہ مغاذی قرآن، یقین مراد، بیان بھل اور تاویل تشابہ میں احتیاط کا مظاہرہ کرنا چاہئے، ان معاملوں میں خود شریعت میں منسج کیا گیا ہے لیکن عام بول چال میں آنے والے الفاظ کے احتیاط کا کوئی محل و موقع نہیں، ہر شخص اپنی شریشت و طبیعت سے سمجھ لیتا ہے۔

- ۱- سن ابی داؤد رج ۲۸ ص ۳۲۵ (ج ۳ ص ۳۲۵ ح ۳۶۷۰)؛ مسند احمد رج اص ۵۲ (ج اص ۸۶ ح ۲۸۰)؛ سنن نسائی ح ۸۸ ص ۲۷۲ (ج ۳ ص ۲۰۲ ح ۵۰۲۹)؛ تفسیر جامع البیان ح ۷ ص ۲۲؛ سنن بیہقی ح ۸ ص ۱۸۵؛ احکام القرآن ح ص ۲۲۵ (ج ۲ ص ۲۲۲)؛ مسند رک حاکم ح ۲۷۸ (ج ۲ ص ۳۰۵ ح ۳۱۰) (ذہبی نے مسند رک کے ساتھ چینے والی تafsیر مسند رک میں اس کی صحت کا اعتراف کیا ہے)؛ تفسیر قرطبی ح ۵ ص ۲۰۰ (ج ۵ ص ۱۳۰)؛ تفسیر ابن کثیر اص ۵۵ ص ۵۰۰، ۲۵۵ (ج ۵ ص ۲۲۲)؛ تفسیر کبیر ح ۲۵۸ (ج اص ۱۲۲) (ج اص ۱۲۸ ح ۱۱)؛ تفسیر خازن ح اص ۵۱۳ (ج اص ۳۹)؛ تفسیر کبیر ح ۲۵۸ (ج اص ۱۲۲) (ج اص ۱۲۸ ح ۲۷۹)؛ در منثور ح اص ۲۵۲ (ج اص ۲۰۵) (ج اص ۱۲۲)
- ۲- تفسیر آلوی ح ۱۱۵، ج ۷ ص ۷۷

اگر مان بھی لیا جائے کہ یہ شخص اپنی قوم کی زبان سے بھی نا آشنا تھا تو کیا اس شخص نے آیت قرآنی پر بھی نظر نہ ڈالی جس میں خدا "فا کہہ واب" روشن طریقہ سے فرماتا ہے:

﴿هَمَّتْعَا لَكُمْ وَلَا نَعَمِكُمْ﴾ "یہ تمہاری اور تمہارے جانوروں کی بہرہ مندی کے لئے" گویا
خدا نے یہاں مقام انتہا میں فرمایا ہے کہ "فا کہہ" انسانوں کے لئے اور "اب" جانوروں کے لئے
"فا کہہ" کا مطلب پھل اور "اب" کا مطلب گھانس، گیاہ وغیرہ ہے۔

ابوالقاسم بغوری ابن ابی ملکیہ سے روایت کرتے ہیں کہ ابو بکر سے اس آیت کا مطلب پوچھا گیا تو
انہوں نے کہا کہ کون سی زمین مجھے پناہ دے گی اور کون سا آسمان مجھ پر سایہ کرے گا جب کہ میں قرآن
کے متعلق مراد خداوندی کے خلاف بات کروں۔

اسی عین روایت ابو عبیدہ بن عبیدہ سے کرتے ہیں۔ بعض روایات میں ہے کہ میں کہاں جاؤں، میں کیا
کروں....(۱)

کلالہ:

خلیفہ کو اپنے دوست عمر کی طرح "کلالہ" کا مطلب معلوم نہیں تھا، سورہ نساء کی آخری آیت:
 ﴿يَسْتَفْتُونَكَ فَلْمَنِ الْهُ يَقْتَلُكُمْ فِي الْكَلَالَةِ إِنْ أَفْرُزُ هَلْكَ لَيْسَ لَهُ وَلَدٌ وَلَهُ أَخْتٌ فَلَهَا
 نِصْفُ مَا تَرَكَ ...﴾ "لوگ تم سے فتویٰ طلب کرتے ہیں، کہہ دو کہ خدا تمہیں کلالہ کے بارے میں حکم
 دیتا ہے، اگر کوئی شخص مر جائے اور اس کے کوئی فرزند نہ ہو اور صرف لاکی ہو تو اسے ترکہ نصف دیا
 جائے۔"

- جامی لاحکام القرآن، قرطیج اص ۲۹ (ج اص ۲۷، ج ۱۹ اص ۱۳۵)؛ مقدمۃ فی اصول التفسیر، ابن تیہہ ص ۳۰ (ص ۲۷)؛
 الکشاف ج ۳۲ ص ۲۵۲ (ج ۳۲ ص ۲۰۳)؛ در منثور ج ۶ ص ۲۷ (ج ۳۲ ص ۲۲۱)؛ تفسیر ابن کثیر ج اص ۵، ۶؛ اعلام الموقعین ص ۲۹
 (ج اص ۵۲)؛ تفسیر خازن ج ۳۲ ص ۲۵۲ (ج ۳۲ ص ۲۷)؛ تفسیر ابن الصود (ج ۹ ص ۱۱)، فتح الباری ج ۱۳ ص ۲۲۰ (ج ۱۳ ص ۱۸۰)؛
 تفسیر بکی ج ۳ ص ۲۷۱

امہ حدیث نے صحیح سندوں اور معتبر رجال کے ساتھ شعی سے روایت کی ہے کہ ابو بکر سے "کالا" کا مطلب پوچھا گیا۔ فرمایا: میں اپنی رائے سے بتا رہا ہوں، اگر صحیح ہو تو خدا کی طرف سے اور اگر غلط ہو تو وہ میری طرف سے اور شیطان کی طرف سے ہے اور خدا رسول اس سے بری ہیں، میرے خیال میں "کالا" اسے کہتے ہیں جو باپ اور بیٹے کے علاوہ ہو۔ جب عمر خلیفہ ہوئے اور ان سے پوچھا گیا تو انہوں نے کہا کہ میں خدا سے شرم کرتا ہوں کہ جس بات کو ابو بکر نے بتایا ہے اس کی تردید کروں۔ (۱)

تبیرہ علامہ امی:

یہ حضرت عمر کی دوسری رائے ہے، پہلی رائے یہ تھی کہ "کالا" اسے کہتے ہیں جس کے بیان کوئی بیٹا نہ ہو، پہلے دونوں کی رائے یکساں تھی، پھر دونوں ہی متذکرہ رائے کی طرف پڑت آئے۔ (۲) پھر ان دونوں میں اختلاف ہو گیا۔ ابن عباس کا بیان ہے کہ عمر کی آخری گھروں میں ان کے پاس میں موجود تھا، عمر نے کہا کہ مجھے ابو بکر سے "کالا" کے بارے میں اختلاف تھا، اب صحیح وہی ہے جو میں نے کہا۔ (۳) ابن عباس نے پوچھا: کیا کہتا تھا؟ کہا: "کالا" اسے کہتے ہیں جس کا کوئی بیٹا نہ ہو۔ کبھی تو انھیں ابو بکر سے شرم آتی ہے اور کبھی کہتے ہیں کہ مجھ پر ایسا بھی زمانہ گزرا ہے کہ میں "کالا" کا مطلب نہیں جانتا تھا، "کالا" اسے کہتے ہیں جس کا کوئی بیٹا نہ ہو۔

پہنچنے والے احتیاط جسے خلیفہ اول نے معنی "اب" کے سلسلے میں تھی سے لازم کر لی تھی، اس میں کہاں بھاگ گئی، ان پر کس آسان نے سایہ کیا، کس زمین نے اٹھایا، وہ کہاں گئے اور انہوں نے کیا کیا، جب کہ وین خدا میں ایسی رائے تھوک دی جس میں صحیح و غلط کا پتہ نہیں تھا، اس کے بارے میں جانتے ہی نہ تھے کہ یہ خدا کی طرف سے ہے کہ ان کی طرف سے یا شیطان کی طرف سے ہے، ان پر آئی گرما کیسے تھی رہ گئی؟! انہیں اگر "کالا" کا مطلب معلوم نہیں تھا تو حکم قرآن کے مطابق "اہل ذکر" سے پوچھ لیتے، اہل

۶۔ تفسیر ابن کثیر (ج ۱ ص ۵۹۵)

۷۔ تفسیر ابن کثیر (ج ۱ ص ۵۹۵)

۸۔ مسند رک حاکم (ج ۲ ص ۲۰۲) (ج ۲ ص ۳۲۲) (ج ۲ ص ۳۱۸) تبعیض متصدراً کا بھی بھی حوالہ ہے؛ من تحقیق ج ۶ ص ۲۲۵ تفسیر

ذکر تو بہر حال انہیں بتاہی دیتے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دینی احکام تو قینی نہیں ہیں بلکہ بزرے پر محصر ہیں، پھر تو ہر شخص فتویٰ دیتے ہوئے کہہ سکتا ہے کہ اُر سچ ہو تو خدا کی طرف سے اور اگر غلط ہو تو میری اور شیطان کی طرف سے۔ (۱)

مجی ہاں! ایسے ہی فتوؤں نے خدا رسولؐ سے جسارت کا ماحول پیدا کیا ہے، اہل سنت کے نزدیک اجتہاد کا یہی مطلب ہے، وہ قرآن و سنت سے تفصیلی اولہ کے ذریعہ استنباط کو اجتہاد نہیں کہتے، اسی بنابرہم و یکھنے ہیں کہ قاتل امیر المؤمنین "عبد الرحمن بن ملجم" مجہد ہے (۲)، عظیم صحابی عمار یاسر کا قاتل ابو الغاویہ (۳) معاویہ (۴)، نابغہ کا جناعرہ (۵)، خالد بن ولید (۶)، طلحہ وزیر (۷) اور یزید بن معاویہ (۸) یہ سبھی دین خدا کے مجہد ہیں، انہوں نے پاپ کے ذمہ رکا دیئے ہیں لیکن مجہد ہیں، وہ غلطی پر تھے لیکن ایک اجر پائیں گے۔ اہن جگہ اصحاب (۹) میں کہتے ہیں کہ گمان یہ ہے کہ صحابہ نے آپس میں جو جنگ و قاتل کی انہوں نے تاویلی غلطی کی، خطائے اجتہادی کے مرتب ہوئے، اگر مجہد خطا کر جائے تو ایک اجر پاتا ہے، صحابہ تو بد رجاء کو ایک اجر کے سختق بول گے۔

واہ! اس دین کا کیا کہنا، مبارک ہو امت محمدؐ کو مجہدین کی اس لمبی قطار، شام کی گہار، قوی بااغی، کم ظرفوں کی پارٹیاں اور آزاد کردہ چھوکرے، سبھی خطائے اجتہادی سے سرفراز ہو گئے۔

۱- سنی تحقیق ح ۶۱ ص ۲۲۲
۲- الحکیم ح ۱۰۰ ص ۲۸۲

۳- الفضل، ابن حزم ح ۲۲ ص ۱۷۱

۴- الفضل، ابن حزم ح ۳ ص ۸۹؛ البدریۃ والنهایۃ ح ۷ ص ۲۷۹ (ح ۷ ص ۳۱۰، حوادث ۲۲۰)

۵- البدریۃ والنهایۃ ح ۷ ص ۲۸۲ (ح ۷ ص ۳۱۲، حوادث ۲۲۰)

۶- البدریۃ والنهایۃ ح ۷ ص ۲۲۳ (ح ۷ ص ۳۵۵ حوادث ۱۱۰)؛ روضۃ المناظر، ابن شوز مطبوع بر جاہشہ کامل ح ۷ ص ۱۶۷ (ح ۷ ص ۱۹۲، حوادث ۱۱۰)؛

۷- الشہید، بالقلائی ص ۲۲۲

۸- البدریۃ والنهایۃ ح ۷ ص ۲۲۲ (ح ۷ ص ۳۵۵ حوادث ۱۱۰)

۹- الاصابة ح ۳ ص ۱۵۱

کیا کہنا ان لوگوں کا جواجتہاد کا جامد، فسادی کیڑوں کو پہناتے ہیں، مجھوں نے ناموس اسلام کی وجیاں اڑا دیں، تقدیس رسالت کا تیا پانچ کیا، قرآن و سنت کو تاریخ کیا اور باغی طاغی گروہ کے ساتھ ہو گئے، جن کی بنیاد ہی شر و فساد اور آل محمد سے عناویحی، بربان رسول اعظم (۱) طلیق بن طلیق اور عصین بن عصین کے جھنڈے تھے۔ حق کہا تھا رسول خدا نے، دین کی آفت تین سے ہے: بدکار قتیہ، ظالم امام اور جاہل مجتہد۔ (۲) اسی اجتہاد نے مجرموں کے حوصلے بر حائے، خوب و زشت، حق و باطل اور خبیث و پاک کا فرق مٹایا۔ اس سلسلے میں سب سے پہلے خلیفہ اول ہی نے تاویل و اجتہاد کا دروازہ کھولا، انہوں نے پاپوں کی تقدیس و تائید کی، خالد بن ولید کے لرزہ خیز پاپ کا ایسا عذر تراشناک توبہ بھلی۔

یہ خلیفہ کی تفسیری واقفیت کا نمونہ تھا، ان سے تکلیف راویت کے باوجود علامہ سیوطی اتفاقان (۳) میں لکھتے ہیں: تفسیر کے سلسلے میں دس صحابہ مشہور ہیں: عطاء، اربعہ، ابن مسعود، ابن عباس، ابی بن کعب زید بن ثابت، ابو موسیٰ اشعری، ابن زبیر، خلفاء میں صرف حضرت علیؑ سے ہی زیادہ روایات منقول ہیں ابتدیہ تینوں خلفاء کے نمونے کم ہیں، اس کا سبب یہ تھا کہ ان تینوں کی جلد وفات ہو گئی، حضرت ابو بکر کی تو اور بھی روایات کم ہیں، صرف دس ہی روایات تفسیر منقول ہیں لیکن حضرت علیؑ سے بہت زیادہ روایات منقول ہیں۔ عمر، وہب بن عبد اللہ سے اور دہاب الطفیل سے روایت کرتے ہیں کہ میں موجود تھا جب علیؑ نے دعویٰ کیا: "سلونی فو اللہ لا تسالون عن شیٰ الا اخیرتکم و سلونی عن کتاب اللہ فو اللہ ما من آیة الا و انا اعلم ابلیل نزلت ام بنہار ام فی سهل ام فی جبل"۔ "مجھے سے پوچھلو، خدا کی قسم! تم جس چیز کے بارے میں سوال کرو گے میں تمہیں اس سے باخبر کروں گا اور اسے سمجھاؤں گا، مجھے کتاب خدا کے بارے میں سوال کرو، خدا کی قسم! میں ہر آیت کے بارے میں جانتا ہوں کہ وہ رات میں نازل ہوئی یادوں میں، صراحت میں نازل ہوئی یا پہاڑ پر"۔

۱۔ تاریخ طبری ج ۱۱ ص ۳۵۶ (ج ۱۰ ص ۵۸ خوداد ۳۲۳ھ) : تاریخ بغداد ۲۸۳ھ (نمبر ۱۳۵) تفسیر قرطبی ج ۱۰ ص ۲۸۶

(ج ۱۰ ص ۱۸۳) تفسیر نیشاپوری مطبوع بر جا شیخ تفسیر طبری ج ۱۵ ص ۵۵

۲۔ کنز العمال ج ۵ ص ۲۱۲ (ج ۱۰ ص ۱۸۳ ح ۲۸۹۵)

۳۔ الاتقان فی علوم القرآن ج ۲ ص ۳۲۸ (ج ۳ ص ۲۰۲)

حلیہ ابو نعیم (۱) میں ابن سعد سے مردی ہے کہ قرآن سات حروف پر نازل ہوا ہے، ہر حرف کا ظاہر و باطن ہے اور حضرت علیؑ کے پاس تمام ظاہر و باطن کا علم ہے۔

حضرت علیؑ کا یہ بھی ارشاد ہے کہ خدا کی قسم ایسی ہر آیت کے متعلق جانتا ہوں کہ کس بارے میں نازل ہوئی، کہاں نازل ہوئی، میرے پروردگار نے مجھے عقل سے بھر پور قلب اور سوالات سے بھر پور زبان عطا کی ہے۔ (۲)

علامہ امین فرماتے ہیں کہ سیوطی کی دعائی تودیکھتے، کوئی ان سے پوچھئے جس مدحابی سے صرف دس احادیث تفسیر مردی ہیں وہ مفسرین میں کیسے شمار کر لیا گیا؟! ابھائے رے خوش فہمی؟!

خلیفہ کی سنت کے بارے میں پیش رفت

اس سلسلے میں مند احمد بن حنبل (۳) میں اسی حدیثیں مردی ہیں۔ مکرات کو چھانٹ لجھے تو سائٹھ رہ جاتی ہیں۔ مجموع طور سے مند میں ساڑھے سات لاکھ احادیث میں منتخب کر کے مند مکمل کی، خود انہیں دس لاکھ حدیثیں یاد رکھیں۔ (۴) ابن کثیر نے تلاش بسیار کے بعد ابو بکر سے مردی ۲۷۰ احادیث جمع کیں اور اس کا نام مند صدیق رکھا۔ (۵) پھر اس کے بعد سیوطی نے بڑی ماتھاپنگی کی تو اپنی تمام محدثانہ صلاحیتوں کے باوجود ابو بکر کی ایک سو چار حدیثیں عی فراہم کر سکے۔ انہیں تاریخ الخلفاء میں درج کیا ہے۔ (۶) یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان سے ۱۳۲ احادیثیں مردی ہیں۔ امام بخاری نے گیارہ اور مسلم نے ایک ہندیت نقل کی ہے۔ (۷) ان احادیث میں ہی کچھ تو صرف اقوال ہیں؛ مثلاً یہ کہ امام حسن رض کو یہ کہہ کے

۱- طیبۃ الاولیاء (ج ۱ ص ۶۵)

۲- طیبۃ الاولیاء (ج ۱ ص ۲۷-۲۸)

۳- مند احمد، ج ۱، ص ۱۲۷، ۲، (ج ۱، ص ۲۵-۲۵، حدیث ۱-۸۲)۔

۴- مذکورۃ الحکاظ، ج ۲، ص ۱۷۱، (ج ۲، ص ۳۳۱، نمبر ۲۲۸)۔

۵- تاریخ الخلفاء، ص ۲۱۲، (۸۲)۔

۶- تاریخ الخلفاء، ص ۲۲۳، (۸۱-۸۸)۔

۷- صدیقی کی شرح ریاض الصالحین، ج ۲، ص ۲۲۳۔

لوری سناتے تھے: ”میرے باپ قربان، تم رسول سے مشابہ، ہوئی سے مشابہ نہیں ہو۔“ یا ان کا قول ہے کہ رسول نے جگنی معاملے میں مشورہ کیا۔ یہ قول بھی ہے کہ رسول خدا نے ابو جہل کو ایک اونٹ تختہ میں بھیجا۔

کچھ حدیثیں اسکی ہیں جو قرآن و سنت اور عقل و منطق سے قطعی میل نہیں کھاتیں، مثلاً ان کی چار حدیثیں ہیں:

۱۔ لَوْلَمْ أَبْعَثْتِ فِيكُمْ لِبْعَثْ عَمَرًا إِنْ كَانَ مَبْعُوثًا نَهْ رَوَّا تَمْ مِنْ عَمَرٍ مَبْعُوثًا هُوَ تَتَّهَـ

۲۔ مَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ عَلَى رَجُلٍ خَيْرٌ مِنْ عَمَرٍ سُورَةِ عَمَرٍ مِنْ عَمَرٍ سَمِّيَ بِهِ تَرَادِيٍّ

شعاع نہیں ذاتی۔

۳۔ إِنَّ الْجَمِيْتَ لِيَنْضُحَ عَلَيْهِ الْحَمِيمَ بِكَاءَ الْحَمِيمِ ”زندہ کے گریے سے مردے پر جہنم کا

گرم پانی پیکتا ہے۔“

۴۔ اَنْسَمَ حَرَ جَهَنَّمَ عَلَى اَمْتَيْ مِثْلِ حَمَامٍ ”میری امت پر جہنم کی آگ حمام کی گری کی طرح ہو گئی۔“

پہلی حدیث کو لیجئے! یعنی طریقوں سے این عذری سے مردی ہے۔ (۱) اس کی سند میں ذکر یا بن یتھی

ہے جو بہت بڑا جھوٹا تھا۔ (۲) بشر بن بکر ہے (۳) جو گلماں تھا۔ ابو بکر بن عبد اللہ غسانی بے وقت

ہے۔ (۴) دوسرا طریق میں مصعب بن سعید ابو خیثہ مصیحی ہے (۵) جو حدیثیں اللہ پلٹ کرتا ہے۔

۱۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج ۲۳، ص ۲۱۶، نمبر ۱۳۷)

۲۔ میران الاعتدال، (ج ۱، ص ۳۵۱)، (ج ۲، ص ۲۷، نمبر ۲۸۹)، (ج ۱، ص ۱۳۱؛ الالال المصنوعة، ج ۲۶، ص ۲۱۱) (ج ۲۲، ص ۲۱)

۳۔ لسان المیزان، (ج ۲، ص ۲۰)، (ج ۲، ص ۲۶، نمبر ۱۵۹)۔

۴۔ احلل و معرفہ الرجال، (ج ۲، ص ۳۹، نمبر ۱۳۸)، (ج ۲، ص ۳۹، نمبر ۱۵۹) تہذیب الجدیب، (ج ۱۲، ص ۹)، (ج ۱۲، ص ۳۳)۔ الجرج و التحدیل (ج ۲، ص ۳۰۵، نمبر ۱۵۹) کتاب الضففاء والخز و کین (ص ۲۲۲، نمبر ۲۹۹) طبقات ابن سعد (ج ۷، ص ۲۶۷)

۵۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج ۲، ص ۳۲۳، نمبر ۱۸۳۲)، (الثقات) (ج ۹، ص ۵۷)، (میران الاعتدال، (ج ۲، ص ۱۷۳)، (ج ۲، ص ۱۱۹، نمبر ۸۵۶)، (لسان المیزان) (ج ۲۱، ص ۳۲)، (ج ۲۱، ص ۵۱، نمبر ۸۳۰)۔

عبداللہ بن واقد ہے (۱) جو متروک الحدیث، ضعیف و ذلیل ہے، حدیث میں تسلیس کرتا ہے۔ مشرح بن عاصیان ہے (۲) جو بہل احادیث کے ڈھیر لگاتا ہے۔ تیرے طریق میں ابوالعباس زوزنی نے کتاب شجرۃ العقل میں نقل کیا ہے، اس کے پہلے راوی عبد اللہ بن واقد کی اوقات تو معلوم ہی ہو گئی۔

دوسرے راوی راشد حمصی ضعیف ہیں۔ (۳) چون قاطریق دیلی سے ہے، ابوہریرہ کے القاظ ہیں:

”لَوْلَمْ أَبْعَثْتُ فِيكُمْ لِبْعَثْتُ عَمْرَ أَيْدِ اللَّهِ عَمْرَ بِمُلْكِيْنَ يَوْقَانَهُ وَيَسْدَدَانَهُ فَادْعُوا
أَخْطَا صَرْفَاهُ حَتَّى يَكُونَا صَوَابًا“ اگر میں مبجوث نہ ہوتا تو عمر تمہارے درمیان مبجوث ہوتے۔ خدا نے دو فرشتوں کے ذریعہ عمر کو توفیق و مراد سے بہرہ مند کیا ہے۔ جب وہ غلطی کرتے ہیں تو یہ دونوں فرشتے انہیں ٹھیک اور درست کرتے ہیں۔

اس کی سند میں اسحاق بن نجح ملطی بہت بڑا جھوٹا ہے۔ ابن معین، ابن مریم، علی بن مدینی، عمر بن علی اور جوز قافی سب نے بہت بڑا خبیث اور پا جھوٹا کہا ہے۔ بخاری، نسائی، ابن عدری، ابن جمان، ابن جریح وغیرہ اس کو جعلی حدیثیں گڑھنے والا کہتے ہیں۔ ابن جوزی کہتے ہیں کہ سب نے اتفاق کیا ہے کہ یہ حدیثیں گڑھتا ہے۔ (۴) جب یہ حیثیت معلوم ہو گئی تواب سنئے کہ دیلی نے متذکرہ طریقے سے

۱۔ کتاب الفتحاء والآخر دیکھن، (ص ۱۵۰، نمبر ۲۵۳) الفعل و معرفۃ الرجال، (ج ۲، ص ۵۵، نمبر ۱۵۲۳) التاریخ الکبیر، (ج ۹/۲، نمبر ۱۲۷) کتاب الحجر و میمن، (ج ۲، ص ۲۹؛ تہذیب العہد یہب، ج ۲، ص ۶۶، (ج ۹/۱، ص ۶۰)؛ میزان الاعتدال ج ۲، ص ۸۳، (ج ۹/۲، ص ۱۵۱، نمبر ۲۷۲)؛ سان الحجر ان، ج ۲، ص ۳۷۲۔

۲۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج ۲، ص ۳۶۹، نمبر ۱۹۵۳) کتاب الحجر و میمن، (ج ۹/۳، ص ۲۸) الالالی المصووحة، (ج ۱)، ص ۳۰۲؛ میزان الاعتدال، (ج ۹/۳، ص ۱۸۲)، (ج ۹/۲، ص ۱۱، نمبر ۸۵۲۹)؛ المجموعات (ج ۱، ص ۳۲)۔

۳۔ التاریخ الکبیر، (ج ۹/۲، ص ۲۹۲، نمبر ۹۹۳) کشف الغما، (ج ۹/۲، ص ۱۲۳)۔

۴۔ الفعل و معرفۃ الرجال، (ج ۹/۲، ص ۳۰۰، (۱۳۵۳))؛ معرفۃ الرجال، (ج ۱)، ص ۴۵، نمبر ۷؛) التاریخ الکبیر، (ج ۱)، ص ۳۰۲، نمبر ۱۲۹۲) کتاب الفتحاء، والآخر دیکھن، (ص ۵۲، نمبر ۵۰) الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج ۹/۲، ص ۳۲۲)، نمبر ۱۵۵) کتاب الحجر و میمن (ج ۱)، ص ۱۳۲) تاریخ بغداد، (ج ۱)، ص ۳۲۲؛ میزان الاعتدال، (ج ۱)، ص ۴۲، نمبر ۱۵۵) تذکرۃ المجموعات، (ص ۸۲، (۵۹) تہذیب العہد یہب، (ج ۱)، ص ۲۵۳)، (ج ۱)، ص ۲۲۱) الالالی المصووحة، (ج ۱)، ص ۴۰۰، نمبر ۹۵۷) تذکرۃ المجموعات، (ج ۱)، ص ۸۲، (۵۹) تہذیب العہد یہب، (ج ۱)، ص ۲۵۳)، (ج ۱)، ص ۲۲۱) الالالی المصووحة، (ج ۱)، ص ۵۵، ۱۰۳، ۱۷۵، ۱۰۶، ۳۹۹) خلاصۃ العہد یہب، (ج ۱)، ص ۲۶، (ج ۱)، ص ۱۷، نمبر ۲۳۲)۔

حدیث نقل کر کے کہا ہے کہ راشد بن سعد نے مقدم اسے ابو بکر کے لئے بھی ہبھی حدیث نقل کی ہے۔ علامہ امینی فرماتے ہیں کہ اس جھوٹ اور جعل کے اعلان کے بعد بھی عقیدت کی وجہ سے اس کو تسلیم کر لیا گیا۔ خدا ہی حساب کرنے والا ہے۔

دوسری حدیث کو مدرس (۱) حاکم میں عبد اللہ بن داؤدواطی، عبد الرحمن بن اخی، محمد بن منکدر سے اور جابر بن عبد اللہ انصاری سے نقل کیا ہے کہ ایک دن عمر خطاب نے ابو بکر کو آواز دی: اے بعد رسول لوگوں میں سب سے بہتر! تو ابو بکر نے کہا: اگر تم ایسا کہتے ہو تو میں نے رسول سے سنائے کہ عمر سے بہتر آدمی پر سورج نے اپنی شعاع نہیں ڈالی۔ ذہبی نے تلخیص میں کہا ہے کہ عبد اللہ ضعیف ہیں۔ عبد الرحمن پر اعتراض کیا جاتا ہے، اور یہ حدیث بنائی گئی ہے۔ (۲) علامہ امینی فرماتے ہیں کہ عبد اللہ پر بخاری (۳) کو بھی اعتراض ہے۔ ابو حاتم (۴) اسے قوی نہیں سمجھتے، مہمل حدشیں بیان کرتا ہے۔ نسائی (۵) اسے ضعیف کہتے ہیں۔ ابن حبان (۶) بہت زیادہ منکر الحدیث سمجھتے ہیں۔ دارقطنی (۷) ضعیف کہتے ہیں۔ رہ گیا عبد الرحمن (۸) تو وہ بھی گناہ ہے۔

مزہ یہ ہے کہ علامہ حریفیش نے روشن الفائق (۹) میں اسی جعلی انداز میں امیر المؤمنین علیہ السلام اور ابو بکر کی فضیلت میں یہ حدیث لکھ ماری ہے۔ ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ ابو بکر اور علی علیہ السلام ایک دن ججرہ رسول کی طرف جا رہے تھے تو علی نے ابو بکر سے کہا: آگے بڑھیے کیونکہ آپ ہی سب سے پہلے جنت کا

۱۔ المسدر علی الحسنین، ج ۲، ص ۹۰، (ج ۲، ص ۹۲، حدیث ۲۵۰۸)؛ تلخیص مدرس کا بھی یہی خواہ ہے۔

۲۔ سیران الانعام، ج ۲، ص ۱۲۳، (ج ۲، ص ۷۰۲، نمبر ۵۰۲۳)؛ شن ترمذی، (ج ۵، ص ۱۷۸، حدیث ۳۶۸۳)۔

۳۔ التاریخ الکبیر، (ج ۲، ص ۸۲۳، نمبر ۲۲۶)۔

۴۔ الجرح والتعديل، (ج ۵، ص ۲۸۸، نمبر ۲۲۲)۔

۵۔ کتاب الضعفاء والمردودین، (ص ۱۵۱، نمبر ۳۵۵)۔

۶۔ کتاب الجرح و میثک، (ج ۲، ص ۳۳۲)۔

۷۔ تہذیب العہد بیب، ج ۵، ص ۲۰۰، (ج ۵، ص ۱۷۶)۔

۸۔ سیان الجیوان، ج ۲، ص ۲۲۸، (ج ۲، ص ۵۳۳، نمبر ۵۱۰۶)۔

۹۔ الروض الفائق، ص ۳۸۸۔

دروازہ کھٹکتا میں گے۔ تو ابو بکر نے کہا: اے علیؑ! آپ ہی آگے بڑھئے۔ علیؑ نے کہا: میں اس شخص کے آگے کیسے جا سکتا ہوں، جس کے متعلق رسولؐ نے کہا ہو کہ میرے بعد کسی شخص پر سورج نے طلوع و غروب نہیں کیا جا بوجہ سے افضل ہو۔

یہ سن کر ابو بکر نے کہا کہ میں کیسے آگے بڑھ سکتا ہوں، جس کے حق میں رسولؐ نے فرمایا ہوا: ”میں نے خبر النساء کو خیر الرجال کے حوالہ کیا ہے۔“

اس میں علیؑ کی زبان سے ابو بکر کے چھ مناقب بیان ہوئے ہیں، اسی طرح علیؑ کی منقبت میں ابو بکر کی زبان سے حدیث بیان ہوئی۔ اسے سیوطی نے نقل نہیں کیا ہے حالانکہ فضائل ابو بکر میں احادیث کی کثافت بڑھانا، ان کا مطلع نظر تھا، ظاہر ہے کہ اس حدیث کو نہ لکھنے کی وجہ یہی ہے کہ اس کا جھوٹ ہونا بہت واضح ہے۔

ہاں! ہر حدیث گڑھنے والے کا اپنا مخصوص ذوق ہوتا ہے، اور مخصوص سلیقاً
تیسری حدیث کا مہمل پن واضح ہے، یہی حدیث عمر سے بھی مردی ہے، جسے ہم نے جلد ششم میں
لکھ کر تبصرہ کیا ہے۔

”ان العیت یعدب ببکاء الْحَقِّ“ کا انکار عائشہ نے کیا اور کہا کہ یہ قرآن کے خالف
ہے، عدل اللہ کے خلاف اور عقل سلمی ماننے پر آمادہ نہیں۔

چوتھی حدیث گرمی ہوئی تو ہے ہی۔ اس میں خدا کی عظمت و جلالت کو گہنگاروں کی نظر میں سبک
کرنے کی سعی کی گئی۔ تاکہ پاپیوں کو مفتقم و جبار کی بارگاہ میں جسور بنا�ا جاسکے، اگر آپ خدا کی بجز کامی
آگ پر غور فرمائیں گے جو سینوں میں اتر جائے گی، جس کے ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے اور جس سے
لوگوں کے چہروں اور پیشاںتوں کو داغا جائے گا۔ اور پتھر آپ دیکھیں گے کہ خدا نے جہاد سے گرفتاری کا بہانہ
کر کے روگردان ہونے والوں کو کہا ہے کہ کہہ د جہنم کی آگ اس سے کہیں زیادہ ہی گرم ہے تو آپ فیصلہ
کریں گے کہ اس وضتی حدیث میں امت مرحومہ کو گناہ پر اکسالیا جا رہا ہے۔ ذرا دیکھئے تورات کے سنائے
میں حضرت امیر المؤمنین علیؑ اسی جہنم کی تصور سے لزہ بر اندر ام ہیں، اپنی ریش القدس پکڑ کر گریہ فرمائے

ہیں: ”اے پروردگار! پھر دنیا سے کہتے ہیں کہ میرے سوا کسی اور کو وحوكہ دینا (۱) پھر جہنم کی بھڑکتی آگ سے حمام کی گرمی کا کیا مقابل؟ کیا اسے عقل قبول کر سکتی ہے؟

دانشور کی انتہائی کوشش

ارباب تحقیق نے بڑی طلاش و جستجو کے بعد خلیفہ کی محدثانہ حیثیت پر یہی چند حدیثیں پیدا کی ہیں۔ ظاہر ہے کہ ۱۰۲ حدیثیں یا ۱۳۲ حدیثیں سندر میں ایک عطرے کے برابر بھی نہیں۔ نہ اس سے عام اسلام استوار ہوتے ہیں۔ ادھر دیکھئے! ابو ہریرہ، انس بن مالک، عبد اللہ بن عمر، ابن عباس، عبد اللہ بن عمر و بن عاص، ابن مسعود... وغیرہ سے تو لاکھوں حدیثیں روایت کی گئی ہیں۔ صرف ابو ہریرہ سے مردی احادیث کو تلقی بن تخلد نے اپنی سند میں جمع کیا ہے، ان کی تعداد پانچ ہزار تین سو ہے۔ (۲)

یہ احمد بن فرات ہیں، جن سے پندرہ (۱۵) لاکھ حدیثیں لکھی گئی ہیں اور ان میں سے تین لاکھ کا انتخاب تفسیر و احکام کے باب میں ہے۔ (۳)

یہ حرمہ بن سعیٰ ہیں، جنہوں نے صرف ابن وہب کے طریق سے ایک لاکھ حدیث روایت کی ہیں۔ (۴)

(۲) ابو بکر با غندی کو (۵) تین لاکھ احادیث، روح بن عبادہ کو ایک لاکھ احادیث (۶)، حافظ مسلم (۷)

- ۱۔ حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۸۵؛ الاستیعاب، ج ۲، ص ۲۱۲، نمبر ۱۸۵۵؛ ریاض المضرۃ، ج ۲، ص ۲۱۲، (ج ۳، ص ۱۶۲)
- ۲۔ ذرا ادب قیرانی، ج ۱، ص ۳۸، (ج ۱، ص ۸۷)؛ تذکرة الخواص، ص ۲۷۰، (ص ۱۱۹) مطالب المسؤول، ص ۳۳
- ۳۔ اتحاف شبراوی، ص ۱۷، (ص ۲۵)
- ۴۔ الاصابة، ج ۲، ص ۲۰۵ (۱۱۹۰)
- ۵۔ خلاصة العہدیب، ص ۹ (ج ۱، ص ۲۷۳، نمبر ۱۰۲)۔
- ۶۔ خلاصة العہدیب، ص ۲۳ (ج ۱، ص ۲۰۳، نمبر ۱۲۸)۔
- ۷۔ تاریخ بغداد، ج ۲، ص ۲۱۰
- ۸۔ سیزان الاعمال، ج ۱، ص ۳۳۲ (ج ۲، ص ۵۶، نمبر ۲۸۰)
- ۹۔ تذکرة الحفاظ، ج ۲، ص ۵۸۹ (ج ۲، ص ۵۸۹، نمبر ۲۱۲)۔

کوتین لاکھ، ابو محمد عبدالدان نے ایک لاکھ، ابن انباری کوتین لاکھ (۱)، حافظ ابوذر عز (۲) کو ایک لاکھ، ابن عقدہ (۳) کوتین لاکھ، ابن متصور شیرازی (۴) کوتین لاکھ، ابو داؤد بجستانی (۵) کو پانچ لاکھ، امام احمد بن حنبل کے صاحبزادے عبد اللہ (۶) کو اپنے باپ سے ایک لاکھ، شلب بغدادی (۷) کو ایک لاکھ، ابو داؤد (۸) کو ایک لاکھ، بختیابی (۹) کو چار لاکھ احادیث مع منتن و مند کے یاد تھیں۔

امحمد بن حنبل کو ساڑھے سات لاکھ (۱۰) احادیث، حافظ نقشی (۱۱) کو پچاس ہزار احادیث، یحییٰ علی (۱۲) کو صرف سفیان سے چار ہزار فقط تفسیری احادیث یاد تھیں، حافظ بن الجیع (۱۳) کا کتب خانہ جل گیا تو محض حافظ سے پچاس ہزار حدیثیں یاد تھیں، حافظ ابو قلاب (۱۴) کو ساٹھ ہزار حدیثیں یاد تھیں، ابوالعباس (۱۵) سراج نے مالک کے لئے ساٹھ ہزار حدیثیں لکھیں، ابن راہویہ (۱۶) نے اپنے

- ١- تاریخ ابن عساکر، ج ٢٧، م ٢٨٨ (ج ٢٧، م ٥٣، نبر ٢٨) (١٣٢٨)۔

٢- شذرات الذهب، ج ٢، م ٣١٦ (ج ٢، م ١٥٢) (١٩٣)۔

٣- البدایة والنهایة، ج ١١، م ٣٧٢ (ج ١١، م ٢٣) تهذیب العذیب، ج ٢٧، م ٣٣ (ج ٢٧، م ٣٠) (١٣٢٠)۔

٤- تذكرة الحفاظ، ج ٢، م ٥٦ (ج ٢، م ٨٣٠، نبر ٢٠) (١٣٢)۔

٥- تذكرة الحفاظ، ج ٢، م ٢٢ (ج ٢، م ٩١٦، نبر ٥٤) (١٣٢)۔

٦- تذكرة الحفاظ، ج ٢، م ١٥٣ (ج ٢، م ٥٩٣، نبر ٥٤) (١٣٢)۔

٧- تذكرة الحفاظ، ج ٢، م ٢١٣ (ج ٢، م ٢٦٥، نبر ٤٥) (١٣٢)۔

٨- تذكرة الحفاظ، ج ٢، م ٢١٣ (ج ٢، م ٢٦٦، نبر ٤٦) (١٣٢)۔

٩- شذرات الذهب، ج ٢، م ١٢ (ج ٢، م ٢٥) (١٣٢)۔

١٠- البدایة والنهایة، ج ١١، م ٢٦١ (ج ١١، م ٢٩٢) (١٣٢)۔

١١- منداح آخر جلد اول، طبعوندار صادر بیروت۔

١٢- البدایة والنهایة، ج ١١، م ٢١ (ج ١١، م ٢٣٥، حوارث ٣٢٥) (١٣٢)۔

١٣- تاریخ بغداد، ج ١٣، م ١٢٢ (١٣٢)۔

١٤- تذكرة الحفاظ، ج ٢، م ١٩٣ (ج ٢، م ٢٣١، نبر ٢٢٣) (١٣٢)۔

١٥- تذكرة الحفاظ، ج ٢، م ١٣٣ (ج ٢، م ٥٨٠، نبر ٢٠٣) (١٣٢)۔

١٦- تاریخ بغداد، ج ١١، م ٢٥١ (١٣٢)۔

حافظہ سے ستر ہزار حدیثوں کو املا کرایا، حافظ اسحاق (۱) ستر ہزار، تونی (۲) پچاس ہزار، محمد بن عیینی (۳) چالیس ہزار، ابن شاہین (۴) تیس ہزار اور حافظ یزید بن ہارون (۵) نے ۲۲ ہزار حدیثیں سند کے ساتھ یاد کیں۔

اب ذرا اسلام کی جامعیت اور اس کی آئینی سرشاری کو دیکھئے اور پھر ملاحظہ کیجئے کہ ایسے وسیع النذیل دین کے عظیم پیغمبرؐ کی احادیث ان کا جانشین صرف ۱۳۲ عدد یاد رکھتا ہے۔ کیا کسی مسلمان کے لئے یہ احادیث کافی ہو سکتی ہیں؟ یا کسی دانشور کو اپنی تحقیق کے سلسلے میں یہ عدد کچھ معاون ہو سکتا ہے؟

پھر یہ کہ جب خلیفہ کے سامنے کوئی مسئلہ آتا تھا تو چلاتے تھے کہ کون آسمان مجھ پر سائی فلکن ہوگا؟... یا کہتے کہ میں اپنی رائے سے کہہ رہا ہوں اگر غلط ہو تو شیطان کی طرف سے سمجھنا یا کبھی کہتے کہ خدا کی قسم میں تم سے بہتر نہیں ہوں (۶) یا کہتے کہ میں تمہارا حکمران بن گیا ہوں لیکن تم سے بہتر نہیں ہوں (۷)۔ کیا ایسا خلیفہ قرآن و امت کی کوئی مدد کر سکتا ہے؟ کیا ایسا شخص نبی کا قرار ہو سکتا ہے، جس نے کہا ہے کہ خدا

۱۔ تاریخ بغداد، ج ۱۲، ص ۳۶۸، ۳۵۲۔

۲۔ تاریخ بغداد، ج ۱۱، ص ۲۶۸، ۳۹۶۔

۳۔ تاریخ بغداد، ج ۱۱، ص ۲۶۸، ۳۹۶۔

۴۔ شذرات الذهب، ج ۱۲، ص ۳۳، ج ۱۲، ص ۲۰۲۔

۵۔ طبقات ابن سعد، ج ۲، ص ۱۵۱ (ج ۲، ص ۲۱۲)، الامامة والسياسة، ج ۱۱، ص ۱۶۱ (ج ۱، ص ۲۲۲) تاریخ طبری، ج ۲، ص ۲۱۰ (ج ۲، ص ۲۲۲)، حوادث الامام، صفة الصفة، ج ۱۱، ص ۹۹ (ج ۱، ص ۲۱)، نمبر ۲) شرح نفح البلاغ، ج ۲، ص ۱۲۷، ص ۱۲۶ (ج ۲، ص ۲۰)، خطبہ ۲۲، ج ۱۷، ص ۱۵، کتاب ۲۳، کنز العمال، ج ۲، ص ۱۲۶ (ج ۱، ص ۱۲۶)، ص ۵۸۹، حدیث ۱۳۰۵۰ (۱۳۰۵۰)۔

۶۔ طبقات ابن سعد، ج ۲، ص ۱۳۹ (ج ۲، ص ۱۸۳) (۱۸۳، ۱۳۹) ابجھی، ابن درید، ص ۲۷، (ص ۱۵) عيون الاخبار الرضا، ج ۲، ص ۲۳۲، (مجلد ۱)، ج ۵، ص ۲۲۲) تاریخ طبری ج ۲، ص ۲۰۲ (ج ۲، ص ۲۱۰) حوادث اللہ (سیزہ ابن حشام ص ۲۲۲) (ج ۲، ص ۲۲۲) تبذیب الكامل، ج ۱، ص ۲۶؛ العقد الفردی، ج ۱۲، ص ۱۵۸ (ج ۲، ص ۲۲۸)، اعجاز القرآن ج ۲، ص ۲۱۱ (ج ۲، ص ۲۱۱) ریاض الصفرة، ج ۱۱، ص ۱۷۱ و ۱۷۲ (ج ۱۱، ص ۲۱۹، ۲۰۷) البدریۃ والبهایۃ، ج ۵، ص ۱۱۵ (ص ۲۰۹) (ص ۲۰۹) شرح ابن الجید، ج ۱۱، ص ۱۳۳ (ج ۲، ص ۵۶)، خطبہ ۲۶) تاریخ الحلفاء، ص ۲۷ و ۲۸ (ص ۲۷، ۲۸) السیرۃ الحلبیۃ، ج ۲، ص ۲۸۸ (ج ۲، ص ۳۵۹) صفة الصفة، ج ۱۱، ص ۹۸ (ج ۱، ص ۲۶۰)، نمبر ۲)۔

نے جو حکم بھی میرے پاس بھیجا، میں نے تم تک یہو نچا دیا، جس چیز سے بھی خدا نے منع کیا، میں نے تمہیں منع کر دیا (۱)۔ خلیفہ جسی تو رائے اور قیاس کا دروازہ کھول رہے ہیں جسے رسول نے بند کر دیا تھا۔ میمون کے مطابق اصحاب سے مشورہ کرتے، جو سب کی رائے ہوتی وہی فیصلہ کر دیتے۔ یہ ہے خلیفہ کی حالت اور شان اور یہ ہے ان کا مبلغ علم۔!!

ابو بکر کے کچھ اور بھی فیصلے نقش کے جاتے ہیں، جو اگرچہ کم ہیں لیکن ان کا مبلغ علمی پہچانے کے لئے کافی ہیں:

۱۔ دادی کے بارے میں خلیفہ کی رائے:

”قیصہ بن دویب سے مردی ہے کہ ایک مرنے والے کی دادی ابو بکر کے پاس آئی اور اپنی میراث کے متعلق ان سے پوچھا۔ ابو بکر نے کہا: نہ قرآن میں تھا را کوئی حق متعین کیا گیا ہے نہ سنت رسول میں۔ جاؤ! اور لوگوں سے اپنی میراث کے بارے میں پوچھو۔ تو اس عورت کو مغیرہ بن شعبہ نے بتایا کہ رسول خدا کے پاس ایک دادی آئی تھی، تو آپ نے اسے چھٹا حصہ دیا تھا۔ ابو بکر نے مغیرہ سے پوچھا: کیا کوئی اور بھی تمہاری تائید کرے گا؟ یہ سن کر محمد بن سلمہ نے مغیرہ کی تائید کی تو ابو بکر نے اسے چھٹا حصہ دیا۔“ (۲)

خلیفہ کو ذرا دیکھئے کہ روزمرہ کے مسائل میں بھی جالی ہیں اور مغیرہ (۳) جیسا زنا کار اور قوم کا سب سے بڑا جھوٹا، سنت رسول کو بدلتے والا اور کھلواؤ کرنے والا، ان کی رہنمائی کرتا ہے۔ یہ مغیرہ وہی ہے، جس نے عید قربان کی نماز ایک روز پہلے پڑھا دی، اس خوف سے کہ چالیس سال پورے نے

۱۔ ابن عمر کی کتاب العلم، (ص ۳۲۸، حدیث ر ۷۰۶) مختصر کتاب العلم، ص ۲۲۲ (ص ۳۸۳، حدیث ۲۳۹)۔

۲۔ الموطا، ح ر ۱، ص ۳۲۵ (ح ر ۲، ص ۵۱۳، حدیث ۲۷) سنن داری، ح ر ۲، ص ۲۵۹؛ سنن ابی داود، ح ر ۲، ص ۲۷۱ (ج ر ۲، ص ۱۲۱، حدیث ۲۸۹) سنن ابن ماجہ، ح ر ۲، ص ۱۶۲ (ح ر ۲، ص ۹۰۹، حدیث ۲۷۲) مسن الدین، ح ر ۲، ص ۲۲۳ (ج ر ۵، ص ۲۶۵، حدیث ۱۷۵۱) سنن تیمی، ح ر ۱، ص ۲۳۲؛ بدلتہ الجہد، ح ر ۲، ص ۳۲۷؛ مصائب النساء، ح ر ۲، ص ۲۲ (ج ر ۲، ص ۳۹۱، حدیث ۲۲۷)۔

۳۔ شرح نجاشی الملاع، ح ر ۲، ص ۱۶۱ (ج ر ۱۲، ص ۲۳۱، خطبہ ۲۲۳)۔

۲) ہو جائیں (۱) وہ جب بھی نمبر پر چڑھتا تھا، تو امیر المؤمنین علیہ السلام پر سب و شتم کپا کرتا تھا۔

۲۔ دادی نانی کے متعلق خلیفہ کی رائے:

قاسم بن محمد سے مروی ہے کہ ابو بکر کے پاس دادی نانی میراث طلب کرنے آئیں، انہوں نے نانی کو چھٹا حصہ دینا چاہا تو ایک انصاری نے کہا: آپ کو کیا ہو گیا ہے؟ آپ اسے نظر انداز کر رہے ہیں کہ اگر یہ دونوں مرجاناً میں تو پورے کا وارث ہی ہوتا۔ یہ سن کر ابو بکر نے چھٹا حصہ دونوں کو دے دیا۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ ہبیل یا سہیل نے کہا کہ آپ اسے میراث دے رہے ہیں کہ اگر یہ مر جاتی تو مرنے والا بھی اس کا وارث نہ ہوتا۔ یہ سن کر ابو بکر نے دونوں کو چھٹا حصہ دے دیا۔ (۳)

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ نافیٰ دادی کی میراث کے متعلق خلیفہ کی جہالت انہیٰ حیرت ناک ہے۔ وہ ایک انصاری کی تنقید پر طرح جلدی اپنی رائے بدلتے پر آمادہ ہو گئے، تنقید پر تو عمل کا تقاضہ تھا کہ ایک نافیٰ کو میراث سے محروم کر دیا جانا لیکن خلیفہ نے دونوں کو بانٹ دیا۔ اسی کو فقہاء نے اپنے فتوے کی بنیاد پناہی۔ اس حکم کا اصل مرجع مغیرہ کی روایت ہے کہ صرف دادی کو دیا جائے، بھرت کا مقام ہے۔! اب رہ گئی انصاری کی رائے کہ صرف دادی کو دیا جائے، وہ بھی قرآن و سنت کے خلاف ہے۔ یہ حکم دراصل اس شعر کی بنیاد پر بنایا گیا ہے:

”بنو نا بنو ابنيائنا و بناتنا“ بنوهن ابناء الرجال الاباعد

"ہمارے بیٹے اصل میں ہمارے بیٹوں کے بیٹے ہیں اور جبکہ کے بیٹے دوسروں کے بیٹے ہیں۔"

^١ الْأَعْنَانِ، ج ١٢، ص ١٣٢ (ج ١٦، ص ٩٦)۔

^٢- سائل الماجستير، مريم، (ص ٢٣٥)، (ص ٩٨)، (ص ٩٨)، (ص ١٦٨)۔

٣- موطا مالک، ح روا، مص ٣٣٥٧ (ح روا، مص ٥١٣، حدیث ٤٥) سنن بیهقی، ح روا، مص ٢٢٥٧؛ بدایۃ الجہد، ح روا، مص ٣٣٣٩ (ح روا، مص ٣٣٨٦) الاستیاع، ح روا، مص ٣٠٠٧ (ح روا، مص ٨٣٦، نمبر ١٣٢٣) الاصابة، ح روا، مص ٣٠٢٤؛ کنز الشعارات، ح روا، مص ٢٤ (ح روا، مص ٣٣٦٦، حدیث ٣٠٣٦٦) سنن سعید بن منصور (ح روا، مص ٥٥٥، حدیث روا ٨٢) المصنف عبد الرزاق (ح روا، مص ٥٢٧، نمبر ١٩٠٨٣) سنن دارقطنی (ح روا، مص ٩٠٩ سے ٩١، حدیث ٢٧٣، ٢٧٤)۔

تفسیر ابن کثیر (۱) میں ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے بیٹوں کو عطا کرے یا وقف کرے تو اس سے بہرہ منصرف اس کے پوتے اور پرپوتے ہی ہوں گے (نواسے پرنسے نہیں ہوں گے)۔ جو لوگ اس کے قائل ہیں، ان کی بنیاد پہلی متذکرہ شعر ہے۔

بغدادی خزانۃ الادب (۲) میں کہتے ہیں کہ معلوم نہیں یہ شعر کس نے کہا ہے؟ حالانکہ یہ شعر گرام کی کتابوں میں بہت مشہور ہے۔ شرح کرمانی (۳) میں ہے کہ یہ شعر فرزدق بن غالب کا ہے۔

خدا کی شان، اس سیاسی رائے میں کس قدر روزن پیدا ہو گیا کہ گھنام شاعر کے قول کی بنیاد پر حکم خدا اور حکم رسولؐ کے خلاف گستاخانہ عقیدہ قائم کر لیا گیا کہ نواسے بینے نہیں ہوتے۔ حالانکہ قرآن میں آیہ مبالغہ موجود ہے، جو حق و صیئن کے فرزندان رسولؐ ہونے پر نص صریح ہے۔ علاوه اس کے خدام نواسے^ع کے فرزندوں میں عیسیٰ کو شمار کیا ہے، جبکہ عیسیٰ اپنی ماں کی وجہ سے نواسے^ع کی فرزندی میں آتے ہیں۔ ارشاد خداوندی ہے:

﴿وَمِنْ ذُرَيْثَهُ دَأْوُدَ وَسُلَيْمَانَ وَأَبْيَوبَ وَيُوسُفَ وَمُوسَى وَهَارُونَ وَكَذَلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِينَ ﴾ وَزَكَرِيَاً وَيَحْيَى وَعِيسَى وَإِلْيَاسَ كُلُّ مِنَ الصَّالِحِينَ ﴾

تفسیر رازی (۴) میں ہے کہ آیہ مبالغہ حسینؑ کے فرزند رسولؐ ہونے کا ثبوت ہے۔ کیونکہ ”ابنا نما“ کی جگہ پرسول خدا حسینؑ ہی کو مبالغہ میں لے گئے تھے۔ پھر اس کی تائید سورہ انعام کی اس آیت سے ہوتی ہے:

﴿وَمِنْ ذُرَيْثَهُ دَأْوُدَ وَسُلَيْمَانَ وَيَحْيَى وَعِيسَى وَإِلْيَاسَ كُلُّ مِنَ الصَّالِحِينَ ﴾

حضرت عیسیٰ نواسے تھے، پوتے نہیں تھے۔

۱۔ تفسیر ابن کثیر، ج ۷، ص ۱۵۵۔

۲۔ خزانۃ الادب، ج ۱، ص ۳۰۰۔

۳۔ تفسیر کبیر، ج ۷، ص ۳۸۸ (ج ۸، ص ۳۱۷)۔

تفیر قرطی (۱) میں بھی ہے کہ آیہ مبارکہ سے نواسوں کے فرزند ہونے کا ثبوت ملتا ہے اور عیسیٰ^(۲) کو نواسوں کے باوجود ابراہیمؑ کا فرزند کہا گیا ہے۔ اسی طرح اولاً وفاتِ بھی ذریت رسولؐ ہوئے۔ اسی لئے بعض دانشوروں کا نظریہ ہے کہ پوتے فرزند کہے جائیں گے۔ ابوحنیفہ اور شافعی کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنے فرزندوں کے لئے کوئی چیز وقف کرے تو اس کا فائدہ صرف پوتے اٹھائیں گے، نواسے نہیں۔ وہ لوگ اس آیت سے استدلال کرتے ہیں: ﴿بِوصَبِكُمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُم﴾ حالانکہ فرزندی جس طرح پتوں پر صادق آتی ہے، اسی طرح نواسوں پر صادق آتی ہے۔ تفیر ابن کثیر (۳) میں ہے کہ:

”ابو حرب بن اسود کہتے ہیں کہ حاجج بن یوسف ثقفی نے سید بن جحیر سے پوچھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ تم اس بات کے قائل ہو کہ حسن و حسین فرزندان رسولؐ ہیں اور یہ قرآن سے ثابت ہے۔ حالانکہ میں نے پورا قرآن پڑھ دالا، کہیں بھی مجھے نہ ملا۔ سید بن جحیر نے کہا کہ کیا آپ نے سورہ انعام کی آیت پڑھی ہے؟“

﴿وَ مَنْ ذَرَيْتَ دَأْدُ وَ سَلِيمَانَ ... وَ يَحْيَى وَ عَيْسَى﴾

حجاج نے کہا: ماں! پڑھی ہے۔

سید بن جحیر نے کہا: کیا عیسیٰ^(۲) حضرت ابراہیمؑ کے فرزند نہیں ہیں؟ حضرت عیسیٰ^(۲) کے توباب پ نہیں تھے۔

حجاج نے کہا: ماں! تم نے حق کہا۔

ابن ابی حاتم اس روایت کی بنیاد پر کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنی ذریت کے لئے کوئی وصیت کرے یا وقف کرے تو اس سے پتوں کی طرح نواسے بھی بہرہ مند ہوں گے۔ نواسوں کے فرزند ہونے کا ثبوت قرآن میں تو ہے ہی: قول رسولؐ سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے۔ قول رسولؐ ہے:

۱۔ تفیر قرطی، ج ۲۲، ص ۱۰۳ (ج ۲۲، ص ۶۷)۔

۲۔ تفیر قرطی، ج ۲۲، ص ۱۳ (ج ۲۲، ص ۲۲۰)۔

۳۔ تفیر ابن کثیر، ج ۲۲، ص ۱۵۵۔

”مجھے جبرئیل نے خبر دی ہے کہ میرا بیٹا حسینؑ قتل کیا جائے گا۔ (۱)“

یہ بھی ارشاد ہے:

”میرا یہ فرزند سرز میں عراق پر قتل کیا جائے گا۔ (۲)“

امام حسینؑ کے لئے فرمایا: ”میرا یہ فرزند سردار ہے۔“ (۳) حضرت علیؑ کے لئے فرمایا: ”یہ میرے دونوں فرزندوں کے باپ اور میرے بھائی ہیں۔ (۴)“ ... بے شمار اقوال رسولؐ ہیں۔

امام حسینؑ فرماتے ہیں:

”انا ابن النبی انا ابن البشیر۔“ (۵)

امام حسینؑ نے ابو بکر سے کہا:

”میرے باپ کی جگہ سے اتراؤ!“ وہ رسولؐ کی جگہ بیٹھا ہوا تھا۔ (۶) وہیت کی کہ مجھے میرے باپ کے پہلو میں دفن کرنا۔ (۷)

امام حسینؑ نے عمر کو نمبر پر دیکھ کر فرمایا: میرے باپ کی جگہ سے اتراؤ! (۸)

۱۔ طبقات ابن سعد، ثم شرح حال امام حسینؑ، غیر مطبوع، حدیث ۲۶۸؛ مسند رک علی الحسن، ج ۲، ص ۲۷۷ (ج ۲، ص ۱۹۳)؛ حدیث ۳۸۱۸ (اطلام البوۃ، مادری، ص ۸۳) ذخیر العقی، ص ۱۳۸؛ الصواعق المحرقة، ص ۱۱۵ (ص ۱۹۲)۔

۲۔ دلائل البوۃ، الیتیم، ج ۲، ص ۲۰۲ (ج ۲، ص ۱۰۰)، حدیث ۲۹۳ (ذخیر العقی، ص ۱۳۶)۔

۳۔ المسدرک علی الحسن، ج ۲، ص ۱۷ (ج ۲، ص ۱۹۱)، حدیث ۲۸۰۹ (اطلام البوۃ، مادری، ص ۸۳ (ص ۱۳۷)؛ تفسیر ابن کثیر، ج ۲، ص ۱۵۵ (ص ۱۵۵)۔

۴۔ ذخیر العقی، ص ۶۶۔

۵۔ المسدرک علی الحسن، ج ۲، ص ۱۷۲ (ج ۲، ص ۱۸۸)، حدیث ۳۸۰۲ (شرح فتح البلاغ، ج ۲، ص ۱۱ (ج ۱، ص ۲۰۲)، کتاب ۳۱) الاتحاف، ص ۵ (ص ۳۸)۔

۶۔ ریاض الحضرة، ج ۱، ص ۱۳۹ (ج ۱، ص ۱۷) شرح ابن ابی الحیدر، ج ۲، ص ۱۷ (ج ۲، ص ۳۲)، خلیفہ ۲۲) الصواعق المحرقة، ص ۱۰۸ (ص ۱۷۷)۔

۷۔ الاتحاف، ص ۱۱ (ص ۳۸)۔

۸۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۲، ص ۳۲۱ (ج ۱، ص ۱۷۵)، نمبر ۱۵۶، مختصر ابن عساکر، ج ۲، ص ۱۷۶ (۱۲۸)۔

ابن عباس کا قول ہے: یہ دونوں (حسن و حسین علیہما السلام) فرزندان رسول ہیں۔ (۱) اسی طرح زہیر قین، فرزدق، ابو عاصم، ابراہیم بن علی، ابو تمام طلائی، دعبل خزانی، حماقی، تونخی، ناشی، صوری، مہیار دیلمی، ابن جابر اور شبرادی امام حسن و حسین کے فرزند رسول ہونے کا اقرار کرتے ہیں۔ (۲) پھر خلیفہ کے لئے کیا مگنجائش ہے کہ وہ ایک انصاری کی بات پر اپنی رائے بدل دیں؟ یا فتحاء کو کیا حق یہو پختا ہے کہ ایک گنام شعر پر بھروسہ کر کے قرآن و سنت کی خلاف ورزی کریں۔

۳ قطع سارق کے متعلق خلیفہ کی رائے:

صفیہ بنت ابی عبید سے مروی ہے کہ ”ابو بکر کے زمانے میں ایک ایسے شخص نے چوری کی جس کا ایک ہاتھ اور ایک پیر کٹا ہوا تھا۔ ابو بکر نے ارادہ کیا کہ ایک پیر کاٹ دیا جائے اور ہاتھ رہنے دیا جائے تاکہ اپنی ضروریات پوری کر سکے اور طہارت کر سکے۔ عمر نے مخالفت کرتے ہوئے کہا: نہیں خدا کی قسم! اس کا دوسرا ہاتھ بھی کاٹ دینا چاہئے۔ یہن کر ابو بکر نے دوسرا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔“ (۳)

اور قاسم بن محمد سے مروی ہے کہ ابو بکر نے اس چور کے پیر کاٹنے کا حکم دیا تھا۔ عمر نے کہا کہ سنت

کے مطابق اس کا ہاتھ کا شناپ ہے۔ (۴)
تعجب ہے کہ خلیفہ کو چور کی سزا انک معلوم۔ جبکہ معاشرتی امن عامہ کے سلسلے میں یہ چیز انجامی ضروری ہے۔ پھر یہ ہے کہ جن صاحب نے اس وقت مشورہ دیا تھا خود اپنے زمانے میں بھول گئے شے۔ (۵)

- ۱- تاریخ ابن عساکر، ح/۲، ص/۳۲۹، نمبر/۱۳۸۲ (ج/۱۳، ص/۹، نمبر/۱۵۲۶)

۲- جمروة خطب العرب، ح/۲، ص/۳۰ (ج/۲، ص/۲۸، نمبر/۳۳) زهر الآداب، قیروانی، ح/را، ص/۸۰ (ج/را، ص/۱۲)

۳- میراث دیوان صوری، ح/را، ص/۳۰؛ دیوان مسیار دبلیو، ح/۲، ص/۱۸۳ (ج/۲، ص/۵۰) الاتحاف سعیب ص/۱۸ (ج/را، ص/۱۲۹) دیوان صوری، ح/را، ص/۹

۴- شنی هیئتی، ح/۸، ص/۲۷۳ و ۲۷۴

۵- شنی هیئتی، ح/۸، ص/۲۷۳؛ کنز العمال، ح/۲، ص/۱۱۸ (ج/۵، ص/۵۵۳، حدیث/۱۳۹۴۸)

۳۔ دادا کے بارے میں خلیفہ کی رائے:

امن عباس، عثمان، ابو سعید اور ابن زیر کہتے ہیں کہ ابو بکر دادا کو باپ کی جگہ پر قرار دیتے ہیں (۱) یعنی دادا کے ہوتے ہوئے بھائی کو میراث نہیں دیتے تھے، جس طرح باپ کے ہوتے ہوئے بھائی بہن کو نہیں دیا جاتا۔

تبہرة علامہ امین:

خلیفہ کی رائے قرآن و سنت کے مطابق نہیں تھی کہ کسی صحابی رسول نے اس پر عمل کیا۔ ان کی زندگی میں کسی صحابی نے دادا کی میراث کے سلسلے میں ان کی سمعوانی نہیں کی۔ جس سے ان کے نظریہ کی تائید ہوتی اور کہا جا سکتا کہ کسی صحابی نے زمانہ ابو بکر میں ان کے نظریہ کی مخالفت نہیں کی۔ (۲) سب سے پہلے حضرت عمر نے بھائی کے ہوتے دادا کو میراث دے دی۔ اس وقت علیؑ اور زید نے کہا: ایسا آپ کو نہیں کرنا چاہئے۔ اس کی تفصیل ہم جلد ششم میں پیش کر چکے ہیں (۳)۔ سب سے پہلے میراث کے معاملے میں عمر ہی نے مخالفت کی۔ مزہ یہ ہے کہ حضرت علیؑ، عمر، عثمان، ابن عمر، زید اور مسعود کے برخلاف بھائی کو میراث دیتے تھے (۴)۔ یہی قول مالک اوزاعی، ابو یوسف اور شافعی وغیرہ کا ہے۔ (۵)

خلیفہ اول کی تائید میں اہل سنت نے جوابات بتائی ہے، اس میں قرآن کی دو آیتیں ہیں۔ کہتے



۱۔ سچ بخاری، باب میراث الحج (ج ۱، ص ۲۷۸) سنن داری، ج ۲، ص ۳۵۲، احکام القرآن بصاص، ج ۱، ص ۹۳ (ج ۱، ص ۸۲) سنن بیعت، ج ۲، ص ۲۲۶؛ تاریخ اخنفاء، ص ۲۵ (ص ۹۰)

۲۔ سچ بخاری، باب میراث الحج (ج ۱، ص ۲۷۸) تفسیر قرطبی، ج ۵، ص ۲۸ (ج ۵، ص ۳۶)

۳۔ سنن داری، ج ۲، ص ۳۵۲؛ سنن الکبری، ج ۲، ص ۲۷۸؛ مسندر ک علمی الحسین، ج ۲، ص ۳۲۰ (ج ۲، ص ۲۷۸)، حدیث ۹۸۳ (۷۷) مصنف عبدالرازاق (ج ۱۰، ص ۲۱۲، حدیث ۱۹۰۵۱)، اجم الادسط، (ج ۵، ص ۱۳۵، حدیث ۳۹۱۲)، بحی الزوابد، ج ۳، ص ۲۲۷؛ کنز العمال، ج ۱، ص ۱۵۰ (ج ۱۱، ص ۵۷، حدیث ۱۱۱۰) شرح نجاح البلاغ، ج ۱، ص ۶۱ (ج ۱، ص ۱۸۱، خطبہ ۳)

۴۔ سچ بخاری (ج ۱، ص ۲۷۸) سنن داری، ج ۲، ص ۳۵۲؛ بدایۃ الحجہ، ج ۲، ص ۲۳۰ (ج ۲، ص ۲۲۲)

۵۔ احکام القرآن بصاص، ج ۱، ص ۹۳ (ج ۱۱، ص ۸۲) تفسیر قرطبی، ج ۵، ص ۲۸ (ج ۵، ص ۳۶)

ہیں کہ دادا کا اطلاق باپ پر ہوتا ہے۔ چنانچہ قرآن میں ہے کہ ﴿مَلَةُ إِبْرَاهِيمَ﴾ ”تمہارے باپ ابراہیم کی امت۔“ یا قرآن میں ہے کہ ﴿هَا بَنِي آدَمُ﴾ ”ایے آدم کے بیٹو!“ ان آتنوں میں دادا کو حقیقی باپ کہا گیا ہے۔ حالانکہ ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ ان آیات سے باپ اور دادا ایک حکم میں نہیں آسکتے۔ کیا آپ نہیں دیکھتے کہ دادی پر ماں اطلاق حقیقی طور سے ہوتا ہے؟ اسے ”ام علیا“ کہا جاتا ہے۔ (۱) لیکن دونوں ایک حکم میں نہیں ہیں۔ ماں کو قرآن و سنت کی روشنی میں ایک تھائی دیا جاتا ہے اور دادی کو چھٹا حصہ۔

اگر خلیفہ جی کی اس رائے میں ذرا بھی وزن ہوتا تو صحابہ اس کی تائید کرتے یا عمل کرتے۔ لیکن کسی صحابہ نے عمل نہیں کیا۔ عمر، حضرت علیؓ اور زید نے مختلف بھی کی داری (۲) نے روایت کی ہے کہ حسن بصری کہتے تھے: دادا کے متعلق بات ختم ہو چکی ہے۔ ابو بکر دادا کو باپ قرار دینے تھے لیکن اب لوگوں کو اختیار ہے، یعنی وہ خلیفہ کی سنت کو چھوڑ کر سنت رسولؐ پر عمل کر سکتے ہیں۔

۵۔ بہتر کے ہوتے ہوئے، کمتر کو حکمران بنانے کے متعلق خلیفہ کی رائے

حلی سیرت نبویہ (۳) میں لکھتے ہیں کہ ابو بکر کی رائے میں بہتر کے ہوتے ہوئے کمتر کو حکمران بنانا جائز تھا اور یہ اہل سنت کے نزدیک صحیح ہے کیونکہ دینی مصلحتوں کے سلسلے میں یہ چیز زیادہ وقوع ثابت ہوئی ہے۔ وہ کمتر شخص معاملات کے انتظام والغرام اور ریعتی خبر گیری کے سلسلے میں زیادہ بہتر ثابت ہوا ہے۔ اصل میں حلی نے ابو بکر، عمر اور ابو عبیدہ کی ذاتی برتری کا ثبوت فراہم کیا ہے۔ حضرت ابو بکر کا قول ہے:

ان میں سے (عمر اور ابو عبیدہ) جس کا تمی چاہے اسکی بیعت کرلو۔

ابو بکر کے قول ”میں تم پر حکمران تو بن گیا ہوں، لیکن تم سے بہتر نہیں ہوں“۔ اس کی صفائی میں

۱۔ تفسیر قرطبی، ج ۵، بیں ۲۸۰ (ج ۵، بیں ۳۶)

۲۔ سنن داری، ج ۲، بیں ۳۵۳۔

۳۔ المسیرۃ الحلبیۃ، ج ۳، بیں ۳۸۶، ج ۳، بیں ۳۵۸۔

باقلانی اپنی کتاب تہذید (۱) میں لکھتے ہیں کہ ممکن ہے وہ سمجھتے ہوں کہ امت کا خیال زیادہ صحیح ہو، کیونکہ اہل سنت دلیل دیتے ہیں کہ مفضول کی امامت بعض حالات میں جائز ہے، فاضل اور بہتر کو روک دیا جائے گا۔ اسی لئے ابو بکر نے انصار سے کہا کہ میں نے عمر اور ابو عبیدہ کو پسند کیا ہے، ان میں سے جس کی چاہے بیعت کرو۔ حالانکہ وہ جانتے تھے کہ ابو عبیدہ ان سے افضل نہیں ہیں، عثمان و علی بھی ان سے افضل ہیں۔ لیکن چونکہ ابو بکر نے دیکھا کہ ان پر سب کا اجماع ہے اور فتنہ دب رہا ہے، اس لئے خلافت قبول کر لی۔

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ خلافت کے بارے میں ہم شیعوں کی رائے ہے کہ نبوت کی طرح امامت بھی الہی منصب ہے۔ فرق یہ ہے کہ رسول نُشریح اور وحی الہی سے مخصوص ہوتا ہے اور خلیفہ کی شان یہ ہوتی ہے کہ وہ شریعت کی تبلیغ و پیمان کے فرائض انجام دیتا ہے، مجمل کی تفصیل کرتا ہے، الہی باتوں کی تفسیر کرتا ہے، کلمات کو مصادیق کے مطابق بیان کرتا ہے، جس طرح نبی تحریل قرآن کے لئے جنگ کرتا ہے، خلیفہ تاویل قرآن کے لئے جنگ کرتا ہے۔ (۲) اس کے علاوہ جو باشیں نبی موقع نہ ہونے یا لوگوں کے آمادہ نہ ہونے کی وجہ سے ظاہر و واضح نہیں کرتا، اسے خلیفہ ظاہر و واضح کرتا ہے۔ اس کے علاوہ بہت سی باتیں ہیں، یہ تمام باتیں لطف الہی ہیں جو خدا کی طرف سے ہندوؤں پر قرب طاعت و بعد معصیت کے سلسلے میں لازم ہیں۔ اسی لئے انہیں خلق کے بندگی کا مطالبہ کیا اور جو کچھ نہیں جانتے تھے انہیں بتایا۔ انہیں جانوروں کی طرح نہیں چھوڑ دیا کہ وہ کھائیں اور اپنی آرزوؤں میں مست رہیں بلکہ انہیں اپنی معرفت کے لئے خلق کیا ہے تاکہ اس راستے وہ خوشنودی خدا حاصل کر سکیں اور انہیاء اور کتابوں کو بحیثیج کر اور وحی نازل کر کے یہ راہ آسان بنائی۔ چونکہ نبی کی زندگی رہتی دنیا تک نہیں ہوتی تھی، اور نہ وہ ہمیشہ زندہ رہنے

۱۔ التہذید، ج ۱۹۵، ص ۱۹۵۔

۲۔ اس کی طرح غیرہ اسلامی علماء نے یوں اشارہ کیا ہے: ”جب آپ نے اصحاب سے مخاطب ہو کر فرمایا تھا کہ تمہارے درمیان وہ ہے جو تاویل قرآن پر اسی طرح بحکم کرے گا، جس طرح میں تحریل قرآن پر جنگ کر رہا ہوں، تو ابو بکر نے پوچھا تھا کہ وہ میں ہوں یا رسول اللہ ﷺ آپ نے جواب دیا: نہیں! عمر نے پوچھا: میں ہوں؟ حضرت نے جواب دیا: نہیں! اس سے مراد ہے جو جو تباہ ناک رہا ہے۔ اس وقت حضرت نے علیؑ کو اپنی جو تباہ ناکے کے لئے دی تھیں۔“ ملاحظہ فرمائیے! المسدر رک علیؑ الحسین (ع) ج ۲، ص ۱۳۲، حدیث رواہ ابن حجر رواہ ابن حجر (ج ر ۹، ص ۱۳۲) مزید تفصیل آگے بیان ہوگی۔

والے تھے۔ لیکن ان کی شریعت زیادہ عرصے باقی رہنے والی ہوتی تھی، اسی طرح خاتم النبیینؐ کی شریعت رہتی دنیا تک باقی رہنے والی ہے۔

اس نے رسولؐ کے انتقال کے بعد جن؟ کی تحریک نہیں ہو سکی ہے یا جن شرعی احکام کی تبلیغ نہیں ہو سکی ہے یا جن احکام کی تبلیغ کے سلسلے میں مصلحت تاخیر کا مطالبہ کرتی ہے، ان باتوں کے سلسلے میں امت کو یوں ہی چھوڑ دینا معقول ہے۔ خدا پر لازم ہے کہ اپنی شریعت کی تحریک و تبلیغ کا بندوبست کرے۔ مخدودوں کے شہادات ختم کرنے، چہالت کا قلع قلع کرنے، دشمنان دین کو تواریخ سے ختم کرنے اور امت کو زبان وہا تھکی کیجئی سے باز رکھنے کا بندوبست کرے۔ ظاہر ہے کہ یہ بات عنایت پروردگار سے بعید ہے کہ امت کو بے مہار چھوڑ دے گا، ان کے خیر و سعادت کا انتظام خدا پر لازم ہے۔ اس نے کچھ ایسی ذوات مقدسه کو منتخب فرمایا جو بار رسالت کو جانشین کی حیثیت سے اٹھا سکیں۔ ان کی خلافت و جانشینی کا زبان رسولؐ سے اعلان کر دیا تاکہ امت بے مہار نہ رہ جائے۔ کیا آپ نے عبد اللہ بن عمر کو نہیں دیکھا جو اپنے باپ سے کہتے ہیں کہ لوگ چہ چا کر رہے ہیں کہ آپ کسی کو اپنا جانشین نہیں بنانا چاہتے۔ اگر کوئی چہ وہا چوپا یوں کے رویوں کو بغیر تکہلان کے چھوڑ کر چلا جائے تو آپ اس رویوں کے زیان کا الزام عائد کریں گے۔ حالانکہ آدمیوں کا معاملہ جانور سے زیادہ اہم ہے۔ اگر آپ خدا سے ملاقات کریں گے تو کیا جواب دیں گے؟ (۱) عائشہ نے بھی ابن عمر سے یہی کہا: پیشا! امیر اسلام عمر کو یہ وہ خدا دینا اور ان سے کہنا کہ امت کو بغیر چہ رہا ہے کہ نہ چھوڑیں، کسی کو جانشین ضرور نہ مزد کر دیں کیونکہ مجھے ان کے بعد قتنہ پیدا ہونے کا اندیشہ ہے۔ (۲) عبد اللہ بن عمر کا اپنے باپ سے ایسا یہی ایک اور مفہوم نقل کیا گیا ہے۔ (۳) اور یہ معاویہ بن ابی سفیان اسی مسلم حکم عقلی کے تحت استدلال کر کے یزید کی بیعت لے رہے ہیں اور وہ کہتے ہیں: مجھے

۱- سنن تیہی، ج ۸، ص ۱۳۹؛ صحیح مسلم (ج ۲، ص ۱۰۲، حدیث ۱۷، کتاب الامر) ابن حوزی کی سیرہ عمر، ص ۱۹۰ (ص ۱۹۵)

۲- ریاض النظر، ج ۲، ص ۲۷ (ج ۲، ص ۲۵۳) حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۲۳؛ حیی البری، ج ۱۲، ص ۱۷ (ج ۱۳)، ص ۲۰۶ (ص ۲۰۴)

۳- الامامة والسياسة، ج ۱، ص ۲۲۲ (ج ۱، ص ۲۸۰)

۴- طبقات ابن سعد، ج ۲، ص ۲۲۹ (ج ۲، ص ۲۲۳)

ذر ہے کہ امت محمدؐ کو اپنے بعد یوں چھوڑ جاؤں جیسے بغیر چہ دا ہے کے رویہ۔ (۱)

سوال یہ ہے کہ یہی مسئلہ دلیل عقلی رسول اعظمؐ کے سلطے میں بھی استدلال کیوں نہیں کی جاتی کہ آپ نے امت کو بغیر کسی جانشین کے نہیں چھوڑا ہوگا! مجھے نہیں معلوم... اور یہ بھی جائز نہیں کہ جانشین رسولؐ کے انتخاب کا معاملہ امت کے حوالہ یا اربابِ حل و عقد کے حوالے کر دیا جائے، کیونکہ عقل سالم کا فیصلہ ہے کہ جانشین رسولؐ کو بالکل رسولؐ کی طرح عصمت اور روحانی تقدس سے آراستہ ہونا چاہئے تاکہ وہ خواہشاتِ نفسانی سے دور رہے۔ اس کے پاس ایسا علم ہونا چاہئے کہ احکام خداوندی سے بھکنے کا اندیشہ نہ رہے۔ اس صورت حال میں غیب کی باتوں سے ناواقف امت اگر کسی کو منتخب کرے تو اس سے محض غلطی ہی کاممکان ہے۔ چنانچہ حضرت موسیؐ نے ہزاروں ہزار میں سے ستر کو منتخب فرمایا اور جب وہ میقاتات میں پھیوئے تو پہلی خداوندیہ افراد نامحقول بات کہنے لگے کہ ہم خدا کو ظاہر بظاہر دیکھنا چاہئے ہیں۔ پھر بھلا بازاری اور مادہ پرست لوگ کسی کو منتخب کریں گے تو وہ ان سے بہتر کیسے ہو جائے گا؟ ظاہر ہے کہ وہ بھی انہیں کی طرح ہوگا، جو انہیں جاہی کے گھاث لگادے گا، خود نادانتہ طور پر گناہ میں بٹتا ہوگا، سوال کا صحیح جواب نہ دے گا۔ جو منہ میں آئے گا کہے گا۔ نتیجہ میں وہ امت معاویہ اور زیدیہ ہے اور لوگوں کی بیعت پر مجبور ہو جائے گی۔ اسی وجہ سے خدا نے مہربان نے انتخابِ خلیفہ کا اختیار بندوں کو نہیں بخشائے کیونکہ انہیں ظلم و جہول پیدا کیا ہے۔ ”آگاہ ہو جاؤ! خدا ہمیں جانتا ہے، جسے پیدا کیا ہے اور وہ مطیف و نجیر ہے اور تھا را پروردگار جسے چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور منتخب کرتا ہے۔ بندوں کے ہاتھ میں اختیار نہیں دیا ہے۔ کسی مومن یا مونہ کے لئے مناسب نہیں کہ جب خدا کسی بات کا فیصلہ کر لے تو وہ معاملات میں خود مختار ہو جائیں اور جس نے خدا اور رسولؐ کی نافرمانی کی، وہ واضح گمراہی میں بٹتا ہو گیا۔“

خود رسولؐ نے بھی ابتدائی زمانے ہی سے اس کا اعلان کر دیا تھا۔ جب قبلہ کو دین کی دعوت دی تو بنی عامر کے قبیلے نے دعوت قبول کی۔ اس میں سے ایک شخص بولا: کیا ہماری اجتماع کے بعد جب دین استوار ہو جائے گا، مخالفتیں ختم ہو جائیں گے تو آپ کے بعد اس میں ہمارا بھی حق ہو گا؟ رسول خدا نے

۱۔ تاریخ طبری، ج ۶، ص ۲۰۷ (ج ۵، ص ۳۰۳، حادیث ۵۶۲) الامامت والسياسة، ج ۱، ص ۱۵۱، (ج ۱، ص ۱۵۹)۔

فرمایا: یہ امر خدا ہے، وہ جسے چاہے گا تھیں فرمادے گا۔ (۱)

لوگوں کو انتخاب کا اختیار کیسے دیا جاسکتا ہے جبکہ ان کے اغراض و مقاصد جداً عادی و میلانات الگ الگ اور خواہشات متفرق ہیں۔ انتخاب کے سلسلے میں ان اختلافات و افتراقات کے نظائر دیکھنے میں آئیں گے، گروہ بندیاں اور شخصیت پرستیاں ابھر کر سامنے آئیں گی۔ یہ چیز انسانیت کے اول ایام سے منظر عام پر آچکی ہیں۔

یہ انتخاب اول روز ہی سے کا فکار رہا، حرستوں کا زیان، حقوق کی پامالی اور حقائق کا تیارا نچہ ہوتا رہا۔ نتیجہ میں جن کا کوئی اخلاق نہیں تھا اور جن کی کوئی حیثیت نہیں تھی، وہ بھی حقدار خلافت بن گئے۔ دلال، گورکن، آزاد کرده، شرابی و جواری کبھی خلافت کی لائیں میں دیکھے جاسکتے ہیں۔ بندگان خدا کو غلام بنایا، مال خدا کو فضیلت سمجھا اور کتاب خدا کے ساتھ دغا کر کے دین خدا کو بدلت دیا۔

ان تمام یا توں کا نتیجہ یہ لکھتا ہے کہ خلیفہ کو تمام امت سے افضل ہونا چاہئے، کیونکہ اگر اس کے عہد میں لوگ اس کی فضیلتوں کے ہم پا یہ ہوں گے یا بہتر ہوں گے تو ترجیح بلا منرح لازم آئے گی اور؟ ماری جانے لگے گی یعنی یہ کہ اگر امام فضیلت میں کم ہو تو ممکن ہے کہ داش و بصیرت کے رخصے عظیم فتنہ پیدا ہو جائے۔ زیادہ عالم کو کم کاحتاج ہونا پڑے۔

اس لئے جانشین رسول گور سول کے مثل ہونا چاہئے تاکہ لوگ اس سے استفادہ کریں اور وہ دین کی استواری کے لئے کوشش ہو، لوگوں کی اصلاح کرے، بیہود گیوں کا قلع قلع کرے۔ اس بنیاد پر خلیفہ کا افضل ہونا ضروری ہے۔

”تم کہہ دو کہ کیا عالم و جاہل برابر ہیں؟ تم کہہ دو کیا اندھا اور بیٹا برابر ہو سکتا ہے؟ کیا تاریکی و روشنی یکساں ہے؟ کیا وہ شخص جو حق کی ہدایت کرتا ہے، اس کی چیزوں میں مناسب ہے یا اس کی جو بغیر را

۱۔ سیرۃ ابن حشام، ج ۲، ص ۳۲ (ج ۲، ص ۶۰) الروض الانف، ج ۱، ص ۲۴۲ (ج ۲، ص ۲۴۳) بہجۃ المخالف، ج ۱، ص ۱۳۸؛ السیرۃ الحلبیۃ، ج ۲، ص ۲۳؛ سیرۃ زینی دحلان، ج ۱، ص ۳۰۲ (ج ۱، ص ۱۳۷) مطبوع بر حاشیہ سیرۃ حلبیۃ: حیاة محمد، ص ۱۵۲ (ص ۲۰۱، ۲۰۲)؟ تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ کیسے فیصلے کرتے ہو؟“

جمهور کے نزدیک خلافت

اہل سنت کے نزدیک ہمارے تنقید کردہ نقطہ نظر سے الگ، خلافت ایک دوسری ہی چیز ہے۔ ان کے خیال میں خلیفہ ایک تہبیان کی حیثیت سے ہوتا ہے، جو چور کے ہاتھ کا ناتا ہے، قاتل سے قصاص لیتا ہے، سرحدی حفاظت اور اس کا ذمہ دار ہوتا ہے، اس کا بد کرداری سے پاک ہونا ضروری نہیں، اس کی فاحش حرکات پر انکلی نہیں انخانی جاسکتی، نہ جہالت پر غیب لگایا جاسکتا ہے، اسے شریفانہ اخلاق سے آراستہ ہونا بھی ضروری نہیں۔

باقلانی تمہید (۱) میں کہتے ہیں:

باب: ”ایسے امام سے گفتگو جس سے پیان باندھنا لازم ہوتا ہے۔“ اگر کوئی کہے کہ بتاؤ تمہارے نزدیک اس امام کی صفت کیا ہے جس سے پیان باندھا جاتا ہے؟ تو جواب دیا جائے گا کہ اس میں مندرجہ ذیل صفات ہونے چاہئے:

”وہ قریشی ہو، اسے اس قدر علم ہو کہ مسلمان کے درمیان فیصلہ کر سکے، جنکی امور میں بصیرت رکھتا ہو، فوجی انتظام کر سکے، سرحدی تحفظ اور مکملی وقوفی حفاظت کر سکے، ظالم سے انتقام اور مظلوم سے بدلہ لے سکے اور اسی سے متعلق دوسری مصائب۔“

اور یہ کہ وہ اقامۃ حدود کے سلسلے میں زمی یا جانبداری کا مظاہرہ نہ کرے، نہزادینے میں بے تابی نہ ہو، وہ علم و دانش جیسے صفات میں برتری رکھتا ہو؛ لیکن کوئی عارضی مرحلہ در پیش ہو تو بہتر کے بجائے کمتر کو ترجیح دے دے اور ضروری نہیں کہ وہ مخصوص بھی ہو، نہ غیب کا علم رکھتا ہو اور نہ قوم میں سب سے بڑا بہادر ہو، نہ صرف نبی ہاشم سے تعلق رکھتا ہو۔

آگے لکھتے ہیں: اگر کہا جائے کہ کیا اس کے علم کی قوم کو احتیاج ہونی چاہئے تو تم کہیں گے نہیں کیونکہ وہ اور اس کے علاوہ دوسرے مسلمان علم شریعت کے معاملے میں برابر ہیں۔ اگر کہا جائے کہ پھر

امام کیوں بنایا جائے؟ تو جواب دیا جائے گا کہ میرے متذکرہ بیان کی روشنی میں فوجی انتظام، سرجدی حفاظت، ظالم سے انتقام اور مظلوم کی دادرسی، اقامتِ حدود، مال غنیمت کی تقسیم وغیرہ کے لئے اگر یہ فرائضِ انجام نہیں دیتا تو قوم کو چاہئے کہ اسے راہ راست پر لا کیں اور واجبی مواد خذہ کریں۔

آگے لکھتے ہیں کہ جمہور اور اصحاب حدیث کا فیصلہ ہے کہ امام اپنی بدکرواری و ظلم کی وجہ سے معزول نہیں ہوتا۔ ہر چند وہ مال غصب کرے، لوگوں کی جان سے کھیلے، حقوق ضائع کرے، حدود معطل کرے۔ ان متذکرہ غلطیوں پر بھی اس کے خلاف بغاوت نہیں کی جاسکتی، بلکہ اسے سمجھانا بھانا چاہئے، ڈرانا چاہئے، اس سلسلے میں رسول خدا اور صحابائے کرام سے بہت سی حدیثیں مروی ہیں کہ ہر حال میں امام کی اطاعت واجب ہے، چاہے وہ ظلم و تم کرے، چاہے لوگوں کی غارت گرفی کرے۔ حدیث رسول ہے: امام کی بات سنو اور اطاعت کرو، چاہے وہ بندۂ اجدع ہی ہو، بندۂ جبشی ہو اور ہر نیک و بد کار کے پیچے نماز پڑھو۔ یہ بھی روایت ہے کہ رسول نے فرمایا: امام کی اطاعت کرو چاہے وہ تمہارا مال چھین لے، تمہاری پیٹھ تؤڑے اور قیام نماز کے سلسلے میں اس کی اطاعت کرو۔ اس مفہوم کی بہت سی حدیثیں مروی ہیں۔

اور پھر آگے لکھتے ہیں: اور یہ بھی لازم نہیں کہ اگر دوسرا افضل شخص دستیاب ہو جائے تو اس مفضول امام کو معزول کر دیا جائے اور فاضل کو امام بنادیا جائے۔ اگر شروع یعنی میں فاضل موجود ہو تو مفضول کے بجائے فاضل کو بنایا جائے گا۔ کیونکہ دینی معاملے میں فضیلت کی زیادتی اثر انداز نہیں ہوتی، نہ اسے معزول کیا جائے گا۔ چنانچہ ہمارے اصحاب تفہیم ہیں کہ بدکرواری کی وجہ سے امام کو معزول نہیں کیا جائے گا۔ (۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ باقلانی کی تائید میں بہت سی روایات ہیں کہ اگر امام بدکروار اور بے ایمان ہو لیکن ہر حال میں اس کی اطاعت لازم ہے۔

ایک حدیث حدیفہ سے ہے کہ رسول نے فرمایا کہ میرے بعد ایسے خلفاء ہوں گے، جو میری ہدایت کی طرف ہدایت نہ کریں گے۔ نہ میری سنت کے مطابق عمل کریں گے۔ وہ آدمی کے پیکر میں

شیطانی دل رکھتے ہوں گے۔ (۱)

دوسری حدیث عوف سے ہے کہ جس میں یک وبد ااموں کی تعریف ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ و آله وسلم نے فرمایا:؟ (۲)

تیسرا حدیث سلمہ بن یزید سے ہے کہ رسول نے فرمایا: غاصب ااموں کی ہر حال میں اطاعت کرو، ان کا گناہ ان کے سر اور تمہارا گناہ تمہارے سر۔ (۳)

چوتھی حدیث مقدمام سے ہے کہ اس میں بھی یہی مفہوم بیان کیا گیا ہے۔ (۴)

پانچویں روایت عمر کا قول ہے: اے ابو امیہ! شاید تم میرے بعد زندہ رہو، تو ہر حال میں امام کی اطاعت کرتے رہو، چاہے وہ غلام بھی ہی ہو، اگر وہ مارے تو صبر کرو اور اگر کوئی حکم دے تو ثابت قدم رہو، تمہیں محروم رکھے تو صبر کرو، ظلم کرے تو صبر کرو۔ اگر تمہارے دین کو نقصان پہنچائے تو تب بھی کہو کہ میں دل و جان سے آپ کی اطاعت کرتا ہوں، میری جان آپ کے حوالے ہے، دین نہیں۔ (۵)

انہیں احادیث کی بنیاد پر محمد شین نے ابواب قائم کر کے والیان امر کی ہر حال میں اطاعت کی نیشان دہی کی ہے۔ فقیاء نے فتوے دیئے ہیں کہ ان کے خلاف بغاوت حرام ہے۔ متكلّمین کہتے ہیں کہ ان کے فتن و ظلم کے باوجود انہیں معزول نہیں کیا جائے گا، چاہے حقوق معطل ہوں، صرف وعظ و تقویف سے کام لیا جائے گا۔ (۶)

علامہ امیٰ فرماتے ہیں: پھر عائشہ و طلحہ و زبیر اور ان کے جرگے جنہوں نے امیر المؤمنین کے خلاف بغاوت کی، آخر کیا عذر رہ جاتا ہے؟ مان لیا کہ علیؑ نے قاتلان عثمان کو پناہ دی اور سماز اللہ حددود معطل

۱۔ صحیح مسلم، ج ۷، ص ۱۱۹ (ج ۷، ص ۱۲۳، حدیث ۵۲، کتاب الامر) سنن بیہقی، ج ۸، ص ۱۵۷۔

۲۔ صحیح مسلم، ج ۷، ص ۱۲۲ (ج ۷، ص ۱۲۹، حدیث ۲۶۰، کتاب الامر) سنن بیہقی، ج ۸، ص ۱۵۹۔

۳۔ صحیح مسلم، ج ۷، ص ۱۱۹ (ج ۷، ص ۱۲۲، حدیث ۳۹) اسد الغافر (ج ۵، ص ۳۹۳، نمبر ۵۵۵) سنن بیہقی، ج ۸، ص ۱۵۸۔

۴۔ سنن بیہقی، ج ۸، ص ۱۵۹۔

۵۔ سنن بیہقی، ج ۸، ص ۱۵۹۔

۶۔ نووی کی شرح صحیح مسلم مطبوع بر حاشیہ ارشاد الساری، ج ۷، ص ۲۳۶ (ج ۱۲، ص ۲۲۹)

کئے۔ کیا اس؟ امت نے ان احادیث پر عمل کیا؟ میں نہیں جانتا۔

تفصیل اپنی شرح مقاصد (۱) میں لکھتے ہیں کہ امام کا ہاشمی ہوتا یا برائیوں سے پاک ہونا یا افضل ہونا ضروری نہیں ہے۔ آگے لکھتے ہیں کہ اگر امام مر جائے اور کسی ایسے کو جائشیں بنادیا جائے جس میں بیعت کے علاوہ شرائط اخلاق و قہر و غلبہ پایا جائے تو بیعت منعقد ہو جائے گی۔ اسی طرح گردہ بدکار اور جامل ہوتا علی الاظہر خلیفہ مان لیا جائے گا۔ اسی طرح امام کی اطاعت واجب ہے، جب تک کہ وہ حکم شریعت کے خلاف عمل نہ کرے، چاہے وہ عادل ہو یا ظالم ہو۔

قاضی ایجی موافق (۲) میں لکھتے ہیں کہ امامت کا اہل وہ شخص ہے جو اصول و فروع میں مجتہد ہو تاکہ امور دین قائم ہو سکیں، حکومت کے معاملے میں صاحب رائے ہو، بہادر ہوتا کہ ملکت کی حفاظت کر سکے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ ان صفات کی کوئی ضرورت نہیں ہے کیونکہ اگر ان صفات کا آدمی نہ ملتے تو شرائط عبشت ہوں گے یا طاقت سے زیادہ تکلیف بروگی۔ اس کی وجہ سے مفاسد پیدا ہوں گے، ہاں اسے عادل ہونا چاہئے تاکہ ظلم نہ کرے، مصالح میں تصریفات کے لئے عقینہ ہو، بالغ ہو، مرد ہو کیونکہ عورتیں دین و عقل کی ناقص ہوتی ہیں، آزاد ہو کسی آقا کی خدمت نہ کرتا ہو، حقارت کی وجہ سے گناہ میں جتلنا ہو۔ یہ صفات اجتماعی طور سے شرائط امامت ہیں۔

کچھ اور بھی شرائط بیان کی گئی ہیں، جن کی اہل سنت مخالفت کرتے ہیں، وہ قریشی ہو، ہاشمی ہو، (یہ شیعوں کی شرط ہے) تمام مسائل دین کا عالم ہو، (یہ بھی شیعوں کی شرط ہے) اس کے ہاتھ سے محرمات کا ظہور ہوتا ہو، (یہ غالیوں کی شرط ہے)۔

آخر تین شرطوں کو ہم نہیں مانتے کیونکہ ابو بکر میں یہ شرطیں نہیں پائی جاتی تھیں۔ شیعوں اور اسماعیلیوں نے امام کی شرط عصمت بھی بیان کی ہے، یہ بھی باطل ہے کیونکہ متفقہ طور پر بھی کہتے ہیں کہ ابو بکر میں عصمت نہیں پائی جاتی تھی۔

۱۔ شرح المقاصد، ج ۲۲، ص ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳ (ج ۵، ص ۲۲۲)

۲۔ المواقف (ص ۳۹۸)

مطابع الانظار، ص ۳۷۰ (۱) میں ابوالثاء کہتے ہیں کہ صفات امام نو ہیں: ”اصول و فروع میں مجتہد، صاحب رائے اور مدرس، شجاع و قوی القلب جو جنگ سے بھاگے نہیں، سزادینے میں بزرگی نہ دکھاتے نہ تہور ہو کہ لوگوں کو مہا لک میں جھوک دے، عادل ہو کہ لوگوں کی جان و مال کا زیان نہ ہو، عظیم ہو، بالغ ہو، مرد ہو، آزاد ہو، قریشی ہو۔ اس میں عصمت کا ہونا ضروری نہیں ہے جیسا کہ شیعوں اور ائمہ علییوں کا عقیدہ ہے کیونکہ ابو بکر میں عصمت نہیں تھی۔

امامت کیسے قائم ہوتی ہے...؟

قاضی عضد المواقف (۲) میں لکھتے ہیں کہ امامت نص رسول سے ثابت ہوتی ہے یا سابق امام کی واضح تصریح سے، یا ارباب حل و عقد کی بیعت سے، برخلاف شیعوں کے۔ وہ اس کے قائل نہیں لیکن ابو بکر کے معاملے میں ارباب حل و عقد کی بیعت سے ثبوت فراہم ہوتا ہے اور جب یہ بات معلوم ہو گئی کہ امامت بندوں کی اختیاری چیز ہے تو اب سمجھ لیتا چاہئے کہ اس کے لئے اجماع شرط نہیں۔ کیونکہ اجماع کے لئے عقلی و روایتی دلیل نہیں ہے بلکہ ایک یادوآدمی ہی کسی کی بیعت کر لیں تو کافی ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ ابو بکر کی بیعت صرف عمر نے کی اور عثمان کی بیعت صرف عبدالرحمن نے کی۔ یہاں تو مددینے والوں کا ہی اجماع نہیں تھا، تمام امامت کا اجماع تو دور رہا۔ میری اس بات پر تمام اہل سنت کا اتفاق ہے۔ اس کی تائید شریف جرجانی، حسن چلپی، مسعود شیر وانی وغیرہ نے کی ہے۔ (۳)

ماوری احکام سلطانیہ (۴) میں لکھتے ہیں کہ انعقاد امامت کے سلسلے میں علماء کے نظریات مختلف ہیں۔ کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ جمہور اہل حل و عقد تمام شہروں کے لوگوں کی رائے معلوم کر لیں، اس طرح اس کی امامت اجتماعی طور سے مان لی جائے۔ یہ نظریہ خلافت ابو بکر کی تردید کرتا ہے کیونکہ تمام لوگوں کی

۱۔ مطابع الانظار، ص ۳۷۰۔ ۲۔ المواقف (ص ۳۹۹)

۳۔ شرح المواقف، ج ۲، ج ۲، ص ۲۶۷، ۲۶۵ (ج ۸، ص ۳۵۲)

۴۔ الاحکام السلطانیہ، ج ۲، ص ۲۰۶ (ج ۲، ص ۲۷)

رائے کا خیال نہیں کیا گیا ہے۔

دوسرा گروہ کہتا ہے کہ کم از کم پانچ لوگوں کے اجماع سے امامت طے پاجاتی ہے کہ چار آدمی کسی ایک سے راضی ہو جائیں۔ ان کے دو استدلال ہیں:

۱۔ بیعت ابو بکر پانچ آدمیوں سے طئے پائی پھر باقی لوگوں نے انہیں کی پیروی کی۔ عمر، ابو عبیدہ،

اسید، بشر و سالم۔

۲۔ حضرت عمر نے چھ آدمیوں کی شوریٰ بنائی کہ پانچ کسی ایک پر متفق ہو جائیں۔

یہ نظریہ اکثر فقهاء کا ہے اور کوئے والے کہتے ہیں کہ تین میں سے دو کسی ایک پر متفق ہو جائیں تو امامت قائم ہو جاتی ہے۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ ایک سے بھی قائم ہو جاتی ہے، چنانچہ عباس نے علی سے کہا ہاتھ بڑھا کر بیعت کروں پھر کوئی مخالفت نہ کرے گا۔ چونکہ یہ حکم ہے اور حکم نافذ ہوتا ہے۔

جو نبی (۱) کہتے ہیں کہ سمجھو لو کہ امامت میں اجماع شرط نہیں ہے، بلکہ اگر اجماع نہ بھی ہو تو امامت قائم ہو جاتی ہے۔ دلیل یہ ہے کہ جیسے ہی ابو بکر کی بیعت ہوئی، وہ مسلمانوں پر احکام نافذ کرنے لگے۔ دوسری جگہ بات چیزیں کا ذرا بھی خیال نہ کیا اور نہ ستی دکھانی کہ کہیں صحابہ کو معلوم ہو جائے اور وہ انکار کی آواز بلند کر دیں۔ جب یہ ثابت ہے تو عدد کے بجائے کسی ایک شخص سے جو صاحب حل و عقد ہو، امامت قائم ہو جاتی ہے۔

ابن عربی مالکی (۲) بھی کہتے ہیں کہ امامت کے سلسلے میں تمام لوگوں کی رضا مندی ضروری نہیں ہے، بلکہ دو اور ایک کی رضا سے بھی منعقد ہو جاتی ہے۔

قرطبی (۳) کہتے ہیں کہ اگر ایک صاحب حل و عقد بھی بیعت کر لے تو امامت ثابت ہو جاتی ہے۔ لیکن بعض لوگ کہتے ہیں کہ ارباب حل و عقد کی جماعت سے امام بنتا ہے۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ عمر نے ابو بکر کی بیعت کی اور کسی ایک نے بھی مخالفت نہ کی۔

۱۔ الارشاد، ج ۲۲۹، ص ۳۵۷ (ص ۲۲۹)

۲۔ تفسیر قرطبی، ج ۱، ص ۲۲۰ (ج ۱، ص ۱۸۶)

۳۔ شرح صحیح ترمذی، ج ۱۲، ص ۲۲۹

امام ابوالعلی بھی کہتے ہیں کہ ایک شخص کی؟ سے بھی امامت قائم ہو جاتی ہے۔ اس بیعت کا خلع قطعی جائز نہیں۔ جب تک کوئی بدعت یا تغیر امر نہ دیکھا جائے اور یہ مجھ علیہ بات ہے۔
علامہ امین قرماتے ہیں:

ابن عمر، اسامہ، سعد بن ابی وقار، ابو موسیٰ اشعری، ابو سعید الانصاری، حسان، مغیرہ، محمد بن مسلم اور دوسرے وہ لوگ جو عثمان کی طرف سے گورز تھے، ان لوگوں نے حضرت علیؑ کی بیعت سے روگردانی کی۔ جبکہ تمام امت نے حضرت علیؑ کی خلافت پر اجماع کر لیا تھا۔ آخر یہ لوگ کیا عذر پیش کریں گے؟ آخر وہ لوگ جنہوں نے حضرت علیؑ کے ساتھ جگ کرنے میں تاثیر کی اور اطاعت سے ہاتھ کھینچا، وہ لوگ کیا عذر پیش کریں گے؟ حالانکہ یہ معروف صحابہ تھے۔ صرف علیؑ سے الگ ہونے کی بنا پر ان کا نام مخزلہ پڑا۔ (۱)

خلافت کے متعلق خلیفہ ثانی کی رائے:

عبد الرحمن ابن ابی زبی سے مردی ہے کہ عمر نے کہا: خلافت کا حق بدریوں کا ہے، جب تک ایک بھی بدری زندہ رہے، پھر احمد والوں کا ہے، پھر اس طرح غزوات رسول اللہ ﷺ میں شریک افراد کا حق ہے؛... اس خلافت میں طبیق، ابن طبیق یا فتح مکہ کے موقع پر اسلام لانے والوں کا کوئی حق نہیں، (۲) یہ خلافت کبھی اصلاح پذیر نہ ہوگی اگر آزاد کر دے لوگوں کے؟ ہو جائیں یہ بھی کہا کہ میں خلافت کو سالم اور ابو عبیدہ کے حوالے کرتا، اگر وہ زندہ ہوتے تو کبھی شوریٰ قائم نہ کرتا (۳)

۱۔ المسند رک علی الحسنین، ج ۲، ص ۱۱۵ (ج ۲، ص ۱۲۲، حدیث ۲۵۹۶) تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۵۵ (ج ۲، ص ۳۲۱، حدیث ۲۵۷) تاریخ کامل، ج ۲، ص ۸۰ (ج ۲، ص ۲۰۲، حدیث ۲۵۷) تاریخ ابی الفداء، ج ۱، ص ۱۱۵ (۱۷۱)

۲۔ طبقات ابن سعد ج ۲، ص ۲۲۸ (ج ۲، ص ۲۲۲)

۳۔ طبقات ابن سعد ج ۲، ص ۲۲۸ (ج ۲، ص ۲۲۲) الحمید بالقلانی، ص ۲۰۳، استیحاب ج ۲، ص ۱۶۵ (اقسم الثانی، ص ۵۶۸) نمبر ۸۸۱) طرح المتریب ج ۱، ص ۳۹، اسد الغائب ج ۲، ص ۲۲۶ (ج ۲، ص ۳۰۸) نمبر ۱۸۹۲

جب وہ زخمی ہو گئے تو کہا: اگر علیٰ کے حوالے اس خلافت کو کر دیا جائے تو وہ لوگوں کو سیدھی راہ پر چلا سیں گے۔ ابن عمر نے پوچھا: پھر انہیں کے حوالے کیوں نہیں کر دیتے؟ جواب دیا کہ مجھے یہ بات پسند نہیں کہ اس کی خلافت کا بوجھ زندہ حالت میں اٹھاؤں اور مرنے کے بعد بھی۔ (۱) ایک بار کہا کہ اگر عثمان کو حکمران بنادوں تو وہ بی بی کو لوگوں کی گردنوں پر مسلط کر دیگا، مخددا! اگر ایسا کروں تو وہ ایسا کرے گا اور اگر ایسا کرے گا تو لوگ اس کی گردن اڑا دیں گے۔ پوچھا گیا: اور علیٰ؟ جواب دیا: وہ بزدل ہیں۔ (بائے رے ناعاقبت اندیشی شاید وہ بدرا، احد و حسین اور خبیر کی داستانیں بھول گئے تھے۔) پوچھا: طلو؟ جواب دیا: وہ خود پسند ہے۔ پوچھا گیا: زیر؟ کہا: وہ یہاں نہیں ہے۔ پوچھا گیا: سعد؟ کہا: وہ بہادر اور مضبوط ہے۔ پوچھا: ابن عوف؟ جواب دیا: اس میں تنک نظری ہے اور خلافت اسی کا حق ہے جو بغیر فضول خرچی کے عطا کرے اور بغیر مغلی کے پیسہ بچائے۔ (۲)

عمر کی ان باتوں میں جس طرح عقل و منطق کا تیباہ نجح کیا گیا ہے، ہم انہیں باوقار طور پر نظر انداز کر کے گذرے جاتے ہیں۔ ابن عباس سے عمر نے پوچھا: سمجھ میں نہیں آتا، امت محمدؐ کے ساتھ کیا کروں؟ یہ بات زخمی ہونے سے قبل کی ہے۔ ابن عباس نے کہا: بلا وجہ آپ فکر مند ہیں، آپ تو بہتر جانتے ہیں کہ کے خلیفہ بنانا چاہئے؟، عمر نے کہا: کیا تمہارے ساتھی کو، یعنی علیٰ کو؟ ابن عباس نے کہا: ہاں! ان میں رسولؐ کی قرابت ہے، ان کے داماد ہیں، سب سے پہلے اسلام لائے، حاذ جگ پڑائے رہے۔ عمر نے کہا: ان میں مہمل اور مزاج ہے۔ ابن عباس نے کہا: طلو کے متعلق کیا خیال ہے؟ عمر نے کہا: اس میں اکڑا اور خود پسندی ہے۔

ابن عباس نے کہا: عبد الرحمن بن عوف؟ کہا: وہ نیک ہے تو لیکن کمزور ہے۔ ابن عباس نے کہا: سعد؟ کہا: وہ شیر پنجہ ہے اور جگبوبے، معاملہ بنانہ سکے گا اگر اس کے حوالے کیا گیا۔ ابن عباس نے کہا: زیر؟ کہا: لاچی اور تنک نظر ہے، خلافت کا معاملہ ایسے کو مناسب ہے، جو تو اتنا ہو لیکن سخت گیر نہ ہو، بغیر

۱۔ الانساب بلا ذریح ۵، ص ۱۶، الاستیغاب ۲، ص ۳۱۹ (القسم الثالث، ص ۱۵۷) (۱۸۷۸)

۲۔ قاضی ابو یوسف کی آلاما (ص ۲۷۱) حدیث ۹۶۰

کمزوری کے سہریانی کا مظاہرہ کرے، فضول خرچ نہ ہو یکن بخی ہو۔ ابن عباس نے کہا: عثمان کے متعلق کیا خیال ہے؟ یوں کہ اگر اسے بنادیا جائے تو وہی بخی امیری کو امت کی گردن پر مسلط کر دے گا اور اگر اس نے ایسا کیا تو لوگ اسے قتل کر دیں گے (۱)۔ بلاذری نے (ص ۷۷ اپر) اضافہ کیا ہے کہ طلحہ کے متعلق کہا کہ اس کی آنکھیں آسمان پر ہیں، لیکن تھی گاہ پانی پر ہے۔

خلافت، اہل سنت کی نظر میں

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ خلافت اسلامیہ کے لئے اہل سنت کا یہ نقطہ نظر تھا، وہ خلافت و امامت کو صرف فوہی تدبیر، سرحدی حفاظت، ظالم سے بدلہ، مظلوم کی دادرسی، اقسامِ حدود اور مال غنیمت کی تقسیم تک محدود سمجھتے ہیں، ان کے نزدیک علمی مہارت کچھ نہیں، شریعت کے علم کے سلسلے میں خلیفہ اور امت کا علم برادر کا درجہ رکھتا ہے، وہ صرف لوگوں کے جھگڑوں کا فیصلہ کر سکے، اور جس طرح خلفاء نے فیصلے کئے وہ آپ نے دیکھی لیا۔ اہل سنت کا امام و خلیفہ بد کرداری اور ظلم کی وجہ سے معزول نہیں کیا جاسکتا، امت پر واجب ہے کہ ہر نیک و بد کردار کی اطاعت کرے، کسی کو حق نہیں پہنچتا کہ اس کی خلافت کرے اور کسی معاملے میں نہ اع کرے۔

اس بنیاد پر خلفاء نے قرآن و سنت کے خلاف فیصلے کئے اور کسی کو دم مارنے کی جرأت نہ ہوئی، وہ امر بالمعروف اور نہیں عن الممنکر پر بھی عمل نہ کر سکے کیونکہ سیاسی ہاتھ و سیع ہونے کا ذریحہ۔ حدیث میں ہے کہ سیرے بعد ناخبار باشیں دیکھنے کو میں گی، اب اگر کوئی امت میں تفرقہ ڈالنے کی سعی کرے تو اسے قتل کر دینا، کوئی بھی ہو۔ (۲)

اسی بنیاد پر معاویہ نے کوفہ والوں سے؟ پر تمرا کرنے کے عہد کے ساتھ لوگوں سے بیعت لی، (۳)

۱۔ انساب بلاذری ج ۵، ص ۱۶

۲۔ صحیح مسلم ج ۲، ص ۱۲۱ (ج ۳، ص ۱۲۷ حدیث ۵۹) سنن البی داؤد ج ۲، ص ۲۸۳ (ج ۳، ص ۲۳۲ حدیث ۲۷۶)

۳۔ البیان والتفہین ج ۲، ص ۸۵ (ج ۴، ص ۲۷)

اسی بنیاد پر عبد اللہ بن عمر نے یزید جیسے فاسق و فاجر و شرمندی کی بیعت کی۔ نافع کا بیان ہے کہ جب مدینہ والوں نے یزید کی بیعت کا قلاودہ گروپ سے اتنا راتا میں عمر نے اپنا مال و خاندان ایک جگہ جمع کیا اور کہا: میں نے اس شخص کی بیعت خدا اور رسول کی بیعت کے بنیاد پر کی تھی، میں نے رسول سے سنائے کہ قیامت کے دن خداروں کے لئے پرچم نصب کیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ یہ فلاں خدار کا علم ہے اور شرک کے بعد سب سے بڑی خداری یہ ہے کہ کسی انسان کی خدا اور رسول کے عهد پر بیعت کی جائے پھر بیعت تو زدی جائے۔ دیکھو تم میں سے کوئی بھی یزید کی بیعت نہ توڑتا، تم میں سے کوئی بھی اس کی بیعت سے ہاتھ نہ کھینچتا ورنہ میرے اور اس کے درمیان تواریخ جائے گی۔ (۱)

اسی بنیاد پر حمید بن عبد الرحمن کا بیان ہے کہ میں یسیر انصاری کے پاس گیا، جب یزید کی بیعت کی دھوم پھی تھی۔ انہوں نے کہا کہ لوگ کہتے ہیں کہ یزید امت محمدؐ کے حق میں اچھا نہیں اور میں کہتا ہوں کہ ایسا ہی ہے لیکن خدا نے امت محمدؐ کو جس بات پر مجتمع کر دیا ہے وہ مجھے زیادہ پسند ہے۔ اس بات سے کہ امت میں افراط پیدا ہو۔ رسول اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جماعت میں صرف اچھائی پر اجماع ہے۔ (۲)

اسی بنیاد پر عائشہ نے اسود بن یزید کے سوال میں کہ ایک طبق اصحاب رسول سے خلافت کے معاملے میں جگڑا کر رہا ہے، کیا یہ تجھ کی بات نہیں؟ عائشہ نے کہا: اس میں تجھ کی کیا بات ہے؟ وہ خدا کا سلطان ہے، چاہے نیک ہو یا بد کرو اور ہو، فرعون مصر والوں پر چار سو سال حکومت کرتا رہا۔ (۳) اسی بنیاد پر سروان بن حکم سے پوچھا گیا کہ تم علیٰ کو منبر پر گالیاں کیوں دیتے ہو؟ اس نے جواب دیا کہ یہ حکومت صرف اسی بنیاد پر قائم رہ سکتی ہے۔ (۴)

۱۔ صحیح بخاری ج ۱، ص ۱۲۶ (ج ۲ ص ۲۲۰ ۳ حدیث ۲۲۹۳) شیعی ح ۸، ص ۱۵۹، مسند احمد ح ۲، ص ۹۲ (ج ۲، ص ۲۲۸)

حدیث ۵۶۷۶
۲۔ الاستیعاب ح ۲، ص ۲۳۵ (ل泰山 ارایح، ص ۵۸۲ نمبر ۲۸۱) اسد القابض ح ۵، ص ۱۲۶ (ج ۵، ص ۵۲۳ نمبر ۵۶۲)

۳۔ در منظور ح ۲، ص ۱۹ (ج ۷، ص ۳۸۳)

۴۔ الصواعق المحرقة، ص ۳۳ (۵۵)

اسی بنیاد پر عبدالرحمن بن خالد کو معاویہ نے قتل کرایا۔ اس کا جواز اس طرح پیدا کیا کہ جب اس نے سیحت یزید کا ارادہ کیا تو شام والوں کے سامنے خطہ پڑھا اور ان سے کہا: شامیو! امیری عمر زیادہ ہو گئی ہے، میں بوڑھا ہو گیا ہوں، موت قریب ہے، میں چاہتا ہوں کہ تمہارے انتظامی معاملات کے لئے کسی کو حاکم نہادو۔ میں بھی ایک انسان ہی ہوں، تم بھی رائے دو۔ سب نے بیک زبان ہو کر کہا: ہم عبد الرحمن بن خالد کی خلافت پر راضی ہیں۔ چنانچہ یہ سن کر معاویہ نے ایک طبیب یہودی کو حکم دیا اور اس نے عبد الرحمن کو زہر دے دیا۔ عبدالرحمن کا سیحت کٹ کر گر گیا اور وہ مر گیا۔ جب اس کا بھائی مہاجر چکر سے شام میں آیا تو چند لوگوں کے ساتھ طبیب پر بحوم کر کے مار ڈالا۔

استیعاب اور اخبار مدینہ میں یہ واقعہ موجود ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ یہ قصہ بہت مشہور ہے۔ (۱) اسی بنیاد پر شمرذی الجوش قاتل امام حسین علیہ السلام کو بہانہ ملا۔ ابو سحاق لکھتے ہیں کہ میرے ساتھ شرمنماز پڑھ رہا تھا، پھر اس نے دعا مانگی: خدا یا! تو شریف ہے اور شرافت کو پسند کرتا ہے۔ تو جانتا ہے کہ میں بھی شریف ہوں، لہذا مجھے بخش دے۔ میں نے اس سے پوچھا: خدا مجھے کیسے بخشے گا؟ تو نے تو فرزند رسول کو قتل کیا ہے؟ جواب دیا: تم پروائے ہو! یہ کام ہم کیسے نہ کرتے؟ ہمارے امراء نے ہمیں حکم دیا تھا۔ ہم ان کی مخالفت نہ کر سکے۔ اگر مخالفت کرتے تو بدترین انسان ہوتے۔ (۲)

اسی بنیاد پر ابو بکر طائی کو مصیبت جھینا پڑی، سیمان بن ربوہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ کچھ بزرگوں کے ساتھ جامع دمشق میں تھے، ہمارے ساتھ ابو بکر طائی بھی تھے، ہم لوگ فضائل علی علیہ السلام بیان کرنے لگے، ہم پر تقریباً سو آدمی ٹوٹ پڑے اور لگے مار پیٹ کرنے۔

ابو بکر نے کہا: بزرگوں اذر امیری بات سنو، آج ہم نے فضائل علی علیہ السلام بیان کئے، ہم فضائل معاویہ بیان کروں گا۔ اس وقت چند اشعار سن لو۔ سب نے کہا: سناؤ! انہوں نے یہ اشعار سنائے، حب علی علیہ السلام

۱۔ الاستیعاب ج ۲، ص ۳۰۸ (القسم الثاني ص ۳۰۸، نمبر ۸۲۹) ۱۳۰۴ (القسم الثاني ص ۳۰۸، نمبر ۸۲۹) اسد الغائب ج ۳، ص ۲۸۹ (ج ۲، ص ۲۲۰، نمبر ۳۲۸)

۲۔ تاریخ ابن عساکر ج ۲، ص ۳۲۸ (ج ۲، ص ۲۲۰، نمبر ۱۸۹) ۱۸۹۱، مختصر تاریخ ابن عساکر، ج ۱۰، ص ۳۳۲ (ج ۱۰، ص ۳۳۲) میران الاعتدال ج ۱، ص ۳۳۹ (ج ۲، ص ۲۸۰، نمبر ۳۲۲)

کلمہ ضرب، محبت علی علیہ السلام کا نتیجہ صرف مار کھانا ہے، جس سے کیجیوں مل جاتا ہے، میراندہب توہادیت کے امام زینیڈ کی محبت ہے، اسی دین پر ہم جیتے ہیں، اگر اس کے علاوہ کوئی شخص کوئی دوسری بات کہدا رہا ہے تو وہ بڑا بے وقوف ہے۔ اگر لوگوں کی خواہشوں کے آگے پر انداز نہ ہو اجائے تو جان سے ہاتھ دھونا پڑے گا۔ (۱)

اسی بنیاد پر آل محمد علیہم السلام کا خون بھایا گیا، ان کی ہٹک حرمت ہوئی، ان کے شیعوں کو آگ و خون کے انگاروں پر سے گزرنما پڑا، اہل بیت علیہم السلام پر منبروں سے سب وشم کیا گیا، خلفائے نبی امیہ نے برسوں تک یہ رسم جاری رکھی۔ جب معاویہ نے سعد بن ابی وقاص کو لعن ابو تراب کا حکم دیا تو وہ خاموش رہ گئے۔ (۲) کچھ ہی عرصے بعد جب عبد اللہ بن ولید بن عثمان حکمران ہوا تو منبر سے دھاڑ رہا تھا۔ ہشام سے مخاطب ہوا اور کہا: اے امیر المؤمنین! آپ کے خاندان والوں نے اس پاک جگہ پر ہمیشہ ابو تراب کو گالیاں دینے کی رسم جاری رکھی، آپ بھی ابو تراب کو گالیاں دیجئے۔ (۳)

اسی بنیاد پر خلیفہ اول کی اس رائے پر ذرا بھی کسی کو شرم نہیں آئی کہ فاضل کے ہوتے ہوئے، مفضول کو حکمران بنادیتے تھے،

مقدم کے ہوتے ہوئے، موخر کو آگے بڑھادیتے تھے۔ محض جعلی بہانوں اور واهی اوہام کے مل بوتے پر یہ شرمناک کام ہوتا، وقتی سیاست پیش نظر ہوتی تھی۔ نہ اس میں روحانی نقدس کے ہونے کی شرط تھی، نہ بلند اخلاق سے آرستہ ہونا ضروری تھا، شریفانہ نفیات، معالم و معارف، مداح و مراتب یہ سب خلیفہ کے لئے بے معنی چیزیں تھیں۔ اکثر لوگوں نے ابو بکر کے اس اقدام کے بل پر رائے قائم کی، قاضی

۱۔ صندی کی تمام المثلون، ج ۱۸۸ ص ۲۵۱ (ص ۲۵۱)

۲۔ مروج الذهب ج ۲، ج ۲، سنن ترمذی ج ۲، ج ۲، ج ۲۱۳، ج ۵، ج ۵، ج ۵۹۶، حدیث ۳۷۲۲ (ص ۱۰۸)

(ج ۳ ص ۷۷ احادیث ۳۵۷۵) صحیحسلم (ج ۵، ج ۵، حدیث ۲۳۲ کتاب فضائل الصحابة)، کفاية الطالب، ج ۲۸، باب (ص ۲۸۵)

(ج ۱۰) نزول الایران، ج ۱۵، (۲۷) الاصابۃ ج ۲، ج ۵۰۹ (نمبر ۵۶۸۸)

۳۔ رسائل جاخط، ج ۹۲، (ص ۱۲۲۵) رسائل السیاسۃ، انساب بلاذری ج ۵، ج ۱۱۶، المبدیۃ والمحابیہ ج ۹، ج ۳۳۲ (ج ۹، ج ۳۳۲)

(ج ۲۶۱، ج ۲۶۲)

نے موافق میں لکھا ہے کہ اکثر لوگ فاضل کے ہوتے مفضول کی امامت جائز قرار دیتے ہیں کیونکہ ممکن ہے کہ اس میں اصلاح امت کی توقع زیادہ ہو۔ (۱)

۶۔ قضاء وقدر کے معاملے میں خلیفہ کی رائے

لاکائی اپنی کتاب اللہ میں لکھتے ہیں کہ عبد اللہ بن عمر سے روایت ہے کہ ایک شخص نے ابو بکر سے سوال کیا: کیا زنا ہمارا مقدر ہے؟ فرمایا: ہاں اس نے پوچھا تو کیا خدا نے زنا ہمارا مقدر کر دیا ہے اور پھر مجھے عذاب بھی کرے گا! یہ سنتے ہی خلیفہ نے فرمایا: اے لختا کے بیٹے! (جاہلی دور کی گندی گالی ہے) خدا کی قسم اگر میرے پاس کوئی ہوتا تو حکم دینا کہ تیرا داماغ چور چور کر دے (بھیچ نکال دے)۔ (۲)

علامہ احمد فرماتے ہیں کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا، خلیفہ کو قضاؤ قدر الٰہی کا مطلب بھی نہیں معلوم تھا، کیا وہ اسے خدا کے علم ازیں کا امر جاری کر سکتے ہیں؟ حالانکہ اس نے بندوں کو فعل کا پورا اختیار دیا ہے پھر اسے نیک و بد کی تمیز کھا کر انجمام سے باخبر کر دیا ہے، وہ فرماتا ہے:

﴿إِنَّا هَدَيْنَاهُ السَّبِيلَ إِنَّا هَشَبَرَأْ إِنَّا كَفُورًا﴾ "ہم نے اس کے لئے راہ راست کی نشاندہی کر دی ہے اب وہ شکر کرے یا کفر اختیار کر لے۔" (۳)

﴿وَهَدَى نَاهَ النَّجَادَينَ﴾ "ہم نے اس کو دونوں راستوں (خیر و شر) کی ہدایت کر دی ہے۔" (۴)

﴿وَمَنْ شَكَرَ فَإِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهِ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ رَبَّهُ غَنِيٌّ كَرِيمٌ﴾ "اور جو شکر یہ ادا کرے گا وہ اپنے ہی فائدہ کے لئے کرے گا اور جو کفر ان نعمت کرے گا اس کی طرف سے میرا پورا درگار بے نیاز اور کریم ہے۔" (۵)

۱۔ المواقف في علم الكلام (ص ۳۱۳)

۲۔ تاریخ الحلفاء، ص ۶۵ (ص ۸۹)

۳۔ بذریعہ

۴۔ انسان بر ۳

۵۔ ثقل رہ ۵

﴿وَمَنْ يَشْكُرْ فَإِنَّمَا يَشْكُرْ لِنَفْسِهِ وَمَنْ كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ حَمِيدٌ﴾ اور جو بھی شگریہ ادا کرتا ہے وہ اپنے ہی فائدہ کے لئے کرتا ہے اور جو کفر ان نعمت کرتا ہے اسے معلوم رہے کہ خدا بے نیاز بھی ہے اور قابل حمد و شنا بھی ہے۔ (۱)

﴿فَلِمَنْهُمْ طَالِمٌ لِنَفْسِهِ وَمِنْهُمْ مُفْتَحِصَدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقُ بِالْخَيْرَاتِ﴾ ان میں سے بعض اپنے نفس پر ظلم کرنے والے ہیں اور بعض اعتدال پسند ہیں اور بعض خدا کی اجازت سے نیکیوں کی طرف سبقت کرنے والے ہیں۔ (۲)

﴿مَنْ اهْتَدَى فَإِنَّمَا يَهْتَدِي لِنَفْسِهِ وَمَنْ حَلَّ فَإِنَّمَا يَضْلُلُ عَلَيْهَا﴾ جو ہدایت پا جائے وہ اپنے لئے ہدایت یافت ہوا ہے اور جو گمراہ ہو جائے وہ اپنی زبان میں گمراہ ہوا ہے۔ (۳)

﴿فَعَنِ اهْتَدَى فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ حَلَّ فَإِنَّمَا يَضْلُلُ عَلَيْهَا﴾ اب جو ہدایت حاصل کر لے گا وہ اپنے فائدہ کے لئے کرے گا اور جو گمراہ ہو جائے گا وہ بھی اپنا ہی نقصان کرے گا۔ (۴)

﴿مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهِ وَمَنْ أَسَاءَ فَعَلَيْهَا ثُمَّ إِلَى رَبِّكُمْ تُرْجَعُونَ﴾ جو نیک کام کرے گا وہ اپنے فائدہ کے لئے کرے گا اور جو برائی کرے گا وہ اپنے ہی نقصان کے لئے کرے گا اس کے بعد تم سب پروردگار کی طرف پلٹائے جاؤ گے۔ (۵)

﴿فَلِلَّهِ إِنْ حَلَّتْ فَإِنَّمَا أَضْلُلُ عَلَى نَفْسِي وَإِنْ اهْتَدَيْتُ فَإِنَّمَا يُوحِي إِلَيَّ رَبِّي﴾ کہہ دیجئے کہ میں گمراہ ہوں گا تو اس کا اثر میرے ہی اوپر ہو گا اور اگر ہدایت حاصل کرلوں گا تو یہ میرے رب کی وحی کا نتیجہ ہو گا۔ (۶)

﴿إِنَّ أَخْسَنَتُمْ أَخْسَنَتُمْ لِأَنفُسِكُمْ وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَأَلَّهَا﴾ اگر تم سیکی کرو گے تو اپنے لئے نیکی کرو گے اور اگر بدی کرو گے تو بھی اپنے ہی لئے کرو گے۔ (۷)

۱- قاطران ۱۲/۲

۲- سبز رہا ۱۵/۳

۳- سبز رہا ۱۵/۴

۴- اسراء ۱۷

۵- جاثیہ ۱۵

ان آیات پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مقدرات جبر سے متلزم نہیں ہیں، علم الہی کی روشنی میں تقدیرات یوں ہیں کہ اس نے بندوں کو نیک و بد کا اختیار دے دیا ہے، وہ خود عمل خیر و شر بحالاتے ہیں اور یہ چیز تکلیف کے منافی نہیں۔ وہ بندوں کے عمل پر اثر انداز نہیں ہوتا۔ اس لئے اگر وہ برابی پر عقاب کرے اور اچھائی پر ثواب دے تو اسے برائیں کہا جاسکتا۔ اس سلسلے میں آیات پر غور کیجئے!

﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ﴾ "پھر جس شخص نے ذرہ برابر نیکی کی ہے وہ اسے دیکھے گا اور جس نے ذرہ برابر برائی کی ہے وہ اسے دیکھے گا۔" (۱)

سمیلی سکینہ

﴿وَنَصَّعَ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ هُنَى وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبْيَةٍ مِنْ حَزْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا وَكَفَى بِنَا حَاسِبِينَ﴾ "اور ہم قیامت کے دن انصاف کی ترازو قائم کریں گے اور کسی نفس پر ادنیٰ ظلم نہیں کیا جائے گا اور کسی کا عمل رائی کے دانہ کے برابر بھی ہے تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم سب کا حساب کرنے کے لئے کافی ہیں۔" (۲)

﴿الْيَوْمَ تُبَخِّرَى كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ﴾ "جس نے جو کام انجام دیا ہے آج اسی کے مطابق جزا دی جائے گی، آج کوئی ظلم نہیں ہے۔" (۳)

﴿فَكَيْفَ إِذَا جَمَعْنَا هُنْمَ لَأَرْبَبَ فِيهِ وَوَقَيْتَ كُلُّ نَفْسٍ مَا كَسَبَتْ وَهُنْ لَا يُظْلَمُونَ﴾ "اس وقت کیا ہو گا جب ہم سب کو اس دن جمع کریں گے جس میں کسی شک اور شبہ کی منجاش نہیں ہے اور ہر نفس کو اس کے کے کا پورا پورا بدل دیا جائے گا اور کسی پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا۔" (۴)

اب ذرا دیکھئے تو کیا خلیفہ کو قضا و قدر الہی کا مطلب معلوم تھا کہ جو جواب پایا دیا؟ ان کے جواب پر سائل نے ایسا اعتراض کیا کہ جلا کے انہوں نے گالی بک دی، بعد میں جہور نے اسی بنیاد پر خلق اعمال کا نظریہ قائم کیا۔

خود حضرت عائشہ بھی حضرت امیر المؤمنین سے جنگ کر کے عمر بھر پچھاتی رہیں، (اس قدر روتی تھیں کہ آنچل آنسوؤں سے تر ہو جاتا تھا) لیکن آخر وہ بھی باپ کی بیٹی تھیں اپنی صفائی میں وہی باپ کے نظریہ کا سہارا لیا کہ جو کچھ کرتا ہے، خدا کرتا ہے۔ (۱) حالانکہ آنچل کا آنسوؤں سے بھیگنا بتاتا ہے کہ وہ باپ کے نظریہ کو پچھنی تھیں۔

۷۔ سنت بن جانے کے ڈر سے قربانی چھوڑ دی

جلد ششم میں ہم بیان کرائیں ہیں کہ ابو بکر و عمر نے صرف اس ڈر سے قربانی چھوڑ دی تھی کہ لوگ اس کی بیوی میں یہ سمجھنے لگیں گے کہ قربانی کرنا واجب ہے۔ (۲) ہم نے وہیں اس روایت صحیح پر بھرپور بحث کی ہے۔

۸۔ ارتداد بنی سلیم

ہشام بن عروہ اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں کہ بنی سلیم مرد ہو گئے تو ان کی سرکوبی کے لئے ابو بکر نے خالد بن ولید کو روانہ کیا، انہوں نے جس طرح جانوروں کا گلہ بنایا جاتا ہے، سب کو ایک جگہ جمع کیا۔ اور سب کو آگ میں جلا دالا۔ جب یہ خبر حضرت عمر کو ہوئی تو ابو بکر کے پاس آ کر کہا کہ آپ نے ایک شخص کو چھوڑ دیا ہے کہ وہ لوگوں کو عذاب کرتا ہے؟ ابو بکر نے کہا: خدا کی قسم! میں کبھی اس توکار کو نیام میں نہ کروں گا، جسے خدا نے اپنے دشمنوں کے لئے نیام سے باہر کیا ہے۔ پھر خالد کو حکم دیا کہ مسیلہ کذاب کی سرکوبی کے لئے جائیں (۳)۔ خلیفہ کا یہ جواب عمر کے اعتراض کے مقابل قطعی مہمل ہے، قرآن میں تو

۱۔ تاریخ بغداد ج ۱ ص ۱۱۰۔

۲۔ سنن بیہقی ج ۹ ص ۲۶۵، مجمع الکبیر (ج ۳ ص ۱۸۲) حدیث (۳۰۵۸) مجمع الزوائد ج ۲ ص ۱۸، اکنون العمال ج ۳ ص ۲۵ (ج ۵ ص ۲۱۹) حدیث (۱۲۲۲) کتاب الام ج ۲ ص ۱۸۹ (ج ۲ ص ۲۲۲) مختصر البرقی طبع یونیورسٹی کتاب الام ج ۵ ص ۲۱۰ (ص ۲۸۳)

۳۔ سورہ مائدہ، آیت ۳۳۔

ہے کہ:

﴿اَنَّمَا جزاء الَّذِينَ يُحَارِبُونَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَيَسْعَوْنَ فِي الْأَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُقْتَلُوْا اَوْ يُصْلَبُوْا اَوْ تُقْطَعَ اِيْدِيهِمْ وَارْجُلُهُمْ مِنْ خَلْفٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْأَرْضِ ذَالِكُ لَهُمْ خَرْزٌ فِي الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِي الْآخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيمٌ﴾

(آیت میں کہیں بھی آگ میں جلا کر عذاب دینے کی سزا نہیں ہے) حدیث رسول بھی دیکھئے:

لا یعذب بالنار الا رب النار "آگ کا عذاب صرف خدا ہی دے گا۔ (۱)

"ان النار لا یعذب بها الا الله"

"آگ کا عذاب صرف خدا ہی دے گا۔" (۲)

ایک اور حدیث رسول ہے:

"من بدل دینه فاقتلوه" (۳)

"جو شخص دین بدل دے، اسے قتل کرو۔"

ایک حدیث ہے: کسی شخص کے لئے جائز نہیں کہ کلمہ گو مسلمان کا خون بہائے، لیکن صرف تین صورتوں میں:

۱۔ یا تو زنا محضہ کیا ہو تو اسے سنگار کیا جائے گا۔

۲۔ یا خدا اور رسول کا باغی ہوتا سے قتل کیا جائے گا۔ یا رسول وہی جائے گی، یا شہر پر کیا جائے گا۔

۱۔ ریاض النصرۃ ج ۱، ص ۱۰۰ (ج ۱، ص ۱۲۹)

۲۔ صحیح بخاری ج ۳، ص ۳۲۵ (ج ۳، ص ۱۰۹۸) حدیث ۲۸۵۳ مندرجہ ج ۳، ص ۲۹۲ (ج ۳، ص ۵۵۰) حدیث ۱۵۶۰

۳۔ صحیح بخاری ج ۲، ص ۵۹۲ (ج ۲، ص ۸۰۰) حدیث ۲۷۰ شنابی داود رج ۲، ص ۲۱۹ (ج ۲، ص ۵۵۲) حدیث ۲۷۲

۴۔ (ج ۲، ص ۷۱) حدیث ۱۵۶۱ شنیشی ج ۹، ص ۱۷۶، مصائب النساء ج ۲، ص ۵۷، ۵۸ (ج ۲، ص ۵۲۸) حدیث ۲۶۵۸

۵۔ صحیح بخاری ج ۱، ص ۲۲۶ (ج ۱، ص ۲۲۳) تیسیر الوصول ج ۱، ص ۲۷ (ج ۱، ص ۲۷۶) حدیث ۱۶

۶۔ صحیح بخاری ج ۱۰، ص ۸۳ (ج ۱۰، ص ۲۵۲) حدیث ۲۵۲۲ شنابی داود رج ۲، ص ۲۱۹ (ج ۲، ص ۱۲۶) حدیث ۲۳۵۱

۷۔ مصائب النساء ج ۲، ص ۵۷ (ج ۲، ص ۵۲۸) حدیث ۲۶۵۸

۳۔ یا کسی کو ناجائز قتل کیا ہو تو اسے اس کے بد لے میں قتل کیا جائے گا۔ (۱)
 اب رہ گئی بات عبد اللہ بن سبا اور اس کے ساتھیوں کے ساتھ حضرت علیؑ کے برناوی کی تو حضرت
 نے آگ میں نہیں جلا یا تھا بلکہ گڑھا کھود کر اس میں دھواں کر دیا اور وہ اسی دھواں سے گھٹ کر مر گئے۔ یہ
 جو ابو بکر نے اپنی نکلی ہوئی تکوار کی بات کی تو یہ بھی حکم نبیؐ کی صریحی مخالفت ہے۔ رسولؐ نے کبھی کسی تکوار کو
 ناجائز قتل یا آگ میں جلانے کا حکم نہیں دیا۔ کی کسی حال میں اجازت نہیں دی، اپنے زمانے میں خالد
 کی زیادتیوں پر بر طاعت مرافعہ میں اسی نام نہاد سیف اللہ نے نبیؐ حنفیہ اور مالک بن نوریہ کے ساتھ جو
 کچھ سلوک کیا، ان جرائم کے بیان سے تو روشنگئے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

۹۔ خلیفہ نے فجاءہ کو جلاڈ والا

ابو بکر کے پاس بنی سلیم کا ایک شخص آیا، جس کی عرفیت فجاءہ اور نام ایاس بن عبد اللہ بن عبدیا تھا۔
 اس نے خلیفہ سے کہا: میں مسلمان ہوں اور چاہتا ہوں کہ مرتدین کے خلاف جہاد کروں، آپ مجھے
 ہتھیاروں اور جانوروں کی مدد فرمائیں۔ ابو بکر نے اس کو مطلوبہ سامان اور ہتھیار فراہم کر دیے۔ اس
 نے قبلے میں جا کر مسلمان اور مرتد دونوں کو پریشان کرنا شروع کر دیا۔ ان کے مال چھین لیتا، جو مراجحت
 کرتا اسے طرح طرح کی اذیتیں دیتا، اس کے ساتھی شرید کا شخص نجہ بن ابوالمیاء بھی تھا۔
 جب ابو بکر کو اس کی کارستانيوں کی خبر ہوئی تو طریفہ بن حاجز کو سرکوبی کے لئے روانہ کیا کہ دشمن خدا
 فجاءہ نے میرے سامنے اپنے کو مسلمان ظاہر کر کے مجھ سے لکھا کہ مرتدین کے خلاف جہاد کرے،
 میں نے اسے اسلووں سے تقویت یہو نچاہدی۔ اب مجھے یقینی خبر موصول ہوئی ہے کہ اس دشمن خدا نے
 مسلمانوں اور مرتدوں کی غارت گری کرنا شروع کر دیا ہے جو اس کی مخالفت کرتا ہے، قتل کر دیتا ہے۔ یہ
 حکم ملت ہی طریفہ نے اس کو جالیا۔ دونوں طرف سے تیر بارانی ہوئی، جس میں نجہ بن ابوالمیاء مر گیا۔

۱۔ سنن ابن داؤد ج ۲، ج ۲۱۹، ج ۲۲۰ (ج ۲، ج ۱۴۲ حدیث ۲۲۵۳) مصایح السنن ج ۲، ج ۲، ج ۵۹ (ج ۲، ج ۱۴۲ حدیث ۲۲۶۹) مشکاة

الصانع ج ۳، ج ۳۰۰ (ج ۲، ج ۱۴۲ حدیث ۳۵۲۲)

جب فجہ نے مسلمانوں کی ثابت قدمی دیکھی تو طریفہ سے کہا: تم بھی ابو بکر کی طرف سے حاکم ہو اور میں بھی انہیں کی طرف سے حاکم ہوں۔ طریفہ نے کہا: اگر تم صحیح ہو تو تھیارڈال دو اور ابو بکر کے پاس چلو۔ طریفہ نے اس کو ابو بکر کے سامنے پیش کیا۔ ابو بکر نے اسے دیکھتے ہی حکم دیا کہ بقیع کی طرف لے جا کر اسے آگ میں جلا دو!

طبری کے الفاظ ہیں: ”اس کو مصلائے مدینہ میں لے جا کر لکڑیاں جمع کرو اور آگ میں جھوک دو“!

ابن کثیر کے الفاظ ہیں: ”اس کا ہاتھ بیرون باندھ کر آگ میں جھوک دیا گیا۔“ (۱)

علامہ امین قمر ماتے ہیں: یہاں بھی وہی بات کہی جائے گی کہ کسی بندہ خدا کو آگ میں جلا دانا، اسلامی نقطہ نظر سے صحیح نہیں۔ فجہ تو بظاہر مسلمان ہی تھا، خلیفہ نے اس کا اسلام قبول فرمایا تھا، تھیار سے آراستہ کیا تھا، وہ اگر چہ عملاء بد کار تھا اور خلیفہ کو یقینی خبر مل گئی تھی، لیکن اسے بھی خالد کی طرح سيف اللہ سمجھ لیتے۔ آخر یہاں انہوں نے نفس صریح کے خلاف اپنی رائے کیوں نہ؟

اس سے بھی زیادہ تجب عضد الدین الائجی پر ہوتا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ یہاں خلیفہ مجتہد تھے، انہوں نے فجہ کے معاملہ میں اجتہاد کیا، وہ زندقی اور مرتد تھا، اس لئے اس کی توبہ قبول نہیں کی (۲)۔ پھر قوشی (۳) بڑی بڑی رائے کے یہاں خلیفہ نے اجتہادی غلطی کی، اکثر مجتہدوں نے ایسی غلطیاں کی ہیں۔ ہنسنے بھی اور روئیے بھی! شرم، شرم، شرم!!!

۱۰۔ واقعہ مالک کے بارے میں خلیفہ کی رائے

خالد بن ولید نے بطاچ پر دھاوا بول دیا، لیکن وہاں کسی کو نہ پایا۔ مالک بن نویرہ نے اپنے ساتھیوں کو مفترق رہنے کا حکم دیا۔ چونکہ گفتگو کی تمام را ہیں، مسدود تھیں اور آسانی سے معاملہ طئے ہونے

۱۔ تاریخ طبری ج ۲، ص ۲۳۳ (ج ۲، ص ۲۶۳) حادثت (الله) البیدیہ و تخلیق ج ۲، ص ۳۱۹ (ج ۲، ص ۳۵۱) حادثت (الله)

تاریخ کامل ج ۲، ص ۱۳۶ (ج ۲، ص ۲۷۲) حادثت (الله) الاصلیۃ ج ۲، ص ۲۲۲ (نمبر ۲۲۲)

۲۔ المواقف، ص ۳۰۳۔ ۳۔ شرح الحجری، ص ۳۸۲

والانہیں تھا۔ خالد نے دھاوا بولا تو فوجیوں سے کہہ دیا تھا کہ انہیں اسلام کی دعوت دینا، اگر وہ قبول کر لیں تو انہیں میرے سامنے حاضر کرنا اور اگر انکار کریں تو قتل کر دینا۔ ابو بکر نے بھی انہیں روشنہ کرنے سے پہلے تاکید کر دی تھی کہ وہاں پہنچ کر اذان واقامت دینا، اگر وہ بھی اذان دیں اور نماز پڑھیں تو قتل نہ کرنا اور اگر وہ نماز نہ پڑھیں یا اذان نہ دیں تو غارت گری کرنا، پھر جس کو پاتا قتل کرنا یا آگ میں جلا دینا۔ پھر کوئی بات نہ سنتا۔ فوجی کا روای میں مالک بن نویرہ اور ان کے ساتھیوں، بنی قبیلۃ عامشم کے شعبہ بن یعنی خانوادے کے لوگ، عبید، عرین اور جعفر وغیرہ کے متعلق خالد کے لشکر میں اختلاف رائے ہو گیا۔ ابو قادہ نے خود مالک کے گروہ سے اذان کی آواز سنی اور انہیوں نے نماز پڑھی تھی، اختلاف کے باوجود ایک تجسس بستہ رات میں چڑھائی کر دی۔ خالد نے سب کو قید کرنے کا حکم دے دیا اور آواز دی: ادفنوا اسرائیم ”اپنے قیدیوں کو گرم کپڑے پہناؤ!“ لیکن دفا کا مطلب لغت کنانہ میں قتل تھا۔ یہ سن کر لشکر والوں نے سمجھا کہ خالد نے سب کو قتل کا حکم دے دیا ہے۔ ضرار بن ازو نے مالک بن نویرہ کو قتل کر دیا۔ خالد فریاد کی آوازن کر باہر آئے اور دیکھا کہ سپاہیوں نے سب کو موت کے گھاث اتار دیا ہے تو کہا: جب خدا کا ارادہ ہو جاتا ہے تو تیر بالکل صحیح نشانے پر بیٹھتا ہے۔ خالد نے مالک بن نویرہ کی بیوی سے اسی رات نکاح کر لیا۔ یہ دیکھ کر قادہ نے کہا: یہ تمہاری کیا حرکت ہے؟ خالد نے غصے میں عورت کو چھوڑ دیا۔ اس مہم میں عبد اللہ بن عمر اور ابو قادہ وغیرہ تھے۔ ان کے سامنے جب مالک گرفتار ہو کر آئے تو مالک نے کہا: مجھے ابو بکر کے پاس لے چلوا وہ جو چاہیں گے، میرے بارے میں فیصلہ کریں گے۔ خالد نے کہا: اگر میں تمہیں بغیر قتل کئے چھوڑ دوں تو خدا مجھے نہ چھوڑے گا۔ پھر ضرار کو حکم دیا کہ گردن مار دے۔ جب عمر کو معلوم ہوا تو ابو بکر سے اس مسئلہ پر بات کی۔ خالد کی تکوار نے بڑا پاپ کیا۔ ابو بکر نے کہا: اے عمر! خالد نے تاویل میں غلطی کی، اب اپنی زبان بند کرو۔ میں اس تکوار کو کبھی نیام میں نہ کروں گا۔ جسے خدا نے کافروں کے لئے برہنہ کیا ہے۔

تاریخ طبری میں ہے (۱) کہ ابو بکر نے فوجیوں کو تاکید کی تھی کہ اگر نماز پڑھیں تو ان سے جنگ نہ کرنا

اور اگر اذان و نماز کی آواز نہ سننا تو غارت گری کرنا اور سب کو جلا دانا۔

ابوقادہ نے بھی مالک کے گروہ سے اذان کی آواز سنی تھی۔ غارت گری کے بعد عہد کیا تھا کہ اب کبھی خالد کے ساتھ کسی مہم میں جنگ کے لئے نہ جاؤں گا۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ جس رات دھواں بولا گیا تو مالک کے ساتھیوں نے ہتھیار اٹھا لئے۔ ہم نے کہا: ہم مسلمان ہیں۔ انہوں نے کہا: ہم بھی مسلمان ہیں۔ ہم نے کہا: پھر ہتھیار کیوں اٹھایا؟ انہوں نے کہا: تم نے کیوں اٹھایا؟ ہم نے کہا: اگر تم واقعی مسلمان ہو تو ہتھیار رکھو! انہوں نے ہتھیار رکھ دیئے اور ہمارے ساتھ نماز پڑھی۔ خالد نے مالک کو قتل کرنے کا بہانہ تراشنا اور کہا کہ میں نہیں سمجھتا کہ تمہارے صاحب (رسول) نے ایسا ایسا کہا ہو گا۔ مالک نے کہا: کیا تم انہیں اپنا صاحب نہیں سمجھتے؟ پھر مالک اور ان کے ساتھیوں کو سامنے لا کر قتل کر دیا۔

حضرت عمر نے ابو بکر سے کہا کہ دشمن خدا نے مسلمان کو قتل کیا اور پھر اس کی بیوی سے زنا بھی کیا۔ جب خالد اپنے قافلے کے ساتھ واپس ہوئے اور مسجد میں ہوئے تو ان کے کپڑوں کے رنگ لگے ہوئے تھے۔ عماء میں کچھ تیر تباٹ کے ہوئے تھے۔ عمر نے عمار کھینچ کر کہا: اودشمن خدا تو نے مسلمان کو قتل کر کے اس کی بیوی کے ساتھ زنا کیا۔ بخدا! میں تجھے پھر وہ ماروں گا۔ خالد نے کوئی جواب نہ دیا۔ خالد سمجھتا تھا کہ ابو بکر بھی عمر کے ہم خیال ہیں۔ پھر جب ابو بکر کے پاس گیا اور مخدurat کی تو ابو بکر نے اس کی مخدurat قبول کر لی۔ ابو بکر کو راضی کر کے خالد پھر مسجد میں آیا اور عمر سے بولا: امام شملہ کے جتنے اب آؤ۔ عمر بھی گئے کہ ابو بکر نے اس کی مخدurat قبول کر لی ہے۔ اس لئے اس کا کوئی جواب نہ دیا اور گھر میں چلے گئے۔

سویدہ اور ابن شہاب کے بیان کے مطابق مالک کے سر پر بڑے اور گھنے بال تھے، جب انہیں جلا گیا تو بہت درستک آنچ نکلتی رہی۔

مالک کے بھائی تم نے شعروں کے ذریعہ ابو بکر سے اپنے بھائی کے خون کا مطالبه کیا۔ عمر نے بھی مطالبه کیا کہ خالد کو معزول کر دیا جائے لیکن ابو بکر نے کہا: میں اس تکوار کو نیام میں نہ کروں گا، جسے خدا نے کافروں کے لئے برہنہ کیا ہے۔

ثابت نے دلائل میں لکھا ہے کہ خالد کو مالک کی بیوی کے حسن و جمال کا فریفہ ہو گیا تھا۔ جب مالک گرفتار ہو کر آئے تو اپنی بیوی سے کہا: تو مجھے قتل کراہی ہے یعنی میں تیری وجہ سے قتل کیا جا رہا ہوں۔ (۱)

زختری، ابوالقداء، ابن اشیر اور زیدی بھی لکھتے ہیں کہ مالک نے اپنی بیوی سے کہا کہ تیرے حسن کی وجہ سے قتل کیا جا رہا ہوں۔ وہ بہت حسین و جمیل تھی۔ مالک کے قتل کے بعد خالد نے اس سے نکاح کر لیا۔ عبد اللہ بن عمر نے سخت مقابلت کی، یہ شعر بھی انہوں نے کہا:

أَفِي الْحَقِّ أَنَا لَمْ تَجْفَ دَمَانِي وَهَذَا عَرْوَسًا بِالْيَمَامَةِ خَالِدًا
تَارِخُ ابْنِ شُعْبَةَ (۳) میں ہے کہ خالد نے جب مالک کے قتل کا حکم دیا تو مالک نے اپنی حسین و جمیل بیوی کی طرف دیکھ کر کہا: یہ مجھے قتل کراہی ہے۔ خالد نے کہا: بلکہ تمہاری اسلام سے روگرانی تمہیں قتل کراہی ہے۔ مالک نے کہا: میں تو مسلمان ہوں۔ خالد نے ضرار سے کہا: اے قتل کر دو۔ جب عمر نے ابو بکر سے یہ واقعہ بیان کیا تو ابو بکر نے کہا کہ خالد نے تاویل میں غلطی کی ہے۔ میں اس تکوار کو نیام میں نہ کروں گا، جسے خدا نے کافروں پر برہمنہ کیا ہے۔

مالک کے بھائی متم نے کئی مرثیہ کہے ہیں (۴)۔ تاریخ ثمیس اور ابن عساکر میں بھی ہے کہ عمر چاہتے تھے کہ مالک کے جرم میں خالد کو سکسار کیا جائے۔ ابو بکر نے ایک نہیں تو عمر نے خالد سے کہا کہ اگر میں حکراں ہوں گا تو مجھے ضرور قید کروں گا۔ ابو بکر بھی کو خالد کے یہ اقدام قتل مالک کی بیوی سے نکاح

۱۔ تاریخ طبری ج ۲، ص ۱۵۱ (ج ۲، ص ۲۷۷ حادثہ شریعت) تاریخ کامل ابن اشیر ج ۲، ص ۱۳۹ (ج ۲، ص ۳۲۳ حادثہ شریعت)

۲۔ اسد الغائب ج ۲، ص ۲۹۵ (ج ۵، ص ۵۲ نمبر ۳۶۲۸) تاریخ ابن عساکر ج ۵، ص ۱۰۵ (ج ۱۲، ص ۲۵۶ نمبر ۲۷۲، ۱۹۲) مختصر

تاریخ ابن عساکر ج ۸، ص ۱۸-۱۷ (ج ۲، ص ۲۷۲) خزلہ الادب ج ۱، ص ۲۲ (ج ۲، ص ۲۶) البدایہ والتحلیی ج ۲، ص ۳۲۱ (ج ۴، ص ۳۵۲)

حاوادث شریعت) تاریخ ثمیس ج ۲، ص ۲۲۳ (ج ۲، ص ۲۰۹) الاصابی ج ۱، ص ۳۱۳ (نمبر ۲۲۰) ج ۳، ص ۳۵۷ (نمبر ۲۶۹)

۳۔ الفائق ج ۲، ص ۱۵۲ (ج ۳، ص ۱۵۷) تاریخ ابوالقداء ج ۱، ص ۱۵۸، التحلیی ج ۳، ص ۲۵۷ (ج ۳، ص ۱۵) تاج العروس ج ۸، ص ۸۵،

۴۔ روضۃ المناظر مطبوع بر جا شیر اکال ج ۷، ص ۱۱۵ (ج ۱، ص ۱۹۲-۱۹۱ حادثہ شریعت)

۵۔ تاریخ ابوالقداء ج ۱، ص ۱۵۸

کرنا، مجاہد کی بیٹی سے نکاح کرنا، اہل بیوامہ سے صلح کرنا وغیرہ باقی ناپسند تھیں۔ ابو بکر نے مالک کی دوست متمم کو ادا کر دی اور خالد کو حکم دیا کہ مالک کی زوجہ کو طلاق دے دے لیکن معزول نہیں کیا۔ حضرت عمر کا ابو بکر کی اس حرکت پر خلاف تھا۔ (۱)

واقعہ مالک کا تجزیہ

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ اس دل گداز حادثے پر دو جھوٹوں سے نظر کرنا ضروری ہے:
۱۔ جو کچھ خالد بن ولید نے بھیاں کے پاپ کے اس کی ہر مسلمان اور قرآن و حدیث کا مانتے والا،
ذمہت کرتے گا۔ آخر کس قرآن اور کس سنت میں پاک نفوں کا خون بہانا جائز قرار دیا ہے؟ جو لوگ خداو
رسول پر ایمان لائے تھے، اذان دے رہے تھے اور نماز پڑھ رہے تھے، وہ خود کہہ رہے تھے کہ ہم مسلمان
ہیں، ہم پر یہ فوجی کارروائی کیوں ہو رہی ہے؟ خود رسول خدا نے انہیں اپنی قوم پر زکوٰۃ کی وصولی کئے
ہے مأمور فرمایا تھا، وہ جاہلی اور اسلامی دونوں زمانے میں مجزز تھے۔ ایسے نیک لوگوں کا خون بہانا، عارت
گری کرنا اور آگ میں جلانا کہاں سے حائز تھا؟!؟؟

خالد تھا کیا؟ اس کی حیثیت کیا تھی؟ اس نے تو خواہش نفس کو اپنا معبود بنالیا تھا، شہوت نے گمراہ کر دیا تھا۔ جس کی وجہ سے حرمت خدا ضائع کیا اور مالک کو قتل کر کے اسی رات اس کی بیوی سے ہم بستر ہوا۔ (۲)

جو لوگ اس کی صفائی دیتے ہوئے زکوٰۃ نہ دینے کی بات کرتے ہیں، وہ اس سے بڑے پاپی ہیں۔ آخر کس شریعت میں زکوٰۃ نہ دینے والوں کو قتل کرنے اور آگ میں جلانے کا حکم ہے۔ کیا صرف زکوٰۃ نہ دینے پر قتل واجب ہو جاتا ہے؟ چاہے وہ ایمان لائے، رسول اُس کی شرافت اور دیانت کی وجہ سے عامل زکوٰۃ مقرر فرمادیں۔ رسول کا تواریخ شاد ہے کہ کسی مسلمان کا خون بھانا، صرف تمیں صورتوں میں حائز ہے:

استارخ آنچیس حج ۲، می ۲۲۳۳ (حج ۲، می ۲۰۹) تارخ آین عساکر حج ۵، می ۱۱، شرح المواقف حج ۸، می ۲۵۸

٢-الساعة اخر قص (٢١) تاريخ الخميس ٢٢ مارس ٢٠٩ (ج ٢، ص ٣٣٣)

۱۔ یا اس نے اسلام کے بعد کفر اختیار کیا ہو۔ (۱)

۲۔ یا زنا محضہ کیا ہو۔

۳۔ یا قتل کیا ہو۔ (۲)

مجھے حکم دیا گیا ہے کہ جو لوگ لا الہ الا اللہ کہیں، ان کا خون نہ بھاؤں، فی مال لون، ان کا حساب خدا کے ذمہ ہے۔ کیا زکوٰۃ نہ یعنی سے اسلامی حرمت ختم ہو جاتی ہے، لوٹ مار جائز ہو جاتی ہے، اس کی یہوی کے ساتھ ہم بستری جائز ہو جاتی ہے۔ !!!؟؟؟

جو لوگ خالد کی صفائی میں کہتے ہیں کہ اس نے گرم کپڑے پہنانے کی بات کی تھی، غلطی سے ضرار نے قتل کر دیا۔ یہ احتمانہ صفائی اس سے بھی بدتر ہے۔ کیا ضرار قبیلہ بنی کنانہ سے تھا، وہ تو قبیلہ بنی اسد سے تھا۔

پھر اگر یہ صحیح ہو تو ابو قتاودہ کو غصہ کیوں آیا؟ حضرت عمر نے خالد کو دشمن خدا کیوں کہا؟ بھرے مجمع میں خالد کے چھترے کیوں اڑائے تو نے مسلمان کو قتل کیا پھر اس کی عورت پر چڑھ بیٹھا۔ میں تجھے سنگار کروں گا۔ خالد خاموش کیوں رہ گیا؟ ابو بکر نے عمر کے الزام کی تصدیق کیوں کی؟ صفائی میں صرف اتنا کہا کہ خالد نے تاویلی غلطی کی۔

خالد نے متول سروں کو دیگ میں چڑھانے، عورتوں کو قید کرنے، مالک کی زوجہ سے ہم بستری کرنے اور مال کی غارت گری جیسے جرام کیوں کئے؟ کیا یہ سب لافت بنی کنانہ میں ہیں؟؟؟
مورخین نے خالد کے حالات میں اسے مالک کا قاتل کیوں لکھا؟ (۳) ضرار کے حالات میں یہ کیوں لکھا کہ اسے خالد نے قتل مالک کا حکم دیا تھا؟ یہ تمام سوال، جواب طلب ہیں۔

۱۔ ابن ابی عاصم کی الدیات، میں وشن این لمجہج ۲، میں ۱۱۰ (ج ۲، میں ۷۲ حدیث ۲۵۲۳) شن یقین ج ۸، میں ۱۹،

۲۔ صحیح مسلم (ج ۱، میں ۸۱ حدیث ۲۴۵ کتاب الایمان) الدیات ابن ابی عاصم، میں ۱۲، میں ۱۸، میں ۱۷، میں ۷۲ حدیث ۲۵۷ (ج ۲، میں ۱۲۹۵ حدیث ۲۹۲۸، ۲۹۲۷) نصافی نصافی، میں ۷ (حدیث ۹۱) شن یقین ج ۸، میں ۱۹

۳۔ الاصلی (ج ۲، ۲۳۶، ۵۷۲ نمبر ۵۷۲) حالات عبد ابن ازور (الاستیعاب ج ۱، میں ۳۲۸) (قصہ اثنانی، میں ۲۷۲ نمبر ۱۲۵۲) اسد الغائب ج

۴۔ میں ۳۲۹ (ج ۲، میں ۵۲ نمبر ۲۵۲۰) خرزہ الادب (ج ۳، میں ۹) (ج ۳، میں ۳۲۶) الاصلی (ج ۲، میں ۲۰۹) (نمبر ۳۱۷)

یہ شہوت ہی کا پاپ ہے، مالک کی بیوی سے اسی رات ہم بستری کرنے کے لئے پاک نفس مونوں کو قتل کرایا۔

یزید ابن معاویہ سے شادی کا لائج دے کر معاویہ نے امام حسن کو ان کی زوجہ سے زہر دلوایا۔ (۱) کیا یہ تمام تاویلات اور اجتہادات لغت بینی کنانہ سے تعلق رکھتے ہیں؟؟؟

۲۔ دوسرا رخ یہ بھی بڑا بھی انک ہے کہ خلیفہ نے خالد اور ضرار جیسے شریابی اور جرام پیشہ (۲) افراد کو لوگوں کے جان و مال اور عزت و ناموس پر مسلط کر دیا۔ حالانکہ احادیث میں اس کی ذمہت وارد ہوئی ہے۔ ان کے سامنے جب شکایت کیجئی تو انہوں نے سنی ان سنی کر دی۔ سوال یہ ہے کہ خلیفہ نے خالد سے باز پر س کیوں نہ کی؟ جبکہ انہوں نے نیک صحابی رسول کو قتل کیا۔ انہیں اس کے قصاص میں زنا کی سزا دینی چاہئے تھی۔ کوڑے مارتے کہ وہ مسلمانوں پر ظلم و ستم کا مرتكب ہوا۔ جب کہ اقدام خالد پر ناپسندیدگی ظاہر کی۔

مالک کے بھائی متمم کو دیت ادا کی۔ خالد کو حکم دیا کہ عورت کو طلاق (۳) دیں تو پھر خالد کو معزول کیوں نہ کیا؟ ان تمام باتوں کو چھوڑیے! کیا امر بالمعروف و نہیں عن المنکر کے نقطہ نظر سے خالد ڈانت ڈپٹ کا بھی مستحق نہیں تھا؟ اس کو تو کافروں کے خلاف خدائی تکوار کا خطاب دے دیا تھا۔ وہ کبھی صفائی دیتے تھے کہ خالد نے تاویل میں غلطی کی۔ کبھی لوگوں کو اس کے خلاف فرم و غصہ سے منع کرتے تھے۔ (۴)

ذرا قارئین اس رخ سے بھی غور کریں کہ کیا اس قسم کے بھی انک پاپ کو تاویل و اجتہاد کہا جاسکتا ہے؟ ہم تو نہیں سمجھتے کہ کوئی بھی شریف انسان اسے اچھا کام کہے گا۔ قرآن و حدیث میں جان و مال اور ناموس کے متعلق جو واضح تائیدیں ہیں، ان کی روشنی میں یہ جان بوجہ کر پاپ کرنا، تاویل و اجتہاد کیسے

۱۔ تاریخ ابن عساکر ج ۲، ص ۲۲۶ (ج ۱۳ ص ۲۸۳ نمبر ۱۳۸۳، مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۷، ص ۲۹)

۲۔ تاریخ ابن عساکر ج ۷، ص ۳۰ (ج ۲۲ ص ۳۹۰ - ۳۸۹ نمبر ۲۹۲)، مختصر تاریخ ابن عساکر ج ۱۱، ص ۱۵۲ (نمبر ۲۰۹) خزانۃ الادب ج ۲، ص ۸ (ج ۲، ص ۳۲۶) الاصابیت ج ۲، ص ۲۰۹ (نمبر ۳۱۷)

۳۔ الاصابیت ج ۱، ص ۲۱۵

۴۔ شرح فتح البلاعہ ابن الهدی ج ۲، ص ۱۸۷ (ج ۱۷، ص ۲۱۳ کتاب ۲۲)

ہو جائے گا؟ خلیفہ بیہاں تو تاویل کا بہانہ کرتے ہیں لیکن قدامہ بن مظعون نے شراب فوشی میں بھی تاویل کا بہانہ کیا تو عمر نے قبول نہیں کیا۔ انہیں تازیانے سے اذیت دی۔ (۱)
ابن ابن ابی شیبہ و ابن ابن ابی منذر وغیرہ (۲) نے لکھا ہے کہ شام میں کچھ افراد نے شراب پی اور کہا کہ آیت قرآنی ہماری تائید میں ہے:

﴿لَيْسَ عَلَى الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ جَنَاحٌ فِيمَا يَعْمَلُوا﴾

عمر نے ان کی تاویل کو مسترد کر کے، انہیں سزا دی (۳)۔ ابو جدل نے بھی یہی حرکت کی تو انہیں ابو عبیدہ نے سزا دی۔ (۴)

خدا تعالیٰ تکوار کا تقاضہ تو یہ تھا کہ بندگان خدا کی جان و مال و ناموس محفوظ رہے، انہیں اپنی شہوت پرستی کا نشانہ نہ بنا�ا جائے، آپ روئے اسلام کا تیا پانچہ کیا جائے۔ آخر خالد کی کیا حیثیت تھی کہ خلیفہ اس کی حمایت میں قرآن و حدیث و اختلاف صحابہ کو نظر انداز کر رہے ہیں۔ جسے خلیفہ دوم نے اسے ”عدو اللہ“ کہا ہے۔ (۵)

خالد کو خدا تعالیٰ تکوار کیسے کہا جائے گا؟ اس کی تو ساری زندگی درندگی، سفا کی اور سگ دلی سے بھری ہے۔ مالک بن نوریہ کے ساتھ درندگی کا برداشت کیا، مجاعہ کی بیٹی کے نکاح کے معاملہ میں خود ابو بکر نے خالد کو خط لکھا تھا کہ تم عورتوں سے نکاح کے چکر میں پڑے ہو جبکہ بھی بارہ سو مسلمانوں کا خون خشک بھی نہیں ہوا ہے۔ (۶)

رسولؐ کے زمانے میں خالد نے جو درندگی و کھانی تو رسول اسلامؐ نے بارگاہ خدا میں ہاتھ اٹھا کر

۱۔ سنہ یعنی حج ۸، میں ۳۱۶

۲۔ المصطفیٰ فی الاحادیث والآثار (حج ۹، میں ۵۳۶ حدیث ۸۳۵۸)

۳۔ الدر المکور ح ۲، میں ۳۲۱ (حج ۲، میں ۳۲۳)

۴۔ الروض الانف ح ۲، میں ۲۳۱ (حج ۲، میں ۲۳۹)

۵۔ تاریخ طبری (حج ۳، میں ۲۷۹ حادثہ شاہ)

۶۔ تاریخ طبری ح ۳، میں ۲۵۲ (حج ۳، میں ۳۰۰ حادثہ شاہ) تاریخ انہیں ح ۳، میں ۳۳۳ (حج ۲، میں ۲۱۸)

برائت کا مظاہرہ کیا۔ (۱) پھر حضرت علیؑ کو روانہ فرمایا اور آپ نے جذبہ کی دلجوئی کی۔ خود عبد الرحمن بن عوف نے خالد سے کہا کہ تو نے جاہلی عہد کی سفارت کی کامظاہرہ کیا۔ (۲) یہ تھا عہد ابو بکر میں خالد کے ہاتھوں تباہ کاری کا کچھ چھٹا، جس سے جاہلی عہد کے پاپ بھی شرما جائیں اور یہ تھی صدر اسلام کی سیرت۔ یہ کیسے سیف اللہ تھے، جن کے حرکات سے رسولؐ نے رسولؐ کی اور ابو بکر اس کی صفائی دے رہے ہیں۔

ٹکٹ کا چکر

عبد الرحمن بن عوف ابو بکر سے مرض الموت کے وقت ملنے گئے۔ انہیں اچھی حالت میں دیکھ کر عبد الرحمن نے کہا: الحمد للہ! آپ اچھی حالت میں ہیں۔ ابو بکرنے کہا: تم ایسا ہی دیکھ رہے ہو؟ بولے: ہاں! ابو بکرنے کہا: میں نے تم سے بہتر کو حکمراں بنایا ہے، لیکن تم میں ہر شخص اس امید میں ہے کہ دوسرے کو چھوڑ کر اسی کو حکمراں بنادوں۔ تم لوگ دنیا پر رجھے ہوئے ہو۔ اگر وہ تمہاری امید کے مطابق سازگار ہوئی تو حیری و دیباپرسونے کے باوجود تمہیں ایسا محبوس ہو گا کہ گویا کانٹوں پر سور ہے ہو۔ (۳)

خدا کی قسم! دنیا داری ہی تم لوگوں کی پیش رفت کے نتیجے میں ایک دوسرے کی گردن مارنے سے کہیں بہتر ہے کہ دنیا کی آس لگائے رہو، خدا کی قسم! دنیا کی آس لگانے سے کہیں بہتر ہے کہ ایک دوسرے پر سبقت کرو اور با ہم گردن مارنے میں مصروف رہو، تم لوگ کل قیامت میں پہلے گراہ شمار کئے جاؤ گے، جو داہیں باہمیں راہ راست سے بھلک گئے۔ اسے راستہ بنانے والے یا

عبد الرحمن نے کہا:

۱۔ الاستیعاب ج ۱، ص ۱۵۲ (المقلم الثاني، ج ۲۷۸، نمبر ۲۰۳)

۲۔ سیرہ ابن بشام (حج ۲، ص ۲۷)

۳۔ سیرہ ابن بشام (حج ۲، ص ۵۷-۵۲) (حج ۲، ص ۲۷-۲۶) طبقات ابن سعد مطبوعہ مصر، ج ۲، ص ۶۵۹ (حج ۲، ص ۱۳۸-۱۳۷) صحیح بخاری کتاب المغازی (حج ۲، ص ۲۷-۱۵۷) حدیث (۳۰۸۲) تاریخ ابوالقداد ج ۱، ص ۱۳۵، اسد الغائب ج ۲، ص ۱۰۲ (حج ۲، ص ۱۱۰) نمبر (۱۳۹۹) الاصابة ج ۱، ص ۳۱۸ (نمبر ۱۶۵۰) حج ۲، ص ۸۱ (نمبر ۲۳۸۸)

خدا آپ پر حکم کرے! اذرازم، ورنہ آپ کی یادی بڑھ جائے گی۔ آپ کے معاملات میں دو قسم کے آدمی دخل ہیں:

ایک تو وہ جو آپ کا ہم خیال ہے، جو آپ کے ساتھ ہے۔ ایک وہ جو آپ کا مخالف ہے، وہ آپ کا مشیر ہے اور آپ کا ساتھی بھی ہے۔ جیسا کہ آپ کو یہی پسند بھی ہے۔ ہم تو آپ کو خیر اندر لیش ہی سمجھتے ہیں۔ ہمیشہ آپ نیک اور اصلاح پسند رہے۔ آپ نے دنیا میں کبھی کسی چیز کے فوت ہونے کا غم نہ اٹھایا۔

ابو بکر بولے: بھیر و ا مجھے دنیا میں کبھی کسی چیز کا غم نہ ہوا لیکن تمن باتوں کے فوت کا افسوس ہے۔ تمن باتیں مجھ سے برزد ہوئیں۔ حالانکہ مجھے نہیں کرنا چاہئے تھا۔ تمن باتیں نہیں کیں حالانکہ مجھے کرنا چاہئے تھا اور تمن باتیں میں رسول سے پوچھنا چاہتا تھا۔

پہلی تین باتوں میں ایک تو یہ ہے کہ کاش میں نے بیت فاطمہ کی خانہ تلاشی نہ لی ہوتی حالانکہ لوگ وہاں جنگی تیاری میں مصروف تھے۔ دوسرے یہ کہ کاش میں نے فجاءہ سلمی کو آگ میں نہ جالایا ہوتا۔ سید ہے سید ہے اسے قتل کر دیتا یا آزاد چھوڑ دیتا۔ تیسرا کاش میں سقیفہ کے دن خلافت کا قلادہ عمریا ابو عبیدہ کے حوالے کر دیتا۔ وہ امیر ہوتے اور میں وزیر ہوتا۔

تمن باتیں جو چھوڑ دیں، ان میں ایک تو یہ ہے کہ کاش جب اشعث بن قیس قید ہو کر آیا تھا، میں اس کی گروں مار دیتا۔ کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ وہ ہر برائی میں مددگار ہو جاتا ہے۔ دوسرے یہ کہ کاش میں نے جب خالد کو مرتدین کی سرکوبی کے لئے بھیجا، میں خود صاحب واقف ہو جاتا۔ تیسرا یہ کہ کاش میں نے جب خالد کو شام کی مہم پر بھیجا تھا، عمر کو عراق بھیج دیتا۔ پھر تو خدا کی راہ میں میرے دونوں ہاتھ مکمل جاتے، (اور اپنے دونوں ہاتھ پھیلادیئے)!

اور کاش! میں نے رسول سے پوچھ لیا ہوتا کہ آپ کے بعد خلافت کس کا حق ہے؟ تاکہ بعد میں کوئی اس کی خلافت نہ کرتا اور کاش پوچھ لیا ہوتا کہ اس خلافت میں انصار کا بھی کوئی حق ہے؟ اور کاش میں نے بھیجی اور پھوپھی کی میراث کا بھی مسئلہ پوچھ لیا ہوتا۔ یہ بات مجھے آج تک نہ معلوم ہو گئی۔ اس کے

تمام استدحی ہیں اور رجالِ موئیں ہیں۔ (۱)

علامہ امین قرما تے ہیں کہ اس میں نوباتیں زیر بحث آتی ہیں۔ تین باتیں تو خلیفہ کی سمجھ کی وجہ سے فوت ہو گئیں ان پر عمل نہ کر سکے۔ فنا کے نذر آتش کرنے کی تفصیل ہم پچھلے صفحات میں پیش کر چکے ہیں۔ رہ گئی یہ تمنا کہ خلافت کا قلادہ عمر وابو عبیدہ کے گروہ میں ڈال دیتے۔ اس سے سمجھ میں آتا ہے کہ خلیفہ کو عمر کے آخری ایام میں سمجھ میں آیا کہ جس بوجہ کو ہم نے اخالیا ہے، یہ شرعی لحاظ سے جائز نہیں تھا۔ نہ یہ خلیفہ تھے، نہ وصی تھے۔ کیونکہ وصیت کرنے والا کسی معین شخص کے متعلق ہی وصیت کرتا ہے اور وہی خلیفہ ہوتا ہے۔ اسی نکتہ کی طرف خلیفہ ثانی بھی متتبہ ہوئے اور انہوں نے کہا کہ ابو بکر کی شریعت جامیلی عہد کی طرح کا ایک ہنگامی حادثہ تھا۔ خدا نے اس کے شرے محفوظ رکھا، اب اگر کوئی اس کا اعادہ کرے تو اسے قتل کر دو! (۲) اب یہ بات سمجھ میں نہیں آتی ہے کہ خلافت کے معاملہ میں ابو بکر کی غلطی تھی یا عمر کی یادِ دونوں کی۔

ہمارے سامنے تو انبیاء و مسلمین کا گروہ ہے، جنہوں نے اپنے بعد خلیفہ کی واضح لفظوں میں وصیت کی، انہوں نے اپنی امت پر چھوڑنے کی دیا کہ جسے چاہیں منتخب کر لیں اور کیا کسی سچھدار کی عقل میں یہ بات آسکتی ہے کہ جاشین کا معاملہ امت کے پروردہ کر دیا جائے۔ جنہیں نہ تو مقام نبوت کا پتہ ہے، نہ ان کے اہل و عیال کی خبر ہے۔

کوئی بھی انسان جسے اپنے گھر والوں سے ہمدردی اے، وہ وصیت ضرور کرے گا۔ یہ رسمِ عہدِ صحابہ سے آج تک چلی آ رہی ہے۔ خود اسلامی شریعت بھی اس کا اقرار کر رہی ہے۔ صحیح بخاری و مسلم میں یہ حدیث ہے کہ وصیت کو لکھ کر گھر والوں کے خواں کر دینا چاہئے (۳)۔ جب عام لوگوں میں وصیت کا ثبوت موجود ہے تو خلافت راشدہ اور ابدی شریعت کیا بغیر ذمہ دار کو معین کئے رہ سکتی ہے؟ جان، مال،

۱۔ ابو عبید کی الاموال، ص ۱۳۷ (۲۳)، حدیث ۳۵۳ (۳۵۳) تاریخ طبری ج ۲، ص ۵۲ (ج ۲۳، ص ۲۲۹ حادثہ ۱۳۷) الامامة والسياسة
ن، ا، ص ۱۸ (ج ۱، ص ۲۲) مروج الذهب ن، ا، ص ۳۱۳ (ج ۲، ص ۲۳۱) العقد الفريد ج ۲، ص ۲۵۳ (ج ۲، ص ۹۳)

۲۔ تاریخ طبری ج ۲، ص ۲۱۰ (ج ۲، ص ۲۲۳ حادثہ ۱۴۰) الصواعق المحرقة، ص ۲۱ (۳۶) التحید بالقلانی، ص ۱۹۶، شرح ابن الیه، ج ۱، ص ۱۲۳ (ج ۲، ص ۱۲۳ خلبہ) (ج ۲۶، ج ۱۹) (ج ۲، ص ۲۷۴، خطبہ ۱۶)

۳۔ صحیح بخاری ج ۲، ص ۲ (ج ۲، ص ۱۰۰۵ حدیث ۲۷۸) کتاب الوصیة، صحیح مسلم ج ۲، ص ۱۰ (ج ۲، ص ۲۳۶ حدیث ۲۷۸)، کتاب الوصیة

ناموس، احکام و اخلاق اور عمومی مصلحت و؟ کے متعلق ضرور کوئی وصیت کر جائے گا۔ عائشہ و عبد اللہ بن عمر اور معاویہ کے خیالات آپ نے گذشتہ صفات میں پڑھ لئے ہے۔ وہ جانوروں کو بغیر نگہبان چھوڑنے کی نہ مت کرتے ہیں، اس لئے امت کا نگہبان ضرور محسین کرنا چاہئے (۱)۔ کیا یہ عقل رسول کے پاس نہیں تھی؟ کیا رسول اپنی امت کو بغیر جاشیں اور نگہبان کے چھوڑ جائیں گے؟

یقیناً رسول اعظم نے اپنے بعد وصی کا انتظام کیا تھا۔ اپنے خلیفہ کے لئے نص کی تھی۔ امت کو پیغام بھی پہنچا دیا تھا اور یہ بھی خبر دی تھی کہ وصی کے ساتھ خداری کی جائے گی۔ (۲) مسدر ک حاکم میں صحیح روایت ہے کہ رسول نے علیؑ سے فرمایا: تم میرے بعد پریشانی میں مبتلا ہو گے۔ علیؑ نے پوچھا: کیا میرا دین سلامت رہے گا؟ فرمایا: ہاں! تمہارا دین سلامت رہے گا۔ (۳) حضرت علیؑ سے یہ بھی فرمایا تھا: میری امت کے سینے میں تمہارے خلاف عناد جوش مار زہا ہے۔ میرے بعد وہ لوگ اسے ظاہر کریں گے۔ (۴) اور یہ بھی فرمایا: میرے بعد تم بلا ویں میں مبتلا کئے جاؤ گے، ان سے ہر گز قفال نہ کرنا۔ (۵) پھر خلیفہ کو سیفیہ کی کارروائی پر نہ امت تھی۔ انہوں نے دونوں میں سے کسی ایک کی گرفتن پر یہ بار کیوں نہ رکھ دیا۔ تو کیا یہ نہ امت حق کی بنا پر ہے، اگر ایسا ہے تو حق کے معاملہ میں نہ امت نہیں ہوئی چاہئے اور اگر ایک باطل کام کی نہ امت ہے، تب تو خلافت را شدہ کی تمام بُنیاد ہی منهدم ہوئی جاتی ہے۔

۱۔ سنن بیہقی ج ۸، ص ۱۳۹، صحیح مسلم (ج ۲، ص ۱۰۲) احادیث ۱۲، کتاب الامارة، ابن جوزی کی سیرہ عمر، ص ۱۹۰ (۱۹۵) ریاض الحضرة ج ۲، ص ۳۷ (ج ۲، ص ۲۵۳) حلیۃ الاولیاء ج ۲، ص ۳۳، ثقیل البری ج ۱۳، ص ۵۷ (ج ۱۳، ص ۶) (۲۰) الامامة والسياسة ج ۱، ص ۲۲ (ج ۱، ص ۲۸) طبقات ابن سعد ج ۳، ص ۲۲۹ (ج ۲، ص ۳۲۳) تاریخ طبری ج ۶، ص ۷۰ (ج ۵، ص ۲۰۲) حادثہ اللہ (۱) الامامة والسياسة ج ۱، ص ۱۵۱ (ج ۱، ص ۱۵۹)

۲۔ المسدر ک علی الحسنین ج ۳، ص ۱۳۰ (ج ۳، ص ۱۳۲)، احادیث ۶۷۶، ۳۶۷، ص ۱۵۳، احادیث ۳۶۷، ۳۲۸ (۱) تاریخ بغداد ج ۱، ص ۲۱۶ (نمبر ۵۹۲۸) البدریۃ والتحفیۃ ج ۲، ص ۲۱۹ (ج ۲، ص ۲۱۹) کنز العمال ج ۲، ص ۱۵۷ (ج ۱۱، ص ۲۱۷) حدیث ۳۲۹۹ (۱)

۳۔ المسدر ک علی الحسنین ج ۳، ص ۱۳۰ (ج ۳، ص ۱۳۲) احادیث ۷۷۷، ۳۶۷، تجویں مسدر ک کا بھی سیکھی جو والہ ہے

۴۔ تاریخ ابن عساکر (حالات حضرت علی مطیوب حقیقت شدہ نمبر ۸۳۲-۸۳۳) ریاض الحضرة ج ۲، ص ۲۰ (ج ۲، ص ۱۲۶) کاظمی الطاہب، ص ۱۳۲ (ص ۱۳۲ باب ۲۲) مقلل خوارزی ج ۱، ص ۳۶

۵۔ کنز الدقائق، ص ۱۸۸۔

دوسرے یہ کہ وہ جن دونوں کی گردن پر بارخوپنا چاہتے ہیں، وہ ہر اعتبار سے پست ہیں۔ ان سے ہر لحاظ سے بہتر مولائی تھے، جن کی سبقت اسلامی اور دیگر فضائل کے ساتھ رسول نے دامادی اور قریبی رشتہ داری تھی، صاحب یوم غدیر تھے، دوسرے موقع پر بھی رسول نے ان سے وصیت کی تھی، قرآن کی روشنی میں نفس نبی اور طاہر و مطہر تھے۔ خلیفہ نے ان کی گردن پر بارڈائیں کی بات کیوں نہ سوچی کہ امت صراط مستقیم پر باتی رہتی۔ حدیث رسول کی روشنی میں یہ ہادی و مہدی اور امت کو جنت میں پہنچاتے۔

اب رہ گئی، خاتون فاطمہ کی ملائی کی بات۔ (۱) اس پر گذشتہ جلد و میں روشنی ڈال چکے ہیں۔ یہ ایسی محروم آنے حرکت تھی کہ فاطمہ کا لیکچر جلتا رہا، آپ ہر نماز کے بعد ان کے لئے بدعا کرتی رہیں۔ حیرت تو اس پر ہے کہ امت ان پر مظالم ڈھانی رہی اور ارشاد رسول گوئتارہا: جو اسے پہچانتا ہے وہ مجھے پہچانتا ہے، جو نہیں پہچانتا ہے، وہ پہچان لے یہ میری پارہ جگر بنے، یہ میرا قلب ہے، میرے پہلو کی روح ہے، جس نے اسے اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی۔ (۲)

رسول کا ارشاد گوئتارہ: فاطمہ میرے جگر کا نکڑا ہے، اسے خوش کرنے والا مجھے خوش کرتا ہے، اسے اذیت دینے والا مجھے اذیت دیتا ہے۔

فاطمہ میرے جگر کا نکڑا ہے، جس نے اس کو غصناک کیا، اس نے مجھے غصناک کیا۔ (۳)

فاطمہ میرے جگر کا نکڑا ہے، جس نے اس کا حق روک لیا، اس نے میرا حق روک لیا۔ جس نے اس کے ساتھ حسن سلوک کیا، اس نے میرے ساتھ حسن سلوک کیا۔ (۴)

۱۔ تاریخ طبری ج ۲، میں ۲۱۰ (ج ۲، میں ۲۲۲ حادث ۱۱۰) شرح ابن الہیم ج ۱، میں ۵۸ (ج ۱، میں ۷۷ اخطبہ ۳) العقد الفريد

ج ۲، میں ۲۵۰ (ج ۲، میں ۷۷) تاریخ ابوالقدامی ج ۱، میں ۱۵۶، اعلام الشام، ج ۱، میں ۷۷ (ج ۲، میں ۱۱۳)

۲۔ صحیح بخاری (۵، میں ۲۰۰۳) حدیث ۲۹۲۲ صحیح مسلم (ج ۵، میں ۵۲) حدیث ۹۲ کتاب فضل الصحابة (ترمذی) (ج ۵، میں ۲۵۵)

حدیث ۳۸۶۷ (منڈ احمد) ج ۳، میں ۲۸۲۸ (ج ۵، میں ۳۴۰) حدیث ۳۴۰ (ج ۵، میں ۳۴۰) خاصائص نبی میں ۳۵ (ص ۱۳۲) حدیث ۱۳۳

عن نبی میں ۷۶ حدیث ۸۳۷۰ کتاب المناقب، الاصفی ج ۲، میں ۳۷۸ (نمبر ۸۳۰)

۳۔ صحیح بخاری (ج ۲، میں ۱۳۶۱) حدیث ۳۵۱۰ (خاصائص نبی میں ۳۵) (ص ۱۳۷) حدیث ۱۳۵، عن نبی حدیث ۱۳۷ (۸۳۷)

۴۔ منڈ احمد ج ۳، میں ۳۳۶، ۳۳۷ (ج ۵، میں ۳۲۲) حدیث ۱۸۳۴۸، میں ۳۳۵ حدیث ۱۸۳۵۱ (الصوات عن اخْرِ قَ، میں ۱۱۲) (۱۸۸)

فاطمہ میرے جگر کا نکوا ہے، اس کو سرو رکنے والا مجھے سرو رکرتا ہے۔ (۱)
 ائے فاطمہ! اتیرے غم و خصہ سے خدا غضبناک ہوتا ہے اور تیری خوشی سے خداراضی ہوتا ہے۔ (۲)
 ان تمام ارشادات کو جانتے، بوجنتے خلیفہ کو ندامت ہے۔ اب ندامت سے ہونا کیا ہے؟ بات تو
 گزرنگی۔ جو ہونا، تھا وہ ہو! خلیفہ کو ندامت ہے، حالانکہ فاطمہ قبر میں آرام فرمادی ہیں۔

وہ تین جن کے چھوڑنے پر خلیفہ کو ندامت ہے، وہ انہوں نے جان بوجہ کرہی حکم شرعی کے مطابق
 انجام نہ دیں۔ یہاں تک کہ ان کی غلطی پر بھی نے انگلی اٹھائی۔ خلیفہ رسول نے ایسی فاحش غلطی کیوں کی؟
 اشعش بن قیس کا واقعہ اس بات کی واضح علامت ہے کہ خلیفہ کی ندامت صحیح تھی کیونکہ وہ شخص مرتد ہو گیا تھا
 اور اس نے پاپ کے ذہیر لگادیے۔ مسلمانوں کو قتل کیا۔ اسے گرفتار کر کے خلیفہ کے سامنے پیش کیا گیا۔
 خلیفہ نے پوچھا: تمہیں بتاؤ! تمہارے ساتھ کیا سلوک کروں؟ اس نے کہا: مجھ پر احسان فرمائیے اور یہ آئندی
 زنجیر کھلوا دیجئے۔ اپنی بہن ام فروہ سے میرا نکاح کرو دیجئے۔ کیونکہ میں پھر اسلام قبول کرتا ہوں۔ ابو بکر نے
 کہا: اچھا چلو! میں نے یہ سب کچھ کر دیا۔ پھر اپنی بہن ام فروہ بنت ابو قافلہ سے اس کا نکاح کر دیا۔
 اشعش تکوار لئے ہوئے اوتھوں کے بازار میں گھس گیا اور لگا اوتھوں کو ذبح کرنے۔ لوگ چلانے
 لگے: اشعش کافر ہو گیا ہے۔ جب کئی اونٹ ذبح کر کے فارغ ہوا تو بولا: میں خدا کی قسم! کافرنیس ہوا
 ہوں۔ لیکن اس مرد (ابو بکر) نے اپنی بہن کا نکاح مجھ سے کر دیا ہے۔ اگر ہم اپنے شہر میں ہوتے تو اس
 طرح دعوت ولیمہ کا انتظام کرتے۔ مدینہ والو! کھاؤ جی بھر کے اور بے اونٹ والو! آکر اپنا دام مجھ سے
 لے لو۔ وہ دون جیسے قربان کا دن معلوم ہو رہا تھا۔ چنانچہ ویرہ بن قیس اور اخنف بن حملہ نے اس سلسلہ میں
 اشعار بھی کئے ہیں۔ (۳)

۱۔ الاغانی ج ۸، ص ۱۵۶ (ج ۹، ص ۳۰۱)

۲۔ المسدر رک علی الحسین ج ۳، ص ۱۵۲ (ج ۳، ص ۷۶) حدیث (۲۴۳۰)

۳۔ تاریخ طبری ج ۳، ص ۲۲۶ (ج ۳، ص ۳۳۹) حادثہ (۱۱) شمار القلوب للعلبی، ص ۲۹ (ص ۸۸، نمبر ۹۱۲۹) استیعاب (۱۱)

ص ۱۵ (قسم الاول ۱۲۲-۱۲۳-۱۲۴-۱۲۵) تاریخ کامل ج ۲، ص ۱۶۰ (ج ۲، ص ۳۴۹) حادثہ (۱۱) جمع الامثال میدانی ج ۲، ص

۲۲۱ (ج ۲، ص ۲۵۲) نمبر ۲۲۲ (الاصابة ج ۱، ص ۱۵) (نمبر ۲۰۵) (ج ۲، ص ۶۲۰) (نمبر ۹۰۶)

آخری تین بات جسے رسول سے پوچھنا تھا۔ ان تین باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ کی دینی واقفیت صفر کے برابر تھی۔ انہیں میراث کے احکام بھی معلوم نہیں تھے، جسے معمولی مسلمان بھی جانتا ہے۔ پھر انہیں یہ شک تھا کہ یہ خلافت نفس رسول کے ذریعہ منعقد ہوتی ہے یا وہ نینگ سے اور اگر وہ نینگ کے ذریعہ ہوتی ہے تو کیا اس میں ہبہ جریں ہی کا حق ہے یا انصار بھی حق رکھتے ہیں؟

اس سوال کا جواب ہر آزاد انسان کی سمجھ کے حوالے ہے۔

اگر وہ رسول ﷺ سے پوچھتے تو یہی جواب ملتا:

جس کا میں مولا ہوں اس کے یعنی مولا ہیں۔ (۱)

میں تم میں دو گرانقدر چیزیں چھوڑے جاتا ہوں، ایک خدا کی کتاب، دوسرا میرے اہل بیت (۲)

علی ﷺ کو سمجھ سے وہی نسبت ہے، جو ہارون کو موسیٰ ﷺ سے تھی، مگر یہ کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔ (۳)

مجھے علیؑ کے بارے میں تین باتوں کی وجہ ہوئی ہے: وہ مسلمانوں کے سردار ہیں، تقویٰ شعاروں کے امام ہیں اور اجالٹے چہرے والوں کے قائد ہیں۔ (۴)

علیؑ صدقیت اکبر اور اس امت کے فاروق ہیں، جو حق و باطل میں فرق کریں گے۔ وہ منونوں کے یہ سوپ ہیں، اور میرا دروازہ ہیں، وہ میرے بعد میرے خلیفہ اور جانشین ہیں۔ (۵)

اپنی جلد میں تفصیل سے اس پر بحث ہوئی ہے

۱۔ بنی سے زیادہ محاب سے مردی یہ حدیث مخفف الفاظ میں متعدد صحابہ و مسانید میں نقل ہوئی ہے مثلاً صحیح مسلم و مسنند احمد۔

۲۔ سنن ترمذی ج ۲، ص ۲۱۳ (ج ۵، ص ۵۹۶ حدیث ۳۷۲۳) الحدیر ک علیؑ تحسین ج ۲، ص ۱۰۸ (ج ۳، ص ۷۷) حدیث ۳۵۷۵ صحیح مسلم (ج ۵، ص ۲۲۳ حدیث ۳۲ کتاب فضائل الصحابة)

۳۔ الحدیر ک علیؑ تحسین ج ۳، ص ۱۳۸ (ج ۳، ص ۱۳۸ حدیث ۳۶۶۸)

۴۔ الحجۃ الکبیر (ج ۲، ص ۲۶۹ حدیث ۱۱۸۳) کافیۃ الطالب (ص ۱۸۷، باب ۳۲) مجموع الزوائد ج ۹، ص ۱۰۲، تاریخ ابن عساکر (ج ۱۲، ص ۱۳۰) کنز العمال ج ۲، ص ۵۶ (ج ۱۱، ص ۶۱۶ حدیث ۳۲۹۹۰) ریاض المطہر ج ۲، ص ۱۵۵ (ج ۳، ص ۹۶)

علیؑ پر چم ہدایت، میرے دوستوں کے امام، میری اطاعت کرنے والوں کے نور اور تقویٰ شماروں کے لئے لازم کلمہ ہیں۔ جوان سے محبت کرتا ہے، وہ مجھ سے محبت کرتا ہے۔ جوان سے نفرت کرتا ہے، وہ مجھ سے نفرت کرتا ہے۔ (۱)

علیؑ میرے بھائی، میرے وصی اور میرے وارث اور خلیفہ ہیں میرے بعد۔ (۲)

(علامہ امینیؒ نے مزید بیش احادیث اہل سنت کے حوالوں سے نقل کی ہیں)

آخر ان فصوص کے ہوتے، خلیفہ نے کیسے تمنا کی۔ کیا ان کے کان بھرے تھے؟ جوان جامع کلمات کو نہ سن سکے۔ ان سے تو واضح طور سے خلافت کی نشاندہی ہوتی ہے۔

کیا خلیفہ نے ان قبائل کے سامنے رسولؐ کی بات نہیں سن تھی۔ جب بنی عامر نے کہا کہ کیا اس میں ہمارا بھی حق ہے؟ رسولؐ نے فرمایا تھا کہ خلافت و جاشنی کا معاملہ خدا کے حوالے ہے، وہ جسے چاہے گا، عطا فرمائے گا۔ کیا خلیفہ کہتے تھے کہ جو معاملہ خدا کے ہاتھ میں ہے کیا کبھی پلٹ کے امت کے ہاتھ میں آجائے گا؟! چاہے اجماع اور انتخاب کے شرائط بھی پورے نہ ہوں۔ جیسا کہ پہلی خلافت میں ہوا۔ وصیت و استخلاف سے ہو گا جیسا کہ دوسری خلافت میں ہوا اور شوریٰ کے حوالے ہو گا۔

جیسا کہ تیسرا خلافت میں ہوا اور اس کا نتیجہ قتل و غارت گری کی شکل میں اختتام پذیر ہوا اور پھر بات بنی امیہ کے چھوکروں تک پہنچ جاتی ہے۔ انہی عقیدت دیکھئے کہ ابو عبید نے اس روایت کو لکھ کر بیت فاطمہ کی خانہ تلاشی کی جگہ پر لکھ دیا ہے کہ کاش ایسا ویانا کرتا۔ تاریخ میں ایسی خیانتیں بہت ہیں۔

۱۔ حلیۃ الاولیاء ح ۱، ج ۶۷، شرح ابن القردی ح ۲، ص ۳۳۹ (ح ۱۹۷۱ خطبہ ۱۵۳) فرانک لاسطن (ح ۱، ج ۱۵ احادیث ۱۱۲)

۲۔ ماقب خوارزی، ج ۱، ج ۲۰۲ (ص ۲۲۵) (ص ۲۰۲، حدیث ۲۹۹) کفاية الطالب، ج ۱، ج ۹۵ (ص ۲۱۵، باب ۵۹) نزعة مجلس، ج ۲، ج ۲۳۱ (ح ۲، ج ۲۰۸)

۳۔ نقش العثمانی (ص ۲۰۲) تاریخ کامل، ج ۲، ج ۲۲ (ح ۱، ج ۷۷، ص ۲۸) نیم الیاض شرح الشفاء، ح ۲، ج ۳۲ (ح ۲۵، ج ۲)

۴۔ دلائل الدینۃ تبیین (ح ۲، ج ۲، ص ۱۸۰-۱۸۱) تفسیر خازن (ح ۲، ج ۲، ص ۲۱) کنز العمال، ح ۲، ج ۳۹۲ (ح ۱۳، ج ۱۲۸) حدیث

۵۔ مذکور در مکتبہ علوم اسلامیہ (ص ۳۶۳۹، حدیث ۳۶۳۹) مذکور در مکتبہ علوم اسلامیہ (ص ۳۲۰۸، حدیث ۱۳۱) مذکور در مکتبہ علوم اسلامیہ (ص ۱۱۱) (ح ۱، ج ۲۷، حدیث ۸۸۵)

۶۔ مذکور در مکتبہ علوم اسلامیہ (ص ۳۰۲) (ح ۱، ج ۱، ص ۲۸۶)

۱۲۔ یہودی کا سوال ابو بکر سے

انس بن مالک سے مروی ہے کہ وفات رسولؐ کے بعد ایک یہودی نے ابو بکر سے کہا: میں آپ سے کچھ ایسی باتیں پوچھنا چاہتا ہوں، جسے نبی یاوصی نبی کے علاوہ دوسرا کوئی نہیں جانتا۔ ابو بکر نے کہا: جو چاہے پوچھو۔ یہودی نے کہا کہ مجھے بتائیے، اللہ کے لئے کیا نہیں ہے اور کیا چیز اللہ کے پاس نہیں ہے اور کیا چیز اللہ نہیں جانتا؟ ابو بکر نے کہا: او یہودی! یہ سوالات کفر ہیں۔ ابو بکر اور دوسرے مسلمانوں نے یہودی کو زد کوب کرنا چاہا۔ ابن عباس نے کہا: تم نے اس شخص کے ساتھ انصاف نہیں کیا۔ ابو بکر نے کہا: تم سنتے نہیں ہو کہ یہ شخص کیا بک رہا ہے؟ ابن عباس نے کہا: اگر تمہارے پاس جواب ہو تو بتاؤ ورنہ علیؐ کے پاس لے چلو، اس لئے کہ میں نے رسولؐ سے سنایا ہے کہ علیؐ کے لئے فرمایا: خدا یا! اس کے قلب کی حفاظت فرم۔ یہ سن کر ابو بکر اور دوسرے مسلمان، علیؐ کے پاس گئے۔ ابو بکر نے کہا: اے ابو الحسن! یہ یہودی مجھ سے زندیقوں کا سوال کر رہا ہے۔ علیؐ نے کہا: اے یہودی! تیرے کیا سوالات ہیں؟ یہودی نے کہا: میرے سوال کا جواب صرف نبی یاوصی نبی ہی جانتا ہے۔ آپ نے کہا: پوچھ لے! یہودی نے وہی سوالات دہراتے تو حضرت علیؐ نے فرمایا: خدا جو چیز نہیں جانتا، وہ تم لوگوں کا قول ہے کہ ”عزیز“ خدا کے بیٹے ہیں اور خدا کا کوئی بیٹا نہیں ہے۔ اور جو چیز خدا کے پاس نہیں ہے وہ بندوں پر ظلم ہے۔ (یعنی خدا بندوں پر ظلم نہیں کرتا) اور جو چیز خدا کے لئے نہیں ہے، وہ خدا کا شریک ہے۔ یہ سن کر یہودی نے کہا: میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے علاوہ کوئی معبود نہیں۔ محمد ﷺ خدا کے رسول ہیں اور آپ ہی رسول ﷺ کے ولی ہیں۔ ابو بکر اور دوسرے مسلمانوں نے علیؐ سے عرض کی: اے دکھ در دو ختم کرنے والے! (۱)

۱۳۔ عیسائیوں کا وفد اور ان کے سوالات

حافظ عاصیؒ نے مسلمان فارسی سے روایت کی ہے کہ جب رسول خداؐ کی وفات ہو گئی تو قصرِ روم

کے پاس بہت سے عیسائی جمع ہوئے اور کہا: ائے باادشاہ! ہم نے انجلی میں پڑھا ہے کہ عیسیٰ کے بعد ایک نبی آئے گا، جس کا نام "احمد" ہو گا اور ہم نے ان کے علامات ظہور پر غور کیا ہے اور اس کے خصوصیات ہمیں معلوم ہوئے ہیں، آپ ہماری رہنمائی فرمائیے کیونکہ دین و دنیا کی قیادت کے لئے ہم نے آپ پر اتفاق کیا ہے۔ یہ سن کر قیصر روم نے اپنے شہر کے سو آدمیوں کو بلاسکے ان سے عہد لیا کہ بد دیانتی نہ کریں گے اور نہ کوئی چیز چھپائیں گے۔ اس نے کہا کہ اس نبی کے وصی کے پاس جاؤ اور وہ سوالات کرو جو نبی سے کئے جاتے ہیں، جو قل اذیں ان پر آتا رہا ہے، جو انہیاں کی پیچان کا ذریعہ ہیں، اگر وہ سوالات کا جواب دیں تو اس وصی اور اس کے نبی پر ایمان لاو اور مجھے بھی خط لکھ کر خبر دینا اور اگر جواب نہ دے پائے تو سمجھ لینا کہ وہ اپنی قوم کا لیڈر ہے اور میں۔

وہ تمام لوگ وہاں سے جمل کے بیت المقدس آئے۔ یہاں یہودیوں نے رأس الجالوت کے پاس آکر وہی بات کی۔ رأس الجالوت نے سو آدمیوں کو ان کے ساتھ کر دیا۔ مسلمان کا بیان ہے کہ اس طرح سب مل کے مدینہ آئے۔ وہ جمع کا دن تھا۔ ابو بکر مسجد میں بیٹھے ہوئے، لوگوں کو فتوے دے رہے تھے۔ میں نے انہیں جا کر یہودیوں اور عیسائیوں کے آنے کی خبر دی۔ ابو بکر نے انہیں مسجد میں آنے کا حکم دیا۔ اس وقت رأس الجالوت مسجد میں آیا اور ابو بکر سے کہا کہ میرے ساتھ یہودیوں اور عیسائیوں کا وفد آیا ہے اور ہم آپ سے کچھ سوالات کرنا چاہتے ہیں، اگر آپ جواب دنے دیں گے تو ہم سمجھیں گے کہ آپ کا دین برحق ہے اور ہم مسلمان ہو جائیں گے اور اگر آپ نے صحیح جواب نہیں دیا تو ہم سمجھیں گے کہ ہمارا دین یعنی سب سے بہتر ہے۔ ابو بکر نے کہا: جو مگر چاہے پوچھوا میں ان شاء اللہ جواب دوں گا۔ رأس الجالوت نے پوچھا: ہم اور تم خدا کے نزدیک کیا ہیں؟ جواب دیا:

میں تو خدا کے نزدیک مومن ہوں، قیامت تک میرے دل میں تہی رہے گا، لیکن ہم نہیں جانتے

کہ میرے بعد کیا ہوگا؟

رأس الجالوت نے کہا: اچھا تو بتائیے! جس جنت میں آپ ہوں گے اور جس جہنم میں ہم ہوں گے، ان کے صفات کیا ہیں، تاکہ ہم جہنم چھوڑ کر آپ کی جنت میں داخل ہو سکیں۔ یہ سن کر ابو بکر کبھی معاذ کو

دیکھتے، کبھی ابن مسعود کو۔ رأس الجالوت نے اپنی قوم سے مادری زبان میں کہا کہ یہ نبی نہیں ہے۔

یہ سن کر سلمان نے کہا: لوگوں آؤ! ہم تمہیں ایسی جگہ لے جائیں، جہاں اگر مند فضا پچاہادی جائے تو بیٹھنے والا اہل توریت سے فیصلے کرے، اہل انجیل کو انجیل سے، اہل زبور کو زبور سے اور اہل قرآن کو قرآن سے۔ وہ ظاہر آئت کو باطن سمیت اور باطن کو ظاہر سمیت جانتا ہے۔

معاذ کا بیان ہے کہ پھر ہم لوگ علیؑ کے پاس گئے اور انہیں یہود و نصاریٰ کے آنے کی خبر دی۔ حضرت مسجد میں تشریف لائے اور یہودیوں سے کہا کہ جو چاہے پوچھ لو! میں تمہیں بتاؤں گا، ان شاء اللہ۔ رأس الجالوت نے پوچھا: ہم اور آپ خدا کی نظر میں کیا ہیں؟ علیؑ نے فرمایا: ہم تو خدا کی نظر میں قیامت تک مومن ہیں اور تم کافر ہو! ہم نہیں جانتے کہ تمہارے بعد کیا ہو گا؟

رأس الجالوت نے کہا کہ ہم کو اپنی جنت اور اپنے جہنم سے باخبر کیجئے! تاکہ ہم اپنی جہنم چھوڑ کر آپ کی جنت میں داخل ہو سکیں۔ علیؑ نے کہا: میں نے تو جنت اور عذاب جہنم کا مشاہدہ نہیں کیا، بتاؤں کیسے؟ لیکن خدا نے مومنوں کے لئے جنت اور کافروں کے لئے جہنم بنایا ہے؟ رأس الجالوت نے کہا: آپ نے صحیح فرمایا۔ نبی کی بات کی تصدیق کرنے والا موسیٰ ہوتا ہے اور مخالفت کرنے والا کافر ہوتا ہے۔ آپ اتنا بتائیے کہ آپ نے محمدؐ کو خدا کے ذریعہ پہچانا ہے یا خدا کو محمدؐ کے ذریعہ؟ فرمایا: میں نے محمدؐ کو خدا کے ذریعہ پہچانا ہے نہ کہ خدا کو محمدؐ کے ذریعہ۔ کیونکہ محمدؐ مخلوق، مدد و اور بندہ خدا ہیں۔ خدا نے انہیں مصطفیٰ فرمایا اور اپنی مخلوق کے لئے انہیں حنیلیا، انہیں فرشتوں کی طرح نبوت کا الہام فرمایا۔ انہوں نے خدا کو بلا کیف و شے کے پہچانا ہے۔ رأس الجالوت نے کہا: آپ نے حق فرمایا۔ مجھے بتائیے کہ خدادنیا میں ہے یا آخرت میں؟ حضرت علیؑ نے فرمایا: ظرفیت سے تو خدا محدود ہو جائے گا۔ صحیح بات تو یہ ہے کہ خدادنیا و آخرت میں جو کچھ ہے سب کو جانتا ہے، اس کا عرش ہوائے آخرت پر ہے اور وہ دنیا پر محیط ہے اور آخرت بہزلف قدیل ہے، جو اس کے وسط میں ہے اگر خالی ہو جائے تو نوٹ جائے۔ اور اگر اس سے نکال لیا جائے تو اپنی جگہ پر باقی نہ رہے اسی طرح دنیا بالکل وسط آخرت میں ہے۔ رأس الجالوت نے کہا: آپ نے حق فرمایا، بتائیے کہ پروردگار حامل ہے یا محمول؟ حضرت علیؑ نے فرمایا: حامل ہے۔ رأس

الجالوت نے کہا: یہ ہم کیسے مانیں؟ ہم نے تو قوریت میں پڑھا ہے کہ تمہارے پروردگار کا عرش اس دن آٹھ فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے۔ علی نے فرمایا: اسے یہودی اپنے شک ملانکہ عرش کو اٹھائے ہوئے ہیں اور شری ہوا کو اٹھائے ہوئے ہے۔ اور شری قدرت خداوندی سے تینی ہوئی ہے۔ پہلا مفہوم ہے ارشاد خداوندی کا: ”اسی کے لئے ہے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے اور جو کچھ اس کے درمیان یا اُسی کے نیچے ہے۔“ رأس الجالوت نے کہا: آپ نے سچ فرمایا۔

”اور یہ غلو پسندی دیکھئے“

یہ ابو بکر کے نتوں اور نظریوں کا محض تذکرہ تھا۔ اختصار کے باوجود ان کی قرآن و سنت سے واقعیت اور شرعی سمجھ بوجھ، احکام دین کا علم بہت حد تک واضح ہو جاتا ہے۔ کیا اس کے بعد یہ غلو پسندی نہیں ہے کہ جو کہا جاتا ہے کہ ہر شخص کو علم کا کچھ حصہ کچھ حصہ ملتا ہے۔ ابو بکر کا علم حضرت علیؑ کے علم سے بہت زیادہ تھا۔ (۱)

کیا یہ غلو نہیں ہے کہ ابو بکر، عمر، عثمان اور علیؑ کے قضایا اور فتاویٰ کو جمع کیا گیا ہے۔ انہیں دیکھنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ سب سے زیادہ صحیح اور مدلل ابو بکر کے فیصلے اور فتوے ہیں، پھر عمر کے۔ اس لئے جتنے فیصلے اور فتوے علیؑ کے نص کے ہیں مخالف ہیں، ان کے مقابل عمر کے کم ہی ہیں۔ اب رہ گئے، ابو بکر تو ان کا کوئی بھی فیصلہ اور فتویٰ مخالف نص نہیں ہے۔ کیا یہ غلو نہیں ہے کہ علیؑ سے ن تو عمر نے نہ ابو بکر کا اور نہ ہی دیگرا کا بر صحابہ نے سوال پوچھا بلکہ علیؑ نے ابو بکر سے علم حاصل کیا۔ (۲)

کیا یہ غلو نہیں ہے کہ این جغر صوات عن محرقہ میں کہتے ہیں کہ ابو بکر اکابر مجتہدین میں تھے بلکہ صحابہ میں سب سے زیادہ عالم تھے، علی الاطلاق۔ (۳)

کیا یہ غلو پسندی نہیں ہے کہ ابو بکر کو علم صحابہ اور ذکر ترین کہا جائے۔ پھر یہ بھی کہا جائے کہ وہ علم

۱۔ الفصل اہن حزم (ج ۲، ص ۱۳۶) المسدر رک علیؑ الحسین (ج ۲، ص ۱۳۰) حدیث (۳۶۲۵) کنز العمال ج ۲، ص ۱۲ (ج ۱، ص ۱)

۲۔ حدیث (۳۶۹۲۵) کنز العمال ج ۲، ص ۳۹۸ (ج ۱، ص ۶۰۵) حدیث (۳۶۹۲۶)

۳۔ مناج النساء (ج ۲، ص ۱۲۸)

۴۔ الصوات عن آخر قہ، ص ۱۹ (ص ۳۳)

سنت کے سب سے زیادہ واقعہ کا رہتے۔ چنانچہ اکثر موقوں پر صحابہ ان سے رجوع کرتے اور وہ ضرورت کے وقت علم نبی سے جو حاصل کیا تھا، ظاہر فرماتے؟، وہ تو ابتدائے بعثت سے وفات رسولؐ تک ہمیشہ صحبت سے سرفراز رہے۔ (۱)

کیا یہ غلوپندی نہیں کہ رسولؐ کی طرف یہ بات منسوب کی جائے کہ جو کچھ میرے سینے میں اٹھیا، وہ سب کچھ ابو بکر کے سینے میں اونڈلیں دیا۔ (۲)

کیا یہ غلوپندی نہیں ہے کہ خواب میں بھرا ہوا ظرف علم، ابو بکر کے لئے وضع کیا گیا (۳)۔ کاش اس اور؟ دعووں، فریب کارانہ شور و شعب میں حدیث رسولؐ کو بھی پیش کیا جاتا ہے، جوان دعووں کے قطعی خالف ہیں۔

آپ نے قاطعہ سے فرمایا: کیا تو راضی نہیں ہے کہ میں نے اول اسلامیں اور سب سے بڑے عالم سے تیرناکھ کیا ہے۔ (۴)

آپ نے فرمایا: میں نے تمیری شادی اپنی امت کے بہترین اور عالم ترین سے کی ہے۔ (۵)

آپ نے فرمایا: میرے بعد میری امت کے سب سے بڑے عالم علی ہیں۔ (۶)

آپ نے فرمایا: میں شہر علم ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔ (۷)

آپ نے فرمایا: علی میرے علم کا ظرف ہیں (۸)، علی میرے علم کا باب ہیں (۹)، علی میرے علم

۱۔ تاریخ اخلاقاء م ۲۹ (ص ۲۹)

۲۔ سفر المساعدة (ج ۲، بیں ۲۷۷) کشف الخاج، ج ۲، بیں ۳۷۹، اتفی الطالب، بیں ۱۹۲ (ص ۳۷۹ حدیث ۱۲۷۲) المؤذونات الکبری (ص ۱۰۶)

۳۔ ریاض العزرون (ج ۱، بیں ۱۰۱) (ج ۱، بیں ۱۲۰)

۴۔ المسدر رک علی الحسین (ج ۲، بیں ۱۳۰ حدیث ۲۷۵) کنز الہمال (ج ۲، بیں ۱۲) (ج ۱، بیں ۱۰۵ حدیث ۲۷۵)

۵۔ کنز الہمال (ج ۱، بیں ۳۹۸) (ج ۱، بیں ۱۰۵ حدیث ۲۷۶)

۶۔ کنز الہمال (ج ۱، بیں ۱۵۲) (ج ۱، بیں ۱۱۳ حدیث ۲۷۷)

۷۔ المسدر رک علی الحسین (ج ۲، بیں ۱۲۶ حدیث ۲۷۸)،

۸۔ میں الاخبار، بیں ۳۹ (ج ۱، بیں ۱۰۶ باب ۷) اتفی الطالب، بیں ۲۰، ۷۰ (ص ۴۲، ۲۷ باب ۷)

۹۔ فروض الاخبار، بیں ۲۵ (حدیث ۳۷۸) کنز الہمال (ج ۱، بیں ۱۵۲) (ج ۱، بیں ۱۱۳ حدیث ۲۷۸)

کے حاضر ہیں۔ (۱) علیٰ میرے علم کے پناہ گاہ ہیں۔ (۲)

آپ نے فرمایا: میں حکمت کا گھر ہوں اور علیٰ اس کے دروازہ ہیں۔ (۳) میں علم کا گھر ہوں اور علیٰ اس کا دروازہ ہیں۔ (۴)

آپ نے فرمایا: میں علم کی ترازو ہوں اور علیٰ اس کے پڑے ہیں۔ (۵)

آپ نے فرمایا: میں حکمت کی میزان ہوں اور علیٰ اس کی زبان ہیں۔ (۶)

آپ نے فرمایا: میری امت کے سب سے بڑے قاضی علیٰ ہیں۔ (۷)

آپ نے فرمایا: تم سب سے بڑے قاضی علیٰ ہیں۔ (۸)

اس کے علاوہ بے شمار ارشادات رسول ہیں۔

کیا یہ احادیث رسول اور گذشتہ جملوں میں جنواد علم عمر کے شوابد پیش کئے، ان کے اور ان کے متعلق عائشہ، عمر، معاویہ، ابن عباس، ابن مسعود، عدی بن حاتم، سعید، بشام بن عبد القصب، عطاء اور عبد اللہ بن حمبل نے جو رائے دی ہے، اس کے قطعی خلاف نہیں ہیں؟ میں نے تیری جلد میں حضرت علیٰ کے علم ہونے کی تحقیق پیش کی ہے۔ تمام اہل علم کا ارشاد ہے کہ حضرت علیٰ وارث علم نبیٰ تھے۔ خود حضرت علیٰ کا صحیح ترین ارشاد پیش کرچکا ہوں کہ ”میں رسول کا بھائی، ان کا ولی، ان کا عم اور ان کے علم کا وارث ہوں۔

مجھ سے زیادہ اس کا کون حقدار ہو سکتا ہے؟“ ۱۹۹۳ء

۱۔ شرح فتح الملاجن ج ۲، ص ۳۲۸ (ج ۹، ص ۱۶۵ اخطیہ) (۱۵۲)

۲۔ کنز الصالح ج ۲، ص ۱۵۲ (ج ۱۱، ص ۲۰۳ حدیث ۱۱۱) (۳۲۹)

۳۔ حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۶۲، شرح المواحد زرقانی ج ۲، ص ۱۳۹

۴۔ ذخیر الحقی ص ۲۷۷، المرقاۃ فی شرح المکاتب ج ۵، ص ۱۷۷،

۵۔ دیلی نے فردوس الاخبار میں، سید علی ہمدانی نے روشنۃ الفردوس، مودۃ القرطبی اور اسبیعن فی فضائل امیر المؤمنین میں، عبد الوہاب بخاری نے تفسیر انوری میں اور تدویزی نے بیانیۃ المودۃ میں نقل کیا ہے،

۶۔ امام فزنی کا رسالہ عتیقہ مقول از الغواص شرح دیوان امیر المؤمنین ص ۳،

۷۔ مصباح بقوری ج ۲، ص ۲۷۲ (ج ۲، ص ۱۸۰ حدیث ۲۷۸) فتح الباری ج ۸، ص ۱۳۶ (ج ۸، ص ۱۷۲)

۸۔ الاستیباب ج ۲، ص ۲۸ (اقسم الالاث، ص ۱۰۰ انبر ۱۸۵۵) الموقف الحجی ج ۳، ص ۲۷۶ (ص ۳۱)

آخر خلیفہ جی رسول کے کس چشمہ علم سے سیراب ہوئے تھے؟ انہیں توبت اور کلالہ کا مطلب بھی معلوم نہیں تھا۔ دادا، دادی اور خلافت کے بارے میں رسول سے پوچھ بھی نہیں سکے، یہ کیسے مفتی تھے؟!! آخر کیا ان کے سینے میں اغڑیا گیا تھا؟ ان تمام متذکرہ باتوں سے آپ نے اندازہ لگایا ہو گا کہ ابو بکر بعد رسول اعلم حالانکہ حضرت علی علم رسول کی شاخ تھے، وہ وارث علم تھے، باب علم، پناہ گاہ علم اور خازن علم تھے۔ میں تو نہیں کہتا کہ ان کے ہوتے کسی کو اعلم صحابہ کہا جائے اور اگر غلوکی بات ہے تو یہ بھی کہا جاتا ہے کہ ابو حنیفہ کا علم ابو بکر کے علم سے زیادہ تھا۔

جی ہاں ای یغلو ہے۔ ائے ابن حزم، تیمیہ، ابن کثیر اور ابن جوزی کے پرستارو!

خلیفہ کے مظاہر علم

پہلا مظاہرہ

خلیفہ کے علم کا پہلا مظاہرہ باقلانی (۱) اور سید احمد ذینی دحلان (۲) کے مطابق موت رسول کی خبر ہے۔ (جیسے یہ عمر نے کہا گر کسی نے یہ کہا تو اس کی گردن اس تکوار سے ازادوں گا) ابو بکر نے عمر کے سامنے یہ آیت پڑھی کہ رسول مرضی ہے:

﴿وَ مَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ (۳)

ان دونوں نے یہ بات فراموش کر دی کہ ہر صحابی کو اس کی خبر تھی۔ یہ بات قطعی بعید ہے کہ جن کے سینے میں قرآن موجود تھا، وہ اس بات کو نہیں جانتے ہوں کہ رسول خدا کا انتقال ہو چکا ہے۔ آیات بھی اس مسئلے میں وارد ہیں:

﴿وَ مَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ تَمُوتَ. وَ لِكُلِّ أُمَّةٍ أَجْلٌ﴾

۱۔ التبیید ص ۱۹۱

۲۔ السیرۃ النبویۃ، مطبوع بر حاشیہ سیرہ حلیہ ج ر ۳۷۶ ص ۳۰۲ (ج ۲)

۳۔ آل عمران ۱۳۳

اس کے علاوہ بے شمار احادیث بھی اس سلسلے میں ہیں کہ رسول نے اپنی موت کی خبر صحابہ کو دے دی تھی۔ آخری حج سے واپسی پر مقام غدری میں بھی اپنی موت کی اطلاع دی تھی۔

عمر نے وفات رسول کا انکار جہالت کی وجہ سے نہیں کیا تھا، کیونکہ ابو بکر سے پہلے عمر بن زائد نے مسجد رسول میں اس آیت کی تلاوت کی تھی۔ (۱) لیکن عمر نے ان کی تلاوت کو نظر انداز کر دیا۔ جبکہ رسول خدا نے عمر بن زائد کو تیرہ بار [۱۳] مدینہ میں اپنا جانشین بنا کر غزوہات کی طرف کوچ کیا تھا۔ (۲) اصل میں عمر کا موت رسول سے انکار ایک سوچی سمجھی سیاست کے تحت تھا۔ اصل میں وہ ابو بکر کے آنے تک معاملہ کوٹانا چاہتے تھے، جو حدیث سے باہر مقام غم پر تھے (۳)۔ خود حضرت عمر کے عقیدت مند وفات رسول کے انکار عمر کی صفائی میں یہی کہتے ہیں کہ وہ جاہل نہیں تھے، بلکہ ان پر گھبراہٹ اور بدحواسی چھائی تھی (۴)، اس لئے انہوں نے فرمایا کہ خدا کی قسم اولاد کے نہیں بلکہ اپنے پروردگار کی طرف چلے گئے ہیں۔ (۵)

دوسرہ امظاہرہ

ابن حجر (۶) نے خلیفہ کے علم کا دوسرا مظاہرہ بحوالہ صحیح بخاری (۷) بیان کیا ہے کہ صحیح حدیثیہ کے بعد عمر خدمت نبی میں آئے اور کہا کہ کیا آپ اللہ کے برحق نبی نہیں ہیں؟ فرمایا: بے شک ہوں۔ فرمایا: کیا ہم حق پر نہیں ہیں اور ہمارے دشمن باطل پر نہیں ہیں؟ فرمایا: بے شک ہیں۔ تو کہا کہ پھر ہم کیوں اپنے

۱۔ البدایہ والحدایہ ح ۵، ص ۲۲۲ (ج ۵، ص ۲۲۲) (ج ۵، ص ۲۶۲-۲۶۳ حادثہ) شرح المواصب زرقانی ح ۸، ص ۲۸۱

۲۔ الاصابة ح ۲، ص ۵۲۳ ،

۳۔ نارغ طبری ح ۲، ص ۷۶ (ج ۲، ص ۲۰۰ حادثہ) طبقات ابن سعد، ص ۷۸۶ مطبوعہ مصر (ج ۲، ص ۲۶۵) تفسیر قرطبی

۴۔ شرح مقاصد تفتیاز افی ح ۲، ص ۲۹۲ (ج ۵، ص ۲۸۲)

۵۔ عيون الائڑ ابن سید الناس ح ۲، ص ۳۳۹ (ج ۲، ص ۳۳۹)

۶۔ الصواعق المحرقة (۳۳)

۷۔ صحیح بخاری (ج ۲، ص ۸۷۸ حدیث ۲۵۸۱)

دین کے بارے میں ذلت پرداشت کر رہے ہیں؟ آنحضرت نے فرمایا: میں خدا کا رسول ہوں، میں خدا کی نافرمانی نہیں کر رہا ہوں۔ خدا ہی میرا مددگار ہے۔ عمر نے کہا: کیا آپ نے نہیں کہا تھا کہ ہم بہت جلد خاتمه کعبہ کی زیارت کریں گے اور طواف کریں گے؟ آنحضرت فرمایا: کہا تو تھا۔ کیا یہ بھی کہا تھا کہ اس ممال طواف کریں گے؟ عمر نے کہا: نہیں۔ آپ نے فرمایا: تو ہم بہت جلد خاتمه کعبہ کا طواف کریں گے۔ عمر کا بیان ہے کہ پھر ہم ابو بکر کے پاس گئے اور سبھی سوال دہر لیا۔ ابو بکر نے وہی جواب دیئے جو رسول نے دیئے تھے۔

علامہ امین فرماتے ہیں کہ اس سے تو صرف سبھی معلوم ہوتا ہے کہ ابو بکر کو رسول خدا کی بیوت پر ایمان تھا۔ فطری اعتبار سے ہر مومن سبھی عقیدہ رکھتا ہے کہ رسول خدا اپنے پروردگار کی نافرمانی نہیں کریں گے۔ خدا ان کا ناصر ہے۔ کوئی بھی واقعہ جو ہونے والا ہے، آج نہیں، توکل ہو گا۔ اگر انسان عجلت پسند نہ ہو تو شک کی گنجائش ہی نہیں۔ یہ تو ایسی بات ہے، جس میں ابو بکر کے ساتھ تمام مسلمان شریک نہیں۔ اس واقعہ سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ ابو بکر مطلقاً تمام صحابہ سے اعلم تھے۔ اگر عمر دوسرے صحابی سے یہ سوال کرتے تو وہ بھی سبھی جواب دیتا۔ کیا عمر نے کسی دوسرے صحابی سے یہ سوال کیا تھا اور اس نے دوسرا کچھ جواب دیا؟ اس واقعہ سے ابو بکر کا عالم ہوتا، کہاں سے ثابت ہو گیا۔ ابن حجر (۱) نے جان بوجہ کر روایت کے الفاظ کو ساقط کر دیا اور پھر لکھ مارا کہ ابو بکر تمام صحابہ سے اعلم تھے۔ کیونکہ بحوالہ صحیح بخاری صلح حدیبیہ میں عمر کو سمجھاتے ہوئے، وہی جواب دیا، جو پیغمبر خدا نے دیا تھا۔ کیا ہم ابن حجر سے پوچھ سکتے ہیں کہ ابو بکر نے اس میں کون سا خلک مسئلہ حل کیا ہے اور کون سی دقت نظر کی بات کی ہے؟

تیسرا مظاہرہ

ابن حجر (۲) کے نزدیک واضح دلیل یہ ہے کہ حضرت عائشہ سے رسول روایت ہے کہ جب رسول خدا کی وفات ہوئی تو نبیق نے سراخیا۔ عرب مرد ہونے لگے، سبھی بیگانوں کی زدیں تھے۔ کسی کا دماغ

۱۔ الصواعق المحرقة ص ۱۹ (ص ۳۳)

۲۔ الصواعق المحرقة ص ۱۹ (ص ۳۳)

قاہوں نہ تھا۔ ایسے میں لوگوں نے کہا کہ رسول کہاں دفن ہوں؟ کسی نے کچھ جواب نہ دیا۔ صرف ابو بکر نے کہا کہ میں نے رسول سے سنا ہے کہ ہم گروہ انیاء نہ وارث ہوتے ہیں اور نہ وارث ہناتے ہیں۔ پھر آگے لکھتے ہیں (۱) کہ یہ صحابہ کے درمیان پہلا اختلاف تھا۔ کوئی کہتا، اپنے وطن تک میں دفن ہوں، کوئی مسجد رسول میں کہتا۔ بعض نے بیچ کی رائے دی۔ بعض نے بیت المقدس کی رائے دی کیونکہ وہاں بہت سے انبیاء دفن ہیں۔ یہاں تک کہ ابو بکر نے اپنے علم کی بنابر لوگوں کو بیچ رائے دی۔ اب ان زمینوں کہتے ہیں کہ اس سنت کے متعلق کی کوئی رائے میں ابو بکر منفرد ہیں۔

علام ابی القاسم فرماتے ہیں کہ زیادہ اس مرسل روایت خاکش سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ متذکرہ دونوں حدیثیں دوسرے صحابہ نے نہیں سن تھیں۔ صرف ابو بکر نے سن لیں۔

اس سے ان کا علم ہونا کہاں سے ثابت ہو گیا۔ کیا دوسرے اصحاب جنہوں نے احادیث رسول میں اور ابو بکر نے انہیں نہیں سنادہ اس معیار پر ابو بکر سے علم نہ ہو جائیں گے۔ انہیں توبت، کلالہ اور دادا، دادی کی میراث کا پتہ بھی نہیں تھا۔ کیا انہیں مغیرہ ابن شیبہ، محمد بن مسلمہ اور عبد الرحمن بن سہیل کے بارے میں حدیث رسول کا پتہ تھا؟ اب ان حجر کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہزاروں افراد نے حدیث رسول کی تھی کہ ”ما بین قبری و منبری روضۃ من ریاض الجنة“

ای طرح کی چار اور حدیثیں ہیں، جنہیں بخاری، احمد عبد الرزاق اور بیہقی وغیرہ نے نقش کی ہیں۔

انہیں تاریخ خطیب، ارشاد الساری، کنز العمال، وفاء الوفا وغیرہ، بہت سی کتابوں میں دیکھا جا سکتا ہے۔ (۲) کیا ابن حجر کے سمجھ میں نہیں آتا کہ جو اصحاب اس حدیث رسول گوئے ہوئے ہیں، وہ رسول کے

۱۔ الصواعق المحرقة (ص ۲۲)

۲۔ مسند احمد (ج ۳، ص ۳۷۲ حدیث ۱۱۲۱) شعب الایمان (ج ۳، ص ۳۹۱ حدیث ۳۱۶۳) مسند بن زار (ج ۳، ص ۳۳ حدیث ۱۱۰۶) الحسن الکیر (ج ۱۲، ص ۲۲۷ حدیث ۱۳۱۵۶) تختہ الباری مطبوع بر ذیل ارشاد الساری (ج ۳، ص ۳۱۲) ارشاد الساری (ج ۳، ص ۳۹۲-۳۹۱ حدیث ۱۸۸۸) المصنف عبد الرزاق (ج ۳، ص ۱۸۲ حدیث ۵۲۲۳) تاریخ بغداد (ج ۱۱، ص ۲۹۰، ۲۲۸) کنز العمال (ج ۶، ص ۲۵۳) (ج ۱۲، ص ۲۶۰ حدیث ۳۲۹۲۷) وفاء الوفا (ج ۱، ص ۳۰۳) (ج ۱، ص ۳۲۸) مسن ترمذی (ج ۵، ص ۲۷۵ حدیث ۱۵۰۴) وغیرہ

مدفن سے بہر حال واقع تھے اور اگر یہ روایت صحیح بھی ہو تو یہ بات تو رسول نے جسے غسل و کفن کی وصیت کی ہو گی، اسے معلوم ہو گی۔ (۱) رسول کا جنائزہ تورات میں دفن ہوا۔ (۲) ابو بکر اور دوسرے صحابہ دفن میں موجود بھی نہیں تھے۔ (۳) اگر یہ روایت عائشہ صحیح ہوتی تو صرف ابن حجر نے صواتع علی میں نہ لکھا ہوتا۔ عائشہ کا توبیان ہے کہ ہمیں تو فتن رسول کی خبر ہی نہ ہوئی، جب تک کہ رات کے سنائے میں پھاڑ زہ چلنے کی آواز نہ بلند ہوئی۔ (۴) ان دونوں روایتوں میں جمع کی کیا صورت ہو گی؟

پھر یہ کہ اس حدیث کو غلط ثابت کرنے والی حقیقتیں بھی موجود ہیں۔ آدمؑ الکہ میں پیدا ہوئے اور کوہ ابو قتبہ پر دفن ہوئے۔ (۵) ابراہیمؑ نے کوہ جبرون میں ایک مغارہ خریدا اور یہیں خود، سارہ اور اسحاقؑ دفن ہوئے۔ یعقوبؑ کا انتقال سفر میں ہوا اور یوسفؑ نے انہیں، مغارہ جبرون میں دفن کیا۔ (۶)

چوتھا مظاہرہ

میراث کی روایت ہے، ابن حجر کے خیال میں یہ ناقص حدیث ابو بکر کے اعلم ہونے کی دلیل ہے۔ ان کا عقیدہ ہے کہ اس کی روایت علیؑ، عباس، عثمان، عبد الرحمن بن عوف اور زیبر و سعد وغیرہ نے کی ہے۔ سب سے پہلے اس کی نشاندہی ابو بکر نے کی پھر دوسرے لوگوں نے کی۔ (۷)

۱۔ طبقات ابن سعد (ج ۲، ص ۲۸۱، ۲۸۰، ۲۸۸) المخالفُ الْكَبِيرُ (ج ۲، ص ۲۷۶، ۲۷۷) (ج ۲، ص ۲۷۶، ۲۷۷)

۲۔ سنن ابن ماجہ ج ۱، ص ۳۹۹ (ج ۱، ص ۵۲۱) مسنون حج ۱۶۲۸ مسنون حج ۲۷۲۸ (ج ۷، ص ۳۹۰) حدیث ۲۵۸۱

۳۔ طبقات ابن سعد، ص ۸۲۳، ۸۲۴؛ طبیعت لیدن ح ۲۷۳ المصنف ابن الیثیر (ج ۱۳۲، ص ۳۰۳) المصنف ابن الیثیر (ج ۱۳۲، ص ۳۰۳) حدیث ۱۸۸۹

۴۔ طبقات ابن سعد (ج ۲، ص ۲۰۲) مسنون ح ۲۷۲ مسنون ح ۲۷۳ (ج ۷، ص ۳۹۰) حدیث ۲۵۸۱ (ج ۷، ص ۳۹۰) سیرہ ابن ہشام ح ۲، ص ۲۲۳

(ج ۲، ص ۳۱۳) البدایہ والنہایہ ح ۵، ص ۲۰۰ (۵، ص ۲۹۱) حادیث ۱۳۱۳۹

۵۔ تاریخ طبری ح ۱، ص ۸۰، ۸۱، ۱۱۱ (ص ۱۱۱، ۱۱۰) الرأس شعبی، ص ۲۹ (ص ۳۸) تاریخ کامل ح ۱، ص ۲۲، ۲۳ (ج ۱، ص ۱۱۰) البدایہ والنہایہ ح ۱، ص ۹۸ (ج ۱، ص ۱۱۰)

۶۔ تاریخ طبری ح ۱، ص ۱۱۰، ۱۱۱ (ج ۱، ص ۳۱۲، ۳۱۳) مجموع البلدان ح ۳، ۲۰۸ (ج ۲، ص ۲۱۲) البدایہ والنہایہ ح ۱، ص ۱۷۳، ۱۷۴ (ج ۱، ص ۲۲۰، ۲۲۱)

۷۔ الصواتع اخر ق، ص ۲۱، ۱۹ (ص ۳۹، ۳۲)

یہ شخص کتاب شرمناک دھوکہ دے رہا ہے۔ اگر رسول خدا نے یہ حدیث فرمائی بھی ہوتی تو جو لوگ وارث ہونے والے تھے، ان سے کہتے تاکہ ان کا عذر قطع ہو جاتا اور وہ لوگ قرآن کی عمومی آیت میراث کی بنیاد پر وراثت کا بنوارہ نہ کرتے۔ پھر نہ کوئی جھگڑا ہوتا، نہ صدیقہ طاہرہ علیہا السلام عمر بھرا ابو بکر سے ناراض ہوتیں، نہ اپنے باپ کے اصحاب سے ان مصائب کا سامنا کرتیں۔

کیا جس رسول کو علم بلا یا و منایا و فتن و ؟ تھا، وہ یہ عمومی بات نظر انداز کر سکتا تھا کہ اپنے گھر والوں کو یہ حدیث سنادے؟ کیا آپ سوچ سکتے ہیں کہ صدیق اکبر، امیر المؤمنین حضرت علیؑ اور ان کی شریک حیات ایک بے مایہ جانداؤ کے لئے اس حدیث رسول کو جولا وارث ہے، صحیح سمجھتے ہوئے دعویٰ کر سکتے ہیں؟ انہیں یہ حدیث معلوم نہیں تھی؟ قرآن و حدیث کی روشنی میں ہم تو ان دونوں کی ذات کو قطبی پاک سمجھتے ہیں۔

آخر ابو بکر نے حضرت علیؑ کی تصدیق کیوں کی؟ کیونکہ ان کی بیان کردہ حدیث قرآن و سنت کی روشنی میں لا وارث ہے۔ اسکیلے وہی اس کے راوی ہیں۔ جبکہ رسولؐ نے علیؑ کو ابتدائے بخشش میں ہی اپنا وصی و وارث بنا دیا تھا (۱)۔ وہاں کوئی بھی توجہ دینے والا نہ تھا، جو فاطمۃؓ کا دعویٰ کرتا کہ فدک کو رسول خدا نے انہیں بخش دیا تھا۔

ماںک بن جعونہ کہتے ہیں کہ فاطمۃؓ نے ابو بکر سے کہا کہ رسول خدا نے فدک مجھے عطا فرمایا ہے، اسے مجھے واپس دوا یہ میرا خاص ہے۔ فاطمۃؓ کے دعویٰ پر علیؑ نے گواہی دی۔ دوسرا گواہ ماںگا گیا تو ام ایکن نے گواہی دی۔ ابو بکر نے کہا: دختر رسولؐ! کیا آپ جانتی ہیں کہ ایک مرد اور عورت کی گواہی ناقابل قبول ہے؟ کم سے کم دعورتیں اور ایک مرد ہوں۔ خالد بن طہان کی روایت ہے کہ فاطمۃؓ نے ابو بکر سے فدک ماںگا تو ابو بکر نے گواہی طلب کی تو فاطمۃؓ نے ام ایکن اور ریاح غلام رسول کو پوچیں کیا۔ ابو بکر نے کہا: ایک مرد اور ایک عورت کی گواہی ناقص ہے۔ (۲)

۱۔ تاریخ بلبری ج ۲، ص ۲۱۶ (ج ۲ ص ۳۱۹) تاریخ کامل ج ۲ ص ۲۲۳، ص ۲۲ (ج ۱ ص ۲۷۸) کنز العمال ج ۲، ص ۲۹۲

(ج ۱۳، ص ۱۳۸) حدیث ۱۳۲۰۸، ص ۳۲۳۱۹ (مندرجہ ج ۱، ص ۱۵۹) (ج ۱، ص ۲۵۷) حدیث ۱۳۲۵

۲۔ فتوح البلدان بلاذری، ص ۳۸ (۳۳)

یہ سن کر صدیقہ طاہرہؓ خبتنا ک حالت میں واپس ہوئیں۔ رسولؐ نے انہیں کے لئے فرمایا تھا کہ خدا راضی ہوتا ہے، قاطمہ کی رضا مندی سے، خدا غبنا ک ہوتا ہے، قاطمہ کے غصب سے۔ (۱) ترجمان دوچی نے جو کچھ فرمایا تھا، اس کے برخلاف ہے؟ ہرگز نہیں! آئی تبلیغ کی روشنی میں سونچا بھی نہیں جا سکتا۔ اب صرف ایک ہی بات رہتی ہے کہ راوی کو جو نہ اور حدیث لاوارث کو قرآن و سنت کے خلاف کہا جائے۔

دوسرے کے لئے آپ اس عالم میں گھر سے نکلیں کہ سر سے پاسک چادر میں ڈھکی ہوئی تھیں۔ خاندان کی عورتوں کے ساتھ یوں قدم اٹھا رہی تھیں کہ رسولؐ کی یاددازہ ہو رہی تھی۔ لوگ جیخ مار کر رونے لگے۔ ابو بکر گروہ مہاجرین والنصار میں بیٹھے تھے۔ آپ نے تقریر فرمائی اور کہا کہ تم لوگ مگان کرتے ہو کر ہمارے لئے میراث نہیں۔ تم لوگ جاہل فیصلے کیوں کر رہے ہو؟ ائے ابو قافلہ کے بیٹے! تو اپنے باپ کا وارث بنے اور میں اپنے باپ کی وارث نہ بنوں! عقریب تو خدا کے سامنے پیش ہو گا۔ پھر باپ کی قبر کی طرف رنج کر کے اشمار پڑھے:

”آپ کے بعد ایسے مصائب پیش آئے کہ اگر آپ ہوتے تو ان میں اضافہ نہ ہوتا۔ آپ کو ہم نے یوں گم کر دیا ہے، جیسے زمین بارش سے محروم ہو گئی ہے۔ آپ کی قوم نے مصائب اوپر تسلی دیتے ہیں۔ انہیں دیکھنے انظر انداز نہ فرمائیے! ائے کاش! ابھی آپ کے بعد موت آگئی ہوتی۔ موت نے تو میرے اور آپ کے درمیان جدائی ڈال دی ہے۔“ (۲)

جی نہیں قاطمہ ہر فماز کے بعد ابو بکر کے لئے بدعا کرتی ہیں۔ کیا یہ لاوارث حدیث قرآن اور آثار انبیاءؐ سے میں کھاتی ہے؟ قرآن کہتا ہے:

﴿وَرِثَ سَلِيمَانَ دَاؤِدَ﴾

-
- ۱۔ الحمد لله رب كل الحكيمين ح ۳، بیں ۱۵۳ (ح ۳، بیں ۱۶۷ حدیث ۲۷۳) تذكرة الحواس، بیں ۱۷۵، (ص ۳۱۰) ذخائر الحقی، بیں ۲۹، الصواعق الحمر قصص ۱۰۵ (ص ۱۷۵)
- ۲۔ باغات النساء ابن طهور، بیں ۱۲ (ص ۲۲) شرح ابن الهمدی ۳، بیں ۹۳ (ح ۱۶۱، ر ۲۵۱، خلبہ ۲۵) اعلام النساء ح ۸، بیں ۱۲۰ (ح ۲۳، بیں ۲۲)

سلیمان، داؤڈ کے وارث ہوئے۔ (۱)

زکریا علیہ السلام ادعا کرتے ہیں، مجھے فرزند عطا کر جو میرا اور آں یعقوب علیہ السلام کا وارث بنے۔ (۲)

واضح بات ہے کہ میراث یہ ہے کہ صاحب جاندار درجاتے تو اس کے پس مانگان وارث نہیں، یہ قرآن کا حکم ہے۔ پس ان آتوں کو علم بوت پر محظوظ کرنا غلط ہے کیونکہ اس میں وراثت نہیں ہوتی۔ بوت مصلحت عام کی تابع ہے۔ خدا نے جسے اس صلاحیت سے آراستہ دیکھا، اسے ازل سے ہی معین کر دیا۔ اس میں نسب اور دعا و سوال کا کوئی دخل نہیں۔ حضرت زکریا نے اپنا وصی خدا سے مانگا کیونکہ ان کے موالی نہیں محبوب کر رہے تھے۔ خود آیت میں اس کی وضاحت ہے کہ چھپرے بھائیوں اور خادمان کے لوگوں سے خائف تھے۔ یہ چیز ماں سے ہی متعلق ہو سکتی ہے۔ بوت علم سے محبوب ہونا کوئی معنی نہیں رکھتا۔ پھر یہ کہ آیت میں رضا کی شرط رکھی ہے۔ (وَاجْعَلْهُ رَبَّ رِضَا) (۳) اس سے بھی ماں ہی کی طرف اشارہ ملتا ہے کیونکہ بوت کا تقدیس تو بہر حال رضا سے وابستہ ہوتا ہے۔ ماں ہی میں ہے کہ کبھی رضا ہوتی ہے، کبھی نہیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ دوسرے انبیاء میں نہیں صرف یہ حکم رسول خدا علیہ السلام ہی سے مخصوص تھا، تو یہ بات بھی عمومی آیات سے مسترد ہوتی ہے۔ پھر ماننا پڑے گا کہ عموم آیت کو یہ لاوارث حدیث مخصوص کر دیتی ہے۔ آیت ہے:

﴿بِيَوْصِيمُ اللَّهُ فِي أَوْلَادِكُم﴾ (۴)

﴿وَأَولُو الْأَرْحَامِ بِعِظِيمِهِمْ أَوْلَى بِعِصْمِهِمْ﴾ (۵)

﴿فَإِنْ تَرَكْ خَيْرًا لِوَصِيَّةٍ﴾ (۶)

کیا یہ عمومی احکام ایک لاوارث حدیث سے مسترد کئے جاسکتے ہیں؟ کیا سیرت انبیاء بھی مسترد کی

۱۔ سورہ نہش، آیت ۱۲۔

۲۔ سورہ مریم، آیت ۶۔

۳۔ سورہ نہش، آیت ۱۱۔

۴۔ (مریم) ۶۔

۵۔ سورہ بقرہ، آیت ۱۸۰۔

۶۔ سورہ افال، آیت ۷۵۔

جاسکتی ہے؟!!!

اس لاوارث حدیث کو علم رسولؐ کے وارث علیؐ و فاطمہؓ بھی نہیں جانتے تھے۔ نامت کا کوئی فرد جانتا تھا۔ پھر اگر یہ خبر واحد صحیح تھی، تو ابو بکر نے لینے کے بعد دینے کی کوشش کیوں کی؟ فاطمہؓ کو ایک تحریر لکھ دی تھی کہ فذک فاطمہؓ کا حق ہے۔ اسی وقت عمر آگئے، پوچھا کیا ہے یہ؟ ابو بکر نے کہا کہ میں نے فاطمہؓ کو ان کے باپ کی میراث دے دی ہے۔ عمر نے کہا: پھر مسلمانوں پر کیا خرچ کرو گے؟ عرب تم پر چڑھائی کر رہے ہیں۔ یہ کہہ کر عمر نے تحریر لی اور بچاڑہ والا۔ (۱)

اگر ظیفہ کی لاوارث حدیث صحیح تھی تو فذک میں تقاضہ کیوں ہے؟

۱۔ عمر بن خطاب خلیفہ ہوئے تو فذک کو رسول خداؐ کے وارثوں کو سونپنا چاہا۔ عباس اور علیؑ نے باہم زدای کیا۔ علیؑ نے کہا کہ رسولؐ نے اسے فاطمہؓ کے حوالے کیا تھا۔ عباس نے انکار کیا۔ وہ بولے کہ یہ رسولؐ کی ملکیت ہے، میں بھی وارث ہوں۔ عمر نے کہا کہ تم لوگ خود ہی فیصلہ کرو، میں تھہارے حوالے کرتا ہوں۔

صحیح مسلم کی روایت میں ہے کہ عباس نے علیؑ کو گالی بھی دی۔ انہوں نے عمر سے کہا: اے امیر المؤمنین! ابیرے اور (معاذ اللہ) اس جھوٹے، بدکار، دھوکے باز کے درمیان فیصلہ کیجئے! (۲)
 کیا آپ عباس کے متعلق سوچ سکتے ہیں کہ انہوں نے صدقہ آئی تطہیر، علیؑ کو گالی دی ہوگی؟
 رسولؑ نے علیؑ کے لئے فرمایا ہے کہ جس نے علیؑ کو گالی دی، اس نے مجھے گالی دی اور جس نے مجھے گالی دی، اس نے خدا کو گالی دی اور خدا کو گالی دینے والا، اوندوں میں جنہوں جہنم میں جھوک دیا جائے گا۔ (۳) ہرگز نہیں! یہ قطعی غلط ہے۔

۱۔ السیرۃ الحلبیہ ج ۲، ص ۳۹۱ (ج ۲، ص ۳۶۲)

۲۔ صحیح بخاری کتاب البجاد و الحمد ج ۵، ص ۱۰۲-۱۱۰ (ج ۲، ص ۲۸۷) حدیث ۲۹۲۷ (صحیح مسلم کتاب البجاد و السیرہ ج ۱، ص ۲۹) حدیث ۵۰، (سنن بیہقی ج ۲، ص ۲۹۹، بیہقی البلدان ج ۲، ص ۲۲۳) (ج ۲، ص ۲۲۸) (۲۲۸) البدریہ و التحایی ج ۵، ص ۲۸۸ (ج ۵، ص ۳۰۸) تفسیر ابن کثیر ج ۲، ص ۲۳۵ (ج ۲، ص ۲۲۵) الحرسی ج ۲، ص ۱۲۶
 ۳۔ ملک اوسیتہ الحسینی ج ۵، ق ۲، ص ۱۷۶

- ۱۔ مردان نے فدک کو عثمان کے حکم سے بھایا۔ (۱)
- ۲۔ معاویہ نے فدک تین نگزے کر کے عمرو بن عثمان، یزید بن معاویہ اور مردان کے حوالے کر دیا۔ جب مردان خلیفہ ہوا تو اس نے اپنے بیٹے عبدالعزیز کو دے دیا۔
- ۳۔ عمرو بن عبدالعزیز نے کہا کہ یہ فدک خاص فاطمہ کا حق تھا، گواہ رہو کہ اب اس کے حقداروں کو واپس کر رہا ہوں۔
- ۴۔ جب یزید بن عبد الملک خلیفہ ہوا تو اولاد فاطمہ سے لے کر بنی مردان کو دے دیا اور یہ نی امسیہ کی حکومت تک انہیں کے پاس رہا۔
- ۵۔ جب سفاح خلیفہ ہوا تو فدک عبدالله بن حسن کے حوالے کر دیا۔
- ۶۔ پھر منصور نے امام حسن عسکریؑ کی اولادوں سے چھین لیا۔
- ۷۔ پھر مہدی نے اولاد فاطمہ کے حوالے کر دیا۔
- ۸۔ پھر اس نام پر غور کریں اس لئے کہ سفاح سے ما مون نکل موسیٰ نام کا کوئی حاکم نبی عباس کا نہیں تھا بن مہدی نے اولاد فاطمہ سے چھین لیا اور ما مون کے عہد تک اسی کے پاس رہا۔
- ۹۔ ما مون رشید نے ۲۰۱ھ میں گورنمنٹ نے کو حکم دیا کہ بنی فاطمہ کو فدک و اپس کر دیا جائے۔
- ۱۰۔ ما مون رشید نے ۲۰۲ھ میں گورنمنٹ نے کو حکم دیا کہ بنی فاطمہ کو فدک و اپس کر دیا جائے۔ (اس کا حکم نامہ بر ایلخ اور فدک کی بنیادی حیثیت کو واضح کرتا ہے۔ نیز عاصبوں کی قلمی بھی کھوتا ہے)۔
- ۱۱۔ جب متولی خلیفہ ہوا تو اس نے حکم دیا کہ ما مون سے پہلے فدک جن لوگوں کے قبضے میں تھا، انہیں واپس کر دیا جائے۔ (۲) یہ تمام باتیں خلیفہ کی لاوارث حدیث کی تردید کرتی ہیں۔
- ۱۲۔ صواتع (۳) میں ابن حجر کا حیرتناک قول ملاحظہ فرمائیے! وہ کہتے ہیں کہ حدیث رسول ﷺ ادا مدینۃ

۱۔ سنہ یعنی ۲۰۱ھ، ص ۲۰۱

۲۔ فتوح البلدان بلادی، ص ۲۹۔ ۳۹ (ص ۲۶۔ ۳۶) تاریخ بغدادی، ج ۲، ص ۲۸ (ج ۲، ص ۲۰۵) الحقد الفرید، ج ۲، ص ۳۲۲ (ج ۳، ص ۵۱)

۳۔ تتم البلدان ج ۲، ص ۳۳۳ (ج ۲، ص ۲۰۰) البدایۃ والحدایۃ ج ۹، ص ۲۰۰ (ج ۹، ص ۲۲۵) حادیث امیر شوشان (شرح تتم البلاغ، ج ۲، ص ۱۰۳) (ج ۱۶)

۴۔ ص ۲۸ کتاب ۲۵) تاریخ بغداد، ص ۱۵۵ (ص ۲۱۵) حصر در مسائل العرب ج ۲، ص ۵۱، اعلام النساء ج ۳، ص ۱۲۱ (ج ۳، ص ۱۲۰۔ ۱۲۲)

۵۔ الصواتع الحجر، ص ۲۰ (ص ۲۳) مختاوی الحدیث، ص ۷۶ (ص ۲۶۹)

العلم و علی بابها“ کی بنیاد پر علم کو ابو بکر سے علم نہیں کہا جا سکتا کیونکہ پھر ہم کہیں گے کہ اس حدیث میں لوگوں نے طعن کیا ہے اور اگر اسے صحیح بھی مان لیا جائے اور حسن تسلیم کر لیا جائے تو ابو بکر اس کی محارب ہیں اور روایت میں جو کہا گیا ہے کہ جیسے علم کی طلب ہو، وہ دروازے سے آئے یہ بات بھی اعلیٰ کو متفاضی نہیں۔ کیونکہ کبھی کبھی غیر عالم کے بعد بھی لوگ وضاحت و بیان کے لئے چلے آتے ہیں اور انہیں علم کے برخلاف غیر علم سے تسلیم ہو جاتی ہے۔ پھر یہ کہ مندرجہ روایت فردوس دیلیٰ کے مطابق پوری حدیث یہ ہے:

انا مدینۃ العلم و ابو بکر اساسها و عمر حیطانها و عثمان سقفها و علی بابها۔
اس حدیث سے واضح ہوتا ہے کہ ابو بکر اعلم تھے۔ اس صورت حال میں دروازے کا قصداً س لئے ہوتا ہے کہ وضاحت و بیان کی طلب ہوتی ہے۔ اس سے شرف و منزلت مقصود نہیں ہوتا، واضح بات ہے کہ اسک، حیطان اور سقف دروازے سے بلند ہوتے ہیں....

علام الحنفی فرماتے ہیں کہ حدیث مدینہ پر طعن صرف ابن جوزی ہی سے لوگوں کی مختصری ٹولی ہی نے کیا ہے۔ میں نے چھٹی جلد میں اس کی صحت پر محققاً بحث کی ہے۔ ان جیسے لوگوں کے پاس صحت و عدم صحت کا کوئی معیار نہیں ہے۔ درستہ بزرگ علماء نے اس کو صحیح کہا ہے۔ ایک گروہ اسے حسن کہتا ہے۔ بعد کے علمائے نے حدقد میں کی تائید کی ہے۔ ابن جوزی جنہوں نے اس کی نیش زنی کی ان کی وقت ہی کیا رہ جاتی ہے۔

فردوس دیلیٰ کی روایت کو بھی نے ضعیف کہا ہے۔ خود ابن حجر نے الفتاوی المحدثہ میں اس کو ضعیف کہا ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ (اساس، حیطان اور سقف کے علاوہ) ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ ”معاویۃ حلقتہ“ (معاویۃ زنجیر ہے) یہ بھی ضعیف ہے۔ لیکن ابو بکر کو جب علم ثابت کرنا ہوا تو اپنا وہ فیصلہ ضعیف نظر انداز کر بیٹھے۔

عجلوی کشف الخطا (۱) میں کہتے ہیں کہ دیلیٰ نے فردوس (۲) میں بغیر سند کے ابن مسعود کی

(۱) الفردوس بماوراء الخطا (ج ۱، م ۳۲ حدیث ۱۰۵، ج ۳۳ حدیث ۱۰۸)

(۲) کشف الغمایہ ج ۱، م ۲۰۲

روایت نقل کی ہے کہ:

انا مدینۃ العلم و علی بابها و ابو بکر اساسها و عمر حیطانها و عثمان سقفها۔
یہ بھی انس بن مالک کی مرفوع روایت ہے کہ ”و علی بابها و معاویہ حلقتها“۔ مقاصد
(۱) میں ہے کہ باجملہ یہ تمام روایت ضعیف ہیں اور اس کے اکثر الفاظ رکیک ہیں۔

سید محمد درویش حوت نے اسی الطالب میں لکھا ہے کہ (۲)

انا مدینۃ العلم و علی بابها و ابو بکر اساسها
کی حدیث کا کسی علمی کتاب میں درج ہونا، قطعی مناسب نہیں۔ ابن حجر یعنی نے صواعق (۳)
وغیرہ میں جو نقل کیا ہے، یہ کوئی اچھی بات نہیں ہے۔

اس صورت حال میں غور کیا جائے تو معلوم ہو گا کہ امیر المؤمنین حضرت علیؑ کو دروازہ سے تعبیر
کرنے کی حدیث میں اساس (بنیاد)، حیطان (دیواریں)، سقف (چھت) اور حلقة (زنگیر) کا اضافہ
محض اس لئے کیا گیا ہے کہ خود حدیث مدینۃ العلم کو خندوش بنادیا جائے۔ اس محقق خنزیر اضافہ نے شہزاد
کو عام شہروں کے جیسا بنادیا ہے، جس میں دیکھنے اور سیر کرنے کے لئے جایا جاتا ہے۔ چھت کا سائبان
بنایا جاتا ہے، دروازے پر زنجیر کھکھلائی جاتی ہے، حالانکہ حدیث مدینۃ رسولؐ کا صرف ایک مقدمہ تھا کہ میرے
شہر علم کا دروازہ علیؑ ہیں۔ یعنی علوم نبوت کے استفادہ کا صرف ایک راستہ اور دروازہ علیؑ ہیں، جو
میرے جا شکن ہیں۔ جس طرح کہ شہر میں داخل ہونے کا صرف ایک راستہ دروازہ ہی ہوتا ہے۔ اساس
کی فضیلت نہیں، جب تک اس کی دیوار نہ قائم ہو جائے، ورنہ شہروں کی نولی شہر کو گارت کر دے گی۔
متنوی حیثیت سے چھت کا صرف ایک فائدہ ہوتا ہے کہ سایا ہو اور موسم سے حفاظت ہو سکے۔ کیا شہر میں
چھت ہوتی ہے؟؟؟ چھت تو گھروں اور حماموں میں ہوتی ہے۔ اس لئے شہر سے استفادہ کا راستہ
صرف دروازہ ہی رہ جاتا ہے۔ زنجیر بھی دروازے میں لگتی ہے۔ اگر دروازہ بند ہو تو زنجیر کھکھلائی جاتی

۱۔ المقاصد الحسنة (ص ۱۲۲ حدیث ۱۸۹)

۲۔ اسی الطالب، ص ۷۴ (ص ۱۳۷ حدیث ۲۹۱)

۳۔ الصواعق المحرقة (ص ۳۲۲)

ہے، اصل چیز تو دروازہ ہے۔

اس لئے واضح طور سے مراد غیر صرف یہ ہے کہ میرے شہر میں داخل ہونے اور نکلنے کا راستہ صرف ایک ہی ہے اور وہ دروازہ ہے۔ اس کے ذریعہ میرے علوم سے استفادہ کیا جاسکتا ہے۔ اس اعتبار سے تمام علوم نبوت کا احصاء حضرت علیؓ میں ہو جاتا ہے۔ دروازہ کہہ کے تاکید کی پھر فرمایا کہ جس کو مدینہ میں آنا ہو، وہ درس سے آئے۔ اس طرح امیر المؤمنین حضرت علیؓ کی ہی ذات باقی رہ جاتی ہے، جن سے لوگوں کو دوستی کیا گیا ہے اور ان کے پاس تمام علم نبوت تھا۔ فقہ و موعظہ، اخلاق، حکم، حکمت و سیاست سبھی کچھ لوگوں کی ضرورت کا مواد علیؓ کے پاس ہے۔ اس کے سوا جو حدیث میں اضافہ ہے، وہ محض جہالت ہے۔

۲۔ خلیفہ کی شجاعت

قبل اسلام تو خلیفہ کی بہادری کا کہیں اتنا پتہ نہ تھا۔ زمانہ رسولؐ میں بھی حالانکہ اکثر غزوہات میں موجود رہے، لیکن شجاعت کے کارنائے لاپیدا ہیں۔ تاریخ بالکل خاموش ہے۔ صرف خیر میں ان کے فرار کی داستان ملتی ہے۔ حضرت علیؓ و عباس کا بیان ہے کہ رسول خدا نے خیر میں ابو بکر کو بیجا وہ دہاں سے شکر سیست بھاگ آئے۔ پھر آنحضرت نے عمر کو بیجا وہ بھاگ آئے۔ یہ دونوں شکروالوں کو بزدل
ٹھہراتے تھے اور شکروالے ان دونوں کو بزدل ٹھہراتے تھے۔ (۱)

ان دونوں کی فراریت کا پتہ حدیث خیر سے بھی معلوم ہوتا ہے۔ رسول خدا نے فرمایا:

لا عطين الرأيَةَ غدارِ جلا يحب الله و رسوله ويحبه الله و رسوله يفتح الله على
يديه ليس بغير اراد

کل میں علم اسے دوں گا، جو خدا رسولؐ کو دوست رکھتا ہوگا، خدا اس کے ہاتھوں خیر کو فتح کرائے گا
اور وہ بھاگے گا نہیں۔

۱۔ مجمع الزوائد، ج ۹، م ۱۲۳، الموقف (ص ۲۱۰) شرح الواقع ج ۳، م ۶ (ج ۸، م ۲۷۶) (الطالع ص ۳۸)۔

کسی روایت میں کہا وغیرہ فرمائی ہے اور کسی روایت میں ہے:
وَالَّذِي كَرَمَ وَجْهَهُ مُحَمَّدَ لَا عَطَنَاهُ رَجُلًا لَا يَفْرُ
کسی روایت میں ہے:

لَادْفَنُ إِلَى رَجُلٍ لَنْ يَرْجِعْ حَتَّى يَفْتَحَ اللَّهُ لَهُ

کسی میں ہے: لَا يَوْلِي الدَّبْرَ۔ (۱)

اس سلسلے میں ابن ابی الدین کا سات شعروں پر مشتمل قصیدہ بھی ہے:

وَمَا أَنْسَ لَا أَنْسَ اللَّذِينَ تَقْدَمُ

خلیفہ کی؟ کا ایک منظر دالہ یہ کہ لئے قتل حکم رسول بھی ہے۔ وہ بغیر تھیار کے نماز پڑھ رہا تھا، ابو بکر کو آنحضرت نے حکم دیا کہ اسے قتل کر دیں، انہوں نے حکم رسول کے سرتلبی کو قتل کے مقابلے میں آسان سمجھا، بہانہ بنائے ہوئے واپس آگئے۔ (۲)

اس کے باوجود ابن حزم نے ”المفضلة بين الصحابة“ میں ابو بکر کو مطلق طور سے تمام صحابہ میں سب سے بہادر لکھا رکھا۔ انہوں نے حضرت علیؓ کی ایک حدیث بھی مخوب دی ہے۔ حضرت علیؓ نے لوگوں سے پوچھا: سب لوگوں میں سب سے بہادر کون ہے؟ سب نے فرمایا: آپ ہیں۔ فرمایا: میں تو جس سے بھی مقابلہ کے لئے گیا، اس پر حادی رہا، مگر مجھے بتاؤ کہ سب سے بہادر کون ہے؟ سب نے کہا: آپ ہی بتائیے ہم تو نہیں جانتے؟ فرمایا: ابو بکر ہیں۔ جنگ بدر میں ہم نے رسول خدا کے لئے ایک عریش (ٹی)۔

۱۔ صحیح بخاری ج ۲، م ۱۹۱ (ج ۲، م ۷۴۵۷) حدیث (۲۳۹۹، ۲۳۹۸) صحیح مسلم ج ۲، م ۲۲۳ (ج ۲، م ۷۸۷) حدیث (۲۳۲) کتاب البخاری طبقات ابن سعد (ج ۲، م ۱۱۱۔ ۱۱۰) مندرجہ ج ۲، م ۱۸۵، ۱۸۳ (ج ۱، م ۳۰۲) حدیث (۱۶۱)، ج ۲، م ۳۹۱ (ج ۲، م ۳۹۰) حدیث (۱۶۱) کی ایک حدیث میں اسے علیؓ کی خاصائش نامی م ۳۸ (م ۳۸) حدیث (۱۷۱) یہ رہا ابن حدیث (۱۷۱)، ج ۲، م ۳۵۵ حدیث (۱۷۱) م ۳۹۲ (ج ۲، م ۳۹۲) حدیث (۱۷۱) خاصائش نامی م ۳۸ (ج ۲، م ۳۸) حدیث (۱۷۱) یہ رہا ابن حشام ج ۲، م ۲۸۲ (ج ۲، م ۲۲۹) المسند رک علیؓ محسنین ج ۲، م ۱۰۹ (ج ۲، م ۷۷) حدیث (۳۵۷) حلیۃ الاولیاء ج ۱، م ۱۸۵، ۱۸۳ (ج ۲، م ۲۱۱) تفسیر الوصولی ج ۲، م ۲۲۲ (ج ۲، م ۲۱۵) ریاض النصرۃ ج ۲، م ۱۸۳ (ج ۲، م ۱۸۲) تفسیر الوصولی ج ۲، م ۲۲۳ (ج ۲، م ۲۱۶) افضل (ج ۲، م ۱۸۳)

بنا دی تھی۔ اب سوال یہ ہوا کہ کون رسول خدا کے ساتھ اس عریش میں رہے گا؟ تاکہ مشرکین حضرت کو گزندہ چھپا سکیں۔ اس وقت خدا کی قسم ابو بکر کے سوا کوئی بھی آمادہ نہیں ہوا۔ وہ تکوار لئے رسول کے سر پر کھڑے رہے اور کسی شرک کو ادھر آنے کی ہمت نہ ہو سکی۔ اس لئے اٹیج الناس ابو بکر ہیں۔ (۱) کاش! اہل سنت نے اس بے پر کسی سند بھی بیان کر دی ہوتی حافظہ شیعی نے اسے بلا سند کے نقل کیا، پھر لکھا ہے کہ یہ ضعیف ہے۔ مجھے نہیں معلوم کہ کس نے اڑائی ہے۔ (۲)

اس کی تکذیب صحابہ ابن اسحاق سے بھی ہوتی ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ جنگ بدر میں عریش پر سعد بن معاذ تکوار لئے کھڑے تھے۔ وہ دشمنوں سے رسول خدا کی حفاظت کر رہے تھے۔ (۳)

تحفظ رسول کا معاملہ بھی صرف جنگ بدر سے مخصوص نہیں بلکہ ہر مرحلے پر کوئی نہ کوئی صحابی رسول خدا کی حفاظت کرتا تھا۔ بدر میں معاذ تھے، (اور سیرۃ طہی (۴) کے مطابق پچھے دن ابو بکر تھے) احمد میں محمد بن مسلم تھے، خندق میں زبیر بن عوام تھے، حدیبیہ میں مخیرہ بن شعبہ تھے، جنگ خیبر میں بعض دونوں تکمیل ابوالیوب الانصاری تھے، وادی قری میں جناب بلال، سعد بن ابی وقار اور ذکوان بن عبد قیس تھے۔ ختن میں ابن ابی مرشد تھے (۵)۔ اصحاب کا یہ حفاظتی انداز اس وقت تک قائم رہا، جب تک ”وَ اللَّهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ“ کی آیت نہیں اتر گئی۔ آیت تازل ہونے کے بعد، یہ حفاظتی انداز چھوڑ دیا گیا (۶)۔ اس طرح اگر روایت کو صحیح مان لیا جائے تو ابو بکر بھی ایک پاسدار تھے۔

۱۔ ریاض المغارب ج ۱، ص ۹۲ (ج ۱، ص ۱۳۰) تاریخ اتفاقاء میں (ص ۲۵)۔

۲۔ مجمع الرواکن ج ۹، ص ۳۶ ۳۔ یعون الارث ابن سید الناس ج ۱، ص ۲۵۸ (ج ۱، ص ۲۲۶)۔

۴۔ سیرۃ الحلبیہ ج ۳، ص ۳۵۲ (ج ۲، ص ۳۲۷)۔

۵۔ یعون الارث ج ۲، ص ۳۱۶ (ج ۲، ص ۳۰۲) المواصب اللدینیہ ج ۱، ص ۱۸۳ (ج ۲، ص ۱۲۲) سیرۃ الحلبیہ ج ۳، ص ۳۵۲ (ج ۲، ص ۳۲۷) شرح المواصب زرقانی ج ۳، ص ۳۰۲۔

۶۔ المسدر ک علی الحسنین ج ۲، ص ۳۱۳ (ج ۲، ص ۳۰۲) حدیث (۳۲۲۱) تفسیر قرطبی ج ۲، ص ۲۲۳ (ج ۲، ص ۱۵۸) تفسیر ابن جزی کلیی ج ۱، ص ۱۸۳، تفسیر ابن کثیر ج ۲، ص ۸۷، الحصائف الکبری ج ۱، ص ۱۲۶ (ج ۱، ص ۲۱۰) سنن ترمذی ج ۵، ص ۲۲۳ (ص ۳۰۳۶) روایل الدیوۃ تیمی ج ۲، ص ۱۸۲۔

اگر یہ روایت صحیح مان لی جائے تو علی، حمزہ اور عبیدہ کے ساتھ ان کی مرح میں بھی کوئی آیت نازل ہوئی چاہئے تھی۔ ان لوگوں کے لئے تو آیت اتری ہے: (۱)

(هَذَا نَصْرَنَا مِنْ أَنْعَمْنَا فِي رَبِّنَا) (۲)

اگر اہل سنت کا مزبور صحیح ہو تو علی، حمزہ اور عبیدہ کی مرح میں ”... من المؤمنين رجال صدقوا“ احزاب ۲۲۳ نازل ہوئی، ان کے حق میں کوئی آیت کیوں نہیں اتری؟ حضرت علیؓ کے لئے آیت نازل ہوئی: (۳)

هُوَ الَّذِي أَيْدَكَ بِنَصْرِهِ وَبِالْمُؤْمِنِينَ (۴)

(ابو بکر کے لئے سناتا ہے) حضرت علیؓ کے لئے تو آیت بھرت نازل ہوئی، (۵) بدر کے دن مناوی نے آواز دی:

لَا فِتْنَةِ الْأَعْلَى لَا سَيْفَ إِلَّا ذُو الْفَقَارِ (۶)

کیا ابو بکر کے لئے بھی کوئی اشارہ ہے جو رسولؐ کے سر پر تکوار لئے کھڑے ہوئے تھے؟ کیا عرش صرف جنگ بدر میں ہی تھا؟ کیا رسول خدا اعریش کے باہر میدان میں نہیں آتے تھے؟ موئیں نے یہ

- ۱۔ صحیح بخاری ج ۲، م ۹۰ کتاب الشیر (ج ۲، م ۷۷ احادیث ۲۳۶۷) صحیح سلم ج ۲، م ۵۵۰ (ج ۵، م ۵۲۸ حدیث ۳۳) طبقات ابن سعد (ج ۲، م ۷۷) المحدث علی الحسینی ج ۲، م ۳۸۶ (ج ۲، م ۳۱۸ حدیث ۲۳۵۲) تفسیر قرطیج ج ۲، م ۲۵، (ج ۱۲، م ۱۸) تفسیر ابن کثیر ج ۳، م ۲۱۲، تفسیر خازن ج ۳، م ۸۸ (ج ۲۹، م ۲۸۲) ۲۔ سورہ فتح، آیت ۱۹۔

۳۔ مذاقب خوارزمی م ۱۸۸ (م ۱۷۲ احادیث ۱۲۰) کتابیۃ الطالب م ۱۲۲ (م ۲۲۹ باب ۲۲)

۴۔ سورہ اناقل، آیت ۲۲۔

۵۔ کتابیۃ الطالب م ۱۱۰ (م ۲۲۲ باب ۹۲) در منثور ج ۳ م ۱۹۹ (ج ۲، م ۱۰۰) تاریخ بغداد م ۱، ریاض الحضرۃ ج ۲، م ۱۷۲ (ج ۳، م ۷۱) ذخیر العظیم م ۶۹

۶۔ مسند احمد ج ۱، م ۳۳۸ (ج ۱، م ۵۷۵ حدیث ۲۳۳۱) تاریخ طبری ج ۲، م ۱۰۱...۹۹ (ج ۲، م ۳۷۲ حدیث ۲۳۲۲) طبقات ابن سعد ج ۱، م ۲۱۲ (ج ۱، م ۲۲۸) تاریخ یعقوبی ج ۲، م ۲۹ (ج ۲، م ۱۹۳) تاریخ بغداد ج ۱، م ۱۹۱، تاریخ کامل ج ۲، م ۲۲ (ج ۱، م ۵۱۶) البدایہ و الخلایہ ج ۷، م ۳۲۸ (ج ۷، م ۳۲۷ حدیث ۲۳۰)

کیوں لکھا ہے کہ رسول خدا نے مہاجرین کی ایک فرد کو علم دے کر خبر میں بھیجا، وہ بغیر کچھ کئے واپس آگئے؟ کیا انھیں اور ان کے دوست کو موڑھیں پہچانے نہیں تھے؟ ہرگز نہیں! (۱)

یہ شجاع ترین کب سے ہو گئے؟ جس دن یہودیوں کے نبرد آزمائی یا سرکردگی میں انصار کو چیرتے چاہتے رسول خدا اُنکے پہنچ گئے تھے، کہ رسول ﷺ اپنے آنہ تھام معموم تھے؟ (۲)

رسولؐ کے ساتھ تو شجاع ترین شخص موجود تھے، پھر رسول خدا نے سلمہ بن اکوع کو علیؐ کے پاس کیوں بھیجا؟ وہ مدینہ میں درجہ شمیں میں جاتا تھا۔ علیؐ کو درد کی شدت سے کچھ دکھائی نہیں دینا تھا۔ سلمہ ان کا ہاتھ پکڑ کر لائے تھے۔ (۳) رسولؐ نے انہیں علم دیتے ہوئے فرمایا:

”لا عطين الرأي إلی رجل كرار غير فرار“

کیا یہ خبر میں بھی شجاع ترین تھے، عریش پر؟ جس دن رسول خدا نے خود جنگ کی گھسان کی، جنگ میں آپ خود زرہ پہنچے ہوئے، گھوڑے پر سوار تھے، آپ کے ہاتھ میں نیزہ و پرتنی۔ (۴)

کیا عریش احمد پر بھی شجاع ترین تھے؟ جب لوگ دشمنوں میں چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ آپ کے ہونٹ زخمی ہو گئے تھے۔ چہرے سے خون پلک رہا تھا اور رسولؐ فرمادی ہے تھے: یہ قوم کیسے فلاج پائے گی؟ جو اپنے نبی کو خون میں نہ لارہی ہے اور وہ ان کے لئے دعائے خیر کر رہا ہے۔ (۵)

کیا یہ اس دن بھی عریش پر شجاع ترین تھے، جب حضرتؐ کے بیان کے مطابق لوگ رسولؐ کو چھوڑ

۱۔ تاریخ طبری ج ۲، م ۷ (ج ۲، م ۱۵۱) حادثہ (فضائل الصحابة) حجر (ج ۲، م ۷۶) ثابہ ابن هشام ج ۲، م ۷

۲۔ (ج ۲، م ۹) الروض الافق ج ۲، م ۱۳۳ (ج ۲، م ۲۷) تذکرۃ المؤمنین م ۱۶ (م ۲۶)

۳۔ الامتعة مقریزی، م ۳۱۲، السیرۃ الاحلیۃ ج ۲، م ۳۹ (ج ۲، م ۳۲)

۴۔ صحیح مسلم ج ۲، م ۱۰۲ (ج ۲، م ۸۷) حدیث ۱۳۲ کتاب الجihad (سنی) بیہقی ج ۹، م ۱۳۱، ریاض المضرفة ج ۲، م ۱۸۶ (ج ۲، م ۱۳۲)

۵۔ السیرۃ الاحلیۃ ج ۲، م ۳۱ (ج ۲، م ۲۵) شرح المواصب زرقانی ج ۲، م ۲۲۲ (ج ۲، م ۲۲۲)

۶۔ السیرۃ الاحلیۃ ج ۲، م ۳۹ (ج ۲، م ۳۲)

۷۔ بیرہہ شام ج ۲، م ۲۷ (ج ۲، م ۸۲) طبقات (ج ۲، م ۲۵-۲۲) المبدیۃ و المحتیۃ ج ۲، م ۲۲ (ج ۲، م ۲۲)، امتعة مقریزی، م ۱۳۵، شرح المواصب زرقانی ج ۲، م ۲۷،

کر بھاگ گئے؟ تو میں نے مقتولین میں تلاش کیا اور نہ پایا تو دل میں کہا: واللہ! رسول نہ توبھاگے ہیں اور قتل ہوئے ہیں۔ اب یا تو خدا ہم پر غصہ بننا کہے یا اس نے رسول کو آسمان پر اخراج کیا ہے۔ اب ہماری بھلائی اسی میں ہے کہ جنگ کرتے کرتے قتل ہو جائیں۔ میں نے اپنی نیام توڑ دی اور کافروں پر ٹوٹ پڑا، آگے بڑھاتا دیکھا کہ رسول خدا موجود ہیں۔ اس دن علیؑ نے رسول زخم ایسے کھائے کہ گر پڑتے تھے اور جبریلؑ سہارادے کر اخھاتے تھے۔ (۱)

کیا اس دن بھی شجاع تھے، جب ابو عامر نے گڑھا کھود رکھا تھا کہ اس میں رسولؐ اور سلمان گرجائیں؟ علیؑ نے رسولؐ کو سہارادے کر اخھایا۔ طلحہ نے کھڑا کیا تو آپؐ اپنے چاروں پر کھڑے ہوئے۔ (۲) کیا ان جنگوں میں بھی ابو بکر شجاع ترین تھے، جب رسولؐ نے دوزرہ، ذات الفضول اور فضہ پہن رکھی تھی؟ کیا ختنین کے دن بھی شجاع ترین تھے، جب رسول خدا ذات الفضول اور سعدیہ نامی زردہ پہنے ہوئے تھے؟ (۳) کیا اس دن بھی شجاع ترین تھے، جب رسول خدا طلاقِ علیلہ نے توار کے ستر زخم کھائے؟ (۴) کیا اس دن بھی شجاع ترین تھے، جب آنحضرت بہادروں نے مرنے مارنے پر رسول علیلہ کی بیعت کی تھی؟ علیؑ، زیر، طلحہ، ابو دجانہ، حارث بن صمد، حباب بن منذر، عاصم بن ثابت اور سہل بن حنیف اور رسول خدا طلاقِ علیلہ بھاگنے والوں کو آواز دے رہے تھے۔ (۵)

کیا اس دن بھی شجاع ترین تھے، جب ابو دجانہ، سعد بن وقار اور حباب بن منذر تغییر اسلام اٹھا لیا تھا کے چاروں طرف سے مشرکین کو یوں بھگا رہے تھے، جیسے بھیڑ بکری ہنکائی جاتی ہے۔

کیا اس دن بھی شجاع ترین تھے، جب آتشِ جنگ بھڑک رہی تھی اور تغییر اسلام انصار کے پر جم

۱۔ اسد القابۃ ح ۲۰، ص ۹۸، (ح ۳، ص ۹۸۳ نمبر ۲۶۸۳)

۲۔ سیدہ ابن ہشام ح ۲۳، ص ۲۷ (ح ۳، ص ۸۵) امتاع مقریزی، ص ۱۳۵، البدریۃ والصحابیۃ ح ۳، ص ۲۲ (ح ۳، ص ۲۷) عیون الاضر ح ۱۲، (ح ۱، ص ۳۱۸)

۳۔ شرح المواحد زرقانی ح ۲، ص ۲۲

۴۔ المؤذب اللدینی ح ۱، ص ۱۲۳ (ح ۱، ص ۳۰۲)

۵۔ امتاع مقریزی، ص ۱۳۲، ۱۳۳، ۹ امتاع مقریزی، ص ۱۳۳

تلے بیٹھے تھے، رسول ﷺ نے علی کو بلوایا؛ آپ آئے تو رجز پڑھ رہے تھے: انا ابو القسم (میں مردیگان ہوں) (۱) کیا اس دن بھی شجاع ترین تھے، جب اپنی بیٹی کو سرخ تکوار حوالے کرتے ہوئے فرمایا تھا: بیٹی اس کا خون دھو دے، اس نے آج میری تصدیق کی ہے۔ اس دن علی نے اپنی زردہ میں گڑھے کا پانی لا کر رسول کو پینے کے لئے دیا۔ آپ کے چہرے کا خون دھوایا اور سر پر پانی اونڈیا۔ فاطمہ نے ایک ٹاث کو جلا کر اس کی راکھ سے زخم کو محرا تب جا کر زخم رسول کا خون تھا۔ (۲)

کیا اس دن بھی شجاع ترین تھے؟ جب جریل لافٹی کی صدائیں اسے تھے اور حسان اس کے نفعے گا رہے تھے۔ کیا حمراهہ الاسلام میں بھی شجاع ترین تھے، جب رسول ﷺ کا چہرہ اور پیشانی رُخی تھی، دانت ٹوٹ کر باہر آگئے تھے۔ آپ کا داہنہ شانہ ابن قمیہ کی ضرب سے ٹوٹ گیا تھا۔ دونوں زانوں کی بوٹی بوٹی ہو گئی تھی۔ (۳)

کیا حشیثن کے دن بھی عریش پر شجاع ترین تھے؟ جب جنگ کی بھی گرم ہوئی تو لوگ رسول ﷺ کو چھوڑ کر بھاگ گئے۔ صرف چار آدمی رسول ﷺ کی حفاظت کر رہے تھے۔ تین بھی ہاشم کے اور ایک غیر بھی ہاشم علی ابن ابی طالب، عباس آپ کے سامنے تھے، ابوسفیان بن حارث مہار قاءے ہوئے تھے اور ابن مسعود آپ کے بائیں جانب تھے، جو شرک بھی سامنے آتیں ہوتا تھا۔ (۴)

کیا یہ جنگ خندق میں بھی عریش پر شجاع ترین تھے؟ جب رسول ﷺ خندق کی مٹی اٹھاتے جاتے تھے اور گلگناتے جاتے تھے؟ خدا یا! اگر تو نے ہماری راہنمائی نہ کی تو ہم راہ راست نہ پاسکیں گے، نہ صدقہ دے سکیں گے، نہ نماز ادا کر سکیں گے، ہمیں سکون عطا کرو اور دشمن کے سامنے استقامت عطا کرو، بلا

۱۔ سیرہ ابن حشام ج ۲، ص ۱۹ (ج ۲، ص ۲۸، ۲۷، ۲۶) شرح الواحظ زرقانی ج ۲، ص ۳، ۲۔

۲۔ طبقات ابن سعد (ج ۲، ص ۲۸) سیرہ ابن حشام ج ۲، ص ۳۲، ۵۱، ۵۰ (ج ۲، ص ۹۰، ۱۰۶) اسناد مقرری ص ۱۳۸، الہدیۃ والاصحیۃ ج ۲، ص ۳۵ (ج ۲، ص ۳۲) میون الائڑ ج ۲، ص ۱۵ (ج ۱، ص ۲۳۱) المواصب اللدیۃ ج ۱، ص ۱۲۵ (ج ۱، ص ۲۰۵) شرح المواصب زرقانی ج ۲، ص ۵۶

۳۔ طبقات ابن سعد (ج ۲، ص ۳۹)

۴۔ السیرۃ الحلبیۃ ج ۲، ص ۱۲۲ (ج ۲، ص ۱۰۹)

شبہ انہوں نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے۔ جب انہوں نے قتنہ کا ارادہ کیا تو ہم نے انکار کر دیا۔ (۱)
کیا اس دن بھی شجاع ترین تھے، جب رسول اللہ ﷺ نے علیؑ کے لئے فرمایا:

ضربة على يوم الخندق افضل من عبادة الشقلين

یا بر و ایتے:

قتل على لعمرو افضل من عبادة الشقلين

یا بر و ایتے:

لمبارزة على لعمرو افضل من اعمال امتى الى يوم القيمة۔ (۲)

ہاں احادیث کے موقع پر نظر آتا ہے، جب مشرکین کی طرف سے عبد الرحمن بن ابو بکر نے رجز پڑھتے ہوئے اپنا مقابل طلب کیا تو ادھر سے والد ماجد نکلے، انہیں دیکھ کر عبد الرحمن نے کہا: اگر تم میرے باپ نہ ہوتے تو میں واپس نہ ہوتا۔ (۳)

عریش سے احتجاج

محمد بن علیؑ کہتے ہیں کہ میں ابن عبدون کے پاس بیٹھا تھا، وہ جنگ بد رکھ رہے تھے، ان کے پاس بہت سے لوگوں میں ابو بکر داؤدی اور احمد بن خالد ما درائی بھی تھے۔ ابن عبدون سے داؤدی کی مسئلہ تفصیل پر بحث چھڑ گئی۔ داؤدی نے کہا: بخدا!! ان عاصم کے ساتھ مقامات علیؑ کے بیان کی قدرت نہیں رکھتا۔ بخدا!! میں حضرت علیؑ کی منزلت و مقام کو بدر، احمد، خندق، حسین اور خیربر میں جانتا ہوں۔ انہوں نے کہا: اگر جانتے ہو تو عمر و ابو بکر پر برتری کے سلسلے میں یہ مفید بات ہے، جو میرے دعوے کی دلیل ہے۔ داؤدی اسی لئے میں عمر و ابو بکر کو علیؑ سے افضل سمجھتا ہوں۔ پوچھا: وہ کیسے؟ داؤدی: ابو بکر

۱۔ طبقات ابن سعد (ج ۲، ص ۱۷) البدایۃ والتحمیۃ (ج ۲، ص ۹۶) (ج ۳، ص ۱۱۰)

۲۔ المسند رک علی الحسنین (ج ۳، ص ۳۲) (ج ۳، ص ۳۲) حدیث (۲۳۲۷) المواقف ابی حییی (ج ۳، ص ۲۷۱) کنز العمال

(ج ۲، ص ۱۵۸) (ج ۱۱، ص ۲۲۲) حدیث (۲۲۰۴۵) المسیرۃ الکلیۃ (ج ۲، ص ۲۲۹) (ج ۲، ص ۲۲۰)

۳۔ مساعی مقریزی (ج ۱، ص ۱۳۲)

بدر کے دن عریش پر تھے، جس طرح رئیسِ منتظم ہوتا ہے۔ اگر رئیسِ منتظم لزنے لگے تو انکر نکست کھا جائے گا اور علیٰ ایک جنگجو تھے، ان کا کام ہی تھا کہ انکر میں رہ کر جنگ کریں۔

خطیب وابن حوزی کہتے ہیں: میرے خیال میں ایسی کنواری منطق کے ذریعہ عریش کا استدلال سب سے پہلے کتاب عثمانیہ میں جاھظ نے لکھا ہے۔ جو لوگ فضیلت علیٰ کے قائل ہیں، ان کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ آپ جنگ میں کو دپڑتے تھے۔ حالانکہ یہ کوئی بڑی فضیلت نہیں ہے، اس لئے کہ زیادہ لوگوں کو قتل کرنا، اگر بڑی فضیلت ہوتی اور تقدیم و ریاست کی دلیل ہوتی تو زیر ابو دجانیہ وغیرہ رسول خدا سے افضل ہو جاتے کیونکہ رسول نے تو صرف ایک ہی آدمی کو قتل کیا تھا اور نہ ہی بدر میں شریک قتل ہوئے، وہ صرف عریش پر ابو بکر کے ساتھ بیٹھے رہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ بہادر آدمی جنگ کرتا ہے اور رئیس نہ جنگ کرتا ہے، نہ قتل کرتا ہے۔ فقط فوجی انتظام کرتا ہے۔ رئیس ہی پر گھی تمام امور کا دار و مدار ہوتا ہے۔ اگر سارا انکر بھاگے اور صرف یہی رہ جائے تو قتھ ہو جائے گی لیکن اگر وہ بھاگ جائے اور سارا انکر نکار ہے تو فوجی نکست کھا جائیں گے۔ حکومت اسی کی وجہ سے باقی رہتی ہے۔ ابو بکر عریش پر رسول خدا کے ساتھ ہونے کی وجہ سے علیٰ کے عظیم جہاد و قال کے باوجود افضل تھے۔ (۱)

علامہ احمد فرماتے ہیں:

اس بے پر کی بکواس کا جواب دینے کے بجائے ہم صرف اسکافی کا جواب نقل کئے دیتے ہیں: (۲)
 بلاشبہ جاھظ کی بات تو پچھے دار ہوتی ہے، لیکن عقل سے عاری ہوتی ہے۔ اس کے نزدیک مذہب ایک کھلوڑ ہے۔ کیا جاھظ کو معلوم نہیں کہ رسول خدا تمام لوگوں سے شجاع ترین تھے؟ وہ ایسے مہالک میں بھی ثبات قدم دکھاتے تھے، جب علّمدوں کے ہوش اڑتے اور بہادروں کے پتے پانی ہوتے۔ چنانچہ احمد میں سب بھاگ گئے، صرف چار آدمی علیؑ، زبیر، طلحہ اور ابو دجانہ رہ گئے تھے۔ رسول نے اس موقع پر قول کیا، عکاشہ کو ہر حال میں تیر بارانی کا حکم دیا۔ جنگ خین میں بھی ثابت قدم رہے اور صرف آپ

۱۔ تاریخ بغداد ج ۸، ص ۲۱، المختصر ج ۲، ص ۳۲۷ (ج ۱۳۲، ص ۲۲-۲۱ نومبر ۲۲۲۸)

۲۔ رسائل الجاھظ، ص ۵۲ (ص ۱۵۵-۱۵۶) الرسائل (الیاسیہ) شرح ابن الہدید ج ۳، ص ۲۷۵ (ج ۱۳۲، ص ۲۲۸-۲۲۷ خطبہ ۲۲۸)

کے قریبی افراد ہی رہ گئے تھے۔ بقیہ سب بھاگ گئے تھے۔ حضرت علیؓ کا ارشاد ہے کہ رسول خداؑ اشیع
البشر تھے، جب جنگ کی بھی گرم ہوتی تو ہم رسولؐ کی پناہ پڑتے تھے، انہیں سے مدد مانگتے تھے۔ جاحد
کیسے بکواس کرتا ہے؟ اس شخص کے مقابل جونہ کبھی لڑا، نہ میدان میں گیا۔ بھلا ابو بکر اور رسول خداؑ میں کیا
نسبت؟ ذرا امر تب رسولؐ دیکھوا اور ابو بکر کو دیکھو کہ وہ کہاں ہیں؟ اگر ابو بکر شریک ثبوت ہوتے تو قریش ان
کے بھی دشمن ہوتے، ہم تو دیکھتے ہیں کہ وہ تمام مسلمانوں میں سب سے بوڑھے تھے۔ سب سے کم قریش
کو گزند پہنچایا، نہ کبھی تیر چلایا، نہ تکوار کے زخم کھائے۔ ایسی حالت میں وہ رسولؐ کے برابر کیسے ہو جائیں
گے؟ احمد میں ان کے بیٹے عبد الرحمن مشرکوں کی طرف سے نکلے، انہیں دلکھ کر ابو بکر غصے میں بھرے باہر
نکلے۔ رسول خداؑ نے فرمایا: ابو بکر اپنی تکوار نیام میں رکھو! رسولؐ نے شاید اس لئے کہا ہو کہ اگر وہ جاتے تو
قتل ہوتے، جنگ میں صرف یہی ایک موقع نظر آتا ہے۔

جاحد کیسے کہتا ہے کہ میدان میں لڑنا اور پہلوانوں کو قتل کرنا، کوئی فضیلت نہیں رکھتا۔ جبکہ اسلام کا
استحکام تکوار ہی سے ہوا۔ قرآن میں بھی جہاد کی درج وارد ہے۔ جنگ سے بیٹھ رہے والوں پر بھاہدوں کو
فضیلت دی گئی ہے۔ اگر بزرد کو فضیلت ہے، تو حسان کو سب پر فضیلت حاصل ہوئی چاہئے۔ آپ تاریخ
کا مطالعہ کریں تو معلوم ہو گا کہ قریش محمد مصطفیؐ کو تلاش کر رہے تھے، ابو بکر کی طلب میں نہیں تھے۔ اسی
طرح علیؓ کی تلاش میں تھے، ان کے قتل کے درپے تھے، کیونکہ انہوں نے ہی مشرکوں کا زور توڑا تھا۔

بدر میں قریش کے خلاف انصار نکلے تو انہوں نے کہا کہ ہمارے قبیلے کا آدمی بھجو! خود ہندہ جگر خوار
کا رجز ہے (۱) کہ اے علیؓ! آپ نے میرے باپ، چچا اور بھائیوں کا قتل کر کے، میری کمر توڑ دی۔
مجھے بھی صبر نہ ہو گا۔ کیونکہ علیؓ نے ان مذکورہ لوگوں کو قتل کیا تھا۔

ہم خیر میں دیکھتے ہیں کہ رسول خداؑ حضرت علیؓ کی حفاظت کی دعا کر رہے ہیں۔

علیؓ کی جدائی انہیں قطعی گوارہ نہ تھی۔ وہ مہالک سے بچاتے تھے۔ دعا کی: خدایا! تو نے احمد میں

جزہ کو لے لیا، بدر میں عبیدہ کو لے لیا اور آج علیؓ کو مجھ سے جدا نہ کر کے میں اکیلا ہو جاؤں گا۔

عمرو بن عبدود نے بار بار لکھا اور علیؑ نے اسے ترسیل نے ہر بار بھایا۔ جب دیکھا کہ کوئی نہیں جانتا تو اپنا عمامہ سر پر رکھا پھر کچھ دوستک ان کے پیچے پیچے چلے، عام مسلمانوں کی حالت یہ تھی کہ جیسے ان کے رسول پر پرندے بیٹھے ہوں۔ جب علیؑ کی آواز تکمیر بلند ہوئی، تو لوگوں نے سمجھا کہ عمر و قتل ہو گیا۔ اسی لئے حدیفہ کہتے ہیں کہ علیؑ کا عمر و قتل کرنا، اگر اس کا ثواب تمام مسلمانوں کو تقسیم کیا جائے تو سب کو کافی ہو جائے۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ ”کفی اللہ المؤمنین القتال“ میں خدا نے فرمایا ہے کہ علیؑ کی وجہ سے خدا نے مومنوں کو جنگ سے بے نیاز کیا۔

افیونی عقیدت

خیلف کی شجاعت نے سینوں کو بدحواس کر مارا ہے، وہ راست روی سے بہت دور ہو گئے ہیں، انہیں ثابت کرنے کے لئے بڑے پا پڑ بیٹنے پڑ رہے ہیں۔ لیکن کہیں سے چول نہیں بیٹھ رہی ہے۔ مکری کے جانے کی طرح ایک مکر دریشورت مسٹکھہ خیز امداد میں پیش کرتے ہوئے، تفسیر قرطی (۱) میں سورہ آل عمران کی آیت ”وَمَا حَمَدَ الْأَرْسُولُ“ کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ یہ آیت صدیق کی شجاعت و جرأات کی سب سے معبوط دلیل ہے کیونکہ شجاعت و جرأات کا سب سے بڑا ثبوت مصائب و آلام میں ثبات قلب ہے اور سب سے بڑی مصیبت وفات رسولؐ تھی ایسے میں ان کی شجاعت کا مظاہرہ ہوا، عمر کہہ رہے تھے کہ رسول خدا نہیں مرے، عثمان گوئے ہو گئے تھے۔ علیؑ نے روپوشی اختیار کر لی تھی۔ معاملہ اخطراب سے دوچار تھا کہ صدیق نے اس آیت سے معاملہ واضح کیا۔ وہ غم سے تشریف لائے اور مشکل کو حل کیا۔

اس استدلال کو سیرہ حلیہ (۲) میں بھی پیش کیا گیا ہے۔ لکھتے ہیں کہ جب رسولؐ کی وفات ہوئی تو عقل میں اڑگتی تھیں۔ کوئی دیوانہ ہو گیا تھا، کوئی زمین گیر ہو گیا تھا، اٹھنے کی طاقت نہ تھی، کوئی گونگا ہو گیا تھا، کسی نے بستر پکڑ لیا تھا، پاگل ہونے والوں میں عمر بھی تھے۔

۱- تفسیر قرطی ج ۳، ص ۲۲۲ (ج ۳، ص ۱۳۳) ۲- السیرۃ الحلبیۃ ج ۳، ص ۳۵ (ج ۳، ص ۳۵۳)

- عثمان گوئے ہو گئے تھے، بولنے کا یارانہ تھا۔ حضرت علیؑ نے زمین پکڑ لیا تھا، حرکت نہیں کر سکتے تھے۔ عبد اللہ بن انس پیار ہو گئے، اسی میں مر گئے۔ ایسے میں صرف ابو بکر نے ثبات دکھایا... اور یہ ان کی شجاعت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

علامہ امیمؒ فرماتے ہیں:

قرطیؒ نے اس آیت سے شجاعت خلیفہ کا ثبوت فراہم کرنا چاہا ہے جبکہ اس ادا سے صرف یہی معلوم ہوتا ہے کہ ابو بکر نے اس آیت کے ذریعہ وفات رسولؐ کا استدلال کیا ہے، انہیں شاید شجاعت اور سنگ ولی کا مطلب نہیں معلوم۔ یہاں استدلال صرف اس لئے کیا تھا کہ موجودہ سیاسی دشواری کو حل کیا جاسکے۔

ایک صاحب نے بدحوابی میں وفات رسولؐ کا انکار کر دیا جبکہ وہ واقعی بدحوابی نہیں تھے۔ یہ اس لئے کہ حضرت ابو بکرؓ سے آجائیں، پھر معاملہ اپنے حق میں کرنے کے لئے سیاسی طور پر آیت سے استدلال کر کے کارروائی آگے بڑھائی گئی۔ حضرت علیؑ کو گوشہ نہیں اس لئے کہا گیا کہ بیعت نہ کرنے کا بہانہ تراشا جاسکے۔ عثمان کو گوئا اس لئے کہا گیا کہ وہ اس سلسلے میں کچھ بول نہیں رہے تھے۔ ان کی شجاعت کا ثبوت اگر یہی تھا تو جیسا کہ مورخین لکھتے ہیں کہ انہوں نے چادر ہٹا کر چہرہ رسولؐ دیکھا اور روتے ہوئے کہا کہ آپ زندگی و موت دونوں میں پاکیزہ رہے (۱)۔ اس وقت بھی نہ روتے لیکن خود رسولؐ اکرمؐ بھی عثمان بن مظعون کی موت پر روتے تھے۔ تین پار گریہ کے ساتھ چہرہ کا بوسہ لیا تھا۔ آپ کے رخسار سے آنسو رواد تھے اور آپ فریاد کر رہے تھے (۲)۔ حالانکہ عثمان بن مظعون اور رسولؐ اکرمؐ کی وفات میں بڑا فرق تھا۔ دونوں صیبیتوں میں بھی بڑا فرق تھا۔ اس میزان کے اعتبار سے عمر بھی رسولؐ خدا سے زیادہ بہادر کہے جائیں گے۔ رسولؐ نہیں کی موت پر گریہ کر رہے تھے اور عمر تھے کہ رونے

۱۔ صحیح بخاری ج ۲، بی ۲۸۱ (ج ۲، بی ۱۱۸) (۳۱۸۷) میرہ ابن حشام ج ۲، بی ۳۲۲ (ج ۲، بی ۳۰۶) ملقات ابن حجر (۳۲۲)

ج ۲، بی ۲۲۸) تاریخ طبری ج ۲، بی ۱۹۸ (ج ۲، بی ۲۰۴) حدائق (الله)

۲۔ سنن تیمیق ج ۳، بی ۳۰۰ حلیۃ الاولیاء ج ۱، بی ۱۰۵، الاستیعاب ج ۲، بی ۳۹۵ (اقسام ثلاث، بی ۱۰۵، نمبر ۲۹۷) اسد

القلبی ج ۲، بی ۳۸۷ (ج ۲، بی ۲۰) نمبر ۳۵۸۸ (الاصابة ج ۲، بی ۳۲۳) (۵۸۵۳)

والیوں کو کوڑے سے مار رہے تھے۔ (۱)

اس قیاس پر عثمان بھی رسول سے زیادہ شجاع تر ہو جائیں گے، وہ رقیہ یا ام کلشوم کی موت پر گم میں تھے، کوئی اثر نہ تھا اور رسول خدا رورہے تھے۔ صحیح انس کے مطابق وہ تو اپنی زوجہ کی وفات کی رات، دوسرا عورت کے ساتھ شب باش تھے۔ (۲)

ان سب کو چھوڑیے خود ابو بکر کی موت کے متعلق لوگ کہتے ہیں کہ وفات رسول کا اثر تھا کہ رسول کی وفات کے بعد غم و اندوہ کی وجہ سے کمزور ہو گئے تھے کہ جسم کچھ لٹکتے کچھ لٹکتے جلدی ختم ہو گئی۔ (۳)
بعض معلوم ہوتا ہے کہ یہ احادیث قرطی نے نہیں دیکھی؟، انتہائی بزدل تھے۔ بعض غلو پندوں نے لکھا ہے کہ سب سے پہلے مکہ میں اظہار اسلام کے لئے تواریخ کالی وہ امام حسن، ابو بکر اور ۳۔ زیر تھے (۴)۔
ایک حدیث گزگمی گئی ہے کہ ابو بکر نہ ہوتے تو اسلام ہی ختم ہو جاتا۔ (۵)

بہرحال ابو بکر نے کبھی تکوار نہیں چلائی، کبھی؟ نہ کھایا، نہ کسی کو میدان میں ڈرایا، لیکن عقیدت مند کہتے ہیں کہ وہ شجاع ترین تھے۔ (۶)

- ۱- مسند احمد بن حنبل، ج ۱، ص ۲۲۵، ۲۳۷، ۲۳۸ (ج ۱، ص ۳۹۲، ۳۹۳ حدیث ۵۵۱، ۳۹۲) المسدر ک علی الحسن بن حسن ج ۳، ص ۱۹۰ (ج ۳، ص ۲۱۰ حدیث ۳۸۶۹ تخفیف مسدر ک کا سیکھی جواہر ہے) مسند ابی داؤد طیابی، ج ۲، ص ۳۵۱، الاستیعاب ج ۲، ص ۳۸۲ (اقم الائچہ ص ۵۶، نمبر ۹۷۷) مجموع الفتاویں ج ۳، ص ۲۷۲
- ۲- المسدر ک علی الحسن بن حسن ج ۳، ص ۲۷۲ (ج ۳، ص ۳۷۵ حدیث ۲۸۵۲) الاستیعاب ج ۲، ص ۳۸۷ (اقم الائچہ ج ۱، ص ۱۸۳ نمبر ۳۲۲۲) الامانیۃ ج ۳، ص ۲۰۳ (ج ۳، ص ۲۰۳) نمبر ۳۸۹ (نمبر ۱۴۲۰)
- ۳- المسدر ک علی الحسن بن حسن ج ۳، ص ۲۶۳ (ج ۳، ص ۲۶۱ حدیث ۲۷۰) اسد الغائب ج ۳، ص ۲۲۲ (ج ۳، ص ۲۲۵ نمبر ۳۰۶۳) صفت الصفوۃ ج رامی ۱۰۰ (ج ۱، ص ۲۴۲) بریاض الحضرۃ ج ۱، ص ۱۸۰ (ج ۱، ص ۲۲۲) تاریخ ائمۃ ج ۲، ص ۲۶۳، حیات الحجوانی ج ۱، ص ۳۹ (ج ۱، ص ۱۷) الصوات عن الحجر، ج ۱، ص ۵۲ (ص ۸۸) تاریخ ائمۃ ج ۱، ص ۵۵ (ج ۱، ص ۲۶) اخبار الدویل قرمانی مطبوع بر جاہیہ کامل ج ۱، ص ۱۹۸ (ج ۱، ص ۲۸۱) نزدۃ الجاں ج ۲، ص ۷۶ مصباح الظلام ج رانی ج ۲، ص ۲۵ (ج ۲، ص ۲۲ حدیث ۲۷)
- ۴- نزدۃ الجاں ج ۲، ص ۱۸۲
- ۵- نور الابصار، ج ۱، ص ۵۲ (۱۱۳)

خلیفہ کا ثبات عقیدہ

ابو سعید خدری سے مروی ہے کہ ابو بکر نے کہا: اے خدا کے رسول! میں فلاں جگہ سے گذر ا تو ایک نیک مرد کو دیکھا کہ بڑے خضوع و خشوع سے نماز پڑھ رہا ہے۔ رسول خدا نے کہا: جا کر اسے قتل کر دو! ابوبکر گئے، اسے حالت نماز میں دیکھا تو بغیر قتل کئے واپس آگئے۔ رسول خدا نے عمر سے کہا کہ جا کر تم اسے قتل کر دو! انہوں نے بھی ابو بکر کی طرح اسے قتل کرنا پسند نہ کیا اور واپس آ کر کہا: اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! میں نے دیکھا کہ وہ پوری توجہ کے ساتھ نماز پڑھ رہا ہے۔ آنحضرت نے حضرت علیؓ سے فرمایا: تم جا کر اسے قتل کر دو۔ علیؓ تشریف لے گئے تو اسے نہ پایا۔ واپس آ کر عرض کی، وہ مجھے نہیں ملا۔ رسول خدا نے فرمایا: یہ اور ان کے دوست قرآن پڑھتے ہیں، لیکن ان کی آواز حلق سے نیچے نہیں اترتی۔ وہ اس طرح دین سے نکل جائیں گے، جس طرح تیر چلہ کمان سے نکل جاتا ہے (۱)۔ انہیں قتل کر دو! یہ بدترین حلقوقات ہیں۔

انس بن مالک سے مروی ہے کہ زمانہ رسولؐ میں ایک عابد قہا، اس سے مل کر مجھے بڑی خوشی ہوئی۔ میں نے رسول خدا سے عرض کی اور اس کا نام بتایا لیکن خدا کے رسولؐ نے اسے نہ پہچانا۔ میں نے اس کے صفات بیان کئے، پھر بھی نہ پہچانا۔ اچا ملک وہ شخص نمودار ہوا تو میں نے کہا: یہی ہے۔ فرمایا: تم ایسے شخص کی بات کر رہے ہو، جس میں شیطانی اثرات نمایاں ہیں۔ وہ شخص آیا اور بغیر سلام کئے بیٹھ گیا۔ رسول خدا نے اس سے پوچھا: جب تم میری بزم میں بیٹھ رہے تھے، تو کیا تم نے نہیں کہا تھا کہ ملت میں مجھ سے بہتر کوئی نہیں؟ اس نے کہا: ہمیں ہاں! میں نے کہا تھا۔ پھر وہ نماز پڑھنے لگا۔ رسول خدا نے فرمایا: کون اسے قتل کرے گا؟ ابو بکر نے کہا: میں قتل کروں گا۔ وہ آئے تو اسے حالت نماز میں دیکھا تو کہا: سبحان اللہ! میں نمازی کو قتل کروں حالانکہ رسول خدا نے نمازیوں کو قتل کرنے سے منع کیا ہے۔ وہ چلے آئے۔ رسولؐ نے پوچھا: کیا کیا؟ جواب دیا: میں نے نمازی کو قتل کرنا مناسب نہیں سمجھا، آپ نے تو خود ہی نمازیوں کو قتل کرنے سے منع کیا ہے۔ دوبارہ رسولؐ نے پوچھا کہ کون قتل کرے گا؟ اس بار عمر اٹھئے، وہ بھی گئے اور

۱۔ مسند احمد ج ۳، ب ۱۵ (ج ۳۹۰ حدیث ۲۲۲) البدریۃ والتحلیۃ ج ۷، ب ۲۹۸ (ج ۷، ص ۳۲۰) حادث عصہ

سجدے کی حالت میں دیکھ کر کہنے لگے کہ ابو بکر مجھ سے افضل ہیں۔ واپس آئے تو رسول خدا نے پوچھا: واپس آگئے؟ جواب دیا: میں نے اسے سجدے کی حالت میں دیکھا، اس لئے قتل کرنا، مناسب نہیں سمجھا۔ تیری بار رسول نے پوچھا: کون اسے قتل کرے گا۔ اس بار حضرت علیؑ اٹھے۔ رسول خدا نے فرمایا: اگر مل جائے تو قتل کر دینا۔ آپؑ گئے تو وہ وہاں موجود نہ تھا۔ واپس آئے اور کہا کہ وہ وہاں نہیں ہے۔ رسول خدا نے فرمایا: اگر تم نے قتل کر دیا ہوتا، تو امت کے دو شخصوں میں بھی اختلاف نہ ہوتا۔ (۱)

یہ واقعہ ذوالثہ یہ کا ہے، جو نہروان کے خارجیوں کا سراغ نہ تھا۔ چنانچہ صحیح مسلم، ابو داؤد میں ہے (۲) کہ جنگ نہروان میں حضرت علیؑ نے اسے قتل کیا۔ رسول خدا نے اسے حالت نماز میں ہی قتل کرنے کا حکم دیا تھا۔ عمر و ابو بکر نے قتل نہیں کیا، حضرت علیؑ کوں نہ سکا اور نہ بقول رسولؐ تمام فتنوں کا خاتمه ہو جاتا۔

علامہ امینی فرماتے ہیں:

ان دونوں خلیفہ سے پوچھئے کہ آخر کس نے کہا ہے کہ نمازوں کو قتل نہ کرنا چاہئے؟ خود صاحب شریعت حکم دے رہا ہے۔ اس نے خود نماز پڑھتے ہوئے ملاحظہ فرمایا۔ پہلے خلیفہ نے کہا کہ وہ نماز پڑھ رہا ہے اور پھر عمر کو قتل کا حکم دیا آپؑ جانتے تھے کہ اس کا تمام عمل ریا کاری ہے، جو اپنے ساتھیوں کو فریب دینے کے لئے کر رہا ہے۔ کیا یہ کافر تھا، جو واجب القتل تھا؟ رسولؐ فرمادیا ہے ہیں کہ اس کی آنکھوں میں شیطنت کھیل رہی ہے۔ اس بد بخت نے رسولؐ کو سلام بھی نہ کیا، اس بے حیانے دل کی بات بھی رسولؐ سے کہہ دی۔ اسی لئے تو رسولؐ نے اسے قتل کرنے کا حکم دیا۔ آپؑ وہی ترجمان تھے، لیکن دونوں نے حالت نماز میں دیکھ کر اس پر حرم کیا تاکہ لوگوں کے سامنے احترام نماز کا عقیدہ واضح ہو سکے۔ عمر نے اجتہاد میں اضافہ کیا کہ ابو بکر مجھ سے افضل ہیں۔ کیا جس رسولؐ نے حکم قتل دیا تھا وہ ان سے بہتر نہ تھے؟ کیا رسولؐ نے احترام نماز کا حکم نہیں دیا تھا؟ پھر کیوں قتل کا حکم دیا؟ ان دونوں خلیفہ پر لازم تھا کہ اسے قتل

۱۔ حلیۃ الاولیاء ج ۲، میں ۲۲۷ (نمبر ۲۲۵) مسند ابو عیینی (ج ۱، میں ۹۰ حدیث ۹۰) البدریہ و الحجیۃ ج ۷، میں ۲۹۸ (ج ۷، میں ۳۲۰، حدیث ۴۰) (نمبر ۲۲۶)

۲۔ صحیح مسلم (ج ۲، میں ۲۲۲ حدیث ۱۵۶) اکتاب الرکوۃ سنن ابن داود (ج ۳، میں ۲۲۵-۲۲۳ حدیث ۲۶۹-۲۷۱) ثمار القلوب، میں ۲۳۲ (میں ۲۹۰ نمبر ۲۲۷)

کر کے واضح ہلاکت سے نجات دیتے۔ ایک بے تھیار نمازی سے دونوں خلیفہ ڈر گئے جبکہ ابن حزم، قرطبی، سیوطی وغیرہ انہیں شجاع ترین انسان کہتے ہیں۔ (۱)

یہ ذوالثد یہ وزان کا مال غنیمت تقسیم کرتے وقت بھی رسولؐ سے گستاخی کر چکا تھا۔ جسے دونوں خلیفہ جانتے تھے۔ اس نے کہا تھا کہ آپ انصاف نہیں کر رہے ہیں، رسول خدا کو غصہ آگیا تھا۔ فرمایا کہ میں انصاف نہ کروں گا تو کون کرے گا؟ عمر نے اٹھ کر کہا: یا رسول خدا! کیا میں اسے قتل کر دوں؟ فرمایا: نہیں۔ اس مرد کے ہنگاموں سے مارقین کا گروہ پیدا ہو گا۔ (۲)

عبدات میں والہانہ پن

عبدات کے سلسلے میں بھی ابو بکر کا نہ تو عہد نبوی میں کوئی پڑہ و نشان ہے، نہ بعد نبی۔ لیکن اس میں بھی یاروں نے فلاسفہ بھارنے کی کوشش کی۔

محب طبری نے ریاض الحضر (۳) میں لکھا ہے کہ ابو بکر کی وفات کے بعد عمران کی زوجہ کے پاس آئے اور ابو بکر کے روزانہ کے مشاغل کے متعلق پوچھا کہ گھر میں کیسے تھے؟

زوجہ نے کہا: ہاں! وہ شب بھر قیام کرتے اور کچھ کام کرتے رہتے تھے۔ پھر زوجہ نے کہا کہ لیکن شب جلد و خوش کرتے تھے، نماز پڑھتے تھے، پھر رو بے قبلہ دونوں زانوں میں سر پوچھا کر بیٹھ جاتے تھے۔ جب پوچھتی تھی تو ایک آہ سرد کھینچتے تھے۔ ان کے دہکتے کلیچ کی آواز میں بھی سنتی تھی۔ یہ سن کر عمر رونے لگکر پھر زوجہ نے کہا کہ ابو بکر یوں لے پسرا خطاب کہاں، اس جگہ بریاں کی طرح ہو سکتا ہے؟! مرآۃ الجنان (۴) میں ہے کہ جگہ بریاں کی؟۔ (۵)

۱۔ افضل (ح ۲۲، م ۱۳۲) ریاض الحضر (ح ۱، م ۹۲) (ح ۱، م ۱۲۰) تاریخ الفتحاء (۲۵) (۲۲)

۲۔ تاریخ الی الفداء (ح ۱، م ۱۳۲)، امتحان مقریزی، م ۲۲۵

۳۔ ریاض الحضر (ح ۱، م ۱۳۲) (ح ۱، م ۱۶۸) (۲۲۰)

۴۔ عمرۃ الحجۃ عبدی بالکی، م ۱۳۵ (۲۲۰)

۵۔ مرآۃ الجنان (ح ۱، م ۱۲۵) (۲۸)

عدهۃ التحقیق میں ہے کہ بعد ابوبکر عمر نے عاششہ و اسماہ سے شب و روز کے تعلق دریافت کیا تو جواب ملکر رات بھرنماز نہیں پڑھتے تھے نہ زیادہ عبادت کرتے تھے۔ بلکہ جب سحر ہوتی تو دوز انو ہو کر سرڈاں کر بیٹھ جاتے تھے پھر سر کو سوئے آسمان بلند کرتے اور درد سے بھر پور بھی آہ کھینچتے اور آہ کرتے۔ ہم لوگ ان کے منہ سے دھوان لکھتا دیکھتے تھے۔

اصل میں اس روایت سے غایفہ کا خوف خدا اور دلسوzi ظاہر کرنا مقصود ہے، چونکہ ابوبکر صدیق اسرار بنوی کو جو؟ سے تقویض ہوئے تھے، ان کے تحمل کا اپنے کوائل نہیں پاتے تھے۔ حدیث ہے کہ میں تم سے زیادہ معرفت خدار کھتا ہوں اور تم سے زیادہ ذرتا ہوں، اس طرح انسان کی معرفت کامل کسی کے جلال و جمال سے خوف میں بنتا کر دیتی ہے اور اس ہدف کے سامنے تمام چیزیں پراگندہ ہو جاتی ہیں۔ اگر خدا کسی پر ثبات معرفت کی راہ نہ کھولے تو ذرہ برابر اس کے جلال و جمال سے آگاہی حاصل نہیں کر سکتا۔ صدیق کو معرفت تامہ (بھر پر معرفت) حاصل تھی۔ حدیث ہے کہ جو چیز بھی میرے سینے میں اوپر لی گئی میں نے وہ ابوبکر کے سینے میں اوپر لیل دی۔

اگر جو بیتل چاہتے کہ صدیق کے سینے میں اوپر لیل دیں تو ممکن نہ تھا۔ مماثل کو واسطہ فیض قرار دیا جاتا ہے۔ چونکہ رسول بھی ابوبکر کی طرح انسان تھے، اس لئے انہیں کے واسطے سے معرفت اوپر لی گئی۔ اسی لئے ان کا کلچہ پھنکتا تھا۔

حکیم ترمذی نوادرالاصول (۱) میں لکھتے ہیں کہ ابوبکر کو کثرت صوم و صلوٰۃ کی وجہ سے برتری نہیں ملی بلکہ اسکے دل میں جو تھا اس سے برتری ملی تھی۔

شرح مختصر صحیح بخاری، یواقیت شعرانی، مرآۃ یافعی اور نزہہ صفوری میں ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ ابوبکر کو روزہ و نماز کی زیادتی کی بنیاد پر فضیلت نہیں ملی تھی، انہیں اس چیز کی وجہ سے برتری ملی جوان کے سینے میں تھا۔ (۲)

۱۔ نوادرالاصول، ج ۱، م ۱۸۸ (ج ۱، م ۱۸۱، م ۲۱، ج ۲، م ۱۹۸ م ۱۹۷)

۲۔ شرح مختصر صحیح بخاری ج ۲، م ۳۱، ج ۳، م ۱۰۵، ج ۲۳، م ۹۸، ج ۲۴، م ۲۳، الیوقیت والجوہر ج ۲، م ۷۳ (ج ۲، م ۲۲) مراءۃ الجان ج ۱، م ۲۸، نزہۃ الجان ج ۲، م ۱۸۳،

علامہ امیٰ فرماتے ہیں:

اگر جگر بریاں کی روایت صحیح مان لی جائے تو تمام انبیاء خصوصاً سرور کائنات ابو بکر سے زیادہ خوف خدار کھتے تھے، ان میں جگر بریاں کی بوزیادہ پھیلنی چاہئے۔ خوف خدا کی اصل علم ہے:

(انما یخشی اللہ من عبادہ العلماء) (۱)

بے شک علماء ہی خدا سے ڈرتے ہیں۔

حدیث ہے: جو تم میں خدا کی زیادہ معرفت رکھتا ہے، وہی خدا سے ڈرتا ہے۔ (۲)

اسی مفہوم کے خطبے بھی ہیں۔ امیر المؤمنین فرماتے ہیں:

سب سے زیادہ خوف علماء ہی کو ہوتا ہے۔ (۳)

مقائل کہتے ہیں: لوگوں میں خدا ترس وہی ہے، جو دناترین ہو۔ (۴) صحی و مجاہد کہتے ہیں کہ صرف علماء ہی خدا سے ڈرتے ہیں (۵)۔ اسی لئے رسول نے فرمایا کہ میں تم سب سے زیادہ دانا ہوں اور خوف خدار کھتا ہوں (۶)۔ بادشاہوں کے پاس جو زیادہ قریب رہتے ہیں وہ زیاد ڈرتے ہیں۔

اب ذرا خوف خدا کا صحیح نقش امیر المؤمنین کے بیہاں دیکھئے! آپ رات کی تہائی میں مار گزیدہ کی طرح ترپتے تھے جبکہ آپ جنت و جہنم کے باanstہ والے ہیں (۷) لیکن کسی نے بھی ان کے جگر بریاں کی بوئیں سوکھی۔ اگر اولیاء کے دھویں کو حج کیا جائے تو ساری دنیا بدبوئے جگر بریاں سے بھر جائے۔

۱۔ فاطر، ۲۸۔ تفسیر خازن ج ۳، بی ۵۲۵ (ج ۳، بی ۵۹۹)

۲۔ فر راحم آمدی، میں ۲۲ (۲۳ حدیث) (۷۸۵)

۳۔ تفسیر خازن ج ۳، بی ۵۲۵ (ج ۳، بی ۵۹۹)

۴۔ تفسیر قرطبی ج ۳، بی ۲۲۲ (ج ۳، بی ۲۱۹) تفسیر خازن ج ۳، بی ۵۲۵ (ج ۳، بی ۵۹۹)

۵۔ تفسیر بیضاوی ج ۲، بی ۲۰۲ (ج ۲، بی ۲۷۲) اللہ علی نصر میں ۹۶ (س ۱۳۳)

۶۔ شرح فتح البالغ مابن ابی الحدید ج ۱، میں ۲۰۰ (ج ۲، بی ۲۰۰) خلبہ ۲۵ تاریخ ابن عساکر (ج ۱۲، میں ۲۷۱) کتابیۃ الطالب میں ۲۲

۷۔ (س ۲۷ باب ۳) الصواعق اخر قص ۵۷ (س ۱۲۶) الشفاء بتعريف حقوق المصطفی (ج ۱، میں ۷۲۵) شرح شفا خانی ج ۳ میں

۸۔ الحجۃ ابن اثیر (ج ۳، میں ۶۱)

کیا کوئی سمجھ دار اس کو قبول کرے گا کہ جو خدا ترس ہو گا، اس کا جگر پنک کر کتاب ہو جائے گا۔ شعلہ بھی نکلے، دھواں بھی نکلے۔ پھر جگر جل کیوں نہیں جاتا؟؟؟! تجب ہے، جگر جلنے کے بعد آدمی زندہ رہ جاتا ہے، یہ سوال اگر ابو بکر کے مریدوں سے سمجھنے تو کہیں گے کہ یہ ابو بکر کا خاص مجرہ ہے۔

میرے خیال میں یہ طفلا نہ پنداہ ان لوگوں کا ہے، جو لغت عرب سے نادائف تھے۔ عربی زبان میں بے شمار کنائے اور استعارے بولے جاتے ہیں۔ اگر بولتے ہیں کہ فلاں کو آتش خوف نے جلا دیا تو اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اس کا جگر جل بھن گیا۔ اس سے دھواں بھی نکلا، جگر بریاں کی بد بوچھیلی۔ صرف اس کا مطلب اندوہ بسیار ہوتا ہے۔

عبدی کامعنی فلفہ بھی لاف و گزاف ہے، جو بے دلیل ہے، اسی کے ساتھ یہ حدیث کہ جو سمجھ خدا نے مجھ کو میرے دل میں اٹھایا، وہ سب ابو بکر کے سینے میں اونٹیلیں دیا۔ یہ حدیث بھی گذھی ہوئی ہے (۱)۔ اسی صورت میں دعوے کا ثبوت بھی مشکل ہے۔ نہ کہ اس کی بیانیا پر غلو کیا جائے۔

خلیفہ کے اخلاقی مظاہرے

خلیفہ کی بلند اخلاقی کا کوئی نمونہ نہیں مل سکا۔ صرف صحیح بخاری، کتاب الفیر میں عبد اللہ بن زیر سے روایت ہے کہ قبیلہ بنی حمیم کے کچھ افراد خدمت رسول ﷺ میں آئے۔ ابو بکر نے کہا: قعقاع بن معبد کو امارت پر درستجھے۔ عمر نے کہا: اقرع بن حابس کو پر درستجھے۔ ابو بکر نے کہا: تم ہر جگہ میری مخالفت کرتے ہو۔ عمر نے کہا: میں تمہاری مخالفت نہیں کر رہا ہوں۔ اس طرح دونوں میں اتنی نوک جھوک ہوئی کہ جیختے چلانے لگے۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی:

(۲) **﴿بِإِيمَانِهِ الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْدِمُوا . . .﴾**

۱۔ سفر المساعدة (ج ۲، ص ۲۱۱) کشف المخاءج (ج ۲، ص ۳۱۹، ۳۲۰)، اسی اطالب ص ۱۹۳ (ص ۳۹۱ حدیث ۱۲۶۲) الموضوعات، الکبری قاری

(۱۰۶)

۲۔ مجرمات /

بخاری نے بطریق ابن ملیکہ یہ بھی لکھا ہے کہ قریب تھا کہ دونوں نیکو کارا ابو بکر و عمر ہلاک ہو جائیں کیونکہ وہ بارگاہ رسولؐ میں چینچنے چلانے لگے تھے اور اس کے بعد متذکرہ بنی تمیم کا واقعہ لکھا ہے۔ چنانچہ آیت اتری:

﴿فِيَا إِيَّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَرْفَعُوا أَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ﴾ (۱)

علامہ امیتی قرماتے ہیں:

ان دونوں بزرگوں پر توجہ ہے کہ عرصے تک رسولؐ کے ساتھ معاشرت میں اخلاق کریمانہ سے بہرہ مند نہ ہو سکے۔ انہیں بڑے لوگوں کی بزم میں بیٹھنے کا ادب بھی نہ آیا۔ خاص طور سے خلق عظیم کی بارگاہ میں بات کرنے کا ذہنگی نہ جانتے تھے۔ قریب تھا کہ دونوں ہلاک ہو جاتے کہ آیت نازل ہوئی۔ (۲) ابن عساکر نے مقدمہ سے روایت کی ہے کہ ابو بکر اور عقیل میں گالم گلوچ ہوئی لیکن ابو بکر گالیاں دینے میں بخاری پڑے۔

اس روایت میں ابن حجر (۳) نے لکھا ہے کہ سبیاً یا نسباً (ستباب کالم گلوچ کا مقابلہ اور نسب مہارت نسب دافی کا مقابلہ) بعد میں سیوطی (۴) نے سببا کا لفظ بٹا کر نسبا ہی لکھ دیا ہے۔ بغیر کسی تردید کے۔ لیکن ہر واقعہ کا رجالتا ہے کہ نسبا کا لفظ استبا سے میں نہیں کھاتا بلکہ یہاں ستبا ہی ہے اور یہی نہایت ہے۔ گویا روایی کہنا چاہتا ہے کہ گالم گلوچ میں عقیل سے زیادہ تھے، کیونکہ یہ ان کی عادت ثانیہ تھی۔

ممکن ہے کچھ لوگ کہیں کہ نسب کا مطلب ہے کہ نسب کے پیچے دخم سے واقع تھے، اس کی خامیاں جانتے تھے اس لئے انسان جب گالی دے گا تو اس کی عزت و نسب پر پڑھن کرے گا۔ لیکن یہ صفائی چندالاں

۱۔ مجرات ۲: صحیح بخاری ج ۷، ص ۲۲۵ (ج ۲، ص ۱۳۳۳ احمد ۶۷، ۲۵۶۳) الاستیعاب ج ۲، ص ۵۵۵ (اصل المثلث، ص ۱۸۳) نمبر ۲۱۲۲ تفسیر قرطبی ج ۱۲، ص ۳۰۰ (ج ۱۲، ص ۱۹۸) تفسیر ابن کثیر ج ۲، ص ۲۰۶، تفسیر خازن ج ۳، ص ۱۷۲ (ج ۳، ص ۱۶۳) الاصابة ج ۱، ص ۵۸ (نمبر ۱۲۸) تاریخ ابن عساکر (ج ۲۰، ص ۱۰) نمبر ۲۲۹۸

۲۔ تاریخ ابن عساکر (ج ۹، ص ۵۸۲)

۳۔ تاریخ البخاری، ص ۲۷ (ص ۵۰)

۴۔ الصواعق المحرقة، ص ۲۳ (ص ۲۷)

لائق توجہ نہیں لفظ گالی بجائے خود اتهام اور بدکاری کی اشاعت کرے گا۔ (۱) خصائص کبریٰ سے معلوم ہوتا ہے کہ رسولؐ کے آخری ایام میں عقیل و ابو بکر سے گالم گلوچ ہوئی تھی۔ ابو بکر کے گالی باز ہونے کا ثبوت (اور مسلمانوں کو گالی دینا بدکاری ہے)۔ (۲)

ہم نے گذشتہ صفات میں، مسئلہ قدر میں بیان کیا کہ ابو بکر نے پوچھنے والے سے کہا: یا بن اللہ عناء! (۳) ایک بار حضرت عمر سے کہا: نکلتک امک و عدمتک یا بن الخطاب! یا اس وقت کہا، جب معلوم ہوا کہ النصار چاہتے ہیں کہ اسامہ سے زیادہ سن (عمر) کے آدمی کو حکمراں بنایا جائے۔ اس وقت ہر کی داڑھی پکڑ کے گالی دی اور فرمایا: اسے رسولؐ نے حکمراں بنایا ہے اور تم چاہتے ہو کہ اس سے یہ مہدہ چھین لیا جائے۔ (۴)

ہاں! (۵) این جہاں نے بھی خلیفہ کے اخلاق پر ایک گڑھی ہوئی، جوہلی حدیث نقش کی ہے کہ اساعیل کذاب مرفعاً جبریل کا بیان نقش کرتا ہے کہ ابو بکر آسمان میں زمین سے زیادہ مشہور ہیں کیونکہ آرشتے، انہیں حیم قریش کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

اگر خلیفہ حیم قریش ہوتے یا رسول اعظم کے علیق عظیم کا ذرا بھی حصہ ملا ہوتا تو مرتبے دم بک جگر گوشہ رسولؐ فاطمہ زہراؑ ان سے ناراض نہ رہتیں۔ یہ ایسا کام تھا کہ خود خلیفہ کو آخری زمانے میں افسوس رہا، آزو ز کرتے تھے کہ کاش میں نے ایسا نہ کیا ہوتا۔ اگر حیم ہوتے تو حکم نہ دیتے کہ جو بھی فاطمۃؓ کے گھر میں

۱۔ الخصائص الکبریٰ حج ۲، ج ۲، ص ۸۶ (ج ۲، ص ۱۳۵)

۲۔ مسن احمد حج ۱، ج ۱، ص ۶۷۹ حدیث ۲۸۹۳ (سن ابن ماجہ حج ۲، ج ۲، ص ۳۶۱) حدیث ۱۳۰۰ - ۱۳۹۹ - ۳۹۳۷

۳۔ تاریخ بغداد ح ۵، ج ۱، ص ۱۳۳ (نمبر ۷۵۷) الجامع الصیغ (حج ۲، ج ۲، ص ۳۱ - ۳۰) حدیث ۳۶۲۳، ۳۶۲۳ (ریاض الصالحین، ج ۱، ص ۳۶۲)

(ص ۳۲۲) (ص ۳۵۱) حدیث ۱۵۶۶

۴۔ تاریخ اخلاقاء، ج ۱، ص ۶۵ (ص ۸۹)

۵۔ ائمہ باقلانی، ج ۱، ص ۱۹۲، تاریخ طبری ح ۳، ج ۲، ص ۲۱۲ (ج ۳، ص ۲۲۶) حدیث ۱۴۰ (تاریخ ابن مساکر ح ۱، ج ۲، ص ۷۷) (ج ۲، ج ۲، ص ۲۲۶)

۶۔ مختصر تاریخ ابن مساکر (ج ۱، ص ۱۷۱) تاریخ کامل ح ۲، ج ۲، ص ۱۳۹ (ج ۲، ج ۲، ص ۱۴۰) حدیث ۱۴۰ (تاریخ ابوالحداد ح ۱، ج ۱، ص ۱۵۶)

۷۔ الروض الانف ح ۲، ج ۲، ص ۳۷۵ (ج ۷، ج ۲، ص ۵۸۳)

۸۔ کتاب الحجر و متن (ج ۱، ص ۱۳۰، ۱۳۱) الہلی المصور (ج ۱، ص ۱۵۲) (ج ۱، ص ۲۹۵)

ہو، اس سے جنگ کرو! ((۱))

بخاری باب فرض الخمس میں عائشہ کی روایت ہے کہ بعد وفات رسول، فاطمہ نے ابو بکر سے کہا کہ رسول کا ترکہ میری میراث ہے، مجھے دے دو۔ ابو بکر نے کہا: رسول کی حدیث ہے:

”لَا نُورُثُ مَا تَرَكَ كَانَ صَدِيقًا“

ہم کسی کو وارث نہیں بناتے، جو چھوڑتے ہیں، صدقہ ہوتا ہے۔

یعنی کرفاطمہ غضبان کہ ہوئیں اور ابو بکر سے مرتبے دم تک ناراض رہیں۔ (۲)

بخاری (۳) میں غزوہات کے باب میں ہے کہ پھر چچہ میں نے فاطمہ زہرا رہیں، جب وفات ہوئی تو ان کے شوہر علی نے راتوں رات غسل و کفن کے بعد پر دلخ کر دیا اور ابو بکر کو خبر نہ کی۔

تاریخ ابن کثیر میں ہے کہ فاطمہ نے مرتبے دم تک ابو بکر کو دشمن رکھا۔ (۴)

آپ نے وصیت کی تھی کہ مجھے رات میں ہی دفن کیا جائے، ان کے جنازے میں کوئی شریک نہ ہو اور ابو بکر میری نماز جنازہ نہ پڑھائیں۔ اس لئے رات میں دفن کیا گیا اور ابو بکر کو خبر نہ کی گئی۔ علی نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور اس امامہ بنت عمیس کے ساتھ مل کر خود غسل دیا۔ (۵)

۱۔ العقد الفرید ح ۲، م ۷۵۰ (ح ۲، م ۸) تاریخ ابی القداء ح ۱، م ۱۵۶ (الامامة والسياسة ح ۱، م ۱۲) تاریخ طبری ح ۲، م ۱۹۸ (ح ۲، م ۲۰۲) حادثہ (تاریخ ابن شہد) (ح ۱، م ۱۸۹، حادثہ) شرح فی البلاغ ح ۲، م ۱۹ (ح ۲، م ۲۳۶) خطبہ (۲۶) اعلام النساء ح ۳، م ۷۷ (ح ۲، م ۱۲۰)

۲۔ صحیح بخاری ح ۵، م ۵ (ح ۳، م ۱۲۶) حدیث (۲۹۲۶)

۳۔ صحیح بخاری ح ۲، م ۱۹۲ (ح ۳، م ۳۹) حدیث (۳۹۹۸) نیز لاحظ کیجئے صحیح مسلم ح ۲، م ۷۷ (ح ۳، م ۲۹) حدیث (۵۲) مسند احمد ح ۱، م ۹۰، ۶ (ح ۱، م ۱۳) حدیث (۲۶)، م ۱۸ (حدیث ۵۶) تاریخ طبری ح ۲، م ۲۰۲ (ح ۳، م ۲۰۸) حادثہ اللہ (مشکل الازھار) ح ۱، م ۳۸، ۳۸، م ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶ (تاریخ ائمہ) ح ۲، م ۱۹۳

۴۔ البدریہ والحلیۃ ح ۵، م ۲۸۵ (ح ۵، م ۳۰۶) حادثہ (ح ۲، م ۲۲۶) حادثہ (۲۳۲۳)

۵۔ طبقات ابن سعد ح ۸، م ۲۹، ۳۰، ۳۱، رسائل جاخط م ۳۰۰ (م ۳۷) الرسائل المسوقة (حلیۃ الاولیاء) ح ۲، م ۳۳ الحمد رک علی (مجسمین ح ۳، م ۱۲۳) (ح ۳، م ۱۷۹) ۱۷۸، ۱۷۷، ۱۷۶، ۱۷۵، ۱۷۴، ۱۷۳، ۱۷۲، ۱۷۱، ۱۷۰، ۱۶۹، ۱۶۸، ۱۶۷، ۱۶۶، ۱۶۵، ۱۶۴، ۱۶۳، ۱۶۲، ۱۶۱، ۱۶۰، ۱۵۹، ۱۵۸، ۱۵۷، ۱۵۶، ۱۵۵، ۱۵۴، ۱۵۳، ۱۵۲، ۱۵۱، ۱۵۰، ۱۴۹، ۱۴۸، ۱۴۷، ۱۴۶، ۱۴۵، ۱۴۴، ۱۴۳، ۱۴۲، ۱۴۱، ۱۴۰، ۱۳۹، ۱۳۸، ۱۳۷، ۱۳۶، ۱۳۵، ۱۳۴، ۱۳۳، ۱۳۲، ۱۳۱، ۱۳۰، ۱۲۹، ۱۲۸، ۱۲۷، ۱۲۶، ۱۲۵، ۱۲۴، ۱۲۳، ۱۲۲، ۱۲۱، ۱۲۰، ۱۱۹، ۱۱۸، ۱۱۷، ۱۱۶، ۱۱۵، ۱۱۴، ۱۱۳، ۱۱۲، ۱۱۱، ۱۱۰، ۱۰۹، ۱۰۸، ۱۰۷، ۱۰۶، ۱۰۵، ۱۰۴، ۱۰۳، ۱۰۲، ۱۰۱، ۱۰۰، ۹۹، ۹۸، ۹۷، ۹۶، ۹۵، ۹۴، ۹۳، ۹۲، ۹۱، ۹۰، ۸۹، ۸۸، ۸۷، ۸۶، ۸۵، ۸۴، ۸۳، ۸۲، ۸۱، ۸۰، ۷۹، ۷۸، ۷۷، ۷۶، ۷۵، ۷۴، ۷۳، ۷۲، ۷۱، ۷۰، ۶۹، ۶۸، ۶۷، ۶۶، ۶۵، ۶۴، ۶۳، ۶۲، ۶۱، ۶۰، ۵۹، ۵۸، ۵۷، ۵۶، ۵۵، ۵۴، ۵۳، ۵۲، ۵۱، ۵۰، ۴۹، ۴۸، ۴۷، ۴۶، ۴۵، ۴۴، ۴۳، ۴۲، ۴۱، ۴۰، ۳۹، ۳۸، ۳۷، ۳۶، ۳۵، ۳۴، ۳۳، ۳۲، ۳۱، ۳۰، ۲۹، ۲۸، ۲۷، ۲۶، ۲۵، ۲۴، ۲۳، ۲۲، ۲۱، ۲۰، ۱۹، ۱۸، ۱۷، ۱۶، ۱۵، ۱۴، ۱۳، ۱۲، ۱۱، ۱۰، ۹، ۸، ۷، ۶، ۵، ۴، ۳، ۲، ۱، ۰

سیرہ حلیمیہ میں بحوالہ واقعی درج ہے کہ ہمارے نزدیک ثابت ہے کہ حضرت علیؑ کرم اللہ وحده نے رات میں آپ کو دفن کیا اور نماز جنازہ میں آپ کے ساتھ صرف عباس و فضل شریک تھے، کسی کو خبر نہ کی گئی تھی۔ (۱)

ابن حجر انصابہ (۲) میں لکھتے ہیں کہ فاطمۃ کے جنازہ کی نماز ابو بکر نے پڑھی۔ یہ بات میرے نزدیک ضعیف ہے اور روایت کا سلسلہ منقطع ہے۔ بعض متروک افراد نے مالک سے اور اس نے جعفر سے نقل کی ہے اور اس بات کو بغیر سمجھے بوجھے، دارقطنی، ابن عدی (۳) نے لکھا ہے حالانکہ بخاری میں عائشہ سے روایت ہے کہ فاطمۃ کی وفات ہوئی تو آپ کے شوہر علیؑ نے رات میں دفن کیا اور ابو بکر کو خبر نہ کی، نہ انہیں جنازے میں شریک کیا۔

علامہ امینی فرماتے ہیں:

حدیث مالک میں ہے کہ رات کے وقت فاطمۃ نے وفات کی۔ ابو بکر و عمر آئے، ان کے ساتھ بہت سے لوگ تھے۔ ابو بکر نے علیؑ سے کہا: آگے بڑھئے انماز جنازہ پڑھائیے۔ علیؑ نے فرمایا: نہیں، خدا کی قسم! آپ جا شین رسولؐ ہیں، آپ ہی انماز پڑھائیے۔ اس وقت ابو بکر نے آگے بڑھ کر چار تکبیروں سے نماز پڑھائی۔ ہم نے وہیں نشاندہی کر دی تھی کہ یہ حدیث عبداللہ قدس اسی کی گز ہمی ہوئی ہے۔ (۴)

ای غم و غصہ کی وجہ سے عائشہ کو بھی جنازہ میں شریک نہیں کیا گیا۔ جب وہ آئیں تو امام نے کہا کہ اندر مت آؤ۔ عائشہ نے ابو بکر سے شکایت کی کہ اس زن شخصی نے مجھے رسولؐ کی پارہ جگر کے عسل و کفن میں کیوں شریک نہیں ہونے دیا۔ ابو بکر نے وجہ پوچھی کہ تو نے زوجہ رسولؐ کو بنت رسولؐ کے عسل و کفن میں شریک نہیں ہونے دیا، اسماء نے کہا:

۱- المسیرۃ الحلبیۃ ج ۲، ص ۲۹۰ (ج ۲، ص ۳۶۱)

۲- الاصابۃ ج ۲، ص ۳۲۹، شرح المواصب زرقانی ج ۳، ص ۲۰۷

۳- الكامل فی ضعفاء الرجال (ج ۲، ص ۲۵۸) نمبر (۱۰۹۲)

۴- میزان الاخذ والردال ج ۲، ص ۲۷۶ (ج ۲، ص ۳۸۸) نمبر (۳۵۳۳) الكامل فی ضعفاء الرجال (ج ۲، ص ۲۵۸) نمبر (۱۰۹۲) کتاب الحجر و میثیان ج ۲، ص ۳۹ (الانساب معجمی ج ۲، ص ۳۵۹) اسان الجیل ان ج ۲، ص ۳۲۳ (ج ۲، ص ۳۲۶) نمبر (۳۲۳۲)

فاطمہ نے مجھے حکم دیا تھا کہ کسی کو میرے جنازے میں شریک نہ ہونے دینا۔ میں نے ان کے حکم پر عمل کیا ہے۔ (۱)

بارگاہ صدیقہ میں ابو بکر کی مخدرات

یہ تمام روایات اس بات کی تردید کرتی ہیں کہ جس میں برداشت شخصی کہا گیا ہے کہ جب فاطمہ بہت زیادہ بیمار ہوئیں تو ابو بکر آئے، علیٰ نے فاطمہ سے کہا کہ تم سے ملنے ابو بکر آئے ہیں۔ دروازے پر کھڑے ہیں۔ اگر اجازت دو تو اندر آ جائیں۔ فاطمہ نے اجازت دی۔ ابو بکر نے مخدرات کی تو فاطمہ ان سے راضی ہو گئیں۔

او زانی کی زبانی روایت ہے کہ فاطمہ ابو بکر سے خٹھیں۔ ایک دن سخت دھوپ میں ابو بکر آ کر فاطمہ کی دیوبڑی پر کھڑے ہو گئے، کہا کہ جب تک رسولؐ کی پارہ جگر مجھ سے راضی نہ ہو جائیں گی، میں یہاں سے نہ ٹلوں گا۔ یہ سن کر علیٰ نے فاطمہ کو قسم دی کہ راضی ہو جائیں تو فاطمہ راضی ہو گئیں۔ (۲)

بھلا، ان صحیح روایتوں کے مقابلے میں شخصی اور او زانی کی ان بکواس کی کیا قیمت رہ جاتی ہے۔ ان دونوں روایتوں میں یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ کس نے کہا ہے؟ ان دونوں سے فاطمہ عمر بھر ناراض رہیں۔ ان سے منھ پھیر لیا اور کہا کہ تم نے حدیث رسولؐ سنی ہے کہ جس نے فاطمہ کو رنجیدہ کیا، اس نے مجھے رنجیدہ کیا اور جس نے مجھے رنجیدہ کیا، اس نے خدا کو غضنا کیا۔ دونوں نے کہا: ہاں! میں نے حدیث سنی ہے۔ تب آپ نے فرمایا کہ میں خدا کو گواہ کر کے کہتی ہوں کہ میں تم دونوں سے رنجیدہ ہوں اور رسول خدا سے تمہاری ٹھکایت کروں گی۔ ابو بکر نے کہا کہ میں آپ کی رنجیدگی سے خدا کی پناہ چاہتا ہوں۔ پھر ابو بکر کا حال اس طرح ہوا کہ معلوم ہوتا تھا، روح نکل جائے گی۔ فاطمہ کہتی جاتی تھیں کہ میں ہر نماز میں

۱۔ الاستیعاب ج ۲، ص ۲۷۲ (القسم الرابع، ص ۱۸۹۸-۱۸۹۷) (۳۰۵ نمبر) اسدالقلاء ج ۵، ص ۵۲۳ (ج ۷، ص ۲۲۶)

۲۔ خاتر احتیٰ ذارخ انہیں ج ۱، ص ۳۱۳ (ج ۲، ص ۲۷۲) کنز العمال ج ۷، ص ۱۱۳ (ج ۱۳، ص ۲۸۲) حدیث

۳۔ اعلام النساء ج ۲، ص ۱۲۲ (ج ۲، ص ۱۳۱) سنوی کی شرح صحیح مسلم ج ۲، ص ۲۸۱، آلبی کی شرح صحیح مسلم ج ۲، ص ۲۸۲

۴۔ ریاض الصفر ج ۲، ص ۱۲۰ (ج ۱، ص ۱۵۲) (البلدیہ والحلیۃ ج ۵، ص ۲۸۹) (ج ۵، ص ۳۱۰) حادثہ اللہ

تم دونوں کے لئے بدعا کروں گی۔ یہ سن کر ابو بکر روتے ہوئے باہر نکلے اور لوگوں سے کہا کہ مجھے تمہاری بیعت کی ضرورت نہیں، ہر شخص اپنے گھر والوں کے ساتھ آرام سے بس کرتا ہے، لیکن میں بد قسمت ہوں، میری بیعت تو زدوا! (۱)

رسائل جا حظ (۲) میں بھی ہے کہ لوگ سمجھتے تھے کہ فاطمہ کو میراث نہ دینے کے معاملے میں ابو بکر عمر پچھے اور حق پر تھے۔ ان کے جواب میں کہا جائے گا کہ ان دونوں نے فاطمہ سے معافی بھی مانگی لیکن فاطمہ نے معاف نہیں کیا۔ وصیت کروی کہ یہ دونوں میری نماز جنازہ میں شریک نہ ہوں اور ان دونوں پر نفرین کی... یہ تمام ہاتھیں فاطمہ کے رنجیدہ خاطر ہونے کا ثبوت ہیں۔

ایک بکواس

ذرا تاریخ انہن کیش بھی دیکھئے اور لکھتا ہے کہ فاطمہ بھی ایک مرد کی لڑکی تھیں، اس سے عصمت کی توقع نہیں رکھنا چاہئے۔ جس نے ابو بکر کو ملامت کی اور ان سے رنجیدہ رہیں اور مرتے دم تک صدیق سے بات نہ کی۔ آگے لکھتا ہے کہ وہ بھی ایک انسان کی لڑکی تھی، جس طرح عام آدمی انہوں گین ہوتے ہیں، یہ بھی ہوئیں اور ضروری نہیں کہ وہ مخصوص ہوں۔ باوجود یہکہ رسول خدا کا ارشاد ہے اور انہوں نے ابو بکر صدیق کی قالفت کی۔

اس بکواس پر کیا تبرہ کیا جائے جو صریح طور سے ایسی ذات کی شان میں گستاخی کر رہا ہے، جس کے باپ، شوہر اور بچوں کے ساتھ خود اس مخدوشہ عصمت کی شان میں بھی آپ تھمیر نازل ہوئی، جس کے لئے رسول کا ارشاد ہے کہ فاطمہ میری پارہ جگر ہے، جس نے اسے رنجیدہ کیا، اس نے مجھے رنجیدہ کیا یا یہ روایت کہ جس نے اسے اذیت دی، اس نے مجھے اذیت دی۔ یا یہ روایت ہے کہ فاطمہ میری ایک شاخ ہے، فاطمہ میرے گوشت کا لوقبرا ہے، فاطمہ کی اذیت رسول کی اذیت۔

ان متذکرہ حدیثوں کو جس کے اختلافی الفاظ کی تعداد دس سے زیادہ ہے، اکثر سنن و مسانید میں

۱۔ الامامة والسياسة ج ۱، ص ۱۳۲ (ج ۱، ص ۲۰) اعلام النساء ج ۲، ص ۲۱۳ (ج ۳، ص ۱۲۳ - ۱۲۴)

معتبر ترین اور مشاہیر علماء نے نقل کیا ہے۔ چند کے نام یہ ہیں:

ابن الی ملکیہ، ابو عرب بن دینار، لیث بن سعد، ابن عینہ، ابو المنظر ہاشم، احمد بن یوسف، حافظ ابو ولید طیاسی، ابو محسر ہرزلی، قتیبہ بن سعید، عیسیٰ ابن حماد، امام احمد بن حنبل، بخاری، خطیب تبریزی، مسلم، ابن ماجہ، ابو داؤد، ترمذی، حکیم ترمذی، نسائی، ابو الفرج اصفہانی، حاکم نیشاپوری، ابو قیم تہرانی، حافظ بخوی (۱) قاضی عیاض، (۲) اخطب خطباء خوارزمی (۳)، ابن عساکر، (۴) کشمی، (۵) ابن الی الحدید، (۶) ابن جوزی، (۷) ابن اشیر، (۸) ابن طلحہ (۹) سبط ابن جوزی، (۱۰) حافظ گنجی، (۱۱) حافظ ازدی، (۱۲) زہبی، (۱۳) قاضی ابجی، (۱۴) زرنڈی، (۱۵) یافی، (۱۶) حافظ عراقی، (۱۷) یعنی، (۱۸) ابن حجر عسقلانی، (۱۹) سیوطی، (۲۰) قسطلانی، (۲۱) دیار بکری، (۲۲) ابن حجر یعنی، (۲۳) خزری، (۲۴) مناوی، (۲۵) شیخ احمد باکشیر، (۲۶) ابو عبد اللہ زرقانی، (۲۷) شیخ احمد مغربی، (۲۸) ابو عبد اللہ زرقانی، (۲۹)

۱۔ حسان الحسینی ج ۲، ص ۲۷۸ (ج ۳، ص ۱۸۵ حدیث ۹۹)

۲۔ الشافعیہ حقوق اصلی ج ۲، ص ۱۹ (ج ۳، ص ۶۰، ۶۱) (۲۵۶، ۵۶۰، ۶۰)

۳۔ مختل خوارزمی ج ۳، ص ۱۹۶ (ج ۳، ص ۱۵۶)

۴۔ تاریخ ابن عساکر ج ۱، ص ۲۹۸ (ج ۳، ص ۱۹۶)

۵۔ الروض الافق ج ۲، ص ۵ (ج ۳، ص ۱۲، نمبر ۵۷)

۶۔ شرح فتح البلاғہ ج ۲، ص ۳۵۸ (ج ۳، ص ۱۹۲، نمبر ۱۵۶)

۷۔ مطالب السولی ج ۲، ص ۵۲۱ (ج ۳، ص ۲۲۲، نمبر ۱۷۵)

۸۔ اسد الغائب ج ۵، ص ۵۲۱ (ج ۳، ص ۲۲۲، نمبر ۱۷۵)

۹۔ کتابیۃ الطالب ج ۱، ص ۲۲۰ (ص ۳۶۵)

۱۰۔ تذکرة الخواص ج ۱، ص ۱۷۵ (ص ۳۱۰)

۱۱۔ شرح مختصر صحیح بخاری ج ۳، ص ۹۱

۱۲۔ شرح مختصر صحیح بخاری ج ۳، ص ۹۱

۱۳۔ شرح المواقف ج ۳، ص ۲۶۸ (المواقف، ج ۳، ص ۲۰۰، شرح المواقف ج ۳، ص ۳۵۵، تلہم دار اصلین (ص ۲۷۶))

۱۴۔ مراۃ الہبیان ج ۱، ص ۱۵۰

۱۵۔ محدثیۃ الحمدیہ ج ۱، ص ۳۳۱ (ج ۳، ص ۲۷۷)

۱۶۔ جامع الاحادیث (ج ۵، ص ۲۵۸ حدیث ۱۳۷، ۲۵۰، ۱۳۷، ۲۷۷)

۱۷۔ تاریخ امیس ج ۱، ص ۳۶۳

۱۸۔ المواصب اللدنیہ ج ۱، ص ۲۵۷ (ج ۳، ص ۲۵۰)

۱۹۔ خلاستہ الحمدیہ ج ۱، ص ۳۳۵ (ج ۳، ص ۲۸۹)

۲۰۔ کنز الرقةائق، ج ۱، ص ۲۸۵ (ص ۳۸۲)

۲۱۔ المواصب اللدنیہ ج ۱، ص ۲۵۷ (ج ۳، ص ۲۵۰)

۲۲۔ الصواعق المحرقة، ج ۱، ص ۱۱۲، ۱۱۳ (ص ۱۹۰، ۱۸۸)

۲۳۔ کنز الرقةائق، ج ۱، ص ۲۸۵ (ج ۳، ص ۲۸۹)

۲۴۔ وسیله المآل (ص ۸۵)

زیدی حنفی، (۱) تدویزی، (۲) حزاوی، (۳) شیخ مصطفیٰ دمشقی، (۴) سید حمید آلوی، (۵) قراغولی، (۶) عمر رضا کمال۔ (۷)

ان تمام دانشوروں نے بغیر کسی قید کے مطلق طور سے لکھا ہے کہ فاطمہ کی رضا رسول کی رضا ہے۔ چنانچہ قسطلانی و حزاوی کے اس سلسلے میں فاطمہ بالکل رسول خدا کی طرح ہیں۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ فاطمہ اسی سے خوشنود ہوتی ہیں، جس سے خداراضی ہوتا ہے اور وہ اسی سے رنجیدہ ہوتی ہیں، جس سے خدارنجیدہ ہوتا ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ فاطمہ کی خوشنودی حاصل کرنا، مستحبات میں ہے اور ان کو رنجیدہ کرنا مکروہ ہے۔ اس نے فاطمہ کی رضا و غضب میں خود ان کی اپنی حس و غرض کا کوئی دخل نہیں ہے اور یہی مفہوم ہے عصمت کا، جسے ابن کثیر جیسا کم فہم سمجھنہیں سکا۔

غلوکی باقیں، واہی کہایاں

اس مختصر بحث میں خلیفہ کی نفیاتی اور اخلاقی برتری کا کچا چھٹا پیش کیا گیا۔ اگرچہ تمام کا احاطہ نہیں کیا ہے۔ لیکن اس سے خلیفہ کی اوقات ضرور معلوم ہو جاتی ہے۔ اس بحث سے غلو اور نہمت کا درمیانی معيار معلوم ہو جاتا ہے۔ اب کچھ غلوئے فاحش کے نمونے بھی ملاحظہ فرمائیے!

سورج کی رہست

شیخ ابراہیم عبیدی عمدۃ التحقیق (۸) میں بحوالہ حقائق اور صوری نزہہ (۹) میں بحوالہ عین المجالس

- ۱۔ تاج العروس ج ۵، ص ۲۲۷، ج ۲، ص ۱۳۹
- ۲۔ بناۃ المودة، ص ۱۷۱ (ج ۱، ص ۱۶۹) باب ۵۵
- ۳۔ النورالساری مطبوع برحاشیر بخاری ج ۵، ص ۲۲۳
- ۴۔ میراث الوصول، ص ۱۰۹،
- ۵۔ نظر الملای، ص ۱۸۱
- ۶۔ جوهرة الكلام، ص ۱۰۵
- ۷۔ اعلام النساء ج ۳، ص ۱۳۱ (ج ۳، ص ۱۱۲)
- ۸۔ عمدۃ التحقیق فیہا رآل الصدیق، ص ۲۷۲ (ص ۳۰۹) مطبوع برحاشیر وض ریاضین۔
- ۹۔ نزہہ الجامع ص ۲۲۳

لکھتے ہیں کہ ایک دن رسول خدا نے عائشہ سے کہا کہ جب خدا نے سورج کو سفید مولیٰ سے بیدا کیا، جو ہماری دنیا سے ایک سوا کیس گناہ رہا ہے تو اس کا گردش کرنے والا بھی بنایا۔ پھر اس گردش دینے والے کو ۸۲۰ سالہارا دینے والا بنایا۔ ہر سالہارا دینے والے کو ایک یا قوت سرخ کی زنجیر عطا کی، پھر سانچھے ہزار فرشتوں کو حکم دیا کہ ہم نے جو تم کو مخصوص توانائی عطا کی، ان سے زنجیر کھپنو! خورشید آسمان پر مثل گندم گومتا ہے اور اس کی زیبائی دنیا والے دیکھتے ہیں۔

روزانہ خط استوا پر جہاں کعبہ ہے، رک جاتا ہے اور فرشتوں سے کہتا ہے کہ مجھے پروردگار سے شرم آتی ہے کہ مونوں کے قبلہ سے گذر جاؤں! فرشتے اپنی بھر پور طاقت سے کھینچتے ہیں تاکہ فراز کعبہ سے گذر جائیں، لیکن وہ گذر نہیں پاتے۔ فرشتے عاجز ہو جاتے ہیں۔ خداوند عالم ان پر وحی کرتا ہے کہ اس خورشید کے چہرے پر جو نام نقش ہے، اس کی برکت سے کھپنو! جب یہ سنتا ہے تو سورج اپنی جگہ سے حرکت کرتا ہے۔ عائشہ نے پوچھا: اس کی پیشانی پر کس کا نام لکھا ہے؟ رسول نے فرمایا: اے عائشہ! اس پر ابو بکر صدیق کا نام لکھا ہے۔ خدا نے دنیا خلق کرنے سے پہلے اپنے علم قدیم سے ہوا خلق کی پھر آسمان خلق کیا، پھر پانی پر سمندر بنایا اور سورج کو گردش دینے والا بنایا، جو دنیا کو روشن کرتا ہے، یہ سورج سرکشی کر بیٹھتا ہے فرشتوں سے، جب وہ خط استوا پر آتا ہے، خدا نے آخری زمانے کے نبی کو تمام انبیاء پر فضیلت دی، جو تمہارا شوہر ہے۔ اے عائشہ! اور سورج پر تمہارے باپ کا نام نقش ہے، جو اس نبی کا دوزیر ہے یعنی ابو بکر صدیق!!! جب فرشتے سورج کو اس کی سو گندویت ہیں تو وہ حرکت کرنے لگتا ہے اور قدرت خدا سے اپنی معمولی گردش پر آ جاتا ہے۔ اسی طرح جب ہماری تکہگارامت دوزخ سے گزرے گی اور آگ چاہے گی کہ مومن کو پکڑے تو جب امت زبان پر ان کا نام جاری کر دے گی، تو جہنم کی آگ منہ پھیر کر بجا گے گی اور دوسرا کوتلاش کرنے لگے گی۔

تہذیرہ اعلیٰ:

مجھے سخت حیرت ہے کہ قدم و جدید علمائے بیت نے اس گردش دینے والے کو اب تک تلاش کیوں نہ کیا؟! علماء تو کہتے ہیں کہ زمین سورج کے گرد چکر لگا رہی ہے۔ اس روایت سے یہ بھی پتہ چلا کہ سورج کو

پیدا کر کے خدا نے اس میں حرارت نہیں پیدا کی تھی، تجуб ہے کہ فرشتے اس حرارت سے بعد میں بھی استقادہ نہیں کرتے۔

پھر یہ کہ سورج تو ارادہ خداوندی کا پابند ہے۔ وہ اس کے حکم سے اپنے مدار پر مسلسل گردش کر رہا ہے۔ یہ تم رداور کشی اس کے اندر کہاں سے آگئی کہ احترامِ کعبہ میں حکم خدا کا بھی خیال نہیں کرتا۔ لیکن وہ مرتبہ صدقیق کا عارف ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ

﴿وَالشَّمْسُ تَجْرِي لِمَسْتَقْرِيرٍ لَهَا ذَالِكَ تَقْدِيرُ الرَّحِيمِ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ لَا الشَّمْسُ يَنْبَغِي
لَهَا أَنْ تَدْرِكَ الظَّمْرَ وَلَا الظَّلَلَ سَابِقُ النَّهَارِ وَكُلُّ لَهِ فِلَكٌ يَسْبِحُونَ﴾ (۱)

لیکن روایت کہتی ہے کہ سورج روزانہ حکم خدا سے سرتاہی کر کے اینٹھے جاتا ہے اور اسے صدقیق کا واسطہ دینا پڑتا ہے۔ روزانہ ایک ہی چمگدڑ کر جاتا ہے خدا کو الہام کرنا پڑتا ہے۔ روزانہ سے تم دینی پڑتی ہے، اگر انساد بھی بیان کئے گئے ہوتے تو اس روایت کی اوقات معلوم کی جاتی، احمقانہ عقیدت فضائل گڑھنے میں عقل کو بھی پھلا مگ جاتی ہے۔

ریش ابو بکر سے توسل

یافی روض الریاضین (۲) میں ابو بکر کا بیان نقل کرتے ہیں کہ ہم مسجد میں بیٹھے تھے، اتنے میں ایک اندھا آیا اور ہمیں سلام کر کے رسول کی بارگاہ میں بیٹھے گیا اور کہنے لگا: کون محبت رسول میں میری حاجت پوری کرے گا؟ ابو بکر نے کہا: بدھے میاں! تمہاری حاجت کیا ہے؟ بولا: میرے بال پچے ہیں اور ان کے گذر بر کا انعام نہیں ہے، اگر کوئی محبت نبی میں پکنے والے تو لے جا کر دے دوں۔ ابو بکر نے کہا کہ میں تمہیں محبت نبی میں اتنا دوں گا کہ تم خود فیل ہو جاؤ گے۔ کیا دوسرا بھی حاجت ہے؟ کہا: ہاں! ایک بیٹی

۱۔ (مس ۳۰۰)

۲۔ روض الریاضین، ج ۳، ص ۷۵۱ پر یہ روایت نقل کی ہے۔

ہے، اسے چاہتا ہوں کہ محبت نبی میں کسی کے ساتھ شادی کر دوں۔ ابو بکر نے کہا: میں محبت نبی میں اس لڑکی سے شادی کر لوں گا۔ کیا کوئی اور حاجت ہے...؟ بولا: ہاں! میری خواہش ہے کہ ابو بکر صدیق کی داڑھی اپنے ہاتھ میں تھام لوں۔ یہ سن کر ابو بکر نے اپنی داڑھی اس کے ہاتھ میں تھادی۔ اس اندر نے ہاتھ میں لے کر دعا کی: خدا یا! تجھے حرمت ریش ابو بکر کا واسطہ میری پیٹائی واپس کر دے ادعا کرتے ہی اس کی پینائی واپس آگئی۔ جب تک رسول خدا پر نازل ہوئے اور کہا: اے محمد! خدا تمہیں سلام کرتا ہے اور تھیڈ والا کرام کے بعد فرماتا ہے کہ مجھے اپنی عزت و جلال کی حکم! اگر تمام اندر میں ریش ابو بکر کا واسطہ دے کر مجھ سے دغماں نہیں تو میں ان کی پینائی واپس کر دوں گا۔ پھر روئے زمین پر ایک بھی اندر حبابی نہ رہے گا۔ اور یہ سب کچھ تھاہری قدر و منزلت اور بلندی شان کی وجہ سے ہے۔

تمہراً امنی:

یہ آنکھ کے اندر نہیں، دل کے اندر ہے ہیں۔ جنہوں نے ریش ابو بکر کو رسول کی داڑھی سے بڑھا دیا ہے جبکہ رسول ان سے عمر میں بڑے تھے۔ اب اس کے بعد سینیوی میں اندر ہے کیوں ہوتے ہیں؟ کیا انہیں ریش ابو بکر کی معرفت نہیں ہے؟ حیرت ہے کہ یافی سے پہلے حفاظ اور احمدہ حدیث نے اسے نقل کیوں نہ کیا؟ کیا وہ اندر ہے حافظوں کو آنکھ نہیں دینا چاہتے تھے؟ ان کی عقولوں پر ماتم کرنے کو جی چاہتا ہے۔

ریش ابو بکر سے متعلق بہت سے خرافات منقول ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول خداً جب جنت کے محتاج ہوتے تھے تو ابو بکر کی داڑھی کا بوسہ لیتے تھے۔ اس روایت کو فیرود ز آبادی نے مشہور ترین وضعی حدیث کہا ہے۔ (۱) عجلونی کی ایک روایت ہے کہ جنت میں دو داڑھیاں جائیں گی: ایک حضرت ابراہیم کی اور دوسرے حضرت ابو بکر کی... (۲) پھر ابن حجر (۳) نے مقاصد میں لکھا ہے کہ جنت میں ابراہیم اور ابو بکر

۱۔ مخفف الخمامن، ج ۱، ص ۳۳۳

۲۔ ستر السعادۃ (ج ۲، ص ۲۱۱) کشف الخمامن، ج ۲، ص ۳۱۹

۳۔ المقاصد الحکیمة (ص ۱۳۳) حدیث (۲۲۸)

کی داڑھی ہونا صحیح نہیں ہے۔ یہ بات کسی مشہور کتاب میں نہیں۔ اگر بالفرض یہ روایت درست ہو تو ابراہیم کی اس لئے ہوگی کہ وہ مسلمانوں کے لئے بمزلم والد ہیں۔ کیونکہ قرآن میں ان کو مسلم کہا گیا ہے اور ملت کو ان کی اتباع کا حکم دیا گیا ہے اور ابو بکر کی اس لئے ہوگی کہ وہ مسلمانوں کے دوسرے والدی حیثیت رکھتے ہیں کیونکہ انہوں نے اسلام کا دروازہ کھولا۔

علامہ امیکی فرماتے ہیں:

امت مرحوم کا نام مسلم اس لئے رکھا گیا ہے کہ سورہ حج آیت ۸۷ میں ہے کہ

﴿هُوَ سَمَاكِمُ الْمُسْلِمِينَ مِنْ قَبْلِهِ﴾

ابراہیم کے زمانے سے مسلم نام ہونا، قرطی (۱) کے نزدیک ثابت نہیں۔ طبری (۲) کہتے ہیں کہ ظاہری بات ہے کہ ابراہیم کے وقت سے اس امت کا نام قرآن میں مسلم نہیں پڑا۔ اس قول کی روشنی میں ابن حجر کی بات بے پرکی ہو کر رہ جاتی ہے۔

مجھے نہیں معلوم کہ اس تجزیل والد میں کیا سرخاب کا پر لگا ہے۔ تمام انسانوں کے حقیقی والد حضرت آدم کی داڑھی کیوں نہ ہوگی؟! کعب الاحبار کہتے ہیں کہ جنت میں کسی کو داڑھی نہ ہوگی، صرف حضرت آدم کی داڑھی ہوگی جو ناف تک ہوگی (۳)۔ اگر پورہ ہونے کی وجہ سے ابراہیم اور ابو بکر کی داڑھی ہوگی تو پھر موسیٰ بن عمران کی داڑھی کا کیا فلسفہ ہوگا؟ جنت میں داخل ہونے والا ہر انسان بے داڑھی کے ہوگا، صرف موسیٰ بن عمران کی داڑھی ناف تک ہوگی۔ (۴) ان سب کو چھوڑیے خود رسول اکرم سب کے پدر روحانی ہیں، وہ اس کے زیادہ حقدار ہیں کہ انہیں جنت میں داڑھی ہو وہ تو اشرف کائنات ہیں۔ سب سے زیادہ تجھ کی بات یہ ہے کہ پہلے اسلام لانے کی وجہ سے ابو بکر کو باپ کہا گیا ہے، جبکہ تاریخ دیرت میں ہے کہ وہ چالیس پیچاس آدمیوں کے بعد اسلام لائے۔

۱۔ تفسیر قرطی (ج ۱۲ ص ۶۸)

۲۔ جامع البیان (جلد ۱ ج ۱، ص ۲۰۸)

۳۔ البدایۃ والنہایۃ ج ۱، ص ۹۷ (ج ۱، ص ۱۰۸)

۴۔ المسندۃ الحکیمیۃ ج ۱، ص ۳۲۵ (ج ۱، ص ۳۹۷)

۳۔ ابو بکر اور جبریل کی گواہی

نسنی ذکر کرتے ہیں: ایک شخص مدینہ میں مر گیا۔ رسول خدا نے چاہا کہ اس کی نماز جتازہ پڑھیں؛ اتنے میں جبریل نازل ہوئے اور کہا: اے محمد! اس پر نماز نہ پڑھو۔ رسول خدا نے اس کی نماز پڑھنے سے انکار کر دیا۔ تھوڑی دیر میں ابو بکر آئے اور کہا: یا رسول اللہ! اس کی نماز پڑھنے امیں جانتا ہوں کہ یہ اچھا آدمی تھا۔ اس کے بعد جبریل آئے اور کہا کہ آپ اس کی نماز پڑھنے کیونکہ ابو بکر کی گواہی میری گواہی سے مقدم ہے۔ (۱)

اگرچہ یہ روایت سند کے لفاظ سے نامعلوم اور پھر ہے۔ لیکن ذرا دیکھئے تو کیا جبریل نے یہ گواہی اپنی طرف سے دی تھی؟ کیا وہ امین خدا نہیں ہیں کہ ابو بکر کی گواہی ان سے بڑھ گئی۔ اور اگر وہ خدا کی وجی لے کر آئے تھے تو وہی خدا کا تیا پانچ ہو جاتا ہے۔ کیا یہ غلط نہیں ہے...؟ ذرا انصاف تو سمجھے!

۴۔ رسول کی انگشتی کا نقش

روایت میں ہے کہ رسول خدا نے ابو بکر کو اپنی انگوٹھی دی اور فرمایا: اس پر لا الہ الا اللہ نقش کراؤ۔ جب ابو بکر نے سنار کو دیا تو کہا کہ اس پر لا الہ الا اللہ لکھو دو۔ سنار نے اس پر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ لکھ دیا۔ جب ابو بکر نے رسول خدا کو وہ انگوٹھی دی تو لکھا ہوا تھا۔ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ابو بکر صدیق۔ رسول نے وہ پوچھی تو کہا: مجھے پسند نہیں کہ آپ کے نام کو خدا کے نام سے جدا کیا جائے۔ لیکن یقینہ اضافہ کیوں ہوا؟ مجھے نہیں معلوم! اس وقت جبریل نازل ہوئے اور کہا کہ خدا فرماتا ہے کہ ابو بکر کا نام میں نے لکھا ہے۔ چونکہ ان کو پسند نہ تھا کہ میرے اور تمہارے نام میں جدا ہی ہو، اس لئے میں نے بھی پسند نہ کیا کہ تمہارے اور ان کے نام میں جدا ہی ہو۔ (۲)

تبرہ اعلیٰ:

۱۔ مصباح الطلام ج ۲، ص ۲۵ (ج ۲، ص ۲۵) حدیث ۲۶۲ (نحوة المجالس ج ۲، ص ۱۸۷)

۲۔ نحوة المجالس ج ۲، ص ۱۸۵، مصباح الطلام ص ۲۵ (ج ۲، ص ۲۵) حدیث ۲۶۲

صحاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول کا نقش تینیں محمد رسول اللہ تھا۔ نہ اس میں کسی تھی، نہ زیادتی تھی۔ رسول خدا نے انس کو انکو شخص دے کر فرمایا تھا کہ اس میں صرف محمد رسول اللہ لکھوادو۔ (۱) بخاری و ترمذی کی روایت ہے کہ نقش تینیں تین سطروں میں تھا۔ ایک میں محمد، دوسرا میں رسول اور تیسرا میں اللہ۔ (۲) طبقات بن سعد میں ہے کہ نقش تھا: بِسْمِ اللَّهِ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ۔ (۳) ابوالثین اخلاق نبویہ میں لکھتے ہیں آپ کا نقش تینیں تھا: لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ۔ اس کے علاوہ کسی بھی دوسری روایت پر اعتبار کرنا، جہالت و حماقت ہے۔

بسم اللہ میں نہیں آتا کہ وہ خیالی جبریل رسول کے پاس کیوں آئے تھے؟ کیا اس لئے کہ ابو بکر آیت مبالغہ کی روشنی میں نفس رسول تھے یا غدری میں ان کے لئے آیہ مبلغ اتری تھی؟ کیا انہوں نے حالت رکوع میں انکو شخص دے کر آیہ دلایت اتر دی تھی؟ کیا وہ سابق الاسلام تھے...؟
یہ روایت گڑھنے والا آخر کیا جواب دے گا....؟

۵۔ بیہشت ابو بکر کی وسعت

صفوری نزہہ (۴) میں لکھتے ہیں کہ حدیثوں میں دیکھا ہے کہ فرشتے زیر درخت طوبی جمع ہوئے، ایک فرشتے نے کہا: میں چاہتا ہوں کے خدا مجھے ہزار پر دوال عطا کرتا، تاکہ بہشت کے اس سرے سے اس سرے تک ہو جو چاؤں۔ جو کچھ وہ چاہتا تھا، خدا نے اسے عطا فرمادیا۔ اس نے ایک ہزار سال تک پرواز کی بیہاں تک کہ اس کی طاقت جواب دے گئی۔ پھر دوبارہ اسے بال و پر عطا ہوئے اور وہ ہزار سال

۱۔ گنجائی حج، ۸، ص ۳۰۹ (ج ۵، ص ۲۲۰۵ حدیث ۵۵۲۹) گنجائی حج، ۲، ص ۲۱۵، ۲۱۳ (ج ۲، ص ۳۱۹ حدیث ۵۵، کتاب الباس والرسی) شن ترمذی ح، ۱، ص ۲۲۲ (ج ۲، ص ۲۰۱ حدیث ۱۷۲۵) شن ابن ماجہ ح، ۲، ص ۲۸۵، ۲۸۳ (ج ۲، ص ۲۰۱) حدیث ۳۶۲۹) شن نسائی ح، ۸، ص ۱۷۳ (ج ۵، ص ۳۵۰ حدیث ۹۵۱۳-۹۵۰۹)

۲۔ گنجائی حج، ۸، ص ۳۰۹ (ج ۵، ص ۲۲۰۵ حدیث ۵۵۲۹) شن ترمذی ح، ۱، ص ۲۲۵ (ج ۲، ص ۲۰۲ حدیث ۱۷۲۸)

۳۔ طبقات ابن سعد (ج ۱، ص ۲۷۳) شرح المواهب زرقانی ح، ۵، ص ۲۹

۴۔ نزہۃ الجالی ح، ۲، ص ۱۸۳،

تک ازتا رہا اور اس کی طاقت جواب دے گئی۔ تیسری بار پھر ہزار بال و پر عطا ہوئے اور وہ ہزار سال تک ازتا رہا، یہاں تک کہ اس کی طاقت جواب دے گئی۔ وہ روتے ہوئے ایک آستانے پر گرد پڑا۔ ایک حوریہ نے پوچھا: کیوں روتے ہو؟ یہ بہشت رونے کی جگہ نہیں بلکہ خوشی کی جگہ ہے۔ اس نے حوریہ سے ساری بات کہہ سنا۔ حوریہ نے کہا: کیا تمہیں اندازہ ہے کہ تم نے ان تین ہزار سال میں کتنی مسافت طے کی؟ فرشتے نے کہا: نہیں معلوم۔ حوریہ نے کہا: خدا کی عزت و جلالت کی قسم! ابھی تک تم نے ابو بکر کی بہشت کا دسوائی حصہ بھی پانیں کیا۔ (۱)

خدا کی شان: ابو بکر کی جنت کس قدر وسیع ہے، میں عصر حاضر کے جوانوں کو بتانا چاہتا ہوں کہ راوی "واحد غائب منم" کا آدمی ہے۔ کوئی محقق کتنا ہی سرمارے، اسے تلاش نہیں کر سکتا۔

۶۔ خدا ابو بکر سے جیا کرتا ہے

انس بن مالک سے روایت کی گئی ہے کہ ایک انصاری عورت آئی اور عرض کی: یا رسول اللہ! میرا شوہر سفر میں ہے اور میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میرے گھر کا درخت گر گیا ہے۔ رسول نے فرمایا: صبر کرو! اب تھارا شوہر کبھی واپس نہ آئے گا۔ وہ عورت روتی ہوئی چلی گئی۔ راستے میں ابو بکر طے تو ان سے خواب بیان کیا۔ لیکن رسول خدا کی تعبیر بیان نہیں کی۔ ابو بکر نے کہا: جاؤ! آج رات تھارا شوہر واپس آجائے گا۔ وہ رسول کی بات پر سوچتی ہوئی واپس آگئی۔ رات میں اس کا شوہر واپس آگیا۔ عورت نے جا کر رسول خدا سے کہا کہ میرا شوہر واپس آگیا۔ رسول نے اس پر ایک طویل نگاہ ڈالی۔ اتنے میں جریئل نازل ہوئے اور کہا: اے محمد! تم نے جو کہا تھا، حق تھا لیکن ابو بکر نے کہہ دیا تھا کہ اسی رات تھارا شوہر واپس آجائے گا۔ خدا کو شرم محسوس ہوئی کہ اس کی زبان جھوٹی ہو جائے۔ کیونکہ وہ صدقیق ہے۔ اسی وجہ سے وہ مردہ شوہر زندہ کر کے بھیجا گیا۔ (۲)

۱۔ صباح اللہام ح ۲، ج ۲۵ (ح ۲، ج ۲، م ۱۱) حدیث (۳۶۲)

۲۔ نزدۃ الجالس ح ۲، ج ۲، م ۱۸۳

ان راویوں کو کیا ہو گیا ہے کہ ابو بکر کا جھوٹ پھانے کے لئے رسول خدا کو جھوٹا کہہ رہے ہیں۔ گویا خدا کو صداقت رسول کی پرواہ نہیں تھی۔ رسول نے تو ہمیشہ واپس آنے کی خبر دی تھی۔ ابو بکر نے اندر میرے میں تیر چالایا تو خدا کو شرم دامن کیر ہو گیا۔ سوال یہ ہے کہ خدا کو آبروئے ابو بکر کی پاسداری کرنا چاہئے تھی یا آبروئے رسول کی؟ پھر کہا گیا: چونکہ ابو بکر صدقیت تھے۔ کیا رسول خدا صدیقوں کے سردار نہیں تھے؟ روایت گڑھنے والا مقام نبوت سے قطعی نا آشنا تھا۔ وہ رسول گوتام آلود گیوں میں انت پت بھتائے ہے۔

لے۔ کرامت دفن ابو بکر

تاریخ ابن عساکر (۱) میں ہے کہ جب ابو بکر کا وقت وفات آیا تو حاضرین سے کہا کہ جب میں مر جاؤں تو غسل و کفن کے بعد مجھے قبر رسول کے پاس لے جانا اور کہنا: اے رسول خدا! آپ پر سلام ہو، یہ ابو بکر آپ کی خدمت میں آنے کی اجازت چاہتا ہے۔ اگر اجازت مل جائے اور قفل خود بخود کھل جائے تو وہیں فن کر دینا اور نہ پھر مجھے بقیع میں دفن کر دینا۔ جب جنازہ لے جایا گیا اور حکم کے مطابق کہا گیا تو خود بخود جمرے کا قفل کھل گیا۔ ناگاہ ہاتھ نے قبر کے اندر سے آواز دی۔ دوست کو دوست کے پاس لاڈ کر دوست مشاق ہے۔ (۲)

اصل میں اس روایت کو وضع کر کے سنیوں نے اپنے خلیفہ کے ناجائز طریقے سے مجرہ رسول میں دفن ہونے کو جائز نہ کرنا چاہا ہے۔ کیونکہ یا تو وہ جمرہ رسول خدا کی ملکیت تھا یا پھر صدقہ تھا۔ پہلی صورت میں رسول کے درثانے سے اجازت لئی چاہئے تھی۔ دوسری صورت کا تقاضہ تھا کہ جو صاحب ان کی جگہ پر بیٹھے وہ تمام مسلمانوں سے اجازت لیتے۔ یہ سب تو کچھ نہ ہوا۔ اگر بیٹی کے حق زوجیت کی میراث میں دفن کیا گیا تو خود ابو بکر نے حدیث میان کی تھی کہ ہم گروہ انبیاء نہ کسی کو وارث بناتے ہیں، نہ وراث ہوتے

۱۔ تاریخ ابن عساکر (ج ۲۰، میں نمبر ۳۳۶، ۳۳۹)، مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۱۳، میں ۱۲۵)

۲۔ تفسیر کبیر (ج ۵، میں ۳۷۸) (ج ۲۱، میں ۷۸) (السریۃ الخلیفیۃ ج ۳۹۳) (ج ۳۲۵) (تاریخ انہیں ج ۲، میں ۲۶۲) (ج ۲، میں ۲۳۷) اخبار الدول مطبوع بر جاشریۃ الکامل (ج ۱، میں ۲۰۰) (ج ۱، میں ۲۸۲) نزدیق الجالس (ج ۲، میں ۱۹۸)

ہیں۔ جو چھوڑتے ہیں، صدقہ ہوتا ہے۔ پھر عائشہ کا حق کہاں سے ثابت ہوا؟ اور پھر تمام ازواج کا حق مان لیا جائے تو عائشہ کا حق ایک بالشت سے زیادہ نہ ہوگا۔ کیونکہ ان کا حق ۸۹ کا ۸۹ ہوا۔

کیا خلیفہ سے رسول نے خود اس کی خبر دی تھی یا انہیں علم غیب تھا ہمیں تو ابو بکر کے حالات میں محسوسات کی غلطیاں بھی نظر آتی ہیں۔ علم غیب تو دور رہا، پھر یہ کہ اگر دون کے وقت یہ واقعہ پیش آیا ہوتا تو تمام لوگوں کے سامنے پیش آتا پھر سب کی زبان پر ہوتا۔ ابن عساکر کے علاوہ کسی صحابہ و مسانید میں یہ واقعہ نہیں ملتا۔

خود ابن عساکر نے سلسلہ روایت میں ابو طاہر، عبد الجلیل اور حبہ عرنی کا نام لیا ہے۔ پھر لکھتے ہیں کہ ابو طاہر بہت بڑا جھوٹا ہے اس لئے یہ روایت صحیح نہیں معلوم ہوتی (۱)۔ ابو طاہر کو ابو ذر عہد اور ابو حاتم نے بھی جھوٹا کہا ہے۔ (۲)

۸۔ جبریل کی خاکساری

شیخ یوسف فیشی لکھتے ہیں کہ جب خدمت رسول میں ابو بکر آتے اور جبریل رسول خدا سے ہم کلام ہوتے تو فقط احترام ابو بکر میں جبریل کھڑے ہو جاتے۔ جبریل سے اس کی وجہ پوچھی گئی تو کہا کہ ان کا حق استادی میرے اور پر روز آفرینش سے ہے۔ کیونکہ جب خدا نے فرشتوں کو سجدہ آدم کا حکم دیا تو میرے دل میں بھی وہی خیال آیا جو ابلیس نے کیا، لیکن وہ راندہ درگاہ ہو گیا۔ جیسے تھی خدا نے سجدے کا حکم دیا میں نے اپنے سامنے ایک بڑا خچر دیکھا اس پر متعدد جگہ لکھا ہوا تھا ابو بکر اس نے مجھ سے سجدہ کرو۔ میں ابو بکر کی بیبیت سے سجدہ ریز ہو گیا۔ (۳)

تبرہ اعلیٰ:

۱۔ تاریخ ابن عساکر (ج ۵، ص ۲۵۲-۲۵۶)، مختصر ابن عساکر (ج ۱۳، ص ۱۲۵) لسان المیزان (ج ۲، ص ۲۷۷) (ج ۳، ص ۲۷۷) نمبر ۲۹۱۸

۲۔ الجروح والتعديل (ج ۸، ص ۱۱۶ نمبر ۱۵۷)

۳۔ محمد اتحمین مطبوع بر حاشیہ روشن الریاضین، ص ۱۱۱ (ص ۱۹۲)

اس فرقے پر سرد ہٹنے جس کے نشانے سے جبریل بھی نہ پچے۔ وہ اولین روز ہی اپنی بے گناہی کے باوجود دریف ابلیس بن گئے۔ خیریت ہوئی کہ ابو بکر آگئے۔

پتہ نہیں اس فرقے کا فرشتوں کے متعلق کیا عقیدہ ہے کہ جسے خداوند عالم امین وحی تراو دیتا ہے، اس میں نفاق پایا جاتا ہے۔ لغزش کے باوجود دودھی کی امانت سے سرفراز ہوتا ہے۔ گویا خداوند عالم دلوں کی حالت سے ناداتفہ ہے۔ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ فرشتہ ابو بکر کی بیہت سے خاک چاٹتا ہے لیکن اس کے دل میں خدا کی ذرا سی بھی بیہت نہیں۔ بھلا اس سجدے کی کیا اہمیت رہ جاتی ہے؟ پھر یہ کہ ابو بکر نے کیسے جان لیا کہ جبریل کے دل میں کیا ہے؟ کیا وہ غیب جانتے تھے؟ کیا انہیں جبریل کے علاوہ کسی دوسرے نے وحی کی تھی؟ قارئین خود فیصلہ کریں۔

اور پھر سر پینچے کا مقام ہے کہ جامعہ ازہر کے علماء اس وابی روایت کو اپنی کتابوں میں لکھتے ہیں اور مولود شریف میں بیان بھی کرتے ہیں۔

ممکن ہے کہ یہ روایت فضیلت امیر المؤمنین کے مقابل میں کڑھی گئی ہو۔ ایک روایت ہے کہ خدا نے جبریل سے پوچھا میں کون ہوں اور تو کون ہے؟ جبریل حیرت میں غرق تھے کہ نور علیٰ نے رہنمائی کی کہہ دو! تو خدا نے جلیل ہے اور میں تیرابندہ جبریل ہوں۔ اس روایت کو شیخ صالح الحسینی اور عبد الباقی آفندی نے نظم بھی کیا ہے۔

ان دونوں روایتوں میں بڑا فرق ہے۔ اس میں یہ نہیں ہے کہ جبریل نے خدا کی نافرمانی کی، نہ کہ میں علیٰ نے غیب کی خردی، نہ خدا کی بیہت پرعلیٰ کی بیہت غالب آگئی۔

۹۔ کرامت ابو بکر کا ایک واقعہ

ابوالعباس بن عبد الواحد نے عمر بن زینی نامی یونک مرد سے روایت کی ہے کہ میں مدینہ منورہ کا مجاور تھا۔ عاشورہ کے دن شیعہ حضرات رسول کے چچا حضرت عباس کے روشنے میں جمع ہوئے تھے۔ میں بھی وہاں گیا، دیکھا کہ لوگ جمع ہیں۔ میں روپہ پر کھڑا ہو گیا اور سوال کیا کہ محبت ابو بکر میں مجھے عنایت

تینجے! یہ سن کر اس مجھ سے ایک بزرگ میرے پاس آئے اور کہا: یہیں بیٹھو! مجلس ختم ہو جائے گی تو تمہیں کچھ دوں گا۔ مجلس ختم ہوئی۔ تو وہ شخص باہر آیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر گھر لے گیا۔ اور اپنے دو غلاموں کو حکم دیا کہ اس کے ہاتھ پر باندھ کر خوب پیٹو! پھر حکم دیا زبان کاٹ لو! غلاموں نے ایسا ہی کیا۔ پھر غلاموں کو حکم دیا کہ اس کو کھول دو! اور مجھ سے کہا کہ جاؤ! اسی کے پاس جس کی محبت میں تم سوال کر رہے تھے کہ تمہاری زبان واپس کر دے۔ میں درد کی اذیت سے روتا ہوا باہر آیا اور رسولؐ کے مجرہ پاک میں خود کو گرا کر کہا: یا رسول اللہؐ آپ دیکھ رہے ہیں کہ محبت ابو بکر میں میری کیا گت بنی ہے۔ اب اگر آپ کے یہ صحابی برحق ہیں تو میری زبان واپس کر دیجئے! مجھے روتے ہوئے نیندا گئی۔ خواب میں دیکھا کہ میری زبان پھر ٹھیک ہو گئی ہے۔ خواب سے بیدا ہوا تو دیکھا کہ میری زبان میرے منھ میں ہے۔ میں شکر خدا بجالا یا اور محبت ابو بکر دل میں بڑھ گئی۔

جب دوسرا سال آیا تو حسب معمول شیعہ حضرات جہاں جمع ہوتے تھے، بروز عاشورہ ہاں گیا، اور سوال کیا کہ محبت ابو بکر میں ایک دنار دیجئے۔ یہ سن کر ایک نوجوان مجھ سے باہر نکلا اور مجھ سے کہا کہ مجلس ختم ہونے تک یہیں بیٹھو! مجلس ختم ہوئی تو وہ جو ان مجھے ڈھونڈھتا ہوا آیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر سال گذشتہ والے گھر میں لے گیا۔ میرے سامنے کھانا لا کر حاضر کیا۔ جب ہم کھانا کھا چکے تو جو ان نے ایک کرے کا دروازہ کھول کر روتا شروع کر دیا۔ میں آگے بڑھا کر رونے کی وجہ معلوم کر سکوں۔ میں نے دیکھا کر کرے میں ایک بندرا باندھا ہوا ہے، میں نے واقعہ پوچھا تو وہ اور بھی رونے لگا۔ میں نے اسے تسلی دی، جب روتا کم ہوا تو میں نے قسم دی کر رونے کی وجہ بتایے! کہنے لگا کہ قسم کھاؤ کہ مدینہ میں کسی سے یہ واقعہ بیان نہ کرو گے۔ میں نے قسم کھائی تو وہ بیان کرنے لگا کہ سال گذشتہ ہم لوگ اسی طرح عاشورہ کے دن مجلس میں شریک تھے کہ ایک شخص نے ہم سے محبت ابو بکر کا واسطہ دے کر سوال کیا۔ میرا باپ معزز ترین شیعہ تھا۔

اس نے اٹھ کر فقیر سے کہہ دیا کہ یہیں بیٹھو! مجلس ختم ہونے کے بعد کچھ دوں گا۔ پھر وہ اسی گھر میں لا یا اور دو غلاموں سے اس کے ہاتھ پر بندھوا کر خوب پٹائی کی اور اس کی زبان کاٹ کر نکال باہر کر دیا۔

ہمیں پتہ نہیں تھا رات ہوئی تو ہم لوگ سو گئے۔ اچانک ہم نے اپنے باپ کی فریاد سنی، اٹھ کر گئے تو دیکھا کہ وہ منجھ ہو کر بند بُن گیا ہے۔ جلدی سے ہم نے اسے اس کمرے میں بند کر دیا اور لوگوں کے سامنے ظاہر کر دیا ہے کہ وہ مر گیا ہے۔ دیکھا وہ یہ ہے میرا باپ جس پر ہم صبح و شام گریب ہے جو ان نے کہا: نہیں امیں نے کہا: وہ میں ہوں، بخدا! وہ میں ہوں، جس کی زبان کائی تھی، اسے دیکھو گے تو پھر ان لوگے؟ جوان نے کہا: نہیں امیں نے کہا: وہ میں ہوں، بخدا! وہ میں ہوں، جس کی زبان تمہارے باپ نے کائی تھی۔ پھر اس نے تمام واقعہ بیان کیا۔ جوان نے شدت جذبات سے خود کو میرے اوپر ڈال دیا اور میرے سر اور ہاتھ کا بوس لینے لگا۔ پھر اس کے ساتھ مجھے ایک دینار عطا کیا۔ (۱)

تبرہ علامہ اعلیٰ:

پتہ نہیں کہ جذبات کے تحت یہ قصہ گڑھا گیا ہے؟ اس بے پر کے افسانے کو بیان کرتے ہوئے، احقوں کو شرم بھی نہیں آتی۔ کیا کوئی سنجیدہ اور بحمد اللہ انسان اسے یقین کر سکتا ہے؟ حالانکہ افسانہ میں بڑی حد تک مہارت کا ظاہرہ کیا گیا ہے۔ کیا کوئی تلفیز یقین کرے گا کہ ایک مشہور اور معزز شیعہ کے متعلق ایک پیٹا اعلان کرے کہ میرا باپ مر گیا ہے اور عزیز دوست اس کے متعلق پوچھ چکھنے کرتے، اس کی قبر کہاں ہے؟ کب چیل میا؟ کیا قصہ گڑھنے والوں کی طرح اس کے اعزہ بھی عقل کے اندر ہوں گے؟

وہ پیٹا اپنے اعزہ سے تو ماجرا چھپا رہا ہے اور ایک اجنبی سے ساری بات کہہ ستا۔ کیا یہ یقین کر لیا جائے کہ ایک شخص کی زبان کاٹ لی جائے اور وہ بغیر نالہ فریاد کئے، بغیر محلے کو پہنچ کے لوگوں سے شکایت کئے، جب وہ جائے، نہ عدالت میں جائے، نہ تھانے کو خیر کرے۔ جبکہ ہر سی اس موقع کی تلاش میں رہتا ہے کہ شیعوں کے مقام اور زیادتی کو طشت از بام کیا جائے۔ وہ شخص درد سے ترپ رہا ہے اور جمڑہ رسول میں فریاد کر رہا ہے اور کسی کو اس کی خبر نہیں ہوتی۔ مرقد رسول کے خدام بھی اس کی خبر گیری نہیں کرتے، نہ انہیں پتہ چلتا ہے۔ اس شخص نے اسی وقت کرامت ابو بکر کو طشت از بام کیوں نہ کیا...؟ زبان

کیا ملی کہ زبان گنگ ہو گئی۔ اسے تو چلا چلا کر اسی وقت ابو بکر کی کرامت کی گہوارچوپانی چاہئے تھی۔ وہ سال بھر چپ رہا۔

حیرت کی بات تو یہ ہے کہ یہ گستاخ ایک سال بعد پھر قبیلہ محاس میں گیا اور بے خطر اس جوان کے ساتھ اس گھر میں چلا گیا۔ حیرت انگیز و احتفاظات جھیلتار ہے۔ اس سے بھی واہی بات سنئے، عمرۃ الحجتین میں پاگل کی ہے۔ ابراہیم عبیدی لکھتے ہیں کہ شیخ علیا سے میں نے سنائے کہ مرتبے وقت راضیوں کا چہرہ سور کی طرح مسخ ہو جاتا ہے اور یہ اس بات کی پہچان ہے کہ راضی مرانا ہے۔ جب شیخہ دیکھتے ہیں کہ اس کا چہرہ سور کی طرح مسخ ہو گیا ہے تو خوش ہوتے ہیں کہ شیعیت پر موت ہوئی ہے اور جب مسخ نہیں ہوتا تو غلکن ہوتے ہیں کہ سنی مراہے۔ (۱)

ایک مہل واقعہ بھی نقل کرتے ہیں کہ جب ابن منیر (مشہور غدری شاعر) کی موت ہوئی تو حلب کے جوانوں نے آپس میں مشورہ کیا کہ ہم نے سنائے کہ جو شخص ابو بکر و عمر کو گالی دیتا ہے، خداوند عالم اس کی صورت قبر میں سور کی طرح کر دیتا ہے اور اس میں تو شک نہیں کہ ابن منیر ابو بکر و عمر کو گالیاں دیتا تھا۔ طبعے پایا کہ ابن منیر کی قبر کھود کر دیکھیں۔ جب انہوں نے قبر کھودی تو دیکھا کہ چہرہ سور کی طرح ہو گیا ہے اور بجائے پچھم سے پورب کی طرف گوم گیا ہے۔ ان لوگوں نے ابن منیر کی لاش قبر سے نکالی تاکہ لوگوں کو دیکھایا جائے۔ لیکن پھر رائے بدل گئی اور طبعے کیا گیا کہ لاش کو جلا دیا جائے چنانچہ ایسا عی کیا گیا۔ پھر لاش کو قبر میں ڈال کر سب واپس آگئے۔

یہ واقعہ علامہ حبی دانی نے مصباح اللہام (۲) میں لکھا ہے۔ کتابت ۱۳۷۰ھ کھنگی اور ۱۳۷۱ھ میں طبع ہوئی۔ جن لوگوں نے اس کی طباعت کا احتمام کیا، ان کے نام ہیں: پاک دامن عالم "سید محمود انی شافعی"، علام شیخ محمد جودہ، علامہ یگانہ شیخ محمد حامسی، فاضل عاقل شیخ محمد عطیہ محمود، شاعر خردمند محمد آنندی۔ ناموں کو دیکھئے اور پھر و احتفاظات ملاحظہ فرمائیے۔ ان عقول کے انہوں کو شرم بھی نہیں آتی،

۱۔ عمرۃ الحجتین (ص ۲۲۷)

۲۔ مصباح اللہام (ج ۲، ص ۵۷۸ حدیث ۳۶۲)

گذرے لوگوں کے واقعات غلط سلطگڑھتے ہیں۔ کیا دنیا میں چاروں طرف شیعوں کی قبریں نہیں ہیں؟ کوئی شیعہ مرتے وقت سور کی شکل میں سخن ہوا ہے؟ کیا صحابہ میں ابوزر، مقداد اور ابوظیل شیعہ نہیں تھے؟ کیا ان کے متعلق بھی کوئی سنی یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ وہ سور کی شکل میں سخن ہوئے ہوں گے۔ ان ذیل کتوں نے تمام شرافتوں کو بالائے طاق رکھ دیا ہے۔

۱۰۔ ابو بکر واقف کا ربوڑھے اور رسول اُجنبی جوان

انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول ﷺ نے جب مدینہ کی جانب بھرت کی تو ابو بکر واقف کا ربوڑھے تھے اور رسول اُجنبی جوان تھے۔ چنانچہ لوگ ابو بکر سے ملتے اور پوچھتے کہ یہ آپ کے ساتھ کون ہے؟ وہ جواب دیتے کہ یہ راستہ دکھانے والے ہیں۔ اس طرح دوسرے سمجھتے تھے کہ یہ راستے کی رہنمائی کر رہے ہیں۔ حالانکہ ابو بکر کا مقصد تھا کہ خیر و صلاح کی رہنمائی کرنے والے ہیں۔

دوسری روایت میں ہے کہ ابو بکر ہم رکاب رسول تھے اور وہ راہ سے واقف تھے۔ جب ان کی جان پیچان والے ملتے اور پوچھتے کہ اے ابو بکر! یہ تمہارے ساتھ کون جوان ہے؟ احمد کے الفاظ ہیں کہ لوگ پوچھتے تھے یہ جوان کون ہے تو جواب دیتے کہ مجھے راستہ بتا رہے ہیں۔ ایک روایت ہے کہ یہ کون ہے، جس کی تم بہت عزت کر رہے ہو؟ تو جواب دیتے کہ مجھے راستہ بتا رہے ہیں اور مجھے سے زیادہ واقف راہ ہیں۔

ایک روایت ہے کہ رسول خدا ناقہ پر ابو بکر کے پیچے بیٹھے تھے۔ ابن عبدالبر کے الفاظ ہیں کہ جب سواری کے لئے ناقہ لایا گیا تو ابو بکر نے رسول سے پوچھا: آپ سوار ہوں اور میں آپ کے پیچے بیٹھوں؟ رسول خدا نے فرمایا: نہیں، تم بیٹھوں میں تمہارے پیچے بیٹھوں گا کیونکہ سواری کا مالک زیادہ حقدار ہوتا ہے کہ آگے بیٹھے۔ جب راستے میں ان سے پوچھا جاتا کہ یہ تمہارے پیچے کون بیٹھا ہے؟ تو جواب دیتے کہ یہ مجھے راستہ بتا رہے ہیں۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ جب مدینہ میں داخل ہوئے اور مسلمانوں کے درمیان پوچھ تو

ابو بکر لوگوں کے درمیان کھڑے ہو گئے اور رسول خدا خاموش بیٹھے ہوئے تھے۔ ابو بکر بوڑھے تھے اور رسول جوان۔ انصاریوں میں جو لوگ رسول خدا کو پہچانتے نہیں تھے، وہ ابو بکر کے پاس آتے تھے اور ابو بکر ہی لوگوں سے رسول خدا کا تعارف کرتے تھے۔ جب سورج بلند ہوا تو ابو بکر نے آکر آپ پر ردا کا سایہ کیا۔ تب لوگوں نے رسول خدا کو پہچانا۔ (۱)

تبہرہ علماء امنیٰ:

زمانے نے کس قدر رسول کو گرا دیا ہے کہ انہیں غیر معروف جوان کہا جا رہا ہے۔ کویا وہ بچہ ہیں، جنہیں ایک بوڑھا اپنے سایہ عاطفت میں آواز بلند کر رہا ہے اور راہ دکھار رہا ہے۔ بھی اپنے ردیف میں بخاتا ہے اور کبھی آگے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عقیبر اسلام نے قبیلوں میں دعوت اسلام پیش ہی نہیں کی تھی۔

خصوصاً مدینہ کے انصار میں اوس و خزر ج کے معروف قبیلے تو عقبہ کی بیعت اولیٰ اور بیعت ثانیہ میں ستر سے زیادہ عورت اور مرد نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ کیا رسول نے ہجرت سے قبل صحابہ کو مدینہ بھیج نہیں دیا تھا۔ وہاں سانحہ افراد پہلے ہی ہوئی گئے تھے۔ مدینہ میں رسول کے خلیلے بے بھائی بھیج رہی تھے۔ مدینہ تو رسول کی عسکری قوت بن چکا تھا۔ جو پہلے سے رسول کا انتظار کر رہے تھے۔ استقبال کے لئے روزانہ شہر سے باہر آتے۔ آپ تعریف لائے تو عرفان ایکیز نغموں سے استقبال کیا گیا: طلیع الہد ر علینا پھر یہ کہ ابو بکر سوال کے جواب میں یہ کیوں کہتے تھے کہ یہ مجھے راستہ تارہ ہے ہیں؟ کیا مدینہ میں خوف کا ماحول تھا کہ وہاں ترقیہ کی ضرورت پڑ گئی؟ کیا وہاں رسول کے حماقی نہیں تھے؟ کیا وہاں ان کا بول بالا نہیں تھا؟ پھر ترقیہ کیسا؟ کیا یہ روایت مرسل طور سے نہیں کی گئی ہے کہ سب سے پہلے سات آدمیوں نے

۱۔ صحیح بخاری باب مجرہۃ النبی ح ۶، ص ۵۲ (ح ۱۳۲، حدیث ۳۶۹۳) سیرہ ابن حشام ح ۲، ص ۱۰۹ (ح ۱۳۷، میں ۱۳۲)۔
 ۲۔ طبقات ابن حذفون ح ۱، ص ۲۲۲ (ح ۱، ص ۲۲۵) مسن احمد ح ۳، ص ۷۸ (ح ۲، ص ۲۰۵، حدیث ۱۳۶۳۹) معارف ابن قتیبہ، ص ۷۵ (ص ۱۷۲) ریاض المطہر ح ۱، ص ۷۸، ۷۹، ۷۰، ۷۱ (ح ۱، ص ۱۰۵-۱۰۳) المواصب اللدینیة ح ۱، ص ۸۶ (ح ۱، ص ۳۰۶)
 ۳۔ سیرۃ الحلبیۃ ح ۲، ص ۳۶ (ح ۲، ص ۳۲-۳۱) (۵۲، ۳۱)

اسلام کا اظہار کیا۔ رسول خدا...ابو بکر。(۱)۔ ابو بکر کب کے بوڑھے اور رسول خدا اکب کے جوان ہو گئے؟ رسول خدا تو ابو بکر سے عمر میں ڈھائی سال بڑے تھے۔ (۲) اس گھنی کو شارج بخاری نے حل کیا کہ ابو بکر داڑھی کی وجہ سے کچھ زیادہ بوڑھے لگتے تھے اور رسول جوان معلوم پڑتے تھے۔ اسے دور کی کوڑی لانا ہی کہا جائے گا اور نہ پھر اس کا کیا مطلب ہے کہ جس کی عمر پچاہ سے اوپر ہواں کے مختلف پوچھا جائے: یہ جوان کون ہے؟ اس تاویل کے خلاف ابن عباس کی روایت ہے کہ ابو بکر نے رسول خدا سے کہا: آپ بوڑھے ہو گئے ہیں۔ آپ نے فرمایا: شیستنی ہود و اخواتہا "مجھے سورہ ہود اور ان جیسے سوروں نے بوڑھا بنا دیا ہے"۔ (۳) بوڑھے اور اجنی کی ایک تاویل نیز کی گئی ہے کہ ابو بکر اکثر شام کی تجارت کے لئے مدینہ سے جاتے اس لئے وہاں جانے پہچانے تھے۔ کیا رسول خدا نے شام میں تجارت نہیں کی۔ وہ تو زیادہ امین مشہور تھے۔ قدس صفات پہلے ہی سے سمجھے جاتے تھے۔ بخلاف اس کے ابو بکر اسی شہرت سے عاری تھے۔

اہل مدینہ کی دو بیعت

رسول اسلامؐ حج کے موقع پر قبائل کو دعوتِ اسلام دیتے۔ بنی کنده، بنی کلب، بنی حنيفہ، بنی عامر وغیرہ کو دعوت دی تو کچھ لوگ مسلمان ہوئے۔ مدینہ کے قبلہ خزرج سے احمد بن زرارہ اور عوف بن حرث، رافع بن مالک، جابر بن عبد اللہ، عقبہ بن عامر اور قطبہ بن عامر مسلمان ہوئے اور واپس جا کر اسلام کا چرچا کیا، تمام انصار کے گروں میں اسلام کا تذکرہ ہونے لگا۔ دوسرے سال حج میں بارہ آدمیوں نے عقبہ میں پہلی بیت کی، وہ تھے: اسد، حوف، رافع، معاذ، ذکوان، عبادہ، یزید، عباس، عقرہ،

٢- المعارف، م ٤٥ (١٤٢٠ م) .

۳-ترمذی (ج ۵، ص ۳۷۵ حدیث ۳۲۹) زوار الاصول (ج ۲، ص ۱۲۸ ح ۱۸۲) مسند ابویعلی (ج ۱، ص ۱۰۲) حدیث ۱۰۷

تغیر خازن حج ۲، ص ۲۲۵ تغیر خازن حج ۲، ص ۲۲۵ (حج ۲، ص ۳۱۹)

قطبہ، ابوالنیشم، عویم۔ رسول خدا نے ان کی تبلیغ کے لئے مصعب بن عمير کو بھیجا۔
دوسرے سال موسم حج میں عبد اللہ بن عروہ بن حرام کے ساتھ عقبہ میں ست آدمیوں نے بیعت کی۔
(علامہ امینی نے سب کے نام بھی لکھے ہیں)۔

واقعہ بھرت

جب قریش نے مکہ میں سرکشی کی تو خدا نے جنگ کا حکم دیا۔ اس صورت حال میں رسول ﷺ نے مسلمانوں کو مدینہ بھرت کر جانے کا حکم دیا تاکہ وہ اپنے انصاری بھائیوں سے مل جائیں۔ اس طرح مدینہ کے ہر گھر میں مهاجرین بس گئے۔ (مهاجرین کے ۵۲ رافراد کے نام علماء امینی نے لکھے ہیں)۔
ان لوگوں کے مدینہ پہنچنے کے بعد رسول خدا خود بھی حکم بھرت کا انتظار کرنے لگے۔ یہاں کے میں جو مسلمان رہ گئے تھے، وہ قید و بند کی اذیتیں برداشت کر رہے تھے، صرف ابو بکر اور علی اس مصیبت سے بچے تھے۔ جب خدا نے رسول کو بھرت کا حکم دیا تو آپ نے علی کو رہنے کا حکم دیا تاکہ سب کی امانتی واپس کریں اور آپ ابو بکر کو لے کر غار شور کی طرف نکل پڑے۔ وہاں سے پھر مختلف مقامات کو طے کرتے قبایل پہنچ، وہاں تھیار بند انصار کے پانچ سو افراد نے آپ کا استقبال کیا۔ آپ کو ابو بکر کے ساتھ ایک سمجھو کے سائے میں بیٹھاتے ہوئے کہا: یہاں آپ حضرات اٹھیناں سے آرام فرمائیے۔ وہاں آپ نے چودہ دن قیام کیا۔ عبد الرحمن بن عویم کا بیان ہے کہ جب ہمیں آمر رسول کی خبر ہوئی تو روزانہ ہم لوگ انتظار میں شہر کے باہر جاتے اور شام کو واپس آ جاتے۔ جب آپ مدینہ میں داخل ہوئے تو نماز جمعہ پڑھائی، مختلف لوگوں نے کہا کہ آپ ہمارے یہاں قیام کریں، ہم عدوی اور طاقت کی برتری رکھتے ہیں، آپ نے کہا کہ ہمارا نقہ مامور ہے، جہاں رکے گا وہیں قیام کروں گا۔

۱۱۔ ابو بکر، عمر میں رسول سے بڑے تھے

یزید بن اصم کا بیان ہے کہ رسول خدا نے ابو بکر سے پوچھا: میں بڑا ہوں یا تم؟ جواب دیا: میں نہیں

بلکہ آپ بڑے ہیں، زیادہ شریف اور بہتر ہیں۔ میں تو آپ سے عمر میں زیادہ ہوں۔ (۱)
 اس صحوث کو کیا کہا جائے؟ یزید نے رسول خدا کو دیکھا بھی نہیں تھا۔ اس کی پیدائش بعد نبی مسیح ہے۔ پھر ابو بکر زیادہ مسن کہاں سے ہو گئے؟ رسول خدا عام الفیل میں پیدا ہوئے اور ابو بکر تین سال بعد پیدا ہوئے۔ سعید بن میت پ کہتے ہیں کہ ابو بکر نے خلافت مکمل کر کے رسول خدا کی عمر ترکھ سال پائی۔
 معارف ابن قتبہ (۲) میں ہے کہ ابو بکر کی ترکھ سال عمر پر سب کا اتفاق ہے۔ اس طرح رسول خدا، ابو بکر سے مسن تھے۔ ایسا یعنی ترمذی میں بھی ہے۔ (۳)
 چونکہ سقینہ ہی میں ان کو زیادہ مسن دکھایا گیا تھا، اس لئے عقیدت میں رسول سے برا سن کر دیا گیا۔

۱۲۔ اسلام ابو بکر قبل ولادت علی

شبابہ نے فرات بن صائب سے روایت کی ہے کہ میں نے مهران بن میمون سے پوچھا: ابو بکر صدیق پہلے ایمان لائے یا علی بن ابی طالب؟ انہوں نے کہا: خدا کی قسم! ابو بکر اس وقت ایمان لائے جب بکیر اراہب سے بشارت نبوت کی خبر پائی تھی۔ پھر خذیلہ سے رسول نے نکاح کیا اور یہ سب کچھ ولادت علی سے قبل ہوا تھا۔

ربیعہ بن کعب (۴) کہتے ہیں کہ ابو بکر کا اسلام آسمانی دھی کے مشاہد تھا۔ جب وہ تجارت کی غرض سے شام گئے اور بکیر اراہب سے اپنے خواب کی تعبیر میں بشارت نبوت سنی۔ راہب نے پوچھا: تمہارا

۱۔ الاستیعاب ج ۲، ص ۲۲۶، ریاض المعرفۃ ج ۱، ص ۱۲۰ (ج ۱، ص ۱۶۰) تاریخ الکفار ص ۷۸ (ص ۹۹) تاریخ ابن عساکر (ج ۲۰، ص ۲۵) نمبر ۲۳۹۸

۲۔ المغارف ابن قتبہ، ص ۵۷ (ص ۱۷۲)

۳۔ مسن ترمذی ج ۲، ص ۲۸۸ (ج ۵، ص ۵۶۳) حدیث (۳۶۵۱، ۳۶۵۰)؛ سیرہ ابنہ شام ج ۱، ص ۲۰۵ تاریخ طبری ج ۲، ص ۱۱۵، ج ۳، ص ۳۷ (ج ۲، ص ۱۵۵) حدیث (۲۱۶)؛ استیعاب ج ۱، ص ۲۲۵ (القسم الٹاٹ، ص ۷۷) نمبر ۱۶۳۳

۴۔ الحسانک الکبری (ج ۱، ص ۵۰)

وطن کہاں ہے؟ کہا مکہ کا قریشی ہوں اور ایک تاجر ہوں۔ تو بھیرانے کہا: بہت جلد ایک نبی مسیح ہوگا، جس کے تم وزیر ہو گے اور بعد میں جانشین۔ ابو بکر یہ بات دل میں چھپائے رہے، جب رسول مسیح ہوئے تو ابو بکر نے آپ سے دلیل نبوت پوچھی۔ رسول نے فرمایا: میری نبوت کی دلیل تیراشام والا خواب ہے۔ اس وقت ماتھا چوم کر ایمان لائے۔

امام نووی کہتے ہیں کہ ابو بکر سابق الاسلام ہیں جبکہ وہ پندرہ یا بیس سال کے تھے۔ (۱)

تبہرہ امنی:

سب سے پہلے تراویوں کی صداقت جانچئے، سبابہ بے پر کی ہاتھا تھا۔ اس کا شیخ ابو علی دشن علی تھا۔ جسے ایک شخص کی بد دعا مگلی تھی اور وہ فانج کا شکار ہوا۔ (۲) فرات بن سائب بخاری کے نزدیک مسخر الحدیث اور بہت بڑا جھوٹا تھا، حدیث میں گڑھتا تھا۔ (۳) میمون بن مهران کا جھوٹا ہوتا کہی جگہ پیان ہو چکا ہے، وہ پکادشناں اہل بیت تھا۔ (۴)

پھر یہ کہ میمون نے دو باتیں کہیں ہیں۔ ابو بکر بھیرا کے زمانے میں اسلام لائے اور خدیجہ و رسول کے ازدواج کے زمانے میں شام کی آمد و رفت تو خدیجہ کے یہاں ابو بکر کی ملازمت کا کہیں تذکرہ نہیں اور بات بھی سمجھ میں نہیں آتی کہ رسول خدا کی شادی کی بات محمد سے ایک بائیس سال جوان کرے۔ یہ بات تو عباس، حمزہ یا ابو طالب کو کرنا چاہئے۔ ابو طالب تو محمد (ص) کو بہت پیار کرتے اور پرورش کر رہے تھے۔ تاریخوں میں تو ہے کہ خدیجہ نے خود لوگوں سے رسول خدا کی حالت معلوم کرائی تھی۔

۱۔ ریاض المعرفة (ج ۱، ص ۵۱، ۵۲، ۷۷) (ج ۱، ص ۳۰۱) اسد الفاقہ (ج ۱، ص ۱۶۸) (ج ۲، ص ۳۱۰) نمبر ۳۰۱۲ (البدایہ والتحمیۃ) ۹، ص ۳۱۹ (ج ۹، ص ۳۲۸) حادث (۱۲) الصواعق اُخْرَى (ج ۲۵) (ص ۶۷) تاریخ اکلفاء، ص ۲۲ (ص ۳۲) اخلاق اکبری (ج ۱، ص ۲۹، (ج ۱، ص ۵۰) نزہۃ الجالی (ج ۲، ص ۱۸۲)،

۲۔ میزان الاعدال (ج ۱، ص ۳۲۰، ۳۲۱)، تحدیب التحذیف (ج ۲، ص ۳۰۲) (ج ۲، ص ۲۱۲) (۳۰۱۲)

۳۔ تاریخ (ج ۲، ص ۲۲۱، ۲۲۲) (۵۰۸۰ نمبر) (الضعفاء و اختر و کون) (۳۲۵) (۳۲۳) اُخْرَج و اتحدیل (ج ۷، ص ۸۰، نمبر ۳۵) (۳۲۵) اکاہل فی ضعفاء الرجال (ج ۲، ص ۲۲، ۲۲ نمبر ۱۵) میزان الاعدال (ج ۲، ص ۲۲۵) (ج ۲، ص ۳۲۱) (۲۲۸۹ نمبر) (۳۲۳) لسان اُخْرَج ان ج ۲ (ج ۲، ص ۲۲۳) (۵۰۳ نمبر ۲۵۲۲)

۴۔ تحدیب التحذیف (ج ۱۰، ص ۳۹۱) (ج ۱۰، ص ۳۳۹)

پھر بات طے ہوئی تو رسول کے چچا حمزہ و ابو طالب نے جا کر خدیجہ کے چچا عمر بن اسد سے نکاح کی رسم ادا کی۔ خطبہ نکاح ابو طالب نے پڑھا (۱) اور اسلام ابو بکر قبل ولادت علی کی روایت بھی عبدالغفاری کی ہے جو بقول ذہبی ضعیف اور متروک الحدیث تھا۔ (۲) اس کے علاوہ روایت کامتن بھی دوسری تاریخوں کی روشنی میں دھاندھلی اور غلط پیشی کا پلندہ ہے۔

۱۳۔ ابو بکر سب سے زیادہ عمر کے صحابی

ابن سعد (۳) اور ہزار نے حسن سند کے ساتھ انس سے روایت کی ہے کہ اصحاب رسول میں سب سے زیادہ سن رسیدہ ابو بکر اور سہیل بن عمرو تھے۔ (۴)

تبہرہ علامہ امیمی:

مجھے یقین ہے کہ نفسیاتی باتوں کے متعلق غلو اور بیہودگی ہائکنے سے پتہ چین چلتا، لیکن محسوس اور شہودی باتوں میں بیہودگی بہت جلد واضح ہو جاتی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اصحاب رسول میں ابو بکر سے

۱۔ طبقات ابن سعد ج ۱، ص ۱۳۳ (ج ۱، ص ۱۳۳) تاریخ طبری ج ۲، ص ۱۷۲ (ج ۱، ص ۲۸۱) اعلام ماوراءی ص ۱۱۳ (ص ۱۸۰) صفتہ الصفة ج ۱، ص ۲۵ (ج ۱، ص ۲۷۲ نمبر ۱) تاریخ کامل ج ۲، ص ۱۵ (ج ۱، ص ۲۷۲) البدایہ والتحفیۃ ج ۲، ص ۲۹۳ (ج ۱، ص ۳۵۸) تاریخ اقصیٰ ج ۱، ص ۲۹۹ (ج ۱، ص ۲۷۲) میون الاژران اس ۳۹ (ج ۱، ص ۱۷۱) اسد الغائب ج ۵، ص ۲۳۵ (ج ۱، ص ۲۷۰) نمبر ۶۸۶۷ (ج ۱، ص ۱۳۲) الرؤوف الانف ج ۱، ص ۱۳۲ (ج ۱، ص ۲۲۸) تاریخ ابن علدون ج ۲، ص ۱۷۲ (ج ۱، ص ۳۰۹) المواهب اللذیۃ ج ۱، ص ۵۰ (ج ۱، ص ۱۹۲) السیرۃ الخلیفیۃ ج ۱، ص ۱۳۹، ۱۵۰ (ج ۱، ص ۱۳۹-۱۷۲) شرح المواهب زرقانی ج ۱، ص ۲۰۰

۲۔ سیر ان الاعدال ج ۲، ص ۲۲۳ (ج ۱، ص ۶۲۲ نمبر ۵۰۱۵)؛ سیر ان الجیان ج ۲، ص ۳۵ (ج ۱، ص ۵۲ نمبر ۵۲۲) الاصابة ج ۱، ص ۲۷۷، الحسانیں الکبری ج ۱، ص ۸۶ (ج ۱، ص ۱۳۵) المواهب اللذیۃ ج ۱، ص ۵۰ (ج ۱، ص ۱۸۹) السیرۃ الخلیفیۃ ج ۱، ص ۱۳۰ (ج ۱، ص ۱۲۱)

۳۔ طبقات ابن سعد (ج ۳، ص ۲۰۲)

۴۔ الاستیعاب ج ۱، ص ۵۷۶ (السم الٹانی، ص ۲۶۸ نمبر ۱۱۰۰) اسد الغائب ج ۲، ص ۱۲۰ (ج ۱، ص ۲۷۸ نمبر ۲۲۱۵) مجمع الزوائد ج ۹، ص ۶۰، الاصابة ج ۲، ص ۸۵، تاریخ الکفماء، ص ۲۷۳ (ص ۱۰۰)

زیادہ سن کے افراد بھرے پڑے ہیں۔ امامۃ بن قیس، امداد بن عبد حضری، انس بن مدرک، اوس بن حارثہ، ثور بن شلده، جعده بن قیس، حسان بن ثابت، حکیم بن حرام، حمزہ بن عبد المطلب، سعید بن یربوع، سلمان فارسی، ابوسفیان، عباس بن عبد المطلب، عدی بن حاتم، سعید بن ربیعہ، نافعہ جعدی کے علاوہ چالیس لوگوں کے نام علماء ایشیٰ نے لکھے ہیں۔ پھر یہ کہ زیادہ عمر والا ہوتا، کون سی فضیلت ہے؟ اگر اخلاق سے آراستہ ہو۔ علیٰ تو اظہار اسلام کے بعد سات سال تک اکیلے نماز پرست ہے رہے۔ یہ عمر کی فضیلت صرف سقیفہ کے جھروں کے سے نکالی گئی ہے۔

۱۲۔ ابو بکر ترازو کے پڑے میں

تاریخ خطیب (۱) میں ہے کہ عبد اللہ بن احمد، مطرح بن یزید، عبید اللہ بن زحر، علی بن زید، قاسم بن عبد الرحمن نے ابو امامہ سے روایت کی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ میں جنت میں داخل ہوا تو ایک آواز سنی، پوچھا کون ہے تو جواب ملا: یہ بلال ہیں۔ پھر جنت میں زیادہ تر لوگوں کو میں نے مہاجرین اور مسلمانوں کے مغلوب الحال لوگوں کو دیکھا، مالدار لوگ بہت کم تھے۔ پھر میں ایک جنت کے دروازے میں داخل ہوا تو ایک ترازو لائی گئی، مجھے ایک پڑے میں اور ساری امت کو دوسرے پڑے میں رکھا گیا۔ میرا پڑا بھاری رہا، پھر ساری امت کے ساتھ ابو بکر کو دوسرے پڑے میں رکھا گیا۔ ابو بکر کا پڑا بھاری رہا، پھر عمر کا پڑا بھی بھاری رہا اور ترازو آسمان پر اٹھا لائی گئی۔ (۲) اس کے راویوں میں مطرح بن یزید ضعیف (۳) اور حدیث کے لئے آفت تھا۔ عبید اللہ بن زحر (۲) کو بھی نے ضعیف کہا ہے۔ علی بن

۱۔ تاریخ بغداد ج ۱۳ ص ۸۷ نوادرالاصول، ص ۲۸۸ (ج ۲، ص ۱۵۳، ح ۲۲۹)

۲۔ تاریخ ج ۲، ص ۵۶۹ (۲۲۰ نومبر ۱۹۰۹) الجروح والتدبیل (ج ۸، ص ۲۰۹) (۱۸۷۰) کتاب الففاء والظر وکین (ص ۲۲ نومبر ۱۹۰۹) اکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۲، ص ۲۲۹) میران الاعتدال (ج ۳، ص ۲۷) (ج ۳، ص ۲۲۳ نومبر ۱۹۰۸) تحدیب التدبیل (ج ۱۰، ص ۲۰۷) (ج ۱۰، ص ۱۵۵)

۳۔ میران الاعتدال (ج ۳، ص ۶ نومبر ۱۹۰۹) الجروح والتدبیل (ج ۵، ص ۲۵۱) (۱۸۹۹) التاریخ (ج ۳، ص ۲۲۶ نومبر ۱۹۰۹) اکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۲، ص ۲۲۵ نومبر ۱۹۰۹) کتاب الجرج و میمن (ج ۲، ص ۶۶) تحدیب التدبیل (ج ۷، ص ۱۲) (ج ۷، ص ۱۲)

زید ضعیف (۱)، منکر الحدیث اور غیر معتر قہا۔ قاسم بن عبد الرحمن (۲) ہمہل اور منکر الحدیث تھا، بے پر کی اڑاتا تھا۔ یہ تو راویوں کی حالت تھی پھر یہ کہ یعنی نے مجمع الزوائد میں اس روایت کو ضعیف کہا ہے۔

۱۵۔ سورج کا توسل ابو بکر سے

رسول خدا نے فرمایا: شبِ میراج میرے سامنے تمام چیزیں پیش کی گئیں۔ سورج بھی پیش کیا گیا تو میں نے پوچھا: تیرے گہن کی وجہ کیا ہے؟ بقدرتِ خدا وہ گویا ہوا کہ خدا نے مجھے آسمان کا چکر لگانے پر میعنی کیا ہے، جہاں چاہتا ہے، مجھے گھماتا ہے، کبھی کبھی میں اپنے اوپر منتکبرانہ گناہ بھی ڈالتا ہوں، اس وقت مجھے ایک عجلہ (گھمانے والا) سرگوں کرتا ہے، میں اس وقت دو شخصوں کو دیکھتا ہوں۔ ایک کہتا ہے: احمد احمد اور دوسرا کہتا ہے: صدق صدق۔ میں ان دونوں کا واسطہ دے کر خدا سے دعا کرتا ہوں کہ گہن سے نجات دے ایں پوچھتا ہوں کہ خدا یہ دونوں کون ہیں؟

جواب ملتا ہے: ”احمد“ میرا حبیب محمد (ص) کہتا ہے اور ”صدق صدق“ ابو بکر صدیق کہتا ہے۔ (۳) یہ مسئلہ علائیہ بیت کے حوالے کرتا ہوں، وہی فیصلہ کریں۔ اب تک تو معلوم ہوا کہ تکبر کی وجہ سے گہن لگتا ہے، ممکن ہے چاند گہن کی بھی تحقیق ہو جائے تو نہ ہے کے بعد دوسری زندگی لکھی جائے۔ سورج گہن صرف امتِ محمدی سے تو مخصوص نہیں، ابو بکر سے قبل اور بعد سورج گہن کیوں ہوتا تھا؟ مان لیا کہ سورج کی روحانی زندگی ہے تو کیا یہ زندگی اختیاری ہے کہ وہ تکبر کا ٹکار بھی ہو جاتا ہے کہ گناہ کی سزا ملتی ہے؟ کیا وہ تو بھی کرتا ہے؟ اس طرح اس نے نہ جانے کتنے گناہ کر دیے ہیں؟

۱۔ ابجر و التحذیل (ج ۶، ص ۴۰۸، نمبر ۱۱۳۲) الارن الکیر (محلہ ۶، ص ۳۰۳، نمبر ۰۲۲۷) کتاب الفضفاء والمردکین (۱۸۰ نمبر ۳۵۵) الفضفاء والمردکین (ص ۳۱۲ نمبر ۳۰۸) میزان الاعتدال (ج ۲، ص ۲۳۰) (ج ۲، ص ۱۶۱ نمبر ۵۹۶۶) تحذیب التحذیب (ج ۷، ص ۳۶۹، نمبر ۱۲۷) (ج ۷، ص ۳۲۶) (۲۲۶)

۲۔ کتاب ابجر و دیکن (ج ۲، ص ۲۱۱) الفعل و معرفۃ الرجال (ج ۱، ص ۵۶۵ نمبر ۱۳۵۲) میزان الاعتدال (ج ۲، ص ۳۲۲) (ج ۳، ص ۲۷۳ نمبر ۲۸۱۷) تحذیب التحذیب (ج ۸، ص ۳۲۲) (ج ۸، ص ۲۸۹) مجمع الزوائد (ج ۹، ص ۵۹)

۳۔ نزدیک الجاس (ج ۲، ص ۱۸۳)

۱۶۔ جنات کتیا کی ڈیوٹی

انس بن مالک کہتے ہیں کہ ہم خدمت رسولؐ میں بیٹھے تھے، اتنے میں ایک صحابی آیا جس کی پنڈلی سے خون بہرہ رہا تھا۔ پوچھا: یہ کیسے ہوا؟ جواب دیا کہ فلاں راستے سے آرہا تھا کہ فلاں منافق کی کتیانے کاٹ کھایا۔ رسول خدا نے فرمایا: یہ نہ ہو۔ تھوڑی دری بعد ایک دوسرا شخص آیا جس کی پنڈلی سے بھی خون بہرہ رہا تھا۔ آنحضرت نے پوچھا: کیا بات ہے؟ اس نے بھی وہی بات کہی جو پہلے شخص نے کہی تھی۔ رسول خدا یہ سن کر فرمانے لگے: چلو اس کتیا کو مار دیں۔ بھی لوگ اٹھ کر چلے سب نے تکوار بھی نکال لی۔ جب اس کے پاس ہیوں نے اور تکواروں سے حملہ کرنا چاہا، وہ کتیا تیز طرار انداز میں رسولؐ سے کہنے لگی: مجھے نہ ماریجے! میں خدا اور رسول پر ایمان رکھتی ہوں۔ رسولؐ نے پوچھا: تو نے صحابہ کو کیوں کاٹا؟ جواب دیا: یا رسول اللہؐ میں جنات کتیا ہوں۔ میری ڈیوٹی ہے کہ جو بھی ابو بکر و عمر کو گالی دے، اسے کاٹ کھاؤ۔ رسول خدا نے ان لوگوں سے پوچھا: سن رہے ہو ایک کتیا کیا کہہ رہی ہے؟ ان لوگوں نے کہا: تھی ہاں! اب ہم پارگاہ خدا میں توبہ کرتے ہیں۔ (۱)

تشریف علامہ امینی:

واقعی یہ کتیا میدان نبرد کی دلاور ترین ہے کہ خود رسولؐ اس کے جنگ کے لئے نکلے ہیں۔ اصحاب تکواریں کیسی پچھے ہوئے ہیں۔ یہ کتیا ہے یا شیر؟ ایا ذرا ورنی فوج ہے؟ جس سے اعلان جنگ لیا جا رہا ہے۔ یہ دونوں اصحاب جنہیں کتیانے کاٹ کھایا بزرگ ہوں گے ورنہ بھادر تو شیروں سے بھی نہیں ڈرتے۔ یہ کتیا کہاں غائب ہو گئی۔ اب کہیں ایسا کوئی واقعہ سننے میں نہیں آتا۔ پھر یہ کہ صحابہ نے اس کی تیز طراز زبان سنی اسے تو زیادہ لوگوں کی زبان سے نقل ہونا چاہئے تھا۔ صحاح و مسانید میں نقل ہوتا یا مجذرات رسولؐ کے باب میں بیان ہوتا۔ عبیدی کو ایک انس ہی سوچتے تھے، غلط بیانی تھوپنے کے لئے؟ کیا ایسی بھی گزارف گوئی ہوتی ہے، فحائل کی؟ شاید ہوتی ہو۔

ہاں رسولؐ اور اولاد رسولؐ کی بد دعاوں سے خدا نے کتوں کو کافروں اور منافقوں پر مسلط فرمایا

ہے۔ (۱) ابی اہب پر کتاب سلط ہوا۔ صادق آل محمد کی بدوعا سے اس ناصی شاعر پر کتاب سلط ہوا، جس نے یہ اشعار کہے تھے: (۲)

صلبنا لکم زیدا علی جذع نخلة و لم ارم مهد يا على الجذع يصلب
و قسم بعثمان عليا مفاهنة و عثمان خير من على و اطيب

۱۔ دوستوں کو تحفہ ابو بکر

عکرمہ، ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علیؑ نے فرمایا کہ میں رسول خدا کے ساتھ بیٹھا تھا۔ وہاں تیسرا خدا کے سوا کوئی نہ تھا۔ فرمایا: یا علیؑ! تمہیں بتاؤں کہ اہل جنت کے بوڑھوں کا سردار کون ہے؟ اور خدا کے نزدیک کس کی عظیم قدر و منزلت ہے؟ میں نے کہا: ہاں، اے رسول! آپ کی جانب کی قسم! فرمایا: یہ دونوں آنے والے۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں کہ میں نے مزکر دیکھا تو عمر ابو بکر آرہے تھے۔ پھر میں نے رسول کو دیکھا تو وہ سکرار ہے تھے۔ پھر آپ کی پیشانی شکن آکلو ہو گئی۔ ان دونوں نے آتے ہی رسول خدا سے پوچھا: کیا سبب تھا کہ ہم جب؟ کی سرائے سے آرہے تھے تو آپ نے قبض فرمایا؟ پھر پیشانی پر شکن پڑ گئی؟ فرمایا: وہاں ابلیس نے تمہارے چہرے دیکھے پھر آسمان کی طرف ہاتھ بلند کر کے دعا کی: خدا یا! میں ان دونوں کے توسل سے دعا کرتا ہوں کہ ان دونوں کے دشمنوں پر عذاب کرنا! ابو بکر نے پوچھا: ہم سے کون نفرت کرے گا جبکہ ہم آپ پر ایمان لائے ہیں اور آپ کے فرمان کی تقدیق کی ہے؟ فرمایا: آخر زمانے میں ایک قوم ہو گی، رافضیوں کی۔ وہ حق سے پھر جائیں گے اور قرآن کی غلط تاویل کریں گے۔ خدا نے انہیں کے لئے کہا ہے:

﴿بِحَرْفَوْنَ الْكَلْمَ عَنْ مَوَاضِعِهِ﴾ (۳)

۱۔ الخاتم الکبریٰ ح ۱، ص ۲۷ (ج ۱، ص ۲۲۲) دلائل العبرۃ تہمی (ج ۲، ص ۳۲۸) التحلیل ابن اثیر ح ۳، ص ۲۱ (ج ۳، ص ۹۱)

۲۔ السیرۃ الحلبیۃ ح ۱، ص ۳۱۰ (ج ۱، ص ۲۹۱)

کلمات کو معانی سے بدلت کر دوسرے معنیوں میں استعمال کرتے ہیں۔

پوچھا: خدا انہیں کیا سزا دے گا؟ فرمایا: اے ابو بکر! ابھی کافی ہے کہ ابھی عذاب خداوندی سے نجات کی طلب کرتا ہے۔ ابو بکر نے پوچھا: یہ تو دشمنوں کی سزا تھی، ہمارے دوستوں کو کیا جزا ملے گی؟ فرمایا: تم دونوں اپنے اعمال کا ہدیہ انہیں دے دوا! دونوں نے کہا: خدا و رسول کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ اپنے عمل کا چوتھائی ثواب عطا کرتا ہوں۔ رسول نے فرمایا: تو پھر تحریر بھی لکھ دو! حضرت علیؑ کا بیان ہے کہ ابو بکر نے شیشه کی دوات تھام لی اور رسول خدا بولتے جاتے تھے اور وہ لکھتے جاتے تھے:

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ يَقُولُ عَبْدُ اللَّهِ الْعَتِيقُ بْنُ أَبِي قَحَافَةَ: أَنِّي قَدْ أَشَهَدْتُ
اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَمَنْ حَضَرَ مِنَ الْمُسْلِمِينَ أَنِّي قَدْ وَهَبْتُ رِبْعَ عَمَلٍ لِمَحْبِبِي فِي دَارِ

الْدُّنْيَا مَنْذَ آمَنَتْ بِاللَّهِ إِلَى أَنَّ الْقَاهَ وَبِدَالِكَ وَضَعَتْ خَطْبِي.

میں خدا و رسول کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ میں نے اپنے عمل کا چوتھائی ثواب اپنے مومن دوستوں کو عطا کیا اور یہ تحریر لکھ دی۔

عمر نے بھی ایسی علیؑ تحریر لکھ دی۔ جب یہ دونوں کتابت سے فارغ ہوئے تو جریل نازل ہونے اور فرمایا: یا رسول اللہ! خداوند عالم بعد تحفہ درود وسلام فرماتا ہے کہ تمہارے دونوں صحابیوں نے جو تحریر لکھی ہے، مجھے دے دوا! رسول نے کہا: یہ ہے۔ جریل لے کر آسان پڑا گئے۔ والپس ہوئے تو رسول خدا نے پوچھا: تحریر کیا ہوئی؟ جریل نے کہا: خدا کے پاس ہے۔ اس پر میں نے، چملہ اہل عرش اور میکائیل و اسرافیل نے بھی دلخیل کئے ہیں۔ خدا فرماتا ہے: میرے پاس ہے قیامت میں یہ دونوں اپنے قول کو پورا کریں گے۔ (۱)

تبصرہ علامہ امینی:

اس بے پر کی کہانیوں پر کیا کہوں لیکن یہ بڑھاپے کی بھی ایک عی رہی۔ کبھی رسول خدا فرماتے ہیں: یا علیؑ! کیا تم دونوں بوڑھوں سے محبت کرتے ہو؟ کبھی یہ کہ جنت میں صرف ابو بکر کی داڑھی ہوگی۔ کبھی

رسول خدا ابو بکر کی داڑھی کا بوسہ لیتے ہیں۔ کبھی بھرت کے موقع پر رسول جوان ہیں اور ابو بکر معروف بوڑھے ہیں۔ کبھی ابو بکر رسول سے زیادہ مسن ہیں۔ کبھی تمام صحابہ میں سب سے زیادہ بوڑھے ہیں۔ حیرت ہے کہ جسے وقت معلوم تک مہلت دی گئی ہے اور جو ہمیشہ عذاب خدا میں ہے، وہ بھی دشمنان ابو بکر کے عذاب میں تنخیف کی دعا کرتا ہے۔ پتہ نہیں کیوں، کیا وہ شخین کا دوست ہے؟ یا کیا وہ دشمن ہے؟ تو پھر یہ دعا کیسی؟

میں اس شیشہ کی دوست پر بھی تبرہ نہ کروں گا، کہیں چکنا چور نہ ہو جائے اور نہ راویوں کے کذاب ہونے کی نشاندہی کتب رجال سے کروں گا۔ لیکن سوال یہ ہے کہ روایت دوسرے حفاظ و محدثین نے کیوں نہ لکھی؟ پھر یہ کہ اس میں جو آیت یہودیوں کے لئے ہے، اسے شیعوں پر کیوں چپکایا گیا؟ کیا یہ تحریف کلمہ نہیں ہے؟؟؟

ان خواہشات کے بندوں کو پا کیزہ قول اور صراط مستقیم کی توفیق عطا ہو!

۱۸۔ ابو بکر قاب قوسین میں

حدیث مراجع میں ہے کہ جب رسول خدا قاب قوسین پہنچے تو انہیں وحشت نے گھیر لیا۔ اچاک انہوں نے بارگاہ خدا سے ایک آواز ابو بکر کی سنبھالنے کی طبقاً قلب حاصل ہوا اور اپنے صحابی کی آواز سے مانوں ہوئے۔

عبدی نے اس روایت کو کرامات ابو بکر میں شمار کر کے کہا ہے کہ اس کرامت میں وہ منفرد ہیں۔ (۱) تبرہ علامہ امینی:

بھلا یہ وحشت کیوں؟ جبکہ رسول صاحبت قدس میں ہیں۔ رسول کو تو صرف خدا ہی سے انس تھا۔ اس مقام پر توجہ رکھ ل بھی پر نہیں مار سکتے تھے۔ (۲) یہ ابو بکر کی آواز وہاں کیسے پہنچ پڑی؟ خدا کی تم اطمی

۱- عمدة التحقیق، ج ۲، ص ۱۵۲ (مس ۲۲۰)

۲- تاریخ کامل ج ۲، ص ۳۸۲ (ج ۱، ص ۳۲۳) السیرۃ الکلیلۃ ج ۱، ص ۳۷۳ (ج ۱، ص ۲۷۲)

غلط ہے۔ پر دونوں روایتی تجھیے تھا۔ روایتی حیثیت سے اس لئے بھل ہے کہ اس کے اسناد مقطوع ہیں۔

۱۹- دن اور اس کے آنکھ کا ن

حدیفہ بن یمامی نے رسول کو فرماتے سنا کہ میں نے ارادہ کیا ہے کہ ساری دنیا میں لوگوں کو فرائض دین تانے والے مبلغ بھجوں۔ جس طرح عیسیٰ نے حواریوں کو بھجا تھا۔
کہا گیا: ابو بکر و عمر کو کیوں نہیں سمجھتے؟ فرمایا: وہ تو میری ضرورت ہیں۔ وہ دین کی آنکھ اور اس کے کان ہیں۔ متدرک حاکم اور ذہبی کی تخلیص میں ہے کہ اس کا راوی حفص مکمل آدی ہے۔ (۱) انسائی، امین عدی، ابن حبان، ابن معین، احمد و عقیل وغیرہ بھی مکمل الحدیث، واهیات اور آفت حدیث کہتے ہیں۔ (۲)
ابو حاتم اسے شیخ کذاب کہتے تھے۔ (۳)

یہ تواریخی تجزیہ تھا۔ کاش یہ معلوم ہو سکتا کہ وہ کس حیثیت سے دین کی ساعت و بصارت ہیں؟ کیا انہیں کالا کا مطلب، دادا، دادی کی میراث اور تم کا طریقہ معلوم تھا؟ انہیں تو آئتوں کا مطلب بھی معلوم نہیں تھا۔ بغلیں جھانکنے لگتے تھے۔ آیات کے ظاہر الفاظ کی لغوی معرفت نہیں تھی۔ اسرار دعوای مصلحت تو دور ہے، پھر یہ کہ کس حیثیت سے ان کی رسول کو ضرورت تھی؟ کیا وہ میدان جنگ میں ڈال رہے؟ کیا انہیں کتاب و سنت کی واقفیت تھی؟ کیا معاملہ نہیں تھی؟ کیا وہ احکام کا نفاذ کر سکتے تھے؟ گذشتہ صفات میں بیان ہوا کہ حدیث رسول عرب و ابو بکر اسلام کے لئے بہتر لائق کان ہیں یا ان دونوں کی منزلت میرے نزدیک سمع و بصر کی ہے۔ اس کا رادی ولید بن فضل، حدیث ساز اور کذاب تھا۔ (۳)

۱-المسح رک نامہ ایجاد کیا گی، جو ۳ مارچ ۲۰۲۷ء (ج ۲۳، ج ۸) حدیث ۲۳۳۸ تخصیص مسدر کا بھی سمجھی جاوے ہے

٢-كتاب الفضفاء والسرور وكين (ص ٨٢، نمبر ١٣٥) الكامل في ضففاء الرجال (ج ٢، م ٣٨، نمبر ٥٠٨) كتاب الحبر وعمران (ج ١، م ٢٧، نمبر ٥٠٨) الفضفاء الكبير (ج ١، م ٣٣٨، نمبر ٣٩٦٩) الفضفاء والسرور وكين، م ١٨٣ (نمبر ١٢٨) تاريخ (ج ٣، م ٢٩٨، نمبر ٢٥٢) ،

میران الاعتدال ح اص ٢٤٢ (ج اص ٥٦٠ نمبر ٢١٣): تهدیب العہد یہج ٢٤٢، ج ٢٥٢ (ج ٢٥٣)

٣- البرج والتحف (ج ٣، ج ٨٣، فبراير ٢٠١٧)

۲۰۔ خدا کے نزدیک ابو بکر کی قدر و منزلت

ابن عباس سے مردی ہے کہ ابو بکر غار میں رسولؐ کے ساتھ تھے، انہیں سخت پیاس لگی، رسولؐ سے شکایت کی۔ رسولؐ نے فرمایا: غار کے دہانے پر جا کر پی لو! ابو بکر کا بیان ہے کہ میں دہانے پر ہو چاہ شہد سے زیادہ شیر بن دودھ سے زیادہ سفید اور ملک سے زیادہ خوشبو والا پانی پیا اور واپس آیا۔ رسولؐ نے پوچھا: پانی پی لیا؟ جواب دیا: ہاں۔ رسولؐ نے فرمایا: کیا تمہیں بشارت دوں کہ خدا نے ایک فرشتے کو مامور فرمایا تھا کہ نہر جنت سے ایک نہر غار میں ہو چاہ دے کہ ابو بکر پانی بخیں گے۔ ابو بکر نے حیرت سے کہا: کیا میری خدا کے نزدیک یہ منزلت ہے؟ فرمایا: ہاں! اس سے بھی بڑی فضیلت سنو کہ اس خدا کی قسم! جس نے مجھے برحق نبی مسیح کیا ہے کہ تمہارا دشمن کبھی جنت میں نہ جائے گا، چاہے اس نے ستر انبیاء کے برابر عمل کیا ہو۔ (۱)

تبہرة علامہ امینی:

پیر دایت کیسے صحیح ہو سکتی ہے، جبکہ حفاظ و محدثین کی نظر سے پیر دایت نہیں گذری۔ اس کا تذکرہ کم سے کم مجروات رسول ﷺ میں تو ہوتا۔ سیوطی نے ابن عساکر کے حوالے سے لکھ کر کہا ہے کہ اس کی سند مہمل ہے۔ (۲) اس کے راوی ابن عباس ہیں جبکہ بھرت کے وقت وہ ایک سال یا دو سال کے تھے۔ غار میں کوئی تیسرانہ تھا۔ اس قوم نے فضائل کی؟ مارتے ہوئے ایسے اور بھی واهیات لکھے ہیں۔

۱۔ عبد اللہ بن عمر سے مرفوع اتفاق ہے: جس رات ابو بکر پیدا ہوئے، خدا نے جنت سے کہا: مجھے اپنی عزت و جلال کی قسم! تیرے اندر اس کو داخل کروں گا، جو اس مولود کو دوست رکھے گا۔ یہ احمد بن عصمت کی موضوعع حدیث ہے۔ (۳)

۲۔ ابو ہریرہ سے مردی ہے کہ آسمان دنیا پر دس ہزار فرشتے محین ہیں، جو مجان ابو بکر کے لئے

۱۔ ریاض الصغر (ج ۱، ص ۱۷) (ج ۱، ص ۹۶) مرقاۃ الوصول، ص ۱۱۲

۲۔ المختار الکبیری (ج ۱، ص ۱۷) (ج ۱، ص ۱۸) (۱۸۳۰ متوسط از تاریخ ابن عساکر ج ۲۰، ص ۱۵۰)

۳۔ میزان الاعتدال (ج ۱، ص ۱۹) (نمبر ۲۶۱) تاریخ بغداد ج ۳، ص ۳۰۹

استغفار کرتے ہیں اور دوسرا سے آسمان پر اسی ہزار فرشتے ہیں، جو دشمنان ابو بکر پنفرین کرتے ہیں۔

یہ موضوع روایت ابوسعید حسن بن علی بصری کی آفت ہے۔ (۱)

۳۔ انس سے مروی ہے کہ ایک یہودی ابو بکر کے پاس آ کر بولا: میں موئی کلیم اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آپ کو دوست رکھتا ہوں۔ ابو بکر نے یہودی کو تھارت کی وجہ سے نہیں دیکھا۔ نگاہ یونچ کے رہے۔ جبریل رسول پر نازل ہوئے اور کہا کہ یہودی سے کہہ دو کہ خدا نے تیرے لئے جہنم کو خندنا کر دیا ہے۔ آیات قرآنی کی روشنی میں آپ خود یہ فیصلہ کیجئے، یہ روایت ابوسعید بصری نے گزٹی ہے۔ (۲)

۴۔ انس سے مرفوعاً نقل ہے خدا ہر شب جحداً ایک لاکھ جہنمیوں کو آزاد کرتا ہے کہ صرف امت محمدؐ کے دو افراد کو آزاد نہیں کرتا جبکہ گناہ کبیرہ کے مرکب افراد کو بھی آزاد کر دیتا ہے۔ وہ دو افراد ہیں: بتول کے پیغمباری اور دشمنان ابو بکر و عمر، یہ لوگ مسلمان نہیں بلکہ اس امت کے یہودی ہیں۔

اس روایت کو متوكل کے غلام ابو شاکر نے وضع کیا ہے۔ (۳)

۵۔ عبد اللہ بن عمر سے مرفوعاً نقل ہے: خدا نے مجھے چار کی محبت کا حکم دیا ہے۔ ابو بکر، عمر، عثمان اور علی۔ یہ سخنے گزٹی ہے۔ (۴)

۶۔ ابو ہریرہ سے مروی ہے کہ علی نے کہا: تم ابو بکر و عمر سے محبت کرتے ہو۔ عرض کیا: ہاں! فرمایا: محبت کرو! تو جنت میں داخل ہو گے۔ یہ روایت اشانی کی چالبازی کا نتیجہ ہے۔ (۵)

۷۔ جابر سے مرفوعاً نقل ہے: مومن کبھی ابو بکر و عمر کو دشمن نہ رکھے گا اور نہ منافق انہیں دوست رکھے گا۔ یہ روایت جعلی الطحان نے بھاری ہے۔ (۶)

۱۔ تاریخ بغداد (ج ۱، ص ۳۸۳ نمبر ۳۹۰) ۲۔ الملاع المصوّبة (ج ۱، ص ۱۵) (ج ۱، ص ۲۹۲)

۳۔ تاریخ بغداد (ج ۱، ص ۲۷۲)، میزان الاعتدال (ج ۳، ص ۱۶۲) (ج ۲، ص ۹۶ نمبر ۸۳۵)

۴۔ میزان الاعتدال (ج ۲، ص ۲۱۸) نمبر ۲۱۸، میزان الاعتدال (ج ۲، ص ۹۹) (ج ۳، ص ۱۱۸ نمبر ۳۹۱۹)

۵۔ الملاع المصوّبة (ج ۱، ص ۳۰۵) تاریخ بغداد (ج ۱، ص ۲۲۳)، میزان الاعتدال (ج ۱، ص ۲۲۳) (ج ۱، ص ۵۲۳ نمبر ۱۹۵۲)

۶۔ تذكرة الحفاظ (ج ۳، ص ۱۱۲)، میزان الاعتدال (ج ۲، ص ۵۸۲ نمبر ۳۹۲۹)

- ۸۔ ابو ہریرہ سے مرفوعاً نقل ہے: جب تک مجھے خبر دیتے ہیں کہ ابو بکر و عمر کو مومن، پربیز گار دوست رکھے گا۔ کمینہ منافق دشمن رکھے گا۔ یہ روایت ابراہیم انصاری نے گزٹی ہے۔ (۱)
- ۹۔ ابوسعید سے مرفوعاً نقل ہے: جس نے عمر کو دشمن رکھا، اس نے مجھے دشمن رکھا۔ یہ بھی ابراہیم کی جعل سازی ہے۔ (۲)
- ۱۰۔ حضرت علیؑ سے مرفوعاً: خدا نے ام الکتاب میں عهد لیا ہے کہ تم سے (ابو بکر، عمر، عثمان اور علیؑ) مومن پربیز گار محبت کرے گا اور کمینہ منافق دشمن رکھے گا۔ یہ بھی ابراہیم انصاری کی جعل سازی ہے۔ (۳)
- ۱۱۔ حضرت علیؑ سے مرفوعاً نقل ہے: جو مجھے سے محبت کرتا ہے، اسے چاہئے کہ اس (ابو بکر) کو دوست رکھے اور جو بزرگی کا طلبگار ہے، اسے ابو بکر کا اکرام کرنا چاہئے۔ (۴)
- ۱۲۔ انس سے مرفوعاً نقل ہے: عرش کے تین سو سانحہ ستون ہیں، ہر ایک میں دنیوی طبق سانحہ ہزار گناہ ہے۔ ہر ایک میں سانحہ ہزار پتھر ہیں، ہر ایک، دنیا سے سانحہ ہزار گناہ ہے۔ ہر پتھر پر سانحہ ہزار عالم ہیں۔ ہر عالم تخلیق کے مانند سانحہ ہزار گناہ ہے۔ ان کو خدا نے الہام کیا ہے کہ تم نجیان شیخین کے لئے استغفار کرو اور دشمنوں پر لعنت کرو۔
یہ جو تعداد بیان ہوئی ہے، ہر عدد غلو اور لاف و گزاف کا؟ دھندا ہے۔

۲۱۔ رسول کی شیخین سے تائید

ابواروی دوستی کہتے ہیں: ہم لوگ رسولؐ کے پاس بیٹھتے تھے۔ اتنے میں ابو بکر و عمر طلوع ہوئے تو رسول خدا نے فرمایا: اس خدا کا شکر! جس نے تم دونوں سے میری تائید کرائی۔ (۵)

- ۱۔ تاریخ ابن عساکر ج ۲، ص ۲۸۶ (ج ۱۳، ص ۲۹، نمبر ۱۵۰۱)، ج ۲۷، ص ۳۲۶ (نمبر ۳۱۶۲) (ج ۷، ص ۲۸۱، تاریخ بغداد ج ۹، ص ۳۲۵، میزان الاعتدال ج ۱، ص ۳۷۲) (ج ۲، ص ۳۲۷، نمبر ۳۹۵۰)
- ۲۔ میزان الاعتدال ج ۳، ص ۳۲۰ (ج ۲، ص ۳۲۹، نمبر ۱۰۲۲۸)
- ۳۔ اکمال فی ضعفاء الرجال (ج ۱، ص ۲۵۲، نمبر ۸۲) میزان الاعتدال (ج ۱، ص ۵۲۹، نمبر ۱۷۳) اسان الحجر ان (ج ۱، ص ۱۹، نمبر ۲۷۲)
- ۴۔ سماح و مسانید میں اس کی تکذیب ہوئی ہے۔ ۵۔ طبقات ابن حجر (ج ۵، ص ۳۲۷)

تبرہ علامہ امیٰ:

پرداشت ابن ابی زید کے طریق سے ہے، جسے ابن سعد نے غیر معتر اور متذکر الحدیث کہا

ہے۔ (۱)

۲۲۔ ذریت آدم کے پانچ پیکر

انس سے مروی ہے کہ رسول خدا نے فرمایا: مجھے جبریل نے خبر دی کہ جب خدا نے آدم کے جسم میں روح پھونکی تو مجھے حکم دیا کہ جنت سے سیب لا و اور اسے نجھڑ کر آدم کے منہ میں ڈالو۔ اس کے پہلے قطرے سے آپ پیدا ہوئے، دوسرا بوند سے ابو بکر تیسری بوند سے عمر اور چوتھی سے عثمان پیدا ہوئے اور پانچویں قطرے سے حضرت علیؑ کی تخلیق ہوئی۔ آدم نے پوچھا: یہ معزز لوگ کون ہیں؟ خدا نے فرمایا: یہ تمہاری ذریت کے پانچ پیکر ہیں۔ مجھے تمام خلوقات میں سب سے زیادہ عزیز ہیں۔ جب آدم نے غلطی کی تو دعا کی خدا یا! انہیں پانچ پیکروں کی حرمت کا واسطہ میری توبہ قبول فرم۔ خدا نے توبہ قبول کی۔

اس روایت کو حب طبری نے ریاض (۲) میں نقل کیا ہے اور ان سے ابن حجر نے صواعن محقرہ میں

نقل کی ہے۔

تبرہ علامہ امیٰ:

اس روایت اور جو لوگ توسل کے قائل نہیں، ان میں کتنا فرق ہے۔

وہ لوگ تو رسول اعظم کے توسل کو بھی مہلٹھرا تے ہیں۔ ان کے نزدیک ان عام آدمیوں کی کیا حیثیت ہوگی؟ اصل میں یہ روایت اس کے مقابل میں گزی گئی ہے، جس میں آدم نے محمد و علی و فاطمۃ و حسن و حسین کے واسطے سے دعا کی اور ان کی توبہ قبول ہوئی۔ (۳)

۱۔ ریاض الحضرة (ج ۱، ص ۲۰۰) (ج ۱، ص ۳۲۳) ۲۔ الصواعنق الحجرة (ص ۵۰) (ص ۸۲)

۳۔ من الدرود و بیہی منتول از درمنثور (ج ۱، ص ۶۰) (ج ۱، ص ۱۳۷) متأقب ابن مخازن (ص ۲۲) حدیث (۸۹) پانچ المورہ، ص ۶۲۹ (ج ۲، ص ۶۳)

پھر یہ کہ عمر خود استقا کے لئے عباس عم رسول کو میدان میں لائے اور ان کے توسل سے خدا سے
بارش کی دعا مانگی۔

۲۳۔ ابو بکر تمام اہل آسمان وزمین سے بہتر

ابو ہریہ سے مردی ہے کہ ارشاد رسول ہے کہ ابو بکر و عمر تمام اہل سادات و ارض سے بہتر ہیں۔
اویں و آخرین سے بہتر ہیں۔ مساوا انبیاء و مرسلین کے۔

اس حدیث کو ابن حجر نے (۱) صوات عن محقرۃ میں بحوالہ حاکم و ابن عدی نقل کر کے عادت کے
مطابق سند پر کوئی تبصرہ نہیں کیا ہے۔ فضیلت شیخین کی جوبات تھی، اس میں جرون بن واقد افریقی
نہایت جھوٹا اور حدیث ساز ہے۔ محمد قسطری نے اس حدیث کو وضی کہا ہے۔ (۲)

پھر یہ کہ کیا شیخین ملائکہ مقربین، جس میں جربل بھی شامل ہیں، سب سے افضل ہوں گے؟ پتہ نہیں،
وہ اپنے عمل کی وجہ سے افضل ہوئے ہیں، جس کی حقیقت آپ جانتے ہیں یا عصمت کی وجہ سے افضل ہیں،
جس کا کوئی قائل نہیں، ملائکہ کی عصمت کے تو بھی قائل ہیں۔ چھوڑیے سب کو، کوئی ایک فضیلت ایسی بتائیے
جو مہاجرین و انصار سے انہیں بڑھا دے۔ غلو میں یوں تو جس کے منہ میں جو آتا ہے، بک دیتا ہے۔

۲۴۔ رسول خدا اور ابو بکر کا ثواب

حضرت علی فرماتے ہیں کہ میں نے رسول خدا کو فرماتے نہیں اے ابو بکر اخنانے مجھے خلقت آدم
سے میرے بحوث ہونے تک تمام آدمیوں کے برابر ثواب عطا کیا ہے اور تمہیں میرے بحوث ہونے
سے قیامت تک کے تمام آدمیوں کے برابر ثواب عطا کیا۔ (۳)

۱۔ الصوات عن الحرف، ص ۳۵ (ص ۷۶)

۲۔ میزان الامثال ج ۱، ص ۲۸۷ نمبر ۱۳۲۵، ج ۳، ص ۵۰ نمبر ۵۰۰ (لسان المیزان ج ۲، ص ۹۳، ج ۵، ص ۱۶۱) (ج ۲، ص ۱۲۱ نمبر ۱۹۰۰، ج ۵، ص ۸۱ نمبر ۲۳۲۹)

۳۔ ریاض المظہر ج ۱، ص ۱۲۹ (ج ۱، ص ۱۶۲) تاریخ بغداد ج ۵، ص ۵۳

اس کا راوی احمد بن محمد تمار مقری ہے، جو غیر معتبر ہے (۱) اور اسناد میں ابو معاد یہ ضریر (۲) ہے، جو غلو میں مشہور تھا، ابو انصرتی ہے، جو ضعیف تھا۔ (۳)

۲۵۔ ابو بکر کی محبت اور شکریہ تمام امت پر واجب ہے

سہل بن سعد کہتے ہیں کہ رسول خدا نے فرمایا: ابو بکر کی محبت اور شکریہ ادا کرنا، میری تمام امت پر واجب ہے۔ خطیب بغدادی (۴) نے تاریخ میں عمر بن ابراہیم کردی سے نقل کیا ہے، جو ذہبی کے زد دیکھیں نقل کرتا تھا۔ وارقطنی اسے کذاب اور خبیث کہتے ہیں۔ (۵)

۲۶۔ ابو بکر ترازو کے پڑے میں

حکیم ترمذی (۶) کی روایت ہے کہ رزق اللہ بن موی باجی، مول بن اسماعیل، حماد بن سلمہ، سعید بن جہان نے غلام ام سلمہ، سفینہ سے حدیث رسول نقل کی ہے کہ ثماز صحیح پڑھ کے صحابہ کی طرف رخ کرتے اور پوچھتے کہ تم لوگوں نے رات میں کیا خواب دیکھا؟ ایک دن ایسے ہی پوچھا: تو ایک شخص نے کہا کہ میں نے دیکھا کہ آسمان سے ایک ترازو اتری اور آپ کو ایک پڑے میں اور دوسرے پڑے میں ابو بکر کو رکھا گیا۔ تو آپ کا پڑا بھاری رہا۔ پھر آپ کو اتار کر عمر کو رکھا گیا تو ابو بکر کا پڑا بھاری رہا پھر عمر

۱۔ تاریخ بغداد ج ۳، ص ۲۲۹، میزان الاعتدال ج ۱، ص ۲۶ (ج ۱، ص ۳۳۰، نمبر ۵۳)

۲۔ میزان الاعتدال ج ۳، ص ۳۸۲ (ج ۳، ص ۷۵، نمبر ۱۰۶۱۸)

۳۔ میزان الاعتدال ج ۳، ص ۳۲۳ (ج ۳، ص ۷۹۲، نمبر ۹۹۸۲)

۴۔ تاریخ بغداد ج ۵، ص ۳۵۲،

۵۔ تاریخ بغداد ج ۱۱، ص ۲۰۲، مجمع الزوائد ج ۹، ص ۲۸، میزان الاعتدال ج ۲، ص ۲۲۹ (ج ۲، ص ۷۷، نمبر ۲۰۳۳) لسان

المیزان ج ۲، ص ۲۸۰ (ج ۲، ص ۲۲۲، نمبر ۲۰۱۰) ائمۃ الطالب، ص ۲۰۵ (ص ۳۱۳، حدیث ۱۳۲۷) الالی المصنوعہ ج ۱، ص ۱۵۲،

ج ۲، ص ۱۸۸ (ج ۱، ص ۲۹۳، ج ۲، ص ۲۱۷)

۶۔ مرقة الوصول، ص ۱۱۶،

کے ساتھ عثمان کو تولا گیا، تو عمر کا پڑا بھاری رہا، پھر عثمان کے ساتھ علی کو رکھا گیا تو عثمان کا پڑا بھاری رہا۔ پھر ترازو اخہالی گئی۔ یہ سن کر رسول کا چہرہ متغیر ہو گیا اور فرمایا کہ تمیں سال تک خلافت بطرز نبوت رہے گی، پھر بادشاہی ہو جائے گی۔

اس روایت میں رزق اللہ ناپندیدہ حدیثیں بیان کرتا تھا۔ مول عدوی مختلف حفاظت کے نزدیک سخت غلطی کرتا تھا اور سعید بن حمہان غیر معتر ہے۔

تبرہ علامہ علیؒ:

خدا ان ڈنڈی مارنے والوں سے سمجھے، اس ترازو نے عالم کو ہلکا اور جال کا بھاری بنا دیا ہے۔ بھلا رسول خدا سے ابو بکر کو کس بخیار پر تولا گیا؟ کیا ان کی شرافت، اخلاق کریم، پاکیزہ نفسی، عمل و علم اور معارف و عوارف کا کوئی تقابل ہو سکتا ہے؟ کیا مسلط اور وجدان اسے قبول کرے گا؟ پھر یہ کہ عمر ابو بکر سے کیسے بڑھ گئے؟ عمر نے تو تکوار کے زور پر زیادہ اسلام پھیلایا۔ پھر رسولؐ سے علیؐ کو کیسے الگ کیا جاسکتا ہے جو حصہ قرآنؐ نہ رسولؐ تھے، کتاب خدا کے مطلبی: وَهُوَ مَحْصُومٌ ہیں اور چینبر اسلام کے وارث علم، باب حکمت اور حدیث نقلکاری کی روشنی میں ممائش و معادل قرآنؐ ہیں، عثمانؐ میں کیا فضیلت تھی کہ علیؐ سے ان کو تولا گیا؟ برتری کے لاف گزار عجیب عجیب تماشے دکھاتے ہیں، انا اللہ و انا الیہ راجعون۔

۲۔ مہاجرین میں صرف ابو بکر کے باپ مسلمان تھے

ابن منده اور ابن عساکر عائشہ کا بیان نقل کرتے ہیں کہ ابو بکر کے علاوہ مہاجرین میں سے کسی کے باپ اسلام نہیں لائے تھے۔ (۱)

ریاض طبری (۲) میں حضرت علیؐ کا بیان منقول ہے کہ صرف ابو بکر ہی کے والدین اسلام لائے تھے اور کسی کے والدین اسلام نہیں لائے۔

۱۔ تاریخ ابن عساکر (ج ۳۰، ص ۶۲۳ نومبر ۳۲۹۸): تاریخ الخطفاء (ص ۷۲)

۲۔ ریاض المعرفہ (ج ۱۶، ص ۶۸): تفسیر قرطبی (ج ۱۶، ص ۱۹۳)

تبصرہ علامہ اسحقی:

ہمیں حضرت علیٰ و عائشہ سے یہ توقع نہیں کہ ایسا سفید جھوٹ بولیں گے۔ صحابہ اور مہاجرین کے حالات اس کی تکذیب کریں گے۔ اصل میں محبت و عقیدت انہا بنا کے بنے پر کی اڑانے پر آمادہ کروتی ہے، بہت سے قبائل ایک ساتھ اسلام لائے ان کے علاوہ عمار یاسر (۱) اپنے والدین کے ساتھ اسلام لائے، عبداللہ بن جعفر نے اپنے باپ اور بھائی کے ساتھ مہاجرت کی، ان کے علاوہ جن مہاجرین کے والدین یا والدیا بھائی نے مہاجرت کی ان کے نام ہیں: عمرو بن ابیان۔ خالد بن ابیان۔ ابراہیم بن حارث۔ حاطب بن حارث۔ خطاب بن حارث۔ حکیم بن حارث خزیمہ بن جنم۔ جابر بن سفیان۔ جنادہ بن سفیان۔ سلمہ بن ابی سلعد۔ جناب بن حارث۔ حارث بن قیس۔ سائب بن عثمان۔ سلیط بن سلیط۔ عبد الرحمن بن صفوان۔ عامر بن غیلان۔ عبداللہ بن بدیل۔ عبداللہ بن ابی بکر۔ عبداللہ بن عمر۔ محمد بن عبد اللہ۔ عبداللہ بن مطلب بن ازهر۔ معمربن عبد اللہ۔ محاجر بن قفند۔ موسی بن حرث۔ نعیمان بن عدی (۲) محقق کو ان کے علاوہ بھی نامہ مل سکتے ہیں۔

ابو بکر کے والدین کا اسلام

آئیے اب ذرا ابو بکر کے والدین کو دیکھیں۔ کیا وہ اسلام لائے تھے؟ مہاجرین کے مقابلہ میں ان کے اختصاص کی بات کو دور نہیں یا صرف یہ غلوکی پیداوار ہے۔

ابوقافہ کے اسلام کے متعلق مختلف اقوال ہیں:

بعض کہتے ہیں کہ فتح مکہ کے واقعہ پر اسلام لائے اور ان کے صاحب زادے ابو بکر انھیں خدمت رسول میں لائے۔ اس سلسلے میں دو قسم کی روایتیں پائی جاتیں ہیں:

۱- تکذیب الحدیب (ج ۷۶ ص ۳۰۸) (ج ۷۷ ص ۳۵۷)

۲- سیرہ ابن ہشام ص ۲۱ (ج ۷۷ ص ۱۱۲) طبقات ابن سعد (ج ۳۳ ص ۲۹۳، ۲۰۳، ۱۳۲، ۲۲) تاریخ طبری (ج ۲۲ ص ۳۶۹) استیباب (اقسم ثلاث ص ۹۵۰ نمبر ۱۱۱) اسد الغاب (ج ۳۳ ص ۱۹۸) تاریخ کامل (ج ۲۲ ص ۳۶۶) البدیہی و انعام (ج ۲۲ ص ۲۰۹) عین الاثر (ج ۱ ص ۲۲۷)

۱۔ جن میں ان کے اسلام لانے کا کوئی اشارہ نہیں

۲۔ جن میں ان کے اسلام لانے کی طرف اشارہ ہے۔

ا۔ سیل احمد

محمد بن احمد اپنے باپ سے اور وہ محمد بن شجاع حسین بن زیاد، ابو حنفیہ، یزید بن ابو خالد، انس بن مالک سے روایت کرتے ہیں: گویا ابو قافذ کی خیار کی طرح لو دیتی سرخ داڑھی میرے پیش نظر ہے۔ رسول خدا نے فرمایا تھا کہ اگر اس بذٹھے تو گھر ہی میں رکھا جاتا تو میں احترام ابو بکر میں اس سے ملنے جاتا۔

اس روایت کو لکھ کر حسب معقول حاکم (۱) خوش عقیدت سند کے سقم پر کوئی تبصرہ نہیں کرتے، چاہے حق و تحقیقت کا تیا پانچھ بھی ہو جائے۔

۱۔ محمد بن شجاع بغدادی؛ احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ بدعتی ہے۔ قواریری کہتے ہیں کہ کافر ہے ذکر کیا سمجھی اسے کذاب کہتے ہیں۔ (۲)

۲۔ حسن کوییجی بن مصیح کذاب کہتے ہیں۔ ان کے علاوہ بھی محدثین نے ان روایوں کے چھڑے اڑائے ہیں۔ (۳) کیا حاکم سے یہ بات پوچھیدہ تھی؟

دوسری روایت قاسم بن محمد بن ابی بکر کی ہے، جس میں ابو بکر کا بیان ہے کہ میں ابو قافذ کو لئے ہوئے خدمت رسول میں آیا۔ رسول نے فرمایا: انھیں گھر ہی پر کیوں نہ رہنے دیا، میں خود ان سے ملاقات کرنے آتھوں میں نے کہا: بلکہ مناسب بھی تھا کہ میں انھیں آپ کی خدمت میں پیش کرتا۔ رسول خدا نے فرمایا: اصل میں ان بزرگ کے صاحب زادے نے میرے اوپر جو احسانات کئے ہیں میں انھیں یاد

۱۔ المسدر رک علی الحسن بن حسین ج ۳ ص ۲۲۵ (ج ۳ ص ۲۲۳ حدیث ۵۰۷۰)

۲۔ الحضم ج ۵ ص ۵۷ (ج ۱۲ ص ۲۱۰ نمبر ۱۷۲۲) الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۱ ص ۲۹۱ نمبر ۶۷۷) میران الاعتدال ج ۳ ص ۱۷ (ج ۳ ص ۷۷ نمبر ۲۶۳) تہذیب التجذیب ج ۹ ص ۱۹۵ (ج ۹ ص ۲۲۰)

۳۔ الجرج والتحمیل (ج ۳ ص ۱۵ نمبر ۲۹۱) الفضفاء والخر وکون (ص ۱۹۶ نمبر ۱۸۷) کتاب الفضفاء والخر وکین (۱۵۸ نمبر ۸۹) میران الاعتدال ج ۱ ص ۲۹۱ نمبر ۱۸۲۹) لسان المیزان ج ۲ ص ۲۰۸ (ج ۲ ص ۲۰۰ نمبر ۲۲۲)

رکھنے اور تحفظ کی غرض سے ایسا کہہ رہا ہوں۔ (۱)

اس کے راوی بھی قاسم اور محمد بن ابی بکر کسی کی وجہ سے لاائق اعتبار نہیں ہیں۔ تخلیص المحدث رک میں اس روایت کے بعد ذمی لکھتے ہیں کہ قاسم نے اپنے والد کو نہیں دیکھا، نہ ان کے والد نے اپنے والد کا زمانہ پایا۔ (۲) اور عبد اللہ بن عبد الملک فہری ہے جو ضعیف ہے۔ (۳)

تیسرا روایت انس سے ہے کہ ابو بکر اپنے والد کو لئے ہوئے خدمت رسول میں آئے تو رسول نے فرمایا: اگر اس بڑھے کو گھر پر ہی رکھا جاتا تو میں اس سے ملنے جاتا۔ (۴)

اس کے راوی بھائی ہیں جنہیں ذہبی بدکار اور بے دین کہتے ہیں۔ (۵) پڑھنیں کیوں ایک بدکار کی بات یہاں مان لی، دوسری روایت بھی جھوٹ سے مبتہم ہیں۔

چوتھی روایت جابر کی ہے کہ عمر بن خطاب ابو قافلہ کا اتحاد پڑھے خدمت رسول میں لائے، جب ابو قافلہ رسول کے سامنے کھڑے ہوئے تو رسول نے فرمایا: ان کا حلیہ بدل دو لیکن ان کی داڑھی سیاہ نہ کرو۔ (۶) اس روایت کا متن بچھلی روایت کی تکذیب کرتا ہے کہیں داڑھی سرخ ہے کہیں سیاہ ہے، اس کا راوی عبد اللہ بن وصب ہے جو انہیں بھکل تھا۔ (۷) ابو زبیر جو معتبر نہیں تھا۔ (۸)

پانچمیں روایت ابن عباس سے ہے، ابو بکر اپنے باپ ابو قافلہ کو لئے ہوئے خدمت رسول میں

۱۔ المحدث رک علی الحسنین ح ۲۳ ص ۲۳۳ (ح ۳ ص ۲۷۲ حدیث ۵۰۶۵)

۲۔ تخلیص المحدث رک (ح ۳ ص ۲۷۲ نمبر ۵۰۶۵)

۳۔ مجموع الروايات ح ۹ ص ۵۰، تخلیص المحدث رک نمبر ۵۰۶۵ میزان الاعتدال ح ۲-۲ ص ۵۵ (ح ۳ ص ۲۷۲ نمبر ۳۳۳۳) لسان المیزان ح ۲-۲ ص ۳۱ (ح ۳ ص ۲۷۲ نمبر ۲۶۵۲) کتاب الحجر و میمن (ح ۳ ص ۱۷) الفقاء الکبیر (ح ۲-۲ ص ۵ نمبر ۸۳۹)

۴۔ المحدث رک علی الحسنین ح ۳ ص ۲۳۲ (ح ۳ ص ۲۷۲ حدیث ۵۰۶۳)

۵۔ میزان الاعتدال ح ۲-۲ ص ۳۰، ح ۳-۳ ص ۱۱۳ (ح ۲-۲ ص ۳۰۶ نمبر ۲۲۶) میزان المیزان ح ۳-۳ ص ۲۷۰ نمبر ۸۰۰۶ (۸۰۰۶ نمبر ۲۶۵۲)

۶۔ المحدث رک علی الحسنین ح ۳ ص ۲۳۳ (ح ۳ ص ۲۷۲ حدیث ۵۰۶۸)

۷۔ میزان الاعتدال ح ۲-۲ ص ۸۶ (ح ۲-۲ ص ۵۲۲ نمبر ۳۶۷)

۸۔ میزان الاعتدال ح ۳-۳ ص ۱۲۵ (ح ۳-۳ ص ۲۷۲ نمبر ۸۱۶۹) ہندیب الحمدیب ح ۹-۹ ص ۳۹۱ (ح ۹-۹ ص ۳۹۱)

آئے، ابو قافلہ اندھے اور بوڑھے تھے، رسول نے فرمایا: اس بذھے کو گھر ہی پر کیوں نہ رہنے دیا میں اس سے ملتے آتا۔ ابو بکر نے کہا: میں نے سوچا کہ اللہ انھیں ثواب مرحمت فرمائے، افس خدا کی قسم! جس نے آپ کو برحق نبی مبعوث فرمایا، میں اپنے باپ کے مسلمان ہونے پر اس سے کہیں زیادہ خوش ہونگا جتنا کہ آپ ابوطالبؑ کے اسلام لانے سے خوش ہوئے ہوں گے۔ (۱)

اس کاراوی محمد بن زکریا ضعیف اور کذاب تھا۔ (۲)

عہاس بن بکار؛ کذاب جو، مکمل حدیثیں بیان کرتا تھا۔ (۳)

ابو بکر ہنڈی؛ جھوٹ کے طومار باندھتا تھا اور غیر معتر قہا۔ (۴)

اس کے علاوہ بھی دوسرے تمام راوی غیر محترم جھوٹے اور حدیثوں میں ترلیس کرنے والے ہیں۔

دوسری قسم

ابو قافلہ کے اسلام کا تذکرہ صرف مسند احمد (۵) کی ایک روایت میں ہے، بطریق ابن اسحاق، امامہ بہت ابو بکر کا بیان ہے کہ جب رسول خدا مقامِ ذی طوی میں تھہرے تو ابو قافلہ نے اپنی سب سے چھوٹی بیٹی سے کہا کہ مجھے کوہ ابو قبیس پر لے چلو۔ امامہ کا بیان ہے کہ اپنے اندھے باپ کو لئے ہوئے وہاں ہو چکی۔ باپ نے پوچھا: بیٹی! تمہیں کیا دکھائی دے رہا ہے؟ کہا کہ کچھ مجمع سیاہی سی دکھائی دے رہی ہے۔ ابو قافلہ نے کہا: وہ لشکر ہے۔ بیٹی نے کہا: اس سیاہی میں کچھ لوگ آتے جاتے دکھائی دے رہے ہیں۔ انہوں نے کہا: بیٹی! یہ سردار لشکر ہے جو ان کے آگے ہے۔ بیٹی نے کہا: خدا کی قسم! اب سیاہی

۱۔ الاصابة (ج ۲، ص ۱۱۶)۔

۲۔ میران الاعتدال (ج ۳، ص ۵۸) (ج ۳، ص ۵۵۰ نمبر ۵۳۷) (الضخاء والآخر دکون (ص ۲۵۰ نمبر ۲۸۳))

۳۔ الضخاء والآخر دکون (ص ۲۲۳ نمبر ۲۲۲) (الضخاء الکبیر (ج ۳، ص ۳۲۲ نمبر ۱۳۹۹) میران الاعتدال (ج ۲، ص ۱۸) (ج ۳، ص ۳۸۲ نمبر ۳۱۶۰))

۴۔ التاریخ (ج ۳، ص ۲۸۸ نمبر ۳۲۸) (ابجر و حداد تحلیل (ج ۳، ص ۳۱۳) کتاب الضخاء والآخر دکون (ص ۱۱۶ نمبر ۲۲۵) (الضخاء والآخر دکون (ص ۲۲۲ نمبر ۲۲۵) اکاول فی ضعفاء الرجال (ج ۳، ص ۳۲۵ نمبر ۲۷۷) میران الاعتدال (ج ۳، ص ۳۲۵) (ج ۳، ص ۳۹۷ نمبر ۱۰۰۰۵) تذذیب التذذیب (ج ۱۲، ص ۳۶) (ج ۳، ص ۳۷) (الاصابة (ج ۳، ص ۱۱۶)۔

۵۔ مسند احمد، (ج ۲، ص ۳۲۹) (ج ۷، ص ۳۸۹ حدیث ۲۶۳۱۶) (۱)

منشر ہو رہی ہے۔ باپ نے کہا: جیسے ہی لشکر حرکت میں آئے مجھے اس سے پہلے گھر پہنچا دینا۔ لیکن قبل اس کے کہ ابو قافلہ گھر پہنچیں لشکر نے ان کے گھر پر دھاوا بول دیا اور ایک سوار نے پنجی کی گردان سے چاندی کا ہار چھین لیا۔ اسماء کا بیان ہے کہ جب رسول خداً مکہ کی مسجد میں داخل ہوئے تو ابو بکر اپنے باپ کو لئے ہوئے آئے، جب رسول خداً نے انھیں دیکھا تو فرمایا: ان بزرگ کو گھر ہی میں کیوں نہ رہنے دیا، میں خود ان سے ملنے آتا ابو بکر نے کہا: خدا کے رسول ای زیادہ مستحق تھے کہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ جب آپ کے سامنے یہ بیٹھے تو رسول خداً نے ان کے سینے پر ہاتھ پھیر کر فرمایا: اسلام قبول کرو۔ ابو قافلہ اسلام لائے۔ جس وقت ابو بکر اپنے باپ کو لائے تو ان کے سر کے تمام بال سفید تھے۔ رسول خداً نے فرمایا: ان کے بالوں میں خطا ب لگاؤ۔ اس کے بعد ابو بکر نے لڑکی کے ہاتھ کو قحام کر جمع سے کہا: میں خدا کی قسم دیتا ہوں کہ جس نے بھی اس کا گلو بند لیا ہے دیے لیکن کسی نے بھی جواب نہ دیا۔ ابو بکر نے اپنی بہن سے کہا: اپنے گردان بند کو خدا کے حوالے کرو کیونکہ خدا کی قسم ای لوگوں کے ہاتھ میں چند روزہ ہے۔

یہ روایت محمد بن اسحاق عراقی کی وجہ سے صحیح نہیں ہے اور جعلی ہے۔ کیونکہ سلیمان تمیٰ کہتے ہیں کہ ابن اسحاق کذاب تھا۔ امام مالک کہتے ہیں کہ وجہ تھا، اسی طرح هشام، جوز جانی، محبی، ابن نعیم، ابو بکر امام احمد، ابو داؤد، عبد اللہ بن احمد جیسے بیشاو محدثین نے اس کو کذاب و وجہ تھا۔ (۲)

اس کی روایت مہمل اور بے دقت ہوتی تھی، وہ بہت زیادہ جھوٹ بولتا تھا۔ (۳) متدرک حاکم (۴) میں زید بن اسلم کی روایت ہے کہ رسول خداً نے ابو بکر کو ان کے باپ کے اسلام قبول کرنے پر مبارک باد پیش کی۔ زید کے متعلق ابن حجر کہتے ہیں کہ وہ احادیث میں مد لیس کرتا

۱۔ ریاض النصرہ ج ۱، ص ۲۵ (ج ۱، ص ۶۶-۶۵)

۲۔ التاریخ (ج ۳، ص ۲۲۷ نمبر ۱۱۵۸) کتاب الفتحاء والهز وکین (ص ۲۱۱ نمبر ۵۲۸) میران الاعتدال ج ۳، ص ۲۲-۲۱ (ج ۲۶۷ نمبر ۷)

۳۔ متدرک علی الحسنین (ج ۳، ص ۲۷۳، حدیث ۳۲۸-۳۲۷)

۴۔ متدرک علی الحسنین (ج ۳، ص ۲۷۳، حدیث ۵۰۶۸)

(۱) تھا۔

یہ تھا ابو تقافذ کے اسلام کا کچھ چھٹا۔ ظاہر ہے کہ یہ صرف ایک واجہات دعویٰ ہی ہے۔ ان روایت سے کوئی شخص بھی ان کا اسلام ثابت نہیں کر سکتا۔ پھر یہ کہ اگر وہ مسلمان تھے اور ان کا اسلام اس قدر واقعیت تھا کہ خود رسول اکرمؐ ان کے احترام میں ملٹے جانے پر آمادہ تھے تو جس طرح عمّ رسمی عباس کے توسل سے بارش کی دعا کی گئی، انھیں اس وقت کیوں نظر اندماز کیا گیا؟ کم سے کم ان سے کوئی حدیث ہی نقل کی جاتی، وہ جنہے الوداع کے موقع پر موجود ہوتے یا ان کے زمانہ اسلام کا تاریخوں میں کوئی واقعہ نقل کیا جاتا، ان سے لوگوں نے معالم دین حاصل کئے ہوتے۔

سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ایک صحابی نے ان کی بیٹی کا گرون بند چین لیا اور ابو بکر محشر کی دہائی دیتے رہے، تین سے خدا پر معاملہ ٹالنے کی فرمائش کرتے رہے لیکن گرون بند چینے والے پر ذرا بھی خوف کا اثر نہ دیکھا گیا پھر بھی تمام صحابہ عادل ہیں۔

پس نہیں کیوں؟

والدہ ابو بکر کا اسلام

ابو بکر کی والدہ کا اسلام بھی ان کے والدہ کی طرح پایہ بیوتوں کو نہیں پہنچتا۔ اس سلسلے میں عائشہ کا بیان ہے کہ جب ۱۳۸ فراد مسلمان ہو گئے تو ابو بکر نے رسول خدا سے اصرار کیا کہ علائیہ دعوت کا آغاز کریں۔ رسول خدا نے فرمایا کہ ابھی ہم بہت کم ہیں لیکن ابو بکر نے اس قدر اصرار کیا کہ رسول خدا کو دعوت علائیہ کرنا ہی پڑی، تمام مسلمان مسجد الحرام میں اور ہر اہل دعوت اسلام دینے لگے، ابو بکر نے بھی ایک جگہ تقریر کی جہاں رسول خدا موجود تھے۔ یہ خدا رسول خدا کی طرف اولیں دعوت تھی۔ پھر تو مسلمانوں پر

۱-حدیب التحدیہ بح ۲، ج ۳، ص ۳۹۷ (ج ۳ ص ۳۲۲) میزان کاشتال ۱۳۶۰ھ میں، ہوا اور اس نے این عمر کو دیکھا تھا۔ لاحظ کیجئے البدریۃ والتحلیۃ بح ۱۰، ج ۱، ص ۶۱ (ج ۱۰ ص ۲۲، حادث ۶۱) مرآۃ الجمân بح ۱، ج ۱، ص ۲۸۳ پھر کس طرح اس نے تغیر اسلام سے روایت کر دی، وہ تو حضرتؐ کی دفات کے کافی دنوں بعد پیدا ہوا تھا، ذہنی نے میزان الاعدال بح ۱، ج ۱، ص ۳۶۱ (ج ۲ ص ۹۸) نمبر ۲۹۸۹ پر لکھا ہے کہ وہ اپنی رائے سے قرآن کی تغیر کرتا تھا۔

مشرکین نوٹ پڑے، لاتوں اور گھونسوں سے اچھی طرح ابو بکر کو مارا، عتبہ بن عبید نے ان کے چہرے پر اس قدر جوتے مارے کہ شکل بگزگنی، پچاننا مشکل ہو گیا، فقیہہ قیم کے افراد نے آکر ابو بکر کو پھیلایا، ان کی کر کے گھر تک پہنچایا۔ اس قدر مار پڑی تھی کہ ادھر موٹے ہو گئے تھے، تمیوں نے انھیں گھر پہنچا کر مسجد الحرام میں کہا کہ خدا کی قسم! اگر ابو بکر مر گئے تو عقبہ قتل کر دیں گے۔

جب ابو بکر کو ہوش آیا تو پوچھا: رسول خدا نے کیا کیا؟ تمیوں نے رسول خدا کو برا بھلا کہا اور پھر ان کی ماں ام الخیر بنت صخر نے کہا کہ انھیں کھلا و پلا و، لیکن جب وہ تھا ہوئے اور کھلا یا پلایا جانے لگا تو پھر بولے کہ رسول خدا نے کیا کیا؟ ماں نے کہا: خدا کی قسم! میں نہیں جانتی کہ تمہارے صاحب کیا ہوئے۔ ابو بکر نے کہا کہ تو پھر ام حمیل بنت خطاب کے پاس جاؤ اور اس سے پوچھو۔ وہ گھنیں اور پوچھا کہ محمد بن عبد اللہ کے ساتھ کیا ہوا؟ جواب دیا کہ میں نہ تو محمد بن عبد اللہ کو پہنچانی ہوں اور نہ ابو بکر کو، اگر تم چاہتی ہو کہ میں تمہارے بیٹے کے پاس آؤں تو آ جاؤ گی۔ ام الخیر نے کہا: چلو۔ وہ آئیں اور ابو بکر کی حالت دیکھ کر فریاد کرنے لگیں کہ جن لوگوں نے تمہارے ساتھ سلوک کیا ہے وہ غارت ہو جائیں۔

ابو بکر نے ان سے پوچھا: رسول خدا نے کیا کیا؟ جواب دیا کہ تمہاری ماں تھیں ہیں، ان سے پوچھو کہاں ہیں۔ کہا کہ ارقم کے گھر میں ہیں تو کہا: میں بخدا! کچھ بھی نہ کھاؤں گا، نہ بیوں گا، جب تک کہ رسول خدا کو نہ دیکھ لوں۔ جب ان کی دلجمی کی گئی تو سکون ہوا پھر انھیں سہارا دیکھ دست رسول میں لایا گیا۔ ابو بکر نے خود کو پائے رسول پر ڈال دیا اور بوس لینے لگے، تمام مسلمانوں نے بھی خود کو آپ کے قدموں پر ڈال دیا، رسول خدا پر اس کا بڑا اثر ہوا۔ ابو بکر نے کہا: میرے ماں باپ قربان! مجھے کوئی تکلیف نہیں لیکن صرف چہرے پر جو اس بد کار نے جوتے مارے ہیں اس کی تکلیف ہے، یہ میری مہربان ماں ہے اور آپ کی ذات بارکت ہے۔ اس کے لئے دعا کریے کہ خدا اسے دوزخ سے نجات۔ دے رسول خدا نے اسلام کی دعوت دی اور وہ مسلمان ہو گئیں۔ (۱)

اس کا راوی عبد اللہ بن محمد عمری ہے جسے ذہبی و ابن حجر کے مطابق امام نسائی نے جھوٹا اور کذاب

کہا ہے، دارقطنی بھی اس کی روایت کو مکمل کرتے ہیں۔ (۱) اس کے علاوہ اس روایت کے تمام راوی ابو بکر کے خاندان کے افراد تھیں ہیں، بقیہ م giohol الحال ہیں، اس کے علاوہ اگر واقعی ابو بکر کو یہ راہ اسلام میں اذیت دی گئی تھی تو دوسری تاریخیں بھی اس کا تذکرہ کرتیں۔ تاریخ نے اذیت پانے والے تمام اصحاب کے نام لکھے ہیں صرف ابو بکر ہی کو کیوں نظر انداز کیا ہے؟ پھر یہ کہ اس کی راوی عائشہ ہیں جو بعثت کے چار پانچ سال بعد پیدا ہوئیں، (۲) وہ اس قابل کہاں تھیں کہ ان کے اسباب و عوامل کو سمجھ سکتیں؟ کیا پستان مادر سے پہنچی ہوئی کوئی پچھی حالات کو سمجھ سکتی ہے؟ ظاہر ہے کہ یہ روایت گردھی ہوئی اور جبوٹی ہے۔

ابو بکر کے والدین قرآن میں:

ہوس پرستوں نے قرآن کے ساتھ بھی مذاق کرڈا، انہی عقیدت والے مفسرین نے تحریف کے ایسے ایسے نمونے پیش کئے ہیں جیسے وہ الف لیلیوی کہایاں تصنیف کر رہے ہوں، چنانچہ آیہ مبارکہ:

﴿وَوَصَّيْنَا إِلَيْنَا إِنْسَانٌ حَمَلَتْهُ اللَّهُ كُرْزَهَا وَوَحْمَقَةً كُرْزَهَا وَحَمَلَهُ وَلَفَسَاهُ
ثَلَاثُونَ شَهْرًا حَتَّىٰ إِذَا بَلَغَ أَشْدَدَهُ وَبَلَغَ أَرْبَعِينَ سَنَةً قَالَ رَبُّهُ أَوْزِعْنِي أَنْ أَشْكُرَ
بِغَمْتَكَ الْبِيِّنَى أَنْتَمُتْ عَلَىٰ وَعَلَىٰ وَإِلَيْهِ وَأَنْ أَغْمَلَ صَالِحَاتِ زَرَضَاهُ وَأَضْلِلَ بِي فِي
ذُرَيْقَى إِنِّي نُبَشِّرُ إِلَيْكَ وَإِنِّي مِنَ الْمُسْلِمِينَ﴾ اور ہم نے انسان کو اس کے ماں باپ کے ساتھ یہیک بر تاد کرنے کی صحیحت کی کہ اس کی ماں نے ہوئے رنج کے ساتھ اسے شکم میں رکھا ہے اور پھر بڑی تکلیف کے ساتھ پیدا کیا ہے اور اس کے حمل اور زودھ بڑھائی کا کل زمانہ میں مہینے کا ہے بہاں تک کہ جب وہ تو انہی کو کافی اور چالیس برس کا ہو گیا تو اس نے دعا کی کہ پروردگار مجھے توفیق دے کہ میں تیری اس نعمت کا شکریہ ادا کروں جو تو نے مجھے اور میرے والدین کو عطا کی ہے اور ایسا یہیک عمل کروں کہ تو

۱- سیز ان الاعدال ج ۲، ص ۱۸۰ (ج ۳، ص ۵۵ نومبر ۱۹۷۲ء) لسان المیزان ج ۳، ص ۱۱۲ (ج ۳، ص ۳۰ نومبر ۱۹۷۵ء)

۲- طرح المتریب ج ۱، ص ۱۳۷، الاصابة ج ۳، ص ۳۵۹ (ج ۴، ص ۷۰۳)

راضی ہو جائے اور میری ذریت میں بھی صلاح و تقویٰ قرار دے کہ میں تیری ہی طرف متوجہ ہوں اور تیرے فرمانبردار بندوں میں ہوں۔ (۱) کے متعلق یہ بات اڑادی کہ یہ ابو بکر کی شان میں نازل ہوئی ہے۔ مزید طرہ یہ کہ اس سلسلے میں امیر المؤمنین حضرت علیؑ اور ابن عباس کے اقوال بھی گزھ لئے ہیں کہ ابو بکر کے حمل دودھ کی مدت تیس ماہ تھی ۹ ماہ ان کی ماں نے پیٹ میں رکھا اور اکیس منیتے دو دھ پلایا۔ ان کے والدین اسلام لائے اور کسی مہاجر کے والدین اسلام نہیں لائے، خدا نے انھیں نیک والدین کے ساتھ نیک سلوک کی وصیت کی، جب رسول ﷺ کے ہو گئے تو رسول اللہ کی تصدیق کی جبکہ ابو بکر ۳۸ سال کے تھے اور خدا سے دعاء کی کہ خدا! مجھے والدین کی شکرگزاری اور انھیں اپنی شکرگزاری کی ترغیب دے چنانچہ جب چالیس سال کے ہوئے تو ان کے والدین اسلام لائے اور تمام اولادیں اسلام سے سرفراز ہو گئیں۔ (۲)

کیا کوئی ہے، جو ان عقل کے انزوں سے پوچھئے کہ اگر نوماہ حمل اور اکیس ماہ دودھ بڑھائی کے طے کئے جائیں تو صرف ابو بکر ہی سے کیا مخصوص ہے اکثر لوگ اسی آیت کے ذیل میں آجائیں گے۔ پھر یہ کہ اگر علیؑ نے اس آیت کو ابو بکر سے مخصوص کیا تو پھر ایک فصلہ میں جو چھ ماہ کے بچے کی پیدائش کے سلسلے میں تھا اس آیت سے استدلال کیوں کیا تھا؟ ابن کثیر اس قضیہ کو نقل کر کے کہتے ہیں کہ یہ ایسا قوی استدلال تھا کہ عثمان کو مانتا ہی پڑا (۳) حالانکہ ابن کثیر جوش و عقیدت میں جعلی روایت سے فناں نقل کرتے ہیں پھر بھی اس آیت کو ابو بکر سے مخصوص نہیں قرار دیا، دوسرے یہ کہ اس میں چالیس سال عمر ہونے کی انزوں نے بات کہی ہے جس کے مصدقہ نہ بو بکر ہو سکتے ہیں نہ ان کے والدین، وہ بعثت کے ۶ رسال کے بعد اسلام لائے تھے، بات تو بشرط صحت روایت فتح کہ میں اسلام لائے، اس وقت ابو بکر

۱۵۸- ا۱۴۷

۲- تفسیر کشاف ج ۳، ص ۹۹ (ج ۳، ص ۳۰۳) تفسیر قرطبی ج ۱۶، ص ۱۹۳، ۱۹۴ (ج ۱۶، ص ۱۲۹) ریاض الحضرة ج ۱، ص ۳۷ (ج ۱، ص ۲۸) تفسیر خازن ج ۳، ص ۱۳۲ (ج ۳، ص ۱۲۵) تفسیر شیعی مطبوع بر جاییہ تفسیر خازن، ج ۳، ص ۱۳۲ (ج ۳، ص ۱۳۳)؛ فتح

القدیر ج ۵، ص ۱۸ (ج ۵، ص ۲۰)

۳- تفسیر ابن کثیر ج ۳، ص ۱۵۷

۵۶ رسال کے تھے اور ماں بشرط صحبت روایت بحث کے چھٹے سال اسلام لا کیں ابو بکر اس وقت ۳۲ سال کے تھے اس صورت حال میں خدا نے ان پر کسی محربانی کی، سمجھ میں نہیں آتا۔ پھر یہ کہ اگر ان کے والدین کے اسلام لانے کا واقعہ تسلیم کر لیا جائے تو یہ رسول خدا کی دعاء کا نتیجہ تھا۔ اور ابو قافلہ کا اسلام رسول خدا کے سچے صدر کی وجہ سے ہوا، پھر یہ دعاء ابو بکر کہاں گئی؟

رہ گئی یہ بات کہ علیؑ نے کہا ہو کہ صرف ابو بکرؓ کے والدین اسلام لائے اور کسی مہاجر کو یہ شرف حاصل نہیں، ایسا صریح چیز جھوٹ حضرت علیؑ کیسے بول سکتے ہیں۔ میں نے کثیر تعداد میں مہاجرین کے نام پیش کئے ہیں جن کے والدین بھی مسلمان تھے۔

دوسری آمدت:

﴿لَا تَجِدُ قَوْمًا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ يُؤَاذُونَ مَنْ حَادَ اللَّهَ وَرَسُولَهُ وَلَوْ كَانُوا أَبْأَنَهُمْ أَوْ أَنْبَانَهُمْ أَوْ إِخْوَانَهُمْ أَوْ عَشِيرَاتَهُمْ أَوْ لَكَ كَتَبَ فِي قُلُوبِهِمُ الْيَقِنَانَ وَأَيَّدَهُمْ بِرُوحٍ مِنْهُ وَنَذَّرُلَهُمْ جَنَاحَتِ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ أَوْ لَكَ جَزْبُ اللَّهِ أَلَيْنَ جَزْبُ اللَّهِ هُمُ الْمُفْلِحُونَ﴾ "تم کبھی نہ پاؤ گے کہ جو لوگ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والے ہیں وہ ان لوگوں سے محبت کرتے ہیں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسولؓ کی خالفت کی ہے۔ خواہ وہ ان کے باپ ہوں یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے اہل خاندان۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لوگوں میں اللہ نے ایمان ثابت کر دیا ہے اور اپنی طرف سے ایک روح عطا کر کے ان کو قوت بخشی ہے۔ وہ ان کو ایسی جنتوں میں داخل کر دیگا جن کے نیچے ل نہریں بہتیں ہو گئی۔ ان میں وہ ہمیشہ رینگے اللہ اور وہ اللہ سے راضی ہوئے وہ اللہ کے گروہ کے لوگ ہیں۔ خبردار ہو! اللہ کے گروہ والے ہی فلاح پانے والے ہیں"۔ (۱)

اس کی شان نزول میں ابن حجرؓ کا بیان ہے کہ ابو قافلہ نے رسول خدا کو گالی دی، یہ دیکھ کر ان کے بیٹے "ابو بکرؓ" نے باپ کے چہرے پر ایک زور دار طناچہ مارا جس کی وجہ سے وہ زمین پر گر گئے پھر

آنحضرت سے آکر سارا واقعہ بیان کیا، رسول خدا نے فرمایا: اب اگر وہ مجھے گالی دیں تو انھیں نہ مارنا۔ ابو بکر نے کہا: اس خدا کی قسم جس نے آپ کو برق نبی بنایا ہے، اگر میرے پاس تکوار ہوتی تو انہیں قتل کر دینا۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ (۱)

علامہ امین فرماتے ہیں: تمام مفسرین کا اتفاق ہے کہ سورہ احباب (جس کی ایک آیت کو اس سے قبل پیش کیا گیا) مکہ میں نازل ہوا ہے اور سورہ مجادہ مدینہ میں نازل ہوا ہے اور متذکرہ آیت سورہ احباب نازل ہونے کے کافی دنوں بعد نازل ہوئی۔ (۲) تفسیر قرطبی و ابن کثیر کے مطابق بدروحد کے بعد نازل ہوئی یعنی سن ۲۷ ھجری میں۔ (۳) اس صورت حال میں بات کیسے بن سکتی ہے جبکہ ابو بکر کی سابقہ آیت میں انعام خداوندی کے طور پر بات کی گئی ہے جب وہ چالیس سال کے تھے تو دعا کی: ﴿رَبُّ
أَوْزَعْنِي أَنْ أَشْكُوْ نِعْمَتَكَ الَّتِي أَنْعَمْتَ عَلَيَّ وَعَلَى وَالْيَدِي﴾ ”میرے رب مجھے والدین پر مہربانی کرنے کی ترغیب عطا کر“۔ اس آیت کی شان نزول کہتی ہے کہ جب ابو بکر ۲۳ سال کے تھے تو اپنے والد کو گالی بکنے کی وجہ سے گھونسہ مارا۔ آیت سابقہ کی طرح اس آیت کی روایت بھی خود اپنے نفس مطلب کی تکذیب کر رہی ہے کیونکہ آیت مدنی ہے اور آیت کے مطابق گھونسہ مارنے کا واقعہ کہے کا ہے۔ پھر یہ کہ کیا جو شخص رسول کو گالی دے رہا ہو اور قریب میں بیٹھا ہوا کوئی شخص سن رہا ہو، اسے اس گالی دینے والے کو قتل کر دینا چاہئے؟ یا یہ واقعہ صرف ابو قافلے سے مخصوص ہے؟ فضائل کے لاف و گزار دینے والے کو قتل کر دینا چاہئے؟

﴿وَإِنَّهُمْ لَمَفْلُونَ مُنْكَرًا مِنَ الْقُولِ وَزُورًا﴾

- ۱۔ مناقب ابن مغازی (ص ۱۶۱ حدیث ۷۷، ۹۱، ۱۸) اسد الغاب (ج ۳، ص ۹۲) (ج ۳، ص ۹۲) (۲۷۸۲) متناب خوارزی (ص ۵۲) حدیث ۷۷) فردوس الاخبار دبلی (ج ۳، ص ۹۲) حدیث ۵۲۲۱) بشرح ابن القیم (ج ۳، ص ۲۲۰) خلب ۲۲۸؛ فراز اسلمین (ج ۳، ص ۲۳۲) حدیث ۷۷ (۱۸) ریاض المختصر (ج ۲، ص ۱۵۸) (ج ۳، ص ۱۰۰) حصال نسائی، ص ۳ (ص ۲۹) حدیث ۲۲۸) الحارف ابن تجیہ، ص ۷۷ (ص ۱۲۹) (ذخیر الحقی، ص ۵۸) (ج ۲، ص ۶۲) (ج ۳، ص ۳۰۵) (ج ۳، ص ۱۳۶) حدیث ۳۶۳۹۸)
- ۲۔ تفسیر قرطبی (ج ۱، ص ۳۰۷)، (ج ۱، ص ۱۹۹) تفسیر کشاف (ج ۳، ص ۱۷۲) (ج ۳، ص ۷۷) مرقة الوصول حاشیہ نوادر الاصول، ص ۱۳۱، تفسیر آلوی (ج ۲۸، ص ۳۶)
- ۳۔ تفسیر ابن کثیر (ج ۳، ص ۳۲۰) تفسیر کبیر (ج ۲۹، ص ۲۷۶)

”یہ لوگ بڑی ناپسندیدہ بات کہہ رہے ہیں۔“ (۱) (وَيَقُولُونَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ وَيَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَلْبَتُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ) ”اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ یہ سب اللہ کی طرف سے ہے حالانکہ اللہ کی طرف سے ہرگز نہیں ہے یہ خدا کے خلاف جھوٹ بولتے ہیں حالانکہ سب جانتے ہیں۔“ (۲)

یادو گوئی کا مقصد:

یہ سفید جھوٹ اور جلاسازی کا انبار اور ابو بکر کے والدین کو مسلمان ثابت کرنے میں ایڈی چوٹی کا زور لگانے کی غرض محسن یہ ہے کہ رسول خدا اور حضرت علیؑ کے والدین کو کافر ثابت کیا جائے کیونکہ وہ ان دونوں حضرات میں تو کسی فتنہ کا نقش نکالنے میں ناکام رہے اس لئے بیٹوں کا غصہ والدین پر اتنا را۔ چنانچہ حافظ عاصی زین اللہی میں کہتے ہیں کہ رسول خدا اور حضرت علیؑ کی مثالیت اس لحاظ سے بھی ہے کہ دونوں کے والدین کافر تھے اگرچہ خدا نے رسول خدا کو تمام نعمتوں سے سرفراز فرمایا لیکن ان کی تقدیر میں نہ تھا کہ آپ کے والدین مسلمان ہوں چنانچہ تمام مسلمانوں کا عقیدہ یہی ہے صرف کچھ ناقابل توجہ مسلمان اس عقیدت سے محرف ہیں۔

(چخوب: اس گستاخ نے بھمل عقیدے کو تمام مسلمانوں کے سر تھوپ دیا حالانکہ اکثر محققین المسئیت کے علاوہ شیعہ اور زیدی فرقے کے افراد کا یہ عقیدہ ہے کہ رسول خدا کے والدین مسلمان تھے۔ مولف) اسی طرح حضرت علیؑ مرتضیؑ کو بھی اگرچہ خدا نے تمام نعمتوں سے بہرہ مند کیا لیکن ان کی تقدیر میں یہ نہ تھا کہ آپ کے والدین مسلمان ہوں۔

ان کی یہ گہار مسلسل ہوتی رہی ہے اور اسی طرح وہ اپنے عناوی کی بھڑاس نکالتے رہے ہیں حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ بقول بن ابی الحدید (۳) اگر ابو طالبؑ اور ان کے فرزندوں نے تو سختم ہوتا

۱۔ مبارکہ ۷۸۔ آل عمران

۲۔ شرح نجی البلاغ فوج ۲، ج ۱۳، ص ۳۱۷ (ج ۱۳، ص ۸۲۳ کتاب ۹)

اور نہ ہی تناور ہوتا۔ ابو طالب نے کمہ میں حمایت کی اور علی نے مدینہ میں اپنی سوجھ بوجھ کے ساتھ جان لواہی، ابو طالب نے جس سر پرستی کا بیڑا انھیا تھا علی نے اسے مکمل کیا، ایسے فدا کار اسلام کے متعلق یادہ گوئی سے کیا نقصان ہو سکتا ہے۔

کسی شخص کے قیدے کو چار طرح ہی سے معلوم کیا جاسکتا ہے:

۱۔ اس کی گفتار سے نتیجہ کالا جائے۔

۲۔ افعال و کردار کا تجزیہ کیا جائے۔

۳۔ اس کے خاندان والوں نے جو کچھ اس کے متعلق کہا ہے کیوں کہ گروہ اے گھر کی باتوں سے زیادہ آگاہ ہوتے ہیں۔

۴۔ وابستہ افراد نے جو کچھ اس کے متعلق کہا ہے ان باتوں سے نتیجہ کالا جائے۔

حضرت ابو طالب کی گفتار:

آپ کے شعری نگارشات تاریخ وحدیث کی کتابوں میں بھرے پڑے ہیں۔ ان میں سے چند کو پیش کیا جاتا ہے:

متدرک حاکم (۱) میں ہے کہ ابو طالب نے نجاشی سے خطاب کرتے ہوئے چند اشعار کہے ہیں

جن میں مہاجرین جبکہ ساتھیک سلوک کی گزارش کی گئی ہے:

لعلم خمار الناس ان محمدا وزیر لموسى والمسیح ابن مریم
”شائستہ کرداروں کو معلوم ہونا چاہئے کہ محمد، موسیٰ و سعیج کی وزارت سے سرفراز ہیں۔ ان دونوں پیغمبروں کی طرح محمد بھی ہمارے لیے دین لائے۔ یہ فرمان خداوندی کی طرف رہنمائی کرتے ہیں اور برائیوں سے باز رکھتے ہیں، تم خود اپنی کتابوں میں پڑھتے ہو کہ ان کی باتیں ذرست ہیں اور یادہ گوئی پر مبنی نہیں ہیں۔ ہمارا گروہ اس نے تمہارے پاس گما ہے کہ تم جو اس مردار اور شریف ہو۔“

اس کے مزید سولہ اشعار بھی ہیں:

۱۔ المسدرک علی الحسینی ج ۲، ج ۲۲۲ (ج ۲، ج ۲۸۰ حدیث ۲۲۲)

فَبَلَغَ عَنِ الشُّحْنَاءِ النَّاءُ غَالِبٌ لَوْيَا وَتِيمًا عِنْدَ هَنْرِ الْكَرَانِمِ

”بنی غالب کی شاخ لوی و تیم کے مہل لوگوں کو حمایت محارم کے موقع پر ان کی بھڑکائی ہوئی دشمنی یاد دلا دو کیونکہ ہم اس وقت بھی خدائی تکوار اور سرتاپ اشرافت ہوتے ہیں، جب قوم کی آواز بادلوں کی جھوٹی گرج کی طرح بلند ہوتی ہے۔ کیا تمہیں نہیں معلوم کر قطع رحم گناہ اور بلا کا سبب اور حماقت ہے اور یہ کہ کل قیامت میں تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ ہدایت کیا ہے، دنیا کی نعمت دائی نہیں ہے۔ پس ہرگز تمہاری عقلیں محمد کے بارے میں زائل نہ ہوں، خبردار! کیونکہ گمراہوں کا ساتھ نہ دو۔ یہ تمنا کہم انھیں قتل کر سکو گے خواب سے زیادہ وقت نہیں رکھتی، خدا کی قسم اتم محمد کو اس وقت تک قتل نہ کر سکو گے جب تک بہت سے سروں اور گردنوں کو کلتے نہ دیکھ لے۔ اور جب تک اپنے قبیلے کے لوگوں کو قتل ہوتا اور لاشوں پر گدھ منڈلاتے نہ دیکھ لے۔ ایک جنگ کے بعد دوسرا جنگ ہوتی ہوگی اور تم شدت قتل سے گمراہ کر شدہ داری کا واسطہ دینے لگو گے جب کہ تکوار کی ضریب رشتہ داریاں کاٹ چکی ہوں گی۔

محمد ساری قوم میں برتر ہیں، دشمنوں کے سامنے سر جھکانے والے نہیں، آل ہاشم کی دونوں شاخوں میں محفوظ ہیں امین ہیں، محظوظ خلق ہیں۔ اور ختم نبوت کی پروردگار کی طرف سے ان پر ہمہ گلی ہے، لوگ ان میں بہان خدا کا مشاہدہ کرتے ہیں، بھلاکی کی قوم میں جاہل عالم کے برابر کیسے ہو سکتا ہے، یہ ایسے نی ہیں جن کے پاس ان کے رب کی طرف سے وحی آتی ہے۔ جو اس بات کا قائل ہوا سے ندامت نہ ہوگی ایک ہاشمی فون ان کے گرد طواف کرتی رہتی ہے اور اپنے حلقة میں لئے رہتی ہے اور دشمنوں کو ان سے دور کرتی رہتی ہے۔“ (۱)

آپ کے یہ اشعار بھی ایک واقعہ کے ماتحت مذکور ہیں:

الا ابلغا عنى على ذات بيتها لويها و خصا من لوي بنى كعب

”اے میرے ساتھیوں! لوی اور خاص طور سے کعب کی اولاد کو میرا یہ پیغام پہنچا دو حالانکہ جمارے اور ان کے درمیان رنجش پیدا ہو چکی ہے۔

کیا تمہیں اب بھی یقین نہیں آتا کہ ہم نے محمد کو دیساں نبی پایا ہے جیسے موی استھے اور یہ کہ ان کا تذکرہ قدیم کتابوں میں موجود ہے اور یہ کہ خدا نے صرف محمد پر اپنی محبت نازل کی لہذا اس سے بہتر کون ہو سکتا ہے ہے وہ اپنی محبت سے مخصوص کرے تم نے جو عہد نامہ لکھ کر رانا نگاہ ہے تمہارے لئے منحوس ہے۔ وہ باعث ہلاکت ہو گا جس طرح ناقہ صالح قوم خود کے لئے باعث ہلاکت تھی اس لئے ہوش میں آؤ سنجھل جاؤ قبل اس کے کہیریں تیار ہوں اور عمومی عذاب کی زد میں گھنہگار کے ساتھ بے گناہ بھی آجائیں، چغل خوری کی باتوں میں آ کر ہم سے تعلقات نہ بگاڑو اور اسکی جنگ کو دعوت نہ دو جو طویل ہو کیونکہ دعوت جنگ دینے والے کیلئے جنگ تلنگ بن جاتی ہے کیونکہ رب کعبہ کی قسم! ہم محمد کو ختنیوں سے نجٹ آ کر چھوڑیں گے نہیں، جب تک ہماری گرد نیں اور ہاتھ نہ کٹ جائیں، میدان میں لاشیں بکھری ہوں اور لاشوں پر گدھ مٹڈا رہے ہوں۔ اگر جنگ چھڑی تو گھوڑوں کی بھاگ دوڑ اور سور ماڈل کی آواز سے قیامت خیز منظر ہو گا۔

کیا ہمارے جدہا شم جنگ پر تیار نہیں تھے اور کیا، انہوں نے بیٹوں کو جنگ کی وصیت نہیں کی تھی؟ ہم تو جنگ سے نجٹ نہیں آتے جب تک کہ خود جنگ ہم سے نجٹ نہ آجائے۔ لیکن ہم صاحب عقل و غیرت ہیں، مصائب میں جب بہادروں کے پتے پانی ہوں ہماری عقلمنی بھٹکائے رہتی ہیں۔ (۱)

ابوطالب کے یہ سول اشعار بھی ہیں:

الا مَا لَهُمْ أَخْرَى اللِّيلِ مَعْتَمٍ طَوَانِي وَالخَّرَى النَّجْمَ لِمَا تَفْحَمٌ

”افسوں! کچھ پر آخر شب سیک غنوں کے بیسرے رہے جبکہ تمام آنکھیں سوچکی تھیں۔

یغم بے عقل لوگوں کی وجہ سے ہے جو محمد پر ظلم کا ارادہ رکھتے ہیں۔ قریش ہماری دشمنی اور حماقت میں ایسی راہ پر چل پڑے ہیں جو سراسر دھوکہ ہے، وہ اپنی امیدوں کو پانہ سکیں گے حالانکہ انہوں نے بد و عربوں اور حاجیوں سے مد بھی مانگی ہے، ان کی امیدوں میں ہمارے نیزے رکاوٹ ہیں، انھیں امید

۱۔ سیرہ ابن ہشام ج ۱، ص ۳۲۲ (۲۲۷-۲۲۹) شرح ابن القیم ج ۲، ص ۲۷۲ کتاب، وبلغ

الارب ج ۱، ص ۲۲۵، تجزیہ الارب ج ۱، ص ۲۶۱ (۲۲۰) الروض الانف، ج ۱، ص ۲۲۰ (۲۸۳) البدایۃ الخمایۃ

ج ۲، ص ۲۷۸ (۲۳)، ص ۱۰۸) اتنی الطالب، ص ۶، ۳۱، ۲۷، طبلۃ الطالب، ص ۱۰

ہے کہ تم بغیر نیزے بازوں کے محمد کو ان کے حوالے کر دیں گے لیکن خانہ کعبہ کی قسم اتم نے جھوٹی توقع باندھ رکھی ہے جب تک تم کھو پڑیوں کو گرم پانی اور زمزم میں بسیا ہواند کیجو لو۔ اور اسکی حوصلہ جنگ نہ ہوئے جس میں رشتنے کث جائیں ہیوی اپنے شوہر کو نہ بھول جائے اور اس کے ایک محروم کے بعد دوسراے محروم پر حملہ ہوتا رہے۔ اور جب تک تم سے مقابلہ کے لئے ایک جماعت ہتھیار لیکر تمہاری طرف نہ بڑھ پکے اور لوگ ہر جرم سے اپنی عزت کا دفاع نہ کر لیں یہ جماعت شیر بسر میں جب غصے میں چھپتی ہے تو کسی سے نہیں ڈرتی۔ تو اے نی تھر اہوش میں آؤ۔ ابھی فوحہ کرنے والی عورتیں ما تم کرنے کھڑی نہیں ہوئی ہیں۔“ (۱)

۱۔ ابوطالب حضرت رسول خدا سے خطاب ہیں:

وَاللَّهُ لَنْ يَصْلُوَا إِلَيْكَ بِجَمِيعِهِمْ حَتَّىٰ أَوْهَدْ فِي التَّرَابِ وَفِي
”خدا کی قسم! یہ قریب میں اپنی تمام جمیعت کے ساتھ بھی آپ کے قریب پہنچ نہیں سکتے جب تک کہ میں مٹی میں دفن نہ کر دیا جاؤں۔ اس لئے تم بے خوف ہو کر علانيةً تبلیغ کرو تم پر کوئی پابندی نہیں، اس بات سے خوش ہو جاؤ اور اپنی آنکھیں ٹھنڈی کرو۔ تم نے مجھ کو دعوت دی ہے اور میں جانتا ہوں کہ تم میرے خلص ہمدرد ہو، تمہاری دعوت امین کی دعوت ہے اور یہ بھی مجھے یقینی طور پر معلوم ہے کہ دین محمد کا نات کا سب سے بہتر دین ہے۔“

غلبی کی روایت ہے کہ ان اشعار ابوطالب کی جدت پر سب کا اتفاق ہے۔ این عباس، قسم بن محضہ بن دینار بھی نے ان اشعار کی روایت کی ہے۔ (۲)

قرطی و ابن کثیر نے اس شعر کا بھی اضافہ کیا ہے:

۱۔ دیوان ابوطالب، ص ۲۹ (ص ۸۳-۸۲) شرح ابن الجید، ح ۳، ص ۳۱۲ (ح ۱۲، ص ۱) کتاب ۹،

۲۔ خزانۃ الادب بغدادی ح ۱، ص ۲۶۱ (ح ۲، ص ۶۷) البدریۃ والتحلیۃ ح ۳، ص ۳۲ (ح ۳، ص ۵۶) شرح ابن الجید،

۳۔ ص ۳۰۶ (ح ۱۳، ص ۵۵) کتاب ۹، تاریخ ابوالقدام ح ۱، ص ۱۲۰، فتح الباری، ح ۷، ص ۴۵۳ (ح ۱۵۵، ص ۱۹۶، ۱۹۷) الاصابة، ۲، ص ۱۱۶، المواهب اللدنیۃ ح ۱، ص ۶۱، (ح ۱، ص ۲۲۲) المسیرۃ الحلبیۃ ح ۱، ص ۳۰۵، (ح ۱، ص ۲۸۷) دیوان ابوطالب، ص ۱۱ (ص ۳۱) طبیۃ الطالب، ص ۵، بلوغ الادب، ح ۱، ص ۳۲۵، المسیرۃ الحلبیۃ دیوان طبیوع رحائیہ بیره حلیۃ ح ۱،

ص ۹۱، ۹۲ (ح ۱، ص ۲۵) انسی الطالب، ۶ (۱۰)

لولا الملامة او حذاری سبہ لوجد تنی سمحا بداک مبینا
 ”اگر خوف ملامت یا گالیوں سے بچنے کا خیال نہ ہوتا تو تم مجھے اعلانیہ طور پر اس دین کا اعلان
 کرنے والا پاتے۔“

ذینی بطلان کی اسی الطالب (۱) میں ہے کہ یہ شعر الحاقی ہے اور اگر مان بھی لیا جائے تو زیادہ سے زیادہ یہ بات معین ہوتی ہے کہ انھیں گالیوں کا اندر یہ شے تھا، اس لئے رسول خدا کی نصرت اعلانیہ نہیں کر رہے تھے لیکن وہ تو باقاعدہ دین کی نصرت کر رہے ہیں اور اسلام کو خیر ادیان کہہ رہے ہیں۔

قریش نے جب عثمان بن مظعون پر ظلم و تم کیا تو یہ سات شعر کہے:

امن تذکر دهر غیر مامون اصبحت مکتبنا تبکی کمحزون
 ”اے دل! کیا زمانہ کی بے اعتباری کو یاد کر کے رو رہا ہے یا تیراغم ان بے وقوف کی ذلیل حرکت
 ہے جو مسلمانوں پر ظلم کر رہے ہیں۔ قریش والو! خدا تمہاری جماعت کو ذلیل کرے، کیا تم نہیں دیکھتے کہ
 ہم عثمان کے لئے رنجیدہ ہیں، اب اگر تم نے پھر ہمارے مظلوموں پر ظلم کیا تو ہم تیر و توار سے ان کی مدد
 کریں گے، تین پھل والے نیزوں سے حملہ کریں گے جو پاگلوں کے دماغ سے بد دماغی نکال دے۔
 یہاں تک کہ بے عقل لوگ سختی کے بعد زی کا برناڑ کرنے لگیں یا پھر تم اس کتاب پر ایمان لے آؤ گے جو
 خدا کی طرف سے بے مثل ہے اور موی دیویں جیسے بے نبی پر نازل کی گئی ہے۔“ (۲)

پکھہ اشعار میں رسول اعظم کی درج کی ہے اور اس کی تضمین حسان بن ثابت نے کی ہے یا تو وہ وہاں ہے:

لقد اکرم اللہ النبی محمدًا فاکرم خلق اللہ فی الناس احمد

و شق لہ من اسمہ لیجلة فندو العرش محمود و هلا محمد (۳)

۱۔ اسی الطالب، ج ۱، ص ۱۰ (مس ۲۵)

۲۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۳۱۳ (ج ۱۲، ص ۷۲ کتاب ۹)

۳۔ التاریخ الصغری (ج ۱، ص ۲۸) و لائل الدین (ج ۱، ص ۶) (ج ۱، ص ۳۳ محدث ۲) تاریخ ابن عساکر (ج ۱، ص ۲۷۵) (ج ۲، ص ۳)

(۲۲-۲۳) شرح نجع البلاعۃ (ج ۲، ص ۲۱۵) (ج ۱، ص ۲۸، کتاب ۹)، البدریۃ و البحدیۃ (ج ۱، ص ۲۲۵) (ج ۲، ص ۲۲۲)

الاصابۃ (ج ۲، ص ۱۱۵)، المواہب الالهیۃ (ج ۱، ص ۵۱۸) (ج ۲، ص ۲۵) تاریخ انطیوس، ج ۱، ص ۲۵۳، شرح ابن ابی الحدید (ج ۳)

ص ۳۱۵ (ج ۲، ص ۷۲ کتاب ۹)

شرح ابن الہمید کے مطابق ابوطالب کے یہ اشعار بہتر مشہور ہیں:

انت النبی محمد قدم افسوس سود

”اے محمد! آپ رسول ہیں۔ عظیم سردار اور مبارک چہرے والے ہیں۔ نہایت محزز سردار کے بیٹے خود بھی پاکیزہ اور جائے والا دن بھی پاکیزہ ہے۔ عمر و جیسے فیاض آپ کے مورث اعلیٰ ہیں جب سارے مکہ میں قحط تھا تو انہوں نے شوربہ میں روٹی بھجوکر لوگوں کو کھلائی۔ ان کے بعد یہ طریقہ صفت حنہ بنکر رانج ہو گیا۔ اور پیالوں میں سالن اور روٹیاں توڑ کر کھلائی جاتی ہیں۔ ہمارے ہی خاندان کے ذمہ حاجیوں کی ستائیت ہے جبکہ ہم ڈولوں سے دریا بھاہ دیتے ہیں۔ مقام مازماں، اس کی پہاڑیوں اور مسجد کی بھی تولیت ہماری ہی ہے، پھر اے محمد! تم پر ظلم کیسے ہو سکتا ہے جبکہ میرے جیسا بھارا بھی زندہ ہے، کے کی وادیوں میں سیاہ خون بھاہ دوں گا، تمہارے ابن عم مشتعل شیروں کی طرح موجود ہیں۔ میں نے تو تمہیں ہمیشہ چاپایا اور تم بچپن سے راست گفتار ہو۔“

ایک بار ابو جہل سجدے کی حالت میں رسول کے پاس آیا۔ اس کے ہاتھ میں پتھر تھا وہ رسول پر چلانا چاہتا تھا لیکن جیسے عی ہاتھ اٹھایا وہ پتھر اس سے چپک گیا اور وہ چلانہ کا اس موقع پر ابو طالب نے گیارہ شعر کہے:

”اے عین غالب! ہوش میں آؤ اور گمراہی سے باز رہو ورنہ مجھے ڈر ہے کہ تمہارے گھروں ہی میں ہلاکتیں نہ نازل ہوں۔ وہ ہلاکتیں خداۓ مشرق و مغرب کی طرح دوسروں کے لئے عبرت ہوں گی، جس طرح تم سے پہلے عاد و نمود پر عذاب آیا، جب سویرے ہی ناق بیاناتھا اور ان پر آندھی ٹوٹ پڑی۔ ایک ازرق کی وجہ سے سب پر غصب خدا نازل ہوا، جب اس نے ناق کی کوچیں کاٹ دیں اور اس سے بھی زیادہ تجب کا واقعہ ابو جہل کا ہے جب اس کا ہاتھ چپک گیا، جب وہ ایک صابر و شاکر و صادق کو مارنے کیلئے بڑھا تھا تو خدا نے اس کی ناک رگڑ کر اس کے پتھر کو اس کے ہاتھ سے چپکا دیا، وہ تمہارے ہی گمراہوں کے بہکاؤے میں آگیا تھا جو کچھ اس نے کہا تھا وہ حق نہ ہو سکا۔“ (۱)

۱۔ دیوان ابو طالب، ص ۳۲ (ص ۳۲) شرح ابن الہمید، ج ۲، ص ۳۱۳ (ج ۱۲، ص ۲۷ کتاب ۹)

ابن ابی الحدید (۱) کے مطابق مامون رشید کا دعوی تھا کہ ایمان ابوطالب علیہ السلام کے ثبوت میں ان کے یہ چار اشعار پیش کئے جاسکتے ہیں۔ جو کچھ اضافی اشعار کے ساتھ دیوان ابوطالب (ع) میں موجود ہیں:

نصرت الرسول رسول الملیک بیض تلا لا کلمع البروق (۲)

"میں نے مالک حقیقی کے رسول کی مدد و رخشاں تکواروں سے کی ہے۔ میں دشمنوں سے منشیے کیلئے اس طرح نہیں چلا جیسے نرینہ اونٹ کے خوف سے نوجوان اونٹیاں چلتی ہیں۔ بلکہ میں تو کھلم کھلایوں گرتا ہوں جیسے مجاہزی میں شیر گرتا ہے۔"

جب قریش نے عمر و عاص کے ساتھ تختے دیکر نجاشی کو ورنگانا چاہا تو حضرت ابوطالب نے یہ چار اشعار لکھ کر بھیجے (۳) تاکہ وہ مہاجرین جب خصوصاً جعفر کا اکرام کرے:

الا لیت شعری کیف فی الناس جعفر و عمرو و اعداء النبی الاقارب

"کاش! مجھے معلوم ہوتا کہ حالت غربت میں میرے بیٹے جعفر کا کیا حال ہے اور عمر و عاص اور دوسراے اعداء دین نے کیا کہا؟

مجھے معلوم نہیں کہ نجاشی نے جعفر کے ساتھ اچھا سلوک کیا یا عمر و عاص نے اسے بہکا دیا، اسے بادشاہ! تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ تو صاحب مجد و کرم ہے اس لئے پناہ لینے والوں کو کوئی تکلیف نہیں ہوئی چاہئے، ہم جانتے ہیں کہ خدا نے تجھے بہترین وسائل حیات سے نوازا ہے۔" (۴)

شرح ابن ابی الحدید (۵) میں ہے کہ یہ اشعار بھی ابوطالب کے ہیں جن کے ذریعہ رسول خدا کو

اعلانیہ دعوت کا مشورہ دیا ہے:

۱۔ شرح فتح البلاغہ ج ۳، ص ۳۱۲ (ج ۱۲، ص ۷۷، کتاب ۹)

۲۔ دیوان ابوطالب، ص ۲۲۳ (ص ۷۰)

۳۔ دیوان ابوطالب (ص ۱۰۹)

۴۔ البدریہ والنحلیہ ج ۲، ص ۷۷ (ج ۲، ص ۹۷) شرح ابن ابی الحدید ج ۳ (ج ۱۲، ص ۷۷ کتاب ۹)

۵۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۲، ص ۲۱۵ (ج ۱۲، ص ۷۷ کتاب ۹)

لا يمنعك من حق تقوم به ايد تصول ولا سلق باصوات

”اے مجدد اور حق جسے تم لیکر آٹھے ہوا سکے اعلان سے نہ حملہ کرنے والوں کے ہاتھ رک سکیں گے نہ زبان سے ایذا پہنچانے والوں کی زبانیں تھیں منع کر سکیں گی، کیونکہ اگر کبھی تم ان دشمنوں کے ساتھ کسی کشکش میں جلتا ہوئے تو تمہارا ہاتھ درحقیقت میرا ہاتھ ہو گا، تمہاری جان کے ساتھ میری جان ہو گی (یعنی میں تم پر فدا ہو جاؤں گا)۔“

ابن بشام (۱) کا بیان ہے کہ حضرت ابوطالبؓ نے خطرہ محسوس کیا کہ کہیں باہر سے آنے والے جاہل عرب مشرکین کے بہکاوے میں آکر ان سے مل کر رسول خدا اور بنی ہاشم پر حملہ آور نہ ہو جائیں۔ اس نے ایک قصیدہ میں آپؐ کے حرمت مکہ کی پناہ اور اشرف قوم کے دور کا تذکرہ کیا ہے، آپؐ نے یہ بھی صاف صاف اعلان کر دیا کہ کسی حال میں بھی محمدؐ کو تمہارے حوالے نہ کریں گے چاہے ہلاک ہی کیوں نہ ہو جائیں۔

خلیلی ماذنی لا ول عاذل بصفواد فی حق و لا عند باطل

”اے میرے دواؤں دوست۔ یہ اوپین سرزنش نہیں ہے کہ جھوٹ یا حق میرے کان ہی پڑی ہے جب میں نے دیکھ لیا کہ ہماری قوم میں ذرا بھی محبت نہیں رہ گئی ہے اور انہوں نے سارے رشتے ناطے نوڑ لئے ہیں اور ہمارے خلاف دشمنی واپس ارسائی کا اعلان کر دیا نیز ہمارے اس دشمن کی بات ماننے لگے جو ہمیں ایک دوسرے سے جدا کر دیتا چاہتا ہے اور وہ ایسوں کے خلیفہ بن گئے جو ہماری دشمنی میں اپنے ہی دانتوں سے اپنی انگلیاں چبار ہے ہیں تو میں نے اپنے عظیم بزرگوں کی میراث میں ملی تیز دھار کے تلوار اور پچ دار نیزوں کو تیار کر لیا۔ تمام لوگوں کے پروردگار کی پناہ! ہر اس شخص سے جو ہمیں فحش دیتا اور باطل پر اقرار کرنے والا اور ہماری عیب جوئی میں دوڑ دھوپ کرتا اور دین میں ان باتوں کو شامل کرنا چاہتا ہے جسے ہم نہیں جانتے قسم ہے غارثو رکہ شبیر اور غار حرام میں جانے کیلئے چڑھنے اتنے والوں کی، اللہ کے گھر کی جو بلن مکہ میں واقع ہے! حرمت مجر اسود کی! جسے طواف کے وقت لوگ چوتے ہیں، مقام

ابراہیم کے حرمت کی! جہاں ابراہیم برہنہ پاکھڑے ہوئے تھے۔

اور خانہ کعبہ کی قسم! تم غلط سمجھے کہ محمد کو ہم سے چھینا جاسکتا ہے۔ یہ اس وقت ممکن ہے جب ہم محمد کے سامنے تیر و نیزہ چلاتے چلاتے ختم ہو جائیں۔ ہم بھی محمد کو تمہارے حوالے نہیں کر سکتے ایسا اسی وقت ہو سکتا ہے جب ہم جنگ کر کے اتنے بدحال ہو جائیں کہ بیٹوں اور بیویوں کو بھول جائیں۔ جب تک ہمارا خاندان جسموں پر تھا رہجا کرتم پر حملہ آور ہو۔ ہمارے دشمن نیز و کھلکھل کھڑا ہے، ہوں اور منہ کے مل گر رہے ہوں، ہم تو بخدا الیاد کیوں رہتے ہیں کہ ہماری تواریں بڑے بڑے سرداروں کو اپنی لپیٹ میں لے رہی ہیں۔ ہماری تواریں عقابی جوانوں کے ہاتھ میں ہو گئی جو معتمد سردار، حقیقت کے حامی اور بہادر ہوں گے۔ یہ جنگ مہینوں اور سالہا سال تک جاری رہے گی۔

تم پر افسوس! ایسے سردار کو کیسے چھوڑا جاسکتا ہے جو معاہدوں کا پابند ہے اور بندزبان اور مفت خور نہیں ہے۔

اور ایسا روش چیزہ سردار ہے جس کے روئے مبارک کا واسطہ دیکھ بارش کی دعاء کی جاتی ہے، وہ تیہیوں کا سر پرست اور بیواؤں کا جائے پناہ ہے۔ خانوادہ ہاشمی کے نادار مفلس ان کے دامن فیض میں پناہ لیتے ہیں اور بہرہ یاب ہوتے ہیں۔

اے مطعم بن عدی! اب قریش نے مجھے ایسی راہ پر ڈال دیا ہے کہ اگر میں مارا گیا تو تو بھی نہ بچے گا، خدا کی بے لوث ترازو میں فیصلہ ہو گا۔ خدا تو دیکھنے والا ہے اس میں کوئی رکاوٹ نہیں۔ بے شک ان لوگوں کی عقلیں ماری گئی ہیں جنہوں نے ہمیں چھوڑ کر نبی حلف اور غیاث (نبی ہم) کو اختیار کر لیا ہے۔ حالانکہ تمام قدیم ماذک کی رو سے ہم آل قصی کی اصل ہیں۔ نبی ہم اور نبی مخزوم ہمارے خلاف ہو گئے ہیں، انہوں نے ہمارے خلاف مفلس اور گنمام ڈھنیوں تک کوہرہ کا دیا ہے۔ اے عبد مناف! تم تو سارے قبلیے میں بہتر ہو لہذا اپنے معاملات میں بن بلائے مہمانوں کو شریک نہ کرو۔ اپنی چان کی قسم احمد اور ان کے بھائیوں کی محبت میرے دل میں شدید عشق کے بطور ڈال دی گئی ہے، خدا کرے وہ دنیا والوں کے لئے مجال بن کر رہیں اور ہمیشہ عظیم امور کے مالک رہیں۔

سیرہ ابنہ شام (۱) میں یہ قصیدہ ۹۳ شعروں پر مشتمل ہے وہ کہتے ہیں کہ مجھے یقین ہے کہ یہ اشعار ابوطالب ہی کے ہیں۔ ابن کثیر (۲) نے ۹۲ راشعار نقل کئے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ یہ قصیدہ ابوطالب ہی کہہ سکتے ہیں، بہت نفیس اور عظیم دلیخ ہے، یہ سچی معلومات سے بھی بڑھ کر ہے۔ پورا قصیدہ انہوں نے اپنی کتاب المغازی میں نقل کیا ہے۔

ابوہغان (۳) عجیبی حسنہ ارا شعار نقل کئے ہیں، ابن ابی الحدید (۴) لکھتے ہیں کہ یہ اشعار حد تواتر تک یہو نجی ہوئے ہیں کہ ابوطالب کے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ رسول خدا کی دعوت کو مانتے تھے۔

قططانی نے ارشاد الساری (۵) میں نقل کیا ہے کہ اس قصیدہ میں ۱۰۰ ارا شعار ہیں۔ مواہب الدینیہ (۶) میں ۸۰ شعروں کی نشاندہی کی گئی ہے۔ ابن اتنین کہتے ہیں کہ یہ اشعار اس بات کا ثبوت ہیں کہ بحیرہ اور غیرہ کی تاکید سے قبل ہی ابوطالب نے رسول خدا کی معرفت حاصل کر لی تھی۔ عینی عدمة القاری میں ۱۰۰ ارا شعروں کی نشاندہی کرتے ہیں۔ ان کے علاوہ یہ قصیدہ جن کتابوں میں ہے ان کے نام ہیں:

بلوغ الارب آلوی؛ (۷) خزلۃ الادب؛ (۸) لب لباب؛ (۹) لسان العرب، سیرۃ دینی۔ (۱۰)

۱۔ سیرہ ابنہ شام ج ۱، ص ۲۹۸-۲۹۶ (ج ۱، ص ۲۹۹-۲۹۱)

۲۔ البدایۃ والتحمیۃ ج ۳، ص ۵۷-۵۲ (ج ۲، ص ۲۷-۲۰)

۳۔ دیوان ابوطالب، ص ۲۱-۲۱ (۲۱-۲۱)

۴۔ شرح فی الجلائق، ج ۲، ص ۲۱۵ (ج ۱۲، ص ۲۷، کتاب ۹)

۵۔ ارشاد الساری ج ۲، ص ۲۲۷ (ج ۳، ص ۲۶)

۶۔ مواہب الدینیہ، ج ۱، ص ۳۸ (ج ۱، ص ۱۸۵)

۷۔ عدمة القاری ج ۳، ص ۳۲۳ (ج ۷، ص ۳)

۸۔ بلوغ الارب ج ۱، ص ۲۲۷ (ج ۲۳۶، ص ۲۳۶)

۹۔ خزلۃ الادب ج ۱، ص ۲۵۲-۲۵۲ (ج ۲۵۲، ص ۵۹)

۱۰۔ السیرۃ النبویہ وحلان مطبوع برحاشیہ سیرہ حلیمیہ ج ۱، ص ۸۸ (ج ۱، ص ۲۲)

دھلان نے لکھا ہے کہ عبد الواحد سفا قسی شرح بخاری میں لکھتے ہیں کہ یہ اشعار ابو طالب دلیل ہیں
کہ بھیرا سے قبل ہی رسول خدا کی معرفت حاصل کر چکے تھے۔
علامہ امینی فرماتے ہیں کہ اگر ان اشعار کو ابو طالب کے مسلمان ہونے کے ثبوت میں نہ مانا جائے تو
میں نہیں جانتا کہ ثبوت میں اور کیا کہنا چاہئے۔

پہ ابو طالب کے نفوں کا خضراء نقشب تھا جو ان کے مومن خاص ہونے کا ثبوت ہے۔
ابن شہر آشوب لکھتے ہیں کہ ابو طالب کے لگ بھگ تین ہزار اشعار ہیں جن سے ان کے مومن
ہونے کا ثبوت فراہم ہوتا ہے آخر میں چار اشعار بھی نقل کئے ہیں۔ (۱)

۲۔ کروار صالح اور قول مخلوق:

اس کے ساتھ ابو طالب کا پاکیزہ کردار اور نفیس جدوجہد بھی دیکھنے کو ملتی ہے کہ جس کے ذریعہ
انھوں نے رسول خدا کی پاسداری و تحفظ اور لوگوں کو توحید پرستی کی دعوت دینے کا کوئی دیقہ ابتدائے
بعثت سے آخر دم تک اٹھانہیں رکھا۔ اس پاکیزہ کردار کے ساتھ ان کی گفتگو بھی تاریخ میں ثبت ہیں جن
سے ان کے صحیح اسلام و ایمان کا پتہ چلتا ہے، اس سلسلے میں خود الحمد لله کی کتابوں سے حوالے پیش کئے
جاتے ہیں:

۱۔ ابن اسحاق کا بیان ہے کہ جب ابو طالب نے تجارت کی غرض سے شام جانے کی تیاری کی تو
رخصت کے وقت بھیرا نے ابو طالب کی مہارنا قہ تھام کر ساتھ جانے پر اصرار کیا تھا جان! نہ میرے باپ
ہیں نہ ماں، مجھے کس کے حوالے کئے جا رہے ہیں؟ ابو طالب کا دل بھرا آیا اور اپنے ساتھ لیکر روانہ ہوئے
جب یہ قافلہ شام میں مقام بھری پر فردوس ہوا تو وہاں کے راہب بھیرا نے آنحضرت میں علامت نبوت
مشاهدہ کر کے آپ سے ملنے کی غرض سے قافلہ کی دعوت کی قریش نے اس سے کہا کہ اس سے پہلے تو آپ
ہماری طرف توجہ نہیں کرتے تھے پہلے تو رسول خدا کو کسی کی وجہ سے نہیں لے جایا گیا لیکن بھیرا کے اصرار
پر آپ بھی وہاں لے جائے گئے آپ نے سر پر ایک لکھا ابر ابر سایہ گلشن تھا بھیرا نے آپ سے بہت سی

باتیں دریافت کیں۔ آپ کے شانے پر مہربوت کو بھی دیکھا۔ حضرت ابو طالب سے بھی کچھ باتیں پوچھیں اور کہا: آپ کا بھتija بڑی شان والا ہے آپ اس کی خفاۃت کیجئے۔

۱۔ ابو طالب نے اس بارے میں یہ اشعار کہے:

ان ابن آمنة النبی معمدا عندي يفوق منازل الاولاد
 ”بلاشہ آمنہ کے لال محمد جو ایک پیغمبر ہیں، میرے نزدیک الاولاد سے زیادہ عزیز ہیں، جب انہوں نے میرے ناقہ کی مہار تھام لی تو مجھے ان پر رحم آگیا حالانکہ بار بار دارا ونٹ سامان لیکر روانہ ہو چکے تھے۔
 میں میرے آنکھوں سے آنسوؤں کے موٹی بہنے لگے۔ میں نے ان کے مغلن قریبی قرابت اور ارادو کی وصیت کو یاد کیا اور ان کے پیچاؤں کے ساتھ جانے کی اجازت دیدی، جو اجلے چہروں والے اور بلند ہست ہیں۔ وہ لوگ طویل سفر پر روانہ ہو گئے، جب مقام بصری میں پہنچے تو انہوں نے ایک خانقاہ کی جالی دار کھڑکی پر ایک راہب کو دیکھا، جس نے قافلے والوں کو محمد کے بارے میں سچی بات بتائی۔ اور اسی راہب نے حد کرنے والے یہودیوں کے گروہ کی تردید کی۔ یہودیوں کے اس گروہ نے محمد کے سر پر بادل کا گلزار اسایہ فلکن دیکھ لیا تھا۔

ان کی بد نیتی کو بھیرا ہی نے روکا۔ وہ یہودی حسد کی وجہ سے محمد کو قتل کرنے پر آمادہ تھے، بھیرا نے بہترین کوشش سے ان کو باز رکھا۔ (۱)

۲۔ ابو طالب نے رسول کا واسطہ و یکبارش کی دعا کی:

تاریخ ابن عساکر (۲) میں جلبہ بن فاطح کا بیان منقول ہے کہ مکہ میں قحط پڑا، قریش نے ابو طالب سے کہا کہ وادیاں سوکھ گئی ہیں، ہم روئیوں کے محتاج ہو گئے ہیں۔ ہمارے ساتھ آئیے تاکہ نماز استقامت پڑھیں۔ ابو طالب اپنے ساتھ ایک پیچے کو لئے ہوئے باہر آئے جو سورج کی طرح درخشان تھا۔ آپ کے گردگی پیچے تھے، ابو طالب نے اس پیچے کو گوڈیں لیکر اس کی پیٹھ کعبہ سے چپاں کر دی پیچے نے آپ کی

۱۔ دیوان ابو طالب، ص ۳۵-۳۳ (۸۹-۹۰) تاریخ ابن عساکر ج ۱، ص ۲۲۲-۲۲۹ (ج ۲، ص ۱۲-۱۳) الارض، الالف ج ۱، ص

۲۔ (ج ۲، ص ۲۲۷) الحسان الحسن الکبری ج ۱، ص ۸۵، ۸۳ (ج ۱، ص ۱۳۳)

۳۔ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۲، ص ۱۷۲-۱۷۱)

انگلی تھام لی اس وقت آسمان پر بادل کا کہنیں پتہ نشان نہ تھا اچانک اس قدر بارش ہوئی کہ تمام جوار اور وادیاں جل تھل ہو گئیں۔ ایسے میں ابوطالب نے یہ اشعار کہے:

وابیض یسفی الغمام بوجهہ ثمال الیتمامی عصمه للا رامل
 یلروذہ الہلاک من آل هاشم فهم عنده فی نعمة و فواضل (۱)
 علامہ شحرستانی (۲) نے اس واقعے کو معرفت ابوطالب کے ذیل میں نقل کیا ہے۔

۳۔ ولادت حضرت علی اور ابوطالب:

جابر بن عبد اللہ انصاری سے مروی ہے کہ میں نے رسول خدا سے واقعہ ولادت امیر المؤمنین دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا تو نے بہترین مولود کے متعلق دریافت کیا ہے جو شبیہ علی تھا، خدا نے علی کو میرے نور سے خلق فرمایا اور مجھے اپنے نور سے اور ہم دونوں ایک نور سے ہیں۔ پھر خدا ہمیں پاکیزہ اصلاح و ارحام میں منتقل فرماتا رہا۔ علی بھی میرے ساتھ پاکیزہ اصلاح و ارحام میں منتقل ہوتے رہے یہاں تک کہ میرا نبی طن آمد میں منتقل ہوا اور علی کا نبی طن فاطمہ بنت اسد میں۔ اور ہمارے زمانہ میں ایک برم بن دعیب نای زاہد عابد شخص تھا اس نے دوسرا سال تک خدا کی عبادت کی تھی اور کبھی خدا سے کوئی حاجت طلب نہیں کی تھی۔ خدا نے اس کے پاس ابوطالب کو بیجتا، جب برم نے ابوطالب کو دیکھا تو تعظیم میں کھڑا ہو گیا اور آپ کے ہاتھ پاؤں چوم کر کہا: آپ کون ہیں؟ جواب دیا: مکہ کا باشندہ ہوں۔ پوچھا: کس قبیلے سے؟ جواب دیا: علیٰ ہاشم سے۔ یعنی کہ اس نے ابوطالب کا سرچوہا اور کہا: خدا نے علیٰ نے مجھے الہام فرمایا ہے کہ آپ کے حلب سے ایک ولی خدا پیدا کرے گا جب ولادت علیٰ کی رات آئی تو زمین جگما اٹھی۔ حضرت ابوطالب گھر سے یہ کہتے ہوئے لٹکے: اے لوگو! آج کعبہ میں ولی اللہ کی ولادت ہوئی ہے۔ جب صحیح ہوئی تو یہ اشعار پڑھتے ہوئے داخل کعبہ ہوئے:

-
- ۱۔ ارشاد اساری (ج ۲، ص ۲۲۷) (ج ۳، ص ۲۲۷)، میں ۲۷ الموارب اللدج اس (ج ۱، ص ۱۸۳) (الخناص الکبری، ص ۸۶-۸۷) (ج ۴، ۲۰۸، ۱۳۶) شرح بھجوں المخالف (ج ۱، ص ۱۱۹)، السیرۃ الاحلیۃ (ج ۱، ص ۱۲۵)، السیرۃ النبویۃ دحلان مطبوع بر حاشیہ سیرۃ حلیہ (ج اس ۸۷) (ج ۱، ص ۱۱۶) طبلۃ الطالب، ص ۳۲۔
 - ۲۔ اسلسل واتخل (ج ۳، ص ۲۲۵) مطبوع بر حاشیہ الفصل (ج ۲، ص ۲۲۹)

بَارِبْ هَذَا الْغَسْقُ الدَّجْنِيَّ وَالْقَمَرُ الْمُنْبَلِجُ الْمُضِيِّ
 بَيْنَ لَنَّا امْرُكَ الْخَفْيَ مَاذَا تَرَى فِي اسْمِ ذَا الصَّبْيِ
 ”اے پروردگار! تاریک رات اور درخشاں چاند ہے اس میں ہمارے لئے اپنا پوشیدہ امر ناظر ہر فرما
 کر اس پنجے کا کیا نام رکھا جائے۔“
 فوراً ہاتھ کی آواز آئی: اے رسول مصطفیٰ کے الہیت تھیں پاکیزہ خصوصیت سے سرفراز کیا گیا ہے
 اس کا نام خداۓ برحق کے نام سے مشتق علیٰ رکھا گیا ہے۔ (۱)

۳۔ ابوطالب اور یتھیر کی ابتدائی دعوت

فتیہ خبلی ابراہیم بن علی بن محمد دینوری نہایت الطالب اور غایت السنول میں (۲) ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خداۓ اپنے بچا عباس سے کہا کہ خداۓ مجھے اعلانیہ دعوت کا حکم دیا ہے کیا آپ مدد کر سکیں گے؟ عباس نے کہا: سچتیہ! قریش کے اکثر لوگ مجھ سے حد کرتے ہیں، اگر آپ کی مدد کی تو مجھے پریشانی ہوگی۔ لوگ میری جڑکاٹ دیں گے آپ اپنے بچا ابوطالب سے کہیے، وہ سب سے بزرگ بھی ہیں اگر انہوں نے آپ کی مدد کی تو آپ کو چھوڑیں گے بھی نہیں۔ وہ آپ کو کبھی دشمن کے حوالے نہ کریں گے۔ ابوطالب نے دونوں کو آتے ہوئے دیکھا تو کہا کہ ضرور کوئی بات ہے اس وقت کیوں آئے ہو؟ عباس نے رسول خدا کی بات دہرائی۔ ابوطالب نے غور سے رسول خدا کو دیکھا اور کہا: اے میرے باپ کے بیٹے! تم بلند نظر ہو جاؤ! بخدا! کوئی بھی تھیں سخت نگاہ سے دیکھے گا تو اسے تکوار کا مزاچھاؤں گا۔ بخدا! یہ عرب تھا رے لئے چوپا یوں کی طرح مطیع ہو جائیں گے۔ میرے والد نے کتابوں میں پڑھا تھا کہ ان کے صلب سے ایک یتھیر مجموعہ ہوگا۔ وہ تھا ری ملاقات کے شائق تھے، انہوں نے تاکید فرمائی تھی کہ جو بھی اسے پائے اس پر ایمان لائے۔

علامہ امین فرماتے ہیں کہ ابوطالب کی شدت حمایت اور معرفت دیکھئے کہ وہ اجداد کی وصیت کا

۱۔ کثایۃ الطالب، ج ۲۶۰ (ص ۲۰۶) ح الطرائف، ابن طاوس، ج ۱، ص ۸۵، (ص ۳۰۲-۳۰۳ حدیث ۲۸۸)

۲۔ طبقات ابن سعد، ج ۱، ص ۱۸۶ (ح ۱، ص ۳۰۲)

صداق پہچان گئے۔

۵۔ رسول کی گشادگی اور ابوطالب:

ابن سعد و ا قدی نے طبقات الکبری (۱) میں قریش کا ابوطالب کے پاس آنا اور مایوس جانا تفصیل سے لکھا ہے پھر انہوں نے سازش کی کہ اچانک موقع پا کر محمدؐ کو قتل کر دیں، اسی شام رسول خدا گم ہو گئے۔ ابوطالب اور دوسرے پچاچب رسول خدا کے گھر آئے تو انھیں نہ پایا، آپ نے تمام ہاشمیوں کو جمع کر کے کہا کہ اپنی رواں میں تکواریں چھپا کر میرے ساتھ آؤ۔ مسجد الحرام میں چل کر ایک ایک قریش کی بغل میں بیٹھ جاؤ۔ سب نے ایسا ہی کیا۔ اس وقت زید بن حارث دکھائی پڑے۔ ابوطالب نے پوچھا: میرے سنتیجے کو دیکھا ہے۔ زید نے کہا: جی ہاں! میں درست انھیں کے ساتھ رہا۔

ابوطالب نے کہا: میں نے انھیں گھر پر نہیں دیکھا ہے، جب تک انھیں دیکھنے لوں گا گھر واپس نہیں جاؤں گا۔ زید فوراً کوہ صفا کے بغل میں گھر پر گئے جہاں رسول خدا اپنے اصحاب کے ساتھ تشریف فرماتے انھیں باخبر کیا تو رسول خدا ابوطالب کے پاس آئے۔ ابوطالب نے پوچھا کہاں تھے خیریت تو ہے؟ فرمایا ہاں۔ ابوطالب نے کہا: گھر چل دوسرے دن صبح کو رسول خدا کے ساتھ ابوطالب نے ناشتہ کیا پھر آپ کا ہاتھ پکڑ کر جوانان ہاشمی و مطلبی کے ساتھ قریش کی بزم میں تشریف لائے، پوچھا: اے گروہ قریش! جانتے ہوکل میں نے کیا ارادہ کیا تھا؟ اور پھر اپنے ارادہ سے سب کو باخبر کیا۔ پھر جوانوں سے کہا کہ اپنی تکواریں ظاہر کر دو۔ اور فرمایا کہ بخدا! اگر تم نے محمدؐ کو قتل کر دیا ہوتا تو تم میں سے ایک بھی زندہ نہ پختا۔ ابو جہل کی تو یہ سن کر شی گم ہو گئی۔

دینوری نے اس موقع پر یہ اشعار بھی نقل کئے ہیں:

الابلغ قریشاً حيث حلَتْ

”قریش کے لوگ جہاں بھی ہوں انھیں میرا پیغام پہنچا دو، جن کے دل میں عمار یاں موجود ہیں۔ میں جتنی گھوڑوں کی قسم کھا کے کہتا ہوں کہ محمدؐ کا ایک خاندان ہے، وہ بے سر پرست نہیں ہیں۔ کیا یہ

لوگ محمدؐ کے قتل کا حکم دے رہے ہیں۔ بخدا! یہ قریش ہرگز اس میں کامیاب نہ ہوں گے۔“
بخار الانوار مجلسی اور (۱) ابن سعد اس سے زیادہ تفصیلات میں۔ اس کے علاوہ دینوری کی نہایت
الطالب (۲) اور سید فخار بن معد نے اپنے طریق سے اس کی روایت کی ہے۔
۶۔ ابوطالب ابتدائے دعوت میں:

جب آیت نازل ہوئی: ﴿ وَانذِرْ عَشِيرَتَكَ الْأَقْرَبِينَ ﴾ ”اور اپنے نزدیکی رشتہ داروں کو
ڈراو ”۔ تو رسول خدا اگھر سے کوہ صفا پر گئے اور آواز دی: یا صاحا حاہ۔ لوگ اس آواز کوں کر آپ کے گرد
جمع ہو گئے۔ آپ نے فرمایا: بتاؤ تو اگر میں تمہیں خبر دوں کہ اس پہاڑ کے پیچے ایک لٹکر تم پر حملہ کرنے والا
ہے تو کیا میری تصدیق کرو گے؟ سب نے کہا: ہاں! ہم نے تمہیں بھی جھوٹ بولتے نہیں پایا۔ فرمایا: تو
میں تمہیں عذاب شدید سے ڈرانا چاہتا ہوں۔ ابوالہب نے آواز دی: تمہارا ناس ہو جائے کیا تم نے اس
لئے ہمیں یہاں جمع کیا تھا۔

پھر رسول خدا نے گھر پر ان لوگوں کو بلایا، وہاں بھی ابوالہب نے مداخلت کی اور کہا کہ یہاں
تمہارے چچا اور چچیرے بھائی موجود ہیں ان سے گفتگو کرو اور دین بدلنے کی بات چھوڑو۔ یہ سمجھ لونا کہ ان
سے زیادہ عرب میں کوئی طاقت ورنہیں۔ تمہیں قابو میں کرنے کے لئے تمہارا خاندان کافی ہے پھر تمام
قریش کے قبیلے تم پر چڑھ دوڑیں گے تمام عرب ان کا ساتھ دے گا، میرے خیال میں تم سے برتر بیغام آج
تک خاندان میں کسی نے نہیں دیا۔ یہ سن کر رسول خدا خاموش ہو گئے پھر کچھ نہ کہا۔

دوپہر انھیں بلوایا اور فرمایا: تمام قریش خدا ہی کیلئے ہیں، میں اس کی حمد کرتا ہوں اور اس سے مدد
کا طالب ہوں، اس پر ایمان لاتا ہوں اور اسی پر بھروسہ کرتا ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی
معبوون نہیں وہ اکیلا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں پھر فرمایا کہ رائد بھی اپنوں سے جھوٹ نہیں بولتا اور اس
خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبوون نہیں، تمہاری طرف خاص طور سے خدا کا رسول ہوں اور تمام انسانوں کی

۱۔ الطراف ابن طاؤس، ج ۸۵ (ص ۳۰۲ حدیث، ۳۸۹)

۲۔ الحجۃ علی الذ اصحاب الکثیر ابی طالب، ج ۶ (ص ۲۵۲)

طرف عام طور سے۔ بخدا! تم ضرور مرد گے، جس طرح تم سوتے ہو اور ضرور قبروں سے اٹھائے جاؤ گے جس طرح تم جائے ہو۔ اور تمہارے عمل کا یقیناً حاصل کیا جائے گا اور جنت و جہنم ابدی ہیں۔ یہ سنکر ابوطالب نے فرمایا: مجھے تمہاری مدد و نصرت حد سے زیادہ پسند ہے، ہم تمہاری نصیحت قبول کرتے ہیں اور تمہاری باقوں کی شدت سے تقدیق کرتے ہیں اور یہ تمہارے داویہاں لوگ جو جمع ہیں انھیں میں سے ایک میں بھی ہوں ان لوگوں میں سب سے پہلے میں تمہاری بات قبول کروں گا۔ تمہیں جو حکم دیا گیا ہے اس پر عمل کرتے رہو میں بخدا! تمہاری ہر طرح پشت پناہی کرتا رہوں گا۔ لیکن بات صرف اتنی ہے کہ میں دین عبدالمطلب کو کسی طرح چھوڑنیں سکتا۔ (۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ دین عبدالمطلب دین توحید و ایمان کے سوا کچھ نہ تھا، انہوں نے بت پرستی سے اپنادین کبھی آئشتنہ کیا، انہوں نے اپنی وصیت میں مظلوم کا انتقام اور ظالم سے بدلہ لینے کی بات کی ہے، جب ان سے پوچھا گیا کہ اگر یہاں مظلوم کا انتقام نہ لیا جاسکے تو فرمایا۔

خدا کی قسم! اس دنیا کے بعد دوسری دنیا بھی ہے جہاں تکی کا نیک بدلہ اور برائی کا برآبدلہ ملے گا، عبدالمطلب ہی نے اب رہ سے کہا تھا کہ اس خانہ کبھی ایک مالک ہے، وہ خود اس کی حفاظت کرے گا، انہوں نے کوہ ابو قعیض پر جو اشعار پڑھے اس سے بھی ان کے مسلمان ہونے کا ثبوت ملتا ہے۔ (۲) نیز یہ کہ رسول خدا نے جنگ خین میں رجڑ پڑھا تھا:

انا بن عبدالمطلب (۳)

انسانی لا کدب

حافظہ مشقی نے دو شعروں میں آباء نبی کو سجدہ گزار اور رسول خدا کو عابدوں کے اصلاح میں منتقل ہونے کی بات کہی ہے، اسی کو ابوطالب نے اپنی بات میں کہا ہے کہ میں کسی حال میں بھی دین عبدالمطلب نہیں چھوڑ سکتا۔ (۴)

۱۔ تاریخ کامل ج ۲، ص ۲۲ (ج ۱۔ ص ۳۸۶)

۲۔ اسلسل و اخْلَلْ مطبوع بر حاشیہ الفصل ج ۲، ص ۲۲۳ (ج ۲، ص ۲۲۹) الدرج المیدہ، ص ۱۵، سالک الحفاظ، ص ۲۷

۳۔ طبقات ابن سعد (ج ۲، ص ۱۵) تاریخ طبری، ج ۳، ص ۶۷ (ج ۲، ص ۸۱)

۴۔ سالک الحفاظ، ص ۳۰، الدرج المیدہ، ص ۱۲

ابن اثیر (۱) کا بیان ہے کہ اس کے بعد ابوالہب نے کہا: بخدا! یہ برائی ہے ان دونوں ہاتھوں کو پکڑلو قتل اس کے کہ دوسرے اس کی حمایت میں کھڑے ہو جائیں۔ ابوطالب نے کہا: بخدا! جب تک ہم زندہ ہیں ان کی حمایت کرتے رہیں گے۔ (۲) یہ ابتدائے دعوت کی تقریب ابوطالب کے گھر ہی پر ہو رہی تھی۔ عقیل بن ابی طالب کا بیان ہے کہ قریش نے ابوطالب کے پاس آکر شکایت کی کہ آپ کے پیغام نے ہماری انہم بھارے کعبے اور ہمارے وطن ہی میں ہم کو اذیت دینا شروع کر دی ہے۔ وہ ایسی باتیں کرتا ہے کہ جو ہمیں ناپسند ہیں۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو اسے روکیں۔ ابوطالب نے مجھ سے کہا: اے عقیل! اپنے چھیرے بھائی کو میرے پاس بلا لاؤ میں انھیں بلا لایا تو ابوطالب نے ان سے قریش کی شکایتیں بیان کیں۔ رسول خدا نے آسمان کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا: بخدا یہ مجھ سے ہرگز نہیں ہو سکتا کہ جو حکم خدا نے مجھے دیا ہے اسے انجام نہ دوں چاہے یہ لوگ اس کو میرے لئے آگ بنادیں۔ ابوطالب نے فرمایا: بخدا! ہرگز جھوٹ نہیں کہا جاؤ اور بدایت کرتے رہو۔ (والله مساکدِ بُطْهَقَ قَطْ فَارجُوا راشدین۔

اس روایت کے ثقہ ہونے کی تائید (۳) تاریخ بخاری و ذخیر العقی (۴) میں ہے لیکن ابن کثیر (۵) نے چونکہ آخری کلمہ میں ایمان ابوطالب کو محوس کر لیا تھا اس لئے اس آخری فقرے کو حذف کر دیا۔

طبقات ابن سعد (۶) میں حضرت علیؑ کا بیان ہے جس میں رسول خدا نے بوجہ بیانے والے کو اپنا بھائی کہا۔

۱۔ تاریخ کامل (ج ۱، ص ۲۸۷)

۲۔ المسیرۃ الحلبیۃ (ج ۱، ص ۲۰۲) (ج ۱، ص ۲۸۵)

۳۔ تاریخ الکبیر (ج ۷، ص ۵۰) (نمبر ۲۲۰)

۴۔ ذخیر العقی، ۲۲۳،

۵۔ البدریۃ والتحمیۃ (ج ۳، ص ۲۲) (ج ۲، ص ۵۵)

۶۔ طبقات ابن سعد (ج ۱، ص ۱۷) (ج ۱، ص ۱۸۷)

اسی طرح ابو عمر و زادہ طبری کی روایت میں ہے کہ دوسرے دن پھر کمانے کا انتظام ہوا اور رسول خدا بعد طعام تقریر کرنے کھڑے ہوئے تو ابو لہب نے اعتراض کیا، اس پر ابو طالب نے اسے ڈانتا: اسکت یا اعور ”چپ زہ کرنجے! تجھ سے کیا مطلب؟“ پھر مجھ سے فرمایا: دیکھو کوئی یہاں سے نہ اٹھے اور رسول سے فرمایا: قم یا سیدی فتكلم بما تحب وبلغ رسالتہ ربک فانک صادق المصدق ”اٹھئے اے میرے سردار اور جو فیصلہ مناسب سمجھتے ہیں فرمائیے اور اپنے رب کے پیغام کی تبلیغ کیجیے، کیونکہ آپ صادق و مصدق ہیں۔ (۱)

علامہ امین فرماتے ہیں: یہ کیسا پاکیزہ کافر ہے جو اسلام کی مانعت ہر خاذ پر کر رہا ہے اور اپنی قوم پر زبان کے ہتھوں چلا رہا ہے اور تقدیق نبوت کے ساتھ پیغام رب یہو نچانے پر رسول خدا کو آمادہ کر رہا ہے؟



۷۔ ارشاد ابو طالب: بھائی سے واپسی رہو:

ابن اسحاق کہتے ہیں کہ بعض علماء نے ذکر کیا ہے کہ رسول خدا نماز کے وقت کے کی بعض پہاڑیوں میں چلے جاتے، حضرت علیؑ بھی کمر کے لوگوں سے چھپ چھپا کر چلے جاتے اور ایک ساتھ نماز پڑھتے، شام کو والپیں آجاتے، کچھ دن ایسے ہی چلتا رہا۔ ایک دن رسول خدا کو ابو طالب نے حالت نماز میں دیکھ کر کہا: سمجھیج! یہ کون سادیں ہے؟ فرمایا:

اے پچا! یہ خدا اور رسول اور ملائکہ اور جدایر ایم کا دین ہے۔

کچھ روایتوں میں ہے کہ علیؑ سے پوچھا: یہ کون سادیں ہے جس پر تم ہو؟ انہوں نے فرمایا: اے بابا! میں خدا اور رسول پر ایمان لایا ہوں۔ ابو طالب نے کہا: ٹھیک ہے، چیزیں سے بھائی سے واپسی رہو۔ (۲)

۱۔ انقلابی ابن اثیر ج ۳، ص ۱۵۶ (ج ۳، ص ۳۱۹) الفائق رختری ج ۲، ص ۲۷ (السان العرب، ج ۲، ص ۲۹۳ (ج ۹، ص ۳۶۹) تاج العرب ج ۳، ص ۳۲۸

۲۔ بیرہ ابن رشام ج ۱، ص ۲۶۵ (ج ۱، ص ۲۲۳) تاریخ طبری ج ۲، ص ۲۱۳ (ج ۲، ص ۳۱۳) عيون الازم ج ۱، ص ۹۳ (ج ۱، ص ۱۷۵) الاصفیہ ج ۳، ص ۱۱۶، اسنی الطالب، (۱۷) شرح نجف البلاعی ج ۳، ص ۱۳۳ (ج ۳، ص ۱۳۴)، تکمیلہ تکمیلہ ج ۲، ص ۷۵، تکمیلہ تکمیلہ ج ۲، ص ۷۶ (ربیان ابو طالب) (۱۷) الادائل عسکری (۹۵-۹۲)

۸- چیرے بھائی کے پہلو میں کھڑے ہو جاؤ

ابن اشیر کی روایت ہے کہ ابو طالب نے رسول اور حضرت علیؑ کی نماز پڑھتے دیکھا، علیؑ دوسری طرف کھڑے تھے۔ آپ نے جعفر سے کہا کہ چیرے بھائی کے پہلو میں کھڑے ہو جاؤ۔ یہ سن کر وہ بائیں طرف کھڑے ہو گئے۔ جعفر نے علیؑ کے کچھ ہی دن بعد اسلام قبول کیا تھا۔

ابو طالب نے اس بارے میں چار شعر کہے جس کا پہلا مصروف ہے:

فَصَبَرَ أَبا يَعْلَى عَلَى دِينِ أَحْمَدٍ۔ (۱)

اسی الطالب بر زنجی میں ہے کہ یہ روایت اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ ابو طالب کا دل ایمان سے لبریز و شاداب تھا۔

۹- ابو طالب کی رسولؐ سے ولوزی

امانی محمد بن جبیب میں ہے کہ اکثر ابو طالب رسولؐ کو دیکھ کر رونے لگتے اور فرماتے کہ جب میں انھیں دیکھتا ہوں تو مجھے اپنے بھائی یاد آ جاتے ہیں چونکہ عبد اللہ آپ کے حقیقی بھائی تھے اور بہت محبوب بھی تھے، اسی لئے ابو طالب رسول خدا کا بڑا خیال کرتے رہتے رہتے رات میں ان کے بستر پر اپنے بیٹوں میں سے کسی کو سلاادیتے تھے، ایک دن علیؑ نے ٹھکایت کی: بابا! کیا میں قتل ہو جاؤں گا۔ فرمایا: پیٹا صبر کرو، کیونکہ سب کو موت کا مزہ چکھنا ہے (پانچ شعر کہے)۔

جواب میں علیؑ نے تین اشعار کہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ کیا آپ مجھے حمایت رسولؐ میں صبر کی تلقین فرماتے ہیں جب کہ میں اس کا بھرپور تہبی کئے ہوا ہوں۔ (۲)

۱۰- ابو طالب اور ابن زبیری:

تفسیر قرطبی میں ہے کہ ایک دن رسول خدا کعبہ میں نماز پڑھ رہے تھے کہ ابو جہل نے کہا: کون ان کی نماز خراب کریگا؟ ابن زبیری نے خون سے مجری اور جہزی رسول کے منہ پر پل دی۔ رسولؐ اس حالت

۱- اسد القلۃ: ج ۱، ص ۲۷ (ج ۱، ص ۳۳۱ نمبر ۵۹)، شرح نجف البلاغج، ج ۳، ص ۳۱۵ (ج ۱، ص ۶۷ کتاب ۲) الاصابة: ج ۳، ص ۱۱۶، المسیرۃ الخلیفۃ: ج ۱، ص ۲۸۶ (ج ۱، ص ۲۹)، اسی الطالب، ص ۲۶۹، کتاب ۹

۲- شرح نجف البلاغج، ج ۳، ص ۳۱۰ (ج ۱، ص ۶۲، کتاب ۹) الجیلی الزاذب الی الحنفی الرأبی طالب، ص ۲۹ (ص ۲۷۵)

میں ابو طالب کے پاس آئے اور کہا: چچا! دیکھ رہے ہیں، میرے ساتھ کیا سلوک ہوا۔ ابو طالب نے پوچھا: کس نے یہ حرکت کی؟ رسول نے فرمایا: ابن زبیری نے۔ آپ سنگی تکوار لئے چلے، جب قریش نے دیکھا تو متفرق ہونا چاہا۔ ابو طالب نے لکھا را: کوئی بھی اپنی جگہ سے ہلا تو گردن اڑادوں گا پھر آپ نے ابن زبیری کے چہرے اور کپڑے پر وہی اوچھڑی ماری۔ (۱)

۱۱۔ ابو طالب اور قریش

جب رسول خدا نے اعلانیہ دعوتِ اسلام کا آغاز کیا تو اس وقت ان کی قوم نے مخالفت نہیں کی لیکن جب ان کے خداوں کی نہ ملت کی تو مخالفت پر کربستہ ہو گئے۔ صرف چند افراد جو مسلمان ہو چکے تھے وہی مخالفت نہیں کر رہے تھے، ابو طالب نے ایسے لرزہ خیز حالات میں حمایت رسول کا بیڑا اٹھایا اور تمام رکاوٹیں دور کیں۔

جب قریش نے ابو طالب سے شکایت کی تو ابو طالب نے رسول سے فرمایا کہ سمجھیجے! تمہاری قوم میرے پاس آ کر تمہاری فکایت کر رہی ہے۔ مجھ پر اور اپنے اوپر رحم کرو! مجھ پر طاقت سے زیادہ بوجھنا ڈالو۔ رسول خدا نے خیال فرمایا کہ شاید چچا! اگر یہ میرے ایک ہاتھ میں آفتاب اور دوسرے ہاتھ میں ماہتاب بھی رہے ہیں، رسول خدا نے فرمایا: چچا! اگر یہ میرے ایک ہاتھ میں آفتاب اور دوسرے ہاتھ میں ماہتاب بھی دے دیں تو میں اپنی تبلیغ سے باز نہ آؤں گا چاہے اس میں میری جان ہی چلی جائے، رسول خدا کی آنکھوں میں آنسو آگئے جب مزکر جانے لگے تو ابو طالب نے فرمایا: سمجھیجے! میری طرف دیکھو اور فرمایا: دیکھو تمہارا جو جی چاہے کر دیں تمہیں کسی حال میں بھی دشمن کے حوالے نہ کروں گا۔

جب قریش نے سمجھایا کہ ابو طالب حمایت سے ہاتھ نہ کھینچیں گے تو وہ عمارہ بن ولید کو لائے اور کہا کرائے ابو طالب یہ عمارہ قریش کا خوبصورت ترین جوان ہے اور عقائد بھی ہے اسے لے لو اور اپنے سمجھیجے کو ہمارے حوالے کر دو جس نے ہمارے درمیان عداوت پیدا کر دی ہے اور ہمارے دین کی برائیاں کرتا پھرتا ہے، ہم اسے قتل کر دیں۔

ابوطالب نے کہا: خدا کی قسم! تم نے برا برافیصلہ کیا، میں تمہارا جوان لے کر اس کی پروردش کروں اور اپنے جوان کو تمہارے حوالے کر دوں تم اسے قتل کر دو، بخدا! یہ کسی نہ ہو سکے گا۔

مطعم بن عدری نے کہا: اسے ابوطالب اقریش کی بات مان لو، وہ منظفانہ بات کہہ رہے ہیں تم اپنے کو مصیبت میں کیوں ڈال رہے ہو؟

ابوطالب نے کہا: ان لوگوں نے ہمارے ساتھ انصاف نہیں کیا، تم لوگ بھی ان لوگوں کے ہنوا ہو گئے ہو۔ تمہارا جو جی چاہے کرو۔ اس کے بعد تو معاملہ تکین ہو گیا اور جنگ کی آگ بھڑک آئی۔ اس وقت ابوطالب نے مطعم اور دیگر قریش کے متعلق چودہ اشعار کہے، ان کی حمایت کا امام اور اپنی حمایت رسول کا برٹا اٹھا کر کیا:

الاقل لعمر و والوليد ومطعم الاليت حظى من حياطتكم بذكر

جب ابوطالب نے قریش کا معاندہ اقدام طاھر فرمایا تو ہاشمیوں اور مطلبیوں کو حمایت پر آمادہ کیا، اس طرح ابوالہب ملعون کے سوا ابھی حمایت رسول پر آمادہ ہو گئے۔ ابوطالب کو اپنے قیلے کی حمایت دیکھ کر بڑی خوشی ہوئی انہوں نے اپنے قیلے کی مدح اور فضیلت رسول میں مزید سات اشعار کہے:

اذا اجتمعت يوماً قريش لمغفر فبعد مناف سرها و صميمها (۱)

۱۲۔ سردار مکہ اور صحیفہ قریش

قریش نے مشورہ کر کے ایک معاہدہ لکھا کہنی باشم اور بنی عبدالمطلب سے نہ تو شادی بیاہ کریں گے، نہ خرید و فروخت اور نہ مصالحت کریں گے، جب تک وہ رسول خدا کو حوالے نہ کر دیں۔ مخصوص بن عکرہ نے تو یہ کسی اور اسے کعبہ میں آؤزیں اکر دیا۔ یہ واقعہ بعثت کے ساتویں سال کا ہے، انہوں نے

۱۔ سیرہ ابن حشام ح ۱، م ۲۸۳-۲۸۴-۲۸۵ (ح ۱، م ۲۸۲-۲۸۸) طبقات ابن سعد ح ۱، م ۱۸۶ (ح ۲۰۲، م ۲۰۳) تاریخ طبری ح ۲، م ۲۳۱-۲۳۸ (ح ۲، م ۳۲۸-۳۲۲) دیوان ابوطالب، م ۲۲ (۲۲) الروض الانف، ح ۱، م ۱۷۲، م ۱۷۱ (ح ۳، م ۳۸) ۲۰ (شرح نسب البلاғہ ح ۳، م ۳۰۶) (ح ۱۳، م ۵۵-۵۵۲) کتاب ۹) البدایۃ والحدایۃ ح ۲، م ۲۵۸، م ۲۵۹، م ۲۵۷، م ۲۵۶ (ح ۲، م ۱۳۸، م ۱۳۷، ح ۲۳۱، م ۵۶) عيون الاثر ح ۱، م ۱۰۰، م ۹۹ (ح ۱، م ۱۳۳-۱۳۱) تاریخ ابوالقدار ح ۱، م ۷ (السریۃ الخلائقیۃ ح ۱، م ۳۰۶) (ح ۱، م ۲۸۷) انسی الطالب، م ۱۵ (۲۸) طبلۃ الطالب، م ۹-۵

خیف نبی کنانہ میں یہ کارروائی کی تھی اس کے بعد ابو طالب اور نبی ہاشم شعب میں پناہ گزیں ہو گئے دو سال یا تین سال تک وہیں سخت مسیبتوں میں زندگی گزاری۔

ابن کثیر کے مطابق ابو طالب شعب کی مدت اقامت میں رسولؐ کے بستر پر اپنے کسی فرزند کو سلا دیتے تھے یہاں تک کہ خدا نے رسولؐ پر وحی فرمائی کہ دیکھ نے پورا کافذ چاٹ ڈالا ہے صرف اس میں نام خدا باتی رہ گیا ہے اس کی اطلاع آپؐ نے ابو طالب کو دی۔ ابو طالب نے کہا: سمجھیج! کیا اس کی خبر تمہارے رب نے دی ہے؟ فرمایا: ہاں! یہ سن کر آپؐ مسجد الحرام میں آئے۔ قریش سمجھے کہ ابو طالب شدائد سے بچک آ کر مصلحت پر آمادہ ہو گئے ہیں۔ آپؐ نے کہا: اے قریش! ہمارے تمہارے درمیان ایسے معاملات پیش آئے جن کا صحیفہ مقاطعہ میں کوئی تذکرہ نہیں۔ اسے یہاں لا دشایہ اس کی وجہ سے باہم صلح کی صورت پیدا ہو سکے۔ یہاں لئے کہا تھا کہ ممکن ہے ساری بات یادی جائے تو وہ اسے دیکھ لیں وہ لوگ یہ سمجھ بیٹھے تھے کہ اب ابو طالب محمد کو ہمارے حوالے کر دیں گے۔ وہ لوگ صحیفہ لا کر کھولنے سے پہلے بولے: کیا اب بھی وقت نہیں آیا ہے کہ ہمارے تمہارے درمیان زراع سری ختم ہو جائے۔ ابو طالب نے کہا کہ میں ایک منصفانہ پیشیں گوئی لے کر آیا ہوں میرے سمجھنے نے کہا ہے کہ دیکھ نے تمام صحیفہ کو چاٹ ڈالا ہے۔ صرف نام خدا باتی رہ گیا ہے۔

میرا سمجھتے کبھی جھوٹ نہیں بولا، اگر وہ حق کہتا ہے تو تمہیں ہوش میں آنا چاہئے اور انہی حرکت سے باز آنا چاہئے کیونکہ اگر وہ سچا ہے تو خدا ہم زندگی کی آخری سانسوں تک اس کو تمہارے حوالے نہ کریں گے۔ انہوں نے کہا: اگر وہ جھوٹ کہتا ہوتے؟ ابو طالب نے کہا: تب ہم تمہارے حوالے کریں گے۔ قریش نے کہا: ہم اس شرط پر راضی ہیں جب انہوں نے کھول کر مطابق واقع پایا تو کہا کہ یہ تو تمہارے سمجھنے کا جادو ہے اور ان کی دلخنی مزید بڑھ گئی۔ ابو طالب نے کہا: تم لوگ کیوں ہمارے پیچھے پڑے ہوئے ہوائی و واضح سچائی کے بعد بھی ہمارے قتل و عناد پر آمادہ ہو پکڑوہ کعبہ کا پردہ پکڑ کر بولے: ”اللهم انصرنا علی من ظلمنا وقطع ارحامنا واستحل ما يحرم عليه منا“ ”خدایا! ہماری مدد کران لوگوں کے برخلاف جنہوں نے ہمارے اوپر ظلم کیا ہمارے ساتھ قطع رحم کیا اور ہمارے ساتھ نامناسب برتابہ کیا۔“

اس کے بعد قریش نے اس صحیفہ مقاطعہ کو پارہ کر دیا تو ابو طالب نے طویل قصیدہ کہا:

الاہل اتی بحریتا ضع رہنا علی ناہم؟ واللہ بالناس اردو (۲۸ راشعار)

”ہمارے بھری سفر کرنے والو (مہاجرین جہش) کو خبر ہو نچا دینا کہ رب کریم نے ہم پر بڑا احسان کیا کہ وہ صحیفہ پارہ ہو گیا اور جن باتوں سے خدار اخی نہ تقادہ حصہ ضائع ہو گیا۔ اس صحیفہ کو بہتان اور جادہ کے زعم میں لکھا تھا اسے باطل کرنے کیلئے باہم کمزور تائید خود انھیں کے گلے پڑ گئی، وہ بڑا گناہ سے بھر پور صحیفہ تھا جس میں جنگ کے اندیشے تھے۔ اس کے سبب وادی مکہ میں بننے والے بہاں سے کوچ کرنے پر مجبور ہو جاتے۔ کوئی فیصلہ نہ کر پاتے کہ تہامہ بھاگیں یا ناجد۔ پھر تو مکہ کی پہاڑی سے مسلح لشکر مددار ہوتا۔ یہ تو نے عزت والے ہیں۔ ہم بہاں کے پرانے عزت دار ہیں۔ ہم یہیں پیدا ہوئے اور ہماری نیکیاں عام اور پسندیدہ رہی ہیں۔ سختیوں کے زمانے میں بھی ہم لوگوں کو کھلاتے تھے، اس کروہ کو خدا جائز خیر دے جنہوں نے جسم و احتیاط کی راہ اپنائی۔ اس عہد نامہ کو باطل کرنے پر باوقار بہادروں نے تعاون کیا۔ آگاہ ہو کہ تمام سرداروں میں محمد سب سے بہتر سردار ہیں، وہ نبی خدا ہیں شاکست کردار اور تائید الہی سے سرفراز ہیں، وہ جری درختاں اور مشعل بردار ہیں اولاد لوی میں شریف ترین، طویل القامت اور مبارک صورت والے ہیں، جب ہم سفر پر ہوتے ہیں تو وہ خاندان کے بچوں کی اچھی طرح دیکھ بھال کرتے ہیں اس عہد نامہ کو عظیم لوگوں نے منسون کیا اور اس سے بہل بن بیضا راضی ہو گیا اس عہد نامہ سے قبل تو ہم میں جوں ہی سے رہتے تھے ہم تند پسند نہیں ہیں۔ تو اے قصی کے خاندان والو! اپنے مستقبل کے بارے میں غور کرو تم گم کیوں ہو؟“ (۱)

- ۱۔ ملقات ابن سعد ج ۱، م ۱۷۳ (ج ۱، م ۱۸۸، ۲۰۸)، م ۱۹۲ (ج ۲، م ۱۹-۲۰۲) سیرۃ ابن حشام ج ۱، م ۲۹۹-۳۰۰ (ج ۲، م ۱۹-۲۰) میون الاخبار ابن قیمہ ج ۲، م ۱۵۱ تاریخ یعقوبی ج ۲، م ۲۲ (ج ۲، م ۳۱) استیعاب ج ۲، م ۲۰ (القسم الٹانی)، م ۲۱۰ نمبر ۱۰۸۰ (محدث الصقرۃ ج ۱، م ۳۵) (ج ۱، م ۹۸ نمبر ۱) الروض الاعلیٰ ج ۱، م ۲۳۱ (ج ۲، م ۲۳۱) خوازہ الادب ج ۱، م ۹۵۲ (ج ۲، م ۹۷) البدریہ والتحمیہ ج ۳، م ۹۷، ۹۵، ۸۳ (ج ۳، م ۱۰۶، ۱۲۲، ۱۲۱) میون الاز، ج ۱، م ۱۲۷ (ج ۱، م ۱۷۶) (ج ۱، م ۲۲۵-۲۲۷) امسیرۃ المہمیہ دطان طبع رہ حاشیہ سیرۃ حلیہ ج ۱، م ۲۹۰-۲۹۱ (ج ۱، م ۱۲۷) طلبۃ الطالب، م ۹، ۲۹، ۱۵، ۹، ۲۹، ۱۱، ۱۱ (م ۲۲-۱۹)

تاریخ کامل (۱) این اثیر میں اس واقعہ صحیفہ کے متعلق یہ شعر لکھے ہیں:

وقد کان فی امر الصحیفة عبرة

”واقع صحیفہ ایسا عبرت ناک ہے کہ کبھی کوچیرت ہوتی ہے۔ خدا نے اس کے باطل امور کو مٹا دیا اور
مشکوں کی بات باطل ہو گئی اور جو گئی خلاف حق کہتا ہے وہ کاذب ہوتا ہے۔“

۱۳۔ مرتبے وقت ابوطالب کی وصیت

لکھنی کا بیان ہے کہ مرتبے وقت ابوطالب کے پاس قریش آئے تو انھیں وصیت کی:

”اے گروہ قریش! تم تھوڑے خدامیں منتخب اور عرب کا دل ہو۔ تم میں سید مطاع موجود ہے، میں تم سے وصیت کرتا ہوں کہ خدا قسم! میری آنکھیں دیکھ رہی ہیں کہ عرب کے گرے پڑے لوگ محمدؐ کی دعوت کو لبیک کہہ رہے ہیں، اس کی تصدیق کر رہے ہیں اور اسلام روز بروز ترقی پذیر ہے۔“ (۲)

یہ ایمان سے بھر پور وصیت اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ ہدایت الصدقیں سے بہرہ مند تھے حالانکہ وہ اول روز ہی سے مومن تھے۔ لیکن آخری سانسوں میں ابدی وصیت کے ذریعہ اپنی قوم کے لوگوں کو مستقبل سے باخبر کر گئے۔

طبقات بن سعد (۳) کے مطابق مرتبے وقت بن عبدالمطلب کو بلا یا اور کہا کہ جب تک تم محمدؐ کی بات سنتے رہو گے اور ان کے فرمان بھالا ڈالے گے، بھلاکیوں سے ہم کنار ہو گے، ان کی عیروی کرو اور ان کی ہمیشہ مد کرتے رہو۔ نیز ملاحظہ کیجئے تذکرہ جو زی خصائص کبریٰ۔ اسی المطالب۔ (۴)

۱۔ تاریخ کامل ج ۲، ص ۳۶ (ج ۱، ص ۵۰۷-۵۰۳)

۲۔ الرؤوف الانف، ج ۱، ص ۲۵۹ (ج ۲، ص ۱۹) المواصب اللدنیۃ ج ۱، ص ۷۲ (ج ۱، ص ۲۶۵) تاریخ انگلیس ج ۱، ص ۳۲۹ (ج ۱، ص ۳۰۰) ثرات الاولاق مطبوع بر حاشیہ المطری ف ج ۲، ص ۹ (ص ۲۹۳) بلوغ الارب ج ۱، ص ۲۷، المسیرۃ الحلبیۃ ج ۱، ص ۲۷۵ (ج ۱، ص ۳۵۸) المسیرۃ الحلبیۃ مطبوع بر حاشیہ سیدہ حلیہ ج ۱، ص ۹۲ (ج ۱، ص ۳۵) اسی المطالب (۱۱)

۳۔ طبقات ابن سعد (ج ۱، ص ۱۲۳)

۴۔ تذکرۃ المؤمنین، ۵ (ص ۸)؛ الخصائص الکبریٰ ج ۱، ص ۸؛ المسیرۃ الحلبیۃ ج ۱، ص ۳۲۵-۳۲۶ (ج ۱، ص ۳۵۲)؛ المسیرۃ الحلبیۃ مطبوع بر حاشیہ سیدہ حلیہ ج ۱، ص ۹۲، ۹۳ (ج ۱، ص ۳۵، ۳۶)؛ اسی المطالب م ۷ (ص ۱۰)

ابن حجر کی الاصابہ (۱) میں بطریق اسحاق بن عیسیٰ ہاشمی اور اس نے ابو رافع سے روایت کی ہے کہ ابو طالب کو فرماتے تھا کہ اپنے بیٹے محمد بن عبد اللہ کو فرماتے تھا کہ ان کے خدا نے انھیں اس لئے مبعوث فرمایا کہ رشتہ داروں میں صدر حرم کیا جائے، ایک خدا کی پرستش کی جائے اور کسی کو شریک نہ قرار دیا جائے اور محمد صدیق رستگار ہیں۔ (۲)

ابو طالب کے متعلق ان کی ذریت کے خیالات، بزبان اہلسنت

اگر بنی ہاشم، بنی عبدالمطلب اور اولاد ابو طالب کو دیکھئے تو وہ بلند آنکھ انداز میں ایمان ابو طالب کا اعلان کرتے نظر آئیں گے، حمایت رسول کے واقعات مزے لے لے کر بیان کریں گے اور ظاہر ہے کہ گھر کے حالات گھر والے ہی جانتے ہیں۔ ابن اثیر نے جامع الاصول میں لکھا ہے کہ اہل سنت کا نظریہ یہ ہے کہ رسول خدا کے تمام پیشواؤں میں صرف حمزہ، عباس اور ابو طالب ہی ایمان لائے تھے۔ جی ہاں ایسی بات عہد بے عہد کی گئی اور اس بارے میں سمجھی ایک آواز ہیں: اذا قالـت حـذـام فـصـدـ قـوـهـاـ فـانـ القـوـلـ مـاـقـالـتـ حـذـامـ "اگر حذام کوئی بات کہے تو اس کی تصدیق کرو کیونکہ بات وہی صحیح ہے جو حذام نے کہا ہے۔"

۱۔ ابن ابی الحدید شرح نجع البلاغہ (۳) میں لکھتے ہیں کہ بے شمار سندوں کے ساتھ روایت کی گئی ہے اور بعض روایات کو عباس بن عبدالمطلب اور بعض کو ابو بکر سے نقل کیا گیا ہے کہ ابو طالب اس وقت تک نہ مرے جب تک انہوں نے لا الہ الا اللہ رسول اللہ نہ کہا یا۔ اور یہ روایت مشہور ہے کہ مرتے وقت ابو طالب نے وہ بات کہی جسے عباس نے کی۔ (۲) حضرت علیؑ سے مردی ہے کہ بلاشبہ ابو طالب نہیں

۱۔ الاصابۃ ج ۳، ص ۱۱۶

۲۔ اتنی الطالب، ص ۶ (۱۵) انجیل الذاصب الکفیر ابی طالب ص ۲۶ (ص ۱۳۵)

۳۔ شرح نجع البلاغہ ج ۳، ص ۳۱۲ (ج ۱۲، ص ۱۷ کتاب ۹)

۴۔ سیرہ ابن حشام ج ۲، ص ۲۷ (ج ۲، ص ۵۹) دلائل الدین وہیتی (ج ۲، ص ۳۳۶) البیلیۃ والخلیۃ ج ۳، ص ۱۲۲ (ج ۲، ص ۱۵۶) عیون الازل ابن سید الناس، ج ۱، ص ۱۳۳ (ج ۱، ص ۲۷۱) الاصابۃ ج ۲، ص ۱۱۶ (نمبر ۲۸۵) المؤاصب للدشین ج ۱، ص ۱۷ (ج ۱، ص ۲۶۲) اسرارۃ الخلیۃ، ج ۱، ص ۲۲ (ج ۱، ص ۳۵۰) اسرارۃ الخلیۃ دلائل مطبوخ بر حاشیہ سیرۃ طلبیہ ج ۱، ص ۳۳ (ج ۱، ص ۸۹) اتنی الطالب، ص ۲۶ (ص ۱۳۵)

مرے گریہ کہ رسول خدا نے اپنی خوشودی کا مظاہرہ فرمایا۔

ابوالقد اور شعرانی لکھتے ہیں کہ ابن عباس سے روایت ہے کہ جب ابوطالب پر مرض الموت نے غلبہ کیا تو رسول خدا نے کہا کہ اے چچا! آپ کلمہ شہادت جاری کر دیجئے تاکہ میری شفاعت کے مستحق ہو جائیے۔ ابوطالب نے کہا: بھیجی! اگر دشام طرازی یا قریش کے طغون کا خوف نہ ہوتا کہ ابوطالب موت سے ڈر گئے تو بلاشبہ میں کلمہ شہادت پڑھ دیتا۔ لیکن جب موت کا ہنگام آیا تو آپ کے لب ہلے، عباس نے کان لگا کر سننا اور پھر کہا: اے بھیجی! جس کلمہ کا آپ حکم دے رہے ہیں تھے وہی زبان سے ادا کر رہے ہیں۔ رسول خدا نے فرمایا: الحمد لله الذي هداك يا عاصم "اس خدا کا شکر جس نے آپ کو اے چچا ہدایت کی"۔ (۱)

سید احمد زینی دھلان سیرۃ نبویہ مطبوع بر حاشیہ سیرۃ حلیہ میں لکھتے ہیں کہ شیخ تکمی جو صریح التوحید کی شرح میں امام شعرانی و مکی اور دوسرے گروہ محدثین کی بات نقل کرتے ہیں کہ حدیث عباس بعض الہ کشف کے نزدیک صحیح ہے اور یہ بات ثابت ہے کہ ابوطالب واقعی اسلام لائے تھے۔ (۲)

تمہرہ المثل:

اسلام ابوطالب کی بات محض عناد پرستوں کی بکواس کے مقابلہ میں لکھ دی گئی ہے، ورنہ سوال یہ ہے کہ ابوطالب نے کب کفر اقتیار کیا اور کب گمراہ ہوئے کہ وہ اسلام لاتے؟ ان کا بہترین اور مجاہدانہ کردار اور ان کے اشعار، ان کے ایمان کا قطعی ثبوت ہیں:

لیعلم خیار الناس ان محمدًا	وزیر لموسى والمسیح ابن مریم
اتانا بهدی مثل ماتھیا به	فکل بامر اللہ یهدی و یعصم
و انکم تعلو نہ فی کتابکم	بصدق حدیث لا حدیث مہرجم

وہ فرمائے ہیں:

۱۔ تاریخ ابوالقد اول ج ۱، ص ۱۲۰، کشف المشرق شعرانی ج ۲، ص ۱۳۳، ۱۹۳۳ء

۲۔ سیرۃ النبویہ مطبوع بر حاشیہ سیرۃ حلیہ ج ۱، ص ۹۳، (ج ۱، ص ۳۶)

امین حبیب فی العباد مسوم بخاتم رب قاهر فی الخواتم

بنی آتاه الروحی من عند ربہ و من قال: لا يقوع بها من نادم

ان کا معرفت سے بھر پور شعر ہے:

اللَّمْ تَعْلَمُوا إِنَّا وَجَدْنَا مُحَمَّدا رَسُولًا كَمُوسىٍّ خَطَّفَ فِي أَوَّلِ الْكِتَابِ

ایک شعر میں فرماتے ہیں:

وَلَقَدْ عَلِمْتَ بَانِ دِينِ مُحَمَّدٍ مِنْ خَيْرِ أَدِيَانِ الْبَرِّيَّةِ دِينًا

شرح بن ابی الحدید میں (۱) آئی مبارکہ: ﴿ قَدْ جَاءَكُمْ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ عَلَىٰ فُتُوْتِهِ مِنَ الرَّسُولِ ﴾ کی روشنی میں ایک شعر ہے:

فَخَيْرٌ بَنِيٍّ هاشم احمد رسول الالٰہ علیٰ فَسَرَّةٍ

”اگر اس سے بھی کم کسی صحابی نے اشعار کہے ہوتے تو ڈھول پینا جاتا اور فضائل غلو کے ڈھیر لگ جاتے لیکن ابوطالب پر کفر کا الزام لگایا جاتا ہے۔“

۲۔ طبقات ابن سعد میں عبد اللہ بن ابی رافع (۲) کی حضرت علی سے روایت ہے کہ میں نے رسول خدا کو ابوطالب کے مرنے کی خبر کی تو آپ رونے لگے اور فرمایا: جاؤ انھیں عسل و کفن دو، خدا ان کی مغفرت کرے اور رحمت نازل کرے۔ اور واقعی کی لفظ میں ہیں کہ آپ بہت زیادہ روئے اور فرمایا: جاؤ انھیں عسل دو۔ تاریخ ابن عساکر، دلائل بنیتی، تذکرہ سبط ابن جوزی، شرح ابن ابی الحدید، سیرۃ طیبی، اسنی الطالب برزخی نیز ابو داؤد ابن جارود اور ابن خزیمہ لکھتے ہیں کہ رسول خدا نے ابوطالب کی مشایعیت جنازہ اس لئے نہیں کی کہ آپ کو قریش کے بے وقوف کا ذرخا۔ آپ کی نماز جنازہ اس لئے نہیں پڑھی کہ نماز جنازہ کا ابھی حکم نہیں آیا تھا۔ (۳) اسلامی کا بیان ہے کہ بعثت کے دو سویں سال پندرہ شوال کو ابوطالب

۱۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۳، ص ۳۱۵ (ج ۱، ص ۷۸ کتاب ۹)

۲۔ طبقات ابن سعد ج ۱، ص ۱۰۵ (ج ۱، ص ۱۲۳)
۳۔ مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۹۲، ص ۳۲) اسنی الطالب، ص ۲۱ (ص ۳۲) دلائل بنیتی، تذکرہ الخواص، ص ۶ (ص ۸) شرح ابن ابی الحدید ج ۳، ص ۳۱۳ (ج ۱، ص ۶۷ کتاب ۹) السیرۃ الحلبیہ ج ۱، ص ۳۷۳ (ج ۱، ص ۳۵) السیرۃ النبویہ دھلان ج ۱، ص ۹۰ (ج ۱، ص ۳۲) اسنی الطالب، ص ۳۵ (ص ۶۲)

نے وفات پائی، ان کے ایک ماہ پندرہ دن بعد خدیجہ نے انتقال فرمایا اس لئے رسول خدا پر شدید ہزن و اندوہ طاری ہوا اور آپ نے اس سال کا نام ”عام الحزن“ رکھ دیا۔ (۱)

تجھے طلب:

ابن سعد پندرہ شوال وفات ابوطالب کھتے ہیں۔ ابوالقدیمی شوال ہی کے میتے میں وفات لکھتے ہیں (۲) امتحان مقریزی میں اول ذیقده اور نصف شوال درج ہے۔ (۳)

شرح موابہب (۴) زرقانی میں ہے کہ شعب ابوطالب سے نکلنے کے بعد ۱۸ رمضان ابھی بعثت کو ابوطالب نے انتقال کیا۔ اور استیغاب میں ہے کہ شعب کے چھ ماہ بعد آپ کا انتقال ہوا، اس لئے رجب کا مہینہ وفات میکن ہوتا ہے اور یہی اختلاف وفات شیعوں کی تاریخوں میں بھی ہے۔

۳۔ یعنی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول خدا نے ابوطالب کی مشایعت جنازہ کرتے ہوئے فرمایا: اے چچا! آپ نے صدر حرم فرمایا اور بہترین جزا سے بہرہ مند ہوئے۔ خطیب کے الفاظ ہیں کہ مشایعت فرماتے ہوئے فرمایا: وصلتک رحم جزاک اللہ خیراً یا عم (۵)

تاریخ یعقوبی (۶) میں ہے کہ جب رسول خدا سے کہا گیا کہ ابوطالب نے انتقال کیا تو آپ پر شدید گریہ طاری ہوا پھر آپ تشریف لائے اور ابوطالب کے دامنی طرف کی پیشانی کو سات بار چوہما اور بائیں طرف کی پیشانی کو سیمن بار چوہما، پھر فرمایا: اے چچا! آپ نے میری بچپن میں تربیت کی، تیسی میں کفالت کی، عظیم الشان مدد کی، خدا آپ کو میری طرف سے بہترین جزادے۔

۱۔ بطبقات ابن سعد ح ۱، ج ۱، ص ۱۰۶ (ح ۱، ج ۱، ص ۱۲۵) امتحان مقریزی، ج ۱، ص ۲۷، البدریۃ والتحلیۃ ح ۲، ج ۱، ص ۲۳ (ح ۱، ج ۱، ص ۱۵۶) المسیرۃ الحلیہ ح ۱، ج ۱، ص ۲۷۲ (ح ۱، ج ۱، ص ۳۳۶) المسیرۃ الحلیہ یہ حلاظہ طبریہ بر حاشیہ سیرہ حلیہ ح ۱، ج ۱، ص ۲۹۱ (ح ۱، ج ۱، ص ۱۳۹) اتنی الطالب، ج ۱، ص ۱۲۰، ۱۲۱

۲۔ تاریخ ابوالقدیم ح ۱، ج ۱، ص ۱۲۰، المواصب اللدیمیہ ح ۱، ج ۱، ص ۱۷ (ح ۱، ج ۱، ص ۲۲۲)

۳۔ الامتحان مقریزی ح ۱، ج ۱، ص ۲۷۲ ۴۔ شرح المواصب ح ۱، ج ۱، ص ۲۹۱

۵۔ دلائل النبویہ (ح ۱، ج ۱، ص ۳۳۹) تاریخ بغداد ح ۱، ج ۱، ص ۱۹۶، البدریۃ والتحلیۃ ح ۲، ج ۱، ص ۱۹۶ (ح ۱، ج ۱، ص ۱۲۵) تذکرہ خواص

۶۔ (ص ۸) تخلیق الطالب محتول از المراکف، ج ۱، ص ۸۶ (ص ۲۰۵ حدیث ۳۹۳) اسناد ح ۲، ج ۱، ص ۱۱۶، شرح شواہد المختی، ج ۱، ص ۱۳۶ (ح ۱، ج ۱، ص ۷۳ نمبر ۱۹)

۷۔ تاریخ یعقوبی ح ۲، ج ۱، ص ۲۶ (ح ۱، ج ۱، ص ۳۵)

۴۔ اسحاق بن عبد اللہ بن حارث کا یمان ہے کہ عباس نے رسول خدا سے پوچھا: خدا کے رسول! کیا ابوطالب سے آپ کو امید ہے؟ فرمایا: ہر قسم کے خیر کا امیدوار ہوں اپنے رب کی طرف سے۔ (۱)

۵۔ انس بن مالک سے مروی ہے کہ ایک اعرابی نے رسول خدا سے عرض کی: نتویرے پاس بلبانے والا اونٹ ہی رہ گیا ہے نہ کسی بچے کو ناشتہ نصیب ہوتا ہے۔ پھر چار شعر پڑھے جس میں قحط کی پریشانیوں کا شکوہ تھا، رسول خدا یہ سن کرتیزی سے منبر پر تشریف لے گئے آپ کی رواز میں پرلٹ رہی تھی، خدا کی حمد و ستائش کے بعد دعا کی: خدا یا! ہمیں سیراب کرنے والے بادل سے بہرہ مند فرماجس میں کوئی نقصان نہ ہوتا کہ کھیتیاں سیراب ہوں اور زمین میں رویدگی ہو۔ ابھی دعا ختم بھی نہ ہوئی تھی کہ موسلا دھار بارش ہوئی، لوگ دوڑے ہوئے آئے اور کہا: یا رسول اللہ! ہم ڈوب جائیں گے، دعا کے فرمائیے کہ مدینہ کے علاوہ کہیں اور بر سیں۔ رسول خدا اس تدریج سے کہ آپ کے وندلان مبارک نمایاں ہو گئے اور فرمایا: ماں وقت ابوطالب ہوتے تو آپ کی آنکھیں خندھی ہوتیں کوئی ہے جو ان کے اشعار نائے حضرت علیؑ نے فرمایا کہ آپ کی مراد شاید یہ اشعار ہیں:

وابیض یستسقی الغمام بوجهه شمال الیتامی عصمه للارامل

آپ ابوطالبؐ کے اشعار نائے رہے اور غیرہ اسلام ابوطالب کی مغفرت کی دعا کرتے رہے۔ اس کے بعد نبی کنانہ کے ایک شخص نے چھ اشعار نائے جس کا پہلا شعر ہے:

لک الحمد والحمد من شکر شقینا بوجه النبی المطر (۲)

برزخی اسی الطالب میں لکھتے ہیں کہ رسول خدا کا "لله در ابی طالب" کہنا اس بات کا ثبوت

۱۔ طبقات ابن سعد ح ۱، ص ۱۰۶ (ج ۱ ص ۱۲۲)، الحسانیں الکبری ح ۱، ص ۸۷ (ج ۱، ص ۱۲۷) مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۲۹، ص ۳۲) خلایہ الطالب منتقل از المترائف، ص ۶۸ (ص ۵۳۰۵ حدیث ۳۹۲) شرح فتح البلاغ ح ۲، ص ۳۱ (ج ۱ ص ۱۲۳) کتاب ۹) استظیم والمری، ص ۷

۲۔ اعلام النبوة اور دی ا، ص ۷۷ (ص ۱۲۰) بدائع الفتاوى ح ۱، ص ۲۸۳، شرح ابن ابی الحدید ح ۲، ص ۳۱۶ (ج ۱، ص ۸۱) کتاب ۹) السیرۃ الحلبیۃ (ج ۱، ص ۱۱۶) عمدة القاری ح ۲، ص ۲۲۵ (ج ۷، ص ۳۱) شرح شواهد المغایر بیوطی، ص ۱۳۶ (ج ۱، ص ۲۹۸) نمبر ۱۹) السیرۃ الحلبیۃ ح ۱، ص ۷۸ (ج ۱، ص ۱۲۳) اسی الطالب، ص ۱۵ (ص ۲۶) طبلۃ الطالب، ص ۲۲

ہے کہ وہ اس منظر کو دیکھ کر خوش ہوتے اور یہ خوشی ان کے ایمان کی تصدیق ہے۔

۶۔ شرح نجی البلاع (۱) میں ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ سیرۃ مقاومی میں یہ واقعہ ملتا ہے: جس وقت عقبہ و شیبہ نے بدر میں ابو عبیدہ بن حارث کے پاؤں قطع کئے تو علی و حمزہ نے حملہ کر کے دونوں کو قتل کر دیا اور عبیدہ کو اٹھا کر عرش پر لے آئے ان کی پنڈلیوں کا مغز فکل رہا تھا۔ رسول خدا نے کہا کہ اگر ابو طالب زندہ ہوتے تو اپنے اشعار کی تصدیق کا آنکھوں سے تماشہ دیکھتے۔

کذ بتم و بیت اللہ نخلی مُحَمَّدا ولِمَا نظَاعَنْ دُونِهِ وَنَسَاطَ
وَنَصَرَهُ حَتَّیٰ نَصْرَ حَوْلَهُ وَنَذَرَ هَلَ عنِ الْإِنْسَانَ وَالْحَلَالِ

رسول خدا نے اس وقت عبیدہ اور ابو طالب کی مغفرت کی دعا میں کیں۔

۷۔ رسول خدا نے عقیل سے فرمایا: اے ابو یزید! میں تم سے دو وجوہ سے محبت کرتا ہوں: ایک تو تم سے رشتہ داری ہے، دوسرے اس لئے کہ ابو طالب تم سے بہت زیادہ محبت فرماتے تھے۔
مندرجہ ذیل کتابوں میں اس روایت کو لکھ کر کہا گیا ہے کہ یہ بات بہت مشہور ہے:
استیغاب۔ ذخیر العقیقی۔ تاریخ خمینی۔ بھجہ المخالف۔ شرح بن ابی الحدید۔ مجمع الزواید۔ (۲)
یہ اس بات کی بھی گواہی ہے کہ رسول خدا کو ایمان ابو طالب کا تلقین تھا۔ ورنہ پھر کسی کافر کی محبت کا کیا وزن رہ جاتا ہے اور وہ بھی اسکی محبت جو اس کی اولاد کی محبت کا سبب ہو۔

محبت رسول نتوڑ دیکھتے کہ ان کے ایمان پر اس قدر ریقین ہے کہ بعد وفات بھی ان کے فرزند سے محض ان کی محبت کی نیا پر محبت فرماتے ہیں اگر العیاذ باللہ وہ مسلمان نہیں تھے تو یہ محبت قطعی حیرتناک اور تعجب خیز کہی جائے گی۔

۸۔ ابو قیم (۳) وغیرہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ ابو طالب رسول خدا سے بے انتہا

۱۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۳، ص ۳۱۶ (ج ۱۳، ص ۸۰ کتاب ۹)

۲۔ استیغاب ج ۲، ص ۵۰۹ (اقسم ثلاث، ج ۱، ص ۷۰۸، نمبر ۱۸۳۳) ذخیر العقیقی، ج ۲، ص ۲۲۲، مجم الکبیر (ج ۷، ج ۱، ص ۱۹۱ حدیث ۵۱۰) تاریخ انس، ج ۱، ص ۱۱۲، بھجہ المخالف ج ۱، ص ۳۷۷، شرح نجی البلاع (بن ابن ابی الحدید)، ج ۲، ص ۳۱۲ (ج ۱۳، ص ۸۰ کتاب ۹، مجمع الزواید ج ۹، ص ۲۷۲) دلائل الہبۃ (ج ۱، ص ۹، نمبر ۲۰۹)

محبت فرماتے تھے رسول کمیں باہر جاتے ان کے ساتھ ساتھ رہتے۔

جب ابو طالب مر گئے تو قریش نے رسول خدا کو اس قدر اذیت کی کہ حیات ابو طالب میں اس کی توقع نہیں کر سکتے تھے، ایک اوباش نے تو آپ کے سر پر کچڑا دال دیا، جب گھر آئے تو آپ کی بیٹی نے کچڑا صاف کیا، وہ روتوں جاتی تھیں اور روتوں جاتی تھیں رسول خدا نے فرمایا: بیٹی! اگر یہ نہ کرو، خدا تمہارے باپ کا محافظ ہے جب تک ابو طالب زندہ رہے تھے ان قریش کو اس قسم کی گستاخیوں کی ہست نہ ہوئی۔ (۱)

۹۔ عبداللہ بن کعب بیان ہے رسول خدا نے مقتولین بدر کی طرف نظر کی اور ابو بکر سے فرمایا۔ اگر ابو طالب زندہ ہوتے تو دیکھتے کہ ہماری تکواروں نے بھادروں کو ذخیرہ کر دیا ہے۔ آپ کا اشارہ ابو طالب کے اس شعر کی طرف تھا:

کلد يتم وہیت اللہ ان جدہ ماری لسلسین اسی افنا بالامائل (۲)

۱۰۔ کفار نجیبی میں ہے کہ ابن عباس سے مرفو عاروی ہے کہ رسول خدا نے حضرت علیؑ سے فرمایا: اگر میں کسی کو اپنا جانشین محسن کروں تو تمہارے سوا کوئی بھی حقدار نہیں ہے، تمہارا اسلام قدیم ہے، رسول سے قربت ہے، سیدہ نساء العالمین کے شوہر ہو۔ ان سب سے سوایہ کہ نزول قرآن کے وقت ابو طالب نے بڑے کھنڈن مر جعلے جھیلے۔ میں چاہتا ہوں کہ ان کے فرزند کے سلسلے میں ان کی رعایت کروں۔ (۳)

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ کیا ان تمام روایات سے کہیں یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ ابو طالب کافر تھے؟ کیونکہ کسی کافر کے متعلق حسل و کفن کا حکم نہیں دیا جاتا، اس کے مغفرت کی دعاء نہیں کی جاتی، ان

۱۔ تاریخ طبری ج ۲، ص ۲۲۹ (ج ۲، ص ۳۳۳) تاریخ ابن حیان ص ۲۸۲ (مختصر تاریخ ابن حیان ص ۲۹، ص ۳۳) المحدث رکن علی الحسینی ج ۲، ص ۶۲۶ (ج ۲، ص ۲۶۹) حدیث ۲۶۹ (ج ۲، ص ۳۲۳) البدریۃ والخلیفۃ ج ۲، ص ۱۱۲ (ج ۳، ص ۱۰۶) مذہب الصلوٰۃ ج ۱، ص ۲۱ (ج ۱، ص ۱۰۵، ۷۶ نومبر) ، الفاقعی ذخیری ج ۲، ص ۲۱۲ (ج ۲، ص ۲۹۰) تاریخ انجیلیں ج ۱، ص ۲۵۳

السریۃ الخلیفۃ، ج ۱، ص ۳۷۵ (ج ۱، ص ۲۵۲) فتح الباری ج ۷، ص ۱۵۳، ۱۵۴ (ج ۷، ص ۱۹۳) شرح شواعد الحنفی، ص ۱۳۶ (ج ۱، ص ۲۹۷) نمبر ۱۹) دلائل الدین (ج ۲، ص ۳۵۰) اسی الطالب، ص ۱۱، ۲۱، ۳۸ (ص ۱۹، ۲۱، ۳۸) بطلۂ الطالب ص ۵۲، ۲

۲۔ الاعانی ج ۷، اصل ۲۸ (ج ۱۸، ص ۲۱۳) بطلۂ الطالب ص ۳۸: دلائل الاعجاز (ص ۱۵)

۳۔ کفاری الطالب، ص ۶۸ (ص ۱۶۶)، در منور (ج ۸، ص ۶۶۱)،

مکمل نیک توقعات قائم نہ کئے جاتے، عقیل سے ان کی وجہ سے شدید محبت نہ کرتے کیونکہ عام مسلمانوں کو بھی کسی کافر سے محبت کا حکم نہیں چہ جائیکہ رسول خدا.....

﴿لاتجحد قوماً يومئون بالله واليوم الآخر يوادون من حاد الله ورسوله ولو كانوا آباءهم او ابناءهم او اخوانهم او عشيرتهم﴾ (١) پہلی ارشاد خدا ہے:

﴿يَا ايُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَخَذُو اعْدُوِي وَعُدُوِّكُمْ اولِيَاءَ تَلْقَوْنَهُمْ بِالْمُؤْمِنَةِ
وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءُوكُمْ مِّنَ الْحَقِّ﴾ ”ایمان والخبرداری مرے اور اپنے دشمنوں کو دوست مت ہنانا
 کشمکش اپنے طرف دوستی کی پیش کرو جب کہ انہوں نے اس حق کا انکار کر دیا ہے جو تمہارے پاس آچکا
 ہے۔“ (۲)

ماکیزہ اقوال:

فواں تمام رازی میں عبد اللہ بن عمر سے مردی ہے کہ رسول خدا نے فرمایا کہ قیامت کے دن میں اپنے باپ ماں اور چچا ابو طالب کی شفاعت کروں گا اور اپنے اس بھائی کی جو جاہلیت کے زمانے میں زندہ تھا۔ (۳)

تاریخ یعقوبی (۲) میں ہے کہ حدیث رسول ہے: میرے خدا نے مجھ سے چار کی شفاعت کا وعدہ فرمائے میرے ماں، باپ، بھائیو طالب اور عہد حاملت کا بھائی۔

ابن جوزی کی روایت ہے کہ جبریلؐ مجھ پر نازل ہوئے اور کہا: خداوند عالم بعد سلام فرماتا ہے کہ خدا نے جہنم کو چار پر حرام قرار دیا ہے جس صلب میں تم تھے جس طعن میں رہے اور جس آغوش میں کھلے۔

۱- (عادل، ۲۲) ۲- (محنة، ۱)

٣- خاتمة المحتوى: يحيى، العروج المعرفة، يحيى: مالك المختار، ١٢٠.

۳۵- مارکنی تیری ج ۲، ص ۲۶ (ج ۲، ص)

صلب عبد اللہ کا تھا بطن آمنہ کا اور آغوش ابوطالب اور قاطرہ بنت اسد کی تھی۔ (۱)

شرح ابن الہیم (۲) میں ہے کہ رسول خدا نے فرمایا: جب تک نے مجھ سے کہا: خداوند عالم چھکی شفاعت قبول فرمائے گا بطن آمنہ جس نے تمہیں اٹھایا، عبد اللہ کا صلب، آغوش ابوطالب، عبد المطلب کا گمراہ جانلی عہد کا بھائی۔

حضرت علیؑ نے تمن مریمے بڑے اڑآفریں کہے، جن میں پہلے مرثیہ کے تین شعروں کا مطلع ہے:

اباطالب عصمت المستجير و غیث المحول و نور الظلم (۳)

دوسری مرثیہ آٹھ شعروں پر مشتمل ہے جس کا پہلا شعر ہے:

ارقت لطیر النوم اخیر اللیل غردا یذکرنی شجوا عظیماً مجدداً. (۴)

تیسرا مرثیہ میں چودہ اشعار ہیں، جس کا پہلا شعر ہے:

ارقت لسوح آخر اللیل غردا یذکرنی شجوا عظیماً مجدداً (۵)

امام سجاد کا ارشاد ہے کہ آپ سے ایمان ابوطالب کے بارے میں پوچھا گیا، فرمایا تجب ہے کہ خدا نے رسول کو منع کیا ہے کہ کوئی مسلمان عورت کسی کافر شخص کی زوجیت میں شر ہے۔ اور قاطرہ بنت اسد اولین اسلام لانے والوں میں تھیں، پھر آخر دو میلک ابوطالب کی زوجیت میں رہیں۔ (۶)

امام باقرؑ سے پوچھا گیا کہ کیا ابوطالب آمیزہ آتش وزخ میں ہیں؟ آپ نے فرمایا: اگر ایمان ابوطالب کو ایک پلے میں رکھا جائے اور تمام تخلوقات کا ایمان دوسرے پلے میں رکھا جائے تو ابوطالب کا پلہ بھاری ہو جائے گا۔ کیا تم نہیں جانتے کہ حضرت علیؑ نے حکم دے رکھا تھا کہ عبد اللہ اور ان کے فرزند

۱۔ استقطیم والمریب، ج ۲۵، ص ۲۵

۲۔ شرح ابن الہیم حجج ۳، ج ۳۱، ص ۱۱۱ (ج ۱۳، ص ۷۶ کتاب ۹)

۳۔ تذکرۃ المؤمنین، (ص ۶)، دیوان ابوطالب، ج ۳۶، الحجۃ علی الذاحبی، علی الحسن بن علی طالب، ص ۲۲۰

۴۔ تذکرۃ المؤمنین (ص ۹)

۵۔ دیوان علی ابن ابی طالب

۶۔ شرح ابن الہیم حجج ۳، ج ۳۱، ص ۱۱۱ (ج ۱۳، ص ۷۸، ۷۹ کتاب ۹)

اور ابو طالب کی طرف سے مسلسل حج کیا جاتا رہے۔ (۱)

صادق آں محمد کا ارشاد ہے کہ رسول خدا نے فرمایا: اصحاب کھف نے اپنا ایمان چھپایا اور کفر ظاہر کیا تو انھیں دواجردی ہے۔ (۲) تو خدا نے انھیں دواجردی ہے۔ ابو طالب نے ایمان چھپایا اور شرک ظاہر کیا تو انھیں دواجردی ہے۔ (۳) تمہرہ ایسی ہے: اس حدیث کوکلینی نے اصول کافی (۴) میں بھی نقل کیا ہے اس میں الفاظ ہیں کہ ابو طالب کی مثال اصحاب کھف کی ہے کہ انہوں نے ایمان چھپایا۔ اور شرک ظاہر کیا تو خدا نے انھیں دواجردی ہے۔۔۔۔۔ کتاب الحج (۵) ابن معدیں اس قدر اضافہ ہے کہ دنیا سے نہیں اٹھے جب تک جنت کی بھارت سے سرفراز نہ ہو گئے۔

ارشاد امام رضا: ابا بن محمد نے حضرت امام رضا کی خدمت میں خط لکھا کہ میں آپ پر قربان، میرے دل میں کچھ ابو طالب کے اسلام کے بارے میں شک ہے۔ امام نے جواب دیا کہ وہ من پیشاق الرسول من بعد ماتہین له المهدی ویتبع غیر سبیل المؤمنین " اور جو شخص رسول کی مخالفت ہدایت داشت ہونے کے بعد کرے اور مومنین کے علاوہ دوسرا راستہ پر چلے۔

آخر میں آپ نے تحریر فرمایا کہ تم نے ایمان ابو طالب کا اقرار نہ کیا تو تمہارا محکما نہ جنم ہو گا۔ (۶)

سید بطحاء کے متعلق اہل سنت کے مختصر فقرے:

یہ نہرے فقرے خود اپنی جگہ پر انبات مطلب کے لئے کافی تھے کہ جمیع حیثیت سے تمام آئندہ ہم آواز ہیں کہ ابو طالب مونتھے۔ انسان اپنے باپ کے حال سے زیادہ واقف ہوتا ہے۔ انہوں نے صحیح حقیقت کی نشاندہی کی کیونکہ وہ معصوم تھے، ان کی کوئی دوسری غرض نہیں ہو سکتی۔ مفتی شافعی اسی

۱۔ شرح ابن الیحد بیح ۲، ج ۳، ص ۲۸ (ج ۱۲، ص ۲۸ کتاب ۹)

۲۔ شرح ابن الیحد بیح ۲، ج ۳، ص ۱۲ (ج ۱۲، ص ۷۰ کتاب ۹)

۳۔ اصول کافی، ج ۱، ص ۲۲۲ (ج ۱، ج ۲۲۸، حدیث ۲۸)

۴۔ الجیلی الذاہب الی گھیرہ طالب، ج ۱، ص ۲۲۸ (ص ۸۲)

۵۔ شرح ابن الیحد بیح ۲، ج ۳، ص ۱۱ (ج ۱۲، ص ۶۸ کتاب ۹)

الطالب (۱) میں صحیح لکھتے ہیں کہ سب سے پہلے علامہ محمد بن رسول برزنجی نے نجات ابوطالب کا نظریہ پیش کیا، خدا انھیں نیک جزادے ان کی پروردش اہل ایمان کیلئے پسندیدہ اور انصاف پرمنی ہے کیونکہ نہ تو اس نظریہ کو باطل کہا جاسکتا ہے، نہ اس کی تضعیف کی جاسکتی ہے۔ انھوں نے غرض کی بہتر اور حسین توضیح پیش کی ہے جس سے تمام اعتراضات ختم ہوجاتے ہیں، اس سے رسول کی آنکھ خدھڑی ہوتی ہے اور ابوطالب نہ مت سے فیجاتے ہیں کیونکہ نہ مت ابوطالب سے رسول خدا کو اذیت ہوتی ہے جبکہ خداوند عالم فرماتا ہے: ﴿وَالَّذِينَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ﴾ ”جو لوگ رسول خدا کو اذیت دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے۔“

امام احمد ابن حسین موصیٰ نے شہاب الاخبار کی شرح میں لکھا ہے کہ ابوطالب کی دشمنی کفر ہے اور اس کی نص مالکیوں کے امام علامہ ابھوری نے اپنے فتوؤں میں پیش کی ہے اور تمسانی حاشیہ شفایہ میں تذکرہ ابوطالب کے ذیل میں لکھتے ہیں کہ مناسب ہے کہ ابوطالب کا تذکرہ صرف حادی رسول ہی کی حیثیت سے کیا جائے۔ کیونکہ ابوطالب نے رسول کی حمایت و نصرت کی اپنے قول و فعل سے ان کی نہ مت سے رسول کو اذیت ہوتی ہے اور رسول کو اذیت دینے والا کافر ہے اور کافر کو قتل کر دینا چاہئے۔ ابو طاہر فرماتے ہیں کہ جو بھی ابوطالب سے بغیر رکھے وہ کافر ہے۔ اہل سنت کے جن علماء نے ایمان و نجات ابوطالب کی نشاندہی کی ہے ان میں قرطی و مکی شعرانی کے علاوہ ڈیمیر سارے اولیاء و عارفین ہیں علامہ برزنجی نے ان تمام کو نقل کیا ہے۔ ذینی و حلان (۲) نے ابوطالب کی مدح پر مشتمل کسی کے ۳۲۳ اشعار بھی نقل کئے ہیں، مطلع ہے:

فَابْمَاطِعْ سَعْدَ عَزْنَادِيَهُ وَامْلَى شَرْحَ شُوقَى فِي مَفَانِيهِ

وابستگان اہل بیت کے نظریات

اور یہ شیعیان اہل بیت ہیں جنکی کسی ایک فرد کو بھی ایمان ابوطالب میں ذرا بھی نیک نہیں۔ ان کا یہ

سلسلہ یقین صحابہ و تابعین تک یہو پختا ہے۔ پھر آخر مخصوصین کے ارشادات کی بھی وہ تصدیق کرتے ہیں جنہوں نے اپنے جد نامدار حضرت رسول خدا کی نص حکایت کی ہے۔

معلم اکبر شیخ مفید اول القالات (۱) میں لکھتے ہیں: تمام امامیہ کا منفرد اعتقاد ہے کہ رسول خدا کے آباء کرام آدم سے عبد اللہ بن موسیٰ اور موسیٰ تھے۔ آگے لکھتے ہیں: اور تمام امامیہ کا اس بات پر بھی اجماع ہے کہ ابو طالبؑ موسیٰ مرے اور آمنہ بنت وہب پرستار تھیں۔

شیخ الطائف طویٰ تبیان (۲) میں فرماتے ہیں: امام محمد باقر اور امام جعفر صادق علیہما السلام سے مردی ہے کہ ابو طالبؑ مسلمان تھے اور اس پر امامیہ کا اجماع ہے، کسی ایک کو بھی اختلاف نہیں۔ اس سلسلے میں قاطع دلیلیں ہمیں تیکی بتاتی ہیں۔

طبری مجمع البیان (۳) میں لکھتے ہیں کہ اجماع الہمیت اس بات پر ثابت ہے کہ ابو طالبؑ موسیٰ تھے اور ان کا اجماع جماعت ہے۔ کیونکہ وہ احمد اشتبہیں ہیں جنکی اطاعت کا رسولؐ نے حکم دیا ہے۔

ابن محدث (۴) فخار لکھتے ہیں ہمارے استدلال کے لئے بھی کافی ہے کہ اجماع الہمیت ایمان ابو طالبؑ پر ہے، علمائے شیعہ انھیں مسلمان مانتے ہیں اور ایمان پر بھی متفق ہیں۔ ابو طالبؑ کا کردار ان کے ایمان کا ثبوت ہے اور اقوال ان کے اسلام کی نشاندہی کرتے ہیں۔

ابن طاؤس طراائف (۵) میں لکھتے ہیں کہ علماء شیعہ کو میں نے اجماعی حثیت سے ایمان ابو طالبؑ کے عقیدے پر متفق پایا ہے، بے شک عترت ہی باطن ابو طالبؑ سے واقف ہو سکتی ہے برخلاف دوسروں کے، اور شیعیان اہل بیت اس سلسلے پر متفق ہیں۔ انہوں نے اس موضوع پر تصانیف کے ذمیر لگادیے ہیں۔ ہم نے تو نہ دیکھا، نہ سنا کہ کسی مسلمان کو ایمان ابو طالبؑ پر بحث کی ضرورت پیش آئے، ہم تو مسلمانوں کا شیوه یہ دیکھتے ہیں کہ کسی کافر کے متعلق ایک عمومی خبر واحد سے بھی اسکے مسلمان ہونے کا فیصلہ کر لیتے ہیں، ابو طالبؑ جیسے موسیٰ و مسلمان کے متعلق یہ خت گیری بڑی حیرت ناک ہے۔

۱۔ اول القالات، ج ۲، ص ۲۵ (ص ۵۱)

۲۔ التبیان ج ۲، ص ۲۸۷ (ج ۲، ص ۱۶۲)

۳۔ مجمع البیان ج ۲، ص ۲۸۷ (ج ۲، ص ۱۶۲)

۴۔ الطراائف، ج ۲، ص ۲۹۸ (ج ۲، ص ۱۳)

۵۔ الحجۃ علی الذ اصب الکھیر ابی طالب، ج ۲، ص ۲۷۸ (ص ۶۲)

شرح ابن أبي الحدید (۱) میں ہے کہ ابوطالبؐ کے متعلق لوگوں میں اختلاف ہے: امامیہ اور زیدیہ فرقہ کا خیال ہے کہ وہ مسلمان مرے، بعض بزرگان محرزلہ مثلاً ابو لقا سم بنی اور اسکانی بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں۔

بخار (۲) میں علامہ مجسی فرماتے ہیں: اسلام ابو طالبؐ پر تمام شیعوں کا اجماع ہے۔ وہ یقیناً رسول خدا پر شروع ہی سے ایمان لائے، کبھی بت پرستی نہ کی، وہ دراصل اوصیاء ابراہیم میں سے تھے۔ شیعوں میں ان کے اسلام کی شہرت ہے، یہاں تک کہ مخفین بھی ان کی طرف یہی نسبت دیتے ہیں اور اس سلسلے میں اخبار متواتر، خاصہ و عامد کی طرف سے وارد ہوئے ہیں۔ اکثر علماء نے اس پر کتابیں لکھی ہیں۔

اس سلسلے میں چالیس حدیثیں بھی پڑھتے چلتے ہیں:

۱۔ شیخ قفال صادق آں محمدؑ کی روایت نقل کرتے ہیں: جبتر میں رسول خدا پر نازل ہوئے اور کہا کہ اے محمدؑ! اخذ بعد سلام فرماتا ہے کہ میں نے جہنم کو اس صلب پر حرام کیا ہے جہاں آپ نازل ہوئے، اس بطن پر جس نے آپ کو انھیا، اس آغوش پر جس نے آپ کو کھلایا۔ صلب تو عبد اللہ کا ہے، بطن آمنہ کا اور آغوش ابو طالبؐ کی۔ روایت میں فاطمہ بنت اسد کا بھی اضافہ ہے۔ (۳)

۲۔ امیر المؤمنینؑ سے مروی ہے کہ رسول خدا نے فرمایا: مجھ پر جبریل نازل ہوئے اور کہا: اے محمدؑ! خدا تمہاری وجہ سے چوکی شفاعت فرمائے گا: بطن آمنہ نے آپ کا حمل انھیا، صلب عبد اللہ پر آپ نازل ہوئے، ابو طالبؐ کی آغوش میں آپ کھلیے، عبد المطلب کے گھر میں رہے، آپ کا جاہلی بھائی اور حلیہ کے پستان نے آپ کو دودھ پلایا۔ (۴)

۳۔ شیخ مفید اپنی اسناد سے لکھتے ہیں کہ جب ابو طالبؐ کا انتقال ہوا تو امیر المؤمنینؑ رسول خداؑ کی

۱۔ شرح نجی البلاغ ابن ابن الحجر یون ۳، ص ۳۱ (ج ۱۲، ص ۷۵ کتاب ۹)

۲۔ بخار الانوار ن ۹، ص ۲۹ (ج ۲۵، ص ۱۲۸ حدیث ۸۲)

۳۔ روضۃ الوعظین، ص ۱۲۱ (ج ۱، ص ۱۳۹) اصول کافی، ص ۲۲۲ (ج ۱، ص ۳۳۶ حدیث ۲۱) محدثیۃ الاخبار (ص ۱۳۶ حدیث ۱)

۴۔ الحجۃ علی الذاحبی الحنفی طالب، ص ۸ (ص ۲۸) تفسیر ابن القوی رازی ج ۲، ص ۲۱۰ (ج ۸، ص ۳۲۰)

۵۔ الحجۃ علی الذاحبی الحنفی طالب، ص ۸ (ص ۲۸)

خدمت میں آئے اور انتقال کی خبر دی، آپ بہت زیادہ غمگین ہوئے پھر امیر المؤمنین سے فرمایا کہ اپنی گمراہی میں غسل و کفن و حوط کا بندوبست کرو، جب جنازہ تیار ہو جائے تو مجھے خبر کرنا۔ امیر المؤمنین نے ایسا ہی کیا، جب جنازہ تیار ہو گیا تو رسول خدا اُتریف لے آئے اور بہت روئے اور فرمایا: آپ نے صد رحم فرمایا، اے چچا! آپ کو خدا بہترین جزادے، آپ نے بچپن میں میری تربیت اور کفالت کی، عظیم الشان نصرت کی۔ پھر لوگوں کی طرف رخ کر کے فرمایا: اپنے چچا کی الیکی شفاعت کروں گا جسے دیکھ کر دونوں چہاں والے تجھ کریں گے۔

شیخ صدوق کے فقرے ہیں کہ اے چچا! آپ نے تینی میں کفالت کی، بچپن میں کفالت کی اور عظیم نصرت فرمائی، خدا آپ کو بہترین جزادے۔ (۱)

۴۔ عباس بن عبدالمطلب نے رسول خدا سے پوچھا: آپ ابوطالب کے متعلق کیا توقع رکھتے ہیں؟

فرمایا: میں اپنے پروردگار سے تمام قسم کی یہی توقعات رکھتا ہوں۔ (۲)

۵۔ رسول خدا نے عقیل سے فرمایا: میں تم سے وجہتوں سے محبت کرتا ہوں: تمہاری وجہ سے اور اس لئے بھی کہ تمہیں ابوطالب بہت چاہتے تھے۔ (۳)

۶۔ رسول خدا نے فرمایا: اگر میں مقام محمود پر فائز ہوا تو اپنے باپ، ماں، چچا اور جائیل عہد کے

بھائی کی شفاعت کروں گا۔ (۴)

۱۔ تاریخ تیعقوبی ج ۲، ص ۲۶ (ج ۲۲، ص ۳۲۹) تفسیر علی ابن ابراہیم تی، ص ۳۵۵ (ص ۳۸۰) اہل شیخ صدوق (ص ۳۳۰) الفصول المختارة ص ۸۰ (ص ۲۲۸) الحجۃ علی الذاحبی الحجۃ علی الذاحبی طالب ص ۶۷ (ص ۲۶۵) بخار الانوار ج ۹، ص ۱۵ (ج ۲۵، ص ۱۵) الدرجات الرفیعہ (ص ۶۱)

۲۔ الحجۃ علی الذاحبی الحجۃ علی الذاحبی طالب ص ۱۵ (ص ۱۷) الدرجات الرفیعہ (ص ۳۸) طبقات ابن سحن ج ۱، ص ۱۰۶ (ج اص ۱۳۲) مختصر تاریخ ابن عساکر (ج ۲۹، ص ۳۲) الحجۃ علی الذاحبی طالب ص ۳۲ (ج ۱، ص ۳۷) استحیم و المریضی (ص ۷)

۳۔ علی الشریع (ج اص ۱۶۲) الحجۃ علی الذاحبی الحجۃ علی الذاحبی طالب ص ۳۲ (ص ۹۷) بخار الانوار ج ۹، ص ۱۶ (ج ۲۵، ص ۷۵) استیعاب ج ۲ ص ۵۰۹ (نمبر ۹۱۸۳۲) الحجۃ علی الذاحبی (ج ۱۷، ص ۹۱) حدیث ۵۱۰ (ج ۱۷، ص ۹۱) تاریخ انجیس ج ۱، ص ۱۲۳، ذخیر الحقی، ص ۲۲۲

۴۔ تفسیر علی ابن ابراہیم تی، ص ۳۵۵، ۳۵۵ (ج ۲، ص ۲۵) تفسیر البرهان ج ۲، ص ۲۷ (ج ۳، ص ۲۷) ذخیر الحقی ص ۱۲، الدرجات العالیہ سیوطی ص ۷، مسالک الحفاظ ص ۱۲

۷۔ امام حسین اپنے والد ماجد حضرت امیر المؤمنین کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ آپ مقام رحبا میں
بیٹھے ہوئے تھے، آپ کے گرد لوگوں کا تجموم تھا، ایک شخص نے کہا: امیر المؤمنین! آپ کا خدا نے کیا کچھ مرتبہ
قرآن میں بیان کیا ہے اور آپ کے والد پر جہنم میں عذاب ہو رہا ہے۔ فرمایا: مُهْبَرَا خَدَا تَيْرَ اِمْنَه بَنَدَ كَرَے،
اس خدا کی قسم! جس نے رسول کو برق میتوڑ فرمایا، اگر میرے والد ماجد تمام گھنگاروں کی شفاعت
فرمائیں تو خدا سب کو بخشن دے گا۔ کیا میرے باپ جہنم میں معدب ہوں گے جب کہ ان کا فرزند قیم
جنت و نار ہے؟ رسول برق کی قسم! ابوطالب کا نور تمام مخلوقات کے نور کو بجادے گا، سوائے نور محمد، نور
فاطمہ، نور حسن، نور حسین اور دیگر اصحاب کے۔ آگاہ ہوا ان کا نور بھارے نور سے ہے، خدا نے تخلیق آدم
سے دو ہزار سال قبل اسے خلق فرمایا۔ (۱)

۸۔ حضرت امیر المؤمنین فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم! میرے باپ، وادا عبدالمطلب اور دادا ہاشم
نے کبھی بتوں کی پوچانہیں کی۔ آپ سے پوچھا گیا: تو وہ کس کی عبادت کرتے تھے؟ فرمایا: وہ کعبہ کی
طرف نماز پڑھتے تھے، دین ابراہیم سے وابستہ تھے۔ (۲)

۹۔ عامر بن وائلہ حضرت علی کا بیان نقل کرتے ہیں کہ میرے باپ نے وقت وفات کلہ شہادت
پڑھا، رسول نے مجھے اسکے بارے میں جوابات بتائی، وہ دنیا و آخرت میں سب سے بہتر ہے۔ (۳)

۱۰۔ امیر المؤمنین نے فرمایا: ابوطالب اس وقت تک نہیں مرے جب تک رسول خدا کی خوشنودی

نہ پائی۔ (۴)

۱۔ المناقب الائمه (ص ۶۱) کنز الغواہ ص ۸۰ (ج ۱، ص ۱۸۲) اباعلیٰ جلسوی ص ۱۹۲ (ص ۳۰۵ حدیث ۶۱۲) الاحجاج طبری (ج ۱، ص ۵۳۶ حدیث ۱۳۳) تفسیر ابوالفتوح رازی ج ۲، ص ۲۱ (ج ۸، ص ۲۷) الحجۃ علیٰ الذاحبی الحجۃ علیٰ الحجۃ علیٰ طالب، ص ۱۵ (ص ۲۷) الدرجات الرفیعہ (ص ۵۰) بحار الانوار ج ۱۵، ص ۶۹ تفسیر البرہان ج ۳، ص ۷۹۲ (ج ۲، ص ۲۱)

۲۔ کمال الدین، ص ۱۰۲ (ص ۲۷) تفسیر ابوالفتوح رازی ج ۲، ص ۲۱۰ (ج ۸، ص ۲۷۰) تفسیر البرہان ج ۳ ص ۷۹۵ (ج ۳، ص ۲۲۲)

۳۔ الحجۃ علیٰ الذاحبی الحجۃ علیٰ طالب، ص ۲۲۳ (ص ۱۱۲)

۴۔ تفسیر علیٰ اہن ابراہیم (ج ۱، ص ۳۵۵) تفسیر علیٰ الذاحبی الحجۃ علیٰ الذاحبی طالب، ص ۲۲۳ (ص ۲۱)

۱۱۔ شعی حضرت علیؑ کا ارشاد نقل کرتے ہیں: خدا کی قسم! ابو طالب بن عبد المطلب بن عبد مناف موسیٰ و مسلمان تھے، انھوں نے اپنا ایمان نبی ہاشم کے ذریعے چھپایا تاکہ قریش ان سے بر سر پیکار نہ ہو جائیں امیر المؤمنین کا مریضہ ابو طالبؑ تھی ہے:

اباطالب عصمة المستجير وغيث المحول ونور الظلم

لقد هد ف قدک اهل الحفاظ فصلی علیک ولی النعم

ولساقاک ربک رضوانہ فقد كت لله صطفی خير عم (۱)

۱۲۔ اسخ بن باتاہ کہتے ہیں کہ میں نے امیر المؤمنین کو فرماتے تھا کہ ایک بار رسول خدا قریش کے کچھ لوگوں کے درمیان سے گزرے، جنھوں نے اونٹ یا گوسنڈ کی قربانی (غیرہ) کی تھی۔ رسول خدا اور ہر سے بغیر سلام کئے ہوئے گزر گئے اور دارالندوہ کے پاس گئے۔ قریش نے کہا کہ محمدؐ میں بغیر سلام کئے ہوئے گزر گئے، کوئی ہے جو اس کی نماز برباد کر دے۔ عبد اللہ بن زبیر تیار ہو گیا اور اس نے حالت سجدہ میں رسول خدا پر اوجھڑی ڈال دی۔ رسول خدا اسی حالت میں ابو طالبؑ کے پاس تشریف لے گئے اور پوچھا: چچا جان! میں کون ہوں؟ ابو طالبؑ نے پوچھا: کیوں جان برادر، ایسا کیوں کہہ رہے ہو؟ آپ نے سارا واقعہ بیان کیا۔ ابو طالبؑ نے پوچھا: انھیں کہاں چھوڑا؟ فرمایا: انھی میں۔ آپ نے خاندان والوں کو آواز دی کہ تھیار لے کر میرے ساتھ چلو، سب نے لبیک کہی اور وہاں چلے۔ قریش نے ان لوگوں کو آتے دیکھ کر متفرق ہونا چاہا۔ ابو طالبؑ نے آواز دی: خبردار! کوئی بھی بیہاں سے اخھا تو سراڑا دوں گا، رب کعبہ کی قسم! پھر آپ نے ایک پتھر پر تین ضریب لگائیں اور تین لکھوں کے کے ہاتھ میں لیا اور فرمایا: محمدؐ اتم نے پوچھا ہے کہ تم کون ہو؟ پھر اپنا لانگی سے رسول خدا کی طرف اشارہ کر کے کہا: (۲)

”انت النبی محمدؐ ، قرم اغرا مسود“

”تم محمدؐ ہو، رسول ہو، بزرگ ہو، سالار قافلہ ہو، سردار ہو۔“

۱۔ الجعلی الذ اصحاب الْمُکْتَبِ الْمُکْتَبِ، ج ۲۲ (ص ۲۲۳) تذکرة المؤامن، ج ۶ (ص ۹) دیوان ابو طالب، ج ۳۶

۲۔ شرح ابن القیم ج ۲، ج ۵ (ص ۳۱۵) (ج ۱۲، ج ۷ کتاب ۹)

پھر پوچھا کہ کس نے یہ حرکت کی تھی؟ رسول خدا نے عبداللہ بن زبیری کی طرف اشارہ کیا۔ آپ نے اسے بلا یا اور اس کی ناک پر ضریبیں لگائیں، وہ بلوہاں ہو گیا اور پھر پوچھا: تم نے پوچھائیں میں کون ہوں؟ اور پھر فرمایا: تم محمد بن عبد اللہ ہو۔ اور اس کے بعد آدم تک تمام شجرہ سناڑا اور فرمایا: تم، خدا کی قسم احباب میں سب سے شریف ہو، تمہارا نسب سب سے بلند ہے، اے گروہ قریش! جس میں دم ہو اب ذرا حرکت کر کے تو دیکھئے، میں وہی ہوں جسے تم اچھی طرح پہچانتے ہو۔ (۱)

۱۳۔ این فیاض لکھتے ہیں: حضرت علیؓ نے فرمایا کہ ہم اور رسول خدا حالت بجدہ میں تھے کہ ابوطالبؓ تشریف لائے اور فرمایا: کیا تم ایسا کر رہے ہو؟ پھر میرا بازو تھام کر فرمایا: ان کی شاندار خدمت کرتے رہنا۔ پھر مجھے مدد کی تشویق دلائی۔

۱۴۔ حضرت علیؓ سے پوچھا گیا: رسول خدا سے قبل اعیاء کا جانشین کون تھا؟ فرمایا: ابوطالبؓ، میرے باپ۔

۱۵۔ امام حجاجؓ سے پوچھا گیا کہ ابوطالبؓ مومن تھے؟ فرمایا: ہاں۔ کہا: کچھ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ کافر تھے؟ فرمایا: سخت حیرت کی بات ہے کہ یہ لوگ ابوطالبؓ کی نذمت کر رہے ہیں جبکہ کئی آئیوں میں خدا نے فرمایا ہے کہ کوئی بھی مومن کسی کافر کے ازدواجی بندھن میں نہ رہے اور کسی کو بھی انکار نہیں ہے کہ فاطمہ بنت اسد ساقین اسلام میں سے تھیں، اسی حالت میں رہیں، یہاں تک کہ ابوطالبؓ مر گئے۔ (۲)

۱۶۔ ابو بصیر لیف مرادی کہتا ہے کہ میں نے امام محمد باقرؑ سے پوچھا: میرے سردار! یہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ ابوطالبؓ ضمحلہ نار میں ہیں، جس سے ان کا دماغ جل رہا ہے۔ آپ نے فرمایا: یہ لوگ جھوٹ بول رہے ہیں، اگر ایمان ابوطالبؓ ایک پلے میں رکھا جائے اور تمام مخلوقات کا ایمان دوسرے

۱۔ تفسیر قرطبی (ج ۶، ص ۲۶۱) الحجۃ علی الذاحبی الحنفی طالب، ص ۱۰۶ (ص ۳۳۶) نہضۃ البخاری، ج ۲، ص ۱۲۲ (ج ۲ ص ۹۱)
ثرات الاوراق مطبوع بر حاشیۃ المسندر ف ۲ ص ۲۸۵ (ص ۲۸۵)

۲۔ شرح ابن الحمدین، ج ۳، ص ۳۱۲ (ج ۲، ص ۲۸، ۲۹ کتاب ۹) الحجۃ علی الذاحبی الحنفی طالب، ص ۱۲۳ (ص ۱۲۳)
الدرجات الرفيعة (ص ۵۰)

پلے میں تو ان کا پلہ بھاری ہو جائے گا۔ (۱)

سید بن معد کتاب الحجہ (۲) میں ایک دوسری سند روایت میں لکھتے ہیں کہ امام نے فرمایا کہ ابو طالب بن عبد المطلب حالت اسلام و ایمان میں مرے۔

۱۸۔ صادق آل محمد فرماتے ہیں کہ ابو طالب کی مثال اصحاب کہف کی ہے، انہوں نے اپنا ایمان چھپایا اور شرک ظاہر کیا، اس لئے خدا نے انہیں دوا جر کرامت فرمائے۔ (۳)

عبد الرحمن بن کثیر بیان کرتے ہیں کہ میں نے صادق آل محمد سے عرض کی: لوگ گمان کرتے ہیں کہ ابو طالب آنکھیں جہنم میں ہیں۔ فرمایا: وہ جھوٹ بولتے ہیں، جب تک اس بات پر رسولؐ کی خدمت میں نازل نہیں ہوئے۔ میں نے پوچھا: پھر کس بات پر نازل ہوئے؟ فرمایا: ایک بار جب تک رسولؐ پر نازل ہوئے اور کہا: اے محمد! تمہارا رب بعد سلام فرماتا ہے کہ بلاشبہ اصحاب کہف نے اپنا ایمان چھپایا اور شرک ظاہر کیا، پھر خدا نے انہیں دوا جر کرامت فرمائے، اسی طرح ابو طالبؐ نے اپنا ایمان چھپایا اور شرک ظاہر کیا، اس لئے خدا نے انہیں دوا جر کرامت فرمائے، ابو طالبؐ اسی وقت دنیا سے گئے جب دہشت کی بشارت پا گئے۔ امام نے آگے فرمایا: یہ لوگ ایسی مہل بات کیسے کہتے ہیں جبکہ وفات ابو طالبؐ کی رات جب تک نازل ہوئے اور کہا کہ اے محمد: اب کسے سے نکلتے، کیونکہ ابو طالبؐ کے بعد آپکا کوئی مددگار نہیں۔ (۴)

۱۸۔ اصول کافی (۵) میں ہے کہ امام سے پوچھا: کیا یہ لوگ گمان کرتے ہیں کہ ابو طالبؐ کافر

۱۔ شرح ابن القیم درج ۲۳، ج ۱۳، م ۲۸ کتاب (۶) الحجۃ علی الذاذعب الی گھیرابی طالب، م ۸۵ (۱) الدرجات الرفیعہ (ص ۲۹)

۲۔ الحجۃ علی الذاذعب الی گھیرابی طالب، م ۲۷

۳۔ اصول کافی ص ۲۳۳ (ج ۱، م ۳۳۸) امامی صدوق، م ۳۶۶ (ص ۳۹۲) روضۃ الراعظین، م ۱۲۱ (ج ۱، م ۱۳۹) الحجۃ علی الذاذعب الی گھیرابی طالب، م ۱۱، ۱۲ (ص ۸۲، ۳۶۲)

۴۔ بحار الانوار ج ۹، م ۲۲ (ج ۲۵، م ۷۷) تفسیر ابن القیم درج ۲۳، م ۲۱۲ (ج ۸، م ۳۷۳) الدرجات الرفیعہ (ص ۳۹)

۵۔ اصول کافی، م ۲۳۳ (ج ۱، م ۲۳۸)

مرے؟ فرمایا: یوگ جھوٹ بولتے ہیں، جس نے یہ شعر کہا وہ کافر کیسے ہو سکتا ہے:

الْمَعْلُومُ اَنَا وَجَدْنَا مُحَمَّداً نبیا کسموسی خط فی اول الکتب
”کیا تم لوگ نہیں جانتے کہ ہم محمد گوموئی کی طرح رسول مجھتے ہیں اور یہ بات گذشتہ آسمانی کتابوں
میں مرقوم ہے۔“

یہ روایت اکثر محدثین کی تایفیات میں منقول ہے۔

۱۹۔ ^{کلشن} نے اصول کافی (۱) میں صادق آل محمد کا بیان نقل فرمایا کہ جس ابوطالبؑ نے یہ اشعار
کہے ہوں وہ کافر کیسے ہو سکتا ہے:

لَقَدْ عَلِمْنَا إِنَّ أَبِنَاءَ لَنَا لَا مُكَذِّبٌ لَدِينِنَا وَلَا يَعْبُدُ بَقِيلَ الْأَبَاطِلِ
وَإِيْضَنْ يَسْتَسْقِي الْفَمَامَ بِوْجَهِهِ ثَمَالِ الْبَيْتَامِيِّ عَصْمَةَ الْلَّارَامِلِ
”بلاشہ یہ لوگ جانتے ہیں کہ ہمارے نزدیک ہمارا فرزند جھلا یا نہیں جاسکتا، اس کے بیہاں مہل
بکواس کی قلعی گنجائش نہیں، وہ روشن چہرہ ہے جس کا واسطہ دیکھ پارش طلب کی جاتی ہے، وہ تیوس کی پناہ
اور یہاں کا سہارا ہے۔“

۲۰۔ شیخ ابو علی ف قال نے روضۃ الواقفین میں صادق آل محمد کا ارشاد نقل کیا ہے کہ ابوطالبؑ نے
مرتے وقت بزرگان قریش کو بلوایا اور ان سے وصیت فرمائی: اے گروہ قریش! تم خلوات خدا میں منتخب
اور قلب عرب ہو، تم خدا کی زمین اور حرم کے خریز ہو، تمہارے درمیان سردار اور فرمانرواء موجود ہے، جو
کشادہ دست، بہادر، پیش گام اور دانا ہے۔ اچھی طرح سمجھ لو کہ تم نے ہر خیر دنائزش کو پالیا، اب لوگوں کے
لئے کوئی فضیلت باقی نہیں۔ لوگوں کے فضیلت کا وسیلہ انھیں کی ذات ہے اور لوگ تم سے برس پیکار ہیں۔
اس وصیت کو علامہ مجلسی نے بخار الانوار میں نقل کیا ہے۔ (۲)

۲۱۔ شیخ صدق اکمال الدین میں صادق آل محمد کا ارشاد نقل کرتے ہیں کہ ابوطالبؑ نے کفر خاہر کیا

۱۔ اصول کافی میں (ج ۱، ص ۳۳۹) تفسیر البرحان (ج ۳، ص ۹۵) میں (ج ۲۲۳، ص ۳۳۹)

۲۔ روضۃ الواقفین، میں (ج ۱۲۱) تفسیر البرحان (ج ۳، ص ۹۵) میں (ج ۲۳۳، ص ۲۳۹)

اور ایمان چھپایا، جب ان کا وقت وفات آیا تو خدا نے رسول پر وحی کی: یہاں سے نکل جاؤ کہ اب کوئی تمہارا مد دگار نہیں۔ چنانچہ رسول خدا نے مدینہ ہجرت فرمائی۔

شریف مرتفعی نے فضول المغارہ میں (۱) اس حدیث کو نقل کر کے لکھا ہے کہ اس سے واضح ہوتا ہے کہ ابو طالب تحقیق طور سے مومن تھے اور اس کی تقویت اس بات سے ہوتی ہے کہ انھیں مد دگار رسول کہا گیا ہے۔ اسی حدیث کے ذیل میں ابن محدث کتاب الحجہ میں لکھتے ہیں کہ تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ وفات ابو طالب کے بعد جریئل رسول خدا پر نازل ہوئے اور کہا کہ خدا بعد سلام فرماتا ہے کہ تمہاری قوم نے متفقہ فیصلہ کر لیا ہے کہ تم پر رات میں حملہ کریں لہذا تم یہاں سے نکل جاؤ کیونکہ اب تمہارا کوئی مد دگار نہیں رہ گیا ہے۔ خدا کے ارشاد پر خوب غور کرنا چاہئے کہ اسی نے ابو طالب کے مد دگار رسول ہونے کی گواہی دی ہے۔ یہ حیثیت ابو طالب کے فخر و ناذش کیلئے عظیم الشان ہے، اس سے ان کی عظمت و منزلت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ قریش ان سے خوش تھے کہ وہ ان سے میل جوں رکھتے ہیں حالانکہ انہوں نے اپنے اشعار میں توحید و تقدیم کا برہما اظہار فرمایا۔ اس طرح قریش کو قتل رسول کی ہمت نہ ہو سکی کیونکہ ان کی قوم میں ابا شام اور عبد المنطلب بن عبد مناف کے بھائی اور یا ان کے پیروکار تھے۔ خواہ وہ مومن ہوں یا کافر ابو طالب کے ساتھ تھے۔ اگر قریش ان سے برس پہنچا کر ہوتے تو یہ ان پر بھاری پڑتے، اسی لئے جب ابوالہب نے قریش سے قتل رسول کی بات سنی تو کہا کہ اس بزرگ (ابو طالب) کی وجہ سے بازا آجائے کیونکہ وہ اپنے بھیجے کا مد دگار ہے۔ خدا کی قسم! محمد اس وقت تک قتل نہیں ہو سکتے جب تک ابو طالب نہ قتل ہو جائیں اور میں ابا شام اس وقت تک قتل نہیں ہو سکتے جب تک تمام میں عبد مناف اور کے والے قتل نہ ہو جائیں۔ اس لئے ابھی ہاتھ روکے رہو۔ جب ابو طالب کو یہ بات معلوم ہوئی تو آپ نے جذبات ہمدردی ابھارنے کے لئے کچھ اشعار کہے۔ (۲)

۲۲۔ یونس بن نباتہ صادق آل محمد کا ارشاد قتل کرتے ہیں کہ امام نے پوچھا: اے یونس! لوگ

۱۔ الفضول المغارہ ص ۸۰ (ص ۲۲۹)

۲۔ شرح ابن القیم ج ۳، ص ۲۰۷ (ج ۱۲، ص ۷۵ کتاب ۹) الحجۃ الذاصب الکفیر ابی طالب (ص ۳۳۲) حسان بن ثوری ص ۱۶، المسیرۃ الہمبویۃ ابن هشام ج ۱، ص ۳۹۶ (ج ۲۲ ص ۱۰) البدریۃ والتحمیۃ ج ۳، ص ۹۲ (ج ۱۱۶)

ابوطالبؑ کے متعلق کیا کہتے ہیں؟ عرض کی: قربان جاؤں! لوگ کہتے ہیں کہ وہ آج گینہ جنم میں ہیں، جس سے ان کا دماغ پکھل رہا ہے فرمایا: جھوٹے ہیں وہ دشمنان خدا، ابوطالبؑ تو نبیوں، صدیقوں، شہیدوں اور شاکستہ کرداروں کی بہترین رفاقت سے بہرہ مند ہیں۔ (۱)

۲۳۔ داؤ درقی کا بیان ہے کہ میں صادق آل محمدؐ کی بارگاہ میں ہو چاہ، میرا قرض ایک شخص پر تھا جس سے میں ڈرتا تھا۔ میں نے امام سے اپنا درود لکھا۔ آپ نے فرمایا: جب تم مکہ جانا تو عبد المطلب، ابوطالب، عبد اللہ، آمنہ اور فاطمہ بنت اسد کے نام سے الگ الگ طواف کرنا اور دو دور رکعت نماز پڑھ کے خدا کی بارگاہ میں اپنی حاجت بیان کرنا۔ میں نے ایسا ہی کیا جب میں باب صفا سے لکھا تو قرضدار نے مجھے آواز دیکھ کہا: اے داؤ! اپنا حق مجھ سے لے لو۔ (۲)

۲۴۔ صادق آل محمدؐ کا ارشاد ہے کہ رسول خدا مسجد حرام میں نیا کپڑا پہننے کفر سے تھے، اتنے میں مشرکین نے آپ پر اونٹ کی او جھڑی سر سے میکھل دی۔ رسول اسی حالت میں ابوطالبؑ کے پاس آئے اور کہا: اے چچا! میری شخصیت آپ کے نزدیک کیا ہے؟ ابوطالبؑ نے کہا: بیٹا! ایسا کیوں پوچھ رہے ہو؟ رسول خدا نے سارا واقعہ بیان کیا۔ ابوطالبؑ نے حمزہ سے کہا اپنی تکوار لے لو اور پھر مسجد الحرام تشریف لے گئے اور تمام مشرکین کو اسی طرح او جھڑی سے سر سے میکھلکر آلوہ کر دیا۔ اور پھر رسول خدا سے کہا: بیٹا! تم نے پوچھا تھا کہ میری شخصیت کیا ہے؟ دیکھو تمہاری شخصیت ہمارے نزدیک یہ ہے۔ (۳)

۲۵۔ صادق آل محمدؐ کا ارشاد ہے کہ امیر المؤمنینؑ کو ابوطالبؑ کے اشعار کی روایت و مددوں کا بڑا اہتمام تھا، وہ فرماتے ہیں کہ ان کے اشعار، لوگوں کو تعلیم دو اور اپنے بچوں کو پڑھاؤ کیوں کہ وہ دین خدا پر تھے اور ان کے اشعار میں بے اندازہ علم تھا۔ (۴)

۱۔ کنز القوائد کا بھی م ۸۰، الحجۃ علی الذائب الی عکیف رابی طالب ص ۷۷۔

۲۔ الحجۃ علی الذائب الی عکیف رابی طالب، م ۲۲ (ص ۱۰۲) بخار الانوار ج ۹، م ۲۲ (ج ۳۵، م ۱۱۲)۔

۳۔ اصول کافی م ۲۲۲ (ج اص ۳۳۹)

۴۔ الحجۃ علی الذائب الی عکیف رابی طالب، م ۲۵ (ص ۱۳۰) بخار الانوار ج ۹، م ۲۲ (ج ۳۵، م ۱۱۵)۔

۲۶۔ ہمیں نماز جماعت اس وقت ہوئی کہ رسول خدا تعالیٰ کے ساتھ نماز پڑھ رہے تھے، اتنے میں ادھر سے ابو طالب گزرے، جعفر ساتھ تھے۔ فرمایا: بیٹا! اپنے پچاڑ اور بھائی کے پہلو میں کھڑے ہو جاؤ۔ جب رسول خدا نے محوس کیا تو دونوں کے آگے ہو گئے اور ابو طالب مسکراتے ہوئے یہ شعر پڑھتے پلٹ گئے:

ان عليا و جعفرالقصى عند مسلم الزمان والكرب (۱)

۲۷۔ اصول کافی (۲) میں ہے کہ درست ابن ابی منصور نے امام موئی کاظمؑ سے پوچھا: کیا ابو طالب رسول خدا پر محیت رکھتے تھے؟ فرمایا: نہیں، بلکہ انہوں نے جو وصیتیں کیں انہیں رسول خدا کے پسروں کیا۔ پوچھا: کیا یہ وصایا اس لئے پسروں کیوں کہ وہ محیت رکھتے تھے؟ فرمایا: اگر محیت رکھتے تو وصایا ان کے حوالے نہ کرتے۔ پوچھا: تو پھر ابو طالب کا کیا حال تھا؟ فرمایا: رسول خدا جو کچھ لائے اس کی تصدیق کی اور وصایا پسروں کیس اور اسی روز مر گئے۔

علامہ امینی فرماتے ہیں: یہ مرتبہ ایمان سے برتر ہے کیونکہ قبل کی روایت سے واضح ہوتا ہے کہ ابو طالب ایمان سے بہرہ منداور گذشتہ انہیاء کے جانشین، وحی اور محیت سے سرفراز تھے۔ اس لئے ابن ابی منصور کو گمان ہوا کہ شاید رسول خدا قبل بعثت مجھوں تھے۔ امام نے اس کی نظر فرمائی۔ وصایا کے بیان میں یہ بات واضح ہے کہ ابو طالب دین حنیف ابراہیم پر تھے پھر دین محمدی سے سرفراز ہوئے اور تمام وصایا ان کے حوالے کیس نیز یہ کہ وہ ولایت علویؑ کے ایمان سے بھی سرفراز تھے۔

۲۸۔ کرجکی نے امام رضا کی حدیث نقل کی ہے، جس میں ایمان ابو طالب پر نکل ظاہر کیا گیا تھا تو امام نے فرمایا: اگر تم نے ایمان ابو طالب میں نکل کیا تو تمہارا الحکما ناجہنم ہوگا۔ (۳)

۲۹۔ تفسیر ابو الفتوح میں امام رضا کا ارشاد نقل ہے کہ ابو طالب کی انگوٹھی پر نقل تھا: رضیت بالله ربنا و بابن اخی محمد نبیا و بابنی علی لہ وصیا۔ (۴)

۱۔ امامی شیخ مددوق، ج ۲ ص ۳۰۲ (مس ۳۱۰) تفسیر ابوالفتوح رازی ج ۲ ص ۲۱۱، ۲۔ اصول کافی، ج ۲۲۲، ج ۱ ص ۳۳۵ (مس ۳۳۵)

۳۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۳ ص ۳۱۱ (ج ۱۳، ج ۲۸ کتاب) کنز الغواہ، ج ۱، ج ۱ ص ۱۸۲ (ج ۱، ج ۱ ص ۱۸۲) الجیلی الزاحف الی عجیف الرأی طالب، ج ۱۶ (مس ۲۷) الدرجات الرفیع (مس ۵۰)؛ بخار الانوار (ج ۲۵ ص ۱۱۰)

۴۔ تفسیر ابوالفتوح رازی ج ۲ ص ۲۱۱ (ج ۸ ص ۱۷۲) الدرجات الرفیع (مس ۶۰)؛ محیوب القلوب (ج ۲، ج ۱ ص ۳۱۹)

۳۰۔ شیخ صدوق نے اپنی استاد کے ساتھ نقل کیا ہے کہ عبدالظیم نے امام رضا کو لکھا کہ میرے دل میں صفحہ حنفی کی حدیث تک پیدا کر رہی ہے؟ امام نے جواب لکھا کہ اگر ایمان ابوطالب میں تک کیا تو تمہارا شکانا جنم ہو گا۔ (۱)

۳۱۔ صدوق نے بطریق اعش، عبد اللہ ابن عباس کی روایت نقل کی ہے کہ ابوطالب نے سمجھے سے پوچھا: کیا تم خدا کے رسول ہو؟ فرمایا: نہ۔ کہا: پھر مجذہ دکھاؤ؟ فرمایا: میرا نام لے کر درخت کو آواز دیجئے۔ ابوطالب نے آوازوی تو درخت آیا اور رسول کے سامنے مجذہ ریز ہو گیا۔ یہ دیکھ کر ابوطالب نے فرمایا: میں گواہی دیتا ہوں کہ تم پچے ہو، اے علی! اپنے بھائی کے پہلو میں کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔ (۲) اس روایت کو ابن محدث نے نقل کر کے لکھا ہے کہ ابوطالب نے یہ بات قریش کے سامنے کہی تھی تا کہ انھیں شرف و منزلت معلوم ہو سکے۔

۳۲۔ صدوق (۳) نے سعید بن جبیر سے نقل کیا ہے کہ ابن عباس سے ایک شخص نے پوچھا: کیا ابوطالب مسلمان تھے؟ فرمایا: وہ شخص مسلمان کیوں نہ ہو گا جس نے یہ شعر کہا ہے:

وَقَدْ عَلِمُوا أَنَّ ابْنَنَا لَا مَكْذِبٌ
لَدِينِنَا وَلَا يَعْبُدُ بَقِيلَ الْأَبَاطِلِ
ابُو طَالِبٌ تَوَاحِدَ كَهْفَ كَهْفِ الْمَرْجَامِ
أَنْهِيْسِ دَوَاجِرِ كَرَمَتْ فَرَمَيْهَ۔

۳۳۔ روضۃ الوعظین (۴) میں ابن عباس سے مردی ہے کہ ابوطالب اپنے بیٹے جعفر کے ساتھ رسول خدا کی طرف سے گذرے جو مسجد المرام میں نماز پڑھ رہے تھے، حضرت علی و اپنی طرف کھڑے تھے، جعفر سے فرمایا: تم بھی پہلو میں کھڑے ہو جاؤ۔ اس وقت ابوطالب نے یہ سات شعر پڑھے:

۱۔ الحجۃ علی الزاذب الی الحنفی الرابی طالب، م ۱۶ (ص ۸۲)

۲۔ امامی صدوق، م ۳۶۵ (ص ۳۶۵) روضۃ الوعظین، م ۱۲۱ (ج ۹۱، ۱۲۹) الحجۃ علی الزاذب الی الحنفی الرابی طالب، م ۲۵ (ص ۱۷۸)

۳۔ امامی شیخ صدوق، م ۳۶۶ (ص ۳۶۱) الحجۃ علی الزاذب الی الحنفی الرابی طالب، م ۱۲۱ (ج ۹۱، ۳۶۹) الحجۃ علی الزاذب الی الحنفی الرابی طالب، م ۲۵ (ص ۱۷۸-۳۶۹)

۴۔ روضۃ الوعظین م ۱۲۳ (ج ۱، م ۱۲۰) امامی صدوق م ۳۰۲ (ص ۳۰۲) تغیر البیرونی رازی، ج ۲، م ۲۱۱ (ج ۸، م ۲۱۱)

۵۔ الحجۃ علی الزاذب الی الحنفی الرابی طالب، م ۵۹ (ص ۲۲۹)

ان علیاً و جعفر الثقیٰ عند ملم الزمان والذوب ... الخ
اس روایت کو ابن محدث رکراجی نے اپنے اپنے طریق سے نقل کیا ہے۔

۳۴۔ عکرمہ، ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ ابو طالبؑ نے مرتب وقت کلہ شہادت پڑھا۔

۳۵۔ تفسیر دعیٰ میں ہے کہ ابوذر نے کہا کہ رسولؐ کا ارشاد ہے کہ اس خدا کی قسم! جس کے سوا کوئی محبود نہیں کہ ابو طالبؑ نے مرتب وقت بزبان جبشہ اظہار اسلام کیا۔ اور ابو طالبؑ نے رسولؐ سے پوچھا کیا آپ زبان جبشہ جانتے ہیں؟ فرمایا: اے پچھا! خدا نے مجھے تمام زبانوں کو سکھایا ہے۔ ابو طالبؑ نے کہا یہا مسیح مسیح: اسدن لمصاقاقاً طالاها یعنی میں مخلاصاً ناقرار کرتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی محبود نہیں۔ یہن کر رسولؐ نے گری فرمایا اور کہا: خدا نے پچھا کی وجہ سے میری آنکھیں خندی کر دیں۔

اس موقع پر ابو طالبؑ نے بزبان جبشہ کلہ پڑھنا مناسب سمجھا جبکہ عربی میں کئی بار پڑھ چکے تھے۔

۳۶۔ قطب الدین راوندی المخرائی میں قاطعہ بنت اسد کا بیان نقل کرتے ہیں:

عبدالمطلب کے انتقال کے بعد دوست پدر کے مطابق ابو طالبؑ رسول خدا کی خدمت گزاری میں رہتے تھے۔ میرے گھر کے باغ میں درخت خرما تھا، میں ان تازہ خرموں کو جن کر محمدؐ کے کھانے کے لئے رکھ لیتی تھی، میری کنیز بھی خرمہ پنچے میں ساتھ دیتی۔ ایک دن ہم دونوں کے حافظے سے بات کلک گئی، محمدؐ سورہ ہے تھے، مجھے سخت تشویش تھی کہ محمدؐ بیدار ہوں گے تو کیا کھائیں گے۔ اتنے میں محمدؐ بیدار ہوئے اور باغ میں جا کر دیکھا تو خرے نہیں تھے تو درخت کی طرف اشارہ کیا کہ میں بھوکا ہوں۔ یہ سکر درخت جھکا اور محمدؐ نے اس میں سے خرے توڑے اور وہ اپنی حالت پر پلٹ گیا۔ مجھے یہ دیکھ کر سخت حیرت ہوئی۔ تھوڑی دیر بعد ابو طالبؑ آئے اور دروازہ کھٹکھٹایا تو مجھے پاؤں دوڑ کر میں نے دروازہ کھولا اور سارا ماجرا بیان کیا۔ انھوں نے فرمایا کہ بلا شبہ وہ خیر ہوں گے اور تم بھی بہت جلد ان کا ناصرومد گار پیدا کرو گی چنانچہ جیسا انھوں نے کہا تھا میرے بطن سے علی پیدا ہوئے۔ (۱)

۳۷۔ امام صدوق (۲) میں ابو طالبؑ کا بیان نقل ہے کہ عبدالمطلب نے فرمایا: میں مجرماً میں میں

سویا ہوا تھا۔ میں نے خوف ناک خواب دیکھا تو قریش کے کاہن کے پاس ایک خڑ کی چادر اوڑھ کر گیا۔ اس نے مجھے دیکھ کر میرا اضطراب معلوم کیا۔ میں اس زمانہ میں سردار قوم تھا، لہذا مجھے دیکھ کر کہا کہ سید العرب کا چہرہ متغیر کیوں ہے؟ کیا کوئی حادثہ گذر رہا ہے؟ میں نے اس سے کہا کہ رات خواب دیکھا ہے کہ میں جبرا اسماعیل میں سویا ہوا ہوں، اتنے میں میرے پشت سے ایک درخت لٹکا جس کا سر آسمان تک ہے اور شاخیں مشرق و مغرب میں پھیل گئی ہیں، اس کی روشنی سورج سے ستر گنازیادہ ہے، تمام عرب و جمیں اس کے سامنے بجداہ رین ہیں، ہر دن اس کی عظمت و درخشش بڑھتی جاتی ہے میں نے دیکھا کہ گروہ قریش وہ درخت کا ثنا چاہتے ہیں، اتنے میں ایک خوبصورت جوان آگئے آتا ہے اور اس گروہ کی کمرتوڑ دیتا ہے اور آنکھیں پھوڑ دیتا ہے۔ جب میں نے اس درخت کی طرف ہاتھ بڑھایا تو جوان نے کہا: تھہریے! اس میں آپ کا حصہ نہیں ہے۔

میں نے کہا: پھر کس کا حصہ ہے جب کہ درخت میرا ہی ہے؟ اس نے کہا: ان کا حصہ ہے جوان سے دابستہ ہیں۔ میں یہ ہولناک خواب دیکھ کر بیدار ہوا۔ میں نے دیکھا کہ خواب سن کر اس کا چہرہ متغیر ہو گیا اور کہا: اگر آپ مجھ کہتے ہیں تو آپ کے صلب سے ایک لڑکا ہو گا جو مشرق و مغرب کا مالک ہو گا اور وہ لوگوں کا نبی ہو گا۔ یہ سن کر میرا غم خوشی میں بدل گیا۔ اے ابوطالب! اسن لو، شاید تم اس کو پاؤ۔ جس وقت ابوطالب یہ واقعہ بیان کر رہے تھے اسی وقت رسول خداً تشریف لائے اور فرمایا: مخدداً! وہ درخت میں ہوں، ابو قاسم امین۔

۳۸۔ کتاب الحجہ (۱) میں نسبہ علوی معروف ہے موضع کی روایت ہے کہ جب ابوطالبؑ نے انتقال کیا تو ابھی نماز جنازہ فرض نہیں ہوئی تھی اسی لئے آپ نے ابوطالبؑ اور خدیجہؓ کی نماز جنازہ نہیں پڑھی، بلکہ رسول خدا نے ابوطالبؑ کی مشایعت جنازہ فرمائی اور استغفار فرماتے رہے۔ لوگوں نے یہ سمجھ کر کہ ابوطالبؑ مشرک مرے ہیں، ہم بھی اپنے مردوں کے لئے استغفار کریں۔ حالانکہ ابوطالبؑ نے تو اپنا ایمان چھپایا تھا اسی لئے خدا نے مسلمانوں کو منع کیا کہ وہ اپنے مشرک آباء و اجداد کے لئے استغفار نہ

۱۔ الحجۃ علی الذاہب ای ہجیرہ ابو طالب، ص ۶۸ (ص ۲۶۸)

کریں ۔ (ماکان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا للمسخر کین)۔ اگر لوگ ابوطالب کو مشرک فرض کریں تو رسولؐ سے خطا کا سرزد ہونا فرض کرنا پڑے گا، حالانکہ خدا نے رسولؐ کے قول فعل سے غنی خطا کا اعلان کیا ہے۔

ابو الفرج اصفہانی لکھتے ہیں کہ ابو الجہم سے پوچھا گیا: کیا رسولؐ نے ابوطالب کی نماز جنازہ پڑھی تھی؟ جواب دیا: اس وقت نماز جنازہ فرض نہیں ہوئی تھی، نماز جنازہ تو ان کی موت کے بعد فرض ہوئی۔ جب ان کا انتقال ہوا تو آپ نہایت مغموم ہوئے حضرت علیؑ کو جنازہ تیار کرنے کا حکم دیا اور آپ نے مشایعیت فرمائی جس میں عباس اور ابو بکر بھی موجود تھے، ان لوگوں نے ان کے ایمان کی گواہی دی کہ اگر ابوطالب غلبہ اسلام تک زندہ رہتے تو یقیناً اظہار اسلام فرماتے، چونکہ اسلام کمزور تھا اس لئے حمایت اسلام کے لئے اپنا ایمان چھپایا۔

۳۹۔ مقاتل کا بیان ہے کہ جب قریش نے اسلام کی ترقی دیکھی تو حلف میں کہنے لگے وہ جادوگر اور مجنوں ہیں، انہوں نے باہم معاهدہ کیا کہ اگر ابوطالب مر گئے تو سب انکار کر کے محمدؐ کو قتل کر دیں گے۔ جب ابوطالب کو معلوم ہوا تو تمام میں ہاشم اور حلیف قبائل کو جمع کر کے رسول خدا کے متعلق وصیت فرمائی کہ میرا بھتیجا جو کچھ کہتا ہے اسے میں نے اپنے آباؤ و اجداد اور علماء سے سنائے کہ محمدؐ رسول صادق اور امین ناطق ہیں، ان کی بڑی شان ہے خدا کے نزدیک ان کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ دیکھو ان کی دعوت پر لبیک کہو اور ان کی نصرت کرو، اگر تم نے ایسا کیا تو رہتی دنیا تک تمہارا اشرف یادگار رہے گا۔

پھر یہ اشعار پڑھے:

علیا ابنی و عم الخیر عباسا وجعفرأ ان بذدوا دونه الناسا ان ياخذنا دون حرب القوم امراسا من دون احمد عند الروع اتراسا تخاله في سواد الليل مقابسا	اوصى بنصر النبى الخير مشهدة وحمزة الاسد المخشى صولته وهاشما كلها اوصى بنصرته كونوا فداء الکم امته و ما ولدت بكل ايض مصقول عوارضه
---	--

علامہ امیق فرماتے ہیں کہ میں نے حقائق واضح کرنے کیلئے سیرت سے یہ چالیس اقوال نقل کے ہیں ان سے ایمان ابوطالب کی بھر پور شہادت فراہم ہو جاتی ہے، کسی مسلمان کے ثبوت اسلام میں اتنی واضح اور کثرت سے دلیل فراہم نہیں ہو سکتی۔

ایمان ابوطالب کے متعلق علامہ مجذبی نے بخار الانوار میں (۱)، فتویٰ نے خیاء العالمین میں اور المسند کے علماء میں برزنگی نے کتاب لکھی ہے جس کا خلاصہ سید احمد زینی دھلان نے کیا ہے۔

ان کے علاوہ جن علماء نے اس موضوع پر کتابیں لکھی ہیں، ان کے نام ہیں:

سحد بن عبد اللہ ابو القاسم اشعری؛ ان کی کتاب فضیلت ابوطالب و عبد المطلب و عبد اللہ سے متعلق

ہے۔ (۲)

ابوالعلیٰ کوفی؛ ان کی کتاب ایمان ابوطالب ہے۔ (۳)

ابو محمد سہل بن احمد دیباجی؛ ان کی کتاب ایمان ابوطالب ہے۔ (۴)

ابو قیم علی بن حمزہ بصری؛ ان کی کتاب ایمان ابوطالب ہے۔ (۵)

ابوسعید محمد بن احمد بن حسین خزاعی؛ ان کی کتاب کاتام ہے منی الطالب فی ایمان الی طالب۔ (۶)

ابو الحسن علی بن بلاں بھٹی؛ الہیان عن خیرۃ الرحمان۔ (۷)

احمد بن قاسم نے بھی ایمان ابوطالب پر کتاب لکھی ہے۔ (۸)

ابو الحسین احمد بن طرخان کندی؛ ان کی کتاب ایمان ابوطالب ہے۔ (۹)

۱۔ بخار الانوار ج ۹، م ۳۳۲، ۱۹ (ج ۲۵، م ۱۳۱، ۲۷)

۲۔ رجال نجاشی (م ۱۲۶) (ص ۷۷، نومبر ۳۶)

۳۔ رجال نجاشی، م ۷۰ (ص ۵۵، نومبر ۲۲۶) نہrst طوی، م ۹

۴۔ رجال نجاشی، م ۱۳۲ (ص ۱۸۲، نومبر ۲۹۳)

۵۔ الصابہ (ج ۳، م ۱۱۹-۱۱۵) (نومبر ۲۸۵)

۶۔ فہرست منتخب الدین، م ۱۰ (ص ۱۵۸)

۷۔ فہرست طوی، م ۹۶، رجال نجاشی، م ۱۸۸ (ص ۲۲۵، نومبر ۲۹۰)

۸۔ رجال نجاشی، م ۶۹ (ص ۵۹، نومبر ۲۲۲)

۹۔ رجال نجاشی، م ۶۳ (ص ۷۷، نومبر ۲۱۰)

شیخ مفید علیہ الرحمہ نے بھی ایمان ابوطالب نامی کتاب لکھی ہے۔ (۱)

ابو علی فخار کی الحجۃ علی النذاہب الی تکفیر ابی طالب ہے۔

احمد بن طاؤدوس کی کتاب ایمان ابوطالب ہے۔ (۲)

سید حسین طباطبائی کی صدیۃ الطالب فی ایمان ابی طالب ہے۔

مفتی محمد عباس شوستری ہندی کی کتاب ”بغایۃ الطالب فی ایمان ابی طالب“ ہے۔

شیخ محمد علی بن میرزا جعفر علی فتح ہندی ”القول الواجد فی ایمان ابی طالب“۔

میرزا حسن بن میرزا محمد تبریزی

سید محمد بن آل شرف الدین عاملی ”شیخ الانبعاث او ابا الطالب“۔

شیخ میرزا محمد الدین بن سرز احمد طہرانی ”الشهاب الثاقب لزجم مکفار ابی طالب“۔

شیخ جعفر بن محمد نقدي؛ مواہب الواحش الواحش فی فضائل ابی طالب

ان کے علاوہ بے شمار افراد نے ایمان ابوطالب اور ان کے کارناموں پر تفصیلی کہیں ہیں، چند کے

نام یہ ہیں:

سید ابو محمد عبد اللہ بن حمزہ حنفی زبدی، شیخ اور دبادی، سید علی خان شیرازی، محمد تقی صادق عاملی، میرزا

عبدالهادی شیرازی، سید علی نقی لکھنؤی، شیخ محمد سادی، شیخ جعفر بن حاجی محمد نقدوی۔

۱۔ فهرست نجاشی، مس ۲۸۲ (ص ۳۹۹ نمبر ۱۰۶)

۲۔ بناء المقالة الطبویۃ لتفضیل الرسالت العظیمة

غدیر

قرآن، حدیث اور ادب میں
آٹھویں جلد

تألیف:

حضرت علامہ عبدالحسین الامین الجعفی



ترجمہ و تلخیص:

ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضوی شعور گوپال پوری

قال الرضا : حدثني أبي ، عن أبيه ، قال :
ان يوم الغدير في السماء اشهر منه في الأرض
امام رضا عليه السلام نے فرمایا:
مجھ سے میرے والد نے اپنے والد (امام صادق) کے حوالے سے
نقل کیا ہے کہ انہوں نے فرمایا:
روز غدری، زمین سے زیادہ آسمان میں مشہور ہے۔
(صبح الحجج ص ۲۷)

فہرست مطالب

۲۶۵.....	ایمان ابوطالب، قرآن مجید کی روشنی میں
۲۶۵.....	وہ آئیں جنہیں الٰہ سنت عدم ایمان ابوطالب کے سلسلے میں پیش کرتے ہیں
۲۶۵.....	پہلی آیت
۲۶۸.....	دوسری آیت
۲۶۹.....	تمیری آیت
۲۷۳.....	حدیث ضعیف
۲۷۶.....	فضل ابو بکر کا بقیہ
۲۷۷.....	خلیفہ کو گالی دینے والے کو فرشتے کا جواب
۲۸۵.....	ابو بکر اور عمار کی رات
۲۸۸.....	ابو بکرنے رسول خدا کو کبھی اندو بھین نہ کیا
۲۸۸.....	ابو بکر کی شان میں نازل آیات
۲۹۲.....	فضل عمر میں غلو
۲۹۵.....	۱۔ علم عمر کے متعلق اقوال
۲۹۶.....	۲۔ عمر سب سے بڑے قاری اور فقیہ
۲۹۸.....	۳۔ شیطان عمر کے ڈر سے بھاگتا ہے
۳۰۲.....	۴۔ عمر کی چار کراتیں

۳۰۶.....	۵۔ عمر امیر المؤمنین بن گھریب
۳۰۸.....	۶۔ عمر بیٹل کو پسند نہیں کرتے
۳۱۰.....	۷۔ فرشتے عمر سے بات کرتے ہیں
۳۱۰.....	۸۔ عمر کے کفن میں قرطاس
۳۱۱.....	۹۔ قلب و زبان عمر
۳۱۲.....	۱۰۔ علم عمر کے متعلق خواب رسول
۳۱۳.....	۱۱۔ عمر سے شیطان کا فرار
۳۱۵.....	فضائل عثمان کے لاف و گزار
۳۱۵.....	۱۔ چھ ماہ کا پچھ پیدا کرنے والی کے متعلق فیصلہ
۳۱۶.....	۲۔ عثمان سفر میں تصریح نہیں پڑھتے تھے
۳۱۹.....	بزرگوں کا دین و قیامت سیاست تھا
۳۲۱.....	۳۔ خلیفہ نے حدود محضل کے
۳۲۳.....	۴۔ خلیفہ کے حکم سے تیری اذان
۳۲۵.....	۵۔ خلیفہ نے مسجد الحرام کی تو سعی کی
۳۲۵.....	۶۔ سخنانج کے متعلق خلیفہ کا رائے
۳۲۶.....	۷۔ خلیفہ نے قصاص محضل کے
۳۲۹.....	۸۔ جنابت کے متعلق خلیفہ کی رائے
۳۳۱.....	۹۔ خلیفہ نے حدیث نبی چہپائی
۳۳۲.....	۱۰۔ گھوڑوں کی زکوٰۃ کے متعلق خلیفہ کی رائے
۳۳۲.....	۱۱۔ خلیفہ نے میدین میں نماز سے قبل خطبہ دیا
۳۳۲.....	۱۲۔ قصاص و دینیت کے بارے میں خلیفہ کی رائے

۳۳۶.....	۱۳۔ قرائت کے بارے میں خلیفہ کی رائے
۳۳۷.....	۱۴۔ نماز مسافر کے متعلق خلیفہ کی رائے
۳۳۸.....	۱۵۔ صید حرم کے متعلق خلیفہ کی رائے
۳۳۹.....	۱۶۔ زیارت کا فیصلہ علیٰ سے کرایا
۳۴۰.....	۱۷۔ عدۃ ننگنہ کے متعلق خلیفہ کی رائے
۳۴۱.....	۱۸۔ تبرہ علامہ امینی، قرآن و حدیث کی روشنی میں
۳۴۲.....	۱۹۔ گشیدہ شوہر کے متعلق خلیفہ کی رائے
۳۴۳.....	۲۰۔ خلیفہ نے ابی سے مسئلہ پوچھا
۳۴۴.....	۲۱۔ قبل بیقات احرام کے متعلق خلیفہ کی رائے
۳۴۵.....	۲۲۔ اگر قلی نہ ہوتے تو عثمان ہلاک ہو جاتے
۳۴۶.....	۲۳۔ دو گلی بہنوں کا کنیری میں ایک ساتھ اپنی ملکیت میں رکھنے کے متعلق خلیفہ کی رائے
۳۴۷.....	۲۴۔ دو بھائیوں کا مانٹ کے حصے کے متعلق خلیفہ کی رائے
۳۴۸.....	۲۵۔ مترف زنا کے متعلق خلیفہ کا فتویٰ
۳۴۹.....	۲۶۔ خلیفہ نے صدقات رسول خریدے
۳۵۰.....	۲۷۔ خلیفہ شب وفات امام کشمیر
۳۵۱.....	۲۸۔ خلیفہ نے تو قوی چاگا گیں اپنے خاندان کے لئے مخصوص کئے
۳۵۲.....	۲۹۔ خلیفہ نے فدک کو مروان کی جا گیر بنا دیا
۳۵۳.....	۳۰۔ اموال و صدقات کے متعلق خلیفہ کی رائے
۳۵۴.....	۳۱۔ حکم بن عاصی پر عتابیات خلیفہ
۳۵۵.....	۳۲۔ مروان کو بخشش و عطا



۳۵۸.....	۳۳۔ حارث بن حکم کو بذل و بخشش
۳۵۸.....	۳۴۔ سعید بن نہال ہو گئے
۳۵۸.....	۳۵۔ ولید بن عقبہ بھی نہال ہو گئے
۳۵۹.....	۳۶۔ بیت المال سے عبد اللہ کو بخشش
۳۶۰.....	۳۷۔ ابوسفیان کو عطیہ
۳۶۱.....	۳۸۔ خنام آفریقہ کی بخشش
۳۶۲.....	۳۹۔ برکت خلیفہ سے بھرے ہے خزانے
۳۶۵.....	۴۰۔ خلیفہ اور شجرہ ملعونہ
۳۶۷.....	۴۱۔ خلیفہ نے ابوذر کو بذلہ جلاوطن کیا
۳۶۸.....	علمی حیثیت
۳۶۹.....	صادقت و زہد
۳۷۱.....	حدیث فضیلت
۳۷۸.....	رسول اعظم کا ابوذر سے عہد
۳۷۹.....	یا ابوذر ہیں
۳۸۱.....	تاریخ کی بھرمانروں
۳۸۲.....	دولت کے متعلق ابوذر کا نظریہ
۳۸۵.....	ابوذر اور اشتراکیت
۳۸۷.....	ستاش ابوذر پر ایک نظر
۳۸۸.....	جامعہ الازہر کی مجلس فتویٰ پر ایک نظر
۳۸۹.....	اسلام میں کیونزم نہیں ہے
۳۹۲.....	آخری بات

ایمان ابوطالب، قرآن مجید کی روشنی میں

وہ آیتیں جنہیں اہل سنت عدم ایمان ابوطالب کے سلسلے میں پیش کرتے ہیں:

قوم تاکار نے فرزند ارجمند کو دشام طرازی اور اتهام پر ہی اکتفانیں کی بلکہ ان کے والد بزرگوار،
خل اسلام اور دین اسلام کے مدھار کے متعلق افسانہ طرازی کے ذمیر لگادیئے۔ اسی پر بس نہیں کیا بلکہ
آیات کی تحریف تک ان کا دست قلم ہوئی گیا چنانچہ انہوں نے مفہوم بیان کرنے کی ایسی ریڑھ ماری کہ
تضاد واضح طور پر محسوس ہوتا۔ اس سلسلے میں تین آیات پیش کی گئی ہیں:

پہلی آیت:

﴿وَهُمْ يَنْهَا عَنْهُ وَيَنْأَوْنَ عَنْهُ وَإِنْ يَهْلِكُونَ إِلَّا أَنفُسُهُمْ وَمَا يَشْعُرُونَ﴾ (۱)

ترجمہ:

”وہ اس امر حق کو قبول کرنے سے لوگوں کو روکتے ہیں اور خود بھی اس سے دور بھاگتے ہیں، اس
سے دراصل وہ خود اپنی تباہی کا سامان کر رہے ہیں مگر انہیں اس کا شعور نہیں۔“

طبری وغیرہ نے سفیان ثوری اور حبیب ابن ابی ثابت سے ابن عباس کا قول نقش کیا ہے کہ یہ آیت
جتاب ابوطالب کے لئے نازل ہوئی ہے جو رسول خدا مصطفیٰ ﷺ کو اذیت دینے سے لوگوں کو روکتے تھے لیکن

خود اسلام میں داخل ہونے سے دور بھاگتے تھے۔ (۱)

قرطبی کہتے ہیں کہ یہ آیت تمام کفار کے لئے نازل ہوئی ہے جو اتباع رسول سے لوگوں کو روکتے تھے اور خود اسلام سے دور بھاگتے تھے۔ یہ روایت حسن اور ابن عباس سے مردی ہے۔

ایک قول یہ ہے کہ یہ آیت خاص ابو طالب کے لئے نازل ہوئی ہے جو اذیت رسول سے لوگوں کو منع کرتے تھے لیکن خود ایمان سے دور بھاگتے تھے، یہ روایت بھی ابن عباس علی سے مردی ہے۔ ارباب سیرے الکھا ہے کہ ایک دن رسول خدا تعالیٰ علیہ السلام کعبہ میں نماز پڑھنے کی غرض سے گئے جب نماز پڑھنے لگے تو ابو جہل مطہون نے کہا: کون ان کی نماز خراب کرے گا؟ یہ سن کر ابن زہری آمادہ ہو گیا، اس نے خون سے بھری اوچھری رسول کے چہرے اور بدن پر پل دی۔ رسول خدا تعالیٰ علیہ السلام اسی حالت میں ابو طالب کے پاس آئے اور کہا: پچھا جان! آپ دیکھ رہے ہیں کہ میرے ساتھ کیا سلوک کیا گیا ہے؟ ابو طالب نے پوچھا: کس نے یہ حرکت کی ہے..؟ رسول نے کہا: ابن زہری نے۔ یہ سن کر ابو طالب غلی تکوار لئے ہوئے رسول کے ساتھ چلے، ابو طالب کو دیکھ کر قریش نے متفرق ہونا چاہا۔ ابو طالب نے کہا: بخدا! کوئی بھی اپنی جگہ سے ہٹا تو اس کی گردن اڑا دوں گا۔ پوچھا: کس نے یہ حرکت کی ہے؟ رسول اکرم ﷺ نے کہا: ابن زہری نے۔ ابو طالب نے خون کی اوچھری اس کے چہرے، بدن اور لباس پر پل دی۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی ہے: **وَ هُمْ يَنْهَاونَ عَنْهُ وَ يَنْأَوْنَ عَنْهُ ...** رسول خدا تعالیٰ علیہ السلام نے ابو طالب سے کہا: پچھا جان! آپ کیلئے یہ آیت نازل ہوئی ہے۔ پوچھا: وہ کیا۔ فرمایا کہ آپ قریش کو میری اذیت سے روک رہے ہیں اور خود اسلام قبول نہیں کرتے۔ اس وقت ابو طالب نے یہ شعر پڑھا:

وَ اللَّهُ لَنْ يَحْصُلُوا إِلَيْكَ بِجَمِيعِهِمْ حَتَّىٰ أَوْسَدْ فِي الْعَرَابِ دَفَهَا (۲)

۱۔ مطبقات ابن سدر ج ۱۰۵ ص ۱۰ (ج ۱۳۲ ص ۱۲۲)؛ تفسیر طبری ج ۷ ص ۱۰ (مجلد ۵ ج ۷ ص ۱۷۳)؛ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۱۷۲؛ تفسیر
کشاف ج ۱ ص ۳۳۸ (ج ۲۲ ص ۱۲)؛ تفسیر ابن جزی ج ۲۲ ص ۶؛ تفسیر خازن ج ۲ ص ۱۰
۲۔ مختزل الادب ج ۱ ص ۲۶ (ج ۲۲ ص ۷)؛ البدایہ والتحایہ ج ۳ ص ۳۲ (ج ۲۳ ص ۵۲)؛ شرح ابن الجدید ج ۳ ص ۲۰۶ (ج ۱۳ ص ۵۵)؛ تاریخ ابو الفداء ج ۱ ص ۱۲۰؛ تاریخ الباری ج ۷ ص ۱۵۲، ۱۵۵ (ج ۷ ص ۱۹۲، ۱۹۳)؛ الاصابع ج ۱ ص ۱۱۶؛ المواصب
الذهبی ج ۱ ص ۱۱؛ المسیرۃ الحکیمیہ ج ۱ ص ۳۰۵ (ج ۱ ص ۲۸۷)؛ دیوان ابو طالب ج ۱۲ (۲۱)۔

لوگوں نے پوچھا: خدا کے رسول؟ کیا حمایت ابوطالب انہیں منید ہوگی؟ فرمایا: نہ! انہیں زنجیر نہیں پہنائی جائے گی، وہ شیاطین کے ساتھ نہیں رہیں گے، سانپ بچوں سے حفاظت رہیں گے، عذاب صرف ان کی جوتیوں میں ہو گا، جس سے ان کا دماغ پھٹک جائے گا اور یہ جہنم کا آسان ترین عذاب ہے۔ (۱)

علامہ امین فرماتے ہیں کہ اس آیت کا ابوطالب کے لئے چند وجوہ سے ہونا باطل ہے:

- ۱۔ جس نے حبیب بن ثابت اور ابن عباس سے روایت کی ہے، درمیان میں وہ مجہول ہے۔
- ۲۔ اکیلے حبیب سے پر روایت ہے جو مکمل آدی تھا ابن حبان (۲) کہتے ہیں کہ تدبیس کرتا تھا۔ عقیل (۳) کہتے ہیں کہ اس کی حدیث ناقابل قبول ہے۔ یہی بات قطان، عطا، ابو داؤد اور ابن خزیمه کہتے ہیں کہ وہ جو گنوں سے روایت لیتا تھا۔ (۴)

- ۳۔ اس سند کے برخلاف ایک دوسری روایت ہے جسے طبری، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ نے بطریق علی بن طلحہ روایت کی ہے کہ اس سے مراد شرکین مکہ ہیں جو محمد پر ایمان لانے سے لوگوں کو روکتے تھے اور خود بھی بدکتے تھے۔ اسی طرح دوسرے محدثین نے ایک زید سے روایت کی ہے اس میں بھی مراد یہی شرکین مکہ ہیں۔ اس میں ابوطالب کا کہیں ذکر نہیں، ہر شخص جانتا ہے کہ سردار بعلما حضرت ابوطالب تو ڈھنوں سے رسول کو بچاتے تھے، انہوں نے ان کی نصرت کی اور پناہ دی۔ (۵) نیز یہ آیت وفات ابوطالب کے بعد نازل ہوئی ہے۔ (۶)

۱۔ تفسیر قرطبی ج ۶ ص ۳۰۶ (ج ۲ ص ۲۶۱)

۲۔ الفتاویٰ (ج ۲ ص ۱۳۷)

۳۔ الفتحاء الکبیر (ج ۱ ص ۲۶۲ نمبر ۲۲۲)

۴۔ تذکرہ العہد بہب ج ۲ ص ۹۱ (ج ۲ ص ۱۵۶)؛ میزان الاحدال ج ۱ ص ۳۹۶ (ج ۲ ص ۶۹ نمبر ۲۲۲)

۵۔ تفسیر طریق ج ۲ ص ۱۰۹ (ج ۲ ص ۱۷۱)؛ در منثور ج ۳ ص ۹۸ (ج ۲ ص ۲۶۱ نمبر ۲۰۰)

۶۔ الحجۃ الکبیر ج ۲ ص ۱۲۷ (ج ۲ ص ۱۷۲)؛ تفسیر قرطبی ج ۶ ص ۳۸۳، ۳۸۴ (ج ۲ ص ۲۳۶)؛ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۹۲؛ در منثور

ج ۲ ص ۲ (ج ۲ ص ۲۲۵)؛ تفسیر شوکانی ج ۲ ص ۹۱

۲۔ سابق آیت بھی یہی ہے کہ اس سے مراد مشرکین مکہ ہوں، سابق آیت یوں ہے: ”ان میں سے بعض لوگ ایسے ہیں جو کان لگا کر تمہاری بات سنتے ہیں مگر حال یہ ہے کہ ہم نے ان کے دلوں پر پردے ڈال رکھے ہیں جن کی وجہ سے وہ اس کو کچھ نہیں سمجھتے اور انکے کانوں میں گرانی ڈال دی ہے وہ کوئی بھی نشانی دیکھ لیں اس پر ایمان نہ لائیں گے۔ حدیہ ہے کہ جب وہ تمہارے پاس آ کر جھوڑتے ہیں تو ان میں سے جن لوگوں نے انکار کا فیصلہ کر لیا ہے وہ یہی کہتے ہیں کہ یہ ایک داستان پارینہ کے سوا کچھ نہیں، وہ اس امر حق کو قبول کرنے سے لوگوں کو روکتے ہیں اور خود بھی اس سے دور بھاگتے ہیں۔“

اس میں واضح طور سے کہا گیا ہے کہ کفار مکہ آ کر رسول خدا سے جھوڑتے ہیں، قرآن کو داستان پارینہ کہتے ہیں، وہی لوگوں کو روکتے اور خود دور بھاگتے ہیں۔ اس میں ابوطالب کی بات کہاں سے آگئی کیا انہوں نے بھی کبھی رسول سے جھوڑا کیا، وہ تو کہتے ہیں کہ خدا کی قسم! محمد کوئی بھی اسی وقت ہاتھ لگ سکتا ہے جب ہم مٹی میں دفن کر دیئے جائیں۔

ایک دوسرے شعر میں کہا ہے کہ کیا تم نہیں جانتے کہ ہم نے محمد کو اسی طرح نبی پایا جیسا کہ موی کا تذکرہ قدیمی کتب میں ہے، اس کے بعد جن مفسرین نے اس آیت کو ابوطالب سے چکایا ہے وہ قطعی مہمل ہو کر رہ جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ طبری، رازی، ابن کثیر، ذخیری اور نسفي نے واضح نشاندہی کی ہے کہ اس سے مراد کفار مکہ ہیں۔ (۱) کاش ہمیں معلوم ہو سکتا کہ قریبی نے یہ قول کہاں سے لیا ہے کہ اس سے ابوطالب مراد ہیں، اگر ہمیں مدرک معلوم ہوتا تو اس کا پوسٹ مارٹم کرتے۔

دوسری آیت

﴿مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ وَالَّذِينَ آمَنُوا إِنْ يَسْتَغْفِرُوا﴾ (۲)

۱۔ تفسیر طبری ج ۷ ص ۱۰۹ (محلہ ۵ ج ۷ ص ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳)؛ تفسیر کیرج ۲ ص ۲۸ (ج ۱۲ ص ۱۸۹)؛ تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۱۲۷؛ تفسیر

نسفی مطبوعہ رضا خاوند تفسیر خازن ج ۲ ص ۱۰ (ج ۲ ص ۸)؛ تفسیر کشاف ج ۱ ص ۳۳۸

ترجمہ:

”مومنین کے لئے یہ مناسب نہیں کہ یہ واضح ہونے کے بعد کروہ جہنمی ہیں ان کے لئے مغفرت کی دعا کیں کریں اگرچہ وہ مشرکین ان کے قرابت دار ہی کیوں نہ ہوں۔“

تیسرا آیت

(۱) ﴿اَنكُمْ وَلَا تَهْدِي مِنْ احْمَقٍ﴾

”بے شک جسے تم چاہو اس کی ہدایت نہیں کر سکتے مگر ہاں جسے خدا چاہتا ہے اس کی ہدایت کرتا ہے اور وہی ہدایت یا فتنہ لوگوں سے خوب والف ہے۔“

صحیح بخاری کتاب الشفیر میں ہے کہ سعید بن میتب نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ جب ابو طالب کی وفات کا وقت آیا تو رسول خدا ﷺ ان کے پاس گئے، دیکھا تو وہاں ابو جہل اور ابن امیہ بھی بیٹھے ہیں۔ آپ نے فرمایا: مچا جان! الا الا الله پڑھ و سمجھ تا کہ میں اللہ کی بارگاہ میں آپ کی سفارش کر سکوں۔ پس ابو جہل اور ابن امیہ کہنے لگے: کیا آپ دین عبدالملک سے پھر جائیں گے؟ رسول خدا برابر اپنی بات دہراتے رہے، یہاں تک کہ ابو طالب نے آخری کلام یہی کہا: میں دین عبدالملک پر ہوں!! اور کلہ پڑھنے سے انکار کر دیا۔ راوی کا بیان ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: خدا کی قسم! میں برابر آپ کے لئے استغفار کرتا رہوں گا جب تک مجھے آپ سے روک نہ دیا جائے چک خدا نے یہ آیت نازل فرمائی: ”نہیں اور مسلمانوں کیلئے یہ مناسب نہیں کہ مشرکوں کے لئے دعائے مغفرت کریں۔“ اور ابو طالب کے لئے حکم نازل کرتے ہوئے رسول سے فرمایا: ”بے شک ایسا نہیں ہے کہ تم اپنی جانب سے چاہو ہدایت کر دو ہاں خدا نے چاہے ہدایت فرماتا ہے۔“ (۲)

تفسیر طبری اور صحیح مسلم نے بھی اسی لفظ کو چیلیا ہے۔ (۳)

۱۔ قصہ ۵۶۔ صحیح بخاری ج ۷، بیان ۱۸۲ (ج ۳ ص ۱۷۸۸) حدیث (۳۳۹۳)

۲۔ تفسیر طبری (جلد ۷، ج ۱۱ ص ۲۹)؛ صحیح مسلم (ج ۱ ص ۸۸) حدیث (۳۹۰۹) کتاب الایمان

اس روایت پر کئی طرح سے روشنی ڈالنی چاہیئے:

۱۔ اس روایت کا تھا راوی سعید ہے جو شیخ علی ہے، اس نے اس کی یا اس کی ذریت کی بات تاقابل اعتبا ہے کیونکہ اس کا مزیدار لقبہ ذمت علی تھا۔ شرح ابن ابی الحدید میں ہے کہ سعید مخرف علی تھا، عمر بن علی سے اس کی تلخ کلامی بھی ہوئی۔ (۱) ابو داؤد کہتے ہیں کہ میں سعید بن میتب کے پاس بیٹھا تھا، اتنے میں ادھر سے عمر بن علی کا گذر ہوا، سعید نے کہا: سمجھج! تم اپنے بھائیوں کی طرح مسجد رسول میں زیادہ نہیں آتے؟ عمر نے کہا: میتب کے بیٹے! میں جب بھی مسجد میں آتا ہوں تم پر نظر پڑ جاتی ہے۔ سعید نے کہا: تم تو غصہ ہو گئے، میں نے تمہارے باپ سے سنا ہے کہ خدا نے میر امرت پر میرے خاندان میں سب سے بلند تر قرار دیا ہے۔ عمر نے کہا: میں نے بھی والد ماہد سے سنا ہے کہ قلب منافق میں کوئی بھی بات ہوگی اس کے جیتے ہی منھ سے لکل ہی آئے گی۔ سعید نے کہا: سمجھج! تم مجھے منافق سمجھتے ہو؟ فرمایا: میں جو کہہ رہا ہوں ایسا ہی ہے۔ یہ کہہ کر واپس چلے گئے۔

واقعہ کا یہاں ہے کہ سعید نے امام سید سجادؑ کی نماز جنازہ نہیں پڑھی، جب اس سے کہا گیا کہ تم نے مرد صالح کی نماز نہیں پڑھی۔ کہا: ”مجھے دور کعت نماز مسجد میں پڑھنا زیادہ پسند ہے پر نسبت اس کے کہ میں اس مرد صالح کی نماز جنازہ پڑھوں۔“ ابن حزم نے الحکیم میں اس کی دوسری حالت پر کافی روشنی ڈالی ہے۔ (۲) قیادہ نے سعید سے پوچھا: کیا میں حاجج کے پیچے نماز پڑھوں۔ جواب دیا: میں تو اس سے بزرگ شخص کے پیچے نماز پڑھتا ہوں۔

۲۔ روایت بخاری سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت وفات ابوطالبؐ کے وقت نازل ہوئی ہے جب کہ دونوں آیتیں بعد کی ہیں۔ دوسری آیت کی ہے اور پہلی مدنی ہے، بعد فتح کہ۔ (۳) دونوں کے درمیان وفات ابوطالبؐ کے دس سال کا فاصلہ ہے۔

۱۔ شرح ابن ابی الحدید ح اص ۳۷۰ (ج ۳ ص ۱۱۰ اصل ۵۶)

۲۔ سیعی بخاری ح ۷ ص ۲۷ (ج ۳ ص ۱۶۸ حدیث ۲۲۲۹)؛ تفسیر کشاف ح ۲ ص ۳۹ (ج ۲ ص ۳۱۵)؛ تفسیر قرطبی ح ۸ ص ۲۲ (ج ۸ ص ۱۷۳)؛ اتفاق ح اص ۷ (ج اص ۲۷)؛ سیعی التدریش کافی ح ۳ ص ۳۱۶ (ج ۳ ص ۳۲۱)؛ المسعد ابن ابی شیبہ (ج ۱۰ اص ۵۴۰ حدیث ۱۲۶۲)؛ سفی نسائی (ج ۶ ص ۳۵۳ حدیث ۱۱۲۱)

۳۔ آیت استغفار تو وفات ابوطالبؐ کے لگ بھگ آٹھ سال بعد نازل ہوئی ہے، کیا اس درمیان رسول خدا ﷺ مسلسل ابوطالبؐ کے لئے استغفار کرتے رہے؟ خود آپ نے کہا تھا کہ خدا کی تم! جب تک مجھے روکا نہ جائے میں آپ کے لئے استغفار کرتا رہوں گا۔ بہت کی آیات میں خدا نے مومنوں اور رسول خدا ﷺ کو اپنے منافق اور کافر بزرگوں کے استغفار سے روکا ہے یہ تمام آیات مدینہ میں نازل ہوئی ہیں۔ (۱)

۴۔ اس کے علاوہ بھی ابوطالبؐ سے متعلق روایت استغفار اور نزول آیہ استغفار کے سبب میں تضاد ہے۔ (۲) بعض کہتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ قبر والدہ پر روئے اور کہا کہ میں نے خدا سے استغفار کی درخواست کی، خدا نے منع کیا۔ (۳) بعض میں ہے کہ بعض اصحاب نبی نے اپنے والدین کے استغفار کی رسول خدا ﷺ سے اجازت مانگی تو نبی وارو ہوئی۔ (۴) بعض کہتے ہیں کہ یہاں استغفار کا مطلب نماز میت ہے۔ (۵)

۱۔ الاقان ح اص ۷۱ (ح اص ۲۷)؛ الحجج الکبیر (ح اص ۱۵۲ حدیث ۳۶۰)؛ المدرک علی الحججین (ح اص ۲۹۶ حدیث ۱۵۲)؛ حلیۃ الاولیاء (ح اص ۱۰ نمبر ۱۰) سنن بیہقی (ح اص ۹۹ حدیث ۲۸۹)؛ تفسیر ابن کثیر ح اص ۲۳۲۹؛ تفسیر حافظ قادر شوکانی ح اص ۱۸۹ (ح ۵۰ ص ۱۹۳)؛ تفسیر آلوی ح ۲۸۸ ص ۲۷۸؛ السیرۃ الحلبیہ (ح اص ۲۱۶)

۲۔ مسند ابی داؤد حلیکی (ص ۲۰ حدیث ۱۳۱)؛ الحصن ابن ابی شیبہ (ح اص ۵۲۲ حدیث ۱۰۱۹)؛ مسند احمد (ح اص ۱۱۰ حدیث ۱۰۸۸)؛ سنن ترمذی (ح ۵۰ ص ۲۲۲ حدیث ۳۱۰)؛ سنن نسائی (ح اص ۲۵۵ حدیث ۲۱۶۲)؛ اسی الطالب زینی دحلان ص ۱۸ (ص ۳۵)

۳۔ صحیح مسلم (ح اص ۳۶۵ حدیث ۱۰۶)؛ مسند احمد (ح اص ۱۸۶ حدیث ۹۲۹۵)؛ سن ابی داؤد (ح اص ۲۱۸ حدیث ۲۲۲۲)؛ سنن نسائی (ح اص ۶۵۳ حدیث ۲۱۶۱)؛ سنن ابن ماجہ (ح اص ۱۰۵ حدیث ۱۵۸۲)؛ ارشاد الساری فی شرح صحیح البخاری ح ۷ ص ۱۵۱ (ح اص ۳۱۲ حدیث ۳۶۷)؛ المدرک علی الحجج (ح اص ۳۲۱ حدیث ۳۲۹۲)؛ روایٰ البیرونی بیہقی (ح اص ۱۸۹)؛ الحجج الکبیر ح اص ۱۲ (مجلد ۷ ح اص ۳۲)؛ تفسیر طبری ح اص ۳ (مجلد ۷ ح اص ۳۲)؛ ارشاد الساری ح ۷ ص ۲۷۰، در منثور ح ۳ ص ۲۸۲ (ح ۲۳۰ ص ۳۰۲)؛ تفسیر کشاف ح ۲۹ ص ۲۹ (ح اص ۲۱۵)

۴۔ تفسیر طبری ح اص ۳ (مجلد ۷ ح اص ۳۲)؛ در منثور ح ۳ ص ۲۸۲ (ح اص ۲۰۲)

۵۔ تفسیر طبری ح اص ۳۲ (مجلد ۷ ح اص ۳۳)

۵۔ زدول آئیہ استغفار کے متعلق روایت بخاری سے معلوم ہوتا ہے کہ وفات ابوطالب کے وقت رسول اکرم ﷺ نے استغفار کرنا چاہا تو منع کیا گیا لیکن اس کی متفاہ روایت ابن سعد و ابن عساکر کی ہے کہ جب وفات ابوطالب کی خبر رسول خدا ﷺ کو ہوئی تو آپ رونے اور انہیں غسل و کفن دینے کا حکم دیا..... (۱)

لیکن تمام امت کا اتفاق ہے کہ یہ آیہ سورہ برأت فتح کمد کے بعد نازل ہوئی جب رسول خدا ﷺ نے ابو بکر کو آیات دے کر مشرکین کو ننانے بیجا تھا پھر حضرت علیؓ کو روانہ کیا اور انہیں معزول کیا۔ (۲) بعض روایات میں ہے کہ یہ آیت غزوہ تجوک کے بعد نازل ہوئی۔

۶۔ سیاق آیت استغفار فتح میں واقع ہوا ہے، نبی میں نہیں۔ اس صورت حال میں اس کا ثبوت فراہم نہیں کیا جاسکتا کہ رسول خدا ﷺ نے استغفار فرمایا تو انہیں منع کیا گیا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول خدا ﷺ نے ابو طالب کو مومن سمجھ کر استغفار فرمایا۔

۷۔ اگر ہم مان بھی لیں کہ روایت بخاری درست ہے اور ایمان ابو طالب کے تمام شواہد سے صرف نظر کر لیں تب بھی یہ کیسے مان لیا جائے کہ ابو طالب کا فرم رے، وہ تو کہہ رہے ہیں کہ میں دین عبدالمطلب پر ہوں اور ہم کنی موقوں پر ثابت کر کے ہیں کہ وہ موحد اور دین ابراہیم پر تھے۔ (۳)

۸۔ ایک نظر دوسرا آیت ﴿إِنَّكُمْ لَا تَهْدِي مِنْ أَحْبَبْتُمْ﴾ پر بھی خاص طور سے ذال لیں، جس

۱۔ طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۱۰۵ (ج ۱ ص ۱۲۳) در متعدد ج ۳ ص ۲۸۲ (ج ۳ ص ۲۰۱) تفسیر ابن عساکر (ج ۲۹ ص ۲۹)

۲۔ زادہ المسند (ص ۳۵۳ حدیث ۱۳۶) در متعدد ج ۳ ص ۲۰۹ (ج ۳ ص ۱۱۹) کنز العمال ج ۱ ص ۲۷ (ج ۲ ص ۳۲۲ حدیث ۳۲۰۰) فتح القدر شوکانی ج ۲ ص ۳۱۹ (ج ۲ ص ۳۳۲) ریاض المطہر ج ۲ ص ۲۷ (ج ۳ ص ۱۱۹) ذخیر الحقی ص ۲۹ البدایہ والتحاہی ج ۵ ص ۳۸، ج ۷ ص ۲۵، ج ۷ ص ۲۵ (ج ۵ ص ۳۲، ج ۷ ص ۳۹) تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۳۲، ماتقب خوارزمی ص ۹۹ (ص ۱۱۵ حدیث ۱۹۶) فراند اسرائیل (ج ۱ ص ۶۱ باب ۸) محمد القاری شرح صحیح البخاری ج ۸ ص ۲۳۲ (ج ۱۸ ص ۲۶۰) شرح المواصب زرقانی ج ۳ ص ۹۱ تفسیر طبری ج ۱۰ ص ۳۶ (جلد ۲ ج ۱۰ ص ۲۸) تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۳۲ خاص نسائی ص ۲، مسند احمد ج ۱ ص ۱۵ (ج ۱ ص ۲۲۳ حدیث ۱۲۹۹) مجموع الزوائد ج ۷ ص ۲۹

۳۔ اصل و اقل مطبوع بر حاشیہ الفضل ج ۲ ص ۲۲۵، ۲۲۷ (ج ۲ ص ۲۲۹، ۲۳۱) سیٹی کی الدین الحدیث ص ۱۵ مسالک الحفاظ ص ۲۷

سے یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ یہ ابوطالب کے کافر ہونے پر ثبوت ہے۔ اول تو یہ کہ یہ آیت مومنوں کے صفات پیان کرنے کے ذیل میں نازل ہوئی ہے۔ دوسرا یہ کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل میں جو لوگ اسلام لے آئے وہ صرف رسول خدا ﷺ کی تبلیغ کی وجہ سے اسلام نہیں لائے بلکہ ان کا اسلام لا تاخدا کی شیعیت اور ارادے پر منحصر تھا اور کسی کو ہدایت دینا خاص خدا کا کام ہے۔ (ا) اتریدون امن تھتدی و من اصل... (۱) اس قسم کی آیات میں ہدایت و گمراہی کا استناد خدا کی طرف ہے۔

حدیث ضحکاء

ابوطالب سے عناد کی تمام تان حدیث ضحکاء پر ٹوٹی ہے، تمام تالیاں اسی پر بجائی جا رہی ہیں۔ آئیے اسکو بھی دیکھ لیں،، بخاری و مسلم بطریق سخیان ثوری، عبد الملک بن عمیر، عبد اللہ بن حارث کا بیان نقل کرتے ہیں کہ مجھ سے عباس بن عبدالمطلب نے کہا، میں نے رسول خدا ﷺ سے پوچھا کہ ابوطالب نے آپ کی پاسداری اپنے اوپر لازم کر لی تھی آپ کے لئے غضبناک بھی ہوئے کیا آپ نے ان کی کفایت کی، آپ نے ان کی کون سی ضرورت پوری کی؟

فرمایا: هو ضحکاء من نار "آج بگینہ جہنم میں ہیں" اگر میں نہ ہوتا تو وہ جہنم کے آخری طبقے میں ہوتے اب وہ صرف نخنوں تک آگ میں ہیں اور اگر میں درمیان میں نہ ہوتا تو وہ جہنم کے سب سے نچلے طبقے میں ہوتے۔، صحیح بخاری، اختر شاہجهہاں پوری۔

دوسری روایت میں ہے کہ، میں نے عرض کی: یا رسول اللہ ابوطالب نے آپ کی حفاظت کی آپ کی مدود نصرت کی، کیا اس کا انھیں کچھ فائدہ ہوا؟

فرمایا: میں نے انھیں جہنم میں پوری طرح ڈوبا ہوا پایا، جہنم میں ڈکلیاں کھاتے ہوئے پایا تو انھیں نکال کر نخنوں تک آگ میک پہنچایا۔ حدیث لیث، ابن الہاد، عبد اللہ بن حتاب، ابوسعید سے مردی ہے کہ رسول کو ابوطالب کا ذکر کرتے سن کر شاید میری شفاعت قیامت کے دن انھیں لفظ بخشدے، ابھی تو وہ

خنوں تک آگ میں ہیں جنہوں سے آگ بھڑکتی ہے اور دماغ کو بکھلاتی ہے۔
صحیح بخاری میں بربان عبدالعزیز، یزید بن ہاد سے یہی روایت ہے جسمیں ہے کہ پوست مغز کھول جاتا ہے۔ (۱) علامہ امینی فرماتے ہیں:

سندر روایت پر تبہہ نہیں کرنا چاہتا۔ کیونکہ سفیان ثوری کے کذاب ہونے کا تذکرہ گذر چکا جو ضعیف روایتوں میں مد لیس کرتا تھا۔ (۲) عبد الملک کی عمر میں یہی اس کا حافظہ خراب ہوتا گیا۔ ابو حاتم کہتے تھے کہ وہ حافظہ نہیں اس کا حافظہ خراب ہو چکا ہے۔ (۳) ابن حمین ابن خراس کا بھی یہی نظریہ ہے۔ (۴) عبدالعزیز کے متعلق احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ مہل حدیث بیان کرتا ہے، مہلات کی بھرمار کرتا ہے۔ ابو حاتم کہتے ہیں کہ اسکی حدیثوں سے احتجاج مناسب نہیں۔ (۵) ابو زرعة کہتے ہیں کہ برے حافظہ کا آدمی تھا۔ (۶)

پھر متن روایت بھی دیکھئے، شاید میری شفاعت قیامت میں نفع بخشے، اس لفظ "شاید" سے قیامت میں شفاعت کی امید کا تصور پیدا ہوتا ہے۔ اور آپ کا یہ ارشاد کہ "جہنم میں ڈکیاں لگا رہے تھے" تو انہیں جنہوں نہ چاہیا۔ اور اس ارشاد سے قبل خود شفاعت کا ثبوت فراہم ہوتا ہے لیکن مجھے صرف یہاں ایک ہی بات کہنی ہے کہ رسول خدا نے شفاعت ابو طالب کا وقت وفات کلہ اخلاص پر منحصر فرمایا ہے، آپ نے فرمایا:

- ۱۔ صحیح بخاری ح ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴ ح ۹۹ م ۹۲ (ح ۲۳ م ۱۳۰۸ ح ۱۳۰۹ م ۳۲۷۰ ح ۳۶۷۲ ح ۳۶۷۳ م ۲۲۹۳ حدیث ۵۸۵۵ م ۱۳۰۱، ۱۳۰۰ حدیث ۱۱۹۲) صحیح مسلم کتاب الایمان (ح ۱۳۲ م ۲۳۷ حدیث ۳۵۷) طبقات ابن سحر ح ۱۰۶ (ح ۱۳۲) مسن احمد ح ۱۳۰ م ۲۰۷، ۲۰۶ (ح ۱۳۳۹ م ۳۳۹ حدیث ۲۲۶) میون الائچی ۱۷۱) م ۱۳۲ (ح ۱۳۲) البدایہ والتحفیں م ۱۲۵ (ح ۲۳ م ۱۵۲)
- ۲۔ میزان الاعدال ح ۱۳۶ (ح ۲۳ م ۱۶۹ نمبر ۲۲۲۲)
- ۳۔ الجرح والتمیل (۵ م ۳۶۱ نمبر ۱۷۰۰)
- ۴۔ اثار رغ (ح ۲۳ م ۲۲۳)
- ۵۔ الجرح والتمیل (ح ۵ م ۳۹۵ نمبر ۱۸۳۲)
- ۶۔ میزان الاعدال ح ۲۲۲ (ح ۲۳ م ۲۲۲ نمبر ۵۱۲۵)

اے پچاہ کلمہ پڑھ لجئے تاکہ میں قیامت میں آپ کی شفاعت کروں (۱) اسی طرح رسول خدا نے مطلق شفاعت کو بھی کلمہ ہی سے مخصوص فرمایا ہے، چنانچہ بے شمار احادیث مروی ہیں ان میں ایک عبد اللہ بن عمر سے بطور مرفوع حدیث ہے کہ مجھ سے کہا گیا، سوال کرو کیونکہ ہر نبی سے سوال کیا گیا ہے پس میں نے اپنا سوال قیامت تک کے لئے اخخار کہا ہے۔ تم لوگوں کو اسی وقت شفاعت مفید ہو گی جب تم کلمہ پڑھ لو (۲) احمد نے بندھی روایت کی ہے۔ (۳) اسی طرح ابوذر سے بطور مرفوع ہے: مجھے شفاعت عطا کی گئی ہے اور یہ اسی کو ملے گی جو میری امت میں شرک نہ ہوگا۔ اسی طرح عوف سے مروی حمکہ میری شفاعت ہر مسلمان کے لئے ہے (۴) یا کہ میری شفاعت اس کے لئے ہے جو اس حال میں مرے کہ ذرا بھی شرک نہ کیا ہو۔ (۵) اسی طرح کی اور بھی احادیث ہیں۔

اس کے علاوہ قرآن میں بھی واضح طریقے سے بیان کیا گیا ہے کہ کافر کو ذرا بھی شفاعت کا فائدہ نہ ہوگا۔ یہاں تک کہ انھیں عذاب میں بھی تخفیف نہ ہوگی۔ ”جب ظالمین عذاب دیکھ لیں گے تو نہ ان سے تخفیف ہو گی نہ ان کی طرف نظر رحمت ہو گی۔“ (۶) ”اس میں وہ ہمیشہ رہیں گے، انھیں تخفیف عذاب نہ ہو گی نہ نظر رحمت ہو گی۔“ (۷) اسی طرح تخفیف عذاب کی نفع کے ساتھ شفاعت کی بھی نفع ہے:

﴿فَمَا تَنفَعُهُمْ شِفَاعَةُ الشَّافِعِينَ﴾ (۸)

- ۱۔ المسدر ک علی الحجج ج ۲ ص ۲۲۷ (ج ۲ ص ۳۲۶ حدیث ۳۲۹۱)، تجییں متدرک کا بھی یہی حوالہ ہے) تاریخ ابو الفداؤ ج ۱ ص ۱۲۰، المواصب للدینیین اصل ۱۷ (ج ۱ ص ۲۲۶ کشف الغمہ شعرانی ج ۲ ص ۱۲۳، کنز العمال ج ۷ ص ۱۲۸ (ج ۱ ص ۲۷۲ حدیث ۳۲۸۷۲) (شرح المواصب زرقانی ج ۱ ص ۲۹۱)
- ۲۔ البرغیب والترمیب ج ۲ ص ۱۵۰-۱۵۸ (ج ۲ ص ۲۷۲-۳۲۲ حدیث ۹۱-۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸) (۹۸، ۹۶، ۹۳، ۹۲، ۹۱)

- ۳۔ منhadم (ج ۲ ص ۳۲۲ حدیث ۷۰۲۸)
- ۴۔ الحجج الکبیر (ج ۱۸ ص ۵۹ حدیث ۱۰۷)
- ۵۔ الاحسان فی تقریب الحجج ابن حبان (ج ۱۳ ص ۲۶۱ حدیث ۶۳۶۳)

۶۔ سورہ نحل آیت ۸۵

۷۔ سورہ بقرہ آیت ۱۶۲

۸۔ سورہ مدثر آیت ۳۸

اسی حالت میں اگر مان بھی لیا جائے کہ معاذ اللہ ابو طالب کا فرم رے تو روایت ضھار کی تخفیف عذاب یا شفاعت کی بات ان بے شمار آیات کے مقابلہ ہے اسلئے حدیث کو بحکم رسول خدا اٹھانے کا تم دیوار پر مار دینا چاہیے۔ کیونکہ فرمایا ہے: میرے بعد بہت سی حدیثیں گزہی جائیں گی جو حدیث کتاب خدا کے موافق ہو اسے لے لو اور جو مقابلہ ہوا سے مسترد کرو (۱)

آپ کو بخاری کا بخاری بھر کم نام فریب میں جتنا نہ کرے کیونکہ اسکا نام تو صحیح ہے لیکن اس میں سقطہ اور اغلاط کی بھر مار ہے ہم آگے اس کا پول کھولیں گے۔
 ”بحث ختم کرتے ہوئے علامہ امینی (رہ) نے آیۃ اللہ محمد الحسینی اصفہانی تجھی کا معرکہ الاراء قصیدہ نقل کیا ہے نور الحمد ؓ فی قلب نجم المصطفیٰ جس میں ۱۳۲ اشعار ہیں۔ دوسرا قصیدہ عبدالحسین صادق العاملی کا ہے جس میں دس اشعار ہیں:

”لولا ما شد اذار المسلمين ولا“

۱- سنن دارقطنی (ج ۲۰۹-۲۰۸) / جمیل التجیر طراوی (ج ۲۰۹-۹۷ حدیث ۱۳۲۹) / مجمع الزوائد (ج ۱، ص ۲۰۱) / کنز العمال (ج ۱ ص ۹۰-۹۰۷ حدیث ۱۴۹۶)

فضائل ابو بکر کا بقیہ

۲۹۔ خلیفہ کی گالی دینے والے کو فرشتہ کا جواب

الآنار یوسف بن ابو یوسف میں (۱) ابو حنفیہ اور مند احمد (۲) میں بطریق ابو ہریرہ مردی ہے کہ ایک شخص نے ابو بکر کو گالی دی اور رسول خدا ﷺ بیٹھے رہے، حرمت اور قسم فرماتے رہے، جب ابو بکر نے اسکی گالی کا جواب دینا شروع کیا تو رسول خدا انہ کر جانے لگے۔ ابو بکر نے کہا: یا رسول اللہ جب تک وہ مجھے گالی دیتا رہا آپ بیٹھے رہے جب میں نے جواب دینا شروع کیا تو آپ غصہ میں اٹھ کر جانے لگے؟ فرمایا: تمہارے ساتھ ایک فرشتہ تمہاری گالیوں کا جواب دے رہا تھا۔ جب تم نے دینا شروع کیا تو شیطان درمیان میں آگیا۔ اور جہاں شیطان ہو میں وہاں نہیں رہ سکتا۔

تبصرہ امیٰ

الآنار میں ابو حنفیہ نے کہاں سے حاصل کیا یہ تو پڑتے نہ چل سکا کہ اسکی صحت کا پتہ لگایا جاتا ہے۔ ابو یوسف ان کثیر الغلط، واهی اور ضعیف روایوں کا پرستار کہا ہے۔ (۳) بخاری اسے چھوڑنے کا مشورہ دیتے ہیں (۴) ایک شخص نے ابن مبارک سے پوچھا: ابو یوسف اور محمد میں کون زیادہ سچا ہے...؟ فرمایا

۱۔ آنار ۲۰۸

۲۔ مند احمد ج ۲۳۶ ص ۷۷ احادیث (۹۲۳)

۳۔ اکمال فی ضعفاء الرجال (ج ۲ ص ۳۹ نومبر ۲۰۵۵)

۴۔ التاریخ الکبیر (ج ۸ ص ۷۷ نومبر ۲۰۵۵)

کہ یہ پوچھو کر کون زیادہ جبوٹا ہے؟ اور مجھی بے شمار محدثین نے اس کی نہ مت کی ہے۔ (۱) اس کے علاوہ بطریق احمد جور دو ایت ہے اس میں سعید بن ابی سعید ہے جو مرنے سے چار سال قبل پاگل ہو گیا تھا (۲) روایت کامتن کہتا ہے کہ یہ اسی زمانے کی بات ہے۔

پھر یہ کہ رسول خدا ﷺ کے سامنے سوہا ادب ہے کہ گالیوں کا تادل کیا جائے آواز بلند کرنے کی مماثلت ہے، اپنی آواز کو رسول ﷺ کی آواز سے بلند کرو اور یہ آیت عمر ابو بکر کے لئے نازل ہوئی ہے۔ (۳) بارگاہ رسول ﷺ میں غصہ کی بے ادبی کی حرمت ناک یہ ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: شیطان واقع ہوا گویا ابو بکر کا جواب شیطنت تھی۔ حالانکہ اس شخص کی گالی شیطنت نہیں کی گئی۔ پھر کہ کیا عالم عرش میں خدا نے گالیوں کا جواب گالی سے دینے کا شعبہ قائم کیا ہے؟ جو لوگ رسول خدا ﷺ کو گالیاں دیتے تھے فرشتے ان کی تو تردید نہیں کرتے تھے۔ ایک اور روایت ہے کہ خدا نے آسمان میں ستر ۰۷۰ هزار فرشتے مقرر کئے ہیں جو ابو بکر کو گالی دینے والے کا جواب دیتے ہیں۔ (۴) خطیب نے سہل سے روایت نقل کرنے کے بعد اس کو حدیث ساز پہلیا ہے (۵)

۳۰۔ بخاری نے کتاب الناقب باب بھرتوں میں ابو سعید خدری کی روایت نقل کی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے منبر پر فرمایا: بے شک ایک بندے کو اللہ نے اختیار دیا ہے کہ وہ دنیا کی جتنی رونق چاہے اسے دیدی جائے اور دوسرا جیز آخرت۔ پس اس بندے نے اس جیز کو اختیار کر لیا ہے جو خدا کے پاس ہے پس ابو بکر رونے لگے۔ اور کہا: ہمارے ماں، باپ آپ پر قربان ہو جائیں ہمیں ابو بکر کے گریے سے

۱۔ تاریخ بغداد ۱۳۰۷ مص ۲۵۷ (نمبر ۷۷) میزان الاعتراض (ج ۲۲ ص ۹۷۹۳) لسان المیران (ج ۲۰۰ مص ۳۰۰) (ج ۲۰۰ مص ۳۶۸) (نمبر ۹۳۱۹)

۲۔ حمد عب العبد عب ج ۲۳ ص ۳۹ مص ۳۰، ۳۹ (ج ۲۲ ص ۲۲)

۳۔ سیج بخاری ج ۷ مص ۲۲۵ (ج ۲۳ مص ۱۸۲۳) احمد بن حنبل نمبر ۳۵۶۳ (الاستیاب ج ۲ مص ۵۲۵) (القسم ال۱۰ مص ۱۲۸۳) (نمبر ۲۱۲۲) تفسیر قرطبی ج ۱۶ مص ۳۰۰ (ج ۱۶ مص ۱۹۸۱) تفسیر ابن کثیر ج ۳ مص ۲۰۶، تفسیر غازی ج ۳ مص ۱ (ج ۲۳ مص ۱۶۳) (الاصفی ج ۱۶ مص ۵۸) (نمبر ۲۲۱۱) (ج ۲۳ مص ۲۲۰) (نمبر ۱۲۸۷)

۴۔ الالی المصوّر ج ۱۶۰ (ج ۱۶۰ مص ۲۰۸)

۵۔ تاریخ بغداد ج ۵ مص ۲۸۰

تعجب ہوا اور کہا کہ اس بذریعے کو تودیکیے۔ رسول خدا ﷺ تو کسی بندے کا ذکر فرمائے ہے ہیں۔ اور آپ فرمائے ہیں جمارے مال، باباً آپ پر قربان۔ لیکن بعد میں سمجھ میں آیا کہ جس کو اختیار دیا گیا تھا وہ تو رسول ﷺ ہی تھے اور ابو بکر ہم میں سب سے زیادہ علم والے تھے، رسول خدا ﷺ نے فرمایا: سب لوگوں سے زیادہ جس نے اپنی محبت اور مال کے ساتھ مجھ پر احسان فرمایا ہے وہ ابو بکر ہیں۔ اگر میں اپنی امت میں کسی کو خلیل بناتا تو وہ ابو بکر ہوتے، لیکن اسلامی صداقت و اخوت تو موجود ہی ہے اور مسجد میں کسی کی کھلی نہ رہے سوائے ابو بکر کی کھڑکی کے۔ (۱)

ابن عساکر نے اس روایت میں اس قدر اور اضافہ کیا ہے کہ پس ہم سمجھ گئے کہ ابو بکر ہی خلیفہ ہیں۔ (۲)

تبصرہ علامہ امیمی

ہم نے تیسری جلد میں سدابواب کے جھوٹ اور فریب کا پوست مارٹم کیا ہے جو ابن تیسیہ وغیرہ نے دعائیں کی ہے دوسرا یہ کہ اس میں ابو سعید کہتے ہیں: ہم نے سمجھ لیا کہ ابو بکر سب سے زیادہ علم والے ہیں، جو اس تقریر سے سمجھ گئے کہ وفات رسول ﷺ جلد ہی ہونے والی ہے حالانکہ یہ خصوصیت ابو بکر سے مخصوص نہیں۔ جو صحابی آخری ایام میں رسول ﷺ سے ملنے آیا۔ وہ رسول کی گفتگو سے سمجھ لیا۔ کہا: اب آپ جلد ہی دار قافی کو چھوڑنے والے ہیں خود آپ کے ارشادات ہیں جس میں آپ نے فرمایا: بہت جلد میر ابلا دا آنے والا ہے۔ (۳)

یہ جو کہا جاتا ہے کہ رسول خدا ﷺ پر سب سے زیادہ محبت اور مال کا احسان ابو بکر نے کیا ہمیں

۱۔ سیج بخاری ج ۵ ص ۲۲۲، ج ۶ ص ۲۲۲ (ج ۳ ص ۱۳۲ حدیث ۳۲۵۳، ج ۳ ص ۱۳۱ حدیث ۳۶۹۱)

۲۔ تاریخ ابن عساکر ج ۲ ص ۲۲۷ (ج ۳۰ ص ۲۲۳) (۳۲۹۸ نمبر ۲۲۳)

۳۔ مندرجہ، خصال نسائی، سنن نسائی، فتح الباری، سمعن ترمذی، متدرک علی الحسن، حلیۃ الاولیاء، مناقب خوارزی، ارشاد اساری، کنز العمال، البدریہ و الحشیۃ، تاریخ ابن عساکر، تاریخ بغداد جیسے معتبر منابع میں خدا نے اس حکم سے حضرت علی اور اُنکی زوجہ اور بیٹوں کو سمجھی کیا تھا۔

تاریخ سے ثبوت دیا جائے کہ آخر کب احسان کیا کیسے احسان کیا۔ پھر یہ کہ جو شخص نیکی کریا اپنے لئے کریگا اس نے رسول ﷺ پر کیا احسان کیا؟ اس سلسلے میں بہت سی آیات ہیں، آپ اگر تاریخ دیکھیں تو معلوم ہو گا کہ ابو بکر کی مالی حالت ایسی نہیں تھی کہ وہ رسول ﷺ پر احسان کرتے۔ اب ذرا اس مصنوعی روایت کو بھی پر کھو لجئے اس میں اسماعیل بن عبد اللہ ہے جو ابن ابی حیثہ کے نزدیک سنی لیکن حق ہے، نیز دوسرے محدثین اسے اور دیگر راویوں کو ضعیف، حدیث چور، کذاب اور بے وقت کہتے ہیں۔ (۱)

۳۱۔ ابن جوزی صفة الصفوۃ (۲) میں لکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ کا ارشاد ہے کہ وفات رسولؐ کے بعد ہم نے اپنے معاملات پر غور کیا۔ اور ہم نے دیکھا کہ رسول خدا نے ابو بکر کو نماز کیلئے امام بنایا اس لئے ہم نے بھی اس دنیا کے پیشوں کیلئے ان کو امام منتخب کر لیا۔ اس روایت کو ریاض طبری میں بطور مرسلاً اور قیس بن عبادہ کی زبانی ارشاد علیؑ کے بطور پیش کیا ہے۔

تبصرہ علماء امیٰٹ

یہ محدثین جھوٹی روایات گڑھنے میں کس قدر گستاخ ہو گئے ہیں۔ وہ جھوٹ اور فحش کو جاہل قوم تک ہو نچانے میں ذرا باک محسوس نہیں کرتے، ہم نے اس کتاب میں انکی ذمیل حرکتوں کا کچا چھٹا اکثر جگہوں پر تجزیہ و تحلیل کے ساتھ پیش کیا ہے۔ اگر آپ حضرت علیؑ کے متعلق ارشادات رسول ﷺ کی نفس دیکھئے پھر حضرت علیؑ کے وہ احتجاجات ملاحظہ فرمائیے جس میں آپ نے اپنا حق چھینے پر ٹکوئے کئے ہیں۔ تو ان محدثین کی سازشوں کی حقیقت اچھی طرح سمجھ میں آجائے گی کبھی کوئی ہاں ک لگاتا ہے کہ وفات فاطمہ (س) کے بعد علیؑ نے بیعت کر لی تھی۔ کبھی کہا جاتا ہے کہ حیات فاطمہ (س) تک لوگ علیؑ کی طرف مائل تھے احترام کرتے تھے جب فاطمہ (س) مر گیں تو لوگ علیؑ کا احترام بھی نہ کرتے تھے انہم بر شرح صحیح مسلم، قرطی میں سب سے زیادہ حضرت علیؑ کی طرف غلط نسبت دی گئی۔ (۳)

۱۔ سرفہ الرجال (ج اص ۶۵ نمبر ۱۲۱) کتاب الفعلاء والمرء وکین ص ۱۵ نمبر ۳۳، کامل فی ضعفاء الرجال (ج اص ۳۲۳ نمبر ۱۵۱)

۲۔ حمدیہ الحمد بہ ج اص ۳۱۲ (ج اص ۲۷۲)

۳۔ ریاض الطہرۃ ج اص ۱۵۰ (ج اص ۲۵۷ نمبر ۲)

اکثر جاہلوں نے توحیدیث گڑھنے میں کمال ہی کر دیا اور سب سے زیادہ حضرت علیؓ کی طرف غلط حدیثیں نسبت دے دیں مثلاً:

۳۲۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں: رسول اکرم ﷺ نے فرمایا: جنت میں سب سے پہلے ابو بکر و عمر داخل ہوں گے اور میں معاویہ کے ساتھ حساب کتاب میں پھنسا رہوں گا۔

۳۳۔ حضرت علیؓ فرماتے ہیں: ارشاد رسول ﷺ ہے اے علیؓ! جو ابو بکر و عمر کو برائیلا کہتا ہے اس کا نام اعمال نہیں لکھا جاتا کیونکہ یہ دونوں جنت کے بوڑھوں کے سردار ہیں۔

۳۴۔ حضرت علیؓ، رسول خدا ﷺ نے فرمایا: میرے بعد میرے جانشین ابو بکر ہیں۔ ان کے بعد حالات میں افراتیزی پیدا ہو جائے گی۔

۳۵۔ ارشاد رسول ہے: اے علیؓ! میں نے تین بار خدا سے سوال کیا کہ وہ تمہیں میرا قوت بازو ذریعہ دے، لیکن خدا ابو بکر کے سوا کسی پر راضی نہ ہوا۔

۳۶۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: چپکے سے رسول ﷺ مجھ سے کہہ گئے کہ پہلے ابو بکر خلیفہ ہوں گے پھر عمر پھر عثمان پھر میں۔

۳۷۔ ارشاد علیؓ ہے: خدا نے جانشینی کا دروازہ ابو بکر کے ہاتھوں کھولا، دوسرے عمر ہیں تیرے عثمان اور چوتھے نمبر پر میرے اوپر جانشینی کا خاتمہ ہو گا۔

۳۸۔ رسول خدا ﷺ جاتے جاتے عہد کر گئے کہ پہلے ابو بکر پھر عمر اور عثمان کے بعد میں جانشین ہوں گا۔

۳۹۔ علیؓ نے فرمایا: ارشاد رسول ﷺ ہے، جب تک میرے پاس آئے، میں نے پوچھا: میرے ہمراہ کون ہجرت کریگا کہا کہ ابو بکر اور انھیں کو تھارے بعد خلیفہ ہونا ہے، یہ تھاری امت میں سب سے افضل ہیں۔

۴۰۔ اک طویل حدیث کا حصہ بربان علیؓ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: میرے اصحاب میں سب سے بہتر خدا کے نزدیک اس دنیا میں اور آخرت میں ابو بکر ہیں۔

- ۳۱۔ حضرت علی... میرے نزدیک بعد رسول ﷺ افضل تین شخص ابو بکر ہیں کیونکہ وہ مبارکار تھے۔
- ۳۲۔ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: اے علی! اخذانے مجھے حکم دیا ہے کہ میں ابو بکر کو فریق، عمر کو مشیر، عثمان کو سپارا اور تمہیں مدعاگار و ناصر قرار دوں، موسن ہی ان چاروں کو دوست رکھے گا اور کافر ہی ان سے دشمنی رکھے گا۔
- ۳۳۔ علی سے پوچھا گیا: بعد رسول ﷺ کون افضل ہے؟ فرمایا: ابو بکر، پوچھا گیا: ان کے بعد؟ فرمایا: عمر، کہا گیا: ان کے بعد؟ فرمایا: عثمان۔ پوچھا گیا: ان کے بعد؟ فرمایا: میں۔
- ۳۴۔ حضرت علی نے تقریر کے درمیان فرمایا: رسول ﷺ کے بعد افضل تین ابو بکر صدیق ہیں ان کے بعد عمر فاروق۔ اور ان کے بعد عثمان دونور والے اور ان کے بعد میں، میں نے ان کی بات مانی تمہیں میری بات مانی چاہئے۔
- ۳۵۔ حضرت علی نے رسول ﷺ سے پوچھا: ابو بکر کے متعلق مجھے کچھ بتائیے۔ فرمایا: وہ بزان خدا و جبریل صدیق ہیں اور بعد رسول ﷺ لوگوں کے پیشواؤں ہیں۔
- ۳۶۔ علی نے قسم کما کر فرمایا: خدا نے ابو بکر کو آسان پر صدیق نامزد فرمایا۔
- ۳۷۔ بزان علی... اولین مسلمان ابو بکر اور کعبہ کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے والا اولین شخص میں ہوں۔

۳۸۔ ایک شخص نے پوچھا: امیر المؤمنین اکیا وجہ تھی کہ مہاجرین والنصار نے آپ میںے افضل کے ہوتے ہوئے ابو بکر کو اختیار کیا؟ آپ نے پوچھا: کیا تو قریش سے ہے؟ عرض کی: ہاں۔ فرمایا: اگر تو ایمان کی پناہ میں نہ ہوتا تو مجھے قتل کر دیتا۔ انھیں مجھے پر چار فضیلت ہے۔ وہ میرے پیش رو خلیفہ ہیں، بجرت میں چیز قدی کی، اپنا اسلام ظاہر کیا.... طویل حدیث کا آخری فقرہ یہ ہے کہ جو مجھے ابو بکر پر فضیلت دیگا میں اسے اسی تازیانے سے ماروں گا۔

۳۹۔ بزان علی: جبریل خدمت رسول ﷺ میں آئے رسول ﷺ نے پوچھا: میرے ساتھ کون بجرت کریکا کہا: ابو بکر۔

۵۰۔ وفات رسول ﷺ کے چھ دن بعد علیؑ وابو بکر آرامگاہ رسول ﷺ کیستے گئے۔ علیؑ نے کہا: اے جانشین رسول ﷺ آگے چلنے۔ ابو بکر نے کہا: میں ایسے شخص کے آگے کیسے چلوں جس کیلئے ارشاد رسول ﷺ ہے کہ علیؑ کی استقامت میری استقامت ہے۔ علیؑ نے کہا: آپ کے متعلق ارشاد رسول ﷺ ہے کہ کسی نے میری تصدیق نہ کی سوائے ابو بکر کے، سب نے جھٹلا یا۔ سب کے دل تاریک ہیں سوائے دل ابو بکر کے۔ ابو بکر نے کہا: آپ نے رسول ﷺ سے ایسا نہیں فرمایا: ہاں۔ پھر دونوں ہاتھ پکڑ کر ایک ساتھ اندر گئے۔

۵۱۔ بربان علیؑ ارشاد رسول ﷺ ہے: پیغمبروں کے بعد کسی پرسورج نے طلوع نہ کیا جو ابو بکر سے افضل ہو۔

۵۲۔ بربان علیؑ: ہم خدمت رسول ﷺ میں آئے عرض کی: یا رسول ﷺ! کیا آپ اپنا جانشین نہیں بنا سکیں گے؟ فرمایا: خدا تمہارے اعمال کو دیکھ کر تم میں بہترین کو خلیفہ بنائے گا۔ اس طرح خدا ابو بکر کے عمل خیر کی وجہ سے خلیفہ بنائے گا۔

۵۳۔ بربان علیؑ: ہم میں سب سے بہتر ابو بکر ہیں۔

۵۴۔ بربان علیؑ: قیامت میں منادی پکارے گا: سابقون اولون کہاں ہیں؟ پوچھا جائے گا کون؟ کہا جائے گا: ابو بکر صدیق کہاں ہیں؟ پھر خدا ابو بکر کیلئے خاص طور سے جلوہ رینز ہو گا اور سب کیلئے عام طور پر۔

۵۵۔ بربان علیؑ: ارشاد رسول ﷺ ہے نیک کے تین سو ستر ۷۰۷ سے ہیں خدا جس کے متعلق بھلا کی کا ارادہ کرتا ہے اس میں ایک حصہ داخل کر کے جنت بیچ دتا ہے۔ ابو بکر نے پوچھا؟ کیا میرے لئے بھی کچھ ہے؟ فرمایا: ہاں ایکی کے حسے تمہارے لئے ہیں۔

۵۶۔ بربان علیؑ: اے ابو بکر! خدا نے مجھے آدم سے آج تک کا ثواب عطا کیا۔ اور تھیسیں میری بعثت سے قیامت تک کا ثواب عطا کیا۔

۷۵۔ علیؑ وابو بکر نے باہم ملاقات کی تو ابو بکر نے علیؑ نے وجہ دریافت کی تو کہا: میں نے رسولؐ سے

ٹانہ ہے کہ پلی صراط سے وہی گذرے گا جسے ابو بکر سے محبت ہو گی۔

۵۸۔ حضرت علیؑ سے مروی ہے۔ رسول ﷺ نے علیؑ سے فرمایا: میں نے خدا سے تین مرتبہ تمہارے متعلق جائشی کی سفارش کی مگر خدا ابو بکر کے سوا کسی پر راضی نہ ہوا۔

۵۹۔ بزبان علیؑ: خدا نے امامت کے متعلق کوئی عہد نہیں کیا، ہم نے دیکھا کہ ابو بکر کو ملی تو اقتدار مستحکم ہوا پھر عمر کو ملی تو مستقیم ہوا۔

۶۰۔ ابو بکر نے علیؑ سے کہا، کیا آپ جانتے ہیں کہ میں آپ سے قبل اس کام میں لگا ہوں، علیؑ نے کہا: ہاں۔ اے خلیفہ رسول ﷺ آپ نے سچ کہا۔ پھر ہاتھ بڑھا کر بیعت کر لی۔

۶۱۔ جب ابو بکر کی بیعت کر لی گئی اور ان کے ساتھیوں نے بھی بیعت کر لی تو تین دن انتظار کیا اور فرمایا: اے لوگو! کیا تم میں کوئی ایسا ہے جو میری خلافت سے خاموش ہو، علیؑ نے اٹھ کر کہا: نہیں بخدا ہم نہیں چاہتے کہ آپ اس سے دستبردار ہوں، رسول ﷺ نے آپ کو آگے بڑھایا۔ پھر کون آپ کو کچھ کریگا؟

۶۲۔ بزبان علیؑ: میری امامت میں سب سے بہتر ابو بکر و عمر ہیں۔

۶۳۔ جب ابو بکر کو قبر میں چھپا دیا گیا۔ تو علیؑ نے فرمایا: اس قبر والے سے زیادہ مجھے کوئی محبوب نہیں۔

۶۴۔ بزبان علیؑ: بعد رسول ہم نے سمجھ لیا کہ افضل ترین ابو بکر ہیں۔ اور ابو بکر کی موت کے بعد ہم نے سمجھ لیا کہ افضل ترین عمر ہیں۔

۶۵۔ رسول ﷺ نے فرمایا: اے علیؑ! یہ دونوں انبیاء کے علاوہ اگلے بھلوں کے سردار جنت ہیں اے علیؑ! یہ حدیث ان دونوں سے بیان نہ کرنا چنانچہ علیؑ نے بھی ان دونوں کی وفات کے بعد یہ حدیث بیان کی۔

۶۶۔ حضرت علیؑ: سب سے پہلے ابو بکر کا قیامت میں حساب لیا جائے گا۔

یہ تیر دناریک افترا پردازی و کینہ تو زی، اور فربت کاری کا انتہائی کمال تھا اس کو اگلوں کی افسانہ

طرازی بھی کہہ سکتے ہیں جنہیں گستاخانہ انداز میں گڑھ لیا ہے پھر انہیں خباثت کے ہاتھوں نے شائع کر دیا حضرت علیؑ کی طرف یہ جبوٹی اور مہمل نسبت ہماری کتاب کے تمام اجزاء میں بکھری پڑی ہے، خاص طور سے پانچویں جلد میں۔

یہ لوگ جو کچھ بھی کہہ رہے ہیں سراسر ناپسندیدہ اور فریب کاری ہے

۷۔ ابو بکر اور غار کی رات

ابو قیم نے حلیۃ الاولیاء (۱) میں عبد اللہ، محمد، احمد، ابو معاذ ویہ، بلال، ابو معاذ اور عطاء سے روایت کی ہے کہ انس بن مالک نے کہا: ہجرت کی رات غار پر ابو بکر نے کہایا رسول اللہ! انہر یئے تاک میں غار میں آپ سے پہلے جا کر دیکھ لوں کہ کہیں سانپ یا دوسروی کوئی چیز نہ ہو، اندر جا کر تمام سوراخوں کو پیڑوں سے بند کیا، یہاں تک کہ خود نگئے ہو گئے ایک سوراخ فی رہا تھا تو ادھر اپنی پیٹیہ کر لی۔ صبح کو رسول خدا نے پوچھا: تمھارا کپڑا کیا ہوا؟ ابو بکر نے ساری صور تحال بتا دی، یہ سکر رسول خدا مٹھیلیم نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی «اللَّهُمَّ اجْعِلْ أَبَا بَكْرٍ مَعِي فِي درجتیِ يوْمِ الْقِيَامَةِ» خدا یا! قیامت میں ابو بکر کو میرے درجہ میں رکھنا اس وقت خدا نے وہی کی، خدا نے تمھاری دعا قبول فرمائی۔

سیرۃ بن ہشام (۲) میں ہے کہ حسن بصری نے کہا کہ غار میں رسول سے پہلے ابو بکر گئے تاک اس میں کہیں سوراخ میں سانپ نہ ہو اس طرح انہوں نے رسول مٹھیلیم کی حفاظت کی۔

اسی روایت کو تاریخ ابن کثیر و ریاض طبری نے بھی لکھا ہے (۳) اس قدر اضافہ ہے کہ صبح کو ابو بکر کا تمام جسم متورم تھا۔ رسول مٹھیلیم نے پوچھا: تو کہا کہ سانپ نے کاش لیا ہے۔ رسول مٹھیلیم نے فرمایا: پھر مجھے بتایا کیوں نہیں؟ ابو بکر نے کہا کہ کہیں آپ کی تشویش نہ بڑھ جائے۔ چنانچہ رسول مٹھیلیم نے

۱۔ حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۳۳۳

۲۔ سیرۃ ابن ہشام ج ۲ ص ۹۸ (ج ۲ ص ۱۳۰)

۳۔ البدریہ و النھایہ ج ۳ ص ۹۷ (ج ۳ ص ۲۲۰) ریاض الصفرۃ ج ۱ ص ۶۵ (ج ۱ ص ۸۹)

ہاتھ پھیرا تو درم ختم ہو گیا۔ آگے لکھتے ہیں کہ سانپ نے کاتا تو ابو بکر ورنے لگے اور آنسو رسول ﷺ کے رخسار پر گرتے تو آپ نے وجہ پوچھی اور فرمایا: غم نہ کرو خدا ہمارے ساتھ ہے تو خدا نے سینہ نازل فرمایا جو ابو بکر کے لئے اطمینان قلب تھا۔

سیرۃ ذمی دھلان میں ہے کہ رسول ﷺ نے پوچھا: تم نے بتایا کیوں نہیں۔ تو عرض کی آپ کے جانے کا ذرخوا۔ رسول ﷺ نے ہاتھ پھیرا تو درم جاتا رہا۔ آگے لکھتے ہیں کہ بعض ایرانی سنو لے رنگ کا کپڑا اس پر باندھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ غار میں ابو بکر کے سانپ ڈلنے کی یاد گار ہے۔ (۱)

تبصرہ علامہ امیمی

اس روایت پر کئی طرح سے نظر ڈالی جاسکتی ہے اول سلسلہ سند جو کہ مرسل ہے اور کہیں سیرت کی کتابوں میں دیکھا نہیں گیا، صرف حاکم والبیغیم میں ہے، حالانکہ مجذہ رسول گو عام طور سے کتابوں میں درج ہونا چاہیے تھا۔ اس میں عبد اللہ ہے جو کذاب تھا پھر یہ کہ عبد اللہ اور ابو بیغیم میں ایک موہالہ کافا صلہ ہے۔ (۲) محمد بن عباس حدیث کو خلط ملطک کرتا تھا (۳) احمد بن محمد بن مودب کو تاریخ خطیب میں غیر معتر کہا ہے (۴) ابو معاویہ مرجحہ عقیدہ کا اور حدیث میں تدليس کرتا تھا (۵) حلال منکر الحدیث تھا (۶) عطار کو قدمری عقیدہ کی وجہ سے غیر معتر کہا گیا ہے۔ (۷) سند کی اسی کمزوری کی وجہ سے سیوطی نے خصائص کبریٰ کے باب بھرت میں اس واقعہ کو نقل نہیں کیا ہے کیونکہ یہ روایت ضعیف تھی۔ پھر ہر صدی میں بھرت اور غار کے واقعات گزئے گئے۔ ان میں باہم بڑا تضاد ہے۔ کیا یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ خدا نے تو کبوتروں کے اثرے اور مکڑی کے جالے کا اہتمام کیا (۸) لیکن سوراخ میں سانپ کی بندش نہ کی، محبت میں

- ۱۔ اسریرۃ الحجۃ ج ۲ ص ۳۹ (ج ۲ ص ۳۹) اسریرۃ الحجۃ دھلان طبع بر حاشیہ سیرۃ حلیہ ج اص ۳۳۲ (ج اص ۱۶۲)
- ۲۔ لسان المیوں ان ج ۳ ص ۲۲۵ (ج ۳ ص ۲۲۵ نومبر ۲۰۰۷)
- ۳۔ تاریخ بغداد ج ۵ ص ۱۳۰
- ۴۔ تحدیب التحذیب ج ۹ ص ۱۳۹ (ج ۹ ص ۱۳۹)
- ۵۔ تحدیب التحذیب ج ۷ ص ۱۹۲ (ج ۷ ص ۱۹۲ نومبر ۱۹۹۶)
- ۶۔ الفتحاء الکبیر (ج ۳ ص ۲۵۰ نومبر ۱۹۹۶)
- ۷۔ طبقات ابن سعد ج اص ۲۱۳ (ج اص ۲۲۹) الخصال اکبری اج اص ۱۸۶، ۱۸۵ (ج اص ۲۰۶)
- ۸۔ طبقات ابن سعد ج اص ۲۱۳ (ج اص ۲۲۹) الخصال اکبری اج اص ۱۸۶، ۱۸۵ (ج اص ۲۰۶)

اندھے ابو بکر گئے تو سانپ مل بھی گیا، روتے ہوئے مٹانا پڑا کہ غم نہ کرو خدا ہمارے ساتھ ہے۔ ابو بکر کورات میں خیال کیوں نہ آیا کہ میرے ساتھ فخر سچ موجود ہیں اگر ہاتھ پھیر دیں گے تو درد کا فور ہو جائے گا۔ بھی ہاں عقیدت کا اندر حاپن ایسی ہی بے پر کی اڑاتا ہے۔

۶۸۔ شیطان ابو بکر کی صورت میں متstell نہیں ہو سکتا

تاریخ خلیب بغدادی، (۱) میں محمد بن حسین قطیط سے یہ روایت نقل کی ہے لیکن اسے مستحب نہیں کہا ہے، اس کے روایت میں خلف بن عامر (۲)، محمد بن اسحاق (۳) احمد بن عبید ہیں، (۴) یہ سبھی مہمل حدیث گزٹتے اور بیان کرتے تھے حدیث رسول ﷺ ہے جس نے مجھے خواب میں دیکھا اس نے مجھی کو دیکھا کیونکہ شیطان میری صورت میں محسوس نہیں ہو سکتا۔

علامہ امیٰ فرماتے ہیں:

ان گستاخوں نے انبیاء کے خصوصیات بھی خطا کاروں میں شامل کر دیئے۔ شیطان انبیاء کی صورت میں اس لئے متstell نہیں ہو سکتا کہ وہ مخصوص ہیں (۵) اور یہ ان سے مخصوص ہے ابو بکر میں کون کی عصمت تھی ”توبہ ہے“۔

۱۔ تاریخ بغدادی ج ۸ ص ۳۳۲

۲۔ بیزان الاعتدال (ج ۱ ص ۲۶۱ نمبر ۲۵۳) کتاب الفضفاء والهز وکین (ج ۱ ص ۲۵۵ نمبر ۱۱۱) لسان المیزان ج ۲ ص ۲۰۳

ج ۲ ص ۳۹۲ نمبر ۳۱۷

۳۔ تاریخ بغدادی ج ۱ ص ۲۵۸

۴۔ مجم الادباء ج ۳ ص ۲۲۸، الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۱ ص ۱۸۸ نمبر ۲۶) حدیث الحمد بیث (ج ۱ ص ۲۰) (ج ۱ ص ۵۲)

الغفات ابن جیان (ج ۲ ص ۲۲۳ نمبر ۵۲۲) بیزان الاعتدال (ج ۲ ص ۲۲۲ نمبر ۵۲۳) فتح الوعاظ ج ۵ ص ۱۳۳ (ج ۱ ص ۳۲۲ نمبر ۶۱۲)

۵۔ صحیح بخاری (ج ۲ ص ۲۵۲) صحیح مسلم (ج ۳ ص ۳۵۵ حدیث ۱۰۱ کتاب الروایاء) فیض القدری (ج ۲ ص ۱۳۲ حدیث ۸۶۸) الحصانیں الکبری (ج ۲ ص ۳۵۲)

۶۹۔ ابو بکر نے رسول خدا کو کبھی اندو بکھن نہ کیا

خلیٰ اور ابن منده نے سهل بن مالک کے طریق سے نقل کیا ہے کہ رسول خدا ﷺ نے جب اللہ تعالیٰ عز وجل کے موقع پر منبر پر فرمایا: لوگو! ابو بکر نے کبھی مجھے اندو بکھن نہ کیا۔ اس بات کو جانے بوجھے رہو!! (۱) اس روایت کے تمام روایی جیسے سہل بن مالک اور خالد بن عمر واصوی، مکمل اور کذاب ہیں (۲) حافظ محب طبری نے اس کو بطور ارسال مسلم نقل کر دا اور پھر فضائل ابو بکر میں ایک مہم کا اضافہ کر دیا۔ بعد کے تمام بد دیانت مؤلفین نے آنکھ بند کر کے لکھے مارا۔ آگاہ ہو جاؤ یہ کبھی جھوٹے ہیں۔

۷۰۔ ابو بکر کی شان میں نازل آیات

عبدی عمدۃ التحقیق (۳) میں لکھتے ہیں کہ الم میں الف سے ابو بکر مراد ہیں اور لام سے اللہ اور میم سے محمد (۴) بنوی کہتے کہ «واتیع سبیل من انا ب الی» سے مراد حضرت ابو بکر ہیں۔ ارباب تفسیر کہتے ہیں: «وَلَا يَأْتِي اولُو الْفَضْلِ مِنْكُمْ السَّعْدَ» سے مراد حضرت صدیق ہیں۔

علامہ امیتی فرماتے ہیں: فضائل کے لاف و گزار کی یہ اپنہ تھی اور اسی پر بس کیا جاتا ہے یا رون نے ابو بکر کی شان میں اتنی آئیں کی بھرنا کر دی ہے کہ تحریف کا مفہوم بھی شرمندہ ہے۔ اسی تھی خلوکا ایک حصہ ملاحسن آنندی کے یا اشعار ہیں۔

ان قدر الصدیق جل فاضحی	کل مدح مقصرا عن علاه
لیت شعری ماقیمة الشعور فیمن	جاء فی محکم الكتاب ثناه
کل من فی الوجود بیغی رضا	الله تعالیٰ والله بیغی رضا

۱۔ ریاض العصر (ج ۱۲۰ ص ۱۶۰) (ج ۱۲۰ ص ۹۰) (نمبر ۳۵۵۲)

۲۔ تحدیث التذدیب (ج ۳ ص ۹۳) (العلل و معرفۃ الرجال (ج ۳ ص ۲۵۲ نمبر ۵۱۲۲) (التاریخ (ج ۳ ص ۵۱۸ نمبر ۲۵۳۲) سرقة الرجال (ج ۳ ص ۸۵ نمبر ۲۰) (التاریخ الکبیر (ج ۳ ص ۱۲۲ نمبر ۵۶۲) (البجز والتتمیل (ج ۳ ص ۲۲۲ نمبر ۱۵۵۱) کتاب الفضفاء والمتر وکین (مس ۹۵ نمبر ۲۷) کتاب ابجر و میمن (ج ۱۲۳ ص ۲۸۳) (الکامل فی ضعفاء الرجال (ج ۳ ص ۳۱ نمبر ۵۹۲)

۳۔ عمرۃ التحقیق (۱۲۲) (۲۲۸) نمبر ۳۹۲

مرح میں یہ تین اشعار بھی دیکھئے:

ان ذکر الصدیق ما دار الا ملا الکون هیبۃ و وقارا
 صاحب الغار کان للسید المختار والله صاحباً افتخارا
 تاہ فی ذکرہ الوجود فلولا هیبۃ منہ او قرته سطراً
 اب ذرا دولت ابو بکر پر نظر ڈالتے چلتے اس لئے کہ انہوں نے دولت ہی کی وجہ سے رسول پر
 احسانات کئے اور ان کے احسان کے بوجھ تمل تمام مسلمان دبے ہوئے ہیں۔ یہ دولت ایک لاکھ اوقیہ
 بیان کی جاتی ہے۔

چنانچہ امام نسائی (۱) نے حضرت عائشہ کا بیان نقل کیا ہے کہ مجھے اپنے باپ کی دولت پر ناز خاکہ زما
 نہ جاہلیت میں ایک لاکھ اوقیہ تھا ”چالیس درهم کا ایک اوقیہ ہوتا ہے“ ان کے گھر میں تین سو ساخن تخت
 تھے۔ ہر تخت پر ہزاروں دنیارکی تھیلیاں تھیں، اسی کوشش زین العابدین عکری نے بھی نقل کیا ہے آپ سمجھ
 سکتے ہیں کہ جس کے پاس اتنی دولت ہوا لازمی بات ہے کہ شم و حزم ہوگا، کئی منزلہ عمارات ہوگی جسے اندازہ
 کھیت و باغات ہوں گے تو کروں کی ریلی ہوگی۔ اونٹ گھوڑے ہوں گے مجھے نہیں معلوم کہ اتنی جائیدا
 دا ور دولت کہاں تھی اس قدر دولت تو بادشاہوں کے پاس بھی نہ ہوتی ہوگی کیا وہ سب تخت ایک ہی کو شے
 پر رکھے ہوئے تھے؟ وہ بالآخر کس قدر لمبا چوڑا ہوگا۔ بڑے بڑے سحرائیں سما جائیں، ابو بکر روزی منتظر
 ہوں گے کہ مہمان آکر میری دولت کا مشاہدہ کریں، ہم تو کہیں سیرت و تاریخ میں ہلکا سا بھی اس قسم کا
 واقعہ نہیں پاتے ہستہ، مہینہ یا سال میں ایک بار ہی کوئی بزم حاجی ہوتی۔ جس میں لوگوں کی دعوت کی ہوگی
 تاریخ کوچپ کیوں لگ گئی...؟

سیکڑوں سال کے بعد عبیدی ہی کیوں منناۓ۔ اور وہ بھی اس طرح کے جھوٹ کا پول کھل گیا پوچھا جاسکتا ہے کہ آخر وہ کیا کاروبار کرتے تھے کہ اس قدر دولت ہاتھ آگئی صدقیۃ طاہرہ جتاب فاطمہ
 نے تو قریش کی معاشری حالت کا نقشہ کھینچا ہے کہ ﴿کنتم تشربون الطرق و تفتناون الورق

۱۔ میران الاعتدال ج ۲ ص ۳۲۵ (ج ۳ ص ۲۷۵ نمبر ۶۸۲۲) تحدیب التحذیب ج ۸ ص ۳۲۵ (ج ۸ ص ۲۹۱)

.. تم گند اپنی پیتے تھے اور درخت کے پتے چراتے تھے۔ تھیں ڈر تھا کہ لوگ تھیں اچک نہ لے جائیں تو خدا نے رسول کے ذریعے اس سے نجات دی (۱)

مادر وی نے اعلام النبوہ (۲) میں لکھا ہے کہ اس زمانے میں ان دونوں کی حالت یقینی کہ رسول خدا مسجد میں آئے تو ابو بکر و عمر کو دیکھا۔ پوچھا: تم اس وقت کیوں نلٹے ہو؟ جواب دیا: ہمیں بھوک نے نکلا ہے۔ پھر یہ شم بن تیحان کے یہاں گیہوں یا جوکی روٹی کھائی۔ پھر یہ عائشہ نے جامی عہد میں دولت سے بھرا باب کا زمانہ کھاں سے پالیا؟ وہ تو مبعوث کے چار پانچ سال بعد پیدا ہوئیں۔ (۳) اگر یہ خیال قصر صحیح ہوتا تو ابو قافلہ بھوک سے نہ مرتے، وہ عبد اللہ بن جدعان کے یہاں دعوت کے منادی تھے، اجرت ملتی تو پہبیت پھرتے۔

اگر ابو بکر کے پاس دولت ہوتی تو ہجرت کے موقع پر آٹھ سو درہم میں دوسواری خرید کر رسول کے ہاتھوں قیمت پر ایک سواری نہیں بیخوتے۔ (۴)

رسول ﷺ نے یا تو اس لئے لیا کہ ابو بکر کی مالی جالت اچھی نہ تھی، یا اس لئے کہ آپ اپنی گردون پر کسی کا احسان نہیں لیتا چاہتے تھے۔

خلفیہ ہونے کے بعد سر پر کپڑوں کی گٹھری رکھ کر بیچنے چلے تو عمر اور ابو عبیدہ نے پوچھا: کہاں چلے؟ کہاں بازار جا رہا ہوں۔ کہا گیا کہ خلفیہ ہو کر یہ دھندا؟ ابو بکر نے کہا: پھر بال بچوں کا پیٹ کیے پالوں گا؟

۱۔ باغات النساء میں (۱۳) (۲۲) اعلام النساء ج ۳ ص ۲۰۸ (ج ۳ ص ۷) (۱۱)

۲۔ اعلام النبوہ میں (۱۳۶) (ص ۲۲ باب ۲۰)

۳۔ الاصابة ج ۳ ص ۳۵۹ (نمبر ۷۰۲) صحیح بخاری باب زواج عائش (ج ۳ ص ۱۳۱۵) حدیث (۳۶۸۳) تاریخ ابن عساکر ج ۱ ص (ج ۳ ص ۷) (۱۹) استیاب (قسم الرائع ص ۱۸۸۲ نمبر ۳۰۲)

۴۔ طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۲۱۲ (ج ۱ ص ۲۲۸) البدایہ والتحفیۃ ج ۳ ص ۷۷، ۸۱، ۱۷۱ (ج ۳ ص ۲۲۰، ۲۱۸) صحیح بخاری ج ۲ ص ۲۷ (ج ۳ ص ۱۳۱۹) حدیث (۳۶۹۲) تاریخ طبری ج ۲ ص ۲۲۵ (ج ۲ ص ۲۷۶) سیرہ ابن ہشام ج ۳ ص ۹۸ (ج ۲ ص ۱۰۰۰) طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۲۱۳ (ج ۱ ص ۲۲۸) البدایہ والتحفیۃ ج ۳ ص ۱۸۳، ۱۸۸ (ج ۳ ص ۲۲۵)

کہا گیا کہ گھر پر جائیے ہم آپ کا روزینہ مقرر کئے دیتے ہیں....(۱)

پھر بھلائی سے یہ دولت آگئی کہ خدا کی راہ میں انفاق کردار۔ تاریخ میں تو کہیں پڑنے نہیں، کسی ہم یا غزوہ میں خرچ کیا۔ کئے میں تو ضرورت نہ تھی ابو طالب آپ کے کفیل تھے۔ بعد میں خدیجہ کی دولت آگئی۔ بھرت کے بعد شکر کی تیاری وغیرہ میں ضرورت پڑی اسے رسول خدا ﷺ کے خیال والوں نے سنپھال لیا۔ اس وقت تو ابو بکر کے پاس پانچ سو سے زیادہ در حرم قابوی نہیں۔

حیرت کی بات تو یہ ہے کہ حضرت علیؑ نے چار در ہم خدا کی راہ میں خرچ کیا رات دن، علاویہ اور چھپا کر تو آیت اتری ﴿لَدِيْنَ يَنْفَعُونَ أَمَوَالَهُمْ بِاللَّيْلِ وَالنَّهَارِ سَرَاوْ عَلَانِيَةً﴾ (۲) حال رکوع میں انگوٹھی دی تو آیت ولایت اترگئی۔ (۳) آپ نے اور آپ کے اہل و عیال نے مسکین، بیتیم

۱۔ طبقات ابن سعد طبع لیدن ج ۳ ص ۱۳۰، ۱۳۱ (ج ۲ ص ۱۸۵، ۱۸۳) صفت المصلوحة ج ۱ ص ۹۷ (ج ۱ ص ۲۵۷) المسيرة الحلبية ج ۱ ص ۲۸۸ (ج ۲ ص ۲۵۹)

۲۔ الحج الکبیر (ج ۱ ص ۸۰ حدیث ۱۱۱۶۲) تاریخ ابن عساکر (حالات امام علیؑ نمبر ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰) پختہ تاریخ ابن عساکر ج ۱ ص ۹ تفسیر قرطبی ج ۳ ص ۲۲۷ (ج ۳ ص ۲۲۵) تفسیر بیضاوی ج ۱ ص ۱۸۵ (ج ۱ ص ۱۳۰) تفسیر کشاف ج ۱ ص ۲۸۶ (ج ۱ ص ۳۱۹) تفسیر کبیر رازی ج ۲ ص ۲۹ (ج ۷ ص ۸۲) تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۲۶، در منثور ج ۱ ص ۳۶۲ (ج ۲ ص ۱۰۰، ۱۰۱) تفسیر خازن ج ۱ ص ۲۰۸ (ج ۱ ص ۲۰۱) تفسیر القریر ج ۱ ص ۲۶۵ (ج ۱ ص ۲۹۲) تفسیر آلوی ج ۳ ص ۳۸۔

۳۔ خاتمه الحجی ص ۱۰۲، تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۱۷، بقیص العوابیہ (ص ۳۱۹) تفسیر طبری ج ۲ ص ۱۸۶ (مجلد ۲ ج ۲ ص ۲۸۸) اسباب النزول سیوطی (ص ۱۸۱) الحج الادسط (ج ۱ ص ۱۳۰ حدیث ۲۲۸) احكام القرآن بصاص ج ۲ ص ۵۲۲ (ج ۲ ص ۳۳۶) سرفہ اصول الحدیث حاکم ص ۱۰۲، تفسیر مادری (ج ۲ ص ۲۹) اسباب نزول واحدی ص ۱۳۸ (ص ۱۳۳) مناقب ابن مخازنی (ص ۱۳۲) شواحد التقلیل (ج ۱ ص ۲۳۱، ۲۳۲ حدیث ۲۵۲، ۲۵۸) تفسیر ابو الحسن طبری (ج ۲ ص ۸۲) تفسیر قرطبی (ج ۶ ص ۱۳۲) تفسیر معلم التقلیل بغیری مطبوع بر حاشیہ تفسیر خازن (ج ۱ ص ۲۷) تفسیر کشاف ج ۱ ص ۳۲۲ (ج ۲ ص ۲۲۹) مناقب خوارزی ص ۱۷۸ (ص ۱۳۲، ۲۲۲ حدیث ۲۵۰۳) مطالب المسؤول ج ۳۱۳ شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۲۷۵ (ج ۱ ص ۲۷۷) شرح الاصول ابن اثیر (ج ۹ ص ۲۷۸ حدیث ۲۵۰۳) مطالب المسؤول ج ۳۱۳ شرح ابن ابی الحدید ج ۲ ص ۲۷۵ (ج ۱ ص ۲۷۷) خطبہ (۲۲۸) کفایۃ الطالب ص ۱۰۶ (ص ۲۲۹ باب ۲۱، ۲۰، باب ۲۲) تفسیر بیضاوی ج ۱ ص ۲۵۰ (ج ۱ ص ۲۷۲) مطالع الافق اس ۲۷۷، ۲۷۹، ۲۸۰ تفسیر خازن ج ۱ ص ۳۹۶ (ج ۱ ص ۳۲۵) نکم در رامضین (ص ۸۲) المواقف ابیجی ج ۱ ص ۲۷۳ (۳۱۱) شرح الفتاہ ص ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰ تفسیر خازن (ج ۱ ص ۳۹۶) شرح المواقف (ج ۱ ص ۳۲۰) در منثور ج ۱ ص ۲۶ (ج ۱ ص ۲۷۷) صواعق حرقت ص ۲۲۳ (ص ۲۱) شرح موافق (ج ۱ ص ۳۶۰) تفسیر القریر شکافی (ج ۱ ص ۵۲)۔

اور اسی کو کھانا دیا تو ﴿ و بطعمون الطعام على ﴾ نازل ہو گیا لیکن ابو بکر نے اپنا تمام مال را خدا میں خرچ کر دالا اور ایک بھی آیت نہ اتری۔ کیوں؟ کیا آپ سمجھئے؟

تفسیر بیضاوی (۱) میں ہے اور زمشری نے کشاف (۲) میں لکھا ہے کہ:

﴿ الَّذِينَ ينفقون أموالهُم بِاللَّيلِ وَالنَّهارِ سِراً وَعَلَانِيَةً فَلَهُمْ أجرٌ هُمْ﴾ (۳)
ابو بکر کے متعلق نازل ہوئی ہے۔ جبکہ انہوں نے چالیس ہزار روپیا رخراج کئے دس ہزار دن میں، دس ہزار رات میں اور دس دس ہزار خفیہ اور علانیہ اس مرسل روایت کا تہبا راوی سعید بن میتب ہے۔ یہ کمیہ حضرت علیؑ کا سخت دشمن تھا۔ اس نے جواز ای تو بہت اونچی۔ کہاں علیؑ نے چار در حرم دیئے اور کہاں اس نے ابو بکر کیلئے چالیس ہزار دینار بناڑا لے، تمام مفسرین لکھتے ہیں کہ یہ آیت نبھرت کے فوراً بعد نازل ہوئی ہے (۴) اس وقت ابو بکر کے پاس پانچ یا چھ سو درهم سے زیادہ نہ تھا۔

اس آیت کے متعلق ابن اسحاق کا بیان ہے کہ حضرت عمر نے بعد ابو بکر خطبہ دیا کہ سمجھ لو کہ کنجوںی نفاق کا شعبہ ہے اس لئے اپنی بھلائی کیلئے خرچ کرو کہاں ہیں وہ اصحاب حسن کے متعلق یہ آیت اتری ﴿ الَّذِينَ ينفقون فِي سَبِيلِ اللَّهِ سِراً وَعَلَانِيَةً ﴾ اس میں کہیں بھی ابو بکر کا نام نہیں لیا گیا۔ (۵)
ایک دوسرے صاحب نے کہا ہے کہ سعید بن میتب کے مطابق یہ آیت عثمان اور عبد الرحمن بن عوف کے متعلق اتری ہے۔ انہوں نے جیش العسرہ یعنی غزوہ تبوك میں دولت خرچ کی تھی (۶)
عقیدت کے انہوں میں رازی بھی ہیں وہ بھی لکھتے ہیں کہ تبوك میں عثمان اور عبد الرحمن کے لئے آیت

۱۔ نقش العثمانیہ (ص ۳۱۸) نوار الاصول ص ۶۲ (ج اص ۱۵۳ اصل ۲۲) کتاب الطالب ص ۲۰ (ص ۳۸۰، ۳۳۵، باب ۹۷)
العقد الفريد ص ۳۷۲، ۲۷ (ج ۵ ص ۵۹) روح الحانی آلوی (ج ۲۹ ص ۱۵۷) اسباب النزول واحدی ص ۳۳۱ (ص ۲۹۶) تفسیر
کشاف ج ۲ ص ۱۵۰ (ج ۳ ص ۱۷۰) مباقب خوارزی الاصابة (ج ۳ ص ۲۸۵ نمبر ۸۷) تفسیر کیر رازی ج ۲۸ ص ۲۷۱ (ج ۳۰ ص
۲۳۳) طالب المودل ص ۳۱ تذكرة الخواص (ص ۳۲۳، ۳۲۶) تفسیر بیضاوی ج ۲ ص ۱۵۱ (ج ۵۵۲) ریاض المضرة ج ۲ ص ۲۷۷
بمحیی المؤوس ج ۲ ص ۲۲۵ تفسیر خازن ج ۲ ص ۳۵۸ (ج ۳ ص ۳۳۹) درستور ج ۲ ص ۲۹۹ (ج ۴۸ ص ۳۲۱)

۲۔ تفسیر قطبی ج ۳ ص ۱۱۰ (ج اص ۱۱۰) تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۲۵۵ تفسیر خازن ج ۱ ص ۹۱ (ج اص ۱۱۹) تفسیر شوکانی ج ۱ ص ۱۶ (اص ۱۶)
۳۔ تفسیر کشاف ج اص ۲۸۶ (ج ۳۱۹) ۴۔ تفسیر کشاف ج اص ۲۸۲ (ج ۳۱۹)
۵۔ تفسیر آلوی ج ۳ ص ۳۸ ۶۔ تفسیر شوکانی ج اص ۲۱۵ (ج اص ۲۹۳) تفسیر آلوچ ج ۳ ص ۳۸

اتری (۱) جبکہ ہر شخص جانتا ہے کہ مدینہ کے ابتدائی زمانے میں یہ آیت اتری تھی (۲) پھر تو کسی جو میں واقع ہوا پھر عثمان کے متعلق یہ کیسے ملوم کی دی گئی۔

اس کے علاوہ حلیہ ابو نعیم (۳) اور مسدر رک حاکم (۴) میں دور و ایتیں نقل کی گئی ہیں جن سے ابو بکر کی دولت کی طرف اشارہ ملتا ہے۔ یہ دونوں روایات سند کے لحاظ سے مجمل اور غیر معتبر ہیں کیونکہ حلیہ کی سند میں محمد بن احمد دراقد (۵)، ابراہیم بن عبد اللہ مخزودی (۶)، سلمہ بن حفص سعدی (۷) اور مسدر رک کی سند میں محمد بن عبدالجبار (۸) اور محمد بن اسحاق (۹) ہیں جو غیر معتبر ہیں ابو نعیم نے حلیہ ح ۱۳۲ پر ہشام بن سعد (۱۰) اور عبد اللہ (۱۱) بن عمر عمری سے روایت کی ہے اور دونوں ہی ضعیف ہیں۔

ہم لگاتار ان کو فیصلہ کرتے رہتے تاکہ وہ لوگ عبرت حاصل کریں اور جب کسی سے بری بات سنی تو اس سے کنارہ کش رہے اور کہا کہ ہمارے اعمال ہمارے ساتھ اور تمہارے اعمال تمہارے ساتھ، تم پر سلام ہے ہم پر سلام ہے ہم جاہلوں کے محبت کے خواہاں نہیں۔ (۱۲)

۱۔ تفسیر کبیر رازی (ج ۷ ص ۳۵)

۲۔ تفسیر قرطبی (ج ۱۳ ص ۷۷) تفسیر نازان ح ۱۹، فتح القدر شوکانی (ج ۱۶ ص ۷۷)

۳۔ المسدر رک علی الحجج ص ۵ (ج ۲۳ ص ۶ حدیث ۲۷۶)

۴۔ سان المیر ان ح ۵ ص ۱۵ (ج ۵ ص ۶۰ نمبر ۷۶۹۵)

۵۔ سان المیر ان ح ۳ ص ۲۷ (ج ۳ ص ۸۱ نمبر ۱۹۸)

۶۔ کتاب المیر و میمن (ج ۱۳ ص ۳۳۹) سان المیر ان ح ۳ ص ۲۷ (ج ۳ ص ۸۱ نمبر ۲۸۳)

۷۔ المبروح والتعدیل (ج ۲ ص ۶۲ نمبر ۹۹) اکامل فیض عفاء الرجال (ج ۱ ص ۹۱ نمبر ۲۳۰) تاریخ بغداد ح ۳ ص ۲۶۳ (نمبر ۲۰۰۳)

۸۔ تہذیب العہد یہب ح ۱ ص ۱۵ (ج ۱ ص ۳۳)

۹۔ ۵۱ رخ (ج ۳ ص ۲۳۷ نمبر ۱۱۵۸) کتاب الفضفاء والمرکبین نسائی (ص ۱۱ نمبر ۵۲۸) میرزان الاعتدال ح ۳ ص ۲۱، ۲۲

(ج ۳ ص ۲۸ نمبر ۱۷) کتاب الفضفاء والمرکبین نسائی (ص ۱۱ نمبر ۵۲۸) میرزان الاعتدال ح ۳ ص ۲۰، ۲۱

۱۰۔ مطلع و معرفۃ الرجال (ج ۱ ص ۲۵ نمبر ۳۲۲۲) تاریخ (ج ۳ ص ۹۵ نمبر ۸۹۳) معرفۃ الرجال (ج ۱ ص ۲۵ نمبر ۱۵۸) المبروح والتعدیل (ج ۹ ص ۱۱ نمبر ۲۳۲)

۱۱۔ کتاب الفضفاء والمرکبین نسائی (ص ۱۱ نمبر ۲۳۲) بیقات بعد (اقصر اکتم ص ۲۷۲ نمبر ۲۷۲) تہذیب العہد یہب ح ۱ ص ۲۰، ۲۱ (۱۱ ص ۲۷)

۱۲۔ کتاب الفضفاء والمرکبین نسائی (۱۳ ص ۳۲۱) طبقات ابن سعد (اقصر اکتم ص ۲۷۲ نمبر ۲۷۲) المبروح والتعدیل (ج ۵ ص ۱۰۹ نمبر ۲۸۸) کتاب المیر و میمن (ج ۵ ص ۲) اتاریخ الکیر (ج ۵ ص ۳۹ نمبر ۲۲۱) تہذیب العہد یہب ح ۵ ص ۷ (ج ۵ ص ۳۷)

۱۳۔ سورہ رقصص ۱۵ ص ۵۵ -

فضائل عمر میں غلو

ہم نے جلد ششم میں خلیفہ علی کی نفیاتی حالت اور فتحی، علی، اور عملی صلاحیتوں کا مختلف جهات سے تجزیہ کیا تھا۔ اور بتایا کہ خلیفہ اول کے اقدار سے قبل تک ان کی مغلی اُنہیں دوکوڑی کا بنائے ہوئے تھی تخت خلافت ملتے ہی لاف و گزار کے انبال لگ گئے۔ ان کا ایک زمانہ تھا کہ وادی ضجاح کے آس پاس اونٹ چاہیا کرتے تھے کام میں کوتا ہی پر مار کھایا کرتے تھے (۲) کچھ دن اپنے باپ کے ساتھ لگوٹی باندھے لکڑی کا گٹھرا اختاتے تھے بازار عکاظ میں ڈھڑا تھوڑیں لکڑی بچوں کو ادھر ادھر بھگاتے تھے۔ اس وقت حفارت سے انہیں عیر کہا جاتا تھا۔ (۳)

اسلام لانے کے بعد بھی کچھ دنوں تک دلائی پیشہ کیا۔ بازار میں تالیاں بجائے کاٹھل حدیث و قرآن سے باز رکھتا تھا (۴) پھر کچھ دنوں تک پیغ کے قبرستان سے درخت کے پتے توڑ کر بیٹھتے تھے (۵) مجھے

۲۔ الاستیاب ج ۲۲۸ ص ۲۲۸ (اقسم الثالث ص ۷۵ ۱۸۷۸ نمبر ۱۱) ریاض ج ۲۰ ص ۵۰ (ج ۲۲، ۳۲۵ ص ۳۲۲، ۳۲۳) زارع ابوالدد انج ۱۶۵ ص ۱۱۳، الفقہاء، بخاری ص ۱۱۳، انسان المرضی ۷۷ ص ۱۱۲ (ج ۲۹۲ ص ۲۹۲) حجر العروض ج ۹ ص ۲۶۲

۳۔ الاستیاب مطبوع بر جاییہ الاصلۃ ج ۲۹ ص ۱ (اقسم الرابع ص ۱۸۳ ۱۸۳ نمبر ۳۲۲) الاصاۃ ج ۲۳ ص ۲۹۰ (۳۶۱) التزحفات الاصلایہ ج ۲۳ ص ۳۱۳ (ج ۲۲ ص ۲۲۲)

۴۔ سعی مسلم ج ۲۲۳ ص ۲۲۳ (ج ۳۶۱ ص ۳۶۱) حدیث ۳۶۱ کتاب الاداب سعی خواری ج ۳ ص ۲۷ مطبوعہ مدن (ج ۲۲ ص ۲۷) حدیث ۲۶۱ (۱۹۳۶) منداد ح ۳۳ ص ۱۹ (ج ۳ ص ۳۹۲ ص ۱۰) سنن داری ج ۳ ص ۲۷۳، سنن ابی داؤد ح ۲۲ ص ۲۲۰ (ج ۳ ص ۳۳۶) حدیث ۵۱۸۲ (۱۹۳۶) مکمل الاعمار ح ۳۹۹، سنن یعنی ح ۲۷۶، تفسیر قرطی ح ۱۲ ص ۱۲ (ج ۳ ص ۸۲) روح الحاکی ح ۱۳ ص ۲۷۹ (ج ۲۲۲ ص ۵۶۹) حدیث ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵ (ج ۳ ص ۲۷۹)

۵۔ تفسیر طبری ح ۱۱ ص ۸ (مجلد ۱ ج ۱۱ ص ۸) المسعد رکن الحسن بن ح ۳ ص ۳۰۵ (ج ۳ ص ۳۳۵) حدیث ۵۳۲۹ (۱۹۳۶) تفسیر طبری ح ۲۲۸ ص ۲۲۸ (ج ۳ ص ۳۰۲) تفسیر ابن کثیر ح ۲۲۳ ص ۲۸۲ تفسیر کشیخ ح ۲۲۳ (ج ۳ ص ۲۶۹) درمنشور ح ۳ ص ۲۶۹ کنز الصمال ح ۱۱ ص ۲۷۷ (ج ۳ ص ۲۷۹) حدیث ۶۰۵ (۱۹۳۶) تفسیر ابن ح ۲۷۹ ص ۵۹۷ حدیث ۳۸۲۳ (ج ۳ ص ۳۹۸) روح الحاکی ح ۱۱ ص ۸

نہیں معلوم کہ اس درمیان کب وہ اتنے دفعے ہو گئے تھے کہ ابن جوزی کے مطابق زمانہ جاہلیت میں قبائل کی جنگوں میں سفارت کا کام انجام دیتے تھے (۱) استیعاب میں ذرا کچھ بڑھا کے بیان کیا گیا ہے کہ جب قبائل باہم مفاخرت کرتے تو حضرت عمرؓ کو اپنا نمائندہ بناتے۔ (۲) کیا ان قریش کو اتنی بھی عقل نہ تھی کہ بڑے بڑے طاروں، بہادروں اور فکندوں کو چھوڑ کر معمولی آدمی کو سفیر اور نمائندہ بنایا کرتے تھے انہیں یہ بھی سمجھنہ تھی کہ کس کو اپنا سفیر بنارہے ہیں۔ سفیر کو تو سمجھنے والے کی عقل و عظمت کا نمائندہ ہونا چاہئے دراصل اندھی بھری عقیدت نے یہ سب افسانے تراشے ہیں، جلد پھر میں تو کچھ غلو کے مہمل نہ نے پیش کئے گئے ہیں یہاں مزید کچھ نہ نہیں کئے جاتے ہیں۔

ان کے علم کے متعلق ابن مسعود سے ایک روایت ہے کہ اگر زندہ عربوں کا علم ایک پلے میں رکھا جائے اور دوسرے میں عمر کا علم رکھا جائے تو علم عمر کے مقابلہ میں عربوں کا علم نوبٹے دس ہے محبت طبری کے الفاظ میں ہے کہ زمین والوں کا علم دوسرے پلے میں رکھا جائے تو علم عمر کا پلہ بھاری ہو جائے۔ (۳)

۱۔ علم عمر کے متعلق اقوال

- ۱۔ خدیجہ کہتی ہیں: تمام لوگوں کا علم دامن عمر کی داشت سے مستعار ہے۔ (۴)
- ۲۔ مرووق کہتے ہیں میں نے اصحاب محمدؐ کے علم کا قریب سے مطالعہ کیا میں نے دیکھا کہ وہ چھ آدمیوں سے حاصل کرتے ہیں، علیؑ، عبد اللہ، عمر، زید، ابو داؤد، ابی کعب، پھر میں نے ان چھ کے علم کا قریب سے مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ انکا علم علیؑ و عبد اللہ تک منتی ہوتا ہے۔ (۵)

۱۔ سیرۃ عمر ابن جوزی ص ۶ (ج ۹ باب ۵)

۲۔ الاستیعاب (اقسم ایٹاٹ ص ۲۵ نمبر ۸۷) (لختنم ج ۶ ص ۲۳۲) (ج ۲۲ ص ۱۸ نمبر ۲۸۸۳)

۳۔ المحدث رکنی الحسن ج ۳ ص ۸۶ (ج ۳ ص ۹۲ نمبر ۷) (الاستیعاب ج ۲ ص ۲۳۰) (اقسم ایٹاٹ ص ۵۰ نمبر ۳۹، ۱۱۵۰)

۴۔ ریاض المترجح ج ۲ ص ۸ (ج ۲ ص ۲۷) اعلام المؤمنین ابن قیم ص ۶ (ج ۱ ص ۱۶) تاریخ انہیں ج ۲ ص ۲۶۸ (ج ۲ ص ۲۰۲) عمرۃ القاری ج ۵ ص ۳۱۰

۵۔ اعلام المؤمنین ص ۶ (ج ۱ ص ۱۶) (اقسم ایٹاٹ ص ۹ نمبر ۸۷)

۶۔ اعلام المؤمنین ص ۶ (ج ۱ ص ۱۶)

- ۴۔ شعی کہتے ہیں: جب لوگوں میں اختلاف ہوتا تو قول عمر کو اختیار کرتے۔ (۱)
- ۵۔ ابن میتب کہتے ہیں: رسول ﷺ کے بعد میں نے عمر سے زیادہ کسی کو انشور نہ پایا۔ (۲)
- ۶۔ ایک تابی کا قول ہے: میں نے عمر کے علم کا قریب سے مطالعہ کیا ہے ان کے سامنے فقہاب پے معلوم پڑتے ہیں۔ (۳)
- ۷۔ خلد اسدی کہتا ہے: میں نے عمر کا قریب سے جائزہ لیا ہے قرآن اور دین خدا کے متعلق کسی میں اتنی بصیرت نہ پائی۔ (۴)
- اس سے زیادہ بات کو طول دینا مناسب نہیں، صرف آپ میری الغدیر کی جلد ششم دیکھ لجئے۔ آپ کو اس مہل لاف و گزاف کی حقیقت اچھی طرح معلوم ہو جائے گی، پھر یہ کہ انسان اپنے نفس کے متعلق دوسروں سے زیادہ واقف کارہے۔

۲۔ عمر سب سے بڑے قاری اور فقیہ

رسول خدا نے فرمایا: مجھے حکم دیا گیا ہے کہ قرآن عمر کے سامنے پڑھوں۔ (۵) ابن مسعود کہتے ہیں: عمر میں ہم لوگوں سے زیادہ پرہیز گاری اور قرآن کی تلاوت کا علم تھا۔ (۶) نیز انہوں نے زید بن وہب سے کہا کہ میرے سامنے عمر کی طرح تلاوت کرو کیونکہ ہم لوگوں سے زیادہ قرآن کے واقف کا راوی اور دین خدا کے فقیہ تھے۔ (۷)

یہ تھیں مقلوع سندوں کے ساتھ مرسل روایات۔ حاکم اور ذہنی نے اسے نقل کر کے صحیح ہونے کا فیصلہ نہیں دیا ہے۔ گویا وہ سند کے باطل ہونے کا قطعی علم رکھتے تھے۔ پھر یہ کہ واقعی اگر انھیں عنایت الٰہی

-
- ۱۔ اعلام المؤمنین ص ۶ ۲۔ اعلام المؤمنین ص ۲۰ (ج ۱ ص ۲۰)
 ۳۔ اعلام المؤمنین ص ۷ (ج ۱ ص ۲۰) ۴۔ ریاض الحضرة ج ۲ ص ۸ (ج ۲ ص ۲۰)
 ۵۔ نوادرالاصول ص ۵۸ (ج ۱ ص ۱۱۳۲ مصل ۲۲)
 ۶۔ المسند رک علی الحسن بن حنبل ج ۳ ص ۸۶ (ج ۳ ص ۹۲ محدث ۳۳۹۸)
 ۷۔ ریاض الحضرة ج ۲ ص ۸ (ج ۲ ص ۲۰)

شامل حال ہوتی تو فقیری بصیرت کے ساتھ غزدات میں ان پر عمل بھی ہوتا۔ اگر وہ اعلم و افق تھے تو صرف سورہ نقرہ کی تعلیم میں بارہ سال کیوں لگ کے؟ (۱) قرآنی احکامات سے جاہل کیوں تھے۔ (۲) مثلاً یہیم کا حکم، (۳) چھ ماہ کا پچھے جننے (۴) پرنسپری کا حکم دے دیا، اب (۵) کے معنی نہیں جانتے تھے۔ جو راسو د کے فائدہ و نقصان پر چانے کا پتہ نہ تھا۔ حیات دنیا کے طیبات سے جاہل تھے قرآن کے معارض کلام سے جاہل تھے۔ زادیہ محضر کو سلکار کرنے کا حکم دیدیا۔ (۶) کوہ لگاتے ہوئے دیوار پھاند گئے۔ اور تین گناہ کے مرٹکب ہوئے۔ (۷) کلالہ کا مطلب عمر بھرنہ بھجھ کے۔ (۸) میت پر رونے سے عذاب کے

- ۱- شعب الایمان بیتی (ج ۲۳۳ ص ۳۳) حدیث ۱۹۵۷ (تغیر قرطی ج اص ۳۳) (ج اص ۳۰، ۳۰) سیرہ عمران جزوی مس ۱۶۵ (م)

۲- شرح آن بنی‌المردیج ح ۳۳ ص ۱۱۱ (ج اص ۱۲) خطبہ ۲۲۳ (درمنور ح اص ۲۱)

۳- تغیر قرطی ج اص ۱۳۲ (ج اص ۱۰۷)

۴- مجمع مسلم باب حیم (ج اص ۳۵۵ حدیث ۱۱۲) کتاب الحج (سن ابی داود ح اص ۵۲) (ج اص ۸۸ حدیث ۳۲۲) سنن ابن ح اص ۲۰۰ (ج اص ۱۸۸ حدیث ۵۶۹) مسند احمد ح ۳۲۵ ص ۳۲۹، ۳۲۶ (ج ۵ ص ۳۲۷، ۳۲۹) سنن نسائی

۵- تغیر قرطی ج اص ۱۳۲ حدیث ۳۰۵ (ج ۳۰۲، ۳۰۵) سنن بیتی ج اص ۲۰۹

۶- درمنور ح ۲۶ ص (ج ۲۷ ص ۳۲۷) جامع بیان اطمینان عبید البر مس ۱۵۰ (ج ۳۱۱) (۱۵۶ حدیث ۱۵۶)

۷- طبقات ابن سعد (ج ۳ ص ۳۲۷) شعب الایمان (ج ۲۲ ص ۳۲۳ حدیث ۲۲۸) (تغیر طبری ح ۳۰ ص ۳۸) (مجلد ۱۵ ح ۳۰ ص ۳۸)

۸- طبقات ابن سعد (ج ۳ ص ۳۲۷) شعب الایمان (ج ۲۲ ص ۳۲۳ حدیث ۲۲۸) (تغیر طبری ح ۳۰ ص ۳۸) (مجلد ۱۵ ح ۳۰ ص ۳۸)

۹- المسدرک علی الحجح ح ۲۲ ص ۵۱ (ج ۲۲ ص ۵۵۵ حدیث ۲۸۹) (تغیر کتاب ح ۲۲ ص ۲۵۲) (ج ۲۲ ص ۷۰) درمنور ح ۲۶ ص ۳۱۷ (ج ۲۲ ص ۳۲۱) کنز الصالح ح اص ۲۲ (ج ۲۲ ص ۳۲۸) (تغیر الباری ح اص ۲۲۰) (ج ۱۲ ص ۲۷۲)

۱۰- تغیر ابن کثیر ح ۲۳ ص ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶ (ج اص ۱۰)

۱۱- الطرق الحکمیة ابن قیم جزیه مس ۵۲، کنز الصالح ح ۳۳ ص ۹۶ (ج ۵ ص ۳۵۶ حدیث ۱۳۵۹۶)

۱۲- ریاض المخراج ح ۲۲ ص ۳۶ (ج ۲۲ ص ۳۱۹) (شرح فتح الباری ح اص ۱۱، ۱۰، ۹) (ج ۲۲ ص ۹۶) (ج اص ۱۸۲ خطبہ ۳، ۲، ۱) (ج ۱۲ ص ۷۶) اخطبہ ۳، ۲، ۱

۱۳- مجمع مسلم کتاب الفرانش ح ۲۲ ص ۲ (ج ۲۲ ص ۳۷۸ حدیث ۹) مسند احمد ح اص ۲۰ (ج اص ۶۹، ۶۹ حدیث ۲۲۳) سنن ابن ماجہ ح ۲۲ ص ۹۱ (ج ۲۲ ص ۹۱) حدیث ۲۲۶ (اکاوم القرآن حاصی ح ۲۲ ص ۱۰۶) (ج ۲۲ ص ۸۷) سنن بیتی ح ۲۲ ص ۲۲۳، ح ۲۲ ص ۲۲۲

۱۴- تغیر قرطی ح ۲۶ ص ۲۹ (ج ۱ ص ۲۱) (تغیر طبری ح ۳۰) (مجلد ۲۲ ح ۲۶ ص ۳۳) (تغیر درمنور ح ۲۵ ص ۲۵۱) (ج ۲۲ ص ۷۵۷)

۱۵- کنز الصالح ح ۲۰ ص ۵۹۳ (ج ۱۱ ص ۸۰) حدیث ۳۰۶۹۲ (تغیر ابن کثیر ح اص ۵۹۳)

قال تھے۔ کویا وہ لا تزر وازرہ کی آیت جانتے ہی نہ تھے۔ (۱) متعانج اور متعد النساء کو جہالت میں حرام قرار دیا (۲)

کیا جو شخص اعلم و افقہ ہوگا، قرآن کی بصیرت ہوگی اس سے ایسی فاحش بدحواسیاں ہو سکتی ہیں؟ اگر وہ حقیقی دانا ترین انسان تھے تو صحیح سند کے ساتھ انکا یہ قول کیوں منقول ہے جسے قرآن کے متعلق کچھ پوچھنا ہو وہ ابی بن کعب کے پاس جائے، حلال و حرام کی بات معاذ سے پوچھئے اور جنہیں فرائض کے متعلق پوچھنا ہے وہ زید بن ثابت کے پاس جائے۔

۳۔ شیطان عمر کے ڈر سے بھاگتا ہے

بریدہ سے مردی ہے کہ رسول خدا ﷺ ایک جنگ سے واپس آئے، تو ایک سیاہ فام کنیز نے آپ سے عرض کی: اے رسول خدا ﷺ میں نے نذر مانی تھی کہ اگر آپ صحیح وسلم واپس آجائیں تو آپ کے سامنے ڈھول بجا کر گیت گاؤں گی، فرمایا: اگر تو نے نذر مانی ہے تو کر لے ورنہ ایسا نہ کر۔ وہ ڈھول بجا کر گانے لگی، ابو بکر آئے تب بھی ڈھول بجا تی رہی، علی و عثمان آئے اور وہ ڈھول بجا تی رہی، جب عمر آئے تو وہ ڈھول کو نیچے رکھ کر اس پر بیٹھ گئی، رسول ﷺ نے فرمایا: اے عمر واقعی تم سے شیطان بھاگتا ہے کیوں کہ میں بیٹھا ہوا تھا، ابو بکر و علی و عثمان آئے اور وہ ڈھول بجا تی رہی تم آئے تو اسے روک کر نیچے رکھ لیا۔

۱۔ مسندا حرج اصل ۲۲۶ (ج ۱۴۳، ۳۹۳، ۲۲۵) حدیث ۵۵۱، ۵۵۱، ۲۱۸ (ج ۳۰۹، ۳۰۹) الحدر رک علی الحسن رج ۳ ص ۱۹۰ (ج ۳۲۳ ص ۲۱۰)
حدیث ۳۸۱۹ (ج ۱۴۳، ۳۹۳) مسندا بیوی اسی میں ۳۵۱ الائستیحاب رج ۲ ص ۲۸۲ (اصل ۱۰۷ ص ۵۶، ۱۷۷) سنن نسائی (ج ۱۴۳ ص ۱۹۰) حدیث ۱۹۸۲ (ج ۱۴۳، ۳۹۳) سنن ابن ماجہ (ج ۱۴۳، ۳۹۳) حدیث ۱۷۷

۲۔ صحیح مسلم ج ۱۴۳، ۳۹۵ (ج ۱۴۳، ۳۹۵) کتاب الحج ص ۵۶ حدیث ۱۹۳، ۱۳۵ (ج ۱۴۳، ۳۹۳) سنن تیمیتی ج ۵۵ ص ۲۱۰
مسندا حرج اصل ۳۵۶ (ج ۱۴۳، ۳۹۳) حدیث ۲۲۵ (ج ۱۴۳، ۳۹۳) کنز العمال ج ۸ ص ۲۰۶
ج ۱۴۳ (ج ۱۴۳، ۳۹۳) حدیث ۵۲۱، ۵۲۰ (ج ۱۴۳، ۳۹۳) احکام القرآن ج ۱۴۳، ۳۹۳ (ج ۱۴۳، ۳۹۳) تفسیر کیر رازی ج ۱۴۳ (ج ۱۴۳، ۳۹۳) حدیث ۵۲۰ (ج ۱۴۳، ۳۹۳) درمنثور ج ۱۴۳، ۳۹۳ (ج ۱۴۳، ۳۹۳) مسندا بیوی اسی میں ۳۵۱ الائستیحاب رج ۲ ص ۲۶ (ج ۱۴۳، ۳۹۳) رمذانی حج ۱۴۳، ۳۹۳ (ج ۱۴۳، ۳۹۳) تفسیر قرطبی ج ۲۰ ص ۲۷ (ج ۱۴۳، ۳۹۳) معاشرات راغب رج ۲ ص ۹۲ (ج ۱۴۳، ۳۹۳)

مند احمد میں ہے کہ واقعی تم سے شیطان بھاگتا ہے۔ ”جا بر کی روایت ہے کہ رسول ﷺ کے سامنے ڈھول نج رہا تھا، ابو بکر آئے تو رسول نے نہیں روکا، جب عمر آئے تو ڈھول بختے کرو دکا، عائشہ نے عرض کی: یہ تو حلال تھی جب عمر آئے تو حرام ہو گئی۔ فرمایا: سب کا مزاج یکساں نہیں ہوتا۔ مند احمد (۱) جامع ترمذی (۲) اسے لکھ کر فرماتے ہیں: عقل والا سمجھ سکتا ہے کہ اس بارے میں عمر ابو بکر سے افضل ہیں اور ابو بکر اس معاملے میں شبیر رسول ﷺ ہیں لیکن رسول خدا ﷺ نے یہاں دو اسرار دو اور جوں کو جمع کیا، پھر ابو بکر درجہ رحمت پر اور عمر درجہ حق پر فائز تھے۔ مندرجہ ذیل کتب میں روایت ہے۔ (۳)

۲۔ عائشہ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ بیٹھے تھے، اتنے میں ڈھول بختے اور بچوں کے گانے کی آواز آئی رسول نے انھر کر دیکھا تو جھشیوں کا ناج تھا، فرمایا، عائشہ دوڑ کر ادھر آؤ کیو، میں رسول کے کا ندھے پر چڑھ کر دیکھنے لگی، رسول ﷺ نے فرمایا: ابھی دل نہیں بھرا؟ میں کہتی جاتی نہیں۔ اتنے میں عمر آئے تو لوگ ناج سے ادھر ادھر چلے گئے۔ رسول ﷺ نے فرمایا: میں دیکھ رہا ہوں کہ عمر سے انسانوں اور جنون کے شیطان بھاگتے ہیں۔ ترمذی نے کہا کہ یہ حدیث صحیح و حسن و غریب ہے۔ (۴)

۳۔ مند احمد (۵)، ابو داؤد طیالی (۶) میں بھی ہے کہ جھشیوں کے ناج کو عمر نے ڈانت کر ہٹادیا۔

رسول ﷺ نے فرمایا:

اے عمر! جانے بھی دو یہاں پہنچنے والی چھوکریاں ہیں۔

۱۔ مند احمد ح ۵ ص ۳۵۲ (ج ۶ ص ۳۸۵ حدیث ۲۲۲۸)

۲۔ سنن ترمذی ح ۲ ص ۲۹۳ (ج ۵ ص ۵۸۰ حدیث ۳۶۹۰)

۳۔ سنن ترمذی ح ۱۰ ص ۷۷، اسد الغافر ح ۳ ص ۲۲ (ج ۳ ص ۲۱ انبر ۲۲۲۳) نسل الاد طاریح ۸ ص ۲۷ (ج ۸ ص ۱۱۹) مکاۃ المصائب ص ۵۰ (ج ۳ ص ۳۲۲ حدیث ۲۰۳۸) نوادر الاصول ص ۱۳۸، ۵۸ (ج ۱ ص ۱۳۲، ۱۳۳) اصل ۲۹۸ ص ۲۲ (۱۳۲، ۱۳۳) اصل ۲۹۸ ص ۲۲ (۱۳۲، ۱۳۳) اصل ۱۰۰ (۱۰۰)

۴۔ سنن ترمذی ح ۲ ص ۲۹۲ (ج ۵ ص ۵۸۰ حدیث ۳۶۹۱) مصایب النبی ح ۲ ص ۱ (ج ۳ ص ۱۵۹) حدیث ۳۶۳۶ مکاۃ المصائب (۵) ح ۳ ص ۳۲۲ (ج ۳ ص ۳۲۲ حدیث ۲۰۳۹) ریاض المعرفۃ ح ۲ ص ۲ (ج ۲ ص ۲۰۸) (ج ۲ ص ۲۵۵)

۵۔ مند احمد ح ۲ ص ۲۰۸ (ج ۵ ص ۵۹۳ حدیث ۸۰۱۹)

۶۔ مند احمد داؤد طیالی ص ۲۰۳

۲۔ المع (۱) میں ابو نصر طوی لکھتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ عائشہؓ کے گھر آئے تو وہاں دو چھو کریاں گاری تھیں اور ڈھول بخاری تھیں، آپ نے منع کیا، جب عمرؓ نے تو غصے میں کہا: کیا ناجی گانہ رسولؓ کے گھر میں ہوگا؟ رسول ﷺ نے فرمایا: اے عمر جانے بھی دو ہر قوم کی عیید ہوتی ہے۔

علامہ امیگی فرماتے ہیں:

ان کی سن دوں اور ترمذی کے صحیح و حسن ہونے کے فیصلوں پر پھیکار اور شاعر نئیل کے ان اشعار پر بھی
اعتنی جو واقعہ کو ظلم کر کے فضائل عمر میں شمار کرتا ہے، کیونکہ اس میں عمر کی فضیلت و بہیت نئیتی ہے لیکن اقداریں
نبوت کا ستیاناں ہوتا ہے۔ کون نبی ہو گا کہ ناج گانا کو شوق سے دیکھے پھر اپنی بیوی کو بھی دیکھائے اور پوچھتا
جائے کہ دل بھرا کرنیں؟ حالانکہ ناج گانے کو شریعت نبوی میں حرام قرار دیا گیا ہے۔ حدیث ابو مامہ میں
ہے کہ گانے والی کینیروں کی خرید و فروخت حرام ہے، کینیروں کو گانا نہ سکھا اس تجارت میں برکت نہیں ہے
اس کا پیغمبر حرام ہے۔ اس کے بارے میں آیت ہے ﴿وَ مِن النَّاسِ مَن يَشْتَرِي لِهُ الْحَدِيثَ﴾
یہی نظریہ طبری، بغوی، ابن منصور، احمد، ترمذی، ابن الجہ، ابن جریر، ابن منذر، ابن الہادی، ابن حاتم، ابن
الی شیخہ، ابن مردویہ، طبرانی، تیمیلی، ابن الی وغیرہ کا ہے۔ (۲)

خود حضرت عائشہ کی روایت ہے کہ کنیزوں کو گانا سکھانا حرام ہے اسکی خرید و فروخت اس کا روپیہ سب حرام ہے ”اور بعض ایسے ہیں جو بے ہودہ قصہ کہانیوں کی خرید کرتے ہیں تا کہ بغیر سمجھے بوجھے لوگوں کو خدا کی راہ سے بہکاؤیں اور آیات خدا سے مسخر اپن کرائے“ (۲)

اللعن مصطفى (١٥٣٢-٢٢٥٧) نمبر ٣٣٢

۲- مسند احمد (ج ۶۰ ص ۳۳۵ حدیث ۲۱۲۲۵، ج ۲۵۸ ص ۲۱۷ حدیث ۲۷۷، ج ۳۳۳ ص ۲۱۷ حدیث ۱۵۷، ج ۳۴۰ ص ۲۱۷ حدیث ۲۱۸۰۳) سنن
ترمذی (ج ۳ ص ۹۵ حدیث ۱۲۸۲) سنن ابن ماجہ (ج ۲ ص ۳۳ حدیث ۲۱۶۸) مصنف ابن الیشیر (ج ۶ ص ۳۰۹ حدیث
۱۷۱) احمد الکبیر (ج ۸ ص ۱۸۰ حدیث ۲۳۹۷) سنن یعنی (ج ۲ ص ۱۰۲) تفسیر طبری ج ۲۱ ص ۳۹ (جلد ۱) ج ۲۱ ص ۶۰) تفسیر قرطبا
ج ۱۲ ص ۱۵ (ج ۱۲ ص ۳۶) تفسیر ایوبیں ص ۲۳۳ (نقده لعلم و احتمام ص ۲۲۳، ۲۲۲) تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۲۲ تفسیر خازن ج ۳
ص ۳۶ (ج ۲ ص ۳۳۸) ارشاد الساری ج ۹۹ ص ۱۲۳ (ج ۱۲ ص ۲۵۰) درمنثور ج ۵ ص ۱۵۹ (ج ۶ ص ۵۰۳) تفسیر شوکانی
ج ۲۳ ص ۲۲۸ (ج ۲ ص ۲۳۶) نعل الاوطار ج ۸ ص ۲۲۳ (ج ۲ ص ۱۱۲) تفسیر روح المحتأ آلوی ج ۱۲ ص ۲۸
۳- درمنثور ج ۵ ص ۱۵۹، فتح اقدر شوکانی ج ۲۲۸، تفسیر روح المحتأ آلوی ج ۱۲ ص ۶۸

”در منور، تفسیر شوکانی، تفسیر آلوی“ اور ابن مسعود اور جابر اور قادہ تم کھا کر اس آیت کا مطلب بھی بیان کرتے تھے کہ اس سے مراد گناہ ہے ہوا الحدیث کا مطلب گانا۔ بتانے والوں میں ابن عباس، ابن عمر، عکرمہ، سعید، مجاهد، مکحول، عمر و بن سعیب میمول، قفارہ، خجی، عطا، علی، بن بذیحہ، اور حسن سرفہرست ہیں، چنانچہ اسکی روایت ابن ابی شیبہ، ابن ابی الدنیا، ابن منذر، حاکم، تہہقی، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، فریابی اور ابن عساکر کی ہے۔ (۱)

اس کے علاوہ سورہ نجم میں (وَأَنْتَمْ سَا مَدُونْ) (۲) ”اور تم اس قدر غافل ہو“ ارشاد خدا اپنی سے (وَاسْتَقِرْ زَ مِنْ أَسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصُوتِكَ) (سورہ اسراء ۶۲)، اس میں جس پرانی چنی چپڑی بات سے قابو پا سکے اور بہکانے اور پنچھیوں کے لشکر سوار اور پیادے سب سے چڑھائی کرنے“ سے مراد گانا اور باجہ وغیرہ ہے۔ گانے اور باجے کے متعلق احادیث میں بڑی سرزنش ہے (۳) حدیث رسول ﷺ ہے: گانے والوں کے شانوں کے دونوں طرف خدا و شیطان مسلط کر دیتا ہے، جب تک وہ خاموش نہ ہو یہ شیطان اس پر سوار رہتے ہیں۔ (۴)

اس طرح علامہ امینی سولہ نے احادیث عبدالرحمن بن عوف، عمر بن خطاب، ابو موسی اشعری، ابن عباس، عبد اللہ بن عمر، انس، ابوداؤد، ابو مامہ، حضرت علی، ابو حریرہ، ابن مکتر ر، ابن مسعود اور معاویہ سے نقل کی ہے۔ اہلسنت کے چاروں مکاتب لکھ رکھنے کے حرام ہونے پر تشقی ہیں، ابوحنیفہ گانا حرام اور اس

۱۔ تفسیر طریح ج ۲۱ ص ۳۹ (محلہ ۱۱ ج ۲۱ ص ۶۱) سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۲۵، ۲۲۲، ۲۲۱، ۲۲۰ شعب الایمان بیہقی (ج ۲۳ ص ۲۶۸) حدیث ۵۰۹۶ المسدر رک علی الحسن ج ۲ ص ۳۳۱ (ج ۲۳ ص ۲۲۵ حدیث ۲۵۲۲) تفسیر قرطبی ج ۱۳ ص ۵۵، ۵۴، ۵۳، ۵۲ حدیث ۳۶۰، ۳۶۱ نقد العلم والعلماء ابن حوزی ص ۲۲۶ (تلہس اپنی ص ۲۲۳) تفسیر ابن کثیر ج ۲ ص ۳۳۲، ۳۳۱ ارشاد الساری ج ۹ ص ۱۶۳ (ج ۱۳ ص ۲۵۰) تفسیر خازن ج ۳ ص ۳۶۰

۲۔ ادب مفرد بخاری (ص ۲۱۶ حدیث ۸۰۶) سنن بیہقی (ج ۱۰ ص ۲۱۷) کنز العمال ج ۷ ص ۳۳۲ (ج ۱۵ ص ۲۱۹ حدیث ۳۰۲۶) فیض التدیر ج ۵ ص ۳۶۵ (حدیث ۷۷۳)

۳۔ سنن ابن داود ج ۲ ص ۳۰۳ (ج ۱۳ ص ۲۸۱) حدیث ۲۹۲۲ (سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۲۲ تاریخ ابن عساکر ج ۷ ص ۲۸۲، ۲۰۶) (ج ۱۳ ص ۲۲۹) نمبر ۲۶۸، ۳۰۲۰، ۲۷۲ ص ۳۵ نمبر ۳۱۵۲

۴۔ اعلام المذاق اور روی م ۱۳۰ (ج ۱۲ ص ۲۱۱، ۲۱۲) باب ۱۹

کا سنا گناہ کہتے ہیں، امام مالک بھی منع کرتے ہیں، شافعی فقہاء بھی حرام کہتے ہیں اور جو لوگ (اب طیب) اس کو جائز کہتے ہیں ان پر تنقید کی ہے۔ ابن صلاح فاتح، عجائب، خواص اور فقاں بھی حرام کہتے ہیں۔ (۱) عمر بن عبد العزیز نے اپنے غلام کو خط لکھا کہ مجھے معتبر اہل علم کی بات معلوم ہے کہ باجے اور سامان غنا، نیز گانے بجانے سے دل میں کس طرح نفاق پر ورش پاتا ہے، جس طرح پانی سے گھاس اگتی ہے۔ گانے کے متعلق یہ بھی اقوال ہیں کہ یہ دل کا جاؤں ہے مردت چہ الیتا ہے عقل ماری جاتی ہے، دل سیاہ ہو تا ہے، خواہشوں کی بھیڑ بھاڑ شروع ہو جاتی ہے، اور پھر پچ اور رعنونت پیدا ہونے لگتی ہے، دقار عقل دایماً ن ختم ہو جاتا ہے، علم و حکمت بھی ختم ہو جاتے ہیں گانا سننے سے عقل و حیاء کم ہونے لگتی ہے (۲) یہ تو گانے کی حالت بیان ہوئی، اب کیا کسی عقل میں یہ بات ممکنی ہے کہ، رسول اعظم ﷺ نے اپنے سامنے اس کا اہتمام کیا ہوگا، جبکہ وہ معصوم تھے، بھلا وہ شیطان کیسا ہے جو رسول ﷺ سے نہیں ڈرتا اور عمر سے ڈرتا ہے، آخر کون رسول ﷺ کا ناجائز ہے گا اور ابھی چھو کر یوں کا ناج و کیم کیا؟ اور پھر یہ کہے کہ مجھے بیہودہ باتوں سے ذرا بھی لگا نہیں۔ (۳) رسول ﷺ تو بجاہ اور گانا دیکھ رہے ہیں کن رہے ہیں، اور نافع اور ابن عباس انصیخ کی حدیث نقل کر رہے ہیں کہ حرام ہے، کیا رسول کے حصی کا ناج دکھانے اور عائشہ کو کاندھے پر چڑھانا تجب کی بات نہیں۔؟ پھر یہ کہ عمر کے ڈائٹ پر فرماتے ہیں جانے بھی دوائے عمر

۱۔ تفسیر طبری ج ۸ ص ۳۸ (جلد ۱۳) ج ۲۷ ص ۸۲ (تفسیر قرطبی ج ۷ اص ۱۴۲) (ج ۷ اص ۸۰) (نقد الحلم والحلما ابن جوزی ص ۲۳۶)
تلمسانیں (ص ۲۲۱) غاییہ ابن الصیر ج ۲ ص ۱۹۵ (ج ۲ ص ۲۱۲) الفائق زحیری ج ۱ ص ۳۰۵ (ج ۲ ص ۱۹۹) تفسیر ابن
کثیر ج ۳ ص ۲۲۰، تفسیر خازن ج ۳ ص ۲۲۲ (ج ۲ ص ۲۰۱) درمنثور ج ۶ ص ۱۳۲ (ج ۷ ص ۲۲۷) تاج المرادیں ج ۲ ص ۳۸۱، تاج

القدری شوکانی ج ۵ ص ۱۵ (ج ۵ ص ۱۱۸) (تفسیر روح المعانی آلوی ج ۲ ص ۲۷، مل الاطار ج ۸ ص ۲۶۲)

۲۔ تفسیر طبری ج ۱۵ اص ۸۱ (جلد ۹ ج ۱۵ اص ۱۱۸) تفسیر قرطبی ج ۱۰ اص ۲۸۸ (نقد الحلم والحلما ابن جوزی ص ۲۲۲) تفسیر
ابن کثیر ج ۳ ص ۲۹، تفسیر خازن ج ۳ ص ۱۷ (ج ۳ ص ۱۷۰) تفسیر نسفي ج ۳ ص ۱۷ (ج ۲ ص ۳۲۰) تفسیر ابن جریبی ج ۲

ص ۵، تفسیر فتح القدری ج ۳ ص ۲۲۲ (ج ۳ ص ۲۳۱) (تفسیر روح المعانی ج ۱۵ اص ۱۱۱)

۳۔ تفسیر قرطبی ج ۱۳ اص ۵۲ تفسیر کفاف ج ۲ ص ۳۱۱ (ج ۲ ص ۳۹۱، ۳۹۰) (نقد الحلم والحلما ابن جوزی ص ۲۲۸) (ج ۲ ص ۲۲۲) تفسیر
خازن ج ۳ ص ۲۰ (ج ۳ ص ۲۲۸) تفسیر نسفي مطبوع بر حاشیہ تفسیر خازن ج ۳ ص ۲۲۰ (ج ۳ ص ۲۷۸) (ج ۳ ص ۲۷۸) ارشاد الساری ج ۹ ص
۱۶۲ (ج ۱۳ اص ۳۵) درمنثور ج ۵ ص ۱۵۹ (ج ۲ ص ۵۰۶) (تفسیر فتح القدری ج ۳ ص ۲۲۸ (ج ۳ ص ۲۳۶))

علیٰ کے اقوال موجود ہیں کہ رسول ﷺ بعثت بھی عصمت سے سرفراز تھے، پھر یہ حرام کام کیسے کر رہے ہیں، جبکہ خود نبی اعظم ہیں۔

اسکے علاوہ حرام کام کیلئے نذر کی جائے اس کا پورا کرنا بھی حرام ہے حدیث ہے لا نذر فی معیصتہ ولا نذر فيما لا يملک ابن آدم گناہ کے کاموں کی نذر صحیح نہیں اور نہ ایسی نذر صحیح ہے جس پر انسان کا اختیار نہ ہو اور اسکے قابو سے باہر ہے۔ (۱)

اس کے علاوہ بھی بہت سی احادیث ہیں (۲) کیا رسول ﷺ اس محیصت کی نذر کی طرف متوجہ نہیں تھے؟

سب سے زیادہ تجھب تو اس بات پر ہوتا ہے کہ خود حضرت عمر غنا پر ڈانت رہے ہیں جبکہ عمدة القاری (۳) کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو لوگ گانے بجائے کو جائز سمجھتے تھے ان میں عثمان، عبدالرحمن بن عوف، سعد بن ابی وقاص، عبد اللہ بن عمر، معاویہ، عمر و عاص، نعیمان بن بشیر اور حسان کے ساتھ خود حضرت عمر بھی شامل ہیں، شوکانی نیل الاوطار (۴) میں لکھتے ہیں کہ جو لوگ غنا کو جائز سمجھتے تھے ان میں عمر بھی تھے۔ ببرد، بتکنی، ابن منظور، اور ابن عساکر نے صراحت کی ہے۔ (۵)

۱- سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۲۳ نقد الحلم والحلما ص ۲۲۶، ۲۲۷ (تلہس الٹیس ص ۲۲۸، ۲۲۹) تفسیر قرطبی ج ۱۳ ص ۵۲، ۵۵، ۵۲، ۵۱
ج ۱۲ ص ۲۶، ۲۷ در منثور ح ۵ ص ۱۵۹ (ج ۲ ص ۵۰۷) عمدة القاری ج ۵ ص ۱۶۰ (ج ۲ ص ۱۵۹) تفسیر روح الطالع آلو

دی ج ۲۱ ص ۲۸، ۲۹

۲- سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۲۳، ۲۲۴ نقد الحلم والحلما ص ۲۵۰ (تلہس الٹیس ص ۲۲۵، ۲۲۶) تفسیر کشاف ج ۲۲ ص ۳۱ (ج ۳ ص ۳۵۱)
تفسیر قرطبی ج ۱۳ ص ۵۲ (ج ۲ ص ۲۹) ارشاد الساری ج ۹۹ ص ۱۶۲ (ج ۱۳ ص ۳۵) در منثور ح ۵ ص ۱۵۹ (ج ۲ ص ۱۶۰، ۱۵۹)
۳- کنز العمال ج ۷ ص ۲۲۲ (ج ۹ ص ۱۶۳) (ج ۱۵ ص ۲۱۹) حديث ۳۰۲۵۹ (ج ۲ ص ۳۲) (ج ۳ ص ۲۲۸)

تفسیر القریب ج ۲ ص ۲۲۶ (ج ۸ ص ۲۱۲) نیل الاوطار ج ۸ ص ۲۲۶ (ج ۸ ص ۱۱۹) تفسیر روح الطالع ج ۲۲ ص ۲۷

۴- صحیح بخاری ج ۹ ص ۲۲۵، ۲۲۶ (ج ۶ ص ۲۲۱) حدیث ۶۳۱۸، ص ۶۳۱۸، ص ۲۲۶ (ج ۶ ص ۲۲۲) سنن ترمذی ج ۱ ص ۲۸۸ (ج ۲ ص ۲۸۸)
حدیث ۱۵۲۶

۵- عمدة القاری شرح صحیح القاری ج ۵ ص ۱۶۰ (ج ۶ ص ۲۷۲)

۶- نیل الاوطار ج ۸ ص ۲۷۲ (ج ۸ ص ۱۱۵)

کنز العمال (۱) میں ہے کہ اصحاب رسول نے گلکار خوات بن جبیر کا گانشے کی عمر سے اجازت چاہی تو انہوں نے اجازت دے دی، وہ گانے لگا تو عمر نے تعریف کی۔ رہا ج عثمان بن نائل، زبیر بن بکار، سائب بن یزید وغیرہ کا یہان ہے کہ سفر میں عمر نے خود اجازت دی تاکہ سفر مزے سے طے ہو سکے۔ (۲) ایک دوسری روایت میں ہے کہ رسول ﷺ کے سامنے ایک چھوکری گاری تھی، ابو بکر و عمر آئے وہ گانے لیکن جب عثمان آئے تو چپ ہو گئی۔ (۳) آگے حیائے عثمان کی بحث میں مفصل تذکرہ آئے گا۔

اب ذرا شاعر نیل کی بکواس پر غور فرمائیے، جس نے عمر کے کوڑے کو عصائے موئی اسے تشییہ دی ہے کیا اس لئے کہ اس سے کبار صحابہ رضی ہوئے، درونے والی عورتوں کی پیشہ ہولہاں ہوئی، ابو بکر پر روتی ام فزوہ نے مارکھائی، عصر کے بعد نماز پڑھتے ہوئے قیم داری اور زید جہنمی نے مارکھائی۔ کسی نے آیت کا مطلب پوچھایا کسی کا نام ابو عبیجی پوچھا تو اس نے مارکھائی، اس کے علاوہ بھی بے شمار موقع پر کوڑے بر سے (۴) کوئی ایسا بھی ہے جسکی باتیں دنیا میں تم کو بھلی معلوم ہوتی ہیں اور اپنی نیک نیتی پر بار بار خدا کو گواہ ہٹراتا ہے گر حقیقت میں وہ بدترین دشمن حق ہوتا ہے۔

۲۔ عمر کی چار کرامتیں

۱۔ صرفیخ ہونے کے بعد وہاں کے لوگ عمر و عاص کے پاس آئے، ایک بھی مہینہ شروع ہو چکا تھا، کہنے لگے اے حاکم؛ اس دریائے نیل کا مخصوص انداز ہے جس کے بغیر یہ جاری نہیں ہوتا، پوچھا کیا انداز ہے۔؟ کہنے لگے اس مہینے کی تیرہ تاریخ ایک دوشیزہ کو ہاتا سنوار کر اس کے باپ کی اجازت سے اس میں ڈال دیتے ہیں، عمرو نے کہا یہ طریقہ اسلام میں مناسب نہیں چنانچہ ہاں بوز گذر گیا اور دریائے نیل جاری۔

۱۔ نسل الادوار ج ۸ ص ۲۷۲ (ج ۸ ص ۱۲۰) لسان العرب ج ۹ ص ۳۷۲ (ج ۱۰ ص ۱۲۵) سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۲۳، استیعاب ج ۱۰ ص

۲۔ (اقسم الٹانی ص ۲۵۷ نمبر ۲۸۲) الاصابة ج ۱ ص ۲۵۷ نمبر ۲۲۹ (کنز العمال ج ۷ ص ۳۳۵) (ج ۱۵ ص ۲۷۸) سنن حدیث ۷۷۰۶

تاریخ ابن عساکر ج ۷ ص ۱۶۳ (ج ۲۵ ص ۲۸۲ نمبر ۲۰۵) ۹۔ کنز العمال ج ۷ ص ۳۳۶ (ج ۱۵ ص ۲۲۹) سنن حدیث ۷۰۷۰

۲۔ سنن بیہقی ج ۱۰ ص ۲۲۳، استیعاب ج ۱۰ ص ۱۸۷ (اقسم الٹانی ص ۲۸۶ نمبر ۲۷)

۳۔ مسند احمد ج ۳ ص ۲۵۲ (ج ۱۰ ص ۲۲۳) دیوان حافظ ابراهیم (ج ۱۰ ص ۹۳)

نہ ہوا، عمر نے صورت حال کو عمر کے پاس لکھ بھیجا، عمر نے جواب دیا تم نے درست کام کیا ہے کیونکہ اسلام نے جاہل باقوں کو یکسر ختم کر دیا ہے، میں اس خط میں ایک تحریر بھیج رہا ہوں اسے دریائے نہل میں ڈال دینا، عمر نے دیکھا کہ اس میں لکھا ہوا تھا، بنہ خدا عمر کی طرف سے روشنیل کی طرف۔

اما بعد؛ اگر تو اپنے انداز پر جاری رہا ہے تو اب مت جاری ہونا اور اگر خدا نے واحد و تھار کے حکم سے جاری ہوتا ہے تو ہم خدا ہی سے تیرے جاری ہونے کا سوال کرتے ہیں۔ والسلام

جب یہ تحریر یوم صلیب سے قبل دریا میں ڈالی گئی تو اب سیلا ب کا زمانہ آنے کیجئے سے وہاں سے کوچ کرنے کی سوچ رہے تھے، کیونکہ وہاں صرف پانی ہی پانی آتا تھا، لیکن سولہ ہاتھ پانی کھک گیا خدا نے اس کے بعد آج تک اہل مصر کو اس مصیبت سے نجات دے دی ہے۔

۲۔ تفسیر رازی میں ہے کہ مدینہ میں زلزلہ آیا، عمر نے کوڑا مارا اور کہا: خدا کے حکم سے تھبہ جادہ فوراً تھبہ گئی اس کے بعد آج تک مدینہ میں زلزلہ نہیں آیا۔

۳۔ تفسیر رازی میں ہے کہ مدینہ میں آگ لگ گئی، جو بھتی تھی عمر نے تحریر بھیجی: اے آگ خدا کے حکم سے خاموش ہو جادہ فوراً خاموش (بجھ) ہو گئی۔

۴۔ حاضرة الاوائل میں ہے سب سے پہلا زلزلہ ۱۷ھ میں آیا، یہ حضرت عمر کا عہد تھا، عمر نے یہ کہہ کے تیزہ زمین پر مارا: اے زمین تھبہ جا کیا میں تھبہ پر انصاف نہیں کر رہا ہوں، وہ فوراً تھبہ گئی اس طرح عمر کے چار کرامات، عناصر اربعہ کی طرح ظاہر ہوئے، مٹی، پانی پر تصرف روشنیل سے، ہوا پر کرامت یا ساریہ الجمل سے، آگ لگنے سے اس دیہات میں جس کے لئے عمر نے نام بدلتے کو کہا اور اس نے نام نہیں بدلا، چنانچہ تبصرۃ الاوائل میں اس کی تفصیل ہے۔ (۱)

۱۔ توحیح اثاثم و اقذی بح ۲۲ ص (۳۲۸) (ج ۲۲ ص ۶۹) تفسیر کیرج ۵۵ ص ۲۷۸ (ج ۲۱ ص ۸۸) بیرہ عمر ابن جوزی ص ۱۵۰ (ص ۱۵۷)

۲۔ باب ۵۵ ریاض الحضرۃ بح ۲ ص ۱۲ (ج ۲۲ ص ۲۷۸) البدایہ و التحایہ بح ۷ ص ۱۰۰ (ج ۷ ص ۱۱۳) حادثہ ۱۹

الخلفاء ص ۸۶ (ص ۱۱۹، ۱۷۷، ۱۱۱) حاضرة الاوائل سکتواری ص ۱۶۸ اختریۃ الاسرار ص ۱۳۲ (ص ۹۲) اخبار الدول و آثار الاول قرمدی

طبع بر جایشہ الکامل بح ۱۳ ص (ج ۱۳ ص ۲۸۸) الروض الفائق ص ۲۲۶، التفہمات الاسلامیۃ بح ۲ ص ۲۳۷ (ج ۲۲ ص ۲۸۲)

نوالابصار ص ۲۲ (ج ۱۲۷، ۱۲۸) ح وصرۃ الکلام ترمذی ص ۲۲

علامہ امینی کا تبرہ

روایت نیل کا راوی تو صرف عبد اللہ بن صالح ہے جو کما جھوٹا تھا۔ احمد بن خبل، ابن صالح، نبائی، ابن مدینی وغیرہ (۱) سمجھی جھوٹا سمجھتے ہیں اس شخص نے جابر سے ایک روایت کی ہے، خدا نے میرے اصحاب کو منتخب فرمایا: تمام عالمیں میں سوائے انبیاء و رسول کے اور پھر اصحاب میں چار کو منتخب کیا ابو بکر، عمر، عثمان، علی، یہ چاروں میرے بہترین اصحاب ہیں جبکہ میرے سمجھی اصحاب اچھے ہیں۔ صاحب میزان الاعتدال (۲) نے اس روایت کے موضوع ہونے کی نشاندھی کی ہے امام رازی (۳) نے جس عهد میں عمر کے زڑ لے کیا بت کی ہے اس کا تاریخوں میں کہیں پہنچنیں، پھر یہ کہ تاریخوں میں موجود ہے کہ عہد عمر کے بعد سمجھی مدینہ میں زڑ لے آئے چنانچہ تاریخ بن کثیر میں (۴) ۲۵۳ کے غظیم زڑ لے کی خبر ہے اور یہ جو ۲۰ ھجری میں اول زڑ لے کی خبر ہے تو تاریخ ثہیں (۵) میں ہے کہ ۲ ھجری میں زڑ لے آتا رسول نے فرمایا تھیں اسی سے عبرت حاصل کرنی چاہئے، ساری یہ الجبل کے متعلق سید محمد بن درویش حوت (۶) کہتے ہیں کہ یہ روایت ضعیف ہے وہ حدی اور تبیقی نے فضائل بڑھانے کے لئے لکھا ہے، اسکے علاوہ دیہات جملے کا واقعہ سمجھ جھوٹ ہے۔

۵۔ عمر امیر المؤمنین بن گنے

وقدی نے ابو حمزہ (ابو حزرة) محمد بن ابراہیم، اور ابو عمر سے روایت کی ہے: عائشہ سے پوچھا کہ عمر کا نام امیر المؤمنین کس نے رکھا؟ عائشہ نے کہا: رسول ﷺ نے۔ (۷)

- ۱۔ اعللن و معرفۃ الرجال (ج ۲ ص ۲۱۲ نمبر ۱۹۱۹) کتاب الفتن و المحن و المکین (ص ۲۹۹ نمبر ۲۵) کتاب الجر و حین (ج ۲ ص ۲۰)
- ۲۔ ضعفاء الرجال (ج ۲ ص ۲۰۸ نمبر ۱۰۱۵)
- ۳۔ میزان الاعتدال ج ۲ ص ۲۶ (ج ۲ ص ۲۳۲ نمبر ۲۳۸)
- ۴۔ مقول از البدریہ و التحلییہ ج ۱۲ ص ۱۸۸ (ج ۱۲ ص ۲۲۳ حادث ۱۵۵ ھ)
- ۵۔ البدریہ و التحلییہ ج ۱۳ ص ۱۸۸ (ج ۱۳ ص ۱۹۱، ۱۹۰، ۱۹۱) (ج ۱۳ ص ۲۲۰)
- ۶۔ تاریخ امینیں ج ۱ ص ۵۶۵ (ج ۱ ص ۵۵۲ حدیث ۲۶۳)
- ۷۔ اسنی الطالب م ۵۶۵ (ص ۵۵۲) (ج ۱ ص ۵۵۲ حدیث ۲۲۲)

علامہ امین فرماتے ہیں:

ابو حزہ قصہ گو ہے جس نے رسول ﷺ کی جانب جھوٹی باتیں منسوب کر کے عمر کی برتری و فضیلت کو ثابت کیا ہے تاکہ سننے والوں کی توجہات کو مبذول کر سکے۔ اسے تاریخ جہلانے کی پرواہ نہ تھی حاکم نے بطریق ابن شہاب لکھا ہے کہ عمر بن عبد العزیز نے ابو بکر ابن سلیمان سے پوچھا کہ ابو بکر کو تو خلیفہ پکارا جاتا تھا، یہ عمر امیر المؤمنین کیسے ہو گئے تھے انہوں نے کہا مجھ سے شفاف نے پیان کیا جو اول مہما جریں میں تھے کہ عمر نے گورنر عراق کو لکھا کہ عراق سے دو آدمیوں کو بیجوں تاکہ وہاں کے حالات پوچھوں اس نے لبید بن ربيعہ اور عدی بن حاتم کو بیجا وہ دونوں مسجد میں آ کر اپنی سواری باندھنے لگے اور عمر و عاص سے کہا کہ ذرا امیر المؤمنین سے باریابی کی اجازت طلب کرو، عمر نے کہا: واللہ تم نے صحیح نام رکھا، عمر امیر ہیں اور ہم لوگ مؤمنین ہیں۔ جھپٹ کے پوچھے اور کہا: السلام علیک یا امیر المؤمنین، عمر نے پوچھا: عاص کے بیٹے یہ نام کہاں سے مل گیا۔؟ اسے کہا لبید اور عدی نے سواری باندھتے ہوئے کہا کہ ذرا امیر المؤمنین سے اجازت طلب کرو واللہ انہوں نے صحیح کہا، ہم لوگ مؤمنین ہیں اور آپ امیر ہیں۔ اس دن سے تحریر و تقریر میں یہ نام جاری ہو گیا۔ (۱) تاریخ طبری (۲) میں ہے کہ حسان کوفی نے کہا: لوگ عمر کو خلیفہ یا خلیفہ رسول کہہ کر پکارتے تھے۔ عمر نے کہا: اس سے بات طول پکڑتی جائے گی اور ہر نے خلیفہ پر خلیفہ خلیفہ بڑھتا چلا جائیگا، بلکہ معاملہ یہ ہے کہ میں امیر ہوں اور تم لوگ مؤمنین، اس لئے آج سے مجھے امیر المؤمنین کہا کرو۔

مقدمہ تاریخ بن خلدون میں ہے کہ متفقہ بات ہے کہ بعض اصحاب نے عمر کو امیر المؤمنین کہہ کے خطاب کیا تو عمر نے اچھا سمجھا، سب سے پہلے عبد اللہ بن قیش نے کہا: یا عمر و عاص وغیرہ نے کہا یا مجر جب بریفیخ کی خبر لایا تو پوچھا امیر المؤمنین کہاں ہیں، عمر اور دوسرے اصحاب نے اس کو اچھا سمجھا اور کہا: واللہ تم نے صحیح کہا، پھر اس کے بعد خلفاء نے وراثت میں یہ لقب حاصل کر لیا۔ (۳)

۱۔ المسند رکن الحسن (ج ۳ ص ۷۸ حدیث ۳۳۸۰) شرح شواعد المختصر بیانی ص ۵۷ (ج ۱ ص ۱۵۵ ابریس ۵۹) تاریخ الخلفاء ص ۹۹ (ص ۱۲۹)

۲۔ تاریخ طبری ج ۵ ص ۲۲ (ج ۳ ص ۲۰۸) ۳۔ مقدمہ ابن خلدون ص ۷۷ (ج ۱ ص ۲۸۳ فصل ۳۲)

ان باتوں سے واضح ہوتا ہے کہ خود عمر نے یا اصحاب نے عمر کا امیر المؤمنین نام رکھا ہے، رسول نے نہیں، ہاں: دراصل خدا نے حضرت علی کا نام امیر المؤمنین رکھا، چنانچہ حبیب (۱) ابو قیم میں انس سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے انس سے فرمایا: سب سے پہلے جو اس دروازے سے داخل ہوگا، وہ امیر المؤمنین ہوگا، سید اسلمین خاتم الوصیین ہوگا، انس نے دعا کی: خدا یا! وہ انصار میں سے ہو، اتنے میں حضرت علی دروازے سے داخل ہوئے رسول ﷺ نے پوچھا: اے انس کون آیا؟ میں نے کہا: علی، رسول ﷺ خوش ہو گئے با چیز کمل گئیں، علی کو پہنچا کر پہنچنے لگے، علی نے پوچھا: آج جیسا برناڑ کبھی نہ دیکھا تھا۔ فرمایا: کیوں نہ ہوتم میری امانت اور قرض ادا کرو گے۔

ابن مردویہ نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ علی رسول ﷺ کا سرز ان پر رکھے تھے رسول سور ہے تھے، اتنے میں جبریل بصورت دحیہ کلبی آئے اور علی سے کہا: تم امیر المؤمنین ہو، میں تم سے محبت کرتا ہوں۔ اسی طرح رسول ﷺ نے ابن عباس اور امام سلمہ سے کہا: گواہ ہو یہ امیر المؤمنین ہے۔ چنانچہ ابو قیم کی باتوں سے تائید ہوتی ہے کہ ابن عباس نے کہا: قرآن میں جہاں بھی ﴿یا ایها الذین امنوا﴾ ہے اس سے مراد علی ہیں۔ (۲)

۶۔ عمر باطل کو پسند نہیں کرتے

ابو قیم حلیۃ الاولیاء (۳) میں اسود بن سریح کی روایت کرتے ہیں کہ میں نے خدمت نبی میں آکر

۱۔ حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۶۳

۲۔ بیہقی الکبیر (ج ۱۱ ص ۲۱۰ حدیث ۷۷) حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۶۲ (نمبر ۳) ریاض الصنفۃ ج ۲ ص ۶۲ (ج ۲ ص ۱۵۸) کتابیۃ الطالب ص ۵۲ (ص ۱۳۰ باب ۳۱) تذکرۃ الخواص ص ۸ (۱۲۰) در راسطین (ص ۸۹) صواتن محقر ص ۶۷ (ص ۱۲۷) کنز المهاجر ج ۶ ص ۲۱۹ (ج ۱۱ ص ۲۰۳ حدیث ۳۲۹۸) تاریخ الحنفیہ ص ۱۱۵ (۱۲۰) تاریخ بغداد ج ۲ ص ۷۷ (ص ۳۲۷) (نمبر ۸۸۷) ج ۳ ص ۲۱۹ (نمبر ۱۹۱۵) المسعد رک علی الحسنین ج ۲ ص ۱۰۲ (حدیث ۳۶۲۳) نور الابصار ص ۸۰ (۱۲۳) فائدۃ راسطین (ج ۱ ص ۱۵۵ حدیث ۹۱ باب ۳۲) صواتن محقر (ص ۱۲۵)

۳۔ حلیۃ الاولیاء ج ۲ ص ۳۶

کہا: میں خدا کی اور آپ کی ستائش کرتا ہوں۔ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: خدا کی ستائش کو پسند کرتا ہے۔ میں نے اشعار پر صنایشور ع کیا، اتنے میں ایک طویل القامت اور بلند پیشانی والا آدمی اجازت لے کر آیا، رسول خدا ﷺ نے مجھے چپ کر دیا، اس نے تھوڑی دیر رسول ﷺ سے بات کی اور چلا گیا، میں پھر شعر پڑھنے لگا، وہ شخص پھر آیا اور آپ نے مجھے چپ کر دیا، اس طرح دو یا تین بار ہوا، میں نے رسول سے پوچھا: یہ کون ہے کہ جب آتا ہے آپ مجھے چپ کر دیتے ہیں، فرمایا کہ یہ عمر ہے یہ شخص کبھی باطل کو پسند نہیں کرتا۔

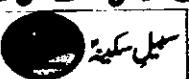
ایک دوسرے طریق سے اسود تیکی کا بیان ہے کہ یہ شعر پڑھنے کا تو چھوٹی آنکھ والا شخص آیا اور مجھے رسول ﷺ نے چپ کر دیا، پوچھنے پر بتایا کہ یہ عمر ہے جو کبھی باطل کو پسند نہیں کرتا۔ تیسرا روایت میں ہے کہ تیکی شخص تین پڑا ہائے، ہائے، یہ کون ہے۔ تو کہا گیا کہ یہ عمر بن خطاب ہیں۔ خدا کی قسم! میں نے اس وقت سمجھا کہ اگر یہ سن لیتا تو میری ناگہ گھیثت کر قبرستان پہنچنے تک ہوں چاہ دیتا۔

تبصرہ امی

ان روایت گزھنے والوں کی آنکھیں نہیں دل اندر سے ہو چکے ہیں، وہ شخص تو حمد خدا اور ستائش رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کر رہا ہے بھلا اس میں باطل کیا ہے جسے عمر سے پہلے خود رسول روک رہے ہیں؟ کون ہے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہو گا جو خدا سے نہ ڈرے اور لوگوں سے ڈرے۔ اس شخص کو دیکھنے کے رسول سے نہیں ڈرتا لیکن عمر سے ڈرتا ہے کہ کہیں قبرستان پہنچنے تک نہ ہوں چاہ دے، کیا عمر کی نظر میں مدح رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تمام اشعار ہوتے تھے؟ کیا روایت وضع کرنے والے ان باتوں کی طرف متوجہ تھے۔

نہیں جانتا ہے تو ہے یہ مصیبت
اگر جانتا ہے تو آفت بڑی ہے

۷۔ فرشتے عمر سے بات کرتے ہیں
 صحیح بخاری میں ابو ہریرہ سے متعلق حدیث رسول ﷺ ہے: تم سے قبل نبی اسرائیل میں ایسے لوگ ہوتے تھے جو نبی نہیں تھے مگر فرشتے ان سے بات کرتے تھے اگر اس امت میں کوئی ایسا ہے تو وہ عمر ہیں۔ (۱)



اسی بخاری میں حدیث غار کے ذیل میں ہے کہ اگر اس امت میں محدث کوئی ہے تو وہ عمر ہیں بیہاں جو "اگر" استعمال ہوا ہے مثلاً اگر اس امت میں کوئی صدیق ہے۔ تو یہاں نبی کے معنی میں نہیں ہے بلکہ کمال صداقت کے لئے ہے۔ (۲)

تبصرہ امیٰ

مجھے نہیں معلوم کہ عمر کے پاس فرشتے کیوں آتے تھے، بعض بات چیت کرنے یا جانشین رسول کو غلطیوں سے حفاظ رکھنے، یا سوالات کا صحیح جواب سکھانے جس سے وہ قطعی عاری تھے یا مشکل مسائل کا حل بتانے کہ کہیں شریعت طبرہ کے برخلاف فتویٰ نہ جو مک دیں؟ میں نے قبل کی جلد میں ان کی غلطیوں اور بہمل فتوؤں کو نقل کیا ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ داستان ہی مہمل اور ہناولی ہے، اس کا صحت سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔

۸۔ عمر کے کفن میں "قرطاس"

امام حسن و حسین علیہما السلام عمر سے ملنے کے وہ کاموں میں مشغول ہونے کی وجہ سے متوجہ نہ ہوئے جب انتباہ ہوا تو بڑھ کے دونوں کا بوسہ لیا اور ایک ایک ہزار دیا، مگر جا کر دونوں نے باپ سے بیان کیا تو حضرت علیؑ نے فرمایا: میں نے رسول خدا ﷺ سے سنا ہے کہ عمر اسلام کا نور ہیں دنیا میں اور

۱۔ صحیح بخاری کتاب المذاقب باب مناقب عمر (ج ۳ ص ۱۳۴۹ حدیث ۳۲۸۶)

۲۔ صحیح بخاری (ج ۳ ص ۱۲۷۹ حدیث ۳۲۸۲)

جنت والوں کے چراغ ہیں، ان دونوں نے جا کر وہ حدیث عمر سے بیان کی تو عمر نے دوات قلم منکوا کر لکھ لیا کہ مجھ سے حدیث بیان کی سردار جوانان جنت نے اپنے باپ سے اور انہوں نے رسول خدا سے ایسا ایسا۔ پھر دعیت کر دی کہ میرے کفن کے ساتھ قبر میں اس کو رکھ دینا۔ لوگوں نے ایسا ہی کیا تو دوسرے دن اس کا غذر پر لکھا ہوا قاتا کہ حسن و حسین علیہما السلام نے حق کہا، رسول خدا ﷺ نے بھی حق کہا۔

تبصرہ امیٰ

اس خیالی قصے کا مہمل پن استقدر واضح ہے کہ ابن جوزی کی موضوعات سے سیوطی نے تحریر الخواص میں نقل کر کے لکھا ہے کہ بے شرمی اور بے حیائی اب اس حد تک ہوئے چکنی ہے کہ اس قسم کی مہمل باتیں گز ہی جاری ہیں اور اسے اکابر فقہاء پنے یہاں نقل کر رہے ہیں۔ (۱) میرا بھی خیال ہے کہ خدا ان فضائل کے غلوکی بھرمار کرنے والوں کو غارت کرے ان فقہاء کی بھی رُگ شرارت کا ثدے جو عقیدت میں اندر ہے بہرے ہیں اور عقل سے عاری ہیں۔

۹۔ قلب وزبان عمر

مندرجہ میں نوح بن میمون، عبداللہ عتری، چشم، سور بن مخرمه، ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: بے شک خدا عمر کی زبان و دل سے حق کو جاری فرماتا ہے۔ (۲)

تبصرہ امیٰ

دل کی حالت خدا ہی جانے، لیکن جہاں تک زبان کا تعلق ہے تو امام احمد بن حبل سے پوچھا جاسکتا ہے کہ کیا عمر کی زبان سے اس وقت بھی حق جاری ہوا تھا جب رسول قلم دوات طلب کر رہے تھے، تاکہ

۱۔ تحریر الخواص ص ۵۲ (۲۰۷)

۲۔ مندرجہ میں (ج ۳ ص ۱۱۶) حدیث (۸۹۶۰)

ہدایت کا نوشتہ لکھ دیں، عمر نے کہا کہ یہ شخص ہدیان بک رہا ہے، کیا ترجمان وحی سے ہدیان کی توقع کی جا سکتی ہے؟

کیا ان سو مائن میں بھی عمر کی زبان سے حق جاری ہوا جنہیں فتحہ نے نقل کر کے کہا ہے کہ عمر سے غلطی ہوئی، جہاں تک سند روایت کا تعلق ہے، نوح بن میون غلطی کرتا تھا۔ (۱) عبداللہ عمری کی زیادتی کر دیتا تھا علی بن مدینی کے نزد یک ضعیف تھا، اسی، یعقوب، نسائی، ابن حبان اور بخاری ضعیف کہتے ہیں۔ (۲)

جہنم بن جہنم کے متعلق ذہنی کہتے ہیں کہ بے وقت اور غیر معروف آدی تھا۔

۱۰۔ علم عمر کے متعلق خواب رسول

صحیح بخاری میں حدیث رسول ہے: مجھے خواب میں دودھ کا پیالہ دیا گیا، میں نے پیا یہاں تک کہ میرے ناخوں میں بھی سرایت کر گیا، پھر میں نے عمر کو دیا، لوگوں نے اس کی تعبیر پچھی تو فرمایا: علم۔ (۳)

اس کی شرح کرتے ہوئے ابن الہبی جرہ بہجۃ الانفوس میں کہتے ہیں کہ ذرا اس کی طرف توجہ کجھے ہے فضیلیت کا پیالہ عطا فرمایا گیا کہ اس کے پاس کس قدر قوت علم تک ہے، وہاں تک تو کوئی خلیفہ رسول تک نہ ہو نجی سکا، صحابی تو دور کی بات ہے، نہ آئندہ کوئی انسان اس قوت علم پر نجی سکتا ہے۔

تبصرہ امی

اس خواب کی نوعیت یہ ہوئی کہ رسول خدا ﷺ نے یہ خواب عمر کے اسلام لانے کے بعد دیکھا مر

۱۔ صحیح بخاری کتاب بدء اخلاق باب صفة اطبیس وجوده ح ۵ ص ۸۹ کتاب الناقب باب مناقب عمر ح ۵ ص ۲۵۶ (ج ۲ ص ۱۱۹)

حدیث ۳۱۲۰، م ۱۳۳۷ حدیث ۳۳۸۰

۲۔ ارشاد الساری ح ۵ ص ۲۹۰ (ج ۸ ص ۱۹۸) حدیث ۳۶۸۳

۳۔ صحیح بخاری ح ۵ ص ۳۵۵ (ج ۳ ص ۱۳۳۶) حدیث ۳۳۷۸

اپنے زمانہ کفر میں تھے تو اس علم سے خالی تھے، ممکن ہے کہ رسول اپنے علم کو صرف عمر سے مخصوص کرنا چاہتے تھے، کیا ایسا شخص آیات قرآنی کا مطلب پوچھنے پر کہہ سکتا ہے کہ مجھے بازاری کاموں کی وجہ سے اس کا مطلب معلوم نہ ہو سکا؟ جسے اس قدر علم ہو وہ کہہ سکتا ہے کہ تمام انسان عمر سے زیادہ علمی بعیرت رکھتے ہیں یہاں تک کہ پرودہ نشین عورتیں بھی عمر سے زیادہ جانتی ہیں؟، خدا نے تو انہیں شراب علم پلا لیا رسول کے ہاتھوں سے اور یہ حضرت علم سے کوئے عیارہ گئے۔ ان کے فتوؤں سے چالات پہنچی رو گئی۔

۱۱۔ عمر سے شیطان کا فرار

صحیح بخاری میں دو جگہ پرسعد بن ابی وقار سے مروی ہے کہ رسول ﷺ کی خدمت میں عورتیں ہڑبوگ چاہئے ہوئے تھیں اتنے میں عمر نے داخل ہونے کی اجازت طلب کی، فوراً تمام عورتیں بھاگ کر پردے میں جا چھپیں۔ رسول ﷺ نے عمر کو آنے کی اجازت دی اور ہٹنے لگے۔ عمر نے پوچھا: خدا کے رسول ﷺ کو خدا ہمیشہ ہٹائے، رسول ﷺ نے فرمایا: یہ عورتیں میرے پاس ہنگامہ کئے ہوئے تھیں، تمہیں دیکھ کر پرودہ میں بھاگ گئیں۔

عمر نے کہا: یا رسول اللہ! آپ زیادہ حقدار ہیں کہ آپ سے ڈرا جائے پھر عورتوں سے چلا کر کہا: اے اپنی جان کی دشمنو! تم مجھ سے ڈرتی ہو اور رسول ﷺ سے نہیں ڈرتی ہو؟ انہوں نے کہا: ہاں! تم رسول سے زیادہ فظ و غلیظ (پھوڑ ہڑ اور تنخ مزاج ہو) رسول خدا نے فرمایا: خدا کی قسم! ہمیشہ شیطان تمہیں دیکھ کر دوسرا راہ پر چلا جاتا ہے۔

تبصرہ امامی

بے حیار اوی نے اس کو نفائل کے زمرے میں بیان کیا ہے، حالانکہ یادہ گوئی کے زمرے میں رکھنا چاہئے تھا، وہ ہڑبوگ چاہئے والی عورتیں یا تو ازدواج رسول ﷺ تھیں یا جبی تھیں۔ اگر ازدواج تھیں تو رسول ﷺ کی بارگاہ میں انہیں بے تکلف ہوتا ہی چاہئے تھا، عمر چونکہ ناحرم اور اجبی تھے اس

لئے ان سے پروہ کیا۔

دوسری صورت میں بھی اجنبی عورتوں کا بارگاہ رسول ﷺ میں بیٹھنا رواحہ۔ عمر اجنبی تھے اس لئے پروہ کر لیا، یہ کیسی شیاطین تھیں کہ رسول ﷺ کی عظمت کا ذرنش تھا اور عمر کی بیت سے ڈر گئیں رسول کی نماز میں تو خلل ڈال دیتا ہے۔ (۱) لیکن عمر سے بجا آتا ہے۔ (۲) چنانچہ طبرانی کی روایت ہے کہ جب سے عمر اسلام لائے شیطان بھی ان کا سامنا نہیں کرتا، وہ ان کا مطیع ہو گیا ہے۔ (۳) کیا اس وقت بھی شیطان عمر کا مطیع تھا، جب وہ فتح مکہ کے سال ابوظہب انصاری کے گھر پر شراب پی رہے تھے اور آیت اتری شیطان عمر کا مطیع تھا، جب وہ فتح مکہ کے سال ابوظہب انصاری کے گھر پر شراب پی رہے تھے اور آیت اتری
﴿فَهُلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ﴾ آیاتِ اب بھی بازنہ آؤ گے۔ عمر حنفی پڑے: انھیں انھیں، ہم باز آئے، ہم باز آئے۔

ہمیں اس روایت کا نہیں بلکہ صحیح بخاری کی قدر و قیمت کا بھی اندازہ ہو گیا، ہمیں یہ عقیدت کے اندر ہے۔ (۲)

۱۔ صحیح بخاری کتاب الصلاۃ باب ما لا يجوز من اعمل في الصلاۃ (ج ۱۳۲ ص ۳۰۵ حدیث ۱۱۵۲) صحیح مسلم باب جواز الحنفی

اویطان فی الصلاۃ (ج ۱۳۲ ص ۲۰۳) (ج ۲۲ ص ۲۳ حدیث ۲۹۹ کتاب الصلاۃ)

۲۔ مسن الدارمی (ج ۶ ص ۳۸۵ حدیث ۲۲۲۸۰ سنن ترمذی (ج ۵ ص ۵۸۰ حدیث ۳۶۹۰) الاحسان فی الحجۃ ابن جبار (ج ۱۵ ص ۳۷۵ حدیث ۲۸۹۲)

۳۔ انجام الکیر (ج ۲۲ ص ۳۰۵ حدیث ۲۷۲) فیض القدیر (ج ۲۷ ص ۳۵۹) (حدیث ۲۰۲۷)

۴۔ الاصابة (ج ۲۲۶ ص ۵۲۳) (نمبر ۵۲۳) فیض القدیر (ج ۲۷ ص ۳۵۲) (حدیث ۲۰۲۶)

فضائل عثمان کے لاف و گزاف

فضائل کی بحث شروع کرنے سے قبل ضروری ہے کہ خلینہ کے علم، اخلاقی حالات اور پرہیزگاری واپیان کا تجزیہ کر لیا جائے، اس طرح فضائل کا غائر تجزیہ کیا جاسکے گا۔

۱۔ چھ ماہ کا بچہ پیدا کرنے والی کے متعلق فیصلہ

خداوند مجتبی بن عبداللہ مجتبی کی روایت نقل کی ہے کہ ایک شخص نے قبیلہ جمینہ کی عورت سے شادی کی، اس نے چھ ماہ میں پورا بچہ پیدا کیا، شوہرنے اس معاملے کو عثمان کے سامنے پیش کیا عثمان نے عورت کو سنگار کرنے کا حکم دے دیا، جب حضرت علیؑ کو معلوم ہوا تو آپ نے عثمان سے کہا: یہ تم نے کیا کیا؟ اس عورت نے کوئی جرم نہیں کیا ہے، خدا کا ارشاد ہے کہ ”بچے کے حمل اور دودھ بڑھائی کی مدت تیس مہینے ہے۔“ (۱) اور پھر فرماتا ہے کہ ماہیں اپنے بچوں کو مکمل دوسال تک دور دو دھ پلا کیں، اس طرح دو دھ پلانے کی مدت دوچوتی ماہ ہوتی ہے، اور حمل کی مدت چھ ماہ تک جاتی ہے، عثمان نے یہ سن کر کہا: خدا کی قسم ایہ بات میری سمجھ میں نہ آسکی تھی، عثمان نے حکم دیا کہ عورت کو سنگار نہ کیا جائے لیکن اس کو سنگار کیا جا چکا تھا، اس عورت نے خود بھی اپنی روتی ہوئی بہن سے کہا تھا: میری بہن گریہ نہ کرو کیونکہ مجھے میرے شوہر کے علاوہ کسی نے بھی ہاتھ نہیں لگایا ہے، پھر جب وہ بچہ جوان ہوا تو اس کی پشت دیکھ کر شوہر نے اقرار کیا کہ یہ ہر لحاظ سے مجھ سے مشابہ ہے۔ راوی کا یہ اعلان ہے کہ پھر اس عورت کا شوہر ایسا بیمار پڑا

کہ بستر پر اس کا عضو کٹ کر گرتا تھا۔ (۱)

تبصرہ اعلیٰ

حیرت ہے کہ خلیفہ حی کو قرآن کا واضح علم بھی نہ تھا جب کہ احکام و فضایا میں اس کے علم کی قدم قدم پر ضرورت پیش آتی ہے، معلوم نہیں تھا تو کسی صحابی سے پوچھ لیتے اگر انہیں یہ دونوں آیتیں معلوم نہیں تھیں تو پھر انہوں نے فیصلہ کس بنیاد پر کیا تھا کیا قرآن کی روشنی میں تو وہ آیت کہاں ہے؟ حدیث پر تو اس کی روایت کس نے کی؟ یا قیاس پر تو پھر رائے کی بنیاد کیا تھی؟ اگر حکم جاہلانہ فیصلہ تھا تو شاباش ہے مفتی جی!!!۔

۲۔ عثمان سفر میں قصر نماز نہیں پڑھتے تھے

بخاری و مسلم وغیرہ نے عبد اللہ بن عمر کا بیان نقل کیا ہے کہ رسول خدا ﷺ میں نماز دو رکعت پڑھتے تھے، ابو بکر و عمر نے بھی اسی طرح پڑھا، عثمان اپنے ابتدائی زمانے میں دو ہی رکعت پڑھتے تھے پھر وہ چار رکعت پڑھنے لگے۔ (۲) ابن حزم نے الحکی میں لکھا ہے کہ ابن عمر نماز پڑھاتے تھے تو چار رکعت پڑھتے پھر گمراہ کرو ہی نماز دو رکعت پڑھتے۔ (۳)

چنانچہ عروہ اور عائش کا بیان ہے کہ رسول خدا ﷺ میں دو رکعت نماز پڑھتے تھے۔ ابو بکر و عمر بھی دو رکعت پڑھتے تھے، عثمان بھی ابتدائی زمانہ خلافت میں دو ہی رکعت پڑھتے تھے، پھر پوری پڑھنے لگے۔ (۴) مسند احمد، ابو داؤد و سنن کبیری میں بھی عبدالرحمن، بیزید اور انس سے یہی مروی ہے۔ (۵)

۱۔ الموطا (ج ۲ ص ۸۲۵ حدیث ۱۱)؛ سنن بیہقی (ج ۷ ص ۳۳۲) تفسیر ابن کثیر (ج ۳ ص ۱۵۸)؛ تفسیر الوصول (ج ۲ ص ۱۱)؛ عمدة

القاری (ج ۲ ص ۱۸)؛ در منثور (ج ۷ ص ۳۳۱)

۲۔ سیعی بخاری (ج ۲ ص ۱۵۳) (ج ۲ ص ۵۹۶) (ج ۲ ص ۱۵۷)؛ سعی مسلم (ج ۲ ص ۲۶۰) (ج ۲ ص ۱۳۲) (ج ۲ ص ۱۳۲)؛ اکتاب صلاۃ المسافر؛ مسند

احمد (ج ۲ ص ۱۳۸) (ج ۲ ص ۱۹) (ج ۲ ص ۱۲۶)؛ سنن بیہقی (ج ۳ ص ۱۲۶)

۳۔ الموطا (ج ۱ ص ۲۸۲) (ج ۱ ص ۲۰۲) (ج ۱ ص ۲۰۱)

۴۔ مسند احمد (ج ۱ ص ۳۷۸) (ج ۱ ص ۱۳۵) (ج ۱ ص ۲۲۵) (ج ۲ ص ۲۵۸) (ج ۲ ص ۲۵۸) (ج ۱ ص ۱۱۶) (ج ۱ ص ۱۲۰)؛ سنن ابی داؤد (ج ۱ ص ۳۰۸) (ج ۲ ص ۱۹۹) (ج ۱ ص ۱۹۷)

۵۔ سنن نسائی (ج ۱ ص ۱۲۰) (ج ۱ ص ۵۸۶) (ج ۱ ص ۱۰۹۵) (ج ۱ ص ۱۰۹۷)

بیہقی نے سخن کبری میں حمید کا بیان نقل کیا ہے کہ عثمان نے منی میں چار رکعت نماز پڑھائی پھر خطبه دیا کہ لوگوں کی سنت ہے جو رسول خدا ﷺ کی سنت ہے اور عمر و ابوابو بکر کی ہے لیکن اس سال ایک خاص واقعہ ہو گیا اس لئے میں نے اندیشہ کیا کہ شاید قصر نماز پڑھنا ہمیشہ کا طریقہ بن جائے، ابو داؤد میں ہے کہ عثمان نے زیادہ عمربوں کی کثرت دیکھ کر چار رکعتی نماز پڑھائی۔ (۱)

ابن حزم الحنفی میں لکھتے ہیں کہ سفیان بن عینہ کا بیان ہے کہ عثمان منی میں بہت غلکین تھے، لوگ علی کے پاس آئے اور کہا کہ لوگوں کو نماز پڑھا دیجئے۔ آپ نے فرمایا: اگر تم کہو تو اس طرح نماز پڑھاؤں جس طرح رسول خدا ﷺ پڑھایا کرتے تھے یعنی دور رکعتیں۔ لوگوں نے کہا: نہیں جس طرح عثمان چار رکعت پڑھاتے ہیں ویسی ہی پڑھائیے حضرت علیؑ نے انکار کیا۔ (۲)

مسند احمد (۳) میں عبد اللہ بن عمر کا بیان ہے کہ ہم نے رسول خدا ﷺ، ابو بکر و عمر کے ساتھ دور رکعت نماز پڑھی لیکن پھر (عثمان) نے خلافت پانے کے چھ سال بعد سے چار رکعت پڑھانی شروع کر دی۔ سخن کبری میں بسند ابی نظرۃ مرودی ہے کہ ایک شخص نے عمران بن حصین سے پوچھا تو انہوں نے رسول خدا ﷺ کی سنت بیکی بتائی کہ دور رکعت نماز پڑھتے تھے، کنز العمال میں ابن عباس کی روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے دور رکعت پڑھائی۔ (۴)

مسند احمد میں ہے کہ معاویہ نے حج کیا تو منی میں دور رکعت پڑھائی لوگوں نے کہا کہ تم نے اپنے چھیرے بھائی کی مخالفت کی وہ پوری نماز پڑھاتے تھے، مروان اور عمر و بن عثمان پیش پیش تھے، عباد نے بھی کہا کہ عثمان حج کے لئے آتے تھے تو ظہر و عصر اور عشا چار رکعت پڑھاتے تھے جب منی اور عرفات میں جاتے تو قصر پڑھتے، حج کے بعد منی میں پھر تے تو چار رکعت پڑھتے تھے۔ (۵)

۱۔ سخن ابی داؤد حاص (۳۰۸) (ح ۲۲۳ ص ۱۹۹/۱۹۶۳)؛ سخن بیہقی ح ۳۳ ص ۱۲۲؛ تیسیر الوصول ح ۲۲۶ (ح ۲۲۲ ص ۲۲۲)؛ نسل الاوطار ح ۲۲۰ ص ۲۲۰ (ح ۲۳۳ ص ۲۲۳)۔

۲۔ مسند احمد ح ۲۲ ص ۲۲ (ح ۲۲۷ ص ۲۲۷)۔

۳۔ کنز العمال ح ۲۲ ص ۲۲۰ (ح ۲۲۸ ص ۲۲۷/۱۹۶۲)۔

۴۔ حج الباری ح ۲۲ ص ۲۵۷ (ح ۲۲۵ ص ۲۵۷)؛ نسل الاوطار ح ۲۲۰ ص ۲۲۰ (ح ۲۲۳ ص ۲۲۰)۔

تاریخ طبری میں ہے کہ ۲۹ جولائی میں عثمان رحیم کے لئے آئے تو منی میں خیرہ لگایا، یہ منی میں پہلی بار خیرہ لگایا تھا اور نماز قصر پڑھی، واقدی نے ابن عباس کا بیان نقل کیا ہے کہ سب سے پہلی عثمان پر تقدید اس وقت ہوئی جب خلافت کے چھٹے سال انہوں نے منی میں پوری نماز پڑھی، اکثر اصحاب نے ملامت کی۔ حضرت علیؓ نے بھی کہا کہ مخدانا کوئی حادثہ رونما ہوانہ کوئی ترک شریعت کی دلیل ہے، عمر وابو بکر نے بھی سیرت رسول ﷺ کے مطابق قصر نماز پڑھی، اب تم نے کیوں مکمل نماز پڑھی۔ عثمان نے کہا یہ میری اپنی رائے تھی۔ (۱)

عثمان کی اس حرکت پر عبدالرحمٰن بن عوف نے بھی تقدید کی، عبدالرحمٰن نے وہاں قصر نماز پڑھی پھر عثمان سے آکر کہا: کیا رسولؐ نے یہاں قصر نماز نہیں پڑھی؟ کہا: ہاں۔ پوچھا: کیا ابو بکر و عمر نے اور تم نے بھی ابتدائی زمانے میں قصر نماز نہیں پڑھی؟ کہا: ہاں۔ لیکن اسے ابو محمد امیری بات سنو کچھی میں کے لوگوں نے اور کچھ تمنہ مزاج عربوں نے مجھ پر تقدید کی کہ جو شخص دس دن کسی شہر میں قیام کرے تو اسے پوری نماز پڑھنی چاہئے اور یہ غلیظہ عثمان قصر نماز پڑھتے ہیں۔ پھر یہ کہ میری بیوی کے کی ہے، یہاں میں نے شادی کی ہے، طائف میں میری جاندار بھی ہے، اسے دیکھنے جاؤں گا پھر عید النصی کی چودہ کو یہاں آکر شہروں گا۔ عبدالرحمٰن نے کہا: تمہارا بھی عذر مہل ہے۔ تم نے کہا کہ میں نے یہاں شادی کی ہے اور تمہاری بیوی مدینے میں ہے، چاہے وہاں رکھو چاہے یہاں رکھو ہو، ہر حال تمہاری زوجہ ہے، تم کہتے ہو کہ طائف میں جاندار ہے، وہاں کا تین دن کا سفر ہے، پھر یہ کہ تم طائف کے باشدے بھی نہیں ہو، لوگ جو تقدید کر رہے ہیں ان کے لئے تمہیں سوچنا چاہئے کہ رسول خدا، ابو بکر و عمر نے بھی ایسا یہی کیا تھا، وہاں سے عبدالرحمٰن نے نکل کر ابن مسعود سے ملاقات کی اور اس موضوع پر بات کی اور مشورہ دیا کہ آپ سنت رسولؐ پر عمل کیجئے۔ ابن مسعود نے کہا کہ اس کی خلافت سے فتنہ کا اندیشہ ہے، انہوں نے چار رکعت پڑھی تو میں نے بھی پڑھی۔ عبدالرحمٰن نے کہا کہ ان لوگوں نے چار پڑھی تو میں نے دو رکعت پڑھی اب اگر آپ کہیں تو میں بھی چار رکعت ہی پڑھوں۔ (۲)

۱۔ تاریخ طبری (ج ۳۶۷ ص ۲۶۷ جواد ش ۲۶۹)

۲۔ انساب بلاذری ج ۵ ص ۲۹، تاریخ طبری ج ۵ ص ۵۶ (ج ۳۶۸ ص ۲۶۸ ج ۲۹) تاریخ کامل ج ۳ ص ۲۲ (ج ۲۶ ص ۲۲۲)

(البریۃ والخلیفہ ج ۷ ص ۱۵۳) (ج ۷ ص ۱۷۲) تاریخ ابن خلدون ج ۲ ص ۳۸۶ (ج ۳ ص ۵۸۸)

آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ عثمان نے ڈوبنے کو سننے کا سہارا کے مصدق جواب دیا ہے، عمومی فقیہہ بھی اسکی لچر بات نہ کہے گا ز کہ خلیفۃ اللہیں... مان لیا جائے کہ ان کی زوجی تھیں تو کون مہاجر ایسا نہ تھا خود رسول ﷺ بھی تھے تو انہوں نے پوری کیوں نہ پڑھی، صرف اسلئے کہ شریعت نے مطلقاً مسافر کو قصر پڑھنے کا حکم دیا اس سلسلے میں ابن حجر اور ابن قیم کی صفائی تھی بہل ہے، بات وہی ہے جو عثمان نے کبھی کہ میں نے اپنی رائے سے یہ کام کیا ہے۔ کچھ لوگوں نے کہا جہاں بھی ہو مرتبہ ولایت پر فائز ہے اس لئے حکم کے حکم میں ہے، وہ اپنی مملکت میں ہر جگہ وطن کی حالت میں ہے، ظاہر ہے کہ یہ لچر جواب لغوی بنیاد پر دیا گیا ہے جب کہ حکم اور فتویٰ شرعی بنیاد پر ہوتا ہے۔

شریعت کا حکم تو یہ ہے کہ مسافر کو قصر کا حکم عزیمت نہیں ہے رخصت ہے، محبت الدین طبری نے ریاض الحضر و میں لکھا ہے کہ، قصر نماز کا حکم ثابت ہے، مخصوص شرعیہ اور مأثورات نبویہ ثابت نہیں، صحابہ کے اقوال بھی ہیں، حضرت عمر، یعنی بن امیہ، عبداللہ بن عمر، بن عباس، ابن مسعود، اور حفص بن عمر کا فیصلہ یہ کہ جو شخص سفر میں چار رکعت نماز پڑھے اسے دوبارہ نماز پڑھنی چاہئے، کیوں کہ مسافر کی نماز دو ہی رکعت ہے۔ صفائی دینے والوں کو یہ بات نظر انداز نہ کرنا چاہئے کہ نفس کے مقابلے میں اجتہاد کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

بزرگوں کا دین و قتی سیاست تھا

خلیفہ کی متذکرہ حرکت کے علاوہ دوسرے صحابہ کے بے شمار حرکات کو دیکھتے ہوئے ہم پر یہ بات پوچھی، درست ہو جاتی ہے کہ صحابہ کا دین و قتی سیاست تھا انہیں احکام خدا اور رسول ﷺ سے کوئی دوچیز نہ تھی، ورنہ کیا جسے ہے کہ حکم شریعت کے باوجود حکم خلیفہ کی خلافت کو شرکجھتے ہیں، عبداللہ بن عمر جماعت میں چار رکعت پڑھتے ہیں مگر آکر اسی کو دور کرت پڑھتے ہیں جبکہ حدیث رسول ﷺ ہے کہ ریاد بدعت سے پاک عمل ہی خدا کے یہاں مقبول ہے یہ عبداللہ بن مسعود ہیں جو سفر میں قصر پڑھتے ہیں لیکن عثمان کی خلافت کے ذر سے متی میں پوری پڑھتے ہیں ”یہ عبد الرحمن بن عوف ہیں جو قصر پڑھتے ہیں، عثمان کو قاتل

کرتے ہیں کہ ان کی حرکت غلط ہے پھر ابن مسعود سے بات کرنے کے بعد پوری پڑھنے لگتے ہیں، (۱) دوسری طرف حضرت علیؓ ہیں جو منیٰ میں لوگوں کے اصرار پر فرماتے ہیں کہ کہو تو اس طرح نماز پڑھاؤ جس طرح رسول ﷺ پڑھتے تھے، لوگ کہتے ہیں کہ نہیں ہم مٹان والی نماز چاہتے ہیں اور علیؓ اس سے انکار کر دیتے ہیں!! (۲) تھی ہاں ان خلفاء کا دین اپنی رایوں اور خواہشات کا پابند تھا، وقتی سیاست کے تحت امر و نبی پر عمل ہوتا تھا، اس نے وقت کے ساتھ احکام بھی بدلتے رہتے تھے، رسولؐ کی شریعت سہلہ کے مقابل خلیفہ کا ارشاد ہوتا تھا کہ میں اک بات کہہ رہا ہوں اگر صحیح ہو تو خدا کی طرف سے ہے اور غلط ہو تو میری طرف سے ہے (۳) وہ بھبھ کو پانی نہ ملے تو قیم بجائے نماز چھوڑنے کا حکم دیتے تھے نماز کی پہلی رکعت میں سورہ حمد چھوڑ دیتے تھے آخری رکعت میں دہرا دیتے تھے۔ (۴) بعد عصر نئی نماز سے روکتے تھے۔ (۵) کم از کم سو فیلے ایسے کے جو ایک دوسرے کے خلاف تھے، دونوں متعدد جو عہد رسولؐ میں رائج تھے حرام کر دیا۔ (۶) ایک روایت میں ہے کہ تین چیزوں میں زمانہ رسول ﷺ میں رائج

۱۔ انساب بلاذری ج ۵ ص ۲۹، تاریخ طبری ج ۵ ص ۵۶ (ج ۳۲۸ حادث ۲۹) تاریخ کامل ج ۳ ص ۲۲ (ج ۲۲۲)

البدایہ والحدایہ ج ۷ ص ۱۵۳ (ج ۷ ص ۱۷۳) تاریخ ابن خلدون ج ۲ ص ۳۸۶ (۵۸۸)

۲۔ اکمل ابن حزم ج ۳ ص ۲۷۰، ذیل سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۳۳

۳۔ المصنف عبد الرزاق (ج ۳۰ حديث ۱۹۹) المصنف ابن الیثیر (ج ۱۱ ص ۳۱۵ حدیث ۱۱۲۳۶) سنن داری ج ۲ ص ۳۶۵

تفسیر طبری ج ۲۰ ص ۲۸۲ (مجلد ۳ ج ۲۸۲) سنن بیہقی ج ۶ ص ۲۲۲ کنز الہمال ج ۲ ص ۲۰ (ج ۱۱ ص ۷۹ حدیث ۱۰۱۹۱) تفسیر

ابن کثیر ج ۱۱ ص ۳۲۰ تفسیر خازن ج ۱۱ ص ۳۲۱ (ج ۱۱ ص ۳۲۲) اعلام الواقعین ص ۲۹ (ج ۱۱ ص ۲۷)

۴۔ سنن الی داود ج ۱۱ ص ۵۲ (ج ۱۱ ص ۸۸۸) سنن ابن ماجہ ج ۱۱ ص ۲۰۰ (ج ۱۱ ص ۱۸۸ حدیث ۵۲۹) سنن احمد ج ۳ ص

۵۔ (ج ۱۱ ص ۳۲۹ حدیث ۱۷۸۶) سنن نسائی ج ۱۱ ص ۵۹ (ج ۱۱ ص ۱۳۲ حدیث ۲۰۲، ۳۰۵) سنن بیہقی ج ۱۱ ص ۲۶۵

۶۔ سعی سلم ج ۱۱ ص ۳۱۰ (ج ۱۱ ص ۲۲۷ حدیث ۲۰۲) کتاب ملاۃ المسافرین) مسن احمد ج ۳ ص ۱۰۵، ۱۰۶ (ج ۵ ص ۱۱۵ حدیث ۱۶۳۹۶)

۷۔ حدیث ۹۱ (۱۶۵۸۸) الموطا ج ۱۱ ص ۹۰ (ج ۱۱ ص ۲۲۱ حدیث ۵۰ کتاب الفرقان) اباجاہ زرکشی ص ۹۲، ۱۹ (۸۲، ۸۳) جمیع الزروانی

۸۔ ح ۱۰۵ تفسیر ابوسول ج ۲ ص ۲۹۵ (ج ۱۱ ص ۳۵۲ حدیث ۷) ح الباری ج ۱۱ ص ۵۱، ۵۰، ۵۱، ۵۲ (ج ۱۱ ص ۲۱۲) ح ۱۱ ص ۲۲۲

۹۔ ح ۱۰۵ کنز الہمال (ج ۱۱ ص ۳۵۲ حدیث ۷) ح ۱۱ ص ۲۲۲، ۲۲۵ (ج ۱۱ ص ۲۸۲، ۱۸۳) ح ۱۱ ص ۱۷۹، ۱۷۸ (ج ۱۱ ص ۲۲۷، ۲۲۸) ح ۱۱ ص ۲۲۷، ۲۲۸

۱۰۔ شرح المواصب زرقانی ج ۸ ص ۲۲۳ شرح الموطا زرقانی ج ۱۱ ص ۲۹۸ (ج ۱۱ ص ۳۹۸ حدیث ۵۱۹)

۱۱۔ سعی سلم ج ۱۱ ص ۳۹۵ حدیث ۷) کتاب الکاشن بیہقی ج ۱۱ ص ۲۰۶

تھیں میں انھیں حرام کرتا ہوں۔ (۱) اذان کے بعد دوسری بدعت جاری کی، علیٰ کو حجۃ الحج سے منع کیا تو حضرت نے فرمایا: میں سنت رسول ﷺ نہیں چھوڑوں گا۔ گھوڑے کی زکاۃ لی جبکہ رسول ﷺ نے معاف کر دی تھی سنت کے خلاف عیدین کا خطبہ پہلے پڑھا۔

اور یہ حضرت معاویہ ہیں جنہوں نے رسول ﷺ کی سنت کے مطابق ظہر کی نمازِ منی میں قصر پڑھی، پھر مردان اور پسر عثمان نے سمجھایا کہ آپ نے چھیرے بھائی کی مخالفت کی تو اعتراف کے باوجود پوری نماز پڑھی، بھائی کی بدعت زندہ کی اور شریعت مصطفوی کا تماشہ کیا، کنیزوں میں جمع بین الانھین کو جائز کیا (۲) سود جائز کیا (۳)، عیدین میں اذان کہلوائی جبکہ اذان نہیں ہے۔ (۴) عکسیرۃ الاحرام میں کمی کی چور کے ہاتھ کا نئے میں تفسیر کی (۵) عیدین کا خطبہ پہلے پڑھا امیر المؤمنین حضرت علیٰ پر لعنت کی رسم جا ری کی۔ شرم، شرم، شرم۔

۳۔ خلیفہ نے حدود معطل کئے

ابو سحاق اور واقدی لکھتے ہیں کہ ولید بن عقبہ نے شراب پی کر دور کعت نماز پڑھادی، پھر لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر پوچھا: کہ تو اور زیادہ پڑھاؤں سب نے کہا: میں نہیں ہم نے نماز پڑھلی، پھر ابو نینہ اور حدب بن زہیر نے نئے کی حالت کا مشاہدہ کر کے اسکی انگوٹھی اتار لی۔ عثمان کے پاس چار آدمی شکا بیت لیکر آئے، ابو نینہ، جندب، ابو حینیہ، اور حبیب، اور صعب، بن جثامة، عثمان نے گواہوں کو ڈرا دھکا کر بھگا دیا۔ ابو نینہ سے پوچھا: کیا تم نے میرے بھائی کو شراب پیتے دیکھا؟ انہوں نے کہا: نہیں۔ بلکہ میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ نئے کی حالت میں تھے کہ اس حالت میں اسکی انگوٹھی اتار لی پھر یہ گواہ

۱۔ شرح تحریر توقیعی (ص ۲۸۲) الصراط المستقیم (ج ۲ ص ۲۷)

۲۔ در منثور ج ۲ ص ۲۷ (ج ۲ ص ۲۷)

۳۔ اختلاف الحدیث شافعی طبیوع بر حاشیہ کتاب الامم ج ۲ ص ۲۳ (۲۸۰)

۴۔ کتاب الامم شافعی ج ۱ ص ۲۰۸ (ج ۱ ص ۲۲۵)

۵۔ احکام سلطانیہ مادری ص ۲۱۹ (ج ۱ ص ۲۲۸) البدلیہ و التحلییہ ج ۸ ص ۲۶ (ج ۸ ص ۱۳۵)

عائشہ سے شکایت کرنے لگے تو ان کے اور عثمان کے درمیان توتلوں میں میں ہوئی، عثمان نے گواہوں کو کوڑے بھی مارے تو بھی گواہ علی کے پاس آئے۔ علی نے بھی عائشہ کی طرح عثمان کو فہماں کی کہ تم نے حدود محظل کئے، پچھے گواہوں کو مارا، عمر نے کہا تھا کہ میں امیر اور آل ابی معیط کو لوگوں کی گردان پر مسلط نہ کرنا، عثمان نے کہا: میں کیا کروں؟ حضرت علیؑ نے فرمایا: تمہیں اس کو مزروع کرنا چاہیے۔ پھر بھی اسے کوئی عہدہ نہ دو۔

عائشہ اور عثمان سے بھی بڑی نوک جھوٹک ہوئی، عثمان نے کہا تم کون ہو تمہیں گھر میں چلی بیٹھنے کا قرآن میں حکم ہے پھر لوگوں میں بحث و مباحثہ اور جوتی بازی ہوئی، رسول خدا ﷺ کے بعد اسلام میں پہلی جوتی بازی اسی وقت ہوئی۔ متعدد طریقوں سے روایت ہے کہ علیؑ دلخواہ زیر نے عثمان سے کہا کہ آپ سے منع کیا گیا تھا کہ ولید کو حکراں نہ بنا، نتیجہ آپ نے دیکھا کہ اس نے شراب پی کر نماز پڑھائی علیؑ نے فرمایا: ولید کو مزروع کر کے اس پر حد جاری کرو چنانچہ عثمان نے سعید بن عاصی کو حکراں بنا دیا، سعید نے جا کر منبر کو عسل دیا اور دارالامارہ کی طہارت کی، ولید آیا تو عثمان نے حد جاری کرنی چاہی۔ ایک قریبی مار نے آیا تو ولید نے قسم دے کر کہا کہ قطع رحمی نہ کرو ورنہ امیر المؤمنین عثمان تم پر غضبان ک ہوں گے، جب یہ حالت دیکھی تو علیؑ نے کوڑا لے لیا اور حسنؐ کے ساتھ اس پر حد جاری کرنے لئے، ولید نے حضرت علیؑ سے بھی گزگزدا کر قطع رحمی کا عذر کیا۔ امام حسنؐ نے عرض کی باباجان ولیدؑ کی کہتا ہے۔ علیؑ نے فرمایا: اگر حد جاری نہ کروں تو مومن نہ رہ جاؤں پھر دو ہری چھڑی سے اس کو مارا۔ ولید نے حضرت کو گالی دی۔ ایک روایت میں ہے کہ ولید نے رشتہ داری کا واسطہ دیا تو علیؑ نے فرمایا: اے ابو ہبہ چپ ہو جا، میں اسرائل اسی لئے ہلاک ہوئے کہ انہوں نے حدود محظل کر دیئے تھے، پھر اسے کوڑے سے مارا۔

ابو حتفہ اور آغا نی وغیرہ میں ہے کہ ولید نے نماز صبح نشی کی حالت میں پڑھائی اور لوگوں سے کہا کہ تو اور زیادہ پڑھا دوں یہ سن کر عتاب نے کہا: جھمیں بھلانی نہ ہو، میں کرو پھر سنگریز دوں سے مار کر کہا: بخدا مجھے حیرت اس پر ہے جس نے تمہارے میسے کو حکراں بنا دیا۔ یزید اور معتقل وغیرہ نے کہا کہ عثمان نے اپنے بھائی کی عزت افزائی کر کے امت محمد ﷺ کو ذلیل کر دیا۔ حلیہ نے کچھ اشعار کہے۔

آنٹی میں ہے کہ ولید زنا کار اور شرابی تھا اس نے نئے میں نماز صحیح پڑھائی اور چار رکعت پڑھا کے لوگوں سے پوچھا کیا اور پڑھادوں، مستی میں یہ شعر پڑھ رہا تھا کہ میرا دل چنگ درباب میں انکا ہے جب کہ جوانی رخصت ہو چکی ہے۔ مدائی کے مطابق کونے کے اکثر لوگ ولید کی فکایت لے کر آئے تو عثمان نے سب کو خفتہ ذات پڑائی اور سارا یہاں اور حد جاری کرنے سے انکار کیا جب کہ عائشہ طلحہ وزیر اور حضرت علیؓ نے حد جاری کرنے پر اصرار کیا آخر میں نے حد جاری کی۔

تفصیلات کے لئے دیکھئے۔ مندادہ، سنن بیہقی، تاریخ یعقوبی، کامل بن اثیر، اسد الغابہ، ابو الفداء، اصحابہ، تاریخ الخلفاء۔ (۱) سیرۃ حلیہ (۲) میں ہے کہ سجدے میں کہہ رہا تھا مجھے خوب پلا محاب میں چالیا کہو تو اور پڑھادوں، ابن مسعود نے لکارا، خدا تمہارا اور جس نے تمہیں حکمراں بنایا دونوں کا برا کرے۔ (۳)

۲۔ خلیفہ کے حکم سے تیسری اذان

بخاری وغیرہ میں سائب بن زید کا بیان ہے کہ زمانہ رسول ﷺ اور عہد ابو بکر و عمر میں جمع کی اذان اس وقت ہوتی تھی، جب امام گھر سے نماز کے لئے نکل پڑتا تھا یا کبھی نماز کے وقت اذان ہوتی تھی لیکن عثمان کے زمانے میں لوگ زیادہ ہو گئے تھے اس لئے تیسری اذان بھی بڑھادی گئی جو آج تک باقی

۱۔ مندادہ ح ۱۳۳ (ج ۱ ص ۲۲۳ حدیث ۱۲۲۲) تاریخ یعقوبی ح ۲۲ ص ۱۲۲ (ج ۱ ص ۱۶۵) سنن بیہقی ح ۸ ص ۳۱۸، تاریخ کامل ح ۲۲ ص ۲۲ (ج ۲ ص ۲۲۶ حدیث ۳۰) اسد القابض ح ۵ ص ۹۶، ۹۷ (ج ۵ ص ۲۵۲ نمبر ۵۳۶۸) انساب بلاذری ح ۵ ص ۳۳، سعی سلم (ج ۳ ص ۵۲۹ حدیث ۲۸ کتاب الحدود) تاریخ ابواللہ اور ح ۱ ص ۶۷، الاصماظ ح ۳ ص ۲۲۸، تاریخ الخلفاء ح ۱ ص ۱۰۲ (۱۳۳)

۲۔ السیرۃ الخلیفیة ح ۲۲ ص ۳۱۲ (ج ۲ ص ۲۸۲)

۳۔ الحدیث الفرید ح ۲۲ ص ۱۱۹ (ج ۲ ص ۲۷۳) سعی بخاری مذاقب عثمان (ج ۳ ص ۱۲۵) حدیث ۲۲۹ (ج ۲ ص ۲۲) سعی الباری ح ۷ ص ۲۲ (ج ۷ ص ۵۶) تاریخ طبری ح ۵ ص ۶۱، ۶۰ (ج ۳ ص ۲۷) الاعانی ح ۳ ص ۱۷ (ج ۵ ص ۱۳۹، ۱۳۲) اتحاب ح ۲ ص ۶۰ (الضم الراجح ص ۵۵ نمبر ۲۷۱)

(۱) ہے۔

بخاری وابوداؤد میں ہے کہ جم德 کی اذان اس وقت ہوتی جب امام نمبر پر ہوئی جو جاتا تھا، یہ طریقہ زمانہ رسول اللہ ﷺ اور عہد ابو بکر و عمر میں رائج تھا، لیکن عثمان نے لوگوں کی کثرت کی وجہ سے تیری اذان کا بھی محلہ و بازار میں حکم دیا جو آج تک کمی جاتی ہے۔ یہی مفہوم بلاذری، ابن حجر، شوکانی، عینی وغیرہ (۲) نے لکھا ہے کہ پہلی اذان کی بدعت عثمان نے ایجاد کی تاکہ بازار کے لوگوں کو پتہ چل جائے، یہ بھی کہا گیا ہے کہ مکہ میں اذان کی بدعت جو جنے اور بصرہ میں زیاد نے ایجاد کی۔

علام امیم قرماتے ہیں کہ لوگوں کی کثرت سے مراد ایامِ خلافت میں کثرت ہے یا تمام عالم میں؟ اگر تمام دنیا مراد ہے تو اس کے لئے تو ایک ہزار اذانیں بھی ناکافی ہیں۔ اگر صرف مدینہ مراد ہے تو یہ اس وقت صحیح ہو گا کہ ایک ہی وقت میں تمام شہر کے مختلف حصوں میں بہت سے موذان اذان دیں، نہ یہ کہ اذان واقامت کے بعد ایک ہی جگہ تیری اذان شروع کرو دی جائے۔

اس سے کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا، چنانچہ ترکمانی نے سن کبری کی شرح میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے، اسی لئے صحابہ نے عثمان کی بدعت پر تنقید کی تھی متعدد موذنوں کی تقریبی عثمان ہی کی خصوصیت نہیں بلکہ یہ رسول خدا ﷺ کے عہد میں بھی ہوا ہے چنانچہ بلاں، این مکوم تھے۔ (۳)

صحابہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ عثمان نے جو بدعت کی تھی وہ یہ کہ تیری اذان ایجاد کی تھی۔ (۴)

۱۔ صحیح بخاری بح ۲۲ مص ۹۶، ۹۵ (بح اص ۳۰۹ حدیث ۸۷۸، ۸۷۰) (بح اص ۶۸) صحیح ترمذی بح اص ۶۸ (بح ۲۲ مص ۳۹۲ حدیث ۵۱۶) سنن البی داود بح اص ۱۷ (بح اص ۲۸۵ حدیث ۱۰۸۷) سنن ابن ماجہ بح اص ۳۳۸ (بح اص ۳۵۹ حدیث ۱۱۲۵) سنن نسائی بح ۳۰ مص ۱۰۰ (بح اص ۲۷۲ حدیث ۹۱۷۰۰) کتاب الام شافعی بح اص ۱۷۲ (بح اص ۱۹۵ سنن تیمی بح اص ۳۲۹، ۳۲۸، ۳۲۷، ۳۲۶، ۳۲۵، ۳۲۴، ۳۲۳، ۳۲۲، ۳۲۱) طبری بح ۵ مص ۶۸ (بح ۳۲ مص ۲۸ حدیث ۲۰۷) تاریخ کامل بح ۳ مص ۲۸ (بح ۲۲ مص ۲۵۳ حدیث ۲۰۷) فیض الالہ الالک بقاوی بح اص ۱۹۲ (بح اص ۲۰۱) (بح اص ۲۰۱)

۲۔ انساب بلاذری بح ۵ مص ۳۹ (فتح الباری بح ۲۲ مص ۳۱۵) (بح ۲۲ مص ۳۹۲) مثل الاوطار بح ۳ مص ۳۲۲ (بح ۲۲ مص ۲۹۸) المصطف ابن البی شیر (بح ۲۲ مص ۳۸ حدیث ۳) عمرۃ القاری (بح ۲۲ مص ۲۱۱)

۳۔ شرح سنن تیمی بح اص ۳۲۹

۴۔ احمد الکبیر (بح ۷ مص ۱۳۵ حدیث ۲۶۳۲)

جی ہاں! خلیفہ نے حکم خدا کے ساتھ گستاخی کا دروازہ کھولا پھر ان کے بعد محاویہ، زیاد اور مروان نے بھی اپنی خواہشات کے مطابق شریعت کے ساتھ کھلواڑ کر دیا، ابتداء کرنے والا ہی بڑا ظالم ہے۔

۵۔ خلیفہ نے مسجد الحرام کی توسعہ کی

تاریخ طبری (۱) میں رَبِّوَ کے حادث میں مرقوم ہے کہ اس سال مسجد الحرام کی توسعہ کی اور جن پڑوسیوں نے وہاں سے اپنا مکان منتقل کرنے سے انکار کیا، انہیں عثمان نے زبردستی بیت المال سے رقم ادا کر کے بنا دیا، وہ لوگ اجتماعی احتجاج کرنے لگے تو سب کو قید کرنے کا حکم دیا اور کہا کہ تم لوگ میرے حکم کی وجہ سے جری ہو گئے ہو۔ عمر نے یہی کام کیا تھا تو تم نے احتجاج نہیں کیا تھا۔ (۲)

انساب بلاذری میں ہے کہ عثمان نے توسعہ کی تو اپنے مال سے دس ہزار درہم دیئے لوگوں نے کہا کہ عثمان نے مسجد رسول ﷺ کی توسعہ کر کے سنت بدل دی۔ (۳)

تبصرہ اعلیٰ

گویا خلیفہ کے نزدیک حق ملکیت کوئی معنی نہیں رکھتا۔ گویا ان کے کان میں یہ حدیث رسول گیس پڑی تھی کہ کسی مسلمان کا مال یعنی جائز نہیں جب تک وہ خوشی سے نہ دیدے۔ (۴)

خلیفہ نے عہد عمر میں دیکھ لیا تھا کہ عباس کے احتجاج پر عمران گئے تھے۔

۶۔ معنی الحج کے متعلق خلیفہ کی رائے

بخاری میں مروان بن حکم سے مردی ہے کہ میں نے عثمان اور علیؑ کے متعلق سن کر عثمان حداجنگ سے

۱۔ تاریخ طبری ج ۲ ص ۲۵ (ج ۲ ص ۲۵)

۲۔ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۶۲ (ج ۲ ص ۱۶۲) تاریخ کامل ج ۲ ص ۲۹ (ج ۲ ص ۲۲۲ حادث ۲۲۲)

۳۔ انساب بلاذری ج ۵ ص ۲۸

۴۔ صحیح البخاری ج ۲ ص ۱۳۳ (حدیث ۲۷۲) ج ۲ ص ۱۱۱ (حدیث ۲۲۳)

لوگوں کو منع کر رہے تھے اور علی نے جب دیکھا تو اپنے اہل کو جمع کر کے عمرہ اور حج کے لئے لیک کہا یہ دیکھ کر عثمان نے علی سے کہا: کہ میں منع کر رہا ہوں اور آپ وہی کر رہے ہیں۔ علی نے فرمایا: کہ کسی آدمی کے کہنے سے سنت رسول ﷺ نہیں چھوڑوں گا۔

سنداحمد میں ہے کہ مردان اور عثمان نے ایک شخص کو دیکھا کہ تلبیہ کہہ رہا ہے، عثمان نے پوچھا: کون ہے؟ کہا گیا: علی ہیں۔ عثمان نے کہا: میں نے منع کیا ہے اور آپ وہی کر رہے ہیں۔ علی نے فرمایا: ہاں۔ میں تم جیسوں کے کہنے پر سنت رسول ﷺ نہیں چھوڑوں گا۔ جنکی مفہوم سعید بن میتب اور عبد اللہ بن نہتین سے بھی مردی ہے۔ (۱)

تبرہہ ایمی:

ہم نے عمر کے حالات میں (علم عمر کے نایاب کارناموں میں) حدۃ انہج کو قرآن و سنت سے تفصیل انداز میں ثابت کیا ہے اس کو منسون خرجنے والی کوئی آیت نہیں اتری، نہ رسول ﷺ نے منع کیا، عثمان خود اپنی رائے سے لوگوں کو منع کر رہے تھے، ظاہر ہے کہ علیؑ نے رسول ﷺ کے دو شریعت کے تحفظ کے سلسلے میں حکم عثمان کی مخالف کر رہے تھے، حضرت علیؑ نے جو حجاب دیا کہ ہم نے رسول ﷺ کے ساتھ حج تصحیح کیا (صحیح مسلم) یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ حجۃ الوداع میں جبکہ ایک لاکھ سے زیادہ مصحابہ تھے، حج تصحیح ہوا پھر اس سے روکنے کا عثمان کو کیا تھا یہ وہ پختا ہے۔

۷۔ خلیفہ نے قصاص معطل کیا

کراشی نے ادب القناییں نقل کیا ہے کہ عبد الرحمن بن ابی بکر کہتے ہیں کہ بعد قتل عمر ایک دن میں جارہاتھا کہ دیکھا ہر مزان اور ٹھیکہ دایلو لو باہم راز دارانہ گفتگو کر رہے ہیں، جمع دیکھا تو اٹھ کر مزے

۱۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۶۹، ۶۱ (ج ۲ ص ۶۵۷ حدیث ۱۳۸۸) صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۳۹ (ج ۲ ص ۲۸ حدیث ۱۵۸ کتاب الحج)
سنداحمد ج ۱ ص ۹۵، ۶۱ (ج ۱ ص ۹۸ حدیث ۲۲۳، ۱۵۲، ۱۵۳ حدیث ۲۵۷) سنن نسائی ج ۵ ص ۱۵۲، ۱۵۳ (ج ۲ ص ۲۳۵ حدیث ۲۰۳) المسند رک علی الحسن ج ۱ ص ۳۷۲ (ج ۲ ص ۲۲۳ حدیث ۲۵۷) تیریۃ المصلح ج ۱ ص ۲۸۲ (ج ۱ ص ۲۲۲)

ہوئے اور ان کی گود سے دو پھل کا خجرا زمین پر گرد پڑا اسی سے عمر کو قتل کیا تھا۔ عبید اللہ بن عمر نے جمپٹ کر اس خجرا کو لے لیا اور اس سے ہر مزان اور ابوالولوکی چھوٹی بیٹی ہفہینہ کو قتل کر دیا، پھر ایسا پاگل ہو گیا کہ جیسے تمام مدینہ کے غلاموں کو قتل کر دے لے گا، عمر و عاص نے عثمان سے مل کر کہا کہ یہ حادث آپ کے زمانے میں ہوا، یہ خون ضائع جانا نہیں چاہیے۔

اس روایت کو ادنیٰ تغیر کے ساتھ تاریخ طبری، ریاض نظرۃ اور اصحابہ میں دیکھا جا سکتا ہے۔ (۱) انساب بلاذری میں ہے کہ عثمان نے منبر پر خطبہ دیا کہ لوگوں میں خطیب نہیں ہوں، اگر زندہ رہا تو اچھی طرح خطبہ بنا کر پیش کروں گا انشاء اللہ۔ صور تعالیٰ یہ ہوئی کہ عبید اللہ نے ہر مزان کو قتل کر دیا ہے اور ہر مزان مسلمان تھا۔ اس کا کوئی وارث سوائے مسلمانوں کے نہیں ہے اور میں تم لوگوں کا امام ہوں، میں نے عبید اللہ کو معاف کیا، کیا تم لوگ بھی معاف کرتے ہو؟ سب نے کہا: ہاں۔ (۲)

اس وقت حضرت علیؑ نے کہا کہ بد کار کوسز الٹنی چاہیے اس نے ایک مسلمان کو بے خطاں کیا ہے پھر عبید اللہ کی طرف رخ کر کے فرمایا کہ اے بد کار اگر میں نے کچھ پر قابو پالیا تو ہر مزان کے بد لے میں تجھے ضرور قتل کروں گا۔ تاریخ یعقوبی (۳) میں ہے کہ خطبہ عثمان کے بعد لوگ ان پر تنقید کرنے لگے تو عثمان نے عبید اللہ کو کوفہ منتقل کر دیا اور وہاں ان کا مقام بنوادیا ہے کوینہ بن عمر کہا جاتا ہے۔

بیہقی سن کبری (۴) میں لکھتے ہیں کہ جب عمر زخمی ہوئے تو عبید اللہ نے جمپٹ کر ہر مزان کو قتل کر دیا جب عمر کو معلوم ہوا تو پوچھا: اے کیوں قتل کیا؟ جواب دیا: اس نے میرے باپ کو قتل کیا ہے۔ پوچھا: اس کا کیا شہوت ہے؟ کہا کہ میں نے واقعہ قتل سے پہلے اس کو دیکھا تھا کہ ابوالولو سے تخلیہ میں بات کر رہا تھا اسی نے قتل کا حکم دیا تھا۔ عمر نے کہا کہ اگر میں مر جاؤں تو عبید اللہ سے شہوت طلب کرنا اور شہوت مل جائے تو میرے خون کا بدلہ ہو جائے گا اور اگر شہوت نہ دے سکے تو عبید اللہ کو قید کر دیا، جب عمر رکھے

۱۔ تاریخ طبری ج ۵ ص ۲۲ (ج ۳ ص ۲۲۰ حادث ۲۳) ریاض المختصر ج ۲ ص ۱۵۰ (ج ۳ ص ۸۹) الاصابہ ج ۳ ص ۶۱۹

۲۔ انساب بلاذری ج ۵ ص ۲۲

۳۔ سنہ بیہقی ج ۲ ص ۱۳۱ (ج ۲ ص ۱۶۳)

۴۔ سنہ بیہقی ج ۲ ص ۱۱

تو عثمان سے کہا گیا کہ آپ دیست عمر پر عمل بکھجے عثمان نے پوچھا: ہر زمان کا ولی کون ہے؟ کہا گیا: آپ ہی ہیں، عثمان نے کہا: تو میں عبید اللہ کو معاف کرتا ہوں۔

طبقات ابن سعد (۱) میں ہے کہ عبید اللہ نے ابولولوکی بیٹی کو قتل کیا جو مسلمان تھی، پھر وہ تمام مدینے کے قیدیوں کو قتل کرنے کا عزم ظاہر کرنے لگا، چنانچہ مہاجرین اور لین نے اسے پکڑ کر قید کر لیا، عمر و عاص نے اس کی پیشانی پکڑ کر تواریخ میں لی، ایک روایت میں ہے کہ سعد بن ابی و قاص نے عبید اللہ کی پیشانی پکڑ کر قید کیا۔ عمر و عاص نے بات بنا کر اس کے ہاتھ سے تواریخ میں لی، اس سے پوچھا گیا کہ تم نے کیوں قتل کیا قید کیا۔ عمر و عاص نے بات بنا کر اس کے ہاتھ سے تواریخ میں لیکن عبید اللہ کو قتل کیا جائے لیکن عمر و عاص نے عثمان سے بات کی اور چھڑالیا، حضرت علیؑ نے فرمایا کہ اگر میں عبید اللہ پر قابو پاؤں گا تو اس سے ضرور قصاص الوں گا۔

ابن حجر الخاکی بیان ہے کہ عثمان نے لوگوں سے رائے مانگی، سب نے کہا کہ ہر زمان کو دیت دے دی جائے اور عبید اللہ کو قتل نہ کیا جائے، جب علیؑ کی بیعت کی گئی تو آپ نے عبید اللہ سے قصاص لینا چاہا لیکن عبید اللہ بھاگ کر معاویہ کے پاس چلا گیا اور جنگ صفين میں قتل ہوا۔ (۲)

تاریخ طبری (۳) میں بھی ہے کہ عثمان کی بیعت کے بعد عبید اللہ کا معاملہ خیش ہوا، انہوں نے مہاجرین و انصار سے رائے مانگی حضرت علیؑ نے قتل کا مشورہ دیا، بعض مہاجرین نے کہا کہ کل عمر قتل ہوئے آج ان کا میٹا قتل ہو گا، اس وقت عمر و عاص نے کہا: آپ بادشاہ ہیں، آپ ہی ولی ہیں، عثمان نے کہا: تو پھر میں معاف کرتا ہوں چنانچہ اس سلسلے میں زیاد بن لمبید نے اشعار بھی کہے۔

تبصرہ امیمی

تمام روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ کے اصرار کے باوجود قصاص نہیں لیا حالانکہ حضرت علیؑ نے قتل کا مشورہ دیا تھا، عثمان نے قرآن و سنت کے برخلاف محض اپنی رائے سے اور عمر و عاص جیسے مجہول

۱- طبقات ابن سعد ج ۵ ص ۸، ۱۰ (ج ۵ ص ۱۵، ۱۷)

۲- تاریخ کابل ج ۳ ص ۳۲ (ج ۳ ص ۲۲۶، ۲۲۷) انتساب (المیثاق ص ۱۰، ۱۱ نومبر ۱۸۱۷) مردم الذهب ج ۲ ص ۲۲ (ج ۳ ص ۲۰۳)

۳- تاریخ طبری ج ۵ ص ۳۱ (ج ۳ ص ۲۳۹)

النسب کے مشورہ سے عبد اللہ کو معاف کر دیا، تا موس اسلام کی اس پامانی پر کیا جواب دیں گے قاضی القضاۃ اور محبت طبری (۱) نے اس سلسلے میں عذر لائی بھی تراشے ہیں جو قطبی لمحہ ہیں۔

۸۔ جنابت کے متعلق خلیفہ کی رائے

صحیح مسلم (۲) میں عطاء بن یمار سے مردی ہے کہ زید بن جہنی نے عثمان سے پوچھا: جب کوئی مرد اپنی عورت سے جماعت کرے اور منی نہ لٹکے تو کیا کرے، عثمان نے کہا: نماز کے لئے وضو کرے اور پیشاب کا مقام دھولے میں نے رسول ﷺ سے ایسا ہی سنایا ہے، بخاری (۳) میں ہے کہ عثمان سے پوچھا گیا تو کہا کہ اس پڑھنیس ہے میں نے رسول ﷺ سے ایسا ہی سنایا ہے۔ پھر حضرت علی، زبیر، طلحہ اور بن کعب سے پوچھا گیا تو انہوں نے یہی جواب دیا مسند احمد (۴) اور سنن کبیری (۵) میں بھی ہے لیکن اس میں حدیث رسول ﷺ سے منہج نہ کیا ہے۔

تبرہ امیٰ:

یہ ہے خلیفہ کا مبلغ علم، آیت کہتی ہے کہ محب ہو جاؤ تو عسل کرو **و لا جنبا الا عاہری سبیل** حتی تغسلوا **۱** (۶) چنانچہ امام شافعی کہتے ہیں کہ اگر عورت سے جماع کرے اور منی نہ بھی لٹکے تب بھی عسل واجب ہے۔ (۷) حدیث بھی یہی کہتی ہے اگر دخول ہو جائے تو چا ہے ازالہ ہو یا نہ ہو عسل واجب ہے، پھر یہ کہ خلیفہ نے حدیث رسول ﷺ کی بھی بات کہہ دی، جب کہ ابو ہریرہ، ابو موسیٰ، عائشہ وغیرہ سے حدیث رسول ﷺ مردی ہے کہ جب دخول ہو اور ازالہ نہ بھی ہو تو عسل

۱۔ ریاض الحسنه ج ۲ ص ۱۵۰ (ج ۳ ص ۸۸)

۲۔ صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۳۲ (ج ۱ ص ۳۳۳ حدیث ۸۶ کتاب الحشر)

۳۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۰۹ (ج ۱ ص ۱۱۱ حدیث ۲۸۸)

۴۔ مسند احمد ج ۱ ص ۲۲، ۲۳ (ج ۱ ص ۱۰۱ حدیث ۲۵۰، ص ۱۰۳ حدیث ۳۶۰)

۵۔ سنن تیمی ج ۱ ص ۱۶۵، ۱۶۳

۶۔ کتاب الامم ج ۱ ص ۳۱ (ج ۱ ص ۳۶)

(نہاد ۳۲)

واجب ہو جاتا ہے سہی فتویٰ ابوالیوب انصاری اور ابوسعید خدری دیتے تھے۔ (۱)

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ جب ختنہ سے خندل جائے تو غسل واجب ہو جاتا ہے میں نے اور رسول خدا ﷺ نے ایسا ہی کیا پھر غسل کیا۔ (۲)

معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ نے یہ احادیث نہیں سن تھیں یا سن تھیں تو جان بوجہ کہ سنت کو نظر انداز کیا اس بنیاد پر تمام صحابہ و تابعین اور فقہا کا فیصلہ ہے کہ ختنہ سے خندل جانے پر غسل واجب ہو جاتا ہے، خواہ منی لکھے یا نہ لکھے اور ابی بن کعب کی یہ جو حدیث پیش کی جاتی ہے ابتداء میں پانی کی کمی کی وجہ سے اس کی رخصت تھی پھر غسل کا حکم دیا گیا، پکڑنے کی کمی کی وجہ سے رخصت تھی پھر بعد میں غسل کا حکم دیا گیا۔ تو یہ ممکن نہیں کہ ابی نے اس کی روایت کی ہو اور عثمان نے اسی بنیاد پر غسل نہ کرنے کا حکم دیا ہو، کیونکہ غسل کا حکم خلیفہ ثانی کے عہد میں پورے طور سے رائج تھا، جو لوگ حدیث ابی کا سہارا لیتے ہیں وہ محض فریب اور مکاری کر رہے ہیں۔ (۳)

ابن حزم نے الحجی میں حیرت انکا بات لکھی ہے کہ غسل نہ کرنے کا فتویٰ دینے والوں میں علیٰ، ابن عباس، ابی عثمان وغیرہ کا نام آتا ہے اور غسل کا حکم دینے والوں میں عائشہ، ابوبکر، عمر، عثمان، علیٰ، ابن عباس اور ابن مسعود کا نام آتا ہے، یہ ساری باتیں صرف اس لئے لکھی ہیں کہ خلیفہ کی حماقت طشت از بام نہ ہو۔ (۴)

۱۔ مجموع بخاری ج ۱۰۸ (ج اص ۱۰۸ حدیث ۲۸۷) مجموع مسلم ج ۱۳۲ (ج اص ۳۲۲ کتاب الحج) سنواری ج اص ۱۹۳، سنن بیہقی ج ۱۶۳، سنن احمد ج ۲۲ ص ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰ (ج ۲ ص ۳۲۲ حدیث ۷۱۵۷) ص ۲۳ حدیث ۲۹، م ۸۳۲۹ (۱۰۲ حدیث ۸۸۲۳) اکھلی ابن حزم ج ۲۲ ص ۲، مصائب الہند ج اص ۳۰ (ج اص ۲۱۲ حدیث ۲۹۲) الاعتبار ابن حازم ص ۳۰ (۱۲۰ تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۲۰۰ (ج ۵ ص ۳۲۲) تفسیر خازن ج اص ۲۷۵ (ج اص ۳۲۲) الموطا ج اص ۱۵ المددۃۃ الکبری ج ۳ (ج اص ۳۰)

۲۔ سنن ابن ماجہ (ج اص ۹۹ حدیث ۲۰۸) سنن احمد ج ۲۷ ص ۱۱۱، ۱۱۲، ۳۷ ص ۱۶۱ (ج ۷ ص ۲۷ حدیث ۲۳۲۸۶) ص ۱۶۲ حدیث ۲۳۲۹۶

۳۔ سنن داری ج اص ۱۹۲، سنن ابن ماجہ ج اص ۲۲ (ج اص ۲۰۰ حدیث ۲۰۹) سنن بیہقی ج اص ۱۶۵، الاعتبار ابن حازم ص ۳۲ (ص ۱۳۳)

۴۔ اکھلی ابن حزم ج ۲۲ ص ۲

۹۔ خلیفہ نے حدیث نبی چھپائی

مند احمد میں ابو صالح کا بیان ہے کہ میں نے منبر پر عثمان کو کہتے نامیں نے ایک حدیث رسولؐ تھی سے چھپائی تھی اس خوف سے کہ کہیں تم مجھ سے علیحدہ نہ ہو جاؤ، پھر میں نے فیصلہ کیا کہ تمہیں نامیں دوں تاکہ تم اپنے متعلق خود فیصلہ کرو میں نے رسول ﷺ کو فرماتے سنائے کہ خدا کی راہ میں محاذ جنگ کا ایک دن گھر کے ایک ہزار دنوں سے بہتر ہے۔ (۱)

اور مصعب کا بیان ہے کہ عثمان نے کینہ کے ذر سے حدیث چھپانے کا اذر کیا کہ خدا کی راہ میں ایک رات جنگ کا خوف ایک ہزار رات دنوں کے نماز اور روزے سے افضل ہے۔ (۲)

حران کے مطابق عثمان نے دھوکرتے ہوئے کہا کہ اگر قرآن کی آیت نہ ہوتی تو تم سے یہ حدیث بیان نہ کرتا، حدیث رسول ﷺ ہے جو شخص اچھی طرح دھوکر بے پھر نماز پڑھے تو دو نمازوں کے درمیانی گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں۔ (۳)

تبصرہ امیٰ:

امت کو تعلیم محمد سے بازرکھنے اور چھپانے کی جس قدر بھی نہ مت کی جائے کم ہے خاص طور سے جہاد، نماز کے متعلق۔ چنانچہ بے شمار احادیث میں ایسے لوگوں کی نہ مت ہے؛ جو حدیث چھپاتے ہیں ان پر تمام تخلوقات لعنت کرتے ہیں، قیامت میں آگ کی لام چھٹی حاصل جائے گی، ایسا شخص خزانہ چھپانے والے کی طرح منحوس ہے۔ دوسری طرف احادیث اور آثار شریعت کو نمایاں کرنے پر رسول صلی اللہ علیہ و آله وسلم کی دعا اور خدا کی نظر رحمت کا مردہ ہے، ممکن ہے کہ خلیفہ نے اپنے قبل کے خلفاء کی پیر وی میں حدیث چھپائی ہو جائیک خاص کیونے میں مخصوص نقطہ نظر والی احادیث کوختی سے چھپاتے تھے اور بیان نہیں کرنے دیتے تھے۔

۱۔ مند احمد ج ۱۵ ص ۱۵ (ج ۱۰۵ حدیث ۲۸۲)

۲۔ مند احمد ج ۱۶ ص ۲۵، ۶۱ (ج ۱۰۸ حدیث ۲۳۵، ج ۱۰۷ حدیث ۳۶۵)

۳۔ مند احمد ج ۱۶ ص ۵۷ (ج ۱۰۶ حدیث ۳۰۲)

۱۰۔ گھوڑوں کی زکوٰۃ کے متعلق خلیفہ کی رائے

انساب بلاذری (۱) میں زہری کا بیان ہے کہ عثمان گھوڑوں کی زکاۃ لیتے تھے، لوگوں نے احتجاج کیا کہ رسول خدا نے گھوڑوں اور غلاموں کی زکاۃ معاف کر دی سے۔ (۲)

تہذیب ادب

غیفہ کا یقتوی کتاب و سنت کے مخالف ہے، صحابت میں بیس سے زیادہ احادیث منتخب کر کے علامہ امینی نے درج کی ہیں۔ (۳)

۱۱۔ خلفہ نے عیدِ من میں نماز سے قبل خطبہ دیا

ابن حجر فتح الباری میں بروایت ابن منذر حسن بصری کا بیان نقل کرتے ہیں کہ سب سے پہلے قبل نماز عیدین عثمان نے خطبہ دیا، انہوں نے نماز پڑھا کر خطبہ دیا تو لوگ چلے گئے اس لئے ایسا کیا تھا کہ لوگ خطبہ بھی سنیں۔ ان کے آنے کے قبل ہی خطبہ شروع کر دیا۔ (۲)

۲۶-انساب پلاذری ج ۵ ص

^٨-**أكمل ابن حزم ج ٥ ص ٢٢٧، المصطفى عبد الرزاق (ج ٣ ص ٣٥ محدث ٢٨٨٨) تعلیق الآثار قاضی ابو يوسف**

نذری حج اس (۸۰ ص ۲۲ حدیث ۱۷۸) سنن الی و اکو درج اس (۲۵۳ ص ۸۰ حدیث ۱۵۹۳، ۱۵۹۵) سنن ابن ماجہ حج اس

(ج اس ۹۵۰ مدد ۱۸۱۳) سن نسائی ح ۵۵ مس ۲۷، ۳۶، ۳۵، ۳۴، ۳۲، ۳۰ (ج ص ۱۹، ۱۷، ۱۶ مدد ۷۲۷، ۷۲۵، ۷۲۳)

میں ۱۹۵ حدیث ۹۸۷ میں، ۲۱۲ حدیث ۱۱۰ میں، ۲۳۳ حدیث ۲۲۳ میں، ۲۳۵ حدیث ۲۲۴ میں، ۲۳۹ حدیث ۲۲۰ میں اور ۲۴۷ حدیث ۲۲۷ میں۔

کتابی از میرزا علی شفیعی که در سال ۱۲۷۰ هجری قمری در ایران منتشر شد.

سازمان اسناد و کتابخانه ملی ایران

سازمان اسناد و کتابخانه ملی

یہ وجہ مردان کی بدعت سے مخالف ہے، کیونکہ عثمان بنے پہلے اس لئے خطبہ دینا شروع کیا کہ لوگ نماز میں شامل ہو سکیں اور مردان اس لئے پہلے خطبہ دینا تھا کہ لوگ خطبہ کی تجھی سے مفترستے، جو گالیوں کے سر اور انہیں انہیں گالیاں دینا تھا اور بعض لوگوں کی حد سے زیادہ تعریف کرنا تھا۔ (۱)

تبصرہ اعلیٰ

سیرت رسول ﷺ میں بعد نماز خطبہ دینا ثابت ہے چنانچہ ترمذی کی صحیح میں ہے کہ اس پر تمام اہل علم اور اصحاب رسول ﷺ کا عمل تھا کہ بعد نماز خطبہ دیا جاتا تھا (۲) اس سے پہلے مردان نے بدعت کی، بعد نماز خطبہ کی روایت ابن عباس، (۳) ابو سعید خدری۔ (۴) عبداللہ بن ثابت۔ (۵) اور جابر بن عبد اللہ الصفاری کی ہے (۶) اور ابو عیید۔ (۷) کا بیان ہے کہ رسول خدا ﷺ نے بعد نماز عیدین خطبہ فرمایا: ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول ﷺ متواتر بعد نماز خطبہ دیتے رہے، اسی لئے ابو گرد عمر نے نیز حضرت علیؓ نے بعد نماز خطبہ دیا۔ (۸)

- ۱۔ نسل الادوار ج ۳ ص ۳۶۲ (ج ۲ ص ۳۲۵، ۳۲۲) تاریخ المسنی ابن شہر (ج ۱ ص ۱۳۵) تاریخ الخلفاء ص ۱۱ (ص ۱۵۲) حضرۃ الاوائل ص ۱۳۵
- ۲۔ سنن ترمذی ج ۱ ص ۷۰ (ج ۲ ص ۳۱۱ حدیث ۵۳۱)
- ۳۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۱۶ (ج ۱ ص ۵۲۵ حدیث ۱۲۸۱) صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۲۵ (ج ۲ ص ۲۸۳ حدیث ۲ کتاب صلاۃ العیدین) سنن ابی داود رج ۱ ص ۱۷۹، ۱۷۸ (ج ۱ ص ۲۹۷ حدیث ۱۱۳۲) سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۲۸۵ (ج ۱ ص ۳۰۶ حدیث ۱۲۷۳) سنن نبی مسیح ۳ ص ۱۸۳ (ج ۱ ص ۵۳۵ حدیث ۱۷۶۱) سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۹۶
- ۴۔ سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۲۸۹ (ج ۱ ص ۳۰۹ حدیث ۱۲۸۸) مذویۃ الکبریٰ ما لک ج ۱ ص ۵۵ (ج ۱ ص ۱۲۹) سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۷۷
- ۵۔ سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۳۸۶ (ج ۱ ص ۳۱۰ حدیث ۱۲۹۰) سنن ابی داود رج ۱ ص ۱۸۰، ج ۱ ص ۳۰۰ حدیث ۱۱۵۵) سنن نسائی ج ۳ ص ۱۸۵ (ج ۱ ص ۵۳۸ حدیث ۷۷۹) سنن بیہقی ج ۳ ص ۲۰۱، ۲۰۰ کلی ج ۵ ص ۸۲
- ۶۔ صحیح بخاری ج ۲ ص ۳۳۲ (ج ۱ ص ۲۳۲ حدیث ۹۲۵) صحیح مسلم ج ۱ ص ۲۲۵ (ج ۲ ص ۲۸۳ حدیث ۲ کتاب صلاۃ العیدین) سنن ابی داود رج ۱ ص ۱۷۸ (ج ۱ ص ۵۳۵ حدیث ۱۷۶۵) سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۹۸، ۲۹۶
- ۷۔ موطا ما لک ج ۱ ص ۱۳۷ (ج ۱ ص ۸۷) کتاب الام شافعی ج ۱ ص ۱۷۶ (ج ۱ ص ۱۹۲)
- ۸۔ کتاب الام شافعی ج ۱ ص ۲۰۸ (ج ۱ ص ۲۲۵) صحیح بخاری ج ۲ ص ۱۱ (ج ۱ ص ۳۲۷ حدیث ۹۲۰)

غدیر! قرآن حدیث اور حدیث میں حج ۷۸

کاش ہمیں معلوم ہو سکتا کہ نماز میں سنت خدا کیوں بدل گئی تھی امریہ خطبوں میں امیر المؤمنین پر سب دشمن کرتے تھے، اس لئے لوگ خطبے میں شریک نہیں ہوتے تھے، اسی لئے قتل نماز خطبہ شروع کیا گیا تاکہ لوگ مجبوراً خطبہ سنیں۔ (۱) مردان، معاویہ اور عثمان اس بدعت میں ذرا بھی خدا سے نہ ڈرے۔

قصاص و دیت کے بارے میں خلیفہ کی رائے

سنن بیہقی (۲) میں بطریق زہری روایت ہے کہ جذاہی نے شام کے بھٹی کو قتل کر دیا، یہ معاملہ عثمان کے سامنے چیز کیا گیا تو انہوں نے قتل کا حکم دے دیا، جب اس بارے میں زیر اور در درسرے اصحاب نے گفتگو کی تو قتل کا حکم واپس لے لیا اور ایک ہزار دینار اس کی دیت مقرر کر دی۔ (۳)

ابن عمر سے روایت ہے کہ ایک مسلمان نے ذمی کو جان بوجھ کر قتل کر دیا، جب مقدمہ عثمان کے پاس مگیا تو اسے قتل نہیں کیا بلکہ مسلمان کے برابر دیت متعین کر دی۔ ابو عامش خحاک نے دیات میں لکھا ہے کہ جن لوگوں کا نظر یہ ہے کہ کافر کے بد لے مسلمان کو قتل کیا جائے ان میں عمر بن عبد العزیز، ربان بن عثمان اور عبد اللہ ہیں اور جو لوگ ذمی کی دیت مسلمان کے برابر قرار دیتے ہیں، ان میں عثمان ہیں۔ (۴)

تبصرہ امیٰ

سخت تبعیب کی بات ہے کہ خلیفہ حبی کافر کے بد لے مسلمان کو قتل کرتے ہیں اور کافر کی دیت مسلمان کے برابر قرار دیتے ہیں، یہ دونوں باتیں جنت و سنت سے متصادم ہیں، کون خلیفہ زیر کی رائے پر اپنا فیصلہ بد لے گا؟ کافر کے بد لے مسلمان کو قتل نہ کرنے میں امیر المؤمنین کی حدیث اور امام شافعی کا فتویٰ یہ یکہ

۱۔ الحکیم ابن حزم ح ۵ ص ۸۶، بیان الفتاویٰ ملک الحمداء ح ۱ ص ۲۷۶، الموسوی طرسخی ح ۲ ص ۲۲۳ شرح سنن ابن ماجہ سندری ح ۱ ص ۳۸۲

۲۔ سنن بیہقی ح ۸ ص ۳۳۲

۳۔ کتاب الام ح ۷ ص ۲۹۳ (ح ۷ ص ۳۲۱)

۴۔ الدیات ص ۷۶

کافر کے بد لے مومن کو قتل نہ کیا جائے گا۔ (۱)
لیکن ابوحنیفہ کہتے ہیں کہ آئیہ مائدہ کا عمومی مفہوم کہتا ہے کہ کافر کے بد لے مومن کو قتل کیا جاسکتا ہے
چنانچہ آیت ہے۔

﴿کتبنا علیہم فیہا اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ﴾ (۲) اور ہم نے قصاص کے بارے میں
لازم ترار دیا ہے کہ جان کے بد لے جان، آنکھ کے بد لے آنکھ، اور ناک کے بد لے ناک کا بدلہ لیا جائے
گا۔ حالانکہ ان صاحب کو صحیح احادیث کا پتہ نہ تھا، جو اس آیت کی تشریع کرتی ہے، اس سلسلے میں علامہ امینی
نے آئندہ احادیث نقل کی ہیں، جو قیس بن عباد (۳)، عائشہ (۴)، ابن عباس، (۵) عمران، (۶) ابن عمر (۷)
وغیرہ سے مردی ہیں۔

دوسرے مفہوم کہ کافر کی دیت مسلمان کے برائیں ہو سکتی، اس بارے میں ابو داؤد، ابن ماجہ، اور
نسائی وغیرہ کی احادیث ہیں کہ ذمی یا کافر کی دیت مومن کے نصف ہے۔ (۸)

۱۔ صحیح بخاری ج ۱۰ اصل ۷۸ (ج ۲۳ ص ۲۵۳۳ حدیث ۷۶) سنن داری ج ۲ ص ۱۹۰، سنن ابن ماجہ (ج ۲ ص ۷۸۸ حدیث
۲۲۵۸) سنن نسائی ج ۸ ص ۲۳ (ج ۲۳ ص ۲۲۰ حدیث ۲۹۳۶) سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۸ سنن ترمذی ج ۱۱ اصل ۱۶۹ (ج ۳ ص ۷۱
حدیث ۱۳۲) مسن احمد ج ۱۱ اصل ۷۸ (ج ۱۱ ص ۱۷۸ حدیث ۲۰۰) کتاب الام شافعی ج ۲ ص ۹۲ (ج ۲۳ ص ۹۲) احکام
القرآن حصاں ج ۱۱ اصل ۱۶۵ (ج ۱۱ ص ۱۳۶) الاعتبار ابن حازم ص ۱۹۰ (ص ۳۵۲) تفسیر ابن کثیر ج ۱۱ ص ۷۰
(سورہ الہمما نکدۃ اللہ ۲۵)

۲۔ الربیات ابو عاصم ص ۲۷، مسن احمد ج ۱۱ اصل ۱۱۹ (ج ۱۱ ص ۱۹۱ حدیث ۹۶۲، ص ۱۹۲ حدیث ۹۹۳) سنن ابی داود ج ۲ ص ۲۲۹
(ج ۲۳ ص ۱۸۰ حدیث ۲۵۳۰) سنن نسائی ج ۸ ص ۲۲ (ج ۲۳ ص ۲۲۰ حدیث ۲۹۳۸) سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۹، احکام
القرآن حصاں ج ۱۱ اصل ۱۸۹، الاعتبار ص ۱۸۹ (ص ۳۵۱) تخلی الاوطار ج ۲ ص ۱۵۲ (ج ۲ ص ۱۰)

۳۔ الربیات ابو عاصم ص ۷۲، سنن بیہقی ج ۸ ص ۳۰ ۵۔ سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۱۳۵ (ج ۲ ص ۸۸۸ حدیث ۲۲۶۰)
۶۔ کتاب الام شافعی ج ۲ ص ۳۳ (ج ۲۳ ص ۳۸) سنن بیہقی ج ۸ ص ۲۹

۷۔ احکام القرآن حصاں ج ۱۱ اصل ۱۶۵ (ج ۱۱ ص ۱۳۲) ۸۔ سنن ابن داود ج ۲ ص ۲۵۱ (ج ۲۳ ص ۱۸۲ حدیث ۲۶۳۳، ص ۱۹۳ حدیث ۲۵۸۳) سنن ابن ماجہ ج ۲ ص ۱۳۲ (ج ۲ ص ۸۸۳)
حدیث ۲۶۳۳) سنن نسائی ج ۸ ص ۳۵ (ج ۲۳ ص ۲۲۵ حدیث ۷۰۰۹)

قرأت کے بارے میں خلیفہ کی رائے

ملک الحدیث، بدائع الصنائع میں لکھتے ہیں کہ عمر نے مغرب کی پہلی دور کعتوں میں سورہ حمد نہیں پڑھا، پھر تیری رکعت میں بلند آواز سے پڑھ کے اس کو پورا کیا اور عثمان نے بھی عشاء کی پہلی دور کعتوں میں سورہ حمد شہ پڑھا اور بعد کی دور کعتوں میں زور سے پڑھ کر اسے پورا کیا۔ (۱)

علامہ امین فرماتے ہیں کہ خلیفہ نے دو غلطیاں کیں، ایک تو سورہ حمد چھوڑا، دوسرے آخری دور کعتوں میں زور سے پڑھ کر اس کو پورا کیا، دونوں غلطیوں کے خلاف احادیث ہیں، پہلی میں عبادہ بن صامت، (۲) ابو ہریرہ، (۳) عائشہ، (۴) ابو سید خدری، (۵) سره (۶) رفاعة (۷) والل بن مجر (۸)

۱۔ بدائع الصنائع ج ۱ ص ۱۱۱

۲۔ صحیح بخاری ج ۱ ص ۲۰۲ (ج ۱ ص ۲۶۲ حدیث ۲۲۳) صحیح مسلم ج ۱ ص ۱۵۵ (ج ۱ ص ۲۷۵ حدیث ۳۳۵) سنن ابی داود ج ۱ ص ۱۳۱ (ج ۱ ص ۲۱۲ حدیث ۲۲۲) سنن ترمذی ج ۱ ص ۳۱، ۳۲ (ج ۲ ص ۲۵ حدیث ۲۲۳) سنن نسایی ج ۲ ص ۱۳۸، ۱۳۹ (ج ۱ ص ۲۱۶ حدیث ۹۸۳ - ۹۸۲) سنن داری ج ۱ ص ۲۸۳ سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۲۷ (ج ۱ ص ۲۷۲ حدیث ۸۲۷) سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۸، ۲۱، ۲۰، ۱۹، ۱۸ مندرجہ میں احمد رحم ج ۵ ص ۳۲۱، ۳۱۲ (ج ۲ ص ۲۲۱، ۲۱۹) مس ۳۲۹ حدیث ۹۲۲۵ (ج ۲ ص ۲۲۵)

۳۔ مندرجہ میں ۳۲۸ (ج ۳ ص ۱۶۲ حدیث ۹۲۲۵) سنن ترمذی ج ۱ ص ۲۰۳ (ج ۱ ص ۱۲۱ حدیث ۳۱۲) سنن ابی داود ج ۱ ص ۱۳۰ (ج ۱ ص ۲۱۶ حدیث ۸۲۰) سنن بیہقی ج ۲ ص ۵۹، ۲۷۰، المسدر رک علی الحسن بن حنبل ج ۱ ص ۲۲۹ (ج ۱ ص ۳۲۵ حدیث ۸۷۲)

۴۔ سنن احمد ج ۲ ص ۶۱ میں ۲۷۵، ۲۷۵ (ج ۲ ص ۲۰۵، ۲۷۵) مس ۳۹۱، ۲۳۵ حدیث ۲۵۸۲۲ (ج ۱ ص ۲۷۷) سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۲۷ (ج ۱ ص ۲۶۳ حدیث ۸۲۰) کنز الہمار ج ۵ ص ۹۵ (ج ۷ ص ۲۳۷ حدیث ۱۹۱۶۲، مس ۳۲۸ حدیث ۱۹۱۶۸)

۵۔ سنن ترمذی ج ۱ ص ۳۲ (ج ۲ ص ۲۳ حدیث ۲۲۸) سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۲۷ کنز الہمار ج ۵ ص ۹۵ (ج ۷ ص ۲۳۷ حدیث ۱۹۱۶۶) ۶۔ سنن ابی داود ج ۱ ص ۱۲۳ (ج ۱ ص ۲۰۶ حدیث ۷۷۷) سنن ترمذی ج ۱ ص ۳۲ (ج ۲ ص ۳۱ حدیث ۲۵۱) سنن داری ج ۱ ص ۲۸۳، سنن ابن ماجہ ج ۱ ص ۲۷۸ (ج ۱ ص ۲۷۵ حدیث ۸۲۵) المسدر رک علی الحسن بن حنبل ج ۱ ص ۲۱۵ (ج ۱ ص ۳۲۵ حدیث ۷۸۰) مصایح السنی ج ۱ ص ۵۶ (ج ۱ ص ۳۱۸ حدیث ۵۵) تبیہ الوصول ج ۲ ص ۲۲۹ (ج ۲ ص ۲۷۹)

۷۔ سنن ابی داود ج ۱ ص ۲۷ (ج ۱ ص ۲۲۴ حدیث ۸۵۹) سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۳۵، مندرجہ میں ۳۲۰ (ج ۵ ص ۳۲۹ حدیث ۱۸۵۱۸) کتاب الامر شافعی ج ۱ ص ۸۸ (ج ۱ ص ۱۰) المسدر رک علی الحسن بن حنبل ج ۱ ص ۲۲۲، ۲۲۳ (ج ۱ ص ۳۲۸ حدیث ۸۸۱، مس ۳۶۹) مکتبی ج ۲ ص ۸۸۳ (ج ۲ ص ۲۵۶) صحیح بخاری ج ۱ ص ۳۱۳ (ج ۱ ص ۲۶۲) صحیح مسلم ج ۱ ص ۷ (ج ۱ ص ۲۷۸ کتاب الصراوة) ۸۔ صحیح ابو داود ج ۲ ص ۱۲۲

عبد الرحمن ابن ابی زیاد، (۱)

عبد الرحمن بن عثمان کی مروی احادیث ہیں کہ جس نے بھی پہلی و دوسری رکعت میں سورہ حمڑ پڑھنا چھوڑ دیا تو اس کی نماز ناقصام ہے۔

اس کا پڑھنا واجب ہے، اس کے متعلق ابو حنیفہ (۲) امام شافعی (۳) امام احمد بن حنبل (۴) اور امام مالک (۵) کا واضح فتوی موجود ہے، بھی نماز ناقصام سمجھتے ہیں۔

نماز مسافر کے متعلق خلیفہ کی رائے

ابو عبید (۶) عبد الرزاق (۷) طحاوی اور ابن حزم ابو لهب سے روایت کرتے ہیں: عثمان نے لکھا کہ مجھے خبر ہے کہ لوگ تجارت، یا کس کی وصولی یا چوپاپیوں کے چرانے کے لئے گھر سے نکلتے ہیں تو نماز قصر پڑھتے ہیں، جب کہ قصر نماز صرف اسی صورت میں پڑھی جاسکتی ہے کہ جب کسی شخص کو کام سے بھیجا جائے یادشنا کے سامنے ہو۔

عباس مخدومی کی روایت کے مطابق اپنے ایک گورنر کو عثمان نے لکھا کہ قصر نماز نہ پڑھے مقیم، دیہاتی، یا تاجر، کس وصول کرنے والا، تاجر اور کسان بھی قصر نماز نہ پڑھے اور سان العرب میں ہے کہ کہریاں چرانے والا قصر نماز نہ پڑھے بلکہ وہی لوگ پڑھیں جنہیں کام سے بھیجا جائے یادشنا کے سامنے ہوں۔

۱۔ مسن احمد ح ۳۲۷ (ج ۹۳ ص ۳۲۷ حدیث ۱۳۹۳۶)

۲۔ ثوبان الباری (ج ۲ ص ۲۲۶)

۳۔ کتاب الام شافعی (ج ۱ ص ۹۲، ۱۰۳، ۱۰۷) مختصر کتاب الام مرنی مطبوع بر حاشیہ کتاب الام (ج ۱ ص ۹۱، ۹۰) (۱۸، ۱۷)

۴۔ طحی ابن حزم (ج ۳ ص ۲۳۶)

۵۔ المدودی الکبری (ج ۱ ص ۲۸، ۲۵) (ج ۲۶، ۲۵)

۶۔ المسعد عبد الرزاق (ج ۳ ص ۳۱۹)

۷۔ غریب الحدیث (ج ۳ ص ۳۱۹)

تبصرہ امیٰ^{۲۲۸}

خلیفہ نے یہ قید کہاں سے لگائی پتہ نہیں جب کہ مروی احادیث میں حکم مطلق ہے اور آیت میں بھی مطلق حکم ہے۔ ﴿اذ اضر بسم فی الارض...﴾ (۱) جب تم سفر کرو تو قصر نماز پڑھنے میں کوئی ہرج نہیں، چنانچہ اسی بنیاد پر ابو حنیفہ، ثوری اور ابو ثور نے کہا ہے کہ اگر سفر معصیت ہوتا بھی قصر نماز پڑھنا چاہیے۔ (۲)

صید حرم کے متعلق خلیفہ کی رائے

امام احمد بن حنبل وغیرہ (۳) بسند صحیح لکھتے ہیں کہ عبد اللہ بن حارث بن نوفل کا بیان ہے کہ جب عثمان مکہ آئے اور ہم لوگوں نے ان کا استقبال کیا، اس موقع پر ملاحوں نے چکور شکار کر کے ہمیں دیا، ہم نے اسے شوربے میں پکا کر عثمان کی خدمت میں پیش کیا، عثمان کے ساتھیوں نے اسے کھانے سے انکار کر دیا تو عثمان نے کہا کہ یہ شکار ہم نے نہیں کیا اسے شکار کرنے کا حکم دیا جو لوگ حرم نہیں ہیں انہوں نے شکار کر کے ہمیں کھانے کے لئے دیا ہے اس لئے اسے کھانے میں کوئی ہرج نہیں ہے۔
بس یہ معاملہ حضرت علیؓ کی خدمت میں پیش کیا گیا، حضرت غصے میں بھرے ہوئے آئے اور فرمایا:
جب رسول خدا مُتَّهِّلَتَم کی خدمت میں جنگلی گدھے کا گوشت پیش کیا گیا تو انہوں نے فرمایا کہ ہم حالت احرام میں ہیں، جو لوگ احرام کی حالت میں نہیں ہیں انہیں کھلاؤ۔

حضرت علیؓ نے فرمایا: میں یہاں تمام موجود لوگوں کی قسم دیتا ہوں کہ اس بات کی گواہی دیں یہ سن کر اس بات کی گواہی دی، پھر آپ نے فرمایا: ایک بار رسول مُتَّهِّلَتَم کی خدمت

۱۔ (سورۃ النساء، ۱۰۱)

۲۔ سنن بیہقی ج ۳ ص ۱۳۷، ۱۳۸، الحنفی ابن حزم ج ۵ ص ۱ (مسنون ۵۱۳) نحایہ ابن اثیر ج ۲ ص ۳۲۵ (ص ۲۷۲) لسان العرب ج ۵ ص

۳۔ (ج ۲ ص ۲۷۸) کنز الدعمال ج ۲ ص ۲۳۹ (ج ۸ ص ۲۳۵ مدد ۲۲۸۰۳) تاج المرودی ج ۳ ص ۱۰۰، ج ۳ ص ۲۰۱

۴۔ الحنفی ج ۳ ص ۲۶۳، حکام القرآن بصاص (ج ۲ ص ۳۱۲) (ج ۲ ص ۲۵۵)

میں شتر مرغ کے اٹلے پیش کئے گئے تھے، اس وقت بھی رسول نے فرمایا تھا کہ ہم حرم ہیں جو لوگ احرام میں نہیں ہیں انہیں کھلاؤ، آپ نے حاضرین کو تمدی تو کم و بیش بارہ افراد نے اس بات کی گواہی دی، یہ سن کر عثمان نے کھانے سے ہاتھ ٹھنچ لیا اور اپنی قیام پر چلے گئے، تمام گوشت طاحون نے کھایا۔

ایک دوسری روایت میں ہے کہ اس مسئلہ کو خود عثمان نے علیؑ سے پوچھا تو حضرت نے متذکرہ بات کہی۔ امام شافعی کی روایت ہے کہ جب عثمان کو چکور کا ہڈی پیش کیا گیا تو عثمان نے اسے کھایا اور ان کے ساتھ سب ساتھیوں نے کھایا صرف علیؑ نے کھانے سے انکار کر دیا۔

اس روایت کو پہلی طبری، ابن حزم وغیرہ نے بھی لکھا ہے:

تبصرہ امیٰ

خلفیہ کو یہ معمولی مسئلہ بھی معلوم نہ تھا، حضرت علیؑ کے ہاتھ پر بھی بازنہ آئے جب کہ حدیث ہے کہ علیؑ مع الحق و الحق مع علیؑ۔ (۱) مزید یہ کہ حضرت کی تائید میں آیت ہے کہ حرم علیکم صید..... (۲) اس کے علاوہ بہت سی حدیثیں بھی ہیں۔

۱۹۔ زراع کا فیصلہ علیؑ سے کرایا

مند احمد میں ہے کہ تھسیں اور منیہ خس کے غلام و کنیز تھے، منیہ نے ایک دوسرے خس کے غلام سے زنا کرنے کے ایک پچھہ دیا کیا، تھسیں نے دعوی کیا کہ پچھہ میرا ہے، عثمان نے یہ حاملہ علیؑ کی خدمت میں پیش کیا، حضرت نے فرمایا کہ اس کا فیصلہ اسی طرح کروں گا جیسا رسول خدا ﷺ نے کیا تھا۔ فرمایا کہ

۱۔ خطیب بغدادی ج ۱۳ ص ۳۲۱، ۳۲۲، مجح الزوائد ج ۱۱، ۱۲، المائدة و المسادة ج ۱۱ ص ۲۸ (ج ۱۱ ص ۲۷) ریچ الابرار ز شری (ج ۱۱ ص ۸۲۸) مذاق خوارزی (ص ۱۷۶ حدیث ۲۱۳) تفسیر کبیر ج ۱۱ ص ۲۰۵ (ج ۱۱ ص ۲۰۴) کفارۃ الطالب ص ۱۲۵ (ص ۱۲۵) باب ۲۲) مند ابی یعلی (ج ۲۲ ص ۳۱۸ حدیث ۱۰۵۲) نزل الابرار ص ۲۳ (ص ۵۸) المسدر ک علی الحسین ج ۲۳ ص ۱۲۵ (ج ۲۳ ص ۱۲۵) مند ترمذی ج ۲۲ ص ۲۱۲ (ج ۵ ص ۵۹۲ حدیث ۲۷۱) جامع الاصول (ج ۹ ص ۳۲۰) حدیث ۲۲۷ (ج ۱۳ ص ۲۶۹) کنز الہمار ج ۶ ص ۱۵۷ (ج ۱۱ ص ۶۳۲) حدیث ۲۲۲ (۲۲۲) ۹۶۔ (سورۃ المائدۃ الآیۃ ۹۶۔)

قانونی طور سے لڑکا اسی کا ہے اور زنا کا رکونگار کرنا چاہیے دونوں کو پچاس تازیانے مارو۔ (۱)

تبہرہ امینی

خلیفہ نے اس لئے حضرت سے فیصلہ کرایا کہ خود ان کو معلوم نہ تھا، انہیں شاید یہ آیت معلوم تھی کہ زانی اور زنا نیک کو سوکوڑے لگاؤ (۲) اور اجتماعی طور سے یہ بھی جانتے تھے کہ اکثر احکام میں آزاد اور غلام کا فرق کیا ہے۔ لیکن شاید انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ خدا کا مسئلہ بھی اسی زمرے میں آتا ہے، شاید وہ اس آیت کی طرف بھی متفق نہ تھے، (وَمَنْ لَمْ يُسْتَطِعْ مِنْكُمْ طُولًا) (۳) اور تم میں سے جو شخص مونہ عفت دار عورتوں سے نکاح کرنے کی مالی استطاعت نہ رکھتا ہو تو وہ تمہاری ان مومنہ لوٹبیوں سے جو تمہارے قبیلے میں ہیں نکاح کر سکتا ہے، اور خدا تمہارے ایمان سے اچھی طرح واقف ہے، ایمان کی حیثیت سے تو تم میں ایک دوسرے کا ہم جنس ہے پس بے تال ان کے مالکوں کی اجازت سے لوٹبیوں سے نکاح کرو اور ان کا مہر حسن سلوک سے دے دو مگر انہیں لوٹبیوں سے نکاح کرو جو عفت کے ساتھ تمہارے پابند رہیں نہ تو کھلے خزانے زنا کریں اور نہ چوری چھپے آشنائی، پھر جب تمہاری پابند ہو جیں اس کے بعد کوئی بد کاری کریں تو جو سزا اُنگی یہ بیویوں کو دی جاتی ہے اس کی آدمی سزا الوٹبیوں کو دی جائے گی۔

لیکن ان کے سامنے یہ آیت موجود تھی مگر ان کی سمجھ میں نہ آس کا سگار کی نصف سزا کیا ہو گی، انہیں یہ معلوم نہ تھا کہ اس کی نصف سزا تازیانہ مارنا ہے جو سنت رسول ﷺ سے ثابت ہے۔ (۴)

۱۔ مسند احمد ح اس (ج اس ۱۶۷) (۱۰۳)

۲۔ سورہ قور ۲۷

۳۔ (نہاد ۲۵)

۴۔ صحیح بخاری ح اس (ج ۱۶۰ م ۲۵۰۹ حدیث ۶۲۲۸) صحیح مسلم ح ۲۷ م ۳۲ (ج ۲۳ م ۵۲۵ حدیث ۲۰۵ کتاب الحدود) سنن ابی داؤد ح ۲۳۹ م ۲۲ (ج ۲۲ م ۱۶۰ حدیث ۱۷۱) سنن ابن ماجہ ح ۲۷ م ۱۱۹ (ج ۲۲ م ۸۵۷ حدیث ۲۵۲۲) سنن بیہقی ح ۸ م ۲۲۲، الموطأ ح ۲۷ م ۱۷۰ (م ۲۷۸ حدیث ۱۶۱) کتاب الام ح ۶ م ۱۲۱ (ج ۲۵ م ۱۲۵) تفسیر قرطبی ح ۱۲ م ۱۵۹ (ج ۱۲ م ۱۰۷)

اگر انہیں زمانہ رسول ﷺ میں حضرت علیؓ کے ذریعہ سزا دینے کی بات یاد نہ تھی تو زمانہ عمر بنی کی بات یاد کر لیتے کہ انہوں نے تنیزوں کی زنا کاری پر پچاس تازیانے مارے تھے۔ (۱)
بہر حال خلیفہ کو اتنی سمجھ تو آئی کہ صحیح فیصلہ خاندان رسولؐ ہی کر سکتا ہے۔

عدہ مختلفہ کے متعلق خلیفہ کی رائے

ربیع بنت مسعود نے عبد اللہ بن عمر سے گذارش کی کہ میں زمانہ عثمان میں شہر سے خلع لے کر علیحدہ ہو گئی تھی، اس مخاطلے کو معاذ بن عمران نے عثمان کی خدمت میں چیز کیا اور کہا کہ سور کی بیٹی نے اپنے شہر سے خلع لے لیا ہے، کیا وہ شہر کے گھر سے چلی جائے؟ عثمان نے کہا: وہ گھر سے نکل جائے اب وہ دونوں آپس میں ایک دوسرے کی میراث بھی نہ لیں گے، اور نہ عدہ کی ضرورت ہے، وہ ایک خون دیکھنے کے بعد دوسری شادی کر سکتی ہے۔
کیونکہ احتمال ہے کہ اس کے پیٹ میں بچہ ہو یہ سن کر عبد اللہ بن عمر نے کہا کہ عثمان ہم لوگوں میں افضل ترین اور سب سے بڑے دانشور ہیں۔ (۲)

تبصرہ ایمیٰ؛ قرآن و حدیث کی روشنی میں

مطلق عورتوں کو دوسری شادی کرنے کے لئے تین خون دیکھنا ضروری ہے، اس میں کوئی فرق اقسام اخلاق کا نہیں، میں اگر صرف شہر کی طرف سے ٹلاق ہے تو اسے ٹلاق رحمی کہتے ہیں اور اگر زوجہ کی طرف سے ہو تو اسے خلع کہتے ہیں اور اگر دونوں کی طرف سے ہوا سے مبارات کہتے ہیں، ان تینوں

۱۔ موطالک ح ۲۰ ص ۱ (ج ۲ ص ۸۲۷ حدیث ۱۶) سنن بیہقی ۸ ص ۲۲۲، تفسیر ابن کثیر ح ۱ ص ۲۷۶، کنز العمال ح ۳ ص ۸۶ (۸۶)

ح ۵ ص ۳۱۳ حدیث (۱۳۳۶۸)

۲۔ سنن بیہقی ح ۱ ص ۲۵۰، سنن ابن ماجہ ح ۱ ص ۲۳۲ حدیث ۲۰۵۸ تفسیر ابن کثیر ح ۱ ص ۲۷۶، المصنف ابن القیم شیخ ح ۲ ص ۳۰۲ (ج ۲ ص ۲۲۲) کنز العمال ح ۳ ص ۱۸۱ حدیث (۱۵۲۶۳) نیل الادطار ح ۲۵ ص (ج ۲ ص ۲۵۶)

اقام کے طلاق نیز ائمہ مذاہب ارجو کے فتاویٰ ایک رائے ہیں کہ عده خلخ کے لئے عورت تین طہر انتظار کرے گی، چنانچہ تفسیر ابن کثیر (۱) میں اس رائے کو لکھ کر کہا گیا ہے کہ یہی نظریہ ہے ابوحنیفہ، شافعی، احمد، اسحاق بن راہور کا اور اس کی روایت عمر، علی، ابن عمر، مسیتب، سلیمان بن یسار، عروہ اسلم، ابو سلمہ، عمر بن عبد العزیز، ابن شہاب، حسن، فضیل، ابراہیم تخریجی، ابو عباس، خلاص بن عمر، قادہ، سفیان ثوری، او زائی، لیث بن سعد، ابو عبید سے ہے۔ ترمذی کہتے ہیں کہ یہی قول اکثر اہل علم اور صحابہ کا ہے کہ خلخ میں بھی دوسری اقسام طلاق کی طرح عده ہوگا، اور جو روایت ترمذی میں ہے وہ قصہ زمانہ نبی کا نہیں ہے۔ جیسا کہ بعض محدثین نے برائت عثمان کے لئے گڑھ لیا ہے پھر اب اس جہالت کے مقابلے میں ابن عمر کا قول دیکھئے جو فرماتے ہیں کہ عثمان ہمارے زمانے کے افضل و اعلم ہیں۔ (۲)

گمشدہ شوہر کے متعلق خلیفہ کی رائے

مسیتب بیان کرتے ہیں کہ عمر نے کہا: جس عورت کا شوہر گم ہو جائے اور اسے معلوم نہ ہو سکے کہ کہاں ہے تو اسے چار سال صبر کرنا چاہئے، پھر مزید چار ماہ دس روز انتظار کرنا چاہیے پھر وہ آزاد ہو جائے گی، عمر کے بعد یہی حکم عثمان نے دیا، ابو عبید کی روایت میں ہے کہ عمر و عثمان چار سال، چار ماہ، دس دن انتظار کے بعد آزاد ہونے کا حکم دیتے ہیں، شبیانی اور زہری کا یہی بیان ہے۔ (۳)

امام شافعی کی عبارت ہے کہ جس عورت کا شوہر گم ہو جائے اور دوسری شادی کرے پھر جماع سے قبل اور شوہر آجائے تو وہی سزاوار ہے لیکن اگر جماع کے بعد آئے تو احتیار دیا جائے گا کہ چاہے تو عورت کا مہر دے دے۔ (۴)

۱۔ تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۷۶

۲۔ سنن ترمذی ج ۱ ص ۱۳۲ (ج ۳ ص ۳۹۲ حدیث ۱۱۸۵)

۳۔ سنن ترمذی ج ۱ ص ۱۳۲ (ج ۳ ص ۳۹۱ حدیث ۱۱۸۵)

۴۔ موطا مالک ج ۲ ص ۲۸ (ج ۳ ص ۵۷۵ حدیث ۵۲) کتاب الام شافعی ج ۷ ص ۲۱۹، ج ۷ ص ۲۳۶ (ج ۳ ص ۳۹۱) سنن بیہقی ج ۷ ص ۳۳۵

تبصرہ امیٰ

ذرائع کوئی مجھے بتائے کہ گشادہ کی عورت چار سال کیوں انتظار کرے کیا یہ حکم قرآن میں ہے؟ تو آیت کون سی ہے؟ کیا روایت میں ہے تو اس کا راوی کون ہے؟ پھر یہ کہ تمام الحدیث کے صحاح و مسانید چنان ڈالنے کیسی اس حکم کا اداثہ پتہ نہیں، انہوں نے اس بنیاد پر فیصلہ کیا ہو کہ خود انہیں کے یہاں حمل کی مدت زیادہ سے زیادہ چار سال بیان کی گئی ہے۔ (۱) کیونکہ امام شافعی اپنی ماں کے پیٹ میں چار سال رہے تھے، امام مالک بھی لکھتے ہیں کہ میرے ہمسایے کی عورت نے تین بچے دیئے ہر ایک بطن مادر میں چار سال رہا۔

اس دلیل کو ابن رشد نے المدوۃ الکبری (۲) میں یہ کہہ کے مسترد کر دیا ہے کہ اگر علت حکم یہی ہے تو چاہیئے کہ آزاد کنیز دونوں کے انتظار کی مدت یک سال ہو کیونکہ حمل کی نویت دونوں میں یک سال ہے پھر یہ حمل کی انتہائی مدت فقہا کے نزدیک مختلف ہے، ابوحنیفہ و ثوری دو سال کہتے ہیں، شافعی چار سال (۳) ابن قاسم پانچ سال اور امام مالک سات سال کہتے ہیں۔ کیونکہ ان سے ایک روایت منقول ہے کہ ابن عجلان کی عورت نے سات سال حمل کے بعد پچھہ پیدا کیا۔ (۴)

ممکن ہے ابن عجلان کی یہوی کی طرح دنیا میں اور بھی عورتیں ہوں جو دس بارہ سال تک حاملہ ہو سکتی

ہوں۔ (۵)

خلیفہ نے ابی سے مسئلہ پوچھا

سنن بیہقی میں بند ابو عبیدہ منقول ہے کہ خلیفہ نے ابی کے پاس آدمی بھیج کر مسئلہ پوچھا کہ ایک

۱۔ فیض الالہ مالک ج ۲ ص ۲۶۳

۲۔ مقدمات المدوۃ الکبری ج ۲ ص ۱۰۱

۳۔ الفتوح علی المذاہب الاربیعی ج ۲ ص ۵۳۵

۴۔ مقدمات المدوۃ الکبری ابن رشد ج ۲ ص ۱۰۲

۵۔ سنن بیہقی ج ۷ ص ۲۷۳

خشنے اپنی عورت کو طلاق دی پھر تیرے طہر کے وقت مباشرت کر لی اسی صورت میں حکم شرعی کیا ہے۔
ابن نے جواب دیا: میرے خیال میں جب تک وہ تیرے جیغ کا خون دیکھ کر عسل نہ کر لے شوہر
کے لئے حد بلوغ جائز ہے۔ راوی کامیاب ہے کہ میں نہیں جانتا کہ اس مسئلے کے علاوہ کبھی عثمان نے کوئی
مسئلہ پوچھا ہوا۔

تبصرہ امی

روایت صاف بتاتی ہے کہ خلیفہ نہیں جانتے تھے تو ابی بن کعب سے پوچھا، ظاہر ہے کہ جس سے
مسئلہ پوچھا جائے وہ افضل ہوتا ہے۔
کاش..... مسائل کو علم سے پوچھا جانا جو سب سے افضل و اعلم تھے۔

خلیفہ نے ایک عورت سے مسئلہ پوچھا

امام شافعی و مالک وغیرہ نے اپنی سند سے فریجہ بنت مالک کا واقعہ نقل کیا ہے کہ اس نے رسول ﷺ
خدمت میں آکر پوچھا کہ میرا شوہر اپنا غلام ڈھونڈ رہا تھا کہ قتل کر دیا گیا، کیا میں اپنے گروہ اپنی جاؤں
کیونکہ میرے شوہرنے کوئی مکان سکونت میرے لئے نہیں چھوڑا ہے، رسول ﷺ نے فرمایا: ہاں اجب
میں مسجد یا حجرہ میں آگئی تو رسول ﷺ نے مجھے بلا کر ما جرا پوچھا، میں نے تمام واقعہ بیان کر دیا آپ
نے فرمایا: تم اپنے حال پر ہو جب تک کوئی حکم قرآن نہ نازل ہو جائے۔ فریجہ کہتی ہے کہ میں وہاں چار
میںے دس دن رہی، جب عثمان کا عہد آیا تو انہوں نے مجھے بلا کر اس مسئلے کے متعلق پوچھا، میں نے اپنا
واقعہ در حکم بتایا تو اسی بنیاد پر انہوں نے دوسرے مقدمے کا فیصلہ کیا۔

امام شافعی نے رسالہ میں لکھا ہے کہ عثمان نے اپنی امامت کے زمانے میں بطاو جو دعلم و فضل کے
ایک عورت سے مسئلہ پوچھ کر فیصلہ صادر کیا، اور کتاب اختلاف المحدثین میں ہے کہ فریجہ نے عثمان کو حکم
رسول ﷺ سے آگاہ کیا تو انہوں نے اسی بنیاد پر دوسرے مقدمے کا فیصلہ کیا۔

ابن قیم زاد المعاد میں کہتے ہیں کہ یہ واقعہ بہت مشہور ہے، مجاز و عراق میں چنانچہ امام مالک نے

موطأ میں اس واقعہ کی بنیاد پر نظر یہ قائم کیا۔ ابن عبد البر بھی کہتے ہیں کہ یہ واقعہ علماء حجاز و عراق میں کافی معروف ہے۔

حوالے کئے لائے ملاحظہ ہو: (۱)

تبصرہ امیمہ

یہ واقعہ بھی دوسرے واقعات کی طرح ثابت کرتا ہے کہ خلیفہ کو مسئلہ معلوم نہ تھا، لیکن کس قدر حرمت کی بات ہے کہ ایک عورت سے قوم کارہیر مسئلہ پوچھئے، اس کے باوجود عبد اللہ بن عمر کہتے ہیں کہ موجودہ زمانے میں عثمان تمام محابہ سے علم ہیں۔
جگ جگ جیوا اور نیر گ زمانہ دیکھو

۲۱۔ قبل میقات احرام کے متعلق خلیفہ کی رائے

بیہقی سنن کبری میں لکھتے ہیں کہ عبد اللہ بن عامر بن کریز نے جب خراسان فتح کیا تو نذر مانی کہ بطور شکر اسی جگہ سے احرام باندھوں گا اور نیشاپور سے احرام باندھا، جب عثمان کے پاس حاضر ہوئے تو انہوں نے بڑی ملامت کی اور کہا کہ تم بہت زیادہ مغروہ ہو گئے ہو، تم نے حج کی تو ہیں کی ہے۔ (۲)
ابن حزم محمد بن اسحاق ابن ججر، ابن سرین (۳)

۱۔ الرسالہ ص ۱۱۶ ((ص ۳۲۸ حدیث ۱۲۱۳)) کتاب الام ح ۵ ص ۲۰۸ (ج ۵ ص ۲۲۷) اختلاف المحدثین مطبوع بر ماشیہ کتاب الام ح ۷ ص ۲۲ (ص ۲۷۹) المؤود الملاک ح ۲ ص ۳۶ (ج ۲ ص ۵۹) حدیث ۸۷ (سنابی و اوزون ح ۱ ص ۳۲۲) (ج ۲ ص ۲۹۱) حدیث ۲۳۰۰) احکام القرآن ح ص ۳۹۶ (ج اص ۳۱۸) زاد العارف ح ۲ ص ۳۰۳ (ج ص ۲۱۵) الاصابة ح ۲ ص ۳۲۸ تلی الاوطار ح ۷ ص ۱۰۰ (ج ۲ ص ۳۲۵) سنن ترمذی (ج ص ۵۰۸) حدیث ۱۲۰۲) سنن نسائی (ج ۳ ص ۳۹۳) حدیث ۵۶۴۳) سنن ابن ماجہ ح ۱ ص ۲۵۳) حدیث ۱۰۳۱

۲۔ سنن بشیقی ح ۵ ص ۳۱،

۳۔ الحنفی ابن حزم ح ۷ ص ۷۷، الاصابة ح ۳ ص ۱۱) حدیث بیب الحدیث ب ح ۵ ص ۲۲۳ (ج ۵ ص ۲۲۹) تفسیر الوصل ح اص ۲۶۵ (ج اص ۳۱۲) بیب بخاری (ج ۲ ص ۵۶۵ باب ۲۲ کتاب بیب)

تبرہہ ایسی

احرام کے سلسلے میں یہ بات ثابت ہے کہ حج و عمرہ میں مکہ سے نزدیک ترین مقام سے احرام باندھے اور آخری جگہ کہ جہاں سے احرام باندھا جاسکتا ہے یعنی کہ جہاں سے حاجی احرام نہیں باندھ سکتا، جہاں سے گذرے لیکن اس سے پہلے احرام باندھنا، جس شہر سے چاہیں یا مصافت خانہ حرم اگر اس نیت سے ہو کہ مل احرام باندھنے کو میقات شرعی مجبوب کرے یہ بدعت ہے اور احرام ہے، لیکن اگر یہ کام اس لئے انجام دے کر عبادت میں اضافہ ہو یا نذر و عہد پوری کرنا ہو، یہ تمام باقی کسی طرح بھی حرام نہیں ۔ چنانچہ علامہ امینی نے تبرہے اور تجزیے کے ساتھ پانچ احادیث (۱) اور صحابہ، تابعین اور ائمہ اربعہ (۲) کے فتوؤں کے ساتھ نقل کی ہیں ۔ اس صورت حال میں ابن حزم کا کہنا ہے کہ عثمان نے کبھی کسی عمل صلح میں عیب نہیں لگایا کیس قدر بھوثی اور انہی عقیدت کا مظاہرہ ہے ۔

۲۲۔ اگر علی نہ ہوتے تو عثمان ہلاک ہو جاتے

عاصی زین الفتی میں لکھتے ہیں کہ ایک شخص عثمان کے پاس ایک مردے کی ہڈی لئے ہوئے آیا اور بولا کشمکش لوگ کہتے ہو کہ کافر کی میت پر عذاب ہوتا ہے اور میرے ہاتھ میں کافر کی ہڈی ہے، مجھے تو نار جہنم کا عذاب محسوس نہیں ہوتا ۔ یہ سن کر عثمان کی بلوتی بند ہو گئی، انہوں نے حضرت علی کے پاس ایک آدمی کو

ایم سی ایم ج ۱۹۶۵ میں (ج ۲۰۰۳، حدیث ۲۲۰۸) سنن ابو داؤد راجح اس ۵ (ج ۲۰۰۳، حدیث ۲۷۳۱) سنن ابن ماجہ ۲۰۰۳ (ج ۲۰۰۳، حدیث ۲۰۰۴، ۲۰۰۵) سنن تیمیح ۵ میں (ج ۲۰۰۳، حدیث ۲۰۰۴) مسلمان النہج اس ۱ (ج ۲۰۰۳، حدیث ۱۸۲۷) مسلمان النہج اس ۱ (ج ۲۰۰۳، حدیث ۲۰۰۴) در مشور راجح اس ۲۰۸ (ج ۲۰۰۳، حدیث ۲۰۰۵) تل الادوار راجح ۵ میں (ج ۲۰۰۳، حدیث ۲۰۰۶) الترمذی و ابیر حمیض راجح اس ۱۲ (ج ۲۰۰۳، حدیث ۱۹۰) قسم طبری راجح اس ۱۲۰ (مجلد ۲ راجح اس ۲۰۰) المسدر رک علی الحسینی راجح اس ۱ (ج ۲۰۰۳، حدیث ۲۰۰۷) احکام القرآن بحاص راجح اس ۲۵۰، ۲۳۷ (ج اس ۲۰۰، ۲۸۶) قمیر ابن جریح اس ۲۷۱ (ج ۲۰۰۳، حدیث ۲۰۰۹) احکام القرآن بحاص راجح اس ۲۵۰، ۲۳۷ (ج اس ۲۰۰، ۲۸۶) قمیر ابن جریح اس ۲۷۱ (ج ۲۰۰۳، حدیث ۲۰۰۹) قمیر ابن کثیر راجح اس ۲۷۰ (ج ۲۰۰۳، حدیث ۲۰۰۹) قمیر ابن قمیر راجح اس ۲۷۱ (ج ۲۰۰۳، حدیث ۲۰۰۹)

۱: ابو طالب راجح اس ۲۲۲ (ج ۲۰۰۳، حدیث ۲۰۰۹) کتاب الام خانی راجح اس ۱۱۸ (ج ۲۰۰۳، حدیث ۲۰۰۹) بداع الحفاظ راجح اس ۲۰۳، طرح المقرب راجح اس ۵، ۵۰۶

بلانے کے لئے بھیجا، جب وہ آئے تو اصحاب کا مجمع تھا، حضرت علیؑ نے اس شخص سے فرمایا: اپنی بات دہرواداً اس نے دوبارہ اپنی بات کہی تو عثمان نے کہا: اے ابو الحسن! اس کا جواب دتبھے، حضرت نے فرمایا: چھماق اور لوہا لاؤ، آپ نے لوہے کو پھر پرمارا تو اس میں سے آگ نکلی، اس شخص سے فرمایا: اس پھر پر ہاتھ درکھوت کیا تمہیں حرارت محسوس ہوتی ہے، یہ سن کر وہ بہوت ہو گیا اور عثمان جنپ پرے: اگر علیؑ نہ ہوتے تو عثمان ہلاک ہو جاتا۔

تبصرہ ایمیٹ

اموی گمراہی کے عثمان کو تکوین کائنات کے اسرار کا کیا علم ہو سکتا تھا، یہ علوم الہی الہی بیت کے در ہی سے حاصل ہو سکتے تھے، لیکن اس شخص کے سامنے خلیفہ حی کی بے بی دیدی تھی۔

۲۳۔ دوستی بہنوں کا کنیزی میں ایک ساتھ اپنی ملکیت میں رکھنے کے متعلق خلیفہ کی رائے۔

قبیصہ بن ذوبیب کا بیان ہے کہ ایک شخص نے عثمان سے مسئلہ پوچھا کہ کیا دوستی بہنوں کو کنیزی میں ایک ساتھ رکھا جاسکتا ہے، عثمان نے جواب دیا: ایک آیت سے اس کا حرام ہونا معلوم ہے اور ایک آیت سے حلال ہونا لیکن میرے خیال میں ایسا نہ کرنا چاہیے۔ وہاں سے وہ شخص ایک دوسرے صحابی کے پاس ہو چکا اور یہی مسئلہ پوچھا، اس صحابی نے کہا: اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ کس شخص نے ایسا کام کیا ہے تو میں اسے سزا دوں گا۔ اب شہاب کہتے ہیں کہ اس صحابی سے مراد حضرت علیؑ ہیں۔ ابن ذوبیب چونکہ عبد الملک کے نزدیم تھے اس لئے حضرت علیؑ کا نام نہیں لیتے تھے۔ (۱)

بیہقی نے ابن شہاب کی روایت بن ذوبیب لکھی ہے جس میں اس صحابی نے فرمایا کہ اگر مجھے حکومت مل گئی تو ایسے شخص کو سزا دوں گا۔ ملک العلماء نے بدائع میں لکھا ہے کہ عثمان نے کہا کہ ہر وہ چیز جو

خدا نے آزاد کے لئے حرام قرار دیا ہے وہ غلام کے لئے بھی حرام ہے صرف دو سگی بہنوں کو جمع کرنے کو خدا نے حلال قرار دیا ہے۔ (۱)

جہاں نے احکام القرآن میں لکھا ہے کہ عثمان اور ابن عباس کنیزوں کے جمع میں الانشین کو جائز قرار دیتے ہیں، ایک روایت میں ہے کہ یہ حرام بھی ہے اور حلال بھی اور کہا کہ نہ ہی اس کا حکم دوں گا انہیں اس سے روکوں گا۔ مختصری لکھتے ہیں کہ عثمان اور علی کہتے تھے کہ کنیزوں کے جمع میں الانشین کے سلسلے میں ایک آیت اسے حلال کہتی ہے اور ایک آیت حرام۔ امام رازی نے اسے صرف عثمان ہی سے مخصوص قرار دیا ہے۔ ابن عبد البر کتاب استکار میں کہتے ہیں کہ ابن ذوبیب اس لئے علی کا نام نہیں لیتے تھے کیونکہ وہ عبد الملک بن مروان کے ندیم تھے اور عبد الملک کو ذکر علی سخت ناپسند تھا۔ (۲)

تبصرہ امیمی

اس بحث کو دو صورتوں سے دیکھا جاسکتا ہے: ایک تو یہ کہ کنیزوں میں سگی بہنوں کو ایک ساتھ رکھ کر ان سے علی کرنا قطعی حرام ہے، تمام جہور اور انہے اربعہ کا متفقہ فیصلہ ہے۔ (۳) اگر کسی نے اس کے خلاف فتویٰ دیا ہے تو اس کی طرف توجہ نہ دینا چاہیے، چنانچہ عثمان نے جو فتویٰ دیا ہے وہ قرآن کی تاویلی غلطی کے مرکب ہوئے ہیں، بلکہ یہ تحریف ہے۔ عمر، علی، ابن عباس، عمار، ابن عمر، عائشہ اور ابن زییر بھی کافتوی ہی ہے کہ دو سگی بہنوں سے علی خواہ وہ کنیز ہی ہو حرام ہے۔

جہاں، ابن حزم اور ابن حبان نے متذکرہ ناموں کے علاوہ ابن مسعود، زید بن ثابت، ابن مدهہ،

۱- تفسیر کبیر (ج ۱۰ ص ۳۶)

- ۲- سنن تیقیح ۲۷ ص ۱۶۳، احکام القرآن بہا ص ۲۷ (ج ۲ ص ۱۵۸) الحکی ابن حزم ج ۹ ص ۵۲۲، تفسیر کشاف ج ۱ ص ۲۵۹ (ج ۱۰ ص ۳۹۶) تفسیر قرطبی ج ۵ ص ۷۷ (ج ۵ ص ۷۷) بدائع الصنائع لکل العلاماء ج ۲ ص ۲۶۳، تفسیر خازن ج ۱ ص ۳۵۶ (ج ۱ ص ۳۲۲) درستور ج ۲ ص ۱۳۶ (ج ۲ ص ۲۷۶) موطا اک (ج ۲ ص ۵۲۸) حدیث (۲۲۳) کتاب الام شافعی (ج ۵ ص ۲) المصطف عبد الرزاق ج ۱ ص ۱۸۹ (۱۴۷۲ھ) مصنف ابن ابی شیبہ (ج ۳ ص ۱۶۹) تفسیر القدر (ج ۱ ص ۳۱۸) (ج ۱ ص ۳۵۳)
- ۳- تفسیر کبیر ج ۳ ص ۱۹۳ (ج ۱۰ ص ۳۶) تفسیر ابن کثیر ج ۱ ص ۲۷۲ بدائع الصنائع ج ۲ ص ۲۶۳ احکام القرآن بہا ص ۲۷ (ج ۱۰ ص ۳۶)

(ج ۱۰ ص ۳۶)

اسحاق بن راہویہ، ابراہیم تھجی، حکم بن عتبہ، جماد، فتحی، حسن بصری، او زاغی، شافعی، احمد، اسحاق، ابوحنیفہ اور مالک کا نام بھی لیا ہے۔ (۱) قرآن کی آیات اور احادیث رسول ﷺ میں اس کی واضح طور سے تاکید موجود ہے۔

۲۴۔ دو بھائیوں کا ماں کے ثلث حصے کے متعلق خلیفہ کی رائے۔

تغیر طبری (۲) میں بطریق شعبہ ہے کہ ابن عباس نے عثمان سے کہا کہ دو بھائیوں کی وجہ سے ماں کو اولاد کیوں دیا جاتا ہے جب کہ قرآن میں ہے کہ عمان کان لہ اخواة..... اور دو بھائی آپ کی زبان میں جمع کے لئے نہیں بولے جاتے۔ عثمان نے کہا کہ قرآن میں ہے کہ میں ان تو نہیں کو کیسے تو زسلتا ہوں جو مجھ سے پہلے سے ہوتے چلے آرہے ہیں، وراشت کا یہ طریقہ بہت پہلے سے بردا جا رہا ہے۔ (۳) علامہ امینی فرماتے ہیں کہ خلیفہ نے جواب بن عباس کو جواب دیا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہیں عربی زبان کی بھی واقفیت نہیں تھی، اگر ذرا واقف کا رہوتے تو کہہ دیتے کہ جمع کا اطلاق دو پر بھی ہوتا ہے، کلام عرب میں یہ شائع ہے ورنہ رسول ﷺ میں اسکی غلطی نہ کرتے لیکن جو لوگ لفظ اب کا مطلب نہیں سمجھتے تھے وہ قواعد کی ان باریکیوں کو کیا سمجھیں گے۔

۲۵۔ مترف زنا کے متعلق خلیفہ کا فتویٰ

عکی بن خاطب کہتا ہے کہ خاطب مرے تو ان تمام غلاموں اور کینزوں کو آزاد کر دیا جو پابند صوم و

۱۔ تغیر قرطبی ج ۵ ص ۷۷، ۱۱۸، ۷۸، ۷۷ (ج ۵ ص ۷۷، ۱۱۸) تغیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۷۲، احکام القرآن ج ۲ ص ۱۵۸ (ج ۲ ص ۱۵۸)

۲۔ تغیر ابن حزم ج ۹ ص ۵۲۲، ۵۲۲، ۵۲۲ تغیر ابن حیان ج ۳ ص ۲۱۳، ۲۱۳، تغیر کیرج ۳ ص ۱۹۲ (ج ۱ ص ۱۹۲) در مذکور ج ۲ ص ۷۷

۳۔ تغیر قطبی ج ۳ ص ۳۱ (ج ۳ ص ۳۱) تغیر قطبی ج ۳ ص ۳۱ (ج ۳ ص ۳۱)

۴۔ تغیر طبری ج ۳ ص ۱۸۸

۵۔ الحد رک علی الحسین ج ۳ ص ۳۲۵ (ج ۳ ص ۳۲۵) حدیث ۹۶۰ (ج ۳ ص ۹۶۰) منہج تحقیق ج ۲ ص ۲۷۷، الحد رک علی حزم ج ۹ ص ۲۵۸،

تغیر کیرج ۳ ص ۱۶۳ (ج ۹ ص ۱۶۳) تغیر ابن کثیر ج ۱ ص ۳۵۹، در مذکور ج ۲ ص ۱۲۶ (ج ۲ ص ۱۲۶) روح العالی ج ۳ ص ۲۲۵

صلوٰۃ تھے، ان کی ایک نوبیہ کنیز تھی جس نے نماز روزہ کیا تھا حاملہ ہو گئی اور وہ یہودہ تھی، یہ خبر عمر کو پہنچائی گئی تو عمر نے اس کنیت سے پوچھا، اس نے اقرار کیا، عمر نے علیؑ و عبد الرحمن سے مسئلہ پوچھا، ان لوگوں نے حد جاری کرنے کا مشورہ دیا، عمر نے کہا: اے عثمان! تم کہو۔ انہوں نے کہا کہ دونوں بھائیوں نے مشورہ دیا۔ عمر نے کہا: تم ہی کہو۔ عثمان نے کہا: تم نے حق کہا۔ عمر نے کہا: اس کنیز کو سوتا زیانے مارے جائیں اور ایک سال کے لئے جلاوطن کیا جائے۔ (۱)

اس روایت پر جلد ششم میں عمر کی علمی حالت پر تبصرہ کیا جا چکا ہے کہ عمر نے قانون دین و شریعت پا مال کیا۔ (۲) عثمان نے بھی یہ کہہ کے کہ کنیز پر حد جاری نہ کی جائے اپنی قطبی جہالت کا ثبوت دیا، اگر غلیظ کی بات صحیح مان لی جائے تو تمام اقرار پا مال ہو جائیں گے کیونکہ ہر مجرم کے متعلق کہا جاسکتا ہے کہ وہ حد کے متعلق نہ آگاہ تھا اگر آگاہ ہوتا تو سزا کے ذر سے چھپا تا۔

۲۶۔ خلیفہ نے صدقات رسول خریدے

طرانی نے اوسط میں بطریق بن سعید بن میتب روایت نقل کی ہے کہ عثمان کا ایک دربان تھا جو بوقت نماز راستے میں ان کے آگے آگے چلتا تھا ایک دن دربان کے ساتھ نکلے اور ایک جگہ بیٹھ گئے، ردا سیست لی اور تازیانہ سامنے رکھ لیا اتنے میں علیؑ عصا ہاتھ میں لئے سامنے آئے دور ہی سے دربان نے علیؑ کو دیکھ کر عثمان سے کہا کہ علیؑ آرہے ہیں، عثمان سننجل کے بیٹھ گئے، علیؑ نے کہا کہ تم نے فلاں خاندان کی جائیداد اور اس کا پانی خرید لیا ہے جب کہ رسول خدا ﷺ نے اس کو وقف فرمایا تھا، میں جانتا کہ تمہارے سوا اس کو دوسرا کوئی نہ خریدتا، اس بات پر عثمان اور علیؑ میں باہم تباہ کا ہی ہوئے گئی، قسم اسی ہوئی اور عثمان نے تازیانہ اٹھایا اور علیؑ نے بھی عصا مارنے کے لئے اٹھایا اتنے میں عباس

۱- سنیتیں ح ۸، ۲۳۸، کتاب الام شافعی ح اس ۱۵۲

۲- کتاب الام شافعی ح اس ۱۳۵ (ح اس ۱۵۲) اختلاف الحدیث شافعی طبع بر حاشیۃ الام ح ۷۴ (ح ۷۴ م ۵۰) سنیت

بیتیں ح اس ۸، ۲۳۸، جامی میان الحلم ابن عبد البر اس ۱۳۸ (ح ۷۴ م ۵۰) حدیث ۱۵۲

نے آکر بیچ پجاؤ کیا دوسرے دن دونوں کو دیکھا گیا کہ دونوں ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے آپس میں باشیں کر رہے ہیں۔ (۱)

تبرہ اعلیٰ

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ نے وقف رسول ﷺ کو جائز طریقے سے خرید کر ہٹھیا لیا تھا، میں اگر وہ اس جاندہ دیکھی حیثیت کو جانتے تھے جیسا کہ روایت کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے تو شرم کی بات ہے اور اگر نہیں جانتے تھے تو امام کے تنانے کے بعد لاٹھی ڈھندا کرنے کی وجہ سوائے اس کے اور کیا ہو سکتی ہے کہ وہ جان بوجھ کر حرام خوری پر آمادہ تھے، امام نے تو اپنے منصب امامت کے تحت نبی علیؑ امنکر کا فریضہ انجام دیا تھا، علیؑ کا غصہ صرف خدا کی راہ میں تھا اور بس۔

۲۔ خلیفہ شب وفات ام کلثوم

بخاری میں سند (۲) قیس بن سیمان، انس بن مالک کا بیان ہے کہ ہم دختر رسول ﷺ (ام کلثوم یا رقیہ) کے دن کے وقت موجود تھے، رسول خدا ﷺ قبر کے سرہانے پیٹھ کر گریہ فرمائے تھے، اچا مک آپ نے فرمایا: کیا کوئی اس میں ایسا شخص ہے جس نے اپنی عورت سے مقارفہ (ہم بستری) نہ کی ہو؟ ابو طلحہ نے کہا کہ میں ہوں، رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ تم ہی میت کو قبر میں اتنا نے کے لئے اترو۔ (۳) طبری کے مطابق ابن بطال کا بیان ہے کہ رسول ﷺ نے عثمان کو قبر میں اتنے سے روکنے کے لئے، یقہ ارشاد فرمایا تھا، جو اس سلسلے میں سب سے زیادہ حقدار تھے کیونکہ وہ شوہر تھے، رسول نے فرمایا

۱۔ صحیح البخاری ج ۲۶ ص ۲۲۶

۲۔ صحیح البخاری ج ۲۶ ص ۲۲۵ باب یقہ بیت بہ کام احلہ، باب من یقہ قبر المرأة (ج ۲۶ ص ۲۳۲ حدیث ۱۲۲۵، م ۳۵۰ حدیث ۱۲۷۷)

۳۔ طبقات ابن سعد ج ۸ ص ۳۱ (طبع لیدن) (ج ۸ ص ۲۸) مسن احمد ج ۳ ص ۲۲۹، ۲۲۸، ۲۲۶، ۲۲۰ (ج ۳ ص ۵۷۹ حدیث ۱۲۸۶۶، ج ۳ ص ۱۰۲ حدیث ۱۲۹۷۰، م ۱۰۶ حدیث ۱۲۹۸۵، م ۵۷۴ حدیث ۱۲۲۳۱) المحدث علی الحسینی ج ۳ ص ۵۲ (ج ۳ ص ۵۲ حدیث ۲۸۵۳) الروض الافق ج ۲ ص ۱۰ (ج ۵ ص ۳۶۲) سنن بیہقی ج ۳ ص ۵۲

کس نے آج کی شب یوں سے ہم بستری نہیں کی تو یہ سن کر عثمان چپ رہے کیونکہ اس رات انہوں نے اپنی دوسری یوں سے ہم بستری کی تھی اور دختر رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بے چینیوں سے بھر پور رات میں دوسری عورت سے دادعیش لی اور زوجہ کی توارداری نہ کی، ممکن ہے کہ رسول کو وجہ کے ذریعے خبر ہو گئی ہو اور آپ نے ان کے حلال کام کے باوجود غیر انسانی فعل بجالانے پر اس سعادت سے انہیں محروم رکھا ہو۔ (۱)

تبصرہ اعلیٰ

متارذ کے معنی میں علماء کا اختلاف ہے، کسی نے گناہ اور کسی نے گناہ کا کنایہ لکھا ہے لیکن ابن بطال نے زوجہ سے ہم بستری کا مفہوم پیش کیا ہے، بلاشبہ عثمان ہی شوہر ہونے کی وجہ سے قبر میں اتنے کے سختی تھے لیکن زوجہ کا حق مارنے اور عُمگساری اور جمارداری نہ کرنے کی وجہ سے رسول ﷺ نے انہیں نہ صرف یہ کہ اس حق سے محروم رکھا بلکہ ان کا عیب طشت از بام کیا جب کہ دوسروں کا عیب چھپانے کی قرآن و حدیث میں سخت تاکید ہے۔ اس کے باوجود انہی عقیدت والوں نے فضائل کے غلویں کیا کیا بکواس کی ہے۔ ابن سعد کہتے ہیں کہ رسول ﷺ نے فرمایا: کہ اگر میری تیسری بیٹی بھی ہوتی تو عثمان ہی سے اس کی شادی کرتا۔ (۲) ایک روایت میں دس بیٹیاں، دوسری میں چالیس بیٹیاں مردی ہیں۔ (۳) ابن عساکر نے ابو ہریرہ کی روایت لکھی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے عثمان سے یہ بات مجہد میں ملاقات کر کے فرمایا کہ جبریل نے مجھے خردی ہے کہ رقیہ کے مہر پر امام کثوم سے تمہارا نکاح کر دوں، کیا ایسے ہی شوہر کے لئے؟۔ (۴)

۱۔ تاریخ طبری (ج ۱۱ ص ۳۹۸ حادثہ)، نہایہ ابن اثیر (ج ۲۷ ص ۲۶۲) (ج ۲۳ ص ۳۶) سان العرب (ج ۱۱ ص ۱۸۹) (ج ۱۱

۲۔ الاصابة (ج ۳۳ ص ۳۸۹، مذاج المردوں (ج ۲۶ ص ۲۲۰)

۳۔ طبقات ابن سعد (ج ۳۳ ص ۳۸) (ج ۲۳ ص ۵۶)

۴۔ تاریخ ابن عساکر (ج ۲۹ ص ۳۲) البدریہ و التحایۃ (ج ۷ ص ۲۱۲) (ج ۲۲۸ حادثہ)، اخبار الدول قرمانی ص

(ج ۱۹ ص ۲۹۵)

۵۔ تاریخ ابن عساکر (ج ۲۹ ص ۲۰۰)

۲۸۔ خلیفہ نے قومی چراغاں ہیں اپنے خاندان کے لئے مخصوص کیں

اسلام نے بارش کے پانی سے آباد چراغاں ہوں کو کسی مخصوص ملکیت کے بجائے تمام مسلمانوں کے استفادہ کے لئے عام کیا ہے، ہر شخص کے جانور مساوی طور سے بہرہ مند ہو سکتے ہیں، کوئی کسی سے مزاحم نہ ہو، اسے اپنی مخصوص چراغاہ قرار نہ دے۔ یہ بھی فرمایا کہ پانی کی زیادتی اور بہاؤ کو مرغزاروں کے سیرابی سے روکنا مشع ہے۔ (۱) البتہ زمانہ جامیت میں بڑے لوگ جس زمین کو پسند کر لیتے اپنے چوپا یوں اور اونٹوں کے لئے زبردست قبضہ کر لیتے تھے، دوسروں کو اس سے مستفیض نہیں ہونے دیتے تھے، رسول خدا نے اس نہ صورت حرکت کو بند کیا اور فرمایا کہ تمام چراغاں ہیں خدا اور رسول ﷺ کی ملکیت ہیں۔

امام شافعی اس حدیث کی شرح میں لکھتے ہیں کہ زمانہ جامیت میں سرکش لوگ جب کبھی شہر میں وارد ہوتے تو جہاں تک کتوں کی آواز یہ سمجھتی تھی زمین اپنے لئے مخصوص چراغاہ قرار دے لیتے، کسی دوسرے کو اس سے مستفیض نہیں ہونے دیتے تھے، رسول خدا ﷺ نے اس سے منع فرمایا اور یہ جامی رسم متروک ہوئی اور یہ جو فرمایا کہ تمام چراغاں ہیں خدا اور رسول ﷺ سے مخصوص ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ برائے جہاد جو اونٹ اور گھوڑے استعمال کئے جاتے ہیں یا بیت المال کے اونٹ جو بصورت زکوٰۃ حاصل ہوئے ہیں وہ ان چراغاں سے مستفیض ہو سکتے ہیں۔ (۲) چنانچہ عمر نے بقیع کی چراغاہ بیت المال کے اونٹ اور جہاد کے گھوڑوں کے لئے مخصوص قرار دیا تھا عمر کے ذکر ہی نے اس کو مخصوص کر لیا تھا عمر نے اسے ڈانٹا کہ مظلوموں کی آہ سے ڈرد۔

یہ قانون متفقہ طور سے رائج تھا، عثمان نے اپنی خلافت کے زمانے میں ٹکس کے ذریعہ حاصل شدہ زمینوں کو اپنے اونٹوں کی مخصوص چراغاہ بنالیا۔ (۳)

-
- ۱۔ صحیح بخاری ج ۳ ص ۱۱۰ (ج ۲ ص ۸۳۰ حدیث ۲۲۲۶، ۲۲۲۷) الاموال ابی عیید ص ۲۹۶ (ص ۲۷۳ حدیث ۲۲۲، ۲۳۱ سن) ابی راوز درج ۲ ص ۱۰ (ج ۳ ص ۲۷۸، ۲۷۸ حدیث ۲۷۳، ۲۷۴) سن انہیں مجہوج ۲ ص ۹۲ (ج ۲ ص ۸۲۸ حدیث ۲۲۷۸)
- ۲۔ کتاب الامم ج ۳ ص ۲۰۸ (ج ۵ ص ۲۰۸) بقیم البلدان ج ۳ ص ۲۳۷ (ج ۵ ص ۲۰۱) تہذیب ابن اثیر ج ۱ ص ۲۹ (ج ۱ ص ۲۷)
- لسان العرب ج ۱۸ ص ۷۲ (ج ۲ ص ۲۲۸) تاج المعرفہ ج ۱۰ ص ۹۹
- ۳۔ انساب بلاذری ج ۵ ص ۳۷، سیرۃ مسلمہ ج ۲ ص ۸۷ (ج ۲ ص ۷۸)

واقعی کے مطابق حکم کے لئے اور شرح ابن الہید (۱) کے مطابق اپنے اور تمام امویوں کے لئے مخصوص کر لیا۔ عثمان نے ابده و بقیع کی جزا گاہیں اپنے لئے مخصوص کر لیں اور مسلمانوں کے جانوروں کو اس سے روک لیا۔ ظاہر ہے کہ یہ حرکت جاہلیت کو وابس لانے کے سوا اور کچھ نہ تھا۔

۲۹۔ خلیفہ نے فدک کو مردان کی جا گیر بنا دیا

ابن قیمیہ (۲) و ابوالفضل (۳) کے مطابق فدک کی جا گیر رسول ﷺ نے فقراء کے لئے وقف کیا تھا اسے عثمان نے مردان کے حوالے کر دی چنانچہ لوگوں کی تنقید کا موضوع ایک یہ مسئلہ بھی تھا۔ ابوالفضل کھتے ہیں کہ فدک صدقہ پیغمبر تھے فاطمہ سلام اللہ علیہا نے بعنوان میراث مطالبه کیا، ابو بکر نے کہا کہ رسول نے فرمایا: ہم گروہ انجیاء میراث نہیں چھوڑتے ہم جو چھوڑتے ہیں صدقہ ہوتا ہے لیکن بعد میں عثمان نے اس جا گیر کو مردان کے حوالے کر دیا، یہ فدک اس کے قبضے میں عمر بن عبد العزیز کے عہد تک رہا، ابن عبد العزیز نے اس خاندان سے لے کر پھر اصلی حالت صدقہ پر قرار دے دیا۔ مردان کو فدک حوالے کرنے پر لوگوں کی تنقید کا اقرار سنی ہے، عقد الفرید و ابن الہید میں بھی ہے۔ (۴)

تبصرہ ایمی

سبھی میں نہیں آتا کہ جا گیر مردان کو دینا کسی کے اعتبار سے صحیح تھا اگر فدک غیرمت تھا تو تمام مسلمان کا حق تھا، خاص مردان کو دینا کیا ممکن رکھتا ہے؟ اور اگر حق فاطمہ (سلام اللہ علیہا) تھا جیسا کہ آپ نے میراث وہہ کے دعوے سے اس کا مطالبه کیا تو بھی عثمان کو بخشش کا کوئی حق نہ تھا پھر معاویہ نے بھی یہ حکم برقرار رکھا اور مختلف ادوار میں فدک کو اتنا پلا جاتا رہا، خود ابو بکر نے اپنے عمل سے فاطمہ کی تصدیق کی

۱۔ شرح ابن الہید ج ۱ ص ۲۷ (ج ۱ ص ۱۹۹ خطبہ ۳)

۲۔ المعارف ابن قیمیہ ج ۲ ص ۸۳ (ج ۲ ص ۱۹۵)

۳۔ تاریخ ابوالفضل ج ۱ ص ۱۶۸

۴۔ سنی تکمیل ج ۲ ص ۳۰۱، العقد الفرید ج ۲ ص ۱۰۳ (ج ۲ ص ۲۶۱) شرح ابن الہید ج ۱ ص ۲۷ (ج ۱ ص ۱۹۹، ۱۹۸ خطبہ ۳)

اور سند ملکیت فاطمہ کی تحریر لکھ دی تھی، اتنے میں عمر آگئے اور لے کر اسے پارہ پارہ کر دیا۔ (۱)

۳۰۔ اموال و صدقات کے متعلق خلیفہ کی رائے

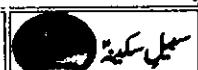
نذر ہی پر خصوصیں۔ تمام اموال و غنائم و صدقات کے متعلق خلیفہ کا نقطہ نظر شرمناک تھا وہ کہتے تھے کہ یہ مال خدا ہے اور میں خلیفہ خدا ہوں اس لئے وہ سمجھتے تھے کہ میں جس طرح چاہوں اسے تصرف میں لاوں، اسی لئے امیر المؤمنین نے ان کے متعلق خطہ شققیہ میں فرمایا: اس قوم کا تیرا منکرناہ انداز میں پیٹ پھلا کے اپنے چارہ اور لید کی جھپچھا لیدر میں کھڑا ہو گیا اور اس بے ساتھ ساتھ اس کے باپ کی اولاد بنی امیہ کھڑی ہو گئی اور خدا کا مال خوب چباچبا کر کھانے لگا جیسے اونٹ فصل ربيع کی گھاس کھاتا ہے۔ (۲)

رسول ﷺ کا انداز تو یہ تھا کہ جس دن غیمت کا مال آتا اسی دن تقسیم کر کے مجرد کو ایک حصہ اور مثالیں کو دو حصہ دے دیتے تھے۔ (۳)

۳۱۔ حکم بن عاص پر عنایات خلیفہ

صدقات قضاۓ کو اپنے چھا، مطروہ بارگاہ رسول ﷺ، "حکم بن الی عاص" کو بخش دیا، اس سے پہلے اس کو اپنے سے قریب کیا، اسے اپنا داماد بنایا، جس وقت مدینہ آیا تھا تو اس کے بدن پر جھنڑے تھے، وہ بکریاں چڑایا کرتا تھا جن لوگوں نے اس کی یہ حالت دیکھی تھی، خلیفہ کی دامادی کے بعد دیکھا کہ ریشمی کپڑوں میں طبوس قبائے اسراف سے آراستہ تھا۔ (۴)

بلاذری کے مطابق اصحاب کا عثمان پر سخت ترین اعتراض ایک یہ بھی تھا۔ (۵) ابن عبد ریہ، ابن



- ۱۔ سیرہ حلیہ ج ۳۹۱ ص ۳۶۲ (ج ۳۲ ص ۳۲۲)
- ۲۔ شرح ابن الی الحدیث ج ۲۵ ص ۳۵ (ج ۲۹ ص ۳۲۹)
- ۳۔ سنبلی و اورج ۲۵ ص ۲۵ (ج ۳۳ ص ۱۳۲) حدیث ۲۹۵۳ (مسند احمد ج ۲۹ ص ۳۵) سنی بیانی ج ۲۶ ص ۳۳۶
- ۴۔ انساب بلاذری ج ۲ ص ۳۱ (ج ۳۲ ص ۱۱۸)
- ۵۔ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۲۸ (ج ۳۲ ص ۲۸)

تینیہ اور ذہبی بھی لکھتے ہیں کہ عثمان نے حکم کو جسے رسول ﷺ نے کمال دیا تھا، پناہ دی اور ایک لاکھ درہم

و دینار بھی عطا کیا جب کہ ابو بکر و عمر نے بھی اسے پناہ دینے سے انکار کر دیا تھا۔ (۱)

عبد الرحمن بن یسار کا بیان ہے کہ رات میں عثمان عامل صدقات کے پاس آئے اور حکم کو عطا کرنے کا حکم دیا اس سے باز رکھنے کی کوشش کی تو عثمان اصرار کرنے لگے کہ تم میرے خزانچی ہو جو حکم دیا جائے اس پر عمل کرو۔ اس نے کہا: بخدا! میں آپ کا خزانچی نہیں، مسلمانوں کا خزانچی ہوں چنانچہ جمع کے دن جب عثمان خطبہ پڑھ رہے تھے، وہ آکر مسلمانوں سے بولا کہ لوگو! عثمان لکھتے ہیں کہ میں ان کا خزانچی ہوں جب کہ میں مسلمانوں کا خزانچی ہوں۔ یہ کہہ کر بیت المال کی کنجی پھینک دی اور عثمان نے اسے زید بن ثابت کے سپرد کر دی۔ (۲)

تبصرہ امیٰ

اسی حتم کا واحد زید بن ارم اور عبد اللہ بن مسعود کے متعلق بھی نقل کیا جاتا ہے، شاید اس قسم کے واقعات دوسرے عامل صدقات کے ساتھ بھی پیش آئے ہوں۔ یہ حکم بکروں کے خصی کرنے کا ذیل پیش کرتا تھا۔ (۳) مکہ میں رسول ﷺ کا پڑوی تھا، اس نے اور ابوالہب نے رسول ﷺ کو بہت زیادہ اذیتیں دی تھیں۔ (۴) طبرانی کے مطابق یہ رسول اللہ ﷺ کی نقل کرتا تھا، رسول ﷺ نے بد عادی توہین پلک چمپ کا تارہ۔ مالک بن دینار کہتے ہیں کہ رسول اکرم ﷺ کے ساتھ سخرہ پن کرنے لگا اور بدعاۓ رسول ﷺ کی وجہ سے ہمیشہ جسم میں رعشہ رہا اور ایک مہینہ بے ہوش بھی رہا۔ (۵)

۱۔ العارف ابن تیمیہ ص ۸۲) العهد الفربی ج ۲ ص ۲۶۱ (ج ۲۳ ص ۱۰۲) حاضرات راغب ج ۲ ص ۲۱۲ (جلد ۲ ج ۲۳ ص ۲۷۶) مرا

۲۔ الہجان ج اس ۸۵، تاریخ اسلام ذہبی (ص ۳۶۶، ۳۶۵) (ج ۲۳ حادث ۳۱۰)

۳۔ تاریخ یعقوبی ج ۲ ص ۱۳۵ (ج ۲ ص ۱۱۸)

۴۔ حیات ابوعان دمیری ج اس ۱۹۳ (ج اس ۲۷۶)

۵۔ سیرہ ابن حشام ج ۲ ص ۲۵ (ج ۲ ص ۵۷)

۶۔ الاصابة ج اس ۳۳۵، ۳۳۶ (نمبر ۸۱، ۸۲) سیرہ حلیہ ج اس ۲۲۷ (ج اس ۳۱) الفائق رحتری ج ۲ ص ۳۰۵ (ج ۲۳

۷۔ تاج المرؤس ج ۶ ص ۵۸، ۵۷

بلاذری کے مطابق اس کی خرافات سے بھک آکر رسول ﷺ نے اسے طائف میں جلاوطن کر دیا تھا۔ (۱) واقدی کہتے ہیں کہ زمانہ عثمان میں مدینہ میں اسکا انتقال ہوا، عثمان نے اس کی نماز جنازہ پڑھی اور قبر پر چادر پڑھائی، اس کے متعلق لعنت رسول ﷺ کے اکثر واقعات منقول ہیں۔ (۲) قرآن میں بھی اس پر لعنت ہے۔ (۳)

۳۲۔ مردان کو بخشش و عطا

حکم کے بیٹے اور اپنی بیٹی ایمان کے شوہر "مردان" کو افریقہ کے مال غیمت کا سارا حس پانچ لاکھ عطا کیا۔ چنانچہ اس بارے میں عبدالرحمن ججی نے اشعار بھی کہے ہیں: (۴)

اہن کیش کے مطابق واقدی بیان کرتا ہے کہ عثمان نے افریقہ سے دولاکھ دینار اور تیس ہزار دینار طلائی پر مصالحت کر لی، عثمان نے وہ ساری رقم کشادہ دستی کے ساتھ حکم یا مردان کو محبت فرمادی۔ کامل بن اشیر میں ہے کہ لوگوں نے اس بارے میں بھی عثمان کی بہت زیادہ نذمت کی، مردان بھی حکم کی طرح بیان رسول ﷺ ملعون تھا اس کے سیاہ کارناموں سے تاریخ کے صفات بھرے پڑے ہیں۔ (۵)

۱۔ انساب بلاذری ج ۵ ص ۲۷

۲۔ انساب بلاذری ج ۵ ص ۱۲۶، المدح رک ملی امامین ج ۲۸۱ ص (ج ۳ ص ۵۲۸ حدیث ۸۷۸) سیرۃ حلیہ ج اس ۲۳۷
(ج اص ۳۷)

۳۔ حیاۃ الحسن ج ۲۹۹ ص (ج ۲۲۲) الصوامن انحر قص ۰۸۰ کنز العمال ج ۶۰ ص ۹۰ (ج ۱۱ ص ۳۵۷ حدیث ۳۱۷۲۹)
رخ این صاکر (۲۲۳ ص ۱۹۱)

۴۔ در منثور ج ۳ ص ۹۱ (ج ۵ ص ۳۱۰، ۳۰۹) سیرۃ حلیہ ج اس ۲۳۷ (۳۰۹) تفسیر قیفۃ التدریج ج ۳ ص ۲۳۱ (ج ۲۲۰) تفسیر
روح الطہانی ج ۱۵ ص ۷۰ تفسیر قرطبی ج ۱۰ ص ۲۸۶ (ج ۱۰ ص ۱۸۵) تفسیر خازن ج ۳ ص ۱۲۹ (ج ۳ ص ۱۲۹) دلائل الدینۃ تہییت (ج ۲۶)

(۵۱)

۵۔ الطارف ص ۸۲ (ص ۱۹۵) تاریخ ابوالقدام اس ۱۶۸، انساب بلاذری ج ۵ ص ۱۳۸ احمد الفرید ج ۲۶۱ ص (ج ۳ ص ۲۶۱)
(ج ۳ ص ۱۰۳)

۶۔ البدریۃ والحلیۃ ج ۷ ص ۱۵۲ (ج ۷ ص ۱۷۰) احادیث ۲۷۷

۳۳۔ حارث بن حکم کو بذل و بخشش

اپنی دوسری بیٹی عائشہ کے شوہر اور حکم کے بیٹے حارث کو تین لاکھ درہم عطا کر دیئے پھر صدقات کے تمام اونٹ بھی بخش دیئے، رسول خدا ﷺ نے مدینہ کے علاقے میں مہروں کا بازار صدقہ جاریہ قرار دیا تھا، عثمان نے وہ حارث کے حوالے کر دیا۔ (۱)

تبصرہ امیمی

ان تینوں عطا یا کی کوئی شرعی یا منطقی توجیہ نہیں کی جاسکتی، آخر کیا جواز تھا کہ جسے رسول نے تمام مسلمانوں کی ملکیت قرار دیا ہوا سے ایک بدکار کے حوالے صرف اس لئے کر دیا جائے کہ وہ داماد ہے، حضرت علیؓ نے تو اپنے بھائی عقیل کے اصرار پر ایک بچوٹی کوڑی بھی نہ دی اور وہ معاویہ کے پاس شام چلے گئے۔ (۲)

۳۴۔ سعید بھی نہال ہو گئے

خطیفہ نے سعید بن عاص کو ایک لاکھ درہم دے دیئے۔ لوگوں نے اس بات پر بھی عثمان کی بہت نہمت کی۔ یہ عاص بھی رسول ﷺ کو بہت ستاتا تھا۔ (۳) سعید اسی کا بیٹا ہے۔ جب ولید کی حالت نماز میں شراب خوری پر اسے بطرف کیا گیا تو کون فکا وہی گورنر بناتا تھا۔ انتہائی بدکار۔ اس نے عراق کے مرغزاروں کو باغ بنا دیا تھا۔

۳۵۔ ولید بن عقبہ بھی نہال ہو گئے

خطیفہ نے اپنے ماوری بھائی ولید بن عقبہ بن ابی محیط بن ابی عمر بن امیسہ کے لئے عبداللہ بن مسعود سے

۱۔ تاریخ کامل ج ۲۸ ص ۲۸ (ج ۲۲ ص ۲۲۷)

۲۔ المعارف ص ۸۲ ص ۱۹۵) انساب بلاذری ج ۵ ص ۵۲، العدد الفرید ج ۲ ص ۲۶۱) شرح ابن ابی الحدید ج ۱۷ ص ۱۷ (ج ۱

ص ۱۹۸) خطبہ (۲) حاضرات راغب ج ۲ ص ۲۱۲ (مجلد ۲ ج ۲ ص ۶۲) میرہ حلیمہ ج ۲ ص ۸۷ (ج ۲ ص ۸۷)

۳۔ طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۱۸۵ (طبعہ مصر) (ج ۱ ص ۲۰۱) اسد القابض ج ۲ ص ۳۹۱ نمبر (۲۰۸۲)

بیت المال کا تمام مال قرض مانگا، ایسا عموماً عمال کیا کرتے تھے۔ ابن مسعود نے دے دیا پھر جب دوبارہ مانگا تو ابن مسعود نے پہلے قرض کا مطالبہ کیا، ولید نے عثمان سے خط و کتابت کی کہ ابن مسعود قرض کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ عثمان نے ابن مسعود کو لکھا کہ تم صرف میرے خواجی ہو، ولید سے آئندہ قرض کا مطالبہ نہ کرنا۔ ابن مسعود نے یہ کہتے ہوئے کنجیاں پھینک دیں کہ میں سمجھتا تھا کہ میں مسلمانوں کا خواجی ہوں، اگر تمہارا خواجی ہوں تو مجھے تو کری کی ضرورت نہیں۔ پھر وہ کو فہمی میں سکونت پذیر ہو گئے۔ (۱)

یہ ولید وہی ہے جس کا باپ عقبہ رسول کا پڑوی تھا اور سب سے زیادہ رسول ﷺ کو اذیت ہیو نچا تھا، عائشہ کی روایت ہے کہ رسول نے فرمایا: میرے دو پڑوی بڑے مودتی ہیں ایک ایک ابوابہ اور دوسرا عقبہ۔ (۲) یہ رسول کی دشمنی میں حد سے تجاوز کر گیا تھا۔ (۳) یہ تو باپ تھا بیٹے کی سنبھلی: ولید بربان قرآن فاسق اور زنا کا رتھا ہمیشہ نئے میں دھت رہتا، اس کی شان میں آیات مندرجہ ذیل ہیں:
 «ان جائزکم فاسق» (۴) اگر بد کار کوئی خبر لے کر آئے تو اسی سے ثبوت مانگو، نیز یہ کہ مومن و فاسق یکسان نہیں ہیں؟ (۵) اسی نے مسجد کو فہمیں حالت بجدہ میں قنے کر دیا اور پھر مامون سے پوچھا: کہو تو حزیرہ چار رکعت پڑھا دوں پھر مسمی میں اشعار پڑھنے لگا۔

۳۶۔ بیت المال سے عبد اللہ بن عوف بخشش

غلیفر نے عبد اللہ بن خالد کو تمیں ہزار درهم بخش دیئے۔ (۶)

۱۔ انساب بلاذری ج ۵ ص ۲۰۱

۲۔ طبقات ابن سعد ج ۱ ص ۸۶

۳۔ سیرہ ابن حشام ج ۲ ص ۲۵ (ج ۲ ص ۵۷)

۴۔ استیغاب ج ۲ ص ۲۰ (اقسام الراحل ص ۱۵۵۳ نمبر ۲۷۲۱) اسد الغائب ج ۵ ص ۹۰ (ج ۵ ص ۲۵ نمبر ۵۳۶۸)

۵۔ حجرۃ الخطیب ج ۲ ص ۲۳ تفسیر طبری ج ۲۱ ص ۶۲ (مجلد ۱) ج ۲۱ ص ۷۰) الاعانی ج ۲ ص ۱۸۵ (ج ۵ ص ۱۵۳) تفسیر خازن ج ۳ ص ۲۸۰ (ج ۳ ص ۳۲۷)

۶۔ الحقد الفرید ج ۲ ص ۲۶۱ (ج ۳ ص ۱۰۲) المعارف ابن القیم ج ۲ ص ۸۲ (ص ۱۹۵) شرح فتح البلاع ج ۱ ص ۲۶ (ج ۱ ص ۱۹۸) خطیب

۷۔ تاریخ بغداد ج ۲ ص ۱۲۵ (ج ۲ ص ۱۲۸) استیغاب (اقسام الراحل ص ۸۶۶ نمبر ۱۳۶۹) الاصفی (ج ۲ ص ۲۷۳ نمبر ۳۵۰۵)

تبصرہ امیٰ

آخر شریعت نے بیت المال کی دولت کے حساب کتاب کا حکم دیا ہے یا نہیں؟ تو پھر لوگوں میں برائی تقسیم کرنے اور عدل کرنے کا حکم کیا مقصی رکھتا ہے۔ بیت المال کی دولت بھائی بھتیجیوں اور دامادوں کے لئے تو نہیں ہوئی چاہیے۔

۷۔ ابوسفیان کو عطیہ

ابن ابی الحدید کے مطابق جس دن خلیفہ نے ابوسفیان کو ایک ہزار دینے کا حکم دیا اسی دن پھر دو ہزار مرید دینے کا حکم صادر کیا۔ (۱)

تبصرہ امیٰ

ابوسفیان کسی حکم کے بخشنش کا مستحق نہ تھا، اسے بخشنش سے سرفراز کرنا اسلام کی کھلی خلاف ورزی تھی، استیعاب کے مطابق وہ شروع ہی سے منافقوں کا سرغند تھا، زماں جاہلیت میں زندگی تھا۔ بروز یہ موک رومیوں کی لکھت پر ہاتھ لٹتے دیکھ کر زیرینے کہا تھا: اس کا ناس ہو جائے کیا ہم رومیوں سے افضل نہیں؟ حضرت علیؓ نے فرمایا تھا کہ تو ہمیشہ اسلام کا دشمن رہا۔ مسلمان کو خلافت میں تو آ کر کہا کہ خاندان عدی و تمیم کے بعد حکومت چھپیں ملی ہے اسے گیند کی طرح اپنے دارے میں نچاؤ۔ بنی امیہ کے افراد سے اس کی بنیادوں کو مجبوڑ کر دیکھ کر یہ حکومت ہے ہم نہیں سمجھتے کہ جنت و جہنم کی کوئی چیز ہے۔ (۲) تاریخ ابن عساکر میں ہے کہ ابوسفیان مسلمان کے پاس آیا (یہ اس وقت کی بات ہے جب ابوسفیان اندر ہا ہو گیا تھا) پوچھا: یہاں کوئی ہے تو نہیں؟ کہا گیا: نہیں تو دعا مگی: خدا یا اس حکومت کو جاہلیت کی طرف لوٹا دے اور غاصبانہ طرز حکومت اور امویوں کے افراد سے اس کی بنیادوں کو استوار کر دے۔ یہ اس شخص کا حال

۱۔ شرح ابن ابی الحدید ج ۱۷ ص ۶۷ (ج ۱۹۹ خطبہ ۳) استیعاب ج ۲ ص ۶۹۰ (المیم الارابی ج ۲۹ ص ۱۶۷۸، ۱۶۷۹ نمبر ۵۰۰)

۲۔ رغیب طبری ج ۱۱ ص ۳۵۷ (ج ۱۰ ص ۵۵۸ حادثہ ۲۸۳)

۳۔ تاریخ ابن عساکر (ج ۶ ص ۳۰۷) (ج ۲۳ ص ۲۷۳ نمبر ۲۸۲۹) بخصر تاریخ ابن عساکر (ج ۱۰ ص ۶۷)

ہے، نہ بھی اس کو اسلام سے واسطہ رہا کہ کفر سے بے تلقی۔ کیا ایسا شخص مسلمانوں کے مال سے کچھ پانے کا مستحق ہو سکتا ہے۔

۳۸۔ غنائم افریقہ کی بخشش

اپنے رضا می بھائی عبداللہ بن سحد بن ابی سرح کو غنائم افریقہ کا پانچواں حصہ عطا کر دیا، جواب اب
النداء کے مطابق پانچ لاکھ دینار تھا پھر ایران کی غیمت سے تین لاکھ عطا کیا۔ (۱)

بلاذری کہتے ہیں کہ عثمان نے اکثر علاقوں پر منیٰ امیری کو حکمران بنا دیا تھا، اصحاب رسول ﷺ اکثر
اسی لئے ان سے خفاقتھے، انہوں نے عبداللہ بن سرح کو حکومت مصر کا والی بنا دیا تھا، وہاں کے لوگ اسکے
ظالم کی شکایت لے کر آئے تو شکایت کرنے والوں کو عثمان نے مارا پیٹا، کچھ لوگوں کو قتل کر دیا وہ لوگ
مسجد میں جا کر جم گئے اور نماز کے بعد یہ معاملہ انجام دیا چنانچہ طلاق اور عاشر نے عثمان کی بڑی سرزنش کی،
حضرت علیؑ نے بھی فرمایا کہ ان لوگوں کے کہنے کے مطابق ابن ابی سرح کو معزول کر دو۔ یہ آمادہ ہو گئے
اور محمد بن ابی بکر کو حکمران بنا دیا اور اس کا شرمندک واقعہ تاریخوں میں موجود ہے کہ کس طرح عثمان نے
ابن ابی سرح کو لکھا کہ محمد کے ساتھ جو لوگ جائیں انہیں دردناک موت سے دوچار کرو اور خود مجھے رو، وہ
قادہ کیا اور لوگ پھر واہیں آئے تو عثمان نے محظ اور مہر سے انکار کیا معلوم ہوا کہ مردان نے یہ
حرکت کی تھی۔ (۲)

تبصرہ امی

یہ ابن ابی سرح وہی ہے جو فتح کے سے پہلے اسلام لایا تھا پھر مرتد اور مشترک ہو گیا، جب فتح کے
کے بعد رسول ﷺ داخل مکہ ہوئے تو اسے قتل کرنے کا حکم دیا تھا، اس نے عثمان کی پناہی، عثمان لے کر

۱۔ اسد الغائب ج ۳ ص ۲۷۳ (ج ۳ ص ۲۶۰ ۲۹۷ ۳) البدایہ والحدیہ ج ۷ ص ۱۵۲ (ج ۷ ص ۲۰۰ ۱۹۹ ۳) شرح فتح

البلاء ابن ابی الحیدر اوس ۶۷ (ج اوس ۱۹۹ خطبہ ۳)

۲۔ انساب بلاذری ج ۵ ص ۲۶

آئے تو رسول خدا دیریک خاموش رہے کہ کوئی اسے قتل کر دے، بعد میں جب وہ چلا گیا تو ایک انصاری سے آپ نے خاموشی کی وجہ بیان کی اس نے کہا: پھر آپ نے اشارہ کیوں نہ فرمایا، ہم اسے قتل کر دیتے۔ فرمایا: رسول ﷺ کے لئے نظر کی خیانت جائز نہیں۔ (۱) اس کے کفر کی شہادت کے طور پر قرآن میں آیت بھی نازل ہوئی۔ (۲)

۳۹۔ برکت خلیفہ سے بھرے پرے خزانے

اکثر ارباب سیاست اور بڑے لوگوں نے دولت جما کر کمی تھی، اونچے اونچے محل بنوار کئے تھے۔ یہ سب کچھ اموی حکومت کی برکت تھی جو کتاب خدا اور سنت رسول ﷺ کے برخلاف صرف دنیا پر تی پر استوار تھی، ان کی فہرست دیکھئے:

زیرین بن عوام، ایک گھر کوفہ و مصر میں، ایک مدینہ میں اور بصرہ میں دو گھر تھے، چار بیویاں تھیں جنہیں ترکے میں ایک لاکھیں ہزار ایک کولا۔ تمام دولت (۵۹۸۰۰۰۰) تھی (۳)

طبقات بن سعد میں ہے کہ زیرین نے مصر و اسکندریہ اور کوفہ میں جانداریں خریدی تھیں۔ (۴)

- ۱۔ سنابی راذر ج ۲۲۰ ص ۲۲۰ (ج ۲۲ ص ۱۲۸) حدیث ۲۲۵۹) اناب بلاذری ج ۵ ص ۳۹، المحدث علی الحججین ج ۲۳ ص ۱۰۰ (ج ۳ ص ۱۰) استیحاب ج ۱ ص ۲۸۱ (القسم الثالث ص ۹۱۸ نمبر ۱۵۵۳) تفسیر قرطبی ج ۷ ص ۳۰ (ج ۷ ص ۲۸) اسد الغائب ج ۳ ص ۱۷۳ (ج ۳ ص ۲۵۹ نمبر ۲۹۷) الاصابة ج ۲۲ ص ۳۱ (نبر ۱۱) تفسیر قدم القدیر شوکانی ج ۲۲ ص ۱۳۳ (ج ۳ ص ۱۳)
- ۲۔ اناب بلاذری ج ۵ ص ۳۹، تفسیر قرطبی ج ۷ ص ۳۰ (ج ۷ ص ۲۷، ۲۸) تفسیر بیضاوی ج ۱ ص ۳۹۱ (ج ۱ ص ۳۱۱، ۳۱۲) تفسیر کشا ف ج ۱ ص ۳۶۱ (ج ۲ ص ۲۵، ۲۶) تفسیر کیرم ج ۲ ص ۹۶ (ج ۱۲ ص ۸۲) تفسیر خازن ج ۲ ص ۲۷ (ج ۲ ص ۲۵) تفسیر نعلیٰ مطبوع بر حاشیہ تفسیر خازن ج ۲ ص ۲۷ (ج ۳ ص ۱۱۲) تفسیر قدم القدیر شوکانی ج ۲ ص ۱۳۵، ۱۳۲ (ج ۲ ص ۱۲۰) تفسیر طبری (جلد ۵ ج ۷ ص ۲۶۲)
- ۳۔ صحیح بنخاری کتاب الجحاد باب برکۃ الغازی فی ما راجع ۵ ص ۲۱ (ج ۳ ص ۱۱۳۹، ۱۱۳۸) حدیث ۲۹۶۱ (ج ۲ ص ۲۲۳) ارشاد الساری (ج ۷ ص ۵۰) محدث القاری (ج ۱۵ ص ۵۳) حدیث ۲۷ شذرات الذہب ج ۱ ص ۳۲ (ج ۱ ص ۲۰۸) حادث ۲۳۶ (ج ۱ ص ۲۳۶)
- ۴۔ البدری و الحجاجی ج ۷ ص ۲۳۹ (ج ۲ ص ۲۷۸) حادث ۲۵۵ (ج ۲ ص ۲۷۸)
- ۵۔ طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۷۷ (ج ۳ ص ۱۱۰)

ان سے اتنا غلہ آتا تھا کہ مدینہ کے کئی گودام بھر جاتے تھے، مسعودی کے مطابق ہزار گھوڑے، ہزار غلام و ہزار کنیزیں تھیں۔ (۱)

طلحہ بن عبید اللہ نے کوفہ میں سربلک قصر بنوایا تھا، عراق سے جو غلہ آتا تھا اس کی قیمت ہزار دینار طلائی روزانہ تھی سرات کے غلے اس سے کہیں زیادہ تھے۔

طلحہ کی بیوی کہتی ہیں کہ ان کے خزانے میں ۲۲۰۰۰۰ تھا، جاندہ اور درختوں کی قیمت ۳۰۰۰۰۰۰ تھی، عمر و عاصی کہتے تھے کہ طلحہ کی دولت سو گائے کی کھال میں بھر جائے گی۔ بعض روایات میں ہے کہ تین سو گائے کی کھال۔ (۲)

عثمان نے تر کے کاہلیائی ڈھیر دیکھ کر کہا تھا کہ ناس ہو جائے اس کا، میں نے اس قدر اسے دولت بخشی پھر بھی دہ میرے خون کا پیا ساتھ۔

عبد الرحمن بن عوف کے پاس ایک ہزار اونٹ ۱۳۰۰۰ بکریاں اور سو گھوڑے تھے جو بیچ کی چڑاگاہ میں چرتے تھے، مقام جرف میں صرف میں اونٹ آب پاشی کے لئے مخصوص تھے، اس قدر سونا چھوڑ اتحا کر انہیں تقسیم ترک کے لئے بھالے سے توڑنا پڑا، ان کی چار بیویاں تھیں ہر ایک کو ای (۸۰) ہزار سکے ملے، ایک عورت کو مرض الموت میں طلاق دی تھی تو اسے تراہی ہزار دینار طلا پر راضی کیا گیا، ایک قصر بنوایا تھا، جس میں سو گھوڑے ایک ہزار اونٹ اور دس ہزار بکریاں تھیں۔ (۳)

سعد بن وقار میں دولاکھ پچاس ہزار درہم تر کہ چھوڑا، قصر عجیب براشندار بنوایا تھا۔ (۴) یعنی

۱۔ مردوخ الذهب ج ۱ ص ۳۳۳ (ج ۲ ص ۲۵۰)

۲۔ طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۵۸ (ج ۳ ص ۲۲۱، ۲۲۲) انساب بلاذری ج ۵ ص ۷، مردوخ الذهب ج ۱ ص ۳۳۳ (ج ۲ ص ۳۵۰)
العقد الفريد (ج ۲ ص ۹) (ج ۳ ص ۱۲۹) ریاض الحسن ج ۲ ص ۲۵۸ (ج ۳ ص ۲۲۷، ۲۲۸) دول الاسلام ذہبی ج ۱ ص ۱۸
(ص ۲۲۲) خلاصة الخنزير ج ۱ ص ۱۵۲ (ج ۲ ص ۳۱۹۵)

۳۔ طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۹۶ مطبوع لیدن (ج ۳ ص ۱۳۶) مردوخ الذهب ج ۱ ص ۳۳۳ (ج ۲ ص ۳۵۰) تاریخ یعقوبی ج ۲
ص ۱۳۶ (ج ۲ ص ۹۰) محدث الصوفی ج ۱ ص ۱۳۸ (ج ۱ ص ۲۵۵ نمبر ۸) ریاض الحسن ج ۲ ص ۲۹۱ (ج ۳ ص ۲۷۲)
۴۔ طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۱۰۵ (ج ۳ ص ۱۳۹، ۱۴۰) مردوخ الذهب ج ۱ ص ۳۳۳ (ج ۲ ص ۳۵۰)

بن امیہ نے پانچ لاکھ دینار طلائی چھوڑا اس کے علاوہ لوگوں پر ان کا بہت زیادہ قرض تھا۔ (۱)
زیاد بن ثابت جو عثمان کے پکے حمایتی تھے، ان کے سونے کی اینٹوں کو بھالے سے توڑا گیا تو ترکہ تقسیم
ہوا۔ (۲)

یہ تو تاریخ میں آگیا اس کے علاوہ نہ جانے کتنے سرمایہ دار تھے، جنہیں تاریخ نے تفصیل سے بیان
نہ کیا، خود عثمان کے پاس جو دولت تھی اس کا اندازہ مشکل ہے، سونے چاندی کے آراستہ شاہانہ بس اپنے
تھے اور اس میں کوئی ہرجن نہیں سمجھتے تھے، محمد بن رہبید کہتے ہیں کہ میں نے عثمان کے پاس سود بیان کی روشنی
چادر دیکھی، مجھ سے فرمایا: یہ میری بیوی نائل کی ہے جو صرف وہی استعمال کرتی ہے۔، ابو عامر بھی کہتے
ہیں کہ میں نے عثمان کے پاس سود بیان کی روشنی چادر دیکھی تھی۔ (۳)

بلاؤری کہتے ہیں کہ عثمان نے بیت المال کے جواہرات لے لئے تو لوگوں نے بڑی لے دے
چکی، وہ خسے میں کہنے لگے: یہ خدا کا مال ہے اور میں خدا کا خلیفہ ہوں اس لئے جس طرح چاہوں
استعمال کرو، حضرت علیؓ نے فرمایا کہ اگر تم نے ایسا کیا تو ہم ایسا نہیں ہونے دیں گے۔

ابن سعد (۴) اور مسعودی (۵) کے مطابق عثمان جس دن قتل کئے گئے ان کے خزانے میں
کروڑوں تھے، رہزوں میں سوا نہ تھے، خیر اور برادری میں جو صدقات تھے ان کی قیمت دولا کھدیار
تھی۔ ذہبی (۶) کہتے ہیں کہ سو غلام ترکے میں چھوڑے اس کے علاوہ بہت زیادہ گھوڑے اور اونٹ تھے
جن افراد پر دل کھول کر فیاضی کی وہ مندرجہ ذیل ہیں:

حکم: ۲۰۰۰۰۰ مروان: ۵۰۰۰۰۰

۱۔ مردوح الذصب ج ۱ ص ۳۳۳ (ج ۲ ص ۳۵۱)

۲۔ مردوح الذصب ج ۱ ص ۳۳۳ (ج ۲ ص ۳۵۱)

۳۔ طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۳۰ مطبوعہ لیدن (ج ۲ ص ۵۸) انساب بلاؤری ص ۲۰۲ (ج ۵ ص ۳۸) استیغاب ج ۲ ص ۶۱ (ج ۱ ص ۱۰۳۲) انگریز ۱۷۷۸

۴۔ طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۵۲ (ج ۲ ص ۷۶، ۷۷)

۵۔ مردوح الذصب ج ۱ ص ۳۲۲ (ج ۲ ص ۲۵۰) (ص ۱۶) ۶۔ دل الامام ج ۱ ص ۱۱ (ج ۲ ص ۳۳۹، ۳۴۰)

ابوسفیان:	۲۰۰۰۰۰
حکم کی اولادیں:	۲۰۲۰۰۰۰
مردان:	۳۰۰۰۰۰
حارت:	۳۰۰۰۰۰
عبدالرحمن:	۲۵۶۰۰۰۰
طلیع:	۲۲۰۰۰۰۰
زبیر:	۵۹۸۰۰۰۰۰
ولید:	۱۰۰۰۰۰
عبداللہ:	۳۰۰۰۰۰۰
زید بن ثابت:	۱۰۰۰۰۰
ابن ابی وقاص:	۲۵۰۰۰۰۰

خود حضرت عثمان کی دولت کا تخمینہ ۳۰۸۵۰۰۰۰ رہتا ہے۔

ایک طرف تو عثمان اور ان کے قبیلے کے لوگ نیزان کے حاتمی دولت میں ڈوبے ہوئے تھے اور دوسری طرف تمام اہل اسلام کی غربت اس حد کو یہ پنجی ہوئی تھی کہ زندگی کی بیشادی ضرورتیں بھی میرمنہ تھیں۔ کیا ان عطا یا کی کوئی توجیہ کی جاسکتی ہے؟

۳۰۔ خلیفہ اور شجرہ ملعونہ

بنی امیہ کی فرد خلیفہ اپنے خاندان کی محبت میں بری طرح گرفتار تھے جب کہ قرآن میں اسے شجرہ ملعونہ کہا گیا ہے وہ بنی امیہ کے افراد کو دوسروں پر فضیلت دیتے اور ان کے مفادات کی فکر میں ابتدائے خلافت ہی سے بتلاتے ہیں، یہ بات اس قدر معروف تھی کہ خود عمر نے ابن عباس سے کہا تھا کہ اگر میں عثمان کو خلیفہ بنا دوں تو وہ بنی امیہ کو لوگوں کی گردن پر مسلط کر دے گا، اور اگر اس نے ایسا کیا تو لوگ اسے قتل کر دیں گے۔ (۱)

آثار ابو یوسف میں (۲) ابو حنفیہ کی اس مفہوم پر مشتمل روایت ہے انہوں نے عثمان سے وصیت کی

۱۔ انساب بلاذری ج ۵ ص ۱۶

۲۔ آثار ابو یوسف میں ۲۱۷ باب ۳۲ حدیث (۹۶۰)

تھی کہ اگر خلیفہ ہو جاؤ تو خدا سے ڈرنا اور لوگوں کی گردان پر بنی امیہ کو مسلط نہ کر دینا۔ (۱) اسی وصیت کی بنیاد پر طلحہ وزیر نے احتجاج کیا تھا کہ عرب نے آپ سے نہیں کہا تھا کہ بنی امیہ کو مسلط نہ کرنا۔ یہ سن کر ان کی بولتی بند ہو گئی تھی۔ (۲)

ان کی تمام تر مسائی اس پر مرکوز تھی کہ تمام بلا دا اسلام پر امویوں کا اقتدار ملکم ہو جائے لیکن تقدیر نے اس کے برخلاف حرم کیا، آج امویوں کے نام لیوا جا بلانہ ان کے آثار سرمایہ ناٹش ہیں، خلیفہ نے دلیرانہ طریقے سے ابوسفیان کے مشورے کے پیش نظر خلافت کو گیند کی طرح اچھالا، حساس شہروں میں امویوں کو مسلط کر دیا جو خود سراور عالم گرد نظام تھے۔ (۳)

ابو عمر کا بیان ہے کہ شیعی بن خالد عثمان کے پاس آکر بولا: اے گروہ قریش! کیا تھا رے خاندان میں کوئی پچھلی نہیں ہے جسے اور پر اخاؤ، کوئی عتیق نہیں جسے دو تند بیاؤ کوئی گناہ نہیں جسے باہم شہرت پر یہو نچاؤ، آخر تم نے عراق کو اس اشری (ابو موسی اشری) کے حوالے کیوں کر دیا۔ عثمان نے پوچھا: پھر کون مناسب رہے گا؟ لوگوں نے عبد اللہ بن عاصم کا نام پیش کیا جس کی عمر رسولہ سال تھی، اسی کو عراق کا حکمران بنایا، یہی چھوکرے تمام شہروں پر مسلط ہو گئے، انہیں اپنے کردار و گفتار کی کوئی پرواہ نہ تھی نہ خلیفہ ان کے خلاف کسی شکایت پر کان دھرتے تھے، رسول اکرم ﷺ نے انہیں چھوکروں کے متعلق پیشیں گوئی فرمائی تھی کہ بلاشبہ میری امت کی تباہی قریش کے احق چھوکروں کے ہاتھوں ہوگی۔ کعب بن عجرہ سے کہا کہ خدا تھیں احق حکمرانوں سے بچائے۔ پوچھا: احق چھوکرے کون؟ فرمایا: یہ حکمران میرے بعد ہوں گے ان میں میری سیرت کی ذرا بھی بوباس نہ ہوگی۔ (۴)

آپ نے مجھ سے بھی خطاب فرمایا کہ میرے بعد ایسے احق جھوٹے اوتਮ پیشے حکمران ہوں گے جو

۱۔ طبقات ابن سعد ج ۳ ص ۲۷ (ج ۲۳ ص ۲۲۷) انساب بلاذری ج ۵ ص ۱۶ ریاض المعرفۃ ج ۲ ص ۶ (ج ۲۲ ص ۲۵۶)

۲۔ انساب بلاذری ج ۵ ص ۳۰

۳۔ استیباب (القسم الایکٹ ص ۶۹۳ نمبر ۱۱۵۵)

۴۔ صحیح بخاری کتاب الفتن ج ۱۰ ص ۱۳۶ (ج ۲ ص ۱۳۱۹ حدیث ۳۲۱۰، ج ۲ ص ۲۵۸۹) المسند رک علی الحججین ج ۲ ص ۲۰۷ (ج ۲ ص ۲۷۱ حدیث ۸۳۵۰)

ان کی تائید کرے وہ مجھ سے نہیں، جس نے ان کے مظالم کو راہادہ میرا منے والا نہیں۔ میرے بعد ایسے حکمراں ہوں گے جو کہنیں گے وہ کریں گے نہیں، ان کی سیرت اسلام کے خلاف ہو گی۔ (۱)

بھی ہاں ! عثمان نے یہ سب جانتے ہوئے بھی ان چھپو کروں کے حوالے حکومت کی جب کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ جو شخص مسلمانوں پر ایسے حکمراں بنائے جو کتر ہو اور یہ جانتا ہو کہ اس سے بہتر موجود ہے تو اس نے مسلمانوں کے ساتھ خیانت کی۔ (۲)

اس طرح نبی امیر کا زمانہ امت محمد ﷺ کی بیانی کا زمانہ کہنا چاہئے فتنوں سے بھر پور ان کا زمانہ ایسے فرماں رواؤں سے بھرا تھا، جو چھپکی کے پیچے بعثت زدہ، اور تباہ کارتھے، خلیفہ کی ہر وقت خواہش تھی کہ دنیا بھی میں آخرت بھی نہیں کے حوالے کر دیں، ایک بار اصحاب کے مجتمع سے کہا: جس میں عمار بھی تھے کہ میں تم سے ایک بات پوچھوں مجھ تجھ جواب دینا، کیا تم نہیں جانتے کہ رسول خدا ﷺ قریش کو تمام لوگوں پر اور نبی ہاشم کو قریش پر ترجیح دیتے تھے؟ سبھی خاموش رہے تو کہا کہ اگر جنت کی کنجیاں میرے ہاتھ میں دی جائیں تو میں نبی امیر کے حوالے کر دوں تاکہ آخری فرد بھی جنت میں داخل ہو جائے۔ (اس کے تمام اسناد صحیح و موثق ہیں) (۳)

۲۱۔ خلیفہ نے ابوذر کو ربڑہ جلاوطن کیا

بلاذری کی روایت ہے کہ جب عثمان نے حکم کے بیٹے مردان و حازث اور زید بن ثابت کو لاکھوں درہم دے ڈالے تو ابوذر نے یہ آیت پڑی ﴿وَلِلّذِينَ يَكْنُزُونَ الْذَهَبَ وَالْفَضَّةَ﴾ ”جو لوگ سونا اور چاندی جمع کر رہے ہیں اور اس کو خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں درود ناک عذاب کی خوشخبری سنادو۔“ (۴)

۱۔ تاریخ بغدادی ج ۲ ص ۱۰ (نمبر ۵۰۰) ج ۵ ص ۳۶۲ (نمبر ۲۸۸۱) مسند احمد ج ۱ ص ۳۵۶، ج ۳ ص ۲۶۷ (ج ۲ ص ۱۱)

حدیث ۳۳۵۰، ج ۵ ص ۳۳۳ (۱۷۸۸۹)

۲۔ مسند احمد ج ۱ ص ۲۲ (ج ۱ ص ۱۰۰) حدیث ۳۳۱

۳۔ سنن تیمی ج ۱۰ ص ۱۱۸، مجمع الزوائد ج ۵ ص ۲۱۱

۴۔ (سورہ توبہ ۳۲)

مردان نے یہ خبر عثمان کو دی، انہوں نے آدمی بھیج کر ابوذر کو بلوایا اور کہا کہ مجھے تمہارے متعلق اسی باشیں معلوم ہوئی ہیں، تم اس سے باز آ جاؤ، ابوذر نے عثمان سے کہا: مجھے آیات قرآنی پڑھنے سے منع کرتے ہو، ہم تو ایسے لوگوں کی مذمت میں آیات پڑھ رہے ہیں جو احکام خدا کو نظر انداز کر رہے ہیں، بخدا خشنودی خدا عثمان کے غصے میں ہے تو مجھے اختیاری محظوظ ہے، میں عثمان کی خشنودی کے لئے خدا کو ناراض نہ کروں گا۔ عثمان کو یہ سن کر بڑا غصہ آیا اور دل میں کینہ رکھ لیا، ایک دن لوگوں کے مجمع میں پوچھا: کیا امام کے لئے یہ جائز نہیں کہ بیت المال سے کچھ لے لے پھر جب وہ مالدار ہو جائے تو واپس کر دے، کعب الاحرار نے کہا: کوئی حرج نہیں، ابوذر نے ذپٹ پلانی: اے یہودی کے پیچے! تو مجھے دین کی تعلیم دے رہا ہے، عثمان نے مداخلت کی اور کہا کہ تم میرے دوستوں کو بہت زیادہ پریشان کر رہے ہو تم کسی سرحدی مقام یعنی شام پلے جاؤ، اتنے میں حج کے ایام آگئے اور ابوذر نے اجازت مانگی کہ مجھے جوار قبر رسول پر رہنے دو، عثمان نے اجازت دے دی، سرحدی مقام شام جانے کی وجہ بھی یہ تھی کہ لوگ فلک بوس عمارتیں بوس گمارتیں بنا رہے تھے، عثمان نے کہا کہ میں نے رسول ﷺ سے ناہیں کہ جب فلک بوس عمارتیں بننے لگیں تو وہاں سے الگ ہو جاؤ، مجھے شام جانے دوتا کر وہاں راہ خدا میں جہاد کروں، شام میں معاویہ کی غلط حرکتوں پر تنقید کرنے لگے، معاویہ نے انہیں تین سو دینار طلاقی بیجے۔ ابوذر نے کہا کہ اگر اس سال کا حق ہے تو میں لے لوں گا اور اگر بخشش و انعام ہے تو مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ (۱) جیب بن مسلم فہری نے دسویں دینار طلاقی تو ابوذر نے کہا: کیا مجھ سے زیادہ غریب یہاں کوئی نہ تھا یہ کہہ کے واپس کر دیا۔ معاویہ نے دمشق میں بزرگ محل بنایا، ابوذر نے کہا: اگر یہ مسلمانوں کے مال سے بنوایا ہے تو خیانت کی ہے اور اگر اپنے مال سے بنوایا ہے تو اسراف کیا ہے، معاویہ خاموش ہو گیا، ابوذر کہتے رہے: بخدا! اب ناپسند امور دیکھنے میں آ رہے ہیں، یہ سب کتاب خدا و سنت رسول ﷺ کی خلافت ہے، بخدا حق کو ضائع کیا جا رہا ہے، باطل زندہ کیا جا رہا ہے حق کو جھٹلا یا جا رہا ہے، کرواروں میں پر ہیز گاری کا کوئی خیال نہیں، نیک لوگوں کے حقوق غصب کئے جا رہے ہیں۔ جیب بن مسلم نے معاویہ سے کہا کہ ابوذر شام کو

بر باد کر دیں گے، اگر تمہیں اس کی ضرورت ہے تو جلد شامیوں کی خبر لو، معاویہ نے عثمان کو خط لکھا تو عثمان نے جواب دیا کہ انہیں سرکش سواری پر بھا کر سنگارخ راستوں سے میرے پاس بیچ دو، جب ابوذر مدینہ آئے تو عثمان سے کہا کہ تم نے چھوکروں کو حکومت دے دی ہے، تو یہ چاکا گا ہیں اپنی تلکیت بنا لی ہیں، غلام بچوں کو مقرب بنالیا ہے، عثمان نے کہا کہ جہاں تمہارا مجی چاہے ٹلے جاؤ، ابوذر نے پوچھا: مکہ جاؤ؟ کہا: نہیں، پوچھا: بیت المقدس جاؤ۔ کہا: نہیں۔ پوچھا: بصرہ یا کوفہ جاؤ۔ کہا: نہیں، میں تمہیں ربذه جلاوطن کر دیں گا، ابوذر دو ہیں رہے یہاں تک کہ انتقال کیا۔ (۱)

محمد بن سمعان کا بیان ہے کہ میں نے عثمان سے کہا کہ ابوذر کہتے ہیں کہ آپ ہی نے انہیں ربذه جلاوطن کیا ہے۔ جواب دیا کہ تجھ ہے، ایسا کیسے ہو سکتا ہے، میں ان کی سبقت اسلامی سے واقف ہوں، وہ تمام صحابہ میں معزز ترین ہیں۔ اور کمل بن زیاد کہتے ہیں کہ جب ابوذر کوشام جلاوطن کیا تو میں مدینہ ہی میں تھا اور جب ایک سال بعد ربذه جلاوطن کیا گیا تو بھی مدینہ ہی میں تھا۔

قادة کا بیان ہے کہ ابوذر کی بات پر عثمان نے انہیں جھلایا تو ابوذر نے کہا کہ میں سوچ بھی نہ سکتا تھا کہ کوئی مجھے جھلانے گا جب کہ میرے پارے میں رسول ﷺ نے فرمایا ہے کہ ابوذر سے زیادہ پچے انسان پر آسان وز میں نے سائیں نہیں کیا جب انہیں ربذه جلاوطن کیا گیا تو فرمایا کہ حق گوئی نے میرا ایک بھی دوست باقی نہ رکھا، نیز فرمایا کہ بھرت مدینہ رسول ﷺ کے بعد مجھے صراشیتی پر مجبور کیا گیا۔ قادة کا یہ بھی بیان ہے کہ ابوذر کو رخصت کرنے کے لئے حضرت علیؓ کے باہر تک تشریف لے گئے۔ مردان نے آپ کو روکا حضرت نے اس کی پیٹھ پر تازیانہ مارا، اس سلسلے میں عثمان کی کوناپنڈ کیا اور پھر نیچ بچاؤ کیا گیا، یہ بھی روایت ہے کہ عثمان کو ابوذر کے انتقال کی خبر ملی تو کہا: خدا ان پر رحمت نازل کرے۔ عمار یا سر نے بھی کہا کہ خدا ہم سب کی طرف سے بھی رحمت نازل کرے، عثمان نے انہیں گالی دے کر کہا کہ کیا تم سمجھتے ہو کہ میں ابوذر کو جلاوطن کر کے شرمند ہوں؟

ابن خراش کہتے ہیں کہ میں نے ابوذر کو ایک جھونپڑی میں دیکھا، انہوں نے فرمایا کہ میں نے اس

قدر برائیوں سے روکا کر میرے حق گوئی نے ایک بھی دوست باقی نہ رکھا۔ ابراہیم تھی کا بیان ہے کہ میرے باپ نے ابوذر سے پوچھا کہ آپ ربہ جلاوطن کیوں کئے گئے؟ فرمایا: خیر خواہی اور عثمان اور معادیہ کو نصیحت کرنے کی وجہ سے بشر بن حوشب فزاری کا بیان ہے کہ میرے باپ نے کہا کہ میرے عیال شربہ میں تھے میں اپنی چند بکریاں وہاں سے مدینہ لارہا تھار بذہ ہیہو نچا تو وہاں ایک بوڑھے کو دیکھا جس کے تمام بال سفید ہو چکے تھے ایک جھونپڑی میں چند بکریوں کے ساتھ قیام پڑی تھا، لوگوں سے پوچھا یہ کون ہے؟ کہا گیا: صحابی رسول ﷺ "ابوذر" ہیں۔ میں نے پوچھا: آپ کا قریلہ یہاں تو نہیں رہتا آپ یہاں کیسے ہیں؟ فرمایا: زبردستی مجھے یہاں جلاوطن کیا گیا ہے۔ بشر کا بیان ہے کہ میں نے یہ بات سعید بن میتب سے کہی تو انہوں نے انکار کیا کہ عثمان نے انہیں جلاوطن نہیں کیا ہے بلکہ وہ خود یہاں قیام کے خواہشمند تھے اور صحیح بخاری میں زید بن وہب کا بیان ہے کہ ربہ میں ابوذر سے پوچھا کہ آپ یہاں کیوں جلاوطن کئے گئے؟ فرمایا: میں نے معادیہ کی سرمایہ پر تی کے خلاف آیات قرآنی کی تلاوت کی، جو لوگ سونے چاہدی جمع کرتے ہیں انہیں دروناک عذاب کی بشارت دے دو۔ وہ کہنے لگا کہ یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ میں نے کہا: یہ آیت یہودیوں کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور مسلمانوں کے بارے میں بھی اس نے عثمان سے میری ہنگامت لکھ ماری، انہوں نے مجھے مدینہ بلا یا لوگ مجھے دیکھنے کے لئے اس قدر امنڈ پڑے جیسے انہوں نے مجھے کسی دیکھا ہی نہ تھا، انہوں نے کہا: اگر اگر چاہو تو مجھ سے علیحدہ رہو اور میرے شہر کے نزدیک رہو، سبھی وجہ ہے کہ مجھے یہاں رہنا پڑ رہا ہے۔ لوگوں نے ابوذر سے کہا کہ آپ کا اسی میں انتقال۔ (۱) ہو جائے گا، ابوذر نے جواب دیا: افسوس ہرگز نہیں، پھر آپ نے ربہ جلاطنی اور وہاں غریب کی موت وغیرہ کی چیزوں کوئی کو دہرا یا، عثمان کے پاس جا کر فرمایا کہ میں نے حدیث رسول ﷺ سنی ہے کہ جب ابوالعاش کے فرزند میں تک پیدا ہوئے جائیں گے تو بندگان کو غلام اور مال خدا کو ذاتی ملکیت سمجھیں گے اسی دن عبدالرحمن بن عوف کا ترکہ میراث کی تقسیم کے لئے عثمان کے پاس لا یا گیا تھا، دولت کا ڈیمیر اس قدر رہ گیا تھا کہ ادھر کا آدمی ادھر سے دکھائی نہیں

دیتا تھا۔ عثمان نے کہا: میں عبدالرحمن کے حق میں خیر و بھلائی ہی کی توقع رکھتا ہوں، انہوں نے صدقہ دیا مہمان نوازی کی اور پھر اتنا مال بھی چھوڑا جو تم لوگ دیکھ رہے ہو، کعب نے کہا: امیر المؤمنین نے حق فرمایا اب تو ذرنے یعنی کربلہ کے سر پر ڈنڈا گھیث مارا اور اس کی اذیت کی پرواہ کئے بغیر وہاڑے اے یہودی کے پچے! جس شخص نے اتنا مال چھوڑا ہے اس کے متعلق تو دنیا آخترت کی بھلائی کا مستقیع ہے، میں نے رسول خدا ﷺ سے سنائے کہ مجھے بھی پسند ہے کہ مردوں تو ایک پھوٹی کوڑی بھی نہ چھوڑوں۔ عثمان نے کہا: میرے سامنے سے دور ہو جاؤ، ابوذر نے کہا: مکہ چلا جاؤں کہا: ہر گز نہیں۔ ابوذر نے کہا: مجھے خاتمة خدا میں آخر دم تک عبادت کرتے رہنے سے روک رہے ہو؟ کہا: ہاں خدا کی قسم تمہیں دہاں نہیں جانے دوں گا پوچھا: تو پھر شام چلا جاؤں۔ کہا: بخدا وہاں بھی نہیں، پھر پوچھا: بصرہ جاؤں۔ کہا: نہیں میں تمہیں رب زہ جلا دہن کر دوں گا۔ ابوذر نے کہا: اللہ اکبر رسول خدا نے حق فرمایا تھا۔ مجھے ان تمام باتوں کی پہلی ہی خبر دے چکے ہیں۔ عثمان نے پوچھا: کیا خبر دے چکے ہیں؟ فرمایا: مجھے مدینہ و مکہ میں جانے نہیں دیا جائے گا، میری موت رب زہ میں ہو گی اور عراق سے جاگز جاتے ہوئے قاتلے کے لوگ میری جھینڑ تکشیں کریں گے۔

ابن حجر قیم الباری میں لکھتے ہیں کہ لوگوں کی بھیڑ اس لئے جمع ہو گئی تھی کہ وہ شام سے والہیں آنے کا حال ابوذر سے پوچھ رہے تھے، جس طرح معاویہ کو خوف دامنگیر ہوا تھا، ویسا ہی خوف عثمان کو ہوا، عثمان کے قول کی تشریع میں ”چاہو تو میرے شہر کے نزدیک رہو۔“ ابوذر نے کہا: خدا کی قسم امیں لوگوں کو برائیوں سے روکنے سے باز نہیں آؤں گا۔ (۱)

مسعودی نے واقعہ ابوذر یوں لکھا ہے کہ ایک دن عثمان کی بزم میں ابوذر بھی موجود تھے، عثمان نے کہا: تم لوگوں کا کیا خیال ہے، اگر کوئی شخص زکوٰۃ دے تو اس کے مال میں دوسرا کوئی حق باقی رہ جاتا ہے، کعب نے کہا: نہیں اے امیر المؤمنین! ابوذر نے کعب کے سینہ پر گھونسہ مار کر کہا: اے یہودی کے پچے! تم نے جھوٹ کہا، پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی ﴿لَيْسَ الْبَرَانَ تُولُوا وَجْهَكُمْ قَبْلَ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ وَلَكُنَ الْبَرَّ﴾ ”نیکی نہیں ہے کہ تم اپنے چہرے پورب یا وچشم کی طرف کرلو۔“ (۲)

عثمان نے کہا: کیا تم اس میں عیب دیکھتے ہو کہ ہم بیت المال سے کچھ مال لے کر اپنے کارگزاروں کو بخش دیں، کعب نے کہا: اس میں کوئی ہرج نہیں، ابوذر نے عصا اس کے سینے پر مار کر کہا: تو دین کے معاملے میں کس قدر گستاخ ہو گیا ہے، عثمان دھاڑے: تم مجھے بہت زیادہ اذیت دینے لگے ہو، میرے سامنے سے دور ہو جاؤ، اور انہیں شام جلاوطن کر دیا، وہاں سے معاویہ نے عثمان کو خطا لکھا کہ ابوذر یہاں معاشرے میں فساد پھیلا رہے ہیں، اگر آپ کو شام اپنے قبضہ میں رکھنا ہے تو انہیں اپنے پاس بلا لججھے، عثمان نے جواب دیا کہ انہیں سرکش سواری پر بخا کروانہ کر دو۔

عثمان نے ابوذر کو جلاوطن کرنے کے لئے ایک اونٹ بھیجا جس پر اپنی یہودی یا یہلی کو سوار کر کے رہذا کی طرف تشریف لے گئے، جب مدینہ سے نکلنے لگے تو رخصت کرنے کے لئے حضرت علی، امام حسن، امام حسین، عقیل اور عبد اللہ بن جعفر و عمار آئے مردان نے اس پر اعتراض کیا کہ امیر المؤمنین نے منع کیا ہے کہ کوئی ابوذر کو الوداع کہنے نہ نکلے، میرا کام تھا حکومت کے آڈر سے باخبر کر دینا۔ یہ سن کر حضرت علی نے مردان کی سواری کے دونوں کافلوں کے درمیان کوڑا مار کر کہا: دور ہو جانا خدا تجھے داخل چشم کرے پھر آپ وداع کر کے پڑھنے لگے تو ابوذر نے کہا: اے الہمیت! خدا تم پر رحمت نازل کرے، اے ابو الحسن! میں آپ کو اور آپ کے بچوں کو دیکھتا ہوں تو رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم یاد آ جاتے ہیں۔ مردان نے عثمان سے حضرت علی کی شکایت کی تو عثمان نے لوگوں سے کہا کہ اب کوئی علی کی کیا صفائی دے سکتا ہے انہوں نے میرے پیغام پر کوئی پرواہ نہ کی اور اس کے ساتھ بر ابرتاو کیا، خدا کی قسم میں اس کا بدلہ ضرور لوں گا، جب حضرت علی ابوذر کو رہذا ہو چکا کرو اپس آئے تو لوگوں نے آپ سے کہا کہ عثمان آپ پر برہم ہیں، کیونکہ آپ ابوذر کو الوداع کہنے گئے تھے۔ حضرت نے فرمایا: سواری کا غصہ لجام پر؟

پھر آپ شب میں عثمان سے ملنے کے عثمان نے کہا: کیا میں نے آپ کو ابوذر کی مشایعت سے منع نہیں کیا تھا؟ حضرت نے فرمایا: کیا میں تمہارا ہر صحیح و غلط مان لیا کروں؟ واللہ مجھ سے یہ ہرگز نہ ہو گا۔ عثمان نے کہا: آپ نے مردان کو گالی دی ہے اور اس کی سواری پر تازیانہ مارا ہے؟ فرمایا: تو یہ میری سواری موجود ہے وہ بھی تازیانہ مارے لیکن اگر اس نے مجھے گالی دی تو میں اس کا منہ توڑ دوں گا۔ عثمان

نے کہا: وہ گالی کیوں نہ دے گا آپ نے بھی تو اسے گالی دی ہے۔ آپ میری نگاہ میں اس سے افضل نہیں ہیں۔ حضرت علیؓ کو خصہ آگیا تم اب یہ بکواس کرنے لگے مجھ سے مردان کا مقابلہ کرتے ہو، خدا کی قسم میں تم سے بھی افضل ہوں میرا بابا تمہارے باپ سے افضل تھا، میری ماں تمہاری ماں سے افضل تھی، یہ سن کر مثان غصے میں بھوت ہو گئے اور گھر کے اندر چلے گئے، حضرت علیؓ بھی گھر چلے آئے، آپ نے لوگوں سے فرمایا: جلد امیں نے ابوذرؓ کو خدا کے لئے الوداع کہا تھا۔ (۱)

علامہ امینی فرماتے ہیں: ابوذرؓ کا مرتبہ ایمان و حق انتہائی بلند و استوار تھا۔ ان کا علم و دانش، صداقت و زہد اور بعض فیض فی اللہ رسول خدا ﷺ خراج حسین وصول کر چکا تھا، ان کی تو حیدؓ کے متعلق طبقات بن سعد میں ہے کہ ابوذر فرماتے تھے کہ میں مسلمان ہونے کے تین سال قبل نماز پڑھا کرتا تھا، عبد اللہ بن صامت نے پوچھا کہ کس کے لئے نماز پڑھتے تھے، کہا: خدا کے لئے، پوچھا: تمہارا رخ کہ ہر ہوتا تھا۔ فرمایا: جدھر خدا رخ کر دیتا تھا ابو محشر شیعؓ کے طریقے سے نقل ہوا ہے کہ ابوذر جاہلیت میں خدا پرست تھے اور لا الہ الا اللہ کہتے تھے، توں کی پرتشیش نہیں کرتے تھے بعثت کے بعد ایک شخص نے ان سے کہا کہ میں ایک شخص نے وہی اعلان کیا ہے جو تم کہتے ہو ان کا گمان ہے کہ وہ بتیجہ بربے پھر اس کے بعد اسلام لانے کا واقعہ نقل کیا ہے۔ ان کی خدا پرستی کا حال حلیہ، ابو قیم، صفتہ صفوہ ابن جوزی، صحیح مسلم، متدرک حاکم، استیغاب میں موجود ہے۔ (۲)

۲۔ طبقات بن سعد میں ہے کہ ابوذر تیرے یا پوتھے یا پانچویں شخص اسلام لانے والوں میں تھے۔ (۳)

۱۔ طبقات ابن سعد ح ۳ ص ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳ (ج ۳ ص ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲)

۲۔ حلیۃ الاولیاء ح ۱ ص ۱۵۷، المسدر ک علی الحسینی ح ۳ ص ۳۲۲ (ج ۳ ص ۲۸۵ حدیث ۵۳۵۹) استیغاب ح ۱ ص ۲۲۲ (ل قسم الاول ص ۱۵۲ نمبر ۲۲۹)، قسم الرابع ص ۱۶۵ (ج ۳ ص ۲۸۵ حدیث ۴۹۲۲) صحیح مسلم ح ۷ ص ۱۵۳ (ج ۳ ص ۲۲۲ حدیث ۱۲۲ کتا

ب فصال الصلحاء ص ۶۷ (صفوة الصناعة ح ۱ ص ۲۲۸) صفة الصناعة ح ۱ ص ۲۲۸ (ج ۳ ص ۲۸۵ نمبر ۶۲)

۳۔ حلیۃ الاولیاء ح ۱ ص ۱۵۷ (ج ۳ ص ۲۸۵ حدیث ۵۳۵۹) استیغاب ح ۱ ص ۲۲۲ (ل قسم الاول ص ۱۵۲ نمبر ۲۲۹)، قسم الرابع ص ۱۶۵ (ج ۳ ص ۲۸۵ حدیث ۴۹۲۲) اسر الشافعی ح ۵ ص ۱۸۶ (ج ۳ ص ۲۳۷ نمبر ۸۰۰) شرح جامع الصغیر مناوی ح ۵ ص ۳۲۹، الاصفیی ح ۳ ص ۶۲ طبقات ابن سعد ح ۳ ص ۱۶۱ (ج ۳ ص ۲۲۳)

طبقات بن سعد میں ابوذر کا بیان ہے کہ میں اولین شخص ہوں کہ رسول پر صلوٰت پڑھی تو رسول نے مجھ پر صلوٰت پڑھی۔ (۱)

ابن سعد، بخاری اور مسلم نے بطریق ابن عباس روایت کی ہے کہ جب ابوذر کو معلوم ہوا کہ میں ایک شخص نے دعویٰ رسالت کیا ہے تو اپنے بھائی کو بیجا کہ وہاں کے حالات معلوم کر کے آئے انہوں نے واپس جا کر بتایا کہ وہ امر بالمعروف اور نبی عن الممنکر کرتا ہے اور اچھے اخلاق کی تعلیم دیتا ہے۔ ابوذر نے کہا: تم نے میرے درد کی دوائی کی اور کچھ سامان سفر لے کر مکہ تشریف لائے اپنے کو ظاہر نہ کیا کہ کہیں لوگ ان کے مقصد سے واقف نہ ہو جائیں، جب رسول ﷺ سے ملاقات نہ ہوئی تو گوشہ مسجد میں رات گذاری، صبح ہوئی تو حضرت علیؓ آئے، پوچھا: تم کون ہو؟ جواب دیا: قبیلہ غفار کی فرد ہوں۔ فرمایا: میرے ساتھ آؤ، راستے میں کسی نے کچھ بات نہ کی، دوسرے دن بھی ابوذر سے رسول ﷺ کی ملاقات نہ ہوئی، وہ نہیں چاہتے تھے کہ کسی کو ان کا بھید معلوم ہو، وہ رات میں سور ہے، صبح کو حضرت علیؓ آئے اور فرمایا: کیا ابھی وقت نہیں آیا کہ اپنی منزلت پہچانو پھر انہیں لے گئے، راستے میں کسی نے کچھ بات نہ کی، تیسرا دن ابوذر نے علیؓ سے بیان لیا کہ میرے دل کا راز فاش تو نہ کیجئے گا۔ علیؓ نے فرمایا: ہاں اپوچھا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ ایک شخص نے یہاں دعویٰ نبوت کیا ہے، میں نے اپنے بھائی کو بیجا تھا اس نے تسلیم بخش جواب نہ دیا، اسلئے خود ان سے ملاقات کرنے آیا ہوں، حضرت علیؓ نے فرمایا: جل میرے ہمراہ چلتا اگر کہیں خطرہ محسوس کروں گا تو ذرا جھک کر اشارے سے جھیل کر دوں گا تم میرے پیچے پیچے چلتے رہنا، اس طرح ابوذر نے رسول ﷺ سے ملاقات کی اور آپ کے ارشادات سن کر اسی وقت مسلمان ہو گئے اور رسول ﷺ سے پوچھا: آپ مجھے کیا حکم دیتے ہیں؟ فرمایا: اپنے قبیلے میں واپس جاؤ۔

ابوذر نے حکم کہا کہ جب تک اپنے اسلام کا مسجد الحرام میں اعلان نہ کر دوں گا واپس نہ جاؤں

۱۔ طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۱۶۱ (ج ۳ ص ۲۲۱) مجمع مسلم ج ۷ ص ۱۵۳، ۱۵۵ (ج ۵ ص ۷۳، ۷۶، ۷۷) حدیث ۱۳۲ اکتاب فضائل الصحابة
طہیۃ الادیاء ج ۱ ص ۱۵۹ استیباً ج ۲ ص ۲۲۲ (اقصیٰ الراحص ص ۱۶۵ نومبر ۲۹۹۳)

کا، مسجد الحرام میں بلند آواز سے کلہ پڑھا، مشرکوں نے چلاتے ہوئے کہا اس نے اپنادین بدل دیا ہے ان پر ٹوٹ پڑے، انہیں اتنا مارا کر بے ہوش ہو گئے، عباس نے قریش کو سمجھایا کہ تم لوگ تجارت کرتے ہو اور یہ غفاری قبیلہ کا آدمی ہے اگر اس کی موت ہو گئی تو اس کا قبیلہ تم کو صحیح سلامت سفر نہ کرنے دے گا، یہ سن کر لوگوں نے چھوڑ دیا، دوسرا دلچسپ روز نے علائی پیغمبر کلہ پڑھا اور لوگوں نے چلتا۔ (۱)

علمی حیثیت

ابن سعد نے طبقات کبری میں بطریق زادان نقل کیا ہے کہ حضرت علیؑ نے ابوذر کے متعلق فرمایا کہ وہ علم سے بھرے پڑے تھے، بڑے سختاط اور دین کے حریص نیزم کے حریص تھے۔ (۲)

ابو عمر کہتے ہیں: وہ مخدید اور شاندار علم سے بھرے پڑے تھے، زہد و درع اور حق بات کے دھنی تھے
حضرت علیؑ سے پوچھا گیا تو فرمایا کہ وہ شخص اس قدر علم سے بھرا پڑا تھا کہ دوسرے اس کے حصول سے
عاجز رہے، پھر اس نے علم کو محفوظ بھی کر لیا، ذرا بھی اپنے قلب و دماغ سے نہ نکلنے دیا۔ (۲)

طبرانی و مسلم نے امامی میں ابوذر سے نقل کیا ہے: خدا نے جو کچھ جریل و میکا سُل کے ذریعہ سنتے

رسول ﷺ میں اٹھیا وہ سب سیرے سینے میں رسول ﷺ نے اٹھیں دیا۔ (۲)

ابو قیم نے حلیہ میں لکھا ہے کہ ابوذر دنیا پر لات مارنے والے عبادت گزار تھے، منفرد، قیامت پسند

ج ٢٣٦ (قسم الرابع ص ١٥٢) (٢٩٣٣ نمبر ١٦٣٣) ج ٢٣٧ (٢٣٨٢ ص ١٥٩) حلقة الاليازون ح ٣٣٨ (٢٣٦٥ حد ١٩٧٤) استياب
ج ٢٣٨ (٢٣٧٦ حد ١٩٧٤) على الحمر ك علي الحسين ح ٣٣٨ (٢٣٦٥ حد ١٩٧٤) انتقام
ج ٢٣٩ (٢٣٧٨ حد ١٩٧٤) مسلم كتاب المناقب ح ٢٦١ (٢٣٥٥ حد ١٩٧٤) باب إسلام أبو ذر ح ٦١ (٢٣٦٥ حد ١٩٧٤)
ج ٢٤٠ (٢٣٧٩ حد ١٩٧٤) بخاري كتاب المناقب باب إسلام أبو ذر ح ٦٢ (٢٣٦٥ حد ١٩٧٤)

۲-طبقات این سریع ۵۰۷۶ (ج ۳۲۲)

٣- استیضاح مصطفیٰ نبرد ۲۶۳ (اسم الاول مصطفیٰ نبرد ۲۴۵۵) اسناد المظاہر ج ۵ ص ۱۸۶ (ج ۲)

چوتھائی اسلام اور اسلام سے قبل ہی بتول سے کنارہ کش تھے، قبل بعثت عبادت خدا کرتے تھے، سب سے پہلے رسول ﷺ کو سلام تھا۔ بھیجا، حق کے معاملے میں کسی طامت کی پرواہ نہ کی، امراء و حکام سے ذرا نہیں ڈرے، علم بقا و فنا کے پہلے مشکلم تھے، مصائب و آلام میں ثابت قدم رہے، وصیتوں اور عہدوں کا تحفظ کیا، مصائب میں مبرکیا، لوگوں سے ٹھنکنے ملنے میں خودداری کی یہاں تک کہ دوسری دنیا کا رخت سفر باندھ لیا۔ (۱)

بھی ہاں ابوذر غفاری نے خدمت رسول ﷺ کی، اصول سیکھے اور فضول و مہلات کو چھوڑ دیا۔ آگے لکھتے ہیں: شیخ فرماتے ہیں کہ ابوذر ہمیشہ رسول ﷺ سے دایبست رہے، علم و دانش کے حصول میں بڑے حریص تھے اور مفید باتوں کے قیام سے مانوس تھے، انہوں نے رسول سے اصول و فروع حاصل کئے، ایمان و احسان اور دیدار الحنی کے متعلق پوچھا: خدا کے محبوب ترین کلام کے متعلق پوچھا، یہ بھی پوچھا کہ لیلۃ القدر انہیاء کے بعد انھالی گئی یا بھی باقی ہے؟ انہوں نے ہر چیز پوچھ لیا یہاں تک کہ نماز میں سنگ ریزہ کا سکر کرنے کے متعلق پوچھ لیا پھر ابواللہ نے ابوذر سے روایت کی ہے کہ میں نے رسول سے سنگ ریزے کے سکر کرنے کے متعلق پوچھا فرمایا: ایک بار مس کرو چھوڑ دو۔ (۲)

مند احمد، اصحاب ابن حجر میں بھی یہی روایت ہے، نیز اصحاب میں ہے کہ ابوذر علم و دانش میں ہم دو شابن منحود تھے۔ (۳)

صداقت وزہر

ابن سعد اور ترمذی نے بطریق عبد اللہ بن عمر و عاصی روایت کی ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: ابوذر سے زیادہ سچے انسان پر نہ تو آسان نے سایہ کیا اور نہ ہی زمین نے بوجھ انھیا (یہ روایت ابن عمر اور ابو درداء سے بھی منقول ہے)

۱۔ حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۵۶ ۲۔ حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۶۹

۳۔ مند احمد ج ۵ ص ۱۶۳ (ج ۶ ص ۳۰۵) حدیث (۲۰۹۳۵) الاصابة ج ۳ ص ۶۲

ترمذی کی روایت میں ہے کہ ابوذر سے زیادہ سچا اور وفادار تر نہ تھا اور وہ عیسیٰ بن مریم کی شبیر تھے یہ سن کر عمر نے حد سے پوچھا: یا رسول اللہ ملئیکوں! کیا آپ انہیں ان صفات سے پہچانتے ہیں؟ فرمایا: ہاں! اے پہچان لو۔

جاسم کی روایت میں ہے کہ اس حدیث کو سن کر عمر نے کہا: کیا میں انہیں صفات سے انہیں پہچانوں؟ فرمایا: ہاں! انہیں صفات سے پہچانو۔

ابن مجہ میں ابن عمر سے روایت ہے کہ انبیاء کے بعد ابوذر سے زیادہ پے انسان پر آسمان نے سائیں کیا، نہ زمین نے اس کا بوجھ اٹھایا۔ ابو قشم نے خود ابوذر سے یہی روایت نقل کی ہے۔

طبقات ابن سعد میں بطریق ابو ہریرہ ہے:

ابوذر سے زیادہ پچھے انسان پر آسمان و زمین نے سایہ نہ کیا، جسے پسند ہو کر وہ عیسیٰ کا تو اوضع دیکھے اسے ابوذر کی طرف نظر کرنا چاہئے۔

ابو نعیم کی روایت میں ہے کہ جو شخص عبادت، نبڑہ و نیکی میں عیسیٰ کی سب سے زیادہ متوازن شیخہ دیکھنا چاہتا ہو وہ ابوذر کو دیکھئے۔

اس مفہوم کی روایت بکھ بن قیس، علی ابن ابی طالب، ابو ہریرہ اور ابو درداء سے مردی ہے:
ابن سعد، ترمذی، ابن ماجہ، احمد، ابن ابی شیبہ، ابن جریرہ ابن عمر، ابو شیم، حاکم، ابن عساکر، طبرانی
(۱) محدثون

سچ ترمذی میں ہے کہ رسول نے فرمایا: ابوذر زمین پر یوں چلتے ہیں جیسی اپنے زہد کے ساتھ چلتے تھے، کسی میں نکلی اور کسی میں عبادت یعنی سے مشابہت ہے، طبرانی نے مختلف طرق سے اخراج کیا ہے۔ (۱)

حدیث فضیلت

- ۱۔ بریدہ سے مردی ہے کہ رسول ﷺ نے فرمایا: خدا نے مجھے چار کی محبت کا حکم دیا ہے، علی، ابوذر، مقداد، سلمان۔ (۲)
- ۲۔ رسول نے فرمایا: خدا ابوذر پر رحمت نازل کرے ان کی رفتار اکیلی ہے، اکیلے رہیں گے اور اکیلے اٹھائے جائیں گے۔ (۳)
- ۳۔ رسول نے فرمایا: جنت تمیں کی مشارق ہے: علی، عمار اور ابوذر۔ (۴)
- ۴۔ رسول ﷺ نے فرمایا: جبرئیل نے مجھ سے کہا: اے محمد! اخذ اتھارے اصحاب میں تمیں سے محبت کرتا ہے، تم بھی ان سے محبت کرو: علی، مقداد، ابوذر۔ (۵)
- ۵۔ جب بھی ابو درداء نے ابوذر کو یاد کیا تو کہا: رسول ﷺ نے انہیں اسی وقت امین سمجھا جس وقت کسی کو امین نہ سمجھا تھا، اس وقت سے راز کی بات کی جب کسی سے راز کی بات نہ کی۔ (۶)

- ۱۔ سنن ترمذی ج ۲ ص ۲۷۹ (ج ۱۰۳ ص ۲۷۹) احمد الکبیر (ج ۲۲ ص ۲۷۹) حدیث ح ۱۷۵، ۱۷۶ (ج ۲۲ ص ۲۷۸) تبیاب ح ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶ (ج ۱۰۳ ص ۲۷۵ نمبر ۵۸۲۲) کنز اعمال ح ۲ ص ۱۷۹ (ج ۱۰۳ ص ۲۷۸ حدیث ۲۲۲، ۲۲۲۲، ۲۲۲۳) مجمع الزوادی ح ۹ ص ۲۳۰ (ج ۱۰۳ ص ۲۷۸) الحدر ر علی
- ۲۔ سنن ترمذی ج ۲ ص ۲۱۲ (ج ۱۰۳ ص ۲۱۲) سنن ابن ماجہ ح ۱۰۳ (ج ۱۰۳ ص ۲۷۸) حدیث ۵۹۳ (ج ۱۰۳ ص ۲۷۸) سنن ابن ماجہ ح ۱۰۳ (ج ۱۰۳ ص ۲۷۸) استیباب ح ۱۰۳ (ج ۱۰۳ ص ۲۷۸) الحدر ر علی
- ۳۔ سنن ترمذی ج ۲ ص ۲۱۳ (ج ۱۰۳ ص ۲۱۳) استیباب ح ۱۰۳ (ج ۱۰۳ ص ۲۷۸) حدیث ۵۹۴ (ج ۱۰۳ ص ۲۷۸) شرح جامع الصیفی معاوی ح ۲ ص ۲۱۵، شرح سنی سنن ابن ماجہ (ج ۱۰۳ ص ۲۷۸) الاصابی ح ۱۰۳ (ج ۱۰۳ ص ۲۷۸) حدیث ۱۷۹ (ج ۱۰۳ ص ۲۷۸) شرح جامع الصیفی معاوی ح ۲ ص ۲۱۵، شرح سنی سنن ابن ماجہ (ج ۱۰۳ ص ۲۷۸) الاصابی ح ۱۰۳ (ج ۱۰۳ ص ۲۷۸) حدیث ۱۷۹ (ج ۱۰۳ ص ۲۷۸) طبقات ابن سعد ح ۱۰۳ (ج ۱۰۳ ص ۲۷۸) استیباب ح ۱۰۳ (ج ۱۰۳ ص ۲۷۸) الحدر ر علی
- ۴۔ سیرۃ ابن حشام ح ۲ ص ۱۷۹ (ج ۱۰۳ ص ۱۷۹) احمد حدیث ۲۷۹ (ج ۱۰۳ ص ۱۷۹) طبقات ابن سعد ح ۱۰۳ (ج ۱۰۳ ص ۱۷۹) استیباب ح ۱۰۳ (ج ۱۰۳ ص ۱۷۹) الحدر ر علی
- ۵۔ محدثی سلطی (ج ۱۰۳ ص ۱۷۹) احمد حدیث ۲۷۹ (ج ۱۰۳ ص ۱۷۹) مجمع الزوادی ح ۹ ص ۲۳۰

۶۔ ابو درداء کا ایک دوسرا تذکرہ بھی ہے۔ وہ کہتے تھے: خدا کی قسم! جب بھی وہ رسول ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو ہم لوگوں کو نظر انداز کر کے انہیں سے قریب ہوتے جب وہ غائب ہوتے تو انہیں تلاش کرتے۔ (۱) میں جانتا ہوں کہ ان کے متعلق رسول ﷺ نے فرمایا کہ زمین و آسمان نے ابوذر سے زیادہ صادق اللہجہ کا بوجھ نہیں اختیا۔ (۲)

۷۔ ابوالاسود دؤلیٰ کہتے تھے: میں نے اصحاب رسول ﷺ کو دیکھا ہے لیکن ابوذر کے مانند کوئی نہ تھا۔ (۳)

۸۔ جبریل امین رسول ﷺ کی خدمت میں بصورت دحیہ کلبی موجود تھے، اتنے میں ابوذر ادھر سے گزرے تو جبریل نے کہا: یہ ابوذر ہیں۔ اگر انہوں نے مجھے سلام کیا ہوتا تو میں جواب دیتا۔ رسول نے پوچھا: جبریل تم انہیں پہچانتے ہو؟ جبریل نے کہا: اس خدا کی قسم! جس نے آپ کو برحق سبوث کیا، وہ ساتوں ملکوت سماوات میں زمین سے زیادہ مشہور ہیں۔ پوچھا: انہیں مرتبہ کیسے ملا؟ عرض کی: اس دنیائے قافی سے قلی بے تعلقی کی بنا پر۔ (۴)

رسول اعظمؐ کا ابوذر سے عہد

متدرک حاکم، حلیہ ابوظیم اور طبقات بن سعد میں شدہ اور حسن سند کے ساتھ مروی ہے کہ رسولؐ نے ابوذر سے فرمایا: تمہارا اس وقت کیا حال ہو؟ جب تم ذہل لوگوں کے درمیان ہو گے اور انہی انگلیوں کو باز کیا، میں نے عرض کی: فرمائیے اس وقت میں کیا کروں۔ فرمایا: صبر کرنا، صبر کرنا، صبر۔ لوگوں سے ان کے اخلاق کے جواب میں حسن سلوک اور ان کے اعمال کی مخالفت کرنا۔

۱۔ تحدیب الاتمار (ص ۱۲۰) حدیث ۲۶۰ (کنز الصمال ج ۸ ص ۱۵) (ج ۱۳ ص ۳۱۱) حدیث ۳۶۸۸۱ (۳۶۸۸۱) مسند احمد ج ۵ ص ۱۹۷ (ج ۷)

ص ۵۲۶، ۵۲۶ حدیث ۲۱۲۱ (الحدیث علی الحسنین ج ۳ ص ۳۲۲) (ج ۳۲ ص ۲۸۷) حدیث ۵۳۶

۲۔ کنز الصمال ج ۸ ص ۱۵ (ج ۳ ص ۳۱۱) حدیث ۳۶۸۸۷ (الاصابۃ ج ۳ ص ۶۲)

۳۔ مجمع الزوائد ج ۹ ص ۲۳۱، مسند احمد ج ۵ ص ۱۸۱ (ج ۶ ص ۲۳۱) حدیث ۲۱۰۶۵

۴۔ الحضر ف ج ۱۲۲ (ج ۱۳۸، ۱۳۷) رقع الابر ارز گزیری باب ۲۲ (ج ۱۳۳) (۸۳۳)

اور مسند احمد میں ہے کہ میں نے عرض کی: اس وقت میں تکوار چلاوں گا چاہے مارا جاؤں، فرمایا: اس سے بہتر کی نشاندہی کروں کتم صبر کرنا، اس روایت کے تمام راوی شهد و مستحب ہیں۔ (۱) واقعہ نے ابوالاسود دوعلیٰ کا بیان نقل کیا ہے: میں چاہتا تھا کہ ابوذر سے مل کر ان کی جلاوطنی کا سبب دریافت کروں، چنانچہ ربڑہ جا کر پوچھا: آپ مدینہ سے یہاں خود اپنی مرضی سے آئے ہیں یا زبردستی جلاوطن کیا گیا ہے؟ فرمایا: میں سرحدی شہر میں تھا، وہاں سے مدینہ پہنچ دیا گیا، میں نے سوچا تھا کہ وہ میری تہجیت کا شہر ہے لیکن وہاں سے بھی نکال دیا اور اب تم مجھے یہاں دیکھ رہے ہو۔ پھر فرمایا: میں رسول ﷺ کے زمانے میں ایک دن مسجد میں سو گیا تھا اتنے میں رسول خدا ﷺ گزرے اور مجھے ٹھوکر سے مار کر اخایا اور کہا: اب کبھی مسجد میں سوتا ہوا نہ دیکھوں، میں نے عرض کی: آپ پر میرے ماں باپ قربان امیرے اور پنید کا غلبہ تھا۔ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: تمہارا کیا حال ہو گا جب تمہیں اس شہر سے جلاوطن کیا جائے گا؟ عرض کی: جب میں شام چلا جاؤں گا کہ وہ مقدس شہر بقعہ اسلام اور سرحدی مقام ہے۔

پھر پوچھا: تمہارا کیا حال ہو گا جب وہاں سے بھی نکال دئے جاؤ گے؟
 میں نے عرض کی: جب میں آپ کی مسجد "مدینہ" میں پناہ لوں گا۔ فرمایا: اوز اگر وہاں سے بھی نکالے گئے؟

میں نے عرض کی: جب میں تکوار اخالوں گا اور ان سے جنگ کروں گا۔ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: کیا میں تمہیں اس سے بہتر مشورہ نہ دوں؟ تم انہیں میں گھل مل کر رہو، ان کی باتوں کو سنو، اطاعت کرو۔ لہذا میں ان کی باتیں سنتا اور اطاعت کرتا رہا۔ آج بھی سن کر اطاعت کر رہا ہوں خدا کی قسم عثمان میرے معاملے میں خدا کے مجرم ہیں۔ (۲)

۱۔ المسدر رک علی الحسنین ح ۳۲۳ ص ۳۲۲ (ح ۳ ص ۳۸۶) حدیث ۵۳۶ (۵۳۶ حدیث ۳۲۲) طبیعت الادیاء ح اص ۱۶۲ اطباقات ابن حجر ۳۲ ص ۱۶۶

مطبوع علی دین (ح ۲۲۶ ص ۲۲۶) مسند احمد ح ۵۵ ص ۱۸۰ (ح ۲ ص ۲۲۸، ۲۲۹) حدیث ۱۰۳۹، ۱۰۴۰

۲۔ شرح ابن القیم ح اص ۲۲۱ (ح ۳ ص ۵۸، ۵۷) خطبہ ۲۳ ص ۱۵۶ (ح ۳ ص ۱۹۲) حدیث ۲۰۸۷

اس روایت کے تمام ثقہ اور معتبر راوی یہ ہیں۔

علی بن عبد اللہ مدینی، معمتن سلمان، داؤد بن ابی الہند، ابو الحرب دولی، ابوالاسود دولی گذشتہ صفات میں بیان کیا گیا کہ جب عثمان نے کہا: میں تمہیں رب ذہ جلاوطن کر رہا ہوں تو ابوذر نے کہا: اللہ اکبر! رسول نے حق فرمایا تھا اور تمان پاتوں کی خبر دی تھی۔ پوچھا: کیا خبر دی تھی۔ فرمایا کہ تمہیں مکہ مدینہ سے نکالا جائے گا اور رب ذہ میں موت ہوگی۔ (۱)

یہ ابوذر ہیں

یہ ابوذر کے فضائل و محاسن، علم و تقوی، اسلام و ایمان، شاستر کرداری، اور پسندیدہ اخلاق کے حالات ہیں، ان میں کون سافعل ایسا تھا جس کی وجہ سے خلیفہ نے ابوذر کو مجرمانہ اذیت دی اور جلاوطن کیا....؟ رب ذہ جیسی بے آب و گیاہ جگہ پر سک سک کر مر گئے، نہ کوئی موں و غنوار تھا، نہ مریض کی عیادت کرنے والا تھا، تہائی میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرنے کی رسول مصلحتیلہم کی پیشیں کوئی سمجھ ہو گئی اور اب خدا ہی ظالم سے مظلوم کا انتقام لے گا۔

واقعی خلیفہ نے اپنے خاندان پر دل کھول کر فیاضی و کھائی، چنانچہ دلکھ پتی ہو گئے، ان میں کوئی بھی سبقت اسلامی یا شاستر کرداری میں ابوذر کی گرد پا بھی نہ تھا۔ پھر آخر کیوں انہیں ان کے حق سے محروم کیا گیا؟ مدینہ رسول مصلحتیلہم سے جلاوطن کیا گیا؟ شام میں ان سے کسی کو ملنے نہیں دیا جاتا تھا۔ آخر کیوں عثمان نے مدینہ میں بھی ان کی زندگی اچیرن کر دی تھی؟ ان سے بات کرنے کی اجازت نہ تھی؟ رب ذہ جلاوطن کیا تو کسی کو مشایعت کرنے تک کی اجازت نہ تھی؟ انہیں مختلف طریقوں سے ڈرایا دھمکایا گیا؟ گویا ابوذر مصائب ہی کے لئے پیدا ہوئے تھے۔

ان کی جواحدیث کی روشنی میں عظمت تھی وہ گذشتہ صفات میں پیش کی گئیں، اس کے باوجود ان پر عتاب اسلام کے لئے انتہائی باعث شرم ہے۔

جی ہاں! ابوذر کی تنقید اس لئے تھی کہ دولت کے باول صرف نالائقوں ہی پر کیوں برستے ہیں، بخشش و عطا صرف امویوں پر ہی کیوں ہے، جو مخالف سنت رسول ﷺ ہیں اسی لئے اکابر صحابہ نے عثمان کی مخالفت کی اور سلطنت مترسل ہو گئی، خلیفہ چونکہ خواہشوں کے غلام تھے اور ابوذر ان پر کھل کر تنقید کر رہے تھے اس لئے ان سے کسی کو ملنے نہیں دیا جاتا تھا، درنہ ابوذر صحیح طریقہ سے حاصل شدہ دولت کے مخالف نہیں تھے، وہ شرعی ملکیت کے بھی مخالف نہیں تھے بلکہ وہ حقوق مسلمین پر ڈاکہ ڈالنے والوں کے مخالف تھے، جو مال خدا کو فصل ریبع کی گھاس سمجھ کر ہضم کر رہے تھے، وہ انہیں دردناک عذاب کی بشارت دیتے تھے۔

مسند احمد (۱) میں اخف بن قیس کا بیان ہے کہ میں نے مدینہ میں ایک شخص کو دیکھا کہ لوگ اس سے دور بھاگتے ہیں، میں نے ان سے پوچھا: آپ کون ہیں؟ فرمایا: میں صحابی رسول ﷺ ابوذر ہوں پوچھا: لوگ آپ سے بھاگ کیوں رہے ہیں؟ فرمایا: میں لوگوں کو سونے چاندی جمع کرنے سے اسی طرح منع کر رہا ہوں جس طرح رسول خدا ﷺ منع کیا کرتے تھے۔

مختلف عبارتوں میں پہنچی روایت سنن بیہقی، حلیۃ ابو قیم اور صحیح مسلم میں بھی ہے۔ (۲)

فتح الباری (۳) میں ہے کہ صحیح یہ ہے کہ ابوذر صرف بادشاہوں پر تنقید کرتے تھے، جو سونا چاندی جمع کرتے تھے اور دولت کو اپنے لئے مخصوص کر رہے تھے، اسے خرچ نہیں کرتے۔ علامہ فودی نے اس بات کو نقل کر کے تردید کی ہے کیونکہ اس زمانے میں بادشاہوں سے مراد عمر، ابو بکر عثمان ہیں یہ کبھی خیانت نہیں کر سکتے تھے حالانکہ اس تردید میں جو دھاندی کی گئی ہے وہ واضح ہے کیونکہ ابوذر کی ابو بکر پر تنقید نہیں تھی بلکہ عثمان پر تھی ان دونوں کے عهد میں ابوذر خاموش تھے، عثمان سے ابوذر نے کہا تھا: عثمان شرم کرو! کیا تم نے رسول خدا ﷺ، ابو بکر و عمر کا زمانہ نہیں دیکھا تھا؟ کیا ان کا سیکھی رو یہ تھا؟ تم تو سر شام کی طرح ہو رہے ہو۔ کبھی فرماتے: عثمان! ابو بکر و عمر کی پیروی کرو، پھر کوئی تم پر تنقید نہ کرے گا۔

۱۔ مسند احمد ج ۵ ص ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴ (ج ۶ ص ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲)

۲۔ سنن بیہقی ج ۲ ص ۲۵۹، صحیح مسلم ج ۲ ص ۷۷ (ج ۲ ص ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷) حلیۃ الاولیاء ج ۱ ص ۱۶۶

۳۔ فتح الباری ج ۲ ص ۲۱۲ (ج ۲ ص ۲۷۵)

ابوذر کی دعوت صرف امر بالمردف اور نبی عن المکر تھی، وہ سچ و شام اس آیت کی حلاوت کرتے رہتے تھے کہ ”تم میں کچھ ایسے لوگوں کو ضرور ہوتا چاہیے جو نیکی کی دعوت دیتے ہوں، امر بالمردف اور نبی عن المکر کرتے ہوں اور نبی لوگ کامیاب ہیں۔“ (۱)

ابن خراش کہتے ہیں کہ میں نے ابوذر کو بڑہ میں پریشان حالت میں دیکھا وہ فرمائے تھے کہ میں نے اتنا امر بالمردف اور نبی عن المکر کیا کہ اب میرا کوئی بھی دوست باقی نہیں۔ (۲)

ابوذر نے محاویہ پر بھی تنقید کی جو روم و ایران کے بادشاہوں کا طریقہ اپنائے ہوئے تھے وہ دولت سے کھیل رہے تھے۔ جب کہ زمانہ رسول ﷺ میں ان کی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ (۳) وہ پہنچ پر حالت میں رہتے تھے۔ (۴)

اسکی صورت حال میں ابوذر کیا کرتے؟ کیا ان سے رسول خدا ﷺ نے (۵) یہ عہد نہیں لیا تھا کہ وہ ہر حال میں حق بات کہتے رہیں چاہیے وہ تھی ہوا اور یہ کہ خدا کے معاملے میں کسی ملامت کی پرداہ نہ کریں انہوں نے عثمان سے بھی بھی کہا تھا۔ جب عثمان نے کہا: تمہیں اس سے کیا مطلب؟ آپ نے فرمایا تھا کہ میں امر بالمردف و نبی عن المکر کا فرض ادا کر رہا ہوں، ابوذر اسکے عی قرآن و سنت کا اعلان کرتے رہے، حالانکہ اس سلسلے میں سخنیاں اٹھائیں اور مصائب بھیلے اور جلاوطنی کی زندگی برکی، اگر ابوذر کا یہ اقدام قرآن و سنت کے مخالف ہوتا تو رسول ﷺ کبھی ان سے عہد نہیں لیتے، جو ان پر شورش کا اڑام لگاتے ہیں انہیں سمجھ لیتا چاہئے کہ ابوذر رزہ و عبادت، نیکی و چہاد اور صداقت میں حضرت پیغمبر کے مائد تھے۔ حضرت علیؓ نے ان کے لئے بھی تو فرمایا تھا جو موئی کے سلسلے میں مومن آل فرعون نے کہا تھا۔ اس سلسلے میں حضرت علیؓ اور عثمان سے سخت تھی کلائی بھی ہوئی عثمان نے غصہ میں حضرت علیؓ سے کہا: کہ تم میرے نزدیک مردان سے افضل نہیں ہو۔ ہائے کیا چمکی زادہ ملوون حضرت علیؓ سے افضل ہو سکتا ہے؟

۱۔ (آل عمران ۱۰۷) ۲۔ الاناب ج ۵ ص ۵۵

۳۔ صحیح مسلم کتاب النکاح و الطلاق ج ۲ ص ۱۹۵ (ج ۳ ص ۲۹۰ حدیث ۳۶) سنن نسائی ج ۶ ص ۷۵ (ج ۳ ص ۲۷۳ حدیث ۵۰۵)

۴۔ سنن بیہقی ج ۲ ص ۱۳۵

۵۔ طبقات ابن سعد ج ۲ ص ۱۶۳ (ج ۳ ص ۲۹۵ حدیث ۲۸) ۶۔ صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۹۹ (ج ۳ ص ۲۹۵ حدیث ۲۲۹)

لیکن یہ لوگ تو اپنی خواہشوں کے غلام تھے۔

تاریخ کی مجرمانہ روشن

ارباب فضیلت کے سلسلے میں تاریخ نے مجرمانہ روشن اپنا کرائی زندگی، حسن اخلاق اور آثار و اقوال کو بری طرح منع کیا ہے، کہیں ان کا تذکرہ نظر انداز کیا، کہیں فضیلت سے جسم پوشی کی اور کہیں ان کے اقوال کی تحریر کی، ابوذر کے داقعے میں یہ سب واضح طور پر دیکھنے کو ملتا ہے، چنانچہ بلاذری نے ابوذر کی ربذہ جلاوطنی کو مختلف طریقوں سے نقل کیا ہے اپنی صداقت کا قرار بھی کیا ہے پھر آگے سعید بن مصعب کا جھوٹ بھی چپکا دیا کہا ابوذر کو جلاوطن نہیں کیا گیا تھا بلکہ اپنی مرضی سے ربذہ سکونت پذیر ہوئے تھے، حالانکہ ابوذر کی جلاوطنی کے سلسلے میں رسول خدا کی پیش گوئی حضرت علیؑ کی تقریر اور عمار کے احتجاج کی تکذیب ہوتی ہے، خود عثمان کی بھی تکذیب ہوتی ہے، جس کی بلاذری نے روایت کی ہے کہ ابوذر کے انتقال کے بعد عثمان نے کہا کہ خدا ان پر رحمت نازل کرے، عمار نے کہا کہ خدا ہم سب کی طرف سے ان پر رحمت نازل کرے تو عثمان نے خسے میں کہا: اے گنوار! کیا تو سمجھتا ہے کہ میں ابوذر کو جلاوطن کر کے شرمند ہوں اس کے علاوہ بھی بے شار شوابد کی تکذیب ہوئی جس میں ابوذر کی جلاوطنی کا تفصیلی حال درج ہے۔

دوسرے سوراخ ابن جریر طبری ہیں (۱) انہوں نے تاریخ کے حالات میں ابوذر کے تمام حالات لکھے ہیں پھر آگے لکھتے ہیں کہ بہت سے حالات ایسے ہیں جن کا درج کرنا مناسب نہیں۔ آگے انہوں نے ابوذر کی مطلق جھوٹی اور بے سر و پا باقی بھی لکھ ماری ہیں جن کے اسناد بہت زیادہ ضعیف ہیں، انہیں جھوٹ کے پلندوں کو ابن عساکر، ابن اثیر (۲)، ابن کثیر (۳) ابن خلدون اور ابوالفداء نے اپنی تاریخوں میں لکھ مارا ہے جو کچھ انہوں نے چھوڑ دیا تھا، اس گندگی کو ابن اثیر و ابن کثیر نے انتہائی گھناؤ نے انداز میں اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔

۱- تاریخ طبری (ج ۲۸۲ ص ۲۵۵)

۲- تاریخ کامل (ج ۲۸۲ ص ۲۵۵)

۳- البدایہ والتحمیۃ (ج ۷ ص ۱۵۵) (ج ۷ ص ۱۷۵) (ج ۷ ص ۱۶۵)

دولت کے متعلق ابوذر کا نظریہ

حضرت ابوذر بھی دوسرے حکایہ کی طرح قرآن و سنت کی روشنی میں اصلاح معاشرہ اور قومی فلاح کے خواہشمند تھے، معاشرتی کمی کو کسی حال میں بھی برداشت نہ کر سکتے تھے، بھل کی وجہ سے حقداروں کی حق ٹھنپ پر تنقید کرتے تھے، وہ دیکھتے تھے کہ ایک طرف تو غریبوں کے حقوق غصب کئے جا رہے ہیں اور دوسری طرف مالداروں کے سونے چاندی جانوروں کی کھال میں بھرے جا رہے ہیں، ان سرمایہ داروں کا ترک تقیم کرنے میں کلبائیاں استعمال کرنی پڑتی ہیں، نہ وہ واجبی حقوق، خس و زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور نہ فی سبیل اللہ خرچ کرتے ہیں دولت کے انبار لگے ہیں لیکن لوگ محروم ہیں، حالانکہ خدا چاہتا ہے کہ مال و دولت مخدود نہ ہونے پائیں، ہاتھوں ہاتھ پھرتے رہیں تاکہ معاشرہ ارتقاء پذیر اور آسودہ رہے، شہر آباد اور داش پھلے پھولے۔

ابوذر کا اعتراض معاویہ جیسے لوگوں پر تھا چنانچہ وہ اس کے محل کے سامنے آئت پڑھتے تھے: ﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْنِزُونَ الْأَذْهَبَ وَالْفَضَّةَ﴾

جو لوگ سونے چاندی جمع کرتے ہیں اور خدا کی راہ میں خرچ نہیں کرتے انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنادو۔ جب وہ دولت سے بھری اونٹوں کی قطار دیکھتے تو فرماتے: آگ سے بھری اونٹوں کی قطار آ رہی ہے۔ وہ مردان پر تنقید کرتے ہے افریقہ کا خس عطا کر دیا گیا، عبدالرحمٰن بن عوف کی نہمت کرتے جن کی میراث تقیم کرنے میں کلبائیاں استعمال کی گئیں۔ زید بن ثابت، طلحہ جیسے لوگوں پر برستے تھے۔ (۱) جو دولت جمع کئے ہوئے تھے اور لوگوں پر خرچ نہیں کرتے۔ عثمان پر تنقید کرتے تھے جنہوں نے ابو موسیٰ کے لائے ہوئے تمام مال کو اپنے بیوی بچوں میں تقیم کر دیا وہ انہیں قیامت میں اسی دولت سے دانے جانے کی بشارت دیتے، کیا کوئی دیندار خزانوں کو دیکھ کر چپ رہ سکتا ہے؟ ابوذر کے سامنے تو یہ حدیث بھی تھی کہ جب فرزمان ابوالحاصل تیس تک پیونج جائیں گے تو مال خدا کا تیا پانچ کریں گے، بندگان خدا کو غلام بنا کیں گے، اور دین خدا کو تباہی کے گھاث کا دیں گے وہ دیکھ رہے تھے کہ یہ تیس

سے تجاوز کر گئے ہیں اور حکومت سے گیند کی طرح کھیل رہے ہیں۔ ابوذر ان حالات پر بھی صبر نہیں کر سکتے تھے، وہ دینی خطرات پر چیز اٹھے اور آیات قرآنی کے ذریعہ ان کی بیانگ و بیان نہ مت کرنے لگے، وہ دولت کے خلاف نہ تھے جن لوگوں نے واجبی حقوق ادا کرنے کے بعد دولت جمع کی تھی ان سے کبھی جھگڑا نہ کیا۔

قیس بن سعد تھے جو حقوق واجبی ادا کرنے کے بعد لاکھوں راہ خدامیں خرچ کرتے تھے، ابوسعید خدری تھے، جن کے متعلق ہے کہ انصار میں سب سے زیادہ دولت مند تھے، (۱)

عبداللہ بن جعفر کا تذکرہ شہروں ہوتا تھا۔ (۲) عبداللہ بن مسعود تھے جنہوں نے نوے ہزار تر کر چھوڑا تھا حکیم بن خرام نے ایک لاکھ میں دارالندوہ کی ملکیت معاویہ کے ہاتھوں نکل دی، عبداللہ بن زبیر نے طور کیا کہ آپ نے قریش کی سرفرازی کا دسیلہ نیچ ڈالا فرمایا: سمجھیج تو قوی کے سواتام وسائل سرفرازی برپا دھوپکے ہیں، میں نے ان کے بد لے جنت کا گھر خرید لیا ہے اور تجھے گواہ بناتا ہوں کہ یہ سب دولت راہ خدامیں خرچ کر رہا ہوں، وہ جمع کے لئے گئے اور وہاں سو گائیں راہ خدامیں قربان کیں، ایک ہزار بھیڑیں حرم کو وقف کیں۔ (۳)

ان کے علاوہ بھی بہت سے ارباب دولت تھے کبھی کسی نے ان کے خلاف ابوذر کی تقدیمنہ سنی کیونکہ وہ جانتے تھے کہ انہوں نے جائز طریقہ سے دولت جمع کی ہے اور یہ لوگوں کے حقوق کا خیال رکھتے ہیں، وہ صرف معاویہ کے قصر محل کو دیکھ کر کہتے تھے کہ اگر تو نے اپنے مال سے بنایا ہے تو اسرا ف کیا ہے اور اگر مسلمانوں کے مال سے بنایا ہے تو خیانت کی ہے معاویہ کی بولتی بند ہو گئی، آپ فرماتے تھے: بخدا! میں دیکھ رہا ہوں کہ حق خاموش ہو رہا ہے، اور باطل زندہ کیا جا رہا ہے، سچ کو جھٹلایا جا رہا ہے اور غلط طریقہ سے بُوری ہوئی دولت کو اپنایا جا رہا ہے۔ اس کے برخلاف مقدمہ اور دیکھتے ہیں کہ مقدمہ اپنا تصریح مرمر سے بنایا ہے لیکن ان سے کچھ نہیں بولتے، ظاہر ہے کہ ان دونوں تعمیرات میں واضح فرق تھا۔

۱- مفت المصنوع ج اص ۳۰۰ (ج ۱ ص ۱۵ نومبر ۱۹۵۴)

۲- تاریخ ابن عساکر ج ۱ ص ۲۲۲ (ج ۱ ص ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۹۸، ۳۲۸، ۳۲۹ نومبر ۱۹۷۷) الحجم (ج ۱ ص ۲۲۷ نومبر ۱۹۷۷)

۳- مفت المصنوع ج اص ۳۰۳ (ج ۱ ص ۲۵ نومبر ۱۹۵۴)

مصنوی مورخین نے ابوذر پر تہمت لگائی ہے کہ وہ ہر دولت کے مقابل تھے، ابوذر پر یہ جھوٹا الزام ہے وہ ہر گزارس کے قائل نہ تھے، وہ کیسے کہتے جب کہ وہ خدا رسول کے احکام کی بھرپور بصیرت رکھتے تھے۔

ابوذر اور اشتراکیت

اگلوں نے مثل عیتی حضرت ابوذر پر جو تیربارانی کی تھی اسی روشن پر چلتے ہوئے آج کے علمکاروں نے ابوذر پر الزام لگایا ہے کہ وہ کیونست تھے، کیا یہ عقل کے دشمن کیونزم کے اصول سے واقف ہیں؟ کیا ان کے سامنے دعوت ابوذر کا بلے لاگ تجزیہ ہے؟ ممکن ہے کہ یہ الزام ایسے نام نہاد مسلمانوں نے ابوذر پر لگایا ہو جو خدا کی ربویت کے بجائے کیونزم پر ایمان رکھتے ہیں، اگر ابوذر اپنے احتجاج کی روشنی میں کیونست تھے تو جو اصحاب ابوذر کے ہمما تھے وہ بھی کیونست ہوئے؟ حضرت علی، حسین، عمار یا سر جو حدیث رسول ﷺ کی روشنی میں حق کے ساتھ تھے۔ ابوذر اپنے احتجاج میں اکیلے نہ تھے۔ جی ہاں! جو لوگوں کا مال خدا کو فصل بھار کی ہر یا لی کی طرح ہضم کر رہے تھے، جو ناجائز طریقہ سے خزانے جمع کر رہے تھے، تمام منافع اور پیداوار کو اپنے لئے مخصوص کر رہے تھے، ان کے خلاف عام نفرت کے احساس پر درش پار رہے ہیں، انہیں لوگوں کے خلاف یزید بن قیس نے جنگ صفین میں تقریر کی تھی کہ اس ظالم پارٹی کے خلاف جہاد کرو کیونکہ یہ حکم خدا کے خلاف اپنی روشن اپنائے ہوئے ہیں اگر یہ کامیاب ہو گئے تو تمہیں تباہی کے گھاث لگادیں گے۔ (۱)

کیا ان عظیم بزرگوں اور دانشوروں کو راہ حق سے مخفف کہا جاسکتا ہے؟ پھر یہ کہ خود اصول اشتراکیت کا تجزیہ کیا جائے تو ابوذر کے جہاد بالسان کے مقابل واضح فرق نظر آئے گا انہوں نے معاویہ و عثمان کو دولت جمع کرنے یا اسراف کرنے سے منع کیا۔ یہودی بچ! کعب کو عثمان کی بے جاتائی پر سرزنش کی، کہاں کعب جیسا نو مسلم اور کہاں ابوذر جیسا سابق الاسلام۔

۱۔ تاریخ طبری ج ۳ ص ۱۰ (ج ۵ ص ۱۸ حادثہ ۲۳۰ھ) تاریخ کامل ج ۲ ص ۲۸ (ج ۳ ص ۲۷۳ حادثہ ۲۳۰ھ) شرح ابن الی الحمدین ج ۱ ص ۳۸۵ (ج ۵ ص ۱۹۳ خطبہ ۲۵)

ستائش ابوذر پر ایک نظر

جلاد طنی کے وقت حضرت علیؑ نے ابوذر سے فرمایا کہ تم نے بھن خوشنودی خدا کے لئے غصہ کیا ظاہر ہے کہ اس کو دینی دعوت کی تائید ہی کہا جاسکتا ہے، آپ کا ایک دوسرا فقرہ بھی تائید ابوذر ہی میں ہے: اے ابوذر! تم صرف حق سے مانوس ہو اور صرف باطل سے بیزار ہو۔ (۱) اس خالص دینی دعوت کو کیونز م سے ہم آہنگ کیسے کیا جاسکتا ہے، لیکن ایک طرف تو حضرت علیؑ، ابوذر کی تعریف کرتے ہیں اور دوسری طرف عثمانؓ کو عذاب خداوندی سے ڈراتے ہیں جب وہ ابوذر کو جلاوطنی کا حکم صادر کرتے ہیں۔ کیا حضرت علیؑ بھی کیونٹ تھے؟

ای طرح امام حسنؑ بھی ان کی پذیرائی فرماتے ہیں، امام حسینؑ بھی جلاوطنی کے وقت ابوذر کو دین پرستی اور ارباب حکومت کی دنیا پرستی کا بر ملا اظہار فرماتے ہیں کیا یہ تمام تائیدیں مسلک اشتراکیت سے ہم آہنگ ہیں؟ عمار نے بھی سبکی بات کہی جوان دمصوموں نے کہی تھی، حدیث رسول ﷺ کی روشنی میں عمار حق کے ساتھ ہیں اور حق عمار کے ساتھ ہے ان کے علاوہ مہاجرین و انصار کے تمام افراد جنہوں نے اپنی تقریروں یا حکومت کے خلاف اللہ اکرام کے ذیل میں ابوذر کی جلاوطنی کا اڑام بھی عثمان پر لگایا اور مگر کا حاصروں کر کے انہیں قتل کیا اس سے بھی مسلک ابوذر کے خالص دینی ہونے کی نشاندہی کرتی ہے۔ خود حضرت رسول خدا کو ابوذر کے ان تمام کارناموں کا پتہ تھا آپ نے ان کی قبل ہی تائید و ستائش فرمائی اگر وہ ذرا بھی دین سے مخرف تھے تو رسول خدا ﷺ ان کی ستائش نہ فرماتے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوذر نیک اور اصلاح پسند تھے، انہوں نے ارباب حکومت کو خالص دینی تبلیغ فرمائی لیکن قوم نے جہالت میں ان کی باتوں کو نظر انداز کر دیا۔

جامعۃ الاذہر کی مجلس فتویٰ پر ایک نظر

مصر کے وزیر داخلہ نے جامعۃ الاذہر کے وائس چانسلر کے پاس ایک خط بھیجا جو حضرت ابوذر کے

۱۔ شیخ البلاffaq ج ۲ ص ۲۵۶، ۲۶۲، ۲۷۵، ۲۸۵، ۲۹۷ (ج ۲۸ ص ۲۵۶، ۲۶۲، ۲۷۵، ۲۸۵، ۲۹۷)۔

نظریات پر مبنی تھا، جس میں یہ پوچھا گیا تھا کہ کیا اسلام میں کیونزم ہے، وائس چانسلر نے اس خط کو مجلس نوٹیٰ کے حوالے کیا، جس کے سر پرست شیخ عبدالجید تھے انہوں نے اس طلبے میں فتویٰ صادر کر کے وزارت داخلہ کے حوالے کر دیا اس فتوے کا متن مندرجہ ذیل ہے:

اسلام میں کیونزم نہیں ہے

آئین اسلام کی ایک مشتمل مالکیت کا احترام ہے یعنی ہر انسان شرعی طریقہ سے دولت فراہم کر سکتا ہے، اور اس میں اضافہ کر سکتا ہے وہ اس کا مالک کہا جائے گا، اکثر صحابہ اور اسلام کے دانشور حضرات کا نظریہ ہے کہ دولتمندوں کی دولت میں دوسروں کا صرف اتنا ہی حق ہے کہ زکوٰۃ کی ٹھکل میں خدا نے واجب قرار دیا ہے، اس کے علاوہ جو مجبوروں اور رحماتیوں کو کفار سے کی ٹھکل میں دیا جائے یا اسلامی حکومت کے ٹکیکس یا دوامن کے دفعے میں صرف کیا جائے، یعنی حکم قرآن، حدیث اور فقہ اسلامی میں موجود ہے، اس کے علاوہ ہر مسلمان اپنی طاقت اور خواہش کے مطابق ٹیک کاموں میں خرچ کر سکتا ہے لیکن اس میں اسراف نہ کرے اکثر حدیثوں سے یہی معلوم ہوتا ہے لیکن ابوذر کا نظریہ یہ تھا کہ جو دولت اپنی ضرورت سے قابل فتح جائے اسے راہ خدا میں صرف کر دیا چاہیے اس کا جمع کرنا جائز نہیں ہے۔

یہ ابوذر کا نظریہ تھا اور کسی بھی صحابی رسول ﷺ کو نہیں جانتے جو ابوذر کا ہم خیال ہو بعد کے تمام مسلمان دانشوروں نے اصحاب رسول ﷺ کی تائید کی ہے، اس میں کوئی ٹھک نہیں کہ ابوذر کا خیال صحیح نہیں تھا، ان کا یہ نظریہ حیرت ناک تھا، حیرت ہے کہ وہ اسلام کی واضح بنیادی بات سے واقف نہیں تھے، چنانچہ لوگوں نے ان کے نظریے کو ناپسند کیا۔

آلودی کہتے ہیں کہ بہت سے لوگوں نے ابوذر کے اس دعوے پر اعتراض کیا اور ابوذر کے جواب میں میراث والی آیت پڑھ کر کہا: اگر تمام دولت خرچ کر دینے کا حکم ہے تو میراث کا حکم قرآن میں کیوں ہے؟ (۱)

یہیں سے معلوم ہوتا ہے کہ ابوذر کا نظریہ صحیح نہیں تھا، انہوں نے اپنے اجتہاد میں غلطی کی لیکن انہیں بخش دیا جائے گا اور اسی اجتہاد پر ایک اجر بھی دیا جائے گا۔
چونکہ اس نظریہ کی غلطی واضح ہے اس لئے اس کی پیروی نہیں کرنی چاہئے کہ قرآن و حدیث اور اسلام کے بنیادی احکام سے میل نہیں کھاتا۔

ابوذر کا یہ نظریہ اسلامی مملکت میں شورش اور فتنے کا سبب بن گیا تھا اس لئے امیر شام معادیہ نے عثمان کو خلک کر انہیں مدینہ والیں کر دیا یہاں ابوذر نے اپنے نظریے کا پرچار کر کے لوگوں میں شورش پیدا کرنی چاہیے چنانچہ عثمان نے لوگوں سے دور بزہ میں سکونت اختیار کرنے کا حکم دے دیا۔

تفسیر ابن کثیر (۱) میں ہے کہ ابوذر کا نظریہ یہ تھا کہ اپنی ضرورت سے زیادہ دولت جمع کرنا حرام ہے وہ اپنے اس فتویٰ پر لوگوں کو ابھارتے تھے، معادیہ نے عثمان سے شکایت کی تو عثمان نے انہیں مدینے بلا کروہاں سے ربڑہ جلاوطن کر دیا، وہاں وہ خلافت عثمان کے زمانے میں اکیلے مر گئے۔

ابن حجر نے فتح الباری (۲) میں لکھا ہے کہ مفسدہ کا دفاع کرنا جلب صلحت پر مقدم ہے اسی لئے عثمان نے حکم دیا کہ وہ ربڑہ میں سکونت اختیار کریں حالانکہ اگر وہ مدینے میں رہتے تو طالبان علم کو بہت فائدہ پہنچتا لیکن چونکہ ان کے نظریے سے سماج میں مفسدہ پھیل رہا تھا اس لئے ان کا جلاوطن ہونا ضروری تھا۔

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے بنیادی احکام سے کیوں میل نہیں کھاتا اس لئے یہ بات واضح ہو گئی کہ اسلام میں کیوں میل نہیں ہے، بنابر این جس شخص نے کیوں میل اور اسلام ناہی کتاب لکھی ہے، وہ اسلامی سماج کے لئے نقصان دہ ہے، اس سے کمزور ایمان والے اور جاہل لوگوں کے بیکنے کا اندر یہ ہے لہذا اس کتاب کی اشاعت منوع ہوئی چاہیے۔

علامہ امینی ترماتے ہیں کہ اگر وزارت داخلہ نے اسکی مجلس فتویٰ کے حوالے کیا ہوتا جو کتب حدیث و

تشریف سے پوری طرح آگاہ اور خواہشات نفسانی سے الگ ہوتے تو صحیح فتوی ملنے کی امید تھی لیکن افسوس یہ ہے کہ ابوذر کی دعوت سے یہ لوگ قطعی نا بلد تھے، ابوذر بھی بھی ملکیت کے مخالف نہیں رہے، وہ صرف ان لوگوں کے مخالف تھے جو سونے چاندی جمع کر کے راہ خدا میں خرچ نہیں کرتے تھے، فتوے میں کہا گیا ہے کہ جو کچھ انسان کی ضرورت سے فاضل ہوا سے دوسروں کو دے دینا چاہیئے۔ ابوذر پر جھوٹی تہمت ہے، فتوی دینے والے ابوذر کے طریقہ کار سے قطعی ناواقف تھے، کاش فتوی دینے والے کوئی حوالہ بھی دیتے، ممکن ہے کہ محمد خضری، احمد امیں، صادق عرجون، عمر ابونصیر اور عبد الجبیر عبادی جیسے اناڑی دانشوروں نے مواد فرمائیں کیا ہو، یہ لوگ ابوذر کے احتجاج کی بنیاد ہرگز نہیں جانتے تھے۔

ابوذر کا اسلام کے بنیادی احکام سے ناواقف رہتا انتہائی مسخکہ خیز ہے، ابوذر تو مسلمان ہونے سے پہلے بھی بتوں کی پرستش نہیں کرتے تھے، بیشت سے پہلے نماز پڑھتے تھے، وہ چونھائی اسلام تھے، اپنی زندگی کا زیادہ تر حصہ رسول خدا ﷺ سے علم حاصل کرنے میں گزارا اپنادل شفاف آئینہ کی طرح اسلام کے لئے وقف کر دیا ابوذر رسول ﷺ کے نزدیک ہوتے تھے تو آپ دوسرے سحابہ کو نظر انداز کر کے انہیں کی طرف متوجہ ہوتے، اور جب غائب ہوتے تو آپ کو تلاش کرتے، وہ علم کے حریص بھی تھے، باب مذیۃ العلم حضرت علیؑ نے ان کے متعلق فرمایا کہ ان کا ظرف دانش سے لبریز کر کے بند کر دیا گیا، کیا یہ حیرت کی بات نہیں ہے کہ جس کے یہ فضائل ہوں وہ اسلام کے بنیادی احکام سے بھی واقف نہ ہو، کیا تازہ اسلام قبول کرنے والا یہودی کعب الاحبار ان سے زیادہ دینی واقفیت رکھتا تھا، ہم مجلس فتوی کی بات مان لیتے، لیکن حافظوں اور محدثوں نے جو فضائل ابوذر میں صحیح حدیثیں نقل کی ہیں، انہیں کہاں لے جائیں۔ پھر ہم مجلس فتوی سے یہ پوچھنا پا جاتے ہیں کہ کیا جن لوگوں نے ابوذر کی مخالفت کی وہ ابوذر سے زیادہ دانشور تھے؟ کیا حکم بن عاصی، حارث بن حکم، ولید بن عقبی، معاویہ ابن ابی سفیان، سعید بن عاصی، عبداللہ بن خالد، عبداللہ بن صادق، یعنی یہ می امیہ کے چھوکرے جو دولت کے لاچپی تھے اور اسلامی معاشرے کو لوٹ رہے تھے، کیا یہ ابوذر سے زیادہ جانتے تھے، ابوذر کی تائید تو حضرت علیؑ امام حسن و حسین اور عمار یا سر جیسے لوگوں نے کی ہے:

”ہم بھی یہیں پانچھویں سواروں میں“

اس فتوے کی تائید میں ایک عیسائی صحافی جبراں ملکوں نے ایک اداریہ لکھا جو جمادی الاولی ۱۳۹۵ھ میں شائع ہوا، وہ بے چارہ کیا جانے کے اسلام کیا ہے اس نے ابوذر کی اسی لئے خلافت کی کہ انہوں نے ضرورت سے زیادہ دولت کو خدا کی راہ میں خرچ کرنے کا فتویٰ دیا چنانچہ ابوذر کی بنیادی فلسفی پہنچی تھی، کاش اس نے بغداد میں رہ کر فرزد یک کے شہر بجف اشرف کے علماء سے پوچھ لیا ہوتا تو دور کے شہر مکہ علماء کی تائید نہ کرتا، اسے معلوم ہو جاتا کہ ابوذر پر کیونزم کی ثہمت فلسطین ہے۔

فتاویٰ دینے والے نے آلوی (۱)، ابن کثیر (۲) ابن حجر جیسے شیخان اہل سنت کی گواہیاں نقل کی ہیں، بھیج میں نہیں آتا کہ بے شمار محدثین کو چھوڑ کر ان کی نہیں تو زوں پر بھروسہ کیوں کیا گیا، لیکن وہ لوگ اپنے مخصوص نظریے کی اشاعت میں کہیں عبارتیں حذف کر دیتے ہیں، اس طرح ان کی عبارت تناقض کا دھکا ر ہو جاتی ہے، آلوی نے اپنی تفسیر میں ﴿الَّذِينَ يَكْنُونَ الْدَّهْنَ وَالْفَعْنَةَ﴾ کے ذیل میں لکھا ہے کہ ابوذر اس آیت کے ظاہری مفہوم کی بنا پر واجب جانتے تھے کہ ضرورت سے زیادہ دولت کو خدا کی راہ میں خرچ کر دیا جائے اس سلسلے میں ابوذر اور معاویہ کے درمیان اختلاف، معاویہ کا مٹان سے دکایت کرنا، ابوذر کامیابی میں بھیجا جانا، کعب کو ڈھنڈا مارنا نقل کیا ہے اور پھر وہ لکھتے ہیں کہ اس واقعے کو شیعہ اس اندراز سے پیش کرتے ہیں جس سے مٹان کی نہ مت کا پہلو لکھ سکے۔

آلوی کی تحریر میں ظاہر آیت کہنا دھاندی ہے کیونکہ آیت کا ظاہری و باطنی مفہوم الگ نہیں ہوتا، دوسرے یہ کہ معاویہ سے ابوذر کا اختلاف آلوی کے بیان کئے گئے طریقہ پر نہیں ہے، پھر یہ کہ آلوی نے ابوذر کو تند کہا ہے جب کہ رسول خدا ﷺ نے انہیں زہر و اخلاق میں بیتی کے ماتذرا قرار دیا ہے، نیز یہ بھی دعویی کیا ہے کہ اکثر صحابہ نے ابوذر کی خلافت کی، کاش کچھ خالف صحابہ کا نام بھی بتایا ہوتا، ظاہر ہے کہ امویوں کے سوا کوئی خالف نہیں تھا وہ یہ بھی اڑام لگاتے ہیں کہ ابوذر کی وجہ سے قتلہ مکمل رہا تھا، لہذا

عثمان سے مشورہ کر کے رپذہ میں سکونت اختیار کی، یہ بہت بڑا جھوٹ ہے کیونکہ انہیں جلاوطن کیا گیا تھا اور جاتے وقت کسی کو ملنے کی اجازت نہیں دی گئی تھی، اپنے غلط عقیدے کو جس اطمینان کے ساتھ آلوسی نے پیش کیا ہے اور ثابت حقیقت کا جس طرح مذاق اڑایا ہے وہ بجائے خود حیرت انک اور شرمناک ہے۔ مجلس فتویٰ کے دوسرے گواہ دشمن ہمیسہ ان کیش ہیں انہوں نے اپنی تفسیر و تاریخ میں جھوٹ و تہمت کا انبار لگایا ہے، جھوٹی حدیثیں پیش کی ہیں اور ابوذر کی طرف عجیب فتویٰ منسوب کیا ہے کہ وہ دولت کے فالف تھے حالانکہ کوئی ثبوت پیش نہیں کیا جاسکتا۔

تیرے گواہ ابن مجری ہیں، کاش مجلس فتویٰ نے ان کی اصل عبارت پیش کی ہوتی جو فتح الباری میں لکھی ہے، (۱) ہم فتویٰ دینے والوں سے کہنا چاہتے ہیں کہ تم ابوذر کے کیونٹ ہونے پر کوئی ثبوت فراہم نہیں کر سکتے، کیونکہ تم یہی تو کہنا چاہتے ہو کہ ابوذر انسان کی ضرورت سے زیادہ مال کو خدا کی راہ میں خرچ کرنے کے حق میں تھے، ظاہر ہے کہ اس مفہوم کی بے شمار احادیث رسول ﷺ میں صاندھ میں موجود ہیں اور جن لوگوں نے ابوذر کو کیونٹ کہا ہے، ان میں عبدالجی德، خضری، احمد امن، محمد احمد، صادق ابراہیم عرب جون اور عبدالوہاب پیش ہیں، ان لوگوں کی کتابوں کا تقلیل و تجزیہ کیا جائے تو علمی و تاریخی لمحہ پن واضع ہو سکتا ہے ان کا کہنا ہے کہ ابوذر نے کیونزم کو عبد اللہ بن سبأ سے حاصل کیا، ان لوگوں کے استدلال کا مدرک ذہنی طبری کی روایت جو مرتبی، شعیب، سیف عطیہ اور بیرونی سے مردی ہے جو جھوٹ، حدیث ساز، باطل نواز اور گنہاں ہیں، خود اس روایت کا متن اس کے ہناولی ہونے کا پڑتے دیتا ہے، پھر یہ کہ عبد اللہ بن سہا خود یہودی تھا جو مسلمان کے معاشرے میں شورش و پراگندگی پیدا کر رہا تھا۔ تمام مصروف اس کے قبیلے میں تھے۔ کہا جاتا ہے کہ وہ خلیفہ کو قتل کرنے اور قتنہ پھیلانے کیلئے مسلمانوں کے بڑے بڑے شہروں میں چکر لگاتا رہتا تھا، اس نے لوگوں کے عقائد خراب کئے لیکن عثمان کے کسی بھی عامل نے اس کی پکڑ و حکڑ نہ کی اور نہ اس کو مسلمانوں سے الگ کیا اور نہ عی جلاوطن، لطف یہ ہے کہ اس یہودی کے بھکارے میں جو ظیم صحابہ آئے ان میں ابوذر، ابن مسعود، عمار یا سرماںک اشتہر، زید

صحد، چندب بن ظہیر، کعب بن عبدی، یزید اوجبی، عاصم بن قیس، عمر بن حنفی، غروہ بارقی اور کمل بن زیاد جیسے فقهاء اور اسلامی احکام کے ماہرین تھے، ہم دیکھتے ہیں کہ ان لوگوں کو تو جلاوطن کیا گیا، اور سختیاں کی گئیں، لیکن شورش کا سر غنہ عبداللہ بن سبا اسلامی معاشرے میں آزادانہ گھومتا رہا، خود حضرت علیؑ کو عثمان نے فتح میں جلاوطن کرنا ضروری سمجھا لیکن ابن سبا اور اس کے ساتھی آزاد تھے کیا ایسا ہنگامہ پسند انسان خلیفہ کی آنکھوں کے سامنے نہیں تھا، کیا خلیفہ کے سامنے اس کی شورش نہیں تھی۔

خود اسلامی سماج میں کوئی مسلمان نہیں جو اسے موت کے گھاث اتر دیتا؟ کیا خلیفہ نے اس گراہ شخص کے خلاف کارروائی کرنے کے لئے صحابہ سے مشورہ کیا، جیسا کہ ابوذر کے خلاف مشورہ کیا تھا جیسا کہ ابوذر کے لئے رائے لی تھی کہ مجھے بتاؤ اس دروغ گوبذہ کے ساتھ کیا برداشت کیا جائے؟ اسے مارا جائے یا قید میں ڈال دیا جائے یا جلاوطن کیا جائے؟

لیکن عبداللہ بن سبا حق پوشی اور چاہی کی علامت، بن کے سارے معاشرے میں فساد پھیلاتا رہا، عثمان کے خلاف ساری شورش اسی نے پیدا کی انتقام یوں کواںی نے آمادہ کیا، پڑھنی کیونزم کے صحیح اصول سے واقف تھا کہ نہیں، یہ سب کچھ اس بنا پر ہے کہ سرسی، شعیب اور سیفی کی روایت کو صحیح مان لیں، لیکن یہ سمجھی جوئے، گمان اور عالموں کے نزدیک بے وقت تھے، جن مسلمانوں نے عثمان کے خلاف شورش پیدا کی وہ خود عظیم اصحاب رسول اللہ ﷺ اور دین سے واقفیت رکھتے تھے، وہ لوگ دوسروں کو دین سمجھاتے تھے، کسی کی بات کیا سنتے؟

آخری بات

اگر جامعہ الاذہر کے اساتذہ کیونزم کے اصول اور ابوذر کی تحریک کو صحیح طریقے سے سمجھتے تو ان دونوں میں کافی فاصلہ دکھائی دیتا، وہ سمجھ جاتے، کہ ابوذر جیسا صحابی کبھی کیونٹ نہیں ہو سکتا، وہ شخص کیونٹ کیسے ہو سکتا ہے جو جانتا ہے کہ خود اسلام نے محتاجوں کی خبرگیری کے متوازن قوانین بنائے ہیں، قرآن و حدیث میں اقتصادی توازن کے لئے احکام ہیں تاکہ بھوکے اور برہنہ لوگ تکلیف سے دوچار نہ

ہوں، دولتمندوں کو خرچ کرنے پر واجب و مستحب احکام نافذ کر کے ابھارا ہے۔ اسلام کی اس معاشرے کو عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا، جس میں دولتمن مظلوم ہوں، اور دوسری سمت بھوکوں، ٹگوں کی تعداد زیادہ ہو، ارشاد ہوتا ہے:

”لیکن جب انسان کو پرودگار آزماتا ہے اور عزت و نعمت دیتا ہے تو کہتا ہے کہ میرے رب نے عزت دی ہے لیکن اس کی روزی نجک کر کے آزماتا ہے تو بھول المحتا ہے کہ میرے رب نے مجھے ذیل کیا ہے، ہرگز نہیں۔“ (۱)

غدیر

قرآن، حدیث اور ادب میں

نویں جلد

مؤلف

حضرت علامہ عبدالحسین الامینی لخجھی

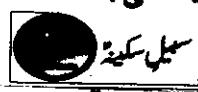


ترجمہ و تلخیص

ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضوی شعور گوپال پوری

عن الصادق عليه السلام

والله لو عرف الناس فضل هذا اليوم بحقيقة
لصافحتهم الملائكة في كل يوم عشر مرات وما
اعطى الله لمن عرفه ما لا يحصى بعدد



”صادق آل محمد“ رحماتہ اللہ علیہ مسیتہ

”خدا کی قسم! اگر لوگ ”روز غدیر“ کی واقعی حقیقت سے آشنا ہو
جاتے تو فرشتے ایک دن میں دس مرتبہ ان سے مصافحہ کرتے۔ جس
نے اس دن کی معرفت حاصل کر لی ہے اس پر خداوند عالم کی بخشش
قابل شمارش نہیں ہے۔“ (مصابح الْمُتَّجَدِ ص ۳۸)

فہرست مطالب

۳۱۔ عثمان نے عبد اللہ بن مسعود کو غصہ میں مجد سے باہر نکالا ابن مسعود کی شخصیت	۳۰۵.....
۳۲۔ عمار یا سر کے ساتھ سلوک	۳۰۷.....
۳۳۔ عثمان نے شاکستہ کردار مومنین کو ذکر شام جلاوطن کیا	۳۱۱.....
۳۴۔ عثمان نے کعب بن عبدی اور ماراپیٹا اور جلاوطن کیا	۳۲۰.....
۳۵۔ زاہد پار ساعا مر کی جلاوطنی	۳۲۳.....
۳۶۔ عبدالرحمن تجھی کی جلاوطنی	۳۲۵.....
۳۷۔ حضرت علی کی جلاوطنی	۳۲۵.....
۳۸۔ عثمان کے لئے نزول آیت	۳۲۶.....
۳۹۔ عثمان را نجات نہیں جانتے تھے	۳۲۸.....
۴۰۔ خلیفہ نے نماز کی بیگیریں ترک کیں	۳۲۹.....
عثمان کے متعلق حضرت علی کے ارشادات عائشہ کا تذکرہ	۳۳۲.....
عبد الرحمن بن عوف	۳۳۹.....
نظریہ طلحہ... مببر شوری، عشرہ ببشرہ کی فرد	۳۴۶.....
نظریہ زید بن عوام: عشرہ ببشرہ کی فرد، مببر شوری	۳۴۹.....
	۳۵۸.....

۳۶۰.....	عثمان کے خلاف طلحہ وزیر کی سانحہ گاتھ
۳۶۱.....	عبداللہ بن مسعود؛ بدربی صحابی
۳۶۲.....	عمر یا سر؛ بدربی صحابی، خداور رسول کے محبوب
۳۶۳.....	مقداد؛ جنگ بدرا کے شہسوار
۳۶۴.....	عبد الرحمن بن حسان عتری
۳۶۵.....	ہاشم مرقال
۳۶۶.....	تجھا بن ۲۷ سعید؛ بیعت رضوان کے آراستہ صحابی
۳۶۷.....	ابوالیوب انصاری؛ مجاهد بدرا، سابقین صحابہ کی فرد
۳۶۸.....	قیس بن سعد؛ سردار خزر، بدربی صحابی
۳۶۹.....	فروہ بن عمر و انصاری
۳۷۰.....	محمد بن عمر و انصاری
۳۷۱.....	جاپر بن عبد اللہ انصاری
۳۷۲.....	جلدہ بن عمر و بدربی صحابی
۳۷۳.....	محمد بن مسلم؛ بدربی صحابی
۳۷۴.....	ابن عمر رسول، حبر امت "عبداللہ بن عباس"
۳۷۵.....	عمرو بن عاص
۳۷۶.....	بزرگ صحابی عاصر بن داٹلہ
۳۷۷.....	سعد بن ابی و قاس؛ ممبر شوری، عشرہ پیشوہ کی فرد
۳۷۸.....	مالک اشتر
۳۷۹.....	عبداللہ بن حکیم کے خیالات
۳۸۰.....	محمد بن حذیفہ

۳۹۲.....	عمر بن زرارہ
۳۹۲.....	رسیل قبلہ صحہ بن صوحان کندی
۳۹۳.....	حکیم بن جبلہ
۳۹۳.....	ہشام بن ولید مخزوی
۳۹۳.....	محاویہ بن الی اسغیان اموی
۳۹۷.....	عثمان کی رائے خود اپنے بارے میں
۳۹۷.....	خودشائی
۳۹۸.....	نظریہ مهاجرین و انصار
۵۰۲.....	مدینہ والوں کا خط سرحدی صحابہ کو
۵۰۳.....	مهاجرین کا خط سریوں کے نام
۵۰۳.....	مدینہ والوں کا خط عثمان کے نام
۵۰۳.....	عثمان اور اجماع
۵۰۴.....	قصہ پہلے حاصلہ کا
۵۰۶.....	خیف نے قرآن و سنت پر عمل کیا (۳۵)
۵۰۸.....	دوسری توبہ
۵۱۱.....	دوسری حاصلہ
۵۱۲.....	عثمان توبہ کار، توبہ شکن
۵۱۶.....	ایام حاصلہ عثمان
۵۱۸.....	حاصلہ کی مدت
۵۱۹.....	زمانہ حاصلہ میں عثمان نے خطوط لکھے
۵۲۱.....	خطوط عثمان پر ایک نظر

۵۲۳.....	خانہ عثمان پر جنگ
۵۲۸.....	عثمان کا قتل
۵۳۲.....	خلیفہ کا دفن و کفن
۵۳۹.....	جعلی روایات
۵۵۶.....	تفصیل صورت
۵۵۸.....	اس وضعی روایت کا تجزیہ
۵۶۱.....	چند تالیفات پر ایک نظر
۵۶۵.....	وصیت رسول عثمان سے
۵۶۹.....	ان روایات پر ایک نظر
۵۷۰.....	مناقب عثمان پر ایک نظر
۶۱۲.....	خلفاء ملائیش کی فضیلت میں غلو

عثمان نے عبد اللہ ابن مسعود کو غصے میں مسجد سے باہر نکالا

بلادزیری، انساب الاشراف (۱) میں لکھتا ہے کہ جس وقت عبد اللہ ابن مسعود بیت المال کے خزانچی تھے، خزانے کی سکنجیاں ولید ابن عقبی کے سامنے پیٹھکتے ہوئے کہا: جو شخص دین میں تبدیلی پیدا کرے گا خدا اس کے حالات میں تبدیلی پیدا کر دے گا، میں جو کچھ دیکھ رہا ہوں اصل میں یہ تمہارے ساتھی عثمان کی بدعتیں ہیں، کیا سعد ابن وقار میں جیسے شخص کی جگہ ولید کو گورنر بنایا جا سکتا ہے؟ اس سے بہتر بات قرآن کی ہے اور محمد ﷺ کی ہدایت ہے اور اس سے بدعت بدر بات پیدا کرنا ہے۔ (۲)

ولید نے ان تمام باتوں کو عثمان کے یہاں لگھا اور یہ کہ وہ آپ کی بہت زیادہ عیب جوئی کرتے ہیں، عثمان نے جواب دیا کہ انھیں مدینہ بیج دو، کوفہ کے لوگوں نے عبد اللہ ابن مسعود کا حلقة کر لیا کہ آپ بیٹیں رہئے، ہمارے ہوتے آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ جواب دیا: عثمان کی بات اتنا میری ذمہ داری ہے، میں شورش پیدا کرنے والا پہلا شخص نہیں بننا چاہتا، (۳) پھر کوفہ والوں کو تقویٰ اور قرآن پر عمل کرنے کی ہدایت کی۔



جس وقت عبد اللہ ابن مسعود میں یہو پہنچے عثمان مخبر پر تقریر کر رہے تھے۔ عبد اللہ کو دیکھتے ہی دہائی کے کاب تمہارے سامنے ایک گمراہ جانور آ رہا ہے، ابن مسعود نے کہا: میں ایسا نہیں ہوں بلکہ صحابی پیغمبر ﷺ ہوں اور میں جنگ بدر اور بیعت رسولان میں حاضر تھا۔ عائشہ نے فریاد کی: افسوس ہے اے عثمان! کہ تم صحابی رسول ﷺ کو ایسا کہہ رہے ہو۔ پھر عثمان نے حکم دیا اسے مسجد سے نکال باہر کر دو۔

۱۔ انساب الاشراف ج ۵، ص ۳۶ (ج ۲۶، ص ۱۳۸)۔ ۲۔ حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۱۳۸ (نومبر ۲۱)۔

۳۔ استیغاب، ج ۱، ص ۲۸۲۔ (اقسم الالاث ص ۹۹۳، نمبر ۱۶۵۹)۔

عبداللہ ابن زمہ نے اُسیں زمین پر اس طرح پٹا کہ ان کی پسلیاں ٹوٹ گئیں۔
اس وقت حضرت علیؓ نے فرمایا: اے عثمان! ولید کے خط پر تم صحابی رسولؐ کے ساتھ یہ بتاؤ کر رہے ہو۔ عثمان نے جواب دیا کہ یہ بتاؤ ولید کی وجہ سے نہیں بلکہ زیر ابن ملت کندی کوئی نہ کوفہ سیجا تھا، اس نے آکر بتایا کہ ابن مسعود کہتے ہیں کہ عثمان کا خون حلال ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: زیر بھی معتبر نہیں ہے۔ واقدی نے بھی واقعہ لکھا ہے لیکن وہ لکھتا ہے کہ ابن مسعود شب جمعہ کو مدینے میں وارد ہوئے اور پسلیاں ٹوٹنے کے بعد ابن مسعود نے کہا تھا: ابن زمہ نے کافر عثمان کے حکم سے مجھ کو مارڈا۔

بلاذری (۱) کے مطابق حضرت علیؓ نے ابن مسعود کو گرفتار بخچایا، جب ابھی ہوئے تو عثمان سے دوسرے شہر جانے کی اجازت مانگی یا کسی سرحدی شہر میں جانا چاہا۔ لیکن مردان نے رائے دی کہ ابن مسعود نے عراق میں شورش پیدا کی اب شام میں بھی قتل اٹھا سکتے ہیں، اب کہیں جانے کی اجازت نہ دی جائے۔ اس طرح جبری طور سے دو سال مدینے میں رہے اور قتل عثمان کے دو سال قتل انتقال کیا۔

بعض لوگوں نے لکھا ہے کہ سعد ابن ابی و قاص کی گھر انی میں تھے اور مرض الموت کے وقت عثمان ملاقات کے لیے پہنچا اور پوچھا: کیا تکلیف ہے؟ جواب دیا: گناہوں کی۔ پوچھا: کیا چاہتے ہو؟ کہا رحمت پر درد کار۔ پوچھا: طبیب کو بلا کی؟ جواب دیا: طبیب نے حق تو پیار کر دیا ہے۔ پوچھا: تمہارا جو وظیفہ روک دیا تھا، ادا کر دوں؟ جواب دیا کہ جب مجھے اس کی ضرورت تھی تو تم نے روک لیا، اب ضرورت نہیں ہے تو دینا چاہتے ہو۔ کہا کہ تمہارے پھول کے کام آئے گا۔ جواب دیا کہ ان کا راز ق اللہ ہے، میں نے اُسیں تاکید کر دی ہے کہ روزانہ سورہ واقعہ کی تلاوت کریں وہ کبھی ہتھاں نہ ہو گئے۔ عثمان نے کہا: میری بخشش کی دعا کیجئے۔ ابن مسعود نے کہا کہ میں خدا سے سوال کرتا ہوں کہ میرا حق تم سے لے اور وصیت کر دی کہ عثمان میرے جنائزے میں شریک نہ ہو۔ جب ابن مسعود وہن ہو گئے تو عثمان بہت فسہ ہوا کہ مجھے اطلاع کیوں نہ دی تو محاریا سرنے جواب دیا کہ ابن مسعود نے وصیت کی تھی کہ تم ان کی نماز جنائزہ نہ پڑھو۔ (۲)

۱۔ انساب الاشراف (ج ۶، ص ۱۳۷)۔ ۲۔ شرح ابن ابی الحیین ج ۱ ص ۲۳۶۔ (ج ۳، ص ۲۲۸ غلبہ ۳۲)

حاکم، ابو عمر اور ابن کثیر کے مطابق ابن مسعود کے وصی زیبر ابن حمام تھے۔ (۱)

تاریخ غمیں (۲) میں ہے کہ عثمان نے ابن مسعود اور ابوذر کا وظیفہ بند کر دیا تھا، ابوذر کو بندہ جلا دلمن کیا، وہ وہیں مر گئے۔ ابن مسعود نے اپنا وصی زیبر کو بنا لایا تھا، ان کے مرنے کے بعد عثمان نے ابن مسعود کے بیٹوں کو وظیفہ دینا چاہا اور یہ کہ عثمان مجتہد تھے وہ ابن مسعود کا حق مارنا نہیں چاہتے تھے صرف اخلاقی تادیب میں روک لیا تھا جب اصلاح نہ ہوئی تو ان کا وظیفہ دینے لگے۔

سیرت حلیہ (۳) میں ہے کہ عثمان پر جو تقدیم ہوئیں ان میں ایک یہ بات بھی تھی کہ انہوں نے عبد اللہ ابن مسعود کو قید اور جلاوطن کیا، الی ابن کعب کا وظیفہ بند کیا، عبادہ کو معاویہ کی حکایت پر شام سے جلا دلمن کیا، عمار یا سرگو مارا ہیٹا، کعب ابن عبدہ کو میں تازیانہ مار کر پہاڑی علاقوں میں جلاوطن کر دیا اور عبد الرحمن سے کہا کہ تو منافق ہے۔

ابن مسعود کی شخصیت

عثمان کی گستاخیوں کو سمجھنے کے لیے ابن مسعود کی عظمت سے واقف ہونا ضروری ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم اور ابن ماجہ میں سعد کا قول ہے کہ ﴿وَلَا قَطْرَدُ الدِّينِ...﴾ (۴) چھ آدمیوں کے بارے میں نازل ہوئی ان میں عبد اللہ ابن مسعود بھی ہیں۔ (۵)

۱۔ المحدث علی الحسنین، ج ۲، ص ۳۱۳، (ج ۳، ص ۳۵۲، حدیث ۵۳۶۲) استیاب، ج ۱ ص ۲۷۳۔ (القسم الثالث، ص ۹۹۳، نمبر ۱۶۵۹) البدرۃ والحلیۃ ج ۷، ص ۱۲۲۔ (ج ۷، ص ۱۸۲، حدیث ۲۲۷۰)

۲۔ تاریخ قمیں، ج ۲، ص ۲۶۸۔

۳۔ اسرارۃ الحکمة ج ۲، ص ۸۷، ج ۲، ص ۷۸۔

۴۔ صحیح مسلم (ج ۵، ص ۲۷) (حدیث ۲۵ فہائل الصحابة) و من ابن الجد (ج ۲، ص ۱۳۸۲، حدیث ۳۷۸) و تفسیر جبلی (ج ۷، ص ۱۲۸) (محلہ ج ۵، ص ۲۰۲) المحدث علی الحسنین ج ۳، ص ۳۱۰ (ج ۳، ص ۳۶۰، حدیث ۵۳۹۳) و تاریخ ابن صارک ج ۲، ص ۱۰۰ (ج ۲، ص ۲۲۰، نمبر ۲۳۲۶، ۲۳۲۷) و تفسیر قرطبی، ج ۱۶، ص ۱۶۲ (ج ۲۳۲، ۲۳۲) (ج ۲، ص ۲۷۸) تفسیر ابن کثیر ج ۲، ص ۱۳۵، تفسیر ابن جری، ج ۲، ص ۱۰۔ در المکور ج ۲، ص ۱۲ (ج ۳، ص ۲۷۲) تفسیر فتح القدير، ج ۲، ص ۵۵۔ وج ۲، ص ۱۲۱۔

طبقات ابن سعد میں ہے کہ ﴿الذین استجابو اللہ﴾ (۱) اخبارہ آدمیوں کے لیے نازل ہوئی
ان میں عبد اللہ بن مسعود بھی ہیں۔ (۲)

شربیں اور خازن نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ آیہ مبارکہ ہامن ہو قانت آناء اللیل... ﴿۳﴾
ابن مسعود، عمار بامر اور سلمان فارسی کے حق میں نازل ہوئی۔ ﴿۲﴾

حضرت علی علیہ السلام سے منقول ہے کہ ان مسحود قیامت کے دن میزان میں کوہ احمد سے بھی گرائے ترہونگے۔ (۵)

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے: جو شخص نزول قرآن کے مطابق قرآن کی تلاوت کرتا چاہتا ہے وہ ابن مسعود کی قرأت کو اپنائے۔ (۶)

عبداللہ ابن مسعود کی روایت ہے رسول خدا ﷺ نے مجھ سے فرمایا: کہ میں تمہیں اجازت دیتا

آل عمران (۲۷۱)

^۲-طبقات این سعدن ۳، م. ۱۰۸ (وچ ۳، م. ۱۵۲، و ۱۵۳)؛ تغیر این کثیر (ج. ۱، م. ۳۰) تغیر خازن (ج. ۱، م. ۳۰۵)

(\mathbb{K}(j))_{\leq r}

-۵۰- فیض خازن، رج ۳، مر

٥- المهرك على الحجستان، ح ٣، م ٣١٧- وحج ٢٣ م ٣٥٨ حدیث ٥٣٨٥- حلیة الاولیاء، ح ١، م ١٢٧- استیطاب، ح ١، م ٣٢١، القسم الثالث، م ٩، نمبر ١٦٥٩- صفة الصفوۃ، ح ١، م ١٥- وحج ١، م ٣٩٩ نمبر ١- البدایة والتحلییة، ح ٧، م ١٢٣- وحج ٧، م ١٨٣، خوارث ٣٢- وحج الرواند، ح ٩، م ٢٨٩- ومسند احمد، ح ١، م ٣٢، حدیث ٣٩٨١- ومسند ابی سعید، ح ٩، م ٣٠٩، حدیث ٥٣١- بامگ الکبیر، ح ٩، م ٨، حدیث ٤٣٥٢- ٨٣٥٢- ٨٣٥٣-

۲- مسند احمد حج امس ۳۲۲، حدیث ۱۸۱- و شن نسائی، حج ۵، مس اے، حدیث ۸۲۵۵- ۱۱- الارخ الکبیر بخاری، حج ۷، مس ۱۹۹، نمبر ۸۷۵- و
شیعی این خزیمه، حج ۲، مس ۱۸۶، حدیث ۱۱۵۶- الاحسان فی تقریب شیعی این حبان، حج ۱۵، مس ۵۳۲، حدیث ۷۰۶- تاریخ این
مساکن حج ۳۲۳، مس ۲۲، حدیث ۳۵۷- مسند زبار، امیر الفخرار، حج ۲، مس ۲۳۰- ابی الجلیل، حج ۹، مس ۲۷، حدیث ۸۳۵- و مسند ابی
طیل، حج ۱، مس ۲۷، حدیث ۱۹۳، ۱۹۷- شن این ملیپ، حج امس ۲۲، حج ۱، مس ۳۹، حدیث ۱۳۸- المسند رک علی سجین، حج ۳، مس ۱۳۸، و
حج امس ۳۵۹، حدیث ۵۳۹۰- طبیعت الاولیاء، حج امس ۱۲۲، استیفاب، حج امس ۲۷- القسم الالاش مس ۹۹۰، نمبر ۱۶۵۹- صفات الصفرة،
حج امس ۱۵۱- و حج امس ۳۹۹، نمبر ۱۹- طرح المتریب، حج ۷، مس ۸۵، و حج امس ۷۵- الاصابی، حج ۲، مس ۳۶۹- مجمع الزوائد، حج ۹، مس
۲۷- کنز اعمال، حج امس ۱۸۱- و حج امس ۱۰، حدیث ۲۲۲- دین حج ۳، مس ۳۶۰، حدیث ۳۲۳۲۱- و حج امس ۲۲۲- دین حج ۳، مس ۳۶۰، حدیث ۳۲۷۹۷-

ہوں کہ تم میرے گھر کا پردہ پکڑ کر گھر بیٹا نہ سکتے ہو جب تک میں تمہیں منع نہ کروں۔ (۱)

ترمذی (۲) کی روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: ابن مسعود کا طریقہ اپناو۔ ایک دوسری عبارت میں ہے کہ عمار کا طریقہ اپناو اور ابن مسعود کی حدیثوں کو صحیح سمجھو اور قصد یت کرو۔ (۳)

اس طرح کی بہت سی روایات صحاح ستہ، متدرک، مندرجہ، حلیہ، تاریخ ابن کثیر، استیغاب، اسابہ، ابن عساکر، تفسیر قرطبی، در المخور، حازن، شریفی اور شوکانی وغیرہ میں موجود ہیں۔

یہ ان کی عظمت اور اسلامی سبقت تھی، وہ رازدار رسول ﷺ تھے، جسہ اور مدینہ بھرت کی، جنگ بدربالشہریک رہے۔ استیغاب کی روایت میں ہے کہ یہ بھی ان دل افراد میں تھے جنکی جنت کی بشارت دی گئی تھی۔ اس طرح وہ علوم قرآنی اور سنت نبویؐ کے داعی تھے، لوگوں کو اصول اور فروع نیز معاشرتی آداب تعلیم فرماتے تھے، کوئی بھی ان کی شخصیت میں داغ نہیں لگا سکتا۔ حضرت عمر کے زمانے میں عمار یاسر کو نے کے گورنر تھے، تو انھیں درس دین و قرآن کے لیے وہاں بھیجا گیا تھا۔ ان دونوں کے متعلق عمر نے لکھا تھا کہ یہ دونوں بدربالی صحابی ہیں ان کی بیرونی کرو۔ میں ابن مسعود کو استفادے کے خیال سے اپنے اوپر ترجیح دیتا ہوں۔ (۴) خود کو فو والوں نے ابن مسعود سے کہا تھا: آپ نے ہمیں اچھی طرح قرآن تعلیم فرمایا۔ آپ بہتر مسلمان اور بہترین دمساز تھے۔

ابن مسعود پہلے شخص تھے جنہوں نے کلمہ میں اعلانیہ قرآن کی تلاوت کی۔ ایک دن اصحاب رسولؐ نے جمع ہو کر رائے کی کہ بندہ! ابھی تک قریش کے کانوں میں قرآن کی آواز نہیں پہنچی ہے۔ انھیں کون جا کر

۱۔ مندرجہ، ج ۱، ص ۳۸۸۔ وج ۱، ص ۶۳۲، حدیث ۵۲۷۵۔ سن ابن ماجہ، ج ۱، ص ۲۳۔ وج ۱، ص ۳۹، حدیث ۱۳۹۔ استیغاب، ج ۱، ص ۱۲۳، القسم الثالث، ص ۹۸۸، نمبر ۱۶۵۹۔ طبلۃ الاولیاء، ج ۲، ص ۱۲۶، البدریۃ والخلیفۃ، ج ۷، ص ۱۲۲، وج ۷، ص ۱۸۲۔
خواص ۳۲۔ الاصابۃ، ج ۳، ص ۳۶۹۔

۲۔ سن ترمذی، وج ۵، ص ۲۳۰، حدیث ۳۶۹۔

۳۔ مندرجہ، ج ۱، ص ۳۸۵۔ وج ۱، ص ۵۳۳، حدیث ۲۲۷۲۵۔ طبلۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۱۲۸۔ البدریۃ والخلیفۃ، ج ۷، ص ۱۶۲، وج ۷، ص ۱۸۳، خواص ۳۲۔ کنز العمال، ج ۷، ص ۵۵۔ وج ۱۳، ص ۳۶۵، حدیث ۳۲۱۱۔ الاصابۃ، ج ۲، ص ۳۶۹۔
۴۔ استیغاب، ج ۱، ص ۳۷۳۔ وج ۲، ص ۲۳۶۔ القسم الثالث، ص ۹۸۸، نمبر ۱۷۵۹، ص ۱۱۳۰، نمبر ۱۸۶۳۔ الاصابۃ، ج ۲، ص ۲۹۵۳، نمبر ۲۶۳۹۔

نائے گا؟ ابن سعید نے کہا: میں حاضر ہوں۔ لوگوں نے کہا: کہ ہمیں ذر ہے کہ تم کو قریش ضرر پہنچائیں گے، کسی فرشتہ ہی کو یہ کام کرنا چاہیے۔ فرمایا: خدا یمری حفاظت کرے گا۔ اور جا کر ان کی بزم میں سورہ رحمن کی تلاوت کرنے لگے۔ انھوں نے آہم میں پوچھا کہ یہ کنیززادہ کیا پڑھ رہا ہے؟ جب معلوم ہوا کہ قرآن کی تلاوت ہو رہی ہے تو ان پر حملہ کر کے منہ پر طلبانچے مارنے لگے۔ اور یہ اسی طرح تلاوت کرتے رہے۔ جب والیں آئے تو لوگوں نے چوٹیں دیکھ کر کہا کہ ہم کو اسی کا خوف تھا، جواب دیا: میں اسی طرح دشمنان خدا کو ذلیل اور کمزور کرتا رہوں گا، اگر تم لوگ چاہو تو یہ کام کرتا رہوں۔ لوگوں نے کہا تم نے ان کے کانوں سک قرآنی آیات پہنچادی ہی کافی ہے۔ (۱) اس طرح کا چہارہ اور غنیتوں میں مبرکر کے ابن سعید نے خدا کے نزدیک بلند درجہ حاصل کیا۔ وہ بلند مقام کے لیے کسی خصے کی پرواہ نہیں کرتے تھے زمان کی کوئی ذاتی غرض ہوتی تھی۔ وہ ہمیشہ اپنے حق سے باطل کو پریشان کرتے رہے، اسی لیے اصحاب رسول ﷺ کے نزدیک ان کا احترام کیا جاتا تھا۔ ان کی نسبتوں پر کسی کو اعتراض کی بہت نہیں تھی۔ ابو داؤد کہتے ہیں کہ ابن سعید نے ایک شخص سے کہا: اپنادا من او نچا کرو۔ اس نے کہا: آپ بھی اپنادا من او نچا کیجئے۔ آپ نے فرمایا: میرے اور تمہارے حالات میں فرق ہے، میری پڑھ لیاں پہلی ہیں اور لمبا آدمی ہوں اس لیے میں اپنادا من زیادہ لمبا رکھتا ہوں۔ جب اس کی خبر حضرت عمر کو ہوئی تو اس شخص کو سزا دی اور کہا: تو ابن سعید سے بدزبانی کرتا ہے۔ (۲)

علقہ کا بیان ہے کہ ایک شخص عمر سے ملنے کے لیے عرفات میں پہنچا اور کہا: میں نے کوئے میں ایک شخص کو دیکھا کہ قرآن کو زبانی پڑھتا ہے۔ یہ سن کر عمر کو بہت فحصہ آیا۔ پوچھا: کون ہے؟ اس نے کہا: عبد اللہ ابن سعید۔ یہ سن کر عمر کا فحصہ شدنا ہو گیا اور کہا کہ بخدا! میں اس سلسلے میں ان سے زیادہ موزوں شخص نہیں جانتا ہوں۔ (۳)

۱۔ سیرۃ ابن حشام، ج ۱، ص ۳۲۷ (ج ۱، ص ۳۳۶)

۲۔ تاریخ ابن حمار، ج ۲۲، ص ۲۳۴، نمبر ۸۷۔ سید امام الخطاب (ج ۱، ص ۳۹۲-۳۹۱)۔ نمبر ۸۸: الاصاب (ج ۲، ص ۲۰۰)، نمبر

(۳۹۵۲) کنز الصالح، ج ۷، ص ۵۵ (ج ۱۳، ص ۳۶۳)، نمبر ۲۰۲

۳۔ استیعاب، ج ۱، ص ۳۷۲۔ القسم الالاٹ، ص ۹۹۲، نمبر ۱۶۵۹

ایے عظیم بدری مجاہد کا دوسال تک وظیفہ روک لیا گیا، ان کو اس طرح پریشان کیا گیا کہ انھوں نے اپنے حق کے مطالبے کی دعا کی۔ دعیت کر دی کہ میرا حق ہارنے والا میرے جنازے میں شریک نہ ہو۔ ان کی توہین کی گئی، مسجد سے نکلا گیا۔ اتنا مارا گیا کہ دانت ٹوٹ گئے، چونکہ وہ ولید ابن عقبہ کی خیانت کو برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ انھیں چالیس تازیانے مارے گئے، کیونکہ انھوں نے ابوذر کے جنازے میں شرکت کی تھی اور انھیں دفن کیا تھا، ان کا علم دایمان ابوذر مجیہے عظیم صحابی کو بے گور و کفن نہیں دیکھ سکتا تھا۔

آخر یہ کہا خیف ہے جو اصلاح پسندوں کو سزا دیتا ہے، ایسے بدری اصحاب کی توہین کرتا ہے جن کی رسول خدا ﷺ نے تعریف کی تھی، حالانکہ روایات میں ہے کہ ایک بدری مجاہد سے کوئی جرم سرزد ہو گیا تھا۔ حضرت عمر نے رسول خدا ﷺ سے اجازت طلب کی کہ اس کا سرکلم کر دوں، فرمایا: ابن خطاب! شہرو، تم جانتے ہو کہ اس نے جگ بدر میں شرکت کی تھی، تمہیں معلوم نہیں، شاید خدا اہل پردو کو اپنے دام رحمت میں ڈھانپ لے۔ پھر فرمایا: جو گئی چاہے کرو، میں تمہیں معاف کر دوں گا۔ (۱)

حثیان کے طرفداروں نے ابن سعید کے بدری صحابی ہونے سے انکار کیا ہے حالانکہ تمام ہمارے گوں کا اجماع ہے کہ یہ بدری صحابی تھے، ابن سعید اور ابوذر مجیہے اصحاب رسول ﷺ نے امر بالمعروف اور نهى عن المنکر پر کردار اختیاری تھی، اس سلسلے میں انھوں نے کسی قسم کی پرواہ نہیں کی۔ جو لوگ اس بارے میں حثیان کے مجتہد ہونے کا شوہر چھوڑتے ہیں، وہ اصل میں نادافقوں کے سامنے پاپ چھپانے کی کوشش ہے لیکن ارباب نظر دھونکہ نہیں کھا سکتے۔ (۲)

۳۲۔ عمر یا سر کے ساتھ سلوک

بلاذری، انساب الاشراف میں لکھتا ہے کہ مدینے کے بیت المال میں کچھ زیورات و جواہرات

۱۔ اکاہم القرآن قطبی، ج ۲، ص ۵۳۵، وج ۲، ص ۵۳۵۔

۲۔ التمہید بالقطنی، ص ۲۲۱۔ ریاض الصغر، ج ۲، ص ۱۳۵۔ وج ۲، ص ۸۲۔ الصواعق المحرقة، ص ۲۷۔ ص ۱۱۳۔ دارخانہ اخیس، ج ۲، ص ۲۶۸۔

تھے جسے عثمان نے اپنے ایک خاندان کی فرد کو سینتے کے لیے دے دیا۔ اس پر لوگوں نے ان کی سخت تقدیم کی تو عثمان نے غصے میں خطبہ دیا کہ میں اس مال غنیمت میں سے اپنی ضرورت کے وقت ضرور لوں گا جا ہے لوگوں کو کتنا ہی برا گئے۔ حضرت علیؓ نے انھیں تو کہا کہ اگر تم نے ایسا کیا تو تمہیں اس سے روک دیا جائے گا۔ اور عمار یاسر نے کہا کہ میں خدا کو گواہ کر کے کہتا ہوں کہ سب سے پہلے میں خالفت کروں گا۔ یہ سن کر عثمان نے کہا کہ اے لا ابالی عورت میں فرزند تو مجھ سے گستاخی کرتا ہے! پھر حکم دیا کہ گرفتار کر لیا جائے پھر انھیں اتنا مارا گیا کہ وہ بیویوں ہو گئے۔ لوگ انھیں اٹھا کرام سلمہ کے گمر لے گئے اور ان کی نظر، عصر اور مغرب کی نماز تھا ہو گئی۔ جب غش سے افاقہ ہوا تو دفعہ کر کے نماز پڑھی اور کہا: اس خدا کا شکر ہے کہ یہ پہلا دن نہیں ہے کہ مجھے خدا کے بارے میں اذیت دی گئی ہے۔ بنخزوم عمار کے حلیف تھے۔ ہشام مخدومی نے کہا کہ اے عثمان! حضرت علیؓ سے بولنے کی تمہیں ہست نہیں ہوئی لیکن میرے بھائی کو تم نے روندھا الا۔ بخدا!! اگر یہ مر گئے تو میں نبی امیہ کے ایک ایک مhydr شخص کو مارڈالوں گا۔ عثمان نے کہا: اے ذیل عورت کے بیٹے! تمہاری یہ ہست؟ میرہ نے بھی اسی طرح جواب دیا تو عثمان نے انھیں نکال باہر کر دیئے کا حکم دیا۔ وہ وہاں سے ام سلمہ کے گمراۓ تو دیکھا کہ حضرت عائشہ اور ام سلمہ دونوں ہی برہم ہیں۔ عائشہ نے تو غصے میں رسول خدا ﷺ کا بال، کپڑا اور جوتا بھی میلانا نہیں ہوا کہ تم نے سنت پیغمبر ﷺ کو ترک کر دیا۔ اس صورت حال پر عثمان کو اتنا غصہ تھا کہ اول فول بک رہے تھے اور لوگوں کو ان کی بات سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ مسجد میں آئے تو لوگوں نے تقدیم کی: سجاج اللہ سجان اللہ اچونکہ عمر عاصم کو تازہ گورنری سے معزول کیا تھا اسی لئے ان کی آواز سب سے تیز تھی، لوگوں میں اس واقعہ کے بعد عثمان سے سخت نفرت پیدا ہو گئی۔ (۱) بلاذری (۲) نے یہ بھی لکھا ہے کہ مقدماد، عمار، طلحہ و زبیر اور دوسرا سے اصحاب رسول ﷺ نے عثمان کے پاس خط لکھ کر ان کی بدعتوں کا تذکرہ کیا اور دسکی دی کہ اگر ان سے باز نہ آئے تو ہم تم پر چڑھ دوڑیں گے۔ وہ خط عمار یاسر لے کر عثمان کے پاس گئے، عثمان نے خط پڑھ کر کہا: تم ہی سب کے لیڈر ہو۔

۱۔ انساب الاشراف، ج ۵، ص ۳۸۔ وج ۶، ص ۳۹۔

۲۔ انساب الاشراف، ج ۵، ص ۳۸۔ وج ۶، ص ۴۱۔

عمران نے کہا: میں تمہارا سب سے زیادہ خیر خواہ ہوں۔ عثمان نے کہا: تم جھوٹے ہو اور پھر انھیں بری طرح مارا دیں۔ یہاں تک کہ وہ بیہوش ہو گئے اور عارضہ تک لاحق ہو گیا۔ حضرت عمر بہت بوڑھے اور کمزور تھے۔ اس واقعہ کو شرح ابن الحدید اور استیعاب میں بھی ملاحظہ کیا جاسکتا ہے۔ (۱)

ابن تھجیہ کے مطابق اصحاب رسول اللہ ﷺ نے عثمان کی مندرجہ ذیل بدعتیں کہائی تھیں:

۱۔ افریقہ کا خش مردان کو بخش دیا ہے۔

۲۔ مکان کی تعمیر میں اسراف کیا ہے یہاں تک کہ بیٹی، بیوی وغیرہ کے لیے الگ الگ سات فلک بوس عمارتیں بنوائیں ہیں۔

۳۔ مردان نے ذی نسب کام کان افریقہ کے خس سے تعمیر کرایا ہے۔

۴۔ حکومت کے تمام عہدے بنی امیہ کے چھوکروں کو سونپ دیا ہے۔

۵۔ ولید نے حالت مستی میں معج کی دو کے بجائے چار رکعت پڑھا دی۔

۶۔ عثمان نے ولید پر حد جاری نہیں کی۔

۷۔ انصار و مهاجرین سے حکومت کے معاملے میں مشورے نہیں کرتے ہیں۔ استبدادی طریقہ

اپنایا ہے۔

۸۔ مدینے کے اطراف کی چراگاہوں کو کوڈاںی ملکیت بنالیا ہے۔

۹۔ حکومت کی املاک پر بنی امیہ کے ذیل چھوکرے قابض ہیں۔

۱۰۔ بجائے چجزی کے تازیانوں سے سزادی جاتی ہے جبکہ سابق خلفاء چجزی یا کوڈا استعمال کرتے تھے۔

اس خط کو عمر یا سر لے کر گئے اور متذکرہ واقعہ پیش آیا، یعقوبی کے مطابق عثمان کے غصے کی وجہ یہ بھی تھی کہ ابوذر کی خبر وفات پر عمار نے کہا: خدا نے انھیں ہمارے ہاتھوں سے نجات دی۔ عثمان نے عمار کو جلاوطن کرنا چاہا لیکن حضرت علیؓ اور بنی مخزوم کے آڑے آنے سے باز آئے نیز یہ کہ عمار یا سر نے

۱۔ شرح ابن الحدید، ج ۱، ص ۲۳۹۔ وج ۳، ص ۵۰، خطبہ ۲۳۔ و استیعاب، ج ۲، ص ۳۲۲، قسم الثالث، ص ۱۱۳۶۔ نمبر ۱۸۶۳۔

ابن سعید کے فتن میں عثمان کو خبر نہیں کی تھی پھر مقداد کے انتقال کے بعد بھی عثمان کو خبر نہیں کی۔ عثمان نے غصے میں کہا: میں اس کنیز سیاہ کے فرزند عمار کو خوب پہچانتا ہوں۔ (۱)

طبقات ابن سعد میں ہے کہ عمار کا قاتل عقبی ابن عاصم تھا۔ اور اسی نے عثمان کے حکم سے عمار کو بہت مارا پہنچا۔ (۲)

علامہ امینی فرماتے ہیں کہ یہ خلینہ کے کام لے کر قوت ہیں، اس عظیم انسان کے خلاف جس کے اطمینان قلب کی قرآن گواہی دیتا ہے، جس نے سب سے پہلے حبادت کے لیے اپنے گمراہ کو مسجد بنایا، (۳)

رسول خدا ﷺ نے جس کی بہت زیادہ تعریف کی اور لوگوں کو اس سے نفرت و عداوت رکھنے سے منع کیا۔ تمام عظیم صحابہ ان کا بہت زیادہ احترام کیا کرتے تھے۔ خود حضرت عثمان کی روایت ہے کہ رسول خدا نے فرمایا: اے آں! یا سرا صبر کرو تمہارا ملک کا جنت ہے۔ (۴) دوسری حدیث میں ہے کہ اے اللہ! آں! یا سرا کو بخش دے۔ (۵)

بے شمار طریقوں سے روایت ہے کہ عمار کو گروہ با غلطیں کرے گا جو اسلام سے محرف ہو گا اور عمار کی آخری نداد و دعکا پالہ ہو گی۔ اس حدیث کے راوی عثمان، ابن عفان، عمر و عاصم، معاویہ، حذیقہ، ابن عمر، خزیمہ، کعب ابن مالک، جابر، ابن عباس، انس، ابو ہریرہ، عبد اللہ ابن مسعود، ابو سعد، ابو عاصمہ، ابو رافع، ابو قتادہ، ابن ابی اوپی، عمار یا سر، عبد اللہ ابن ابی ہبیل، ابو الیسر، زیاد ابن فرد، جابر ابن سرہ، عبد اللہ

۱۔ الامامة والسلطة، ج ۱، ص ۳۵۸۔

۲۔ طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۱۸۵۔ وج ۳، ص ۲۵۹۔

۳۔ طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۸۷۱۔ والبراءۃ والتجھیز، ج ۷، ص ۲۲۵، حادث، ۱۳۰۔ المدرک علی الحجیمین، ج ۲، ص ۳۲۳۔ تاریخ اسلام، ذہنی، ص ۲۵۷، محدث خلقاء الراشدین۔ الحصن ابی شیبہ، ج ۷، ص ۵۲۲۔

۴۔ تاریخ اسلام، ذہنی، ص ۲۶۷، محدث خلقاء الراشدین۔ الحصن ابی شیبہ، ج ۷، ص ۵۲۲۔

۵۔ مسند احمد، ج ۱، ص ۶۲، ج ۲، ص ۱۰۰، حدیث ۲۷۱۔ مجمع الزوائد، ج ۹، ص ۲۹۳۔ مصنف المفوہ، ج ۱، ص ۳۲۳۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، ج ۱، ص ۲۰۸۔ کنز الهمال، ج ۷، ص ۲۷۔ مسند احمد، ج ۱، ص ۵۷۸، حدیث ۲۷۶۵۔ تاریخ اسلام ذہنی، ص ۵۷۲۔ محدث خلقاء الراشدین۔

ابن عمر و عاص، ام سلمہ اور عائشہ ہیں۔ (۱)

عمار قرآن مجید کی روشنی میں
عمار کی شان میں کئی آیتیں نازل ہوئیں ہیں ان میں:
پہلی آیت:

﴿إِنْ هُوَ فَقَاتِنْ ءَ إِنْ ءَ الْلَّيْلَ سَاجِدًا وَ قَالَ مَا يَحْلِدُ الْآخِرَةُ هُمْ﴾ "کیا جو شخص رات کے اوقات میں سجدہ کر کے اور کھڑے کھڑے خدا کی عبادت کرتا ہوا اور آخرت سے ذرتا ہوا دراپنے پر در دگار کی رحمت کا امیدوار ہو، ناٹکرے کافر کے برابر ہو سکتا ہے؟" - (۲)

ابن عباس وغیرہ کی روایت ہے کہ یہ آیت عمار یاسر، ابو حذیفہ، ابن مسعود اور سلمان قاری کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (۳)

دوسری آیت:

﴿وَلَا تَطْرُدُ الَّذِينَ يَدْعُونَ رَبَّهِمْ بِالْهَدَاوَةِ وَالْعَشْنِ يَرِيدُونَ وَجْهَهُ مَا عَلَيْكَ مِنْ

۱۔ طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۱۸۰، وح ۳، ص ۲۵۱۔ میرہ ابن بشام، ج ۲، ص ۱۱۳۔ وح ۲، ص ۱۳۲۔ المحدث علی الحسنین، ج ۳، ص ۳۸۶۔ وح ۳، ص ۳۳۵، حدیث ۵۶۵۷۔ حدیث ۵۶۵۷۔ وح ۳، ص ۳۳۲، حدیث ۵۶۷۶۔ استیاب، ج ۲، ص ۳۳۶
(السم الثالث) ص ۱۱۳، نمبر ۸۲۳، طرح التشریب، ج ۱، ص ۸۸، تفسیر الوصول، ج ۳، ص ۲۷۸، وح ۳، ص ۳۲۲، حدیث ۲
۔ وشرح ابن الہبید، ج ۲، ص ۲۷۳، وح ۸، ص ۲۳، خلاصی، ۱۱۲، البدریۃ والخلیفۃ، ج ۷، ص ۲۶۰۔ وح ۷، ص ۲۹۶
۔ حدیث ۲۹۸۔ حدیث ۲۹۶۔ تفسیر الروانہ، ج ۹، ص ۲۹۶۔ وحدیث التحدیب، ج ۷، ص ۳۰۹، وح ۷، ص ۳۰۹۔ وکنز العمال، ج ۶
، ص ۱۸۲، وح ۷، ص ۳۷، وح ۷، ص ۴۳۔ وح ۱۱، ص ۲۶۱، حدیث ۳۲۵۵۵۔ وح ۱۳، ص ۵۲۹، حدیث ۳۲۳۷۰، وح ۵۳۶،
حدیث ۳۲۳۰۰۔ الاصفہی، ج ۲، ص ۵۱۲۔ الحاکی اکبری بنی عیشی، ج ۲، ص ۲۳۹۔

۲۔ زمرہ

۳۔ طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۱۷۸۔ وح ۳، ص ۲۵۰۔ مختصر تاریخ ابن ساکر، ج ۱۸، ص ۲۱۔ تفسیر قرطبی، ج ۱۵، ص ۲۳۹۔
وح ۱۵، ص ۱۵۶۔ تفسیر کشاف، ج ۳، ص ۲۲۔ وح ۲، ص ۷۱۔ تفسیر خازن، ج ۳، ص ۵۲۔ وح ۲، ص ۵۰۔ تفسیر در المکور،
ج ۵، ص ۲۲۳۔ وح ۷، ص ۲۱۳۔ تفسیر التقدیر، ج ۳، ص ۳۳۲۔ وح ۳، ص ۳۵۳۔

حسابهم من شئی کہ ”جو لوگ صبح و شام اپنے پروردگار سے اس کی خوشنودی کی تھنا میں دعا کیں
ماں کا کرتے ہیں ان کو اپنے پاس سے نہ دھکا رہا۔“ (۱)

ابن ماجہ کے مطابق یہ آیت عمار یا سر، صہیب، بلاں اور خباب کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (۲)
تیری آیت:

﴿الا من اکره و قلبہ مطمئن بالایمان﴾ اس شخص کے سوا جو مجبور کیا جائے اور اس کا
دل ایمان کی طرف سے مطمئن ہو۔ (۳)

اکثر حفاظ اور مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت عمار کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور اس ذیل میں
واقعہ بھی تحریر کیا ہے۔ (۴)

چوتھی آیت

﴿المن وعدناه وعدا حسنا فهو لاقيه كمن متعناه متاع الحياة الدنيا ثم هو
يوم القيمة من المحضرين﴾ کیا وہ شخص جس سے ہم نے بہشت کا بہترین وعدہ کیا ہے اور اسے
وہ پا کر رہے گا، اس شخص کے برابر ہو سکتا ہے جسے ہم نے دنیاوی زندگی کے تھوڑے سے فائدے عطا

۱۔ انعام ۵۲

۲۔ سن ابن حبیب، ح ۲، م ۱۷۸۳، حدیث ۳۱۷۸۔ تفسیر طبری، ح ۷، م ۱۷۷، و م ۱۷۸۔ و ح ۷، م ۲۰۱، و م ۲۰۰۔ تفسیر قرطبی، ح ۱۶، م ۳۳۲
و ح ۱۶، م ۲۷۸۔ تفسیر بیضاوی، ح ۱۸، م ۳۰۲۔ تفسیر کشاف، ح ۱، م ۳۵۲۔ و ح ۲، م ۲۷۔ تفسیر کبیر، ح ۲، م ۵۰
و ح ۱۲، م ۲۳۲۔ در المخور، ح ۲۳، م ۱۹۔ و ح ۳، م ۲۷۔ تفسیر خازن، ح ۲، م ۱۸۔ تفسیر القدری، ح ۲، م ۱۱۵۔ و ح ۲، م ۱۲۰۔
نجل ۱۰۶

۳۔ طبقات ابن سعد، ح ۳، م ۱۷۸، و ح ۳، م ۲۳۹۔ تفسیر طبری، ح ۱۳، م ۱۲۳۔ و مجلد ۸، ح ۱۳، م ۱۸۱۔ اسباب التزول
واحدی، م ۲۱۲۔ مصنف ابن الیشیر، ح ۷، م ۵۲۲۔ المحدث علی الحسنی، ح ۲، م ۳۵۷۔ و ح ۲، م ۳۸۹
حدیث ۳۳۲۲۔ استیغاب، ح ۲، م ۳۲۵، القسم الثالث، م ۱۱۳۲، نمبر ۱۸۶۳۔ تفسیر قرطبی، ح ۱۰، م ۱۸۰۔ و ح ۱۰، م ۱۱۸۔
تفسیر کشاف، ح ۲، م ۶۷، و ح ۲، م ۶۳۶۔ تفسیر بیضاوی، ح ۱، م ۲۸۳۔ و ح ۱، م ۵۵۸۔ تفسیر کبیر، ح ۵، م ۳۶۵، و ح ۲۰،
م ۱۲۱۔ تفسیر ابن حزم، ح ۲، م ۱۶۲۔ تفسیر بیضاوی، مطبوع بر جاشیہ تفسیر طبری، ح ۱۳، م ۱۲۲۔ و ح ۲، م ۳۰۰۔ بحجه الحمال،
ح ۱، م ۹۲۔ تفسیر ابن کثیر، ح ۲، م ۵۸۔ در المخور، ح ۳، م ۱۳۲، و ح ۵، م ۱۷۰۔ تفسیر خازن، ح ۲، م ۱۲۹۔ و
ح ۳، م ۱۳۶۔ الاصفی، ح ۲، م ۵۱۲۔ تفسیر القدری، ح ۳، م ۱۹۱۔ و ح ۳، م ۱۹۸۔ تفسیر روح المعانی، ح ۱۳، م ۲۲۷۔

کیتے ہیں۔ (۱)

واحدی نے سدی سے روایت کی ہے کہ یہ آیت عمار یا سر اور ولید ابن مغیرہ کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (۲)

پانچویں آیت:

﴿أَوْ مَنْ كَانَ مِنَ الْمُتَّقِينَ وَجَعَلْنَا لَهُ نُورًا يَمْشِي بِهِ فِي النَّاسِ﴾ "کیا جو شخص پہلے مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کیا اور اس کے لیے ایک نور بنا لیا جس کے ذریعہ وہ لوگوں میں چلتا پھرتا ہو۔" (۳)
ابو عمر، ابن عباس سے روایت کرتے ہیں کہ یہ آیت عمار یا سر کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ (۴)
ان آیات کے علاوہ خود رسول خدا ﷺ نے عمار یا سر کی ستائش میں بہت سی احادیث فرمائیں
ہیں:

۱۔ عبد اللہ ابن عباس کی روایت ہے کہ عمار یا سر، سر سے پھر تک ایمان سے پھر پور ہیں اور ایمان ان کے گوشت و خون میں تحمل گیا ہے۔ (۵)

اس مفہوم کی روایت حضرت علیؓ، حضرت عائشہ، بانی اہن ہالی وغیرہ سے بھی مذکور ہے۔ (۶)

۱۔ قصر

- ۲۔ اسباب الفزول واحدی، ج ۲۵۵، دس ۲۲۹۔ تفسیر قرطبی، ج ۱۳، ج ۳۰۲۔ تفسیر کشاف، ج ۲، ج ۳۰۰۔ و ج ۲، ج ۳۲۵۔ تفسیر خازن، ج ۳، ج ۳۲۳۔ و ج ۲، ج ۳۰۹۔ تفسیر راجح میر شربی، ج ۳، ج ۱۰۵، و ج ۲، ج ۳۱۱۔
- ۳۔ انعام ۱۲۶۔
- ۴۔ استیاع، ج ۲، ج ۲۸۶۔ اقليم الثالث، ج ۲۷۳۔ نبرہ ۱۸۶۔ تفسیر ابن جزی، ج ۲، ج ۲۰۔ تفسیر ابن کثیر، ج ۲، ج ۲۷۲۔ تفسیر بیناوى، ج ۲، ج ۳۰۰۔ و در المخور، ج ۲، ج ۳۱۹۔ و ج ۱، ج ۳۰۰۔
- ۵۔ تفسیر راجح میر شربی، ج ۱، ج ۲۲۹۔ تفسیر فتح القدير، ج ۲، ج ۱۵۲۔ و ج ۱، ج ۱۲۰۔
- ۶۔ حلیۃ اولیاء، ج ۱، ج ۱۳۹۔ تفسیر کشاف، ج ۲، ج ۶۱۔ و ج ۲، ج ۲۳۶۔ تفسیر خازن، ج ۳، ج ۲۳۳۔ و ج ۱، ج ۱۲۱۔
- ۷۔ تفسیر کبیر رازی، ج ۵، ج ۳۶۵۔ و ج ۲۰، ج ۳۲۶۔ تفسیر خازن، ج ۳، ج ۱۲۱۔
- ۸۔ کنز العمال، ج ۲، ج ۱۸۲۔ و ج ۷، ج ۵۷۔ تفسیر روح المعانی، ج ۱۳، ج ۲۷۲۔
- ۹۔ مختصر تاریخ ابن حajar، ج ۱۸، ج ۱۳۷، و ج ۷، ج ۱۸۲۔ مجمع الخروائد، ج ۹، ج ۲۹۵۔ مسن ابن الجوزی، ج ۱، ج ۶۵۔ و ج ۱، ج ۹۵، حدیث ۱۳۷۔
- ۱۰۔ الاصلیۃ، ج ۲، ج ۵۱۲۔

۲۔ ابن سحد کی روایت ہے کہ عمار حق کے ساتھ ہیں اور حق عمار کے ساتھ، جو درجہ عمار پھر تے ہیں اور درجہ حق پھرتا ہے اور قاتل عمار جنمی ہے۔ (۱)

نیز ملاحظہ ہو: طریقی، تینی، حاکم نیشاپوری، ابن کثیر اور سیوطی۔ (۲)

ابراہیم دیزیل لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے این سحود سے پوچھا: اگر داعلی فتنہ برپا ہو جائے تو آپ کے خیال میں مجھے کیا کرنا پا ہے؟ انہوں نے کہا کہ قرآن سے وابستہ رہو۔ پوچھا: اگر دونوں گروہ قرآن کا واسطہ دے رہے ہوں اس وقت میں کیا کروں؟ جواب دیا: میں نے رسول خدا ﷺ سے سنایا ہے کہ جب لوگ باہم اختلاف کر رہے ہوں تو فرزند سیدہ حن کے ساتھ ہو گا۔ یعنی اس گروہ میں رہو جس میں عمار یا سرہیں۔

۳۔ انس ابن مالک سے روایت ہے کہ بہشت چار آدمیوں کی مشتق ہے: علی (علیہ السلام)، عمار، سلمان، اور مقداد، اپک روایت میں تین کا نام ہے علی، عمار اور سلمان، اور دوسری میں علی، عمار اور بالا لکھا تام ہے۔ (۳)

۲۔ حضرت علیؑ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: عمار کا گوشت اور خون جہنم پر حرام ہے۔ (۲)

۲۶۲- میں دوچھپا، جس سے ۱۸۰۷ء میں حج، ۳، جنوری ۱۸۰۸ء

٢- أسم الكبیر، ح ١٠، م ٩٥- حدیث ١٧٠- ولائی المدحیة بعثی، ح ٤، م ٣٢٢- المدرک علی الحجیسین، ح ٣، م ٣٢٢-
٣- البدایة و النہایة، ح ٧، م ٢٧٠- وح ٧، م ٣٠٠، حادث، کیا- کنز العمال، ح ٦، م ١٨٣- وح ١١، م ٢١٧-
وحدیث ٥٦٦- حدیث ٣٣٥٢٥-

٣- طلاق الاولى، ح ١، م ١٣٢، المسدرک على الحجستان، ح ٣، م ٢٣٧-٢٣٨، وح ٣، م ١٣٨-١٣٩، شن تحری، ح ٥، م ٢٤٦، حدیث
 ٤- احمد، الکیر طبرانی، ح ٢، م ٢١٥-٢١٥، تفسیر قرطبی، ح ١، م ٨١ او ح ١٠، م ١١٩، البدریة والتحایة، ح ٢، م ١٣١، وح ٢، م ٢٧٩٧
 ٥- حادث ٢٣٧-٢٣٨-مختصر تاریخ این عساکر، ح ٣٠٢، م ١٩٨-١٩٩-وح ١٠، م ٣٥١، فبر ٣٥٣
 ٦- ح ٩٢، م ٣١٠-٣١١، نمبر ٢٥٩٩-مختصر تاریخ این عساکر، ح ٥، م ٢٥٩-٢٥٩، وح ١٨، م ٣٠-٢١٢، استیاب، ح ٢
 ٧- ح ٣٢٥-٣٢٦، نمبر ١١٣٨-١١٣٩، القسم الـ ٥

۲- غیر راین مساقر، ج ۱، ص ۲۱۵-مجمع الاوامر، ج ۹، ص ۲۹۵-کنز الممال، ج ۲، ص ۱۸۳- وج ۷، ص ۵۷- وج ۱۱، ص ۷۱- حدیث ۳۳۵۲۱- وج ۱۳، ص ۵۳۹- حدیث ۳۲۷۲۶-

۵۔ احمد ابن حنبل، خالد ابن ولید سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص عمار سے دشمنی کرے خدا اس کا دشمن ہو گا۔ جو عمار سے کینزدھ کئے خدا اس سے کینزدھ کے گا۔ (۱) اس کی روایت پے شمار طریقوں سے کی گئی ہے۔

۶- حدیفہ سے پوچھا گیا کہ عثمان قتل ہو چکے اب کیا کیا جائے؟ جواب دیا عمار کے ساتھ رہو۔
 لوگوں نے کہا: عمار تو علیٰ کے ساتھ ہیں۔ فرمایا: حمد انسان کو تباہ کر دیتا ہے تم لوگ صرف اس لیے عمار سے دور ہو کر وہ علیٰ سے زدیک ہیں، حالانکہ علیٰ کو عمار پر اسی طرح برتری حاصل ہے جیسے آسمان کو زمین پر۔ (۲)

۔۔۔ مistrف میں ہے کہ جنگ احمد میں جبرئیل نازل ہوئے اور رسول خدا مخلصہ نامہ سے پوچھا کر آپ کے اصحاب کہاں گئے؟ پھر پوچھا: یہ کون ہے جو آپ کا دفائن اور پاسداری کر رہا ہے؟ فرمایا: عمار یا سرہیں۔ جبرئیل نے کہا: انھیں بشارت دیدیجئے کہ عمار پر آتش دوزخ حرام ہے۔ (۳)

آیات و احادیث کے مطابع سے یہ تسلیم شدہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ ان پر جو بھی سختیاں ہوں، قطبی نار و اور شرمناک تھیں اور ان کی کوئی بھی توجیہ پڑیں نہیں کی جاسکتی۔ اگر کہا جائے کہ خلیفہ نے تادیب کے خیال سے سختیاں کیں تو یہ تادیب اسے کی جاتی ہے جو باطل بات یا بہتان زبان پر لائے یا اسلامی احکام کی مخالفت کرے۔ اور ہم جانتے ہیں کہ عمار کی شخصیت اس سے بہت بلند ہے۔ انھوں نے صرف دعوت حق اور اسلامی تعلیمات کے لیے یہ تم سے، وہیست پر عمل کیا، یا صاحبِ مومنین اور اصحاب پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے امر بالمعروف اور نهي عن الممنکر پر مشتمل جو میمور ڈم تیار کیا تھا اسے خلیفہ تک پہنچایا۔ آخر اس میں کون ہی بات تھی جو شریعت اسلام کے خلاف تھی، خلیفہ مسلمانوں کے جان و مال

۱- مسلم، ج ۵، ص ۵۰- ۵۲- حدیث ۱۲۳۷- و ۱۲۳۸- المدرک علی الحسن، ج ۳، ص ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱- حدیث
۱۲۳۸- و ۱۲۳۷- حدیث ۱۲۳۸- و ۱۲۳۷- المدرک علی الحسن، ج ۳، ص ۳۴۰، ۳۴۱- حدیث ۱۲۳۸- و ۱۲۳۷-

-۱۸۷۱-۱۸۷۲-۱۸۷۳-۱۸۷۴-

ESFAA+TAFF EIEZ WE E/3 +LH/3

www.17z.com

۲۰۱۷ء۔ ون اس ۱۹۶۷ء۔

کا حافظ ہوتا ہے اسے من مانی کرنے کا کوئی اختیار نہیں۔ سوائے اس کے کہ حکومت اسلامی، استبداد کا رو یہ اپنا کر مطلق العنان ہو جائے۔

اگر خلیفہ کو تاکید کرنی ہی تھی تو عبد اللہ ابن عمر، حکم ابن عاصی، مروان، ولید، سعید جیسے پایوں کو سزا دینی چاہیئے تھی۔ کیونکہ انہوں نے احکام اسلامی کا مذاق اڑایا تھا اور ان کی تادیب لازم تھی، عثمان کی سیرت کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ کسی نیک اور خیر خواہ ملت اسلامی کے احترام کے قائل نہیں تھے۔ کبھی حضرت علیؓ کے ساتھ گستاخی کی۔ کیا انہوں نے زبان رسالت سے فضائل علیؓ نہیں نے تھے۔ یا حساس ترین موقع پر ان کی شجاعت و فدا کاری کا مشاہدہ نہیں کیا تھا؟ سب میدان جنگ سے بھاگ جاتے تھے اور وہ اکیلے رسول ﷺ اور اسلام کی پاسداری کرتے تھے، کچھ لوگوں کا دعویٰ ہے کہ غیظہ نماز شب میں پورا قرآن ایک رکعت میں ختم کر دیتے تھے، اگر یہ دعویٰ صحیح ہے تو کیا وہ اس میں آیہ تقطیر یا آیہ مبارکہ کی حلاوت نہیں کرتے تھے۔ جس کی ایک اہم فرد حضرت علیؓ بھی تھے۔ یا ان کی عقل پر تالے پڑ گئے تھے۔

میں نہیں جانتا کہ ابن حجر اور ابن کثیر جیسے لوگ ابوذر، ابن مسعود اور مالک اشتر پر عثمانی مظالم کی کی کیا توجیہ کریں گے۔ حضرت علیؓ کے خلاف گستاخیوں پر کیا کہیں گے۔ یہ کبھی لوگ خیر خانہ طور پر شوکت اسلامی باقی رکھنے کے لیے نسل کا حکم دیتے تھے اور برائیوں سے روکتے تھے۔ آخر ابوذر، نمار، ابن مسعود اور حضرت علیؓ پر ظلم اور جلاوطنی میں کون سی اسلامی مصلحت تھی۔ کیا حضرت علیؓ، عین صلاح و مصلحت نہیں تھے؟ بات یہ ہے کہ عثمان اپنی ذاتی مصلحت کو عمومی مصلحت سمجھتے تھے، یہ اندھے مت指控 عظیم شخصیتوں کو کبھی داغدار نہیں کر سکتے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر عثمان نصیحتوں پر کان دھرتے تو نہ خلافت کی توہین ہوتی نہ ظلم و ستم کا بازار گرم ہوتا۔

۳۳۔ عثمان نے شاکستہ کردار مومنین کو فہرستہ کیا کیا کیا کیا

بلاذری نے ابو الحسن کے حوالے سے لکھا ہے کہ جب عثمان نے ولید ابن عقبہ کو فہرست کی گورنری

سے مسرول کیا تو سعید ابن عاص کو معمور کرتے ہوئے لوگوں کے ساتھ نزی کا برداشت کرنے کی تاکید کی۔ اسی لیے اس نے کوفہ کے دانشوروں اور قاریوں کے ساتھ محبت شروع کر دی۔ ان میں مالک اشتر، زید، صعصہ ابن صوحان، حرقوص، جنذب، شرطع، کعب ابن عبدہ، عدی ابن حاتم، کدام، مالک ابن جبیب، قیس، زیاد، یزید وغیرہ لاائق ذکر ہیں۔ ایک دن یہ سب بعد نماز عصر آپس میں گفتگو کرنے لگے اور بات نکل گئی چہاگا ہوں اور کوہستانی زمینوں کی، حسان ابن محمد وحاج آگے آگے بات کر رہا تھا۔ اتنے میں کوتوال شہر عبدالرحمن ابن حمیس نے کہا: میراول چاہتا ہے کہ کاش یہ زمینیں سعید ابن عاص کی ملکیت ہوتی اور تم لوگ اس سے بہتر زمین کے مالک ہوتے۔ مالک اشتر نے اس سے کہا کہ گورنر کے لیے دوسری زمینوں کی خواہش کردہ ہماری زمینوں پر آنکھ نہ گڑاؤ۔ عبدالرحمن نے کہا: میری خواہش میں تمہارا کون سا نقصان ہو گیا کہ تم ہمیں آنکھ دکھار ہے، بخدا! اگر گورنر چاہے تو اس پر قبضہ کر سکتا ہے۔ مالک اشتر نے کہا: اگر وہ چاہے بھی تو نہیں لے سکتا ہے۔ سعید ابن عاص نے غصے میں کہا کہ کوفہ و بصرہ کی ان زمینوں پر قریش کا حق ہے، مالک اشتر نے کہا: کہ جن زمینوں کو ہم نے جنگ کر کے حاصل کیا ہے ان پر تم قبضہ جانا چاہتے ہو۔ اگر کسی نے ایسی ہمت کی تو اسے مار مار کے سیدھے کر دیا جائے گا۔ یہ کہہ کے جمٹ کر عبدالرحمن کا گریبان تھام لیا۔ لوگوں نے بھی چاہ کر دیا۔

سعید ابن عاص نے سارا داقعہ عثمان کو لکھ مارا کہ مالک اشتر اور ان کے ساتھیوں کو دانشور کہا جاتا ہے۔ لیکن وہ حق ہیں، ان کے ہوتے میرا کو فے پر کوئی زور نہیں چل سکتا۔ عثمان نے جواب خط میں حکم دیا کہ ان لوگوں کو شام جلاوطن کر دو۔ اور مالک اشتر کو لکھا کہ میں جانتا ہوں کہ تم اسی نیت رکھتے ہو کہ جسے ظاہر کر دیا جائے تو تمہارا خون بہانا جائز ہو جائے۔ میرا خط پاتے ہی شام کی طرف روانہ ہو جاؤ کیونکہ تم نے کوفے کے باشندوں کو خراب کر ڈالا ہے۔ سعید ابن عاص نے مالک اشتر، زید، صعصہ، عائد، کمیل، جنذب، حارث، یزید، ثابت، اصر وغیرہ کو جلاوطن کر دیا۔ یہ قاریان قرآن دمشق میں عمر وابن زرارہ کے بیان میں ہے۔ معاویہ نے ان کے ساتھ نزی کا برداشت کیا اور احترام سے پیش آیا، لیکن مالک اشتر سے محکرہ ہو گئی جس کی وجہ سے معاویہ نے انہیں جیل میں ڈال دیا۔ عمر نے کہا کہ ہم انھیں جیل سے آزاد

کرالیں گے۔ تو معاویہ نے عمر کو بھی جیل میں ڈال دیا۔ دوسرے لوگوں نے مداخلت کی کہ تمہارے ساتھ بیٹھنے سے کیا فائدہ۔ خاص طور سے زید نے کہا کہ اگر ہم نے ظلم کیا ہے تو خدا کی بارگاہ میں تو پہ کرتے ہیں۔ اس طرح زید رہا ہو کر کوفہ والوں کر دئے گئے۔ پھر معاویہ کو خبر ملی کہ دمشق والے مالک اشتر اور ان کے ساتھیوں سے بحث و گفتگو کر رہے ہیں۔ معاویہ نے عثمان کو خط لکھا کہ یہ لوگ یہاں کے لوگوں میں شورش پیدا کر رہے ہیں۔ عثمان نے جواب دیا کہ ان لوگوں کو حصہ جلاوطن کر دو۔ جہاں کا گورنر عبدالرحمٰن ابن خالد ہے۔ (۱) وہ بہت زیادہ سختی سے پیش آتا تھا ان لوگوں کو گالیاں دیتا تھا اور بہت زیادہ ڈراتا دھکا کا تھا یہ نیک لوگ سخت اذیت میں بجا ہو گئے۔ حالانکہ معاویہ کی نزدی بھی سیاسی سختی اور عبدالرحمٰن کی سختی بھی سیاسی تھی۔

یہ سارا واقعہ اس لیے پیش آیا کہ عثمان کی بدعتیں لوگوں میں کافی مشہور ہو گئی تھیں، سبھی ان کی نذمت کر رہے تھے۔ می امیری کی بے ایمانی اور ظالمانہ حکومت کے خلاف عام طور سے نفرت پھیل رہی تھی۔ عقیم صحابہ غفاری، ابوذر اور ابن مسعود جیسوں پڑھائے گئے مظالم نے اور بھی آگ لگائی، ولید کی شراب خواری نے اس واقعہ کو کچھ اور بھی ہوادی۔ یہ تمام اصحاب خوام میں احترام کی نظر سے دیکھے جاتے تھے۔ مالک اشتر صحابی رسول ﷺ اور سب کی نظر میں لاائق تعریف تھے۔ (۲) حضرت علیؓ نے مصر کی گورنری دیتے ہوئے انہیں خدائی تکوار کا لقب (۳) دیا تھا ان کے انتقال پر حضرت علیؓ پھوٹ کر دئے تھے۔ (۴)

۱۔ الانساب، بلاذری، ح ۵، ج ۵، م ۳۹-۳۲ و ح ۲، ج ۵، م ۱۵۶-۱۵۱۔

۲۔ تاریخ الحقات، م ۱۵۲، نمبر ۳۷۔ الحقات ابن جبان، ح ۵، م ۲۸۹۔ حمدیہ عبد العزیز، ح ۱۰، م ۱۱۔ و ح ۱۰، م ۱۱۔

۳۔ تاریخ طبری، ح ۲، م ۵۵، و ح ۵، م ۹۶، و ح ۵، م ۲۷۔ و نسب البلاط، ح ۲، م ۶۱۔ و م ۳۱، خلبہ ۲۸۔ و شرح ابن الحدید، ح ۲، م ۳۰۔ و ح ۲، م ۷۷، بھلی، خلبہ ۲۷۔

۴۔ نسب البلاط، ح ۲، م ۲۳۰۔ و ح ۵، م ۵۵۲-۳۸۹، خلبہ ۲۳۲-۵۵۲۔ شرح ابن الحدید، ح ۲، م ۳۰۔ و ح ۲، م ۷۷، خلبہ

۵۔ سان العرب، ح ۲، م ۶، و ح ۱۰، م ۳۳۶۔ تاریخ کابل، ح ۳، م ۱۵۲، و ح ۲، م ۱۵۳۔ زان العرب، ح ۲، م ۶، و ح ۲، م ۶۔

زید ابن صوحان کو زید الشیر بھی کہا جاتا تھا۔ صحابی رسول تھے نیک، پارسا اور قوم کے سردار تھے۔ حضرت علی سے مروی حدیث رسول ہے کہ جو شخص ایسے کو دیکھنا چاہتا ہے کہ جس کے بدن کا بعض حصہ پہلے جنت میں پہنچا ہو وہ زید ابن صوحان کو دیکھے۔ ان کا ایک ہاتھ جنگ قادریہ میں شہید ہو گیا تھا۔ (۱) ان کے بھائی صاحبہ بھی بہت بہادر اور عظیم خطیب (۲) تھے، جذب بھی صحابی تھے اور جنگ جمل و صفين میں شاندار کارناٹے کئے تھے۔ (۳) کعب کو بلاذری (۴) نے زاہد پارسا کے نام سے یاد کیا ہے، عذری بھی صحابی رسول تھے اور ان کے ساتھ مالک، زید، عمرو، عروہ، اصر، بھی عظیم صحابہ میں تھے۔ کمیل اور حارث نیک و پارسا اور نقہ راویوں میں شمار کے جاتے ہیں، یہ سبھی عشق علی میں سرشار تھے۔

۲۲۔ عثمان نے کعب بن عبدہ کو مارا پھینا اور جلاوطن کیا

اکثر کوفہ کے قاریان قرآن نے عثمان کو اس مضمون کا خط لکھا کہ سعید نے یہاں کے اکثر نیک اور پارسا لوگوں پر بہت مظالم ڈھانے ہیں، ہم امت محمد ﷺ کے متعلق خدا کا واسطہ دیتے ہیں کہیں ایسا نہ ہو کہ عوام میں فتنہ پھیل جائے۔ کیونکہ سعید جیسے لوگ تمہارے خالم مددگار ہیں۔

خط لکھنے والوں میں مغلن، عبداللہ ابن طبلی، مالک، زید، جبراں بن عذری، عمر و ابن حق، سلیمان ابن صرفخزائی، میتب، زید، کعب، زیاد اور مسلم وغیرہ تھے۔ خط میں کسی نے اپنا نام نہیں لکھا اور ابوبیجہ کے ہاتھ عثمان کے پاس بیٹھ ڈیا۔ عثمان نے ابوبیجہ سے خط بھیجنے والوں کا نام پوچھا، لیکن انھوں نے نام نہیں بتایا، جب سزادی نے کارادہ کیا تو حضرت علی نے فرمایا کہ یہ شخص پیغام رسابے۔ اسے قید کرنا مناسب

۱۔ تاریخ ابن حمسا کر، ج ۶، ص ۱۲۳۔ (ج ۱۹، ص ۲۲۲۔ ۲۲۸۔ ۲۲۶۔ ۲۲۴۔ نمبر ۲۲۳۹)۔ تاریخ بغداد، ج ۸، ص ۳۳۰، استیعاب،

ن ۱، ص ۱۹۔ القسم الاول، ج ۱۹، نمبر ۵۵۶۔ ۵۵۵۔ ۸۵۲۔

۲۔ مروج الذهب، ج ۲، ص ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ تاریخ ابن حمسا کر، ج ۶، ص ۳۲۷۔ ۳۲۳۔ ۳۲۲۔

۳۔ تاریخ بغداد، ج ۸، ص ۳۲۸۔ ۳۲۷۔ ۳۲۶۔

۴۔ استیعاب، القسم الاول، ص ۱۵۸۔ نمبر ۳۲۳۔ اسد الغائب، ج ۱، ص ۳۵۹۔ نمبر ۸۰۷۔

۵۔ انس الاضراف، ج ۶، ص ۱۵۳۔

نہیں۔ عثمان نے سعید کو خط لکھا کہ کعب ابن عبدہ کو بیس تازیا نے مار کر میرے پاس بیچ دو، سعید نے حکم پر عمل کیا۔ بعد میں عثمان اپنے کئے پر شرمند ہوئے اور کعب سے کہا کہ تم اپنا قصاص مجھ سے لے لو۔ (۱) لوگوں میں اس واقعے سے کافی نفرت پھیل گئی۔

۲۵۔ زاہد و پارسا عامر کی جلاوطنی

طبری (۲) کی روایت ہے کہ مسلمانوں نے ایک جلسہ کر کے عثمان کی کارستانیوں پر بحث کی اور طے پایا کہ ایک نمائندہ کو بیچ کر ان کی بدعتوں سے ناپسندیدگی کا انتہار کیا جائے، چنانچہ عامر کو پیغام رسا بنا یا گیا۔ انہوں نے عثمان سے جا کر کہا: اکثر مسلمانوں نے اجتماع کر کے تہاری غلط کاریوں پر ناپسندیدگی ظاہر کی، اس لیے خدا سے ذرا اور اپنی کارستانیوں سے توبہ کر کے دستبردار ہو جاؤ۔ عثمان نے کہا: ذرا اس شخص کو دیکھو تو لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ معلم قرآن ہے، یہ مجھ کو پڑھانے چلا ہے، بخدا یہ بھی نہیں جانتا ہے کہ خدا کہا ہے؟ عامر نے جواب دیا: میں جانتا ہوں کہ خدا تہاری گھمات میں ہے۔

ان حالات کے نتیجے میں عثمان نے مختلف گورزوں معاویہ، عبداللہ بن سعد، سعید بن عاص، عمر و بن عاص اور عبداللہ ابن عامر کو مشورے کے لیے بلوایا، جب یہ سب جمع ہو گئے تو ان سے کہا: تم لوگ میرے وزیر اور معمتد ہو، لوگ مجھ سے مطالبہ کر رہے ہیں کہ میں تم لوگوں کو معزول کر دوں اور اپنی ان کاروانیوں سے دستبردار ہو جاؤ۔ اب تم لوگ اپنی رائے دو۔ عبداللہ ابن عامر نے کہا: ان سب کو کسی چہاد میں الجما دیجئے تاکہ ان سیاسی باتوں کی طرف متوجہ نہ ہوں۔ سعید ابن عاص نے کہا: ان قبیلوں کے سرداروں کو اپنے قبضے میں کر لیجئے۔ معاویہ نے کہا: ہر گورز اپنی اپنی جگہ کے لوگوں سے پشت لے۔ عبداللہ ابن سعید نے کہا: لوگ لاپچی ہیں انھیں خزانے سے کچھ دولت دے دیجئے۔ آخر میں عمر و عاص نے کہا: میرے خیال میں، آپ اپنے میں تبدیلی پیدا کیجئے اگر تبدیلی نہیں پیدا کر سکتے تو خلافت سے الگ ہو جائیے۔

- ۱۔ انساب الاشراف، ج ۵، ص ۳۲-۳۱، ج ۶، ص ۱۵۵-۱۵۲۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۳۷-۱۳۶۔ وح ۲، ص ۱۳۰، حادث ۹۷۔
 ریاض المعرفة، ج ۲، ص ۱۳۹-۱۳۸۔ وح ۲، ص ۶۔ الصوات عن اخر ق، ص ۲۸۔ ص ۱۱۲۔
 ۲۔ تاریخ طبری، ج ۳، ص ۳۳۳ حادث ۳۳۷۔

عثمان نے اس سے کہا: کیا تم میری خالفت کرنا چاہتے ہو؟ مرد عاص نے کہا: آپ مجھے بہت زیادہ عزیز ہیں، میں نے یہ بتیں اس لیے کہی ہیں کہ لوگوں کو میری خالفت کا پتہ چل جائے، تاکہ جب شورش ہو تو میں آپ کا تحفظ کر سکوں۔ عثمان نے تمام گورزوں کو اپنے صوبوں میں والہم کر کے حکم دیا کہ عمالین کے ساتھ تھنی کا برداز کریں اور انھیں استحقاق کر دیں کہ مجبور اورہ فرمانبرداری پر آمادہ ہوں۔ (۱)

۲۶۔ عبد الرحمن مجھی کی جلاوطنی

عبد الرحمن صحابی رسول ﷺ تھے جنہیں عثمان نے خبر کے علاقے "حوص" میں جلاوطن کر دیا۔ یعقوبی اور ابو عمر نے لکھا ہے کہ جب عثمان نے افریقہ کا پانچ لاکھ میں مرداں کو بخشن دیا تو عبد الرحمن نے نہ مرت میں کچھ اشعار کہے۔ عثمان نے حکم دیا کہ انھیں خبر میں قید کر دیا جائے۔ (۲) یہ عبد الرحمن جنگ صفين میں حضرت علیؓ کے ہمراہ تھے۔ (۳)

۲۷۔ حضرت علیؓ کی جلاوطنی

حضرت علیؓ اور عثمان کے درمیان پیش آمدہ حالات کی تفصیل بہت طویل ہے۔ شاید کچھ لوگوں کے دل پر چوتھی بھی لگے اس لیے ان ناپسندیدہ و اقدامات کو نظر انداز کرتے ہیں۔ کیا جو شخص ایمان اور تسلیم سے بہرہ رکتا ہے وہ حضرت علیؓ کے فضائل و محاسن، فدائکاری اورہ اسلام سے شدید وابستگی کو نظر انداز کر سکتا ہے؟ کیا ایسے شخص کو کہا جاسکتا ہے کہ آپ نے مرداں کو گالی کیوں دی؟ بخدا! میرے زدیک آپ ان سے معزز نہیں ہیں۔

۱۔ انساب، بلاذری، حج ۵، ج ۳۳۔ وج ۱۲، ج ۱۵۶۔ تاریخ کابل، ج ۳، ج ۹۲، وج ۲، ج ۲۷۵۔ حادث تاریخ این خلدون، ح ۲، ج ۳۹۰۔ وج ۲، ج ۳۹۲۔

۲۔ تاریخ یعقوبی، ح ۲، ج ۲۳۔ ایتیاب، اقسام الٹانی، ج ۸۷۸۔ الاصابة، ح ۲، ج ۳۹۵، نمبر ۵۰۰۔

۳۔ تاریخ طبری، ح ۲۵۔ وج ۵، ج ۳۶۔ حادث تاریخ یعقوبی، ح ۲، ج ۲، ج ۱۵۰، وج ۱۷۳۔ ایتیاب، ح ۲، ج ۲۱۔ اقسام الٹانی، ج ۸۷۸، نمبر ۱۳۰۔ شرح ابن الہبید، ح ۱۶، وج ۱۹۸، خطیب ۳۔ الاصابة، ح ۲، ج ۲۷۵۔

جب کہ مردان طریقہ رسول ﷺ کے ہے پھر کہتے ہیں: اے ابو الحسن! میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تمہاری زندگی کی تمنا کروں یا موت کی۔ تم میرے نزدیک عاق شدہ فرزند کی طرح ہو، کبھی کہا: تم عمار سے زیادہ جلاوطنی کے سخت ہو۔ بعض تو اسی شخص باتیں کی ہیں کہ انھیں مورخین نے لکھنا مناسب نہیں سمجھا۔ ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ اس لیے تھا کہ لوگوں کی نظر سے حضرت علیؓ کو گرانا چاہتے تھے اور تو ہیں کر کے ان کی تدری و منزلت کم کرنا چاہتے تھے۔

۳۸۔ عثمان کے لیے نزول آیت

واحدی و خلیلی نے ابن عباس، سدی، کلبی اور میتب بن شریک سے روایت کی ہے کہ سورہ نجم کی آیت: (الرء بیت الذی تولی و اعطی قلیلاً و اکدی ، اعنده علم الغیب فهو بری) "بھلاتم نے اس شخص کو بھی دیکھا جس نے روگردانی کی اور تھوڑا سا خدا کی راہ میں عطا کیا اور پھر بند کر دیا۔ کیا اس کے پاس علم غیب ہے کہ وہ دیکھ رہا ہے"۔ (۱) عثمان کے بارے میں نازل ہوئی ہے۔ حضرت عثمان اکثر کچھ خیرات دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ان کے رضامی بھائی عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح نے ان سے کہا: تم اتنا خرچ کرتے ہو کہ مجھے تمہاری مغلسی کا خوف دامنگیز ہے۔ عثمان نے جواب دیا: میں نے بڑے بڑے گناہ کئے ہیں، اس لیے خیرات کرتا ہوں کہ شاید خدا معاف کر دے۔ عبد اللہ بولا: یہ بارے لہذا اونٹ مجھے دے دو۔ تو میں تمہارے تمام گناہوں کا بوجھا پنے اوپر لے لوں۔ حضرت عثمان نے فوراً دے دیا اور روگواہ بھی کر لئے۔ اس کے بعد خیرات وغیرہ بند کر دی تو ان کے بارے میں یہ آیت نازل ہوئی، تو عثمان اپنی خیرات بند کرنے سے بازا آئے۔ بعض نے کہا ہے کہ روگردانی کرنے سے جگہ احمد میں بھاگنا مراد ہے۔ (۲)

۱۔ نجم ۳۲-۳۵

۲۔ اسہاب الفزوول، ص ۲۹۸-۲۶۷۔ تفسیر قرطبی، ج ۱، ص ۱۱۱۔ وج ۲، ص ۲۳۷۔ تفسیر کشاف، ج ۳، ص ۱۳۶۔ وج ۳، ص ۱۳۲۔
۳۔ تفسیر نیشاپوری مطیوع بخاری، طبری، وج ۲، ص ۵۰۔ السراج المیر شریفی، وج ۳، ص ۱۲۸۔ وج ۳، ص ۱۳۳۔

جو شخص عبد اللہ کے چال چلن اور زمانیہ کفر و اسلام وار مدد اور میں اس کی حرکات سے واقف ہے وہ اس کی اس ذمیل دلچسپ بات پر حیرت نہ کرے گا۔ حیرت تو اس بات پر ہو گی کہ ٹھان نے اس کی مہمل اور پوچھ بات کو مان لیا اور بار لدا ہوا اونٹ دے بھی دیا کہ گناہوں کا بوجہ ہلکا ہو۔ کیا یہ بعید از عقل و انصاف بات حیرت انک نہیں کہ ایک فاسق کی بات پر یقین کر کے اپنا مال بھی دیا اور خیرات وغیرہ سے ہاتھ بھی کھینچ لے؟

اپنی عاقبت اور محشر کا حساب کتاب ابن الہی سرح کے پروردگر دیا۔ کیا عثمان کو علم غیب تھا کہ ایسا کرنے سے واقعی گناہوں کا بوجھ دوسرے کی گردان پر چلا جائے گا۔ شاید انہوں نے آیات فراموش کر دی تھیں جن میں:

﴿وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِلَّذِينَ آمَنُوا اتَّبِعُوا سَبِيلَنَا وَلَا حَمْلُ خَطَايَاكُمْ وَمَا هُمْ بِحَامِلِينَ مِنْ خَطَايَاكُمْ مِنْ شَيْءٍ إِنَّهُمْ لَكَاذِبُونَ، وَلَا يَحْمِلُنَّ أَثْقَالَهُمْ وَالْقَالُوا مَعَ الظَّالِمِينَ وَلَيَسْتَانِ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ عَمَّا كَانُوا يَفْتَرُونَ﴾ اور کفار ایمان والوں سے کہنے لگے کہ ہمارے طریقے پر چلو اور قیامت میں تمہارے گناہوں کے بوجو کو ہم اپنے سر لے لیں گے، حالانکہ یہ لوگ ذرا بھی ان کے گناہ اٹھانے والے نہیں ہیں۔ یہ لوگ یقینی جھوٹے ہیں اور یہ لوگ اپنے گناہ کے بوجو تو اٹھائیں گے ہی اپنے ہاتھ ان کے بھی بوجو اٹھائیں گے۔ (۱)

﴿مَنْ يَعْمَلْ سُوءًا يُجْزَى بِهِ وَلَا يَكُدُّ لَهُ مِنْ دُونِ اللَّهِ وَلِيَا وَلَا نَصِيرًا﴾ "اور جو برا کام کر رہا اے، کام اے، دادھا اے، گا اور پھر خدا کے سوا کسی کو نہ تو انہاں سرست مائے گا اور نہ ددکار۔" (۲)

﴿فَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ خَيْرًا يَرَهُ وَمَنْ يَعْمَلْ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ شَرًّا يَرَهُ﴾^{جُفْنَصُ ذَرَا}

بھی سکی یادی کرے گا اسے دیکھ لے گا۔” (۳)

اسی طرح مذرر ۳۸، غافر رے اور چائیس ۲۲، کی آیات بھی اسی مفہوم کو واضح کرتی ہیں۔

النصاف کی بات تو یہ ہے کہ ابن ابی سرح نے اس قسم کی مسحکہ خیز اور ذلیل بات کے لیے خود گناہ کے بوجھ کو بڑھایا اور گستاخانہ بات کے ذریعہ عذاب کو تغیر قرار دیا اور شکل کرنے والے کو روکا، وہ اس کا بدلہ پائے گا۔ نہ عثمان کے گناہوں کو اپنے سر لے لے گا۔

عثمان کی نادانی دیکھئے کہ ایک مسحکہ خیز اور طوریہ بات کو مان لیا پھر اس کے مطابق عمل بھی کر گذرے یہاں تک کہ آیات قرآنی نے سرزنش کی۔ میں نے مان لیا کہ عثمان پھر انفاق کی طرف مائل ہو گئے لیکن ایک کافر منش کے طوریہ بات کو مان بھی تو گئے۔ ہم تو کہتے ہیں کہ کاش! وہ آیت نازل ہونے کے بعد پھر انفاق کی طرف مائل نہ ہوتے۔ کیونکہ پھر تو ان کی حالت یہ ہو گئی کہ مولا نے متکیان بیعت کے بقول مال خدا کو یوں چڑھنے لگے جیسے اونٹ فصل بھار کی گھاس چڑھتا ہے۔

۳۹۔ عثمان را نجات نہیں جانتے تھے

تاریخ بن عساکر (۱) میں ہے کہ حضرت عمر، عثمان کی طرف سے گذرے اور سلام کیا تو عثمان نے جواب سلام نہیں دیا تو وہ ابو بکر صدیق کے پاس آ کر بولے: اے رسول خدا کے جانشین! میں آپ کو ایک مصیبت سنانے آیا ہوں جو بعد رسول مجھ پر پڑی ہے، میں نے عثمان کو سلام کیا تو انہوں نے جواب نہیں دیا۔ ابو بکر نے حیرت سے پوچھا: کیا واقعی ایسا ہوا؟ عمر نے کہا: ہا۔ ابو بکر نے عمر کا ہاتھ پکڑا اور عثمان کے پاس آئے پوچھا: کیا درست ہے کہ تم نے سلام عمر کا جواب نہیں دیا۔ عثمان نے کہا: بخدا! اے خلیفہ! میں نے انھیں نہیں دیکھا۔ پوچھا: کس سوچ میں تھے؟ جواب دیا: میں سوچ رہا تھا کہ رسول گذرے گئے اور ہم ان سے یہ نہ پوچھ سکے کہ جہنم سے نجات کیسے ہو سکتی ہے؟ ابو بکر نے کہا: و اللہ! میں نے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بات پوچھی تھی۔ یہ سن کر عثمان کی با چھیں کھل گئیں۔ ابو بکر نے کہا: رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کہ عروۃ الوفی سے مضبوطی کے ساتھ وابستہ رہو یعنی "لا الہ الا اللہ" کہو۔

تبرہ امتی:

۱۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۲، ص ۵۸۔ وج ۵، ص ۳۸۷۔ نمبر ۱۶۲۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، ج ۳، ص ۲۶۸۔

کیا اس شخص کے کان بہرے تھے کہ رسول خدا ﷺ بعثت سے لے کر آخری دم تک رات دن
لکھتے تو حیدرے وابستہ ہوئے کو راہ نجات میں محصر ہونے کا اعلان کرتے رہے۔ قرآن نے بھی: ﴿وَ مِنْ
يَسْلُمُ وَحِيمَهُ اللَّهُ فَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدْ أَسْتَمْسَكَ بِالْعَرْوَةِ الْتَّقِيَّهِ،﴾ (فمن يکفر
بِالظَّاغُوتِ وَ لَوْمَنْ بِاللَّهِ فَقَدْ أَسْتَمْسَكَ بِالْعَرْوَةِ الْوَثِيقِ)، ﴿وَالَّذِينَ آتَيْنَا وَعْدَ
الصَّالِحَاتِ أَوْلَئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ﴾ کے اعلان کئے ہیں۔

رسول خدا ﷺ نے فرمایا ہے: ”قُولُوا إِلَّا اللَّهُ إِلَّا اللَّهُ تَفْلِحُوا“ (۱) اس کے علاوہ احادیث
میں ”لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ“ کہنے والے پر جہنم حرام ہونے کا اعلان ہے۔

اس شخص نے یہ اعلانات سے تھے لیکن فراموش کر دیا تھا۔ پھر سوال یہ ہے کہ جب یہ عمومی اور عام
بات فراموش کر دی تھی تو آخر کون سے بات یاد کی ہوگی؟ رسول خدا ﷺ نے حق تسلیغ توادا کیا تھا لیکن
جن کے کان اور دل و دماغ قبول کرنے پر آمادہ نہ ہوں ان کا اعلان جی کیا ہے۔

۵۰۔ خلیفہ نے نماز کی تکبیریں ترک کیں

مسند احمد میں مطرف سے عمران بن حصین کا قول نقل ہے: میں نے علی ﷺ کے پیچھے نماز پڑھی تو
رسول خدا ﷺ کی اور دونوں خلیفہ کی نماز یاد آ گئی۔ حضرت علی ﷺ جب بھی بجدے میں جاتے یا رکوع
سے سراخاتے تو تکبیر کہتے تھے۔ میں نے پوچھا: سب سے پہلے کس نے تکبیریں ترک کیں؟ جواب دیا:
عثمان نے، جب وہ بوڑھے ہو گئے تو آواز کمزور ہو گئی اور تکبیر چھوڑ دی۔ (۲)

نماز میں تکبیرات، سنت رسول ﷺ ہے جس پر تمام مسلمانوں کا اتفاق ہے اور صحابہ اس پر عمل کرتے
رہے۔ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سنت کو سب سے پہلے عثمان نے ترک کیا، ان کی پیروی میں
معاویہ اور بنی امية کے افراد نے بھی چھوڑ دیا اور آج بھی لوگ اسی اموی سنت کو اپنائے ہوئے ہیں۔

۱۔ تاریخ البخاری، ج ۳، القسم الثاني، میں ۱۲۔ مجلد، ۸، میں ۱۲، نمبر ۷۔ ۱۹۷۷ء۔

۲۔ مسند احمد، ج ۳، میں ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱۔ و ج ۵، میں ۵۹۰، حدیث ۳۹۶۔ میں ۵۹۳، حدیث ۱۹۲۵۹۔ میں ۵۹۷ء۔ حدیث ۱۹۲۸۰، میں ۶۰۹، حدیث ۱۹۲۵۰، میں ۶۱۶، حدیث ۱۹۲۹۳۔

دریافتیں

زرقاںی شرح موطا (۱) میں احمد کے توسط سے عمران کا قول نقل کرتے ہیں کہ سب سے پہلے عثمان نے ضعیلی کی وجہ سے بکیر چھوڑی۔ طبری نے قول ابو ہریرہ نقل کیا ہے کہ سب سے پہلے معاویہ نے بکیر چھوڑی۔ ابو عبید کی روایت میں زیاد کا نام ہے۔ لیکن ان روایات میں تضاد نہیں ہے کیونکہ عثمان کی چھوڑی میں معاویہ اور زیاد نے بکیر چھوڑ دی تھی۔ اکثر علماء نے صفائی میں کہا ہے کہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عثمان آہستہ سے بکیر کہتے تھے۔ لیکن کیا روایات میں جائز کرنے کا لفظ ہے اس سے یہ توجیہ میں کھاتی ہے؟ حضرت علیؓ کے بکیر کہنے میں بھی تو یہ قصر تنہیں ہے کہ آہستہ کہتے تھے یا زور سے کہتے تھے پھر یہ کہ روایت میں ہے کہ اوپسین بار جس نے ترک کیا۔ یہ فخر نہیں ہے کہ اوپسین بار جس نے آہستہ کیا۔ اس کے علاوہ این جگہ، (۲) شوکانی (۳) اور دوسروں نے روایت کی ہے کہ عثمان کے ترک کرنے کی وجہ سے معاویہ نے ترک کیا۔ اس ترک کا مطلب ناقص کرنا یا کم کرنا ہے۔ کہیں بھی آہستہ یا اخفاء کے منہجوم کی مخالفت نہیں ہے۔ واضح بات ہے کہ عثمان نے یہ بدعت کی تھی جس کی چھوڑی معاویہ نے کی۔

نتیجہ بحث... جو کچھ بھی بیان کیا گیا وہ غرض آلود تاریخ کا بہت تھوڑا سا حصہ ہے، اس سے زیادہ اہم واقعیات اور مسائل و حقائق کو تاریخوں نے تصور کی وجہ سے نقل نہیں کیا ہے۔ حالانکہ تاریخ کا فرض ہے کہ وہ حقائق کو غیر جانبدار انداز میں پیش کرے۔ اس کے برخلاف سورخین نے حقائق و مفہوم میں شرمناک تحریف کر کے تاریخی روایات کو اپنے مطلب کے مطابق ہی نقل کیا ہے۔ مثلاً تاریخ طبری (۴) میں ہے کہ واقعی نے مصریوں کی عثمان کی طرف پیش رفت اور ذذنشب میں چھاؤنی ڈالنے کے بہت سے واقعات نقل کئے ہیں۔ ان میں کچھ کو بیان کیا گیا اور کچھ کو اس لئے چھوڑ دیا گیا کہ قابل اعتراض باقی تھیں۔ اور اکثر (۵) قاتلان عثمان کے دلائل کو جو نقل کے سلسلے میں پیش کئے گئے ہیں میں نے ذکر

۱۔ شرح موطا، ج ۱، ص ۱۳۵، وح ۱، ص ۱۵۹، حدیث ۱۶۳۔ مسن احمد، ج ۵، ص ۵۹۷، حدیث ۱۹۲۸۰۔

۲۔ صحیح البخاری، ج ۲، ص ۲۶۰۔

۳۔ نہل الادطار، ج ۲، ص ۲۶۸۔

۴۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۰۹، وح ۳، ص ۳۵۶، حدیث ۲۷۹۔

۵۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۱۲۔ وح ۳، ص ۳۶۵، حدیث ۲۷۹۔

کیا اور اکثر کونا مناسب ہونے کی وجہ سے میں نے چھوڑ دیا ہے۔

محمد ابن ابی بکر (۱) جب علی کی طرف سے مصر کے گورنر ہوئے تو معادیہ کو خطوط لکھے۔ جن کا تاریخوں میں تذکرہ ہے لیکن میں نے انہیں درج کرنا اس لیے مناسب نہ سمجھا کہ ان کے مطالب کو سننے کی عام لوگوں میں طاقت نہیں۔

واقدی (۲) نے حضرت علیؓ اور عثمان کے درمیان تین باتوں کو لکھتے ہوئے کہا ہے کہ عثمان نے علیؓ سے سخت اور قابل اعتراض باتیں کیں۔ جن کا نقل کرنا مناسب نہیں اور علیؓ نے بھی اسی طرح کی بات کی۔

ابن اشیر (۳) لکھتے ہیں کہ قاصلان عثمان کے اکثر دلائل کو میں نے چھوڑ دیا ہے کیونکہ ان کا ذکر کرنا مناسب نہیں۔

ابن کثیر (۴) نے بھی حوادث و واقعات کو لکھتے ہوئے اسی حجم کی بات کی ہے، ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ ایک خاص مقدمہ کے تحت لکھا گیا تاکہ جعلی روایات کا پروہنہ باقی رہ سکے۔
ڈاکٹر احمد فرید رفائلی اپنی کتاب ”عصر مامون“ (۵) میں لکھتے ہیں:

لیکن ہم ایک دوسری صورت حال سے دوچار ہیں، ہمیں عثمان کے بارے میں اپنی رائے کو ظاہر نہیں کرنا چاہیے۔ کیونکہ وہ عظیم صحابی تھے، جب قرآن کے سلسلے میں ابد آثار کام کئے اور کل اور آسان دین اس بات پر بہر حال پابند نہیں کرتا کہ تمام لوگ زندگی میں زہد ہی کو برتنی، اسی طرح ہم سے بھی یہ مطالب نہیں کیا جاسکتا کہ حکومت عثمان کی کمزوریوں کو ثابت کریں، ہمیں صرف حادث کو اختصار کے ساتھ بیان کر دینا چاہیے، اس کے علاوہ بھی قدیم و جدید تذکروں میں حقائق چھپانے کے بھانے بیان کئے گئے

۱۔ تاریخ طبری، ج ۵، بی ۲۳۷، و ج ۳، بی ۵۵۷، حادث ل ۳۰۰۔

۲۔ شرح ثقیل البلاقوہ ابن ابی الحیی، ج ۸، بی ۲۵۹، خطبہ، ۱۲۔

۳۔ تاریخ کمال، ج ۳، بی ۷۶، و ج ۲، بی ۲۸۶، حادث، ۳۰۰۔

۴۔ الہدیۃ والحلیۃ، ج ۷، بی ۱۶۶، و ج ۷، بی ۱۸۶، حادث ۳۳۷۔

۵۔ صدر مامون، ج ۱، بی ۵۔

ہیں۔ ان سے دین پر تور حنفیں ہوتا بلکہ انہی عقیدت کا پتہ چلتا ہے۔
اب ذرا حضرت عثمان کے عقائد و اخلاق کو انہی کے ہم عصروں سے معلوم کیا جائے جو انہوں نے
انپر رائے ظاہر کرنے کے سلسلے میں بیان کئے ہیں اور وہ کردہ عثمان کے یعنی گواہ بھی ہیں:

عثمان کے متعلق حضرت علیؑ کے ارشادات

قتل عثمان کے سلسلے میں آپ نے فرمایا: اگر میں نے قتل کا حکم دیا ہو تو میں ان کا قاتل کہا جاتا یا اگر قتل
سے روکا ہوتا تو ان کا مدحگار کہا جاتا۔ جس نے ان کی مدد کی وہ بھی اور جس نے انھیں قتل کیا وہ بھی دنیوں میں کوئی
بھی مجھ سے افضل نہیں۔ میں عثمان کے بارے میں جامع ترین بات کہتا ہوں کہ وہ تعمیش کے قاتل ہوئے اور
بذریعیش کے، غلط کار لوگوں کو ترجیح دی۔ تم لوگوں نے ان کے خلاف فم و خصہ کو غلط ڈھنک سے بردا۔ (۱)
ابن ابی الحدید (۲) نے اس کی شرح کرتے ہوئے کہا ہے کہ امام کا مطلب یہ ہے کہ جن لوگوں
نے عثمان کی مدد کی ان سے وہ لوگ بہتر تھے جنہوں نے انھیں چھوڑ دیا۔ کیونکہ ان کے مدحگار، مردان
میںے بدکار تھے اور مہاجرین و انصار نے ان کو چھوڑ دیا تھا۔

جب ابن عباس کے ذریعے عثمان نے علیؑ سے بخیں چلے جانے کو کہا تو فرمایا: ابن عباس! عثمان
مجھے شر آپکش بنائے ہوئے ہیں ایک بار پیغام دیتے ہیں کہ جاؤ، پھر کہتے ہیں چلے آؤ۔ اب کہا ہے کہ
باہر چلے جاؤ۔ بخدا! ان کا وقار اس قدر کیا ہے کہ اب ذرنا ہوں کہیں گھنگار نہ ہو جاؤں۔ (۳)

ابوحاذہ اور عمر یاسر کی روایت ہے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا: نہ میں نے انھیں قتل کیا نہ قتل میں مدد
کی، نہ اس قتل سے ناخوش ہوا۔ (۴) اس بات کی گواہی اموی شاہر کعب بن جعیل نے بھی دی ہے۔ (۵)

۱۔ صحیح البخاری، ج ۱، م ۶۷، م ۳۷، خطبہ ۳۰۔ ۲۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، م ۱۵۸، وج ۲، م ۱۲۸، خطبہ ۳۰۔

۳۔ صحیح البخاری، ج ۱، م ۳۶۸۔ و م ۳۵۸، خطبہ ۳۳۔

۴۔ طبقات ابن سعد، ج ۳، م ۸۲۔ انساب، بلاذری، وج ۵، م ۹۸۔ وج ۶، م ۲۲۱۔ ۲۲۲۔

۵۔ کتاب صفين، م ۶۳، م ۵۷۔ العهد التربید، ج ۲، م ۲۷۶، وج ۳، م ۱۱۱۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، م ۱۵۸۔ وج ۲، م ۱۲۸، خطبہ ۳۰۔

محاویہ کے وفد نے جب حضرت علیؓ سے کہا کہ عثمان مظلوم قتل ہوئے اور جن لوگوں نے انھیں تحقیق قتل کیا ہم ان سے بیزار ہیں تو امامؓ نے چند آیات پڑھیں کہ مردوں اور اندھوں بہردوں کو تبلیغ کرنا بیکار ہے۔ (۱)

حضرت علیؓ نے عثمان سے فرمایا: حق یو جمل مگر شفنا بخش ہے اور باطل ہاکا مگر رنجیدہ کرنے والا ہے، تم سے اگر حق کہا جاتا ہے تو خصہ ہوتے ہو اور جھوٹ کہا جاتا ہے تو خشنود ہو جاتے ہو۔ (۲)

عثمان نے حضرت علیؓ کی عیادت کے بھانے آکر بڑی تباہیات کیں، مروان بھی تباہیات میں لقدم دے رہا تھا تو عثمان نے اسے ڈانتا، حضرت علیؓ نے جواب میں یعقوب والی صبر جیل کی آیت پڑھی۔ (۳) محاویہ کو خط لکھتے ہوئے حضرات نے اپنے علحدہ ہونے کا تذکرہ کیا ہے۔ (۴)

طبری (۵) لکھتا ہے کہ ایک دن بروز جمادی عثمان تقریر کر رہے تھے کہ ایک شخص نے کہا: قرآن کا نفاذ کرو۔ عثمان نے اسے بخادیا۔ اس طرح تین بار اس نے مطالیبہ کیا۔ پھر تو اس کے بعد زبردست چہ میکوئیں کے ساتھ ہنگامہ ہو گیا۔ وہ گمراہیں آکر بیہوش ہو گئے۔ حضرت علیؓ ان کی عیادت کے لیے کئے تو امویوں نے ہنگامہ کیا کہ یہ مصیبت آپ کی لائی ہوئی ہے۔ بخدا! جس کی آپ تمباکئے ہوئے ہیں وہ پوری ہو گئی تو دنیا آپ پر بتا ریک ہو جائیگی۔ حضرت علیؓ اگھے میں بھرے وہاں سے چلے آئے۔

ابن قتبیہ (۶) لکھتا ہے کہ عمر و عاص نے ایک سوار سے بعد قتل عثمان بیعت علیؓ ہونے کی تفصیل پوچھی۔ عمر و عاص نے پوچھا: علیؓ نے قاتلان عثمان کے ساتھ کیا کیا؟ جواب دیا: انھیں پناہ دی ہے،

۱۔ کتاب صفين، ج ۲۷، ص ۲۲۷۔ وص ۲۰۰۔ تاریخ طبری، ج ۲، ج ۵، وص ۵، ج ۸، خواص ۲۰۰۔ تاریخ کامل، ج ۲، ج ۳، ص ۱۲۵۔ وص ۱۹، خواص ۲۰۰۔

۲۔ انساب بلاذری، ج ۵، ج ۲۲، وص ۶، ج ۱۵۶۔

۳۔ الحد الفرید، ج ۲، ج ۲۷، ج ۲۷۔ وح ۲۳، ج ۱۲۔ الامامة والسياسة، ج ۱، ج ۳۰۔ وح ۱۷، ج ۱۲۔

۴۔ کتاب صفين، ج ۱، ج ۹۰۔ الحد الفرید، ج ۲، ج ۲۷، ج ۲۰۶۸۔ وحی البلافة، ج ۲، ج ۱۰۔ ج ۲۱۸۔ خطبہ ۹۔

شریح ابن الحمدی، ج ۳، ج ۲۰۹۔ وح ۱۵، ج ۱۵، ج ۸، کتاب ۹۔

۵۔ تاریخ طبری، ج ۵، ج ۱۱۲۔ وح ۳۲، ج ۳۶۲۔ خواص ۲۰۰۔ تاریخ کامل، ج ۲، ج ۲۷، ج ۱۲۔ وح ۲۲، ج ۲۸۲۔ خواص ۲۰۰۔

۶۔ الامامة والسياسة، ج ۱، ج ۳۲، وح ۱، ج ۱، ج ۳۸۔

مردان نے کہا کہ اگر آپ نے قتل نہیں کیا تو قاتل آپ کی پناہ میں ہیں۔ عروغ عاص نے کہا: بخدا! علی نے آشنا بات کہی ہے۔

۹۔ ابن ابی الحدید نے قیس بن حازم کا بیان نقل کیا ہے کہ حضرت علیؑ نے منبر کوفہ پر فرمایا: کفر کے سرداروں اور باقی مانندہ شرکیں سے جنگ کے لیے نکلو۔ یا لوگ ایسے شخص کے انقام کا مطالبہ کر رہے ہیں جو اپنے گناہوں کا بوجھ بھی لے گیا اور قیامت تک کے تمام انسانوں کے گناہوں کا بوجھ بھی لے گیا۔ (۱) ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ یہ روایت غلط ہے کیونکہ قیس دشمن علیؑ اور بد کار تھا۔ اور دشمن علی کی روایت معتبر نہیں ہوتی۔ علاوہ اس کے گناہوں کا بوجھ اٹھانے والے سے مراد عثمان نہیں بلکہ معادیہ ہے۔ علامہ امینی فرماتے ہیں کہ اگر یہی معیار بحالیا جائے کہ دشمن علیؑ کی روایت غیر معتبر ہے تو تمام صحابہ و مسانید مکمل ہو جائیں گی۔ قیس کی روایات بخاری و مسلم جیسوں (۲) نے نقل کی ہے۔ دوسرے یہ کہ گناہوں کے بوجھ سے عثمان کے بجائے معادیہ کو مراد لینا ایسی ہی تاویل ہے جبکہ جنگ صفين میں قتل عمار یا سر کے وقت کی گئی تھی۔

۱۰۔ حضرت امیر المؤمنینؑ نے لوگوں کو معادیہ کے خلاف جنگ میں سستی دکھانے پر سرزنش کی۔ افعش بن قیس نے کہا: کہ آپ بھی وہی کام کیوں نہیں کرتے جو عثمان نے کیا۔ فرمایا: عثمان نے ایسے کام کئے جو شرمناک تھے۔ اور جس کے پاس دین اور قانون نہیں وہ شرمسار ہوتا ہے۔ اس میں جنگ نہیں کر جو شخص دشمنوں کو کھال کھینچنے اور کوئے کی مہلت دے وہ سرت رائے، ذلیل اور گندے دماغ کا ہوتا ہے، تم اگر چاہتے ہو تو ایسے ہی ہو جاؤ مگر میں اپنے کو دشمن کے خواں نہ کروں گا۔ بہر حال اس نے جنگ کروں گا۔ (۳)

۱۱۔ حضرت علیؑ نے مالک اشتر کو پردازہ مصروف ہیتے ہوئے لکھا ہے: بندہ خدا، علیؑ امیر المؤمنین

۱۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۹۷۶، و ج ۲، ص ۱۹۲۔ و خلبہ ۳۳۲۔

۲۔ صحیح بخاری، ج ۲، ص ۱۲۷، حدیث ۲۳۰۵۔ صحیح مسلم، ج ۱، ص ۲۱۳۔ حدیث ۲۹۹، کتاب الایمان۔ و مسند احمد، ج ۵، ص ۳۸۲، حدیث ۱۸۷۰۸۔

۳۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۸۷۱۔ و ج ۲، ص ۱۹۱، خطہ، ۳۲۔

کی طرف سے اس قوم کو پیغام جوروئے زمین پر احکام خدا کی پامالی پر غصبناک ہوئے اور غیر اسلامی نظام حاکیت کے خلاف شورش برآمدہ ہو گئے۔ (۱)

ابن ابی الحدید اس کی شرح میں فرماتے ہیں کہ اس پروانے کی تاویل میرے لیے سخت دشوار ہے کیونکہ سمجھ جانتے ہیں کہ مصر والے عثمان کے خلاف بغاوت پر آمادہ ہوئے تھے اور انہوں نے عثمان کو قتل کیا تھا۔ پھر اس کی لچر تاویل کی ہے۔ ابن ابی الحدید کی اس لکھ ف آمیز تاویل کو گولی ماریے۔ حضرت علیؓ نے تو ایسے واضح ارشادات ہزاروں مرتبہ فرمائے ہیں۔ (۲)

۱۲۔ جب امیر المؤمنین علیہ السلام کے پاس لوگ جمع ہو کر آئے اور عثمان کی غلط باتوں کا مشکوہ کیا اور چاہا کہ حضرت ان کی طرف سے ان سے بات چیت کریں اور ان سے لوگوں کی رضا مندی کا مطالبہ کریں۔
چنانچہ آپ تشریف لے گئے اور فرمایا:

لوگ میرے پیچے (منظر) ہیں اور مجھے اس مقصد سے بھیجا ہے کہ میں تمہارے اور ان کے قضیوں کو نپھاؤں۔ خدا کی حرم میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں تم سے کیا کھوں، جب کہ میں اُنکی کوئی بات نہیں جانتا جس سے تم بے خبر ہو، نہ کوئی اسکی چیز بتانے والا ہوں جس سے تم لاعلم ہو۔ جو تم جانتے ہو وہ ہم جانتے ہیں، نہ تم سے پہلے ہمیں کسی چیز کی خبر تھی کہ تمہیں بتائیں اور نہ علیحدگی میں کچھ سنائے کہ تم تک پہنچا کیں، جیسے ہم نے دیکھا ہے ویسا ہی تم نے بھی دیکھا ہے۔

جس طرح ہم صحبت رسول ﷺ میں رہے تم بھی رہے اور حق پر باقی رہنے کی ذمہ داری ابو بکر و عمر سے زیادہ تم پر ہوئی چاہیئے۔ کیونکہ تم رسول ﷺ کے رشتہ دار اور داماد ہو۔ وہ ایسے نہ تھے، کچھ اپنے دل میں خوف خدا کرو۔ بخدا! تمہیں اس لیے نہیں سمجھایا جا رہا ہے کہ تمہیں کچھ نظر نہ آ سکتا ہو۔ نہ علمی کی وجہ سے تمہیں یہ چیزیں بتائی جا رہی ہیں۔ جب کہ راہ شریعت واضح اور دین کے نشانات قائم ہیں۔ یاد رکھو! خدا کے نزدیک بہتر اور انصاف پسند حاکم وہی ہے جو خود بھی ہدایت پائے اور دوسروں کو بھی ہدایت کرے اور

۱- تاریخ طبری، ج ۲، م ۵۵- و م ۵۶، ج ۵، م ۹۶، حادث، ج ۳۸- و نسخ البلاخ، ج ۲، م ۲۳- م ۳۱۰، خطبہ ۳۸- شرح ابن ابی الہمد، ج ۲، م ۲۹- و م ۲۴، م ۷۷، خطبہ ۳۸-

٢- مُرْجَحُ الْأَيْنِ الْمُرْدِيدِ، ج ٢، ص ٥٨، و ج ١٦ - و م ١٥٦ - كِتَابٌ ٣٨ -

سنت معلومہ کو قائم کرے، انجانی بدعتوں کو ختم کرے، سنتوں کے نشانات جگہ کارہے ہیں، اور بدعتوں کی علامتیں بھی واضح ہیں۔ سب سے بدتر وہ حکمراں ہے جو گمراہی میں خود بھی پڑا رہے اور دوسروں کو بھی جتلہ رکھے۔ سنتوں کو تجاہ اور بد صنتوں کو زندہ کرے۔ میں نے رسول خدا ﷺ سے سنائے ہے کہ بروز قیامت اس کو اس طرح لایا جائے گا کہ کوئی نہ تو اس کا مددگار ہو گا، نہ مذرخواہ اور سیدھا جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ وہ اس میں گھمایا جاتا رہے گا۔ تمہیں خدا کی قسم! ایسے حکمراں نہ بُونکہ جسے قتل ہی ہوتا ہے، کیونکہ کہا جاتا ہے کہ اس امت میں ایک حکمراں قتل ہو گا، جس کی وجہ سے قیامت تک خوزیری ہوتی رہے گی۔ اور تمام امور مشتبہ رہیں گے اور فتنے پھیلیں گے۔ وہ لوگ حق کو باطل سے الگ کر کے نہ دیکھ سکیں گے۔ اور موافقتوں میں تجیز رے کھاتے رہیں گے۔ تم مردوان کی سواری نہ بن جاؤ کہ وہ تمہیں جہاں چاہے کھپٹا پھرے۔ جب کتم رسیدہ ہو چکے ہو اور عمر بھی بیت چکلی ہے۔ عثمان نے کہا: آپ ان لوگوں سے مہلت مانگئے تاکہ ان کی حق تلفیقوں سے عہدہ برآ ہو سکوں۔ تو آپ نے فرمایا: مدینے کے معاملات میں تو مہلت کی ضرورت نہیں۔ لیکن جو جنگیں اور جمل ہیں ان میں مہلت دی جاسکتی ہے کہ وہاں تک تھارا حاکم ہوئے جائے۔ (طبری، انساب الاشراف، فتح البلاغہ، کامل ابن اثیر) (۱)

۱۳۔ ابن سان نے عطا سے روایت کی ہے کہ عثمان نے استقاش کے لیے علی علي کو بلوایا۔ حضرت نے ان سے کہا کہ اگر تم اپنے دونوں بھائی، ابو بکر و عمر کی ہمروی کرو تو میں ذمہ لیتا ہوں کہ کوئی تھاری مخالفت نہ کرے گا۔ (ریاض نظرہ) (۲)

۱۴۔ حضرت نے خطبہ خطبہ میں عثمان کے لیے فرمایا ہے: یہاں تک کہ قوم کا تیر انہیں پہیٹ پھلائے اپنے چارے اور لید کے درمیان اپنے بھائی بندوں کے ساتھ اٹھا۔ وہ لوگ مال خدا کو یوں کھارہ ہے تھے جیسے اونٹ فصل بھار کی گھاس کھاتا ہے۔ آخر اس کے کس مل نکل گئے اور اپنے کئے کی سزا

۱۔ تاریخ طبری، ج ۵، م ۹۶، و ج ۲، م ۲۲۷، حادثہ حادثہ۔ انساب، بلاذری، ج ۵، م ۶۰ (ج ۲، م ۱۷) فتح البلاغہ، ج ۱، م ۲۰۳، و م ۲۳۳۔ خطبہ خطبہ کامل، ج ۲، م ۲۲ (ج ۲، م ۲۷۵) حادثہ حادثہ۔ البدریۃ والتحفۃ (ج ۷، م ۱۸۸)۔ حادثہ حادثہ (۲)

۲۔ ریاض المscrرۃ، ج ۲، م ۱۲۹ (ج ۳، م ۶۲)

پا گیا۔ (نحو البلاغ) (۱)

۱۵۔ حسان بن ثابت نے حضرت علیؓ سے کہا: آپ ہی فرماتے ہیں کہ میں نے انھیں قتل نہیں کیا ہے لیکن اسے چھوڑ ضرور دیا تھا۔ میں نے قتل کا حکم نہیں دیا لیکن منع بھی نہیں کیا۔ بنابریں انھیں چھوڑنے والا اور قتل سے منع نہ کرنے والا بھی شریک قتل ہوتا ہے۔ (عقد الفرید) (۲)

۱۶۔ ابن عباس کا بیان ہے کہ عثمان نے عباس سے علیؓ کی وکایت کی: ماموں جان! علیؓ نے میرے ساتھ قطع رحم کیا۔ آپ کے فرزند نے لوگوں کو میرے خلاف بھڑکایا۔ خدا کی قسم! اے عبدالمطلب کے فرزند! ابی عدی و حمیم سے زیادہ ہم لوگ اس بات کے حقدار تھے کہ تم سے تم حد نہ کرتے جبکہ تم نے انھیں برداشت کیا۔ عباس نے سر جھکا کر کچھ دیر سوچا اور فرمایا: بھائیجے! تم نے علیؓ کے ساتھ کیا بھلانی کی ہے کہ ان سے بھلانی کی توقع رکھتے ہو، تھا رے حق قربت و ریاست سے ہم انکار کہاں کرتے ہیں۔ اگر تم لوگ باہم ایک دوسرے کا حفظ مرائب کرو تو قریب آسکتے ہو، یہ صدر حجی کے مناسب بات بھی ہو گی عثمان نے قبول کرتے ہوئے کہا: یہ کام آپ ہی انجام دیجئے۔ لیکن جیسے ہی عباس باہر نکلے، مردان نے عثمان کا خیال بدل دیا۔ تھوڑی دیر بعد عثمان کا فرستادہ آکر عباس کو بلا کر لے گیا۔ عثمان نے کہا: ماموں جان! اس معاملے کو ابھی تالئے تالئے کر میں حالات کو سمجھ سکوں۔ والد ماجد نے باہر آ کر مجھ سے فرمایا: شخص حکومت کے معاملے میں اپنا ذرا بھی اختیار نہیں رکھتا۔ پھر خدا سے دعا کی کہ خدا یا! اقتدار سے قبل ہی مجھے اٹھا لے۔ اس دعا کے بعد جو نہ گذر احتاکہ بابا جان گذر گئے۔ (۳)

۱۷۔ انساب بلاذری (۴) ہی میں ہے کہ عباس نے عثمان سے کہا: میں تمہیں علیؓ، عباس، داماد اور ساتھی کے بارے میں خدا کو یاد دلاتا ہوں، کیونکہ میں نے سنایے کہ تم ان کے خلاف کارروائی کرنا

۱۔ مطل الشرائع، ج ۱، ص ۱۸۳، حدیث ۱۷۔ صحائف الاخبار، ج ۱، م ۲۰، امامی طوی، ج ۲، م ۲۷۲۔ حدیث ۸۰۳۔ شرح ابن میثم، ج ۱، م ۲۵۲۔ خطبہ ۲، شرح ابن الحدید، ج ۱، م ۲۰۵، خطبہ ۳، منحاج البرخلاف، ج ۳، م ۱۳۲۔

۲۔ عقد الفرید، ج ۲، م ۲۶، و ج ۳، م ۱۱۱۔

۳۔ انساب الاشراف، بلاذری، ج ۵، م ۱۳۔ و ج ۶، م ۱۱۶۔

۴۔ انساب الاشراف، ج ۵، م ۱۳۔ و ج ۶، م ۱۱۶۔

چاہتے ہو۔ جواب دیا: میں آپ کی شفارش قبول کرتا ہوں، اس لئے کہ اگر علی چاہیں تو ان کا مرتبہ میرے نزدیک سب سے بلند ہوتا لیکن وہ ایسا نہیں چاہتے کیونکہ ہمیشہ اپنی مرضی سے عمل کرتے ہیں عباس نے جب علی سے عثمان کی باتیں پیان کیں تو حضرت علی نے فرمایا: اگر عثمان مجھے گھر سے نکلنے کو کہیں تو میں نکل جاؤں گا۔

۱۸۔ حضرت علیؓ نے معاویہ کو لکھا: عثمان کو تمہارے سوا کسی نے قتل نہیں کیا ہے، اب میں امید کرتا ہوں کہ تمہیں بھی انھیں کے پاس ہوں چاہوں گا۔ ان کے گناہ کے بوجھ کے ساتھ یا اس سے بڑے گناہ کے ساتھ۔ (۱)

آخر کلام میں حسان کے تین اشعار بھی پیش نظر رکھنا چاہیے: آزاد مردوں کو صبر کا شیوه اختیار کرنا چاہیے، کیونکہ کبھی صبر کا مکمل میٹھا ہوتا ہے، کاش مجھے پرندے سے معلوم ہو سکتا کہ عثمان کے بارے میں علی کا رویہ کیا تھا؟ بہت جلد تم یہ فریاد سنو گے کہ اللہ اکبر! انتقام خون عثمان کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔ (۲) پوری بحث سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ حضرت علیؓ عثمان کو امام عادل نہیں سمجھتے تھے کہ ان کی موت کو ناپسند سمجھتے یا ان کے خلاف بغاوت کو برآ سمجھتے۔ عثمان کی حکومت سے آپ قطعی علیم ہو رہے بلکہ آپ کا خیال تھا کہ ان کی مدد کرنے میں سمجھا کارہ ہو جائیں گے۔ باغیوں کو آپ کہنگار نہیں سمجھتے تھے ورنہ بغاوت کی نعمت کرتے، جب کہ آپ زمانہ بغاوت میں قطعی خاموش رہے بلکہ مصری خط سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے باغیوں کی تعریف کی ہے، باغیوں کو مددگاروں سے افضل سمجھتے تھے۔ یہی دلیل ہے کہ آپ عثمان کو امام عادل نہیں سمجھتے تھے۔ عباس کی روایت سے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علیؓ سے ان کا اختلاف بڑا طویل اور سگین تھا۔ گھر سے نکلنے کی بات سے حضرت یہ سمجھانا چاہتے تھے کہ ہمارا عثمان سے اختلاف شخصی نہیں ہے بلکہ اجرائے قانون اللہ کے لیے ہے۔ مگر یہ کہ آپ نے فرمایا کہ جو مال یا روضہ عثمان نے کسی کو دیا ہے اسے بیت المال میں واپس ہونا چاہیے۔ اگر آپ عثمان کو امام عادل سمجھتے تو بیت المال میں واپس کرنے کی بات نہ فرماتے۔

عائشہ کا تذکرہ

۱۔ ابن سعد (۱) لکھتے ہیں کہ ایام حاصلہ میں عائشہ نے حج کا ارادہ کیا۔ مردان اور زید و عبد الرحمن نے ان سے کہا: آپ اگر یہیں قیام فرماتیں تو بہتر تھا۔ کیونکہ عثمان حاصلہ میں ہیں اور آپ ان کا دفاع کر سکتی ہیں۔ عائشہ نے کہا: میں تیاری کر جھی ہوں اب رک نہیں سکتی۔ مردان نے بطور تمثیل یہ شعر پڑھا۔ ”قیس نے ملک میں آگ لگائی۔ جب شعلے بھڑ کئے گئے تو اپنی راہ لی۔“ عائشہ نے جواب دیا: میرا بس چلے تو عثمان کو سندھ میں پھینک دوں۔ (۲)

۲۔ ابن عباس نے کہ میں عائشہ سے ملاقات کی۔ وہ عثمان کی طرف سے امیرالحان بنائے گئے تھے، عائشہ نے کہا: ابن عباس! خدا نے تمہیں عقل و فہم اور قوت بیان عطا کی ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اس طاغی (عثمان) کی طرف لوگوں کو مائل کرنے لگو۔ (۳)

۳۔ قتل عثمان کے موقع پر عائشہ و ام سلمہ حج کے لیے گئیں تھیں۔ خرقال سنی تو مکہ میں شامیانہ لگوا کر تقریر کی: میرے خیال میں عثمان اپنی قوم کو وہی مژہ پچھائیں گے جو ابوسفیان نے جنگ بدر میں اپنی قوم کو پچھایا تھا۔ (۴)

۴۔ عمر بن شیبہ کی روایت ہے کہ مکہ میں عائشہ نے اخضر نامی شخص سے پوچھا: لوگوں نے کیا کیا؟ اخضر نے کہا: عثمان نے مصریوں کو قتل کر دیا۔ عائشہ نے کہہ استرجاع پڑھ کر کہا: کیا ایسے لوگوں کو قتل کیا جاتا ہے جو حق کا مطالبہ کر رہے ہیں اور قلم کو ناپسند کر رہے ہیں؟ واللہ! میں کبھی اسے پسند نہیں کر سکتی۔ اتنے میں دوسرا آیا اس سے پوچھا: لوگوں نے کیا کیا؟ اس نے جواب دیا: عثمان کو مصریوں نے قتل کر دیا۔ عائشہ نے کہا: تجب ہے اخضر پر اس نے مقتول کو قاتل ہنادیا تھا۔ پھر تمثیل ہی بنا گئی ”اکذب من اخضر“

۱۔ طبقات ابن سعد، ج ۵، ص ۳۶۔

۲۔ انساب الاضراف، ج ۲۱، ص ۱۹۶۔

۳۔ انساب الاضراف، ج ۲۱، ص ۱۹۳۔ دار الخبری، ج ۲۳، ص ۷۰۔ حوارث، ج ۲۵۔ شرح فتح البلاقہ، ابن القیم، ج ۱۰، ص ۳۔ خطبہ ۱۷۵۔

۴۔ انساب الاضراف، ج ۲۱، ص ۲۱۲۔

اخضر سے بھی زیادہ جھوٹا۔ (۱)

۵۔ ولید کی شرائخواری کے گواہوں نے عائشہ کے بیہاں پناہ لی تھی۔ صحیح کوئی عثمان نے کہا: عراقی برتدوں کو عائشہ کے گھر ہی میں پناہ ملی۔ عائشہ نے رسول ﷺ کی جوتی نکال کر فریاد کی: تم نے ان کی سنت کو ترک کر دیا۔ (۲)

۶۔ عمار کے ظلم و ستم کے موقع پر بھی عائشہ نے رسول ﷺ کے بال، کپڑے اور جوتے نکال کر فریاد کی: ابھی رسول ﷺ کا یہ سامان بھی میلانہ ہوا اور تم نے سنت رسول ﷺ ترک کر دی۔ یہ سن کر عثمان کو بڑا غصہ آیا۔ (۳)

۷۔ حضرت علیؓ نے عائشہ کو خط لکھا جب وہ طلحہ وزیر کے ساتھ بصرہ پہنچ چکی تھیں تم نے حکم خدا کی مخالفت کر کے گھر سے باہر قدم نکالا۔ کہتی ہو کہ اصلاح مسلمین کے لیے نکلی ہوں۔ حورتوں کو فوجی قیادت سے کیا سرد کار؟ تم نے قتل عثمان کے بد لے کا بھی گھار کیا ہے جب کہ تم خود چلاتی تھیں، نعش کو قتل کر دو یہ کافر ہو گیا ہے۔ آج قصاص طلب کر رہی ہو۔ ارے خدا سے ذرا وابسے گمراہیں جاؤ۔ (۴)

۸۔ طبری و ابن قبیلہ لکھتے ہیں، قبیلہ مجہدیہ کے جوان نے ایک عابد سے جنگ جمل میں پوچھا: قاتلین عثمان کون ہیں؟ جواب دیا: تم طرح کے لوگ تھے: کچھ لوگ وہ ہیں جو عائشہ کے ہودج کے پاس جمع ہیں، کچھ وہ ہیں جو طلحہ کے پاس ہیں اور کچھ لوگ علی ابن ابی طالبؑ کی طرف ہیں۔ نوجوان نے پتھر ہوئے کہا اور علیؑ کی فوج میں چلا گیا کہ پھر تو ہم گمراہی میں گرفتار ہیں۔ (۵)

۹۔ طبری (۶) نے دو طریقوں سے نقل کیا ہے: جب عائشہ مقام سرف یوں چھپیں تو عبد بن ام

۱۔ تاریخ طبری، (ج ۲، ص ۳۲۹، حدادث ل ۲۰۰)

۲۔ الاعانی، (ج ۳، ص ۱۸۰-۱۷۳) (ج ۵، ص ۱۳۹-۱۳۲) تاریخ ابوالله امام ح، ص ۶۷۔ الاصفی، (ج ۳، ص ۲۳۸، تاریخ اطہار، ص ۱۰۲-۱۳۲)

۳۔ انساب بلاذری، ص ۸۸، وحدت ۷۲، ص ۲۰۹۔ ۴۔ تذکرہ المخواص، ص ۶۹۔

۵۔ تاریخ طبری، (ج ۳، ص ۳۶۵) حدادث، (۲۰۰) الاملہ والمساہہ، (ج ۱، ص ۶۱)۔

۶۔ تاریخ طبری، (ج ۳، ص ۲۵۸) حدادث، (۲۰۰)، تذکرہ المخواص، ص ۶۳۔

کلب سے ملاقات ہوئی اور اسی سے مدینہ کے حالات پوچھے۔ جواب دیا: لوگوں نے عثمان کو قتل کر دیا اور آٹھویں تک حالات جوں کے قتل رہے۔ پوچھا: پھر کیا ہوا؟ جواب دیا: لوگوں نے بہترین صلاحیت والے کو حکومت سونپ دی۔ لوگ علی ^{صلی اللہ علیہ وسلم} پر متفق الرائے ہو گئے۔ عائشہ نے کہا: بخدا! اگر لوگوں نے تمہارے صاحب کو حکومت دے دی تو مجھے، واپس کرو مجھے واپس کرو۔ خدا کی قسم! عثمان حق قتل ہوئے۔ بخدا! ایں ضرور ان کا انتقام لوں گی۔ عبد نے کہا: ایسا کیوں؟ آپ ہی نے تو انہیں کہا تھا کہ نعش کو قتل کر دو بخدا وہ کافر ہو گیا ہے۔ عائشہ نے کہا: لوگوں نے ان سے تو کہ کرائی پھر قتل کر دیا۔ میں نے انہیں کافر ضرور کہا تھا لیکن اب میرا یہ قول پہلے قول سے بہتر ہے عبد نے چھوٹر لکھتے ہوئے پڑھے:

آپ ہی نے ابتداء کی، آپ ہی نے پھر تبدیلی بھی کی۔ آپ ہی ہوا چلاتی ہیں اور آپ ہی پانی بر ساتی ہیں، آپ ہی نے قتل امام کا حکم دیا اور انہیں کافر کہا۔ جمارے نزدیک قاتل تو وہی ہے جو حکم قتل دے۔ آسمان کیوں پھٹ پڑے۔ چاند سورج کیوں تیرہ ہوں؟ کیا اس لیے کہ لوگوں نے ایسے کو حکمران بنایا ہے، جو ان میروں میں اجالا پھیلائے گا۔

- ۱۰۔ استیحاب (۱) میں ہے کہ اخف بن قیس و دیندار، عُلَمَة، صائب الرائے اور ذہین تھے، سخنوار اور سیاست مدار تھے۔ عائشہ بصرہ ہیوں چیزوں تو آدمی بیچ کر اخف کو بلوایا۔ وہ نہیں آئے، دوبارہ بیچا تو آئے۔ عائشہ نے پوچھا: دائیے ہوتا پر آ آخر تم امیر المؤمنین عثمان کے قاتلوں کے خلاف لڑنے کے لیے کیا غذر رکھتے ہو؟ کیا لوگ کم ہیں؟ اخف نے کہا: یہ سب کچھ نہیں بلکہ ایک سال قبل تک آپ ہی عثمان کی نعمت کر کے قتل کا حکم دیتی تھیں۔ ہم آپ کی ہمیں بات کو مانتے ہیں یہ دوسری بات میرے لیے قابل قبول نہیں۔
- ۱۱۔ ابو مسلم نے شامیوں سے حضرت عائشہ کی مثال سر میں آنکھ سے دی جو آنکھ والے کو اذیت دیتی ہے۔ (ابن حسکہ) (۲)
- ۱۲۔ ابن ابی الحدید (۳) لکھتے ہیں کہ تمام تذکرہ نگاروں نے متفقہ طور سے یہ بات لکھی ہے کہ

۱۔ استیحاب (المیانی، ج ۱۶، نمبر ۱۱۰۹)

۲۔ شرح ابن حسکہ (ج ۲۷، ج ۲۱۵، نمبر ۲۲۱۲)

۳۔ تاریخ ابن حسکہ (ج ۲۷، ج ۲۱۵، نمبر ۲۷)

عثمان کی خالفت میں سب سے زیادہ تغییر و تند حضرت عائشہ تھیں۔ جامہ رسول ﷺ کو گھر میں لکھا رکھا تھا، جو بھی آنے والے سے کہتی تھیں: دیکھو! بھی جامہ رسول ﷺ بھی میلان نہیں ہوا کہ عثمان نے ان کی سنت ترک کر دی۔

۱۲۔ مدائنی لکھتا ہے کہ عائشہ قتل عثمان کی خبر شراف میں معلوم ہوئی۔ انھیں یقین تھا کہ اب حکومت طلخہ کو ملے گی۔ فرماتی تھیں کہ عثمان ہلاک ہو، طلخہ خوش آمدید۔ خوش آمدید میرا بھر ابھائی۔ طلخہ نے قتل عثمان کے وقت خزانے کی چاپیاں، اصلی گھوڑے اور عثمان کے گمرا کا کچھ اٹا شاہ اپنی تحولی میں لے لیا تھا۔ بعد میں جب معاملہ ڈگر گوں ہوا تو یہ سب سامان علی ﷺ کے حوالے کر دیا۔ (۱)

۱۳۔ عائشہ کو جب قتل عثمان کی خبر معلوم ہوئی تو بہت خوش ہوئیں اور کہا: خوش بحال طلخہ! اس کے سوا کوئی حقدار خلافت نہیں۔ لیکن شراف میں عبید نے کہا: بہترین امت علی ﷺ کو خلافت سونپ دی گئی تو کہنے لگیں: کاش! آسمان پھٹ پڑتا۔ پھر کہا: سوچ کے بتاؤ کج کہہ رہے ہو؟ عبید نے کہا: ام المؤمنین کی یہ کیا حالت ہے۔ بخدا! سب سے زیادہ حقدار خلافت علی ﷺ ہی تھے۔ لیکن عائشہ نے کچھ جواب نہ دیا۔

دوسری روایات میں بھی عائشہ کی عثمان کے خلاف باتیں مندرج ہیں۔ (ابو حیف لوط بن سیح) (۲)
۱۵۔ قیس بن حازم کا بیان ہے (ابو حیف بھی اس روایت سے ملتی جلتی روایت نقل کرتے ہیں) کہ پھر عائشہ نے سواری موڑنے کا حکم دیا اور فوراً ہی کہنے لگیں: بخدا! عثمان تاخت قتل ہوئے۔ قیس نے پوچھا: آپ تو سب سے بڑی خلافت تھیں۔ جواب دیا: ہاں لیکن اب غور کیا ہے تو کبھی کہ تو بہ کے بعد قتل کیا گیا ہے۔ (۳)

۱۶۔ دوسرے طرق سے بھی روایت کی گئی ہے کہ خبر قتل عثمان سن کر عائشہ نے کہا: خدا اس کا ناس کرے! وہ اپنے گناہوں کی وجہ سے قتل ہوا، خدا نے اس کی بد کرداری کا انتقام لیا۔ اے قریش کے لوگو! کہیں تم پر قوم ثمود کا عذاب نہ آجائے۔ اب تم لوگ طلخہ کو ہکراں بنا لو۔ لیکن جب متواتر خبری کر علی ﷺ کی

۱۔ شرح ابن القیم (ج ۲، ص ۲۱۵، خطبہ ۲۹)

۲۔ تاریخ طبری (ج ۳، ص ۳۵۸، حدیث ۲۷۰) تذکرۃ المؤمنین، ص ۶۲، شرح ابن القیم (ج ۲، ص ۲۱۵، خطبہ ۲۹)

۳۔ شرح ابن القیم (ج ۲، ص ۲۱۶، خطبہ ۲۹)

بیعت ہو گئی ہے تو کہا: ان لوگوں پر خاک پڑے، یہ لوگ نہیں چاہتے کہ قبیلہ تم میں پھر حکومت واپس آئے اور ہر طلحہ وزیر نے خط لکھ کر عائشہ کو مشورہ دیا کہ انتقام خون عثمان کا فخرہ لگائیے۔ یہ خط ابن زبیر کے ذریعہ بھیجا گیا تھا عائشہ نے خط پڑھ کر فخرہ بلند کر دیا۔ ام سلمہ نے بھی اس سال حج کیا تھا، عائشہ کا انداز دیکھ کر انھوں نے حمایت علیؑ کا اعلان کیا اور علیؑ کی مدد کرنے پر تیار ہو گئیں۔ (۱)

۱۶۔ ابو جھف لکھتا ہے کہ عائشہ نے ام سلمہ کو خرچ دے کر اپنی طرف کرتا چاہا، ان سے کہا کہ آپ تمام ازواج میں مسن اور اولین مہاجر ہیں، آپ ہی کے گھر رہارے سہام تقسیم ہوتے تھے فرشتوں کی آپ کے یہاں سب سے زیادہ آتا تھا۔ ابن زبیر نے مجھ سے کہا ہے کہ لوگوں نے عثمان سے تو پہ کرانی، پھر روزے کی حالت میں ماہ حرام میں انھیں قتل کر دیا۔ میں طلحہ وزیر کے ساتھ بصرہ جا رہی ہوں۔ آپ بھی ہمارے ساتھ چلے شاید خدا حکومت کی اصلاح کر دے۔ جواب دیا: میں ام سلمہ ہوں، کل تم نے سب سے زیادہ عثمان کے خلاف بھڑکایا، اسے نعمث کہا، تمہیں اچھی طرح معلوم ہے کہ رسول ﷺ کی نظر میں علیؑ کی کیا قدر و منزلت تھی۔ (۲)

۱۷۔ ابن عبدربہ (۳) نے لکھا ہے کہ میا لیبھ کے آدمی نے زبیر سے پوچھا: کیا حال ہے؟ کہا: میں اپنے فرزند کے ہاتھوں مجبور ہو کر رہ گیا ہوں۔ پھر وہ آدمی مدینہ آیا اور سعد سے پوچھا: عثمان کو کس نے قتل کیا؟ سعد نے کہا: عائشہ نے تکوار نکالی، طلحہ نے تیز کی، علیؑ نے زہر میں بھائی۔ پوچھا: زبیر نے کیا کیا؟ جواب دیا: انھوں نے کچھ کیا نہیں لیکن ہاتھ سے اشارہ کیا۔ ابن تیبہ (۴) نے بھی سعد کا یہ فقرہ نقل کیا ہے۔ ۱۸۔ مغیرہ نے عائشہ سے ملاقات کی تو عائشہ نے کہا: تم نے جگ جمل میں مجھے دیکھا ہوتا کہ ہودج کے ادھر ادھر تیر برابر آ رہے تھے۔ مغیرہ نے کہا: کاش ایک تیر آپ کو لگ جاتا۔ عائشہ نے کہا: خیر یہ تو ہے ایسا کیوں کہہ رہے ہو؟ مغیرہ نے کہا: آپ نے عثمان کے خلاف شورش برپا کی۔ عائشہ نے کہا: میں

۱۔ شرح ابن الہبید (ج ۲، ص ۲۱۶، خطبہ ۷۹)

۲۔ شرح ابن الہبید، ج ۲، ص ۲۱۷، خطبہ ۷۹۔

۳۔ الحد الفردی، ج ۳، ص ۱۱۱۔

۴۔ الامامة والسياسة، ج ۱، ص ۲۸۔

نے کہا تو خالیکن یہ مقدمہ تھا کہ انھیں قتل کر دیا جائے، خدا جانتا ہے کہ میں چاہتی تھی لوگ عثمان سے لڑیں۔ خدا نے ایسے حالات پیدا کئے کہ لوگ مجھ سے لڑے۔ میں چاہتی تھی عثمان کو تیر مارے جائیں لیکن مجھ سے کوتیر مارے گئے، میں چاہتی تھی کہ لوگ ان کی اطاعت نہ کریں، میری خود سی نافرمانی کی گئی، اگر خدا کو معلوم ہوتا کہ میرا مقدمہ عثمان کو قتل کرنا ہے تو میں قتل بھی ہو جاتی۔ (۱)

۲۰۔ ابوسعید خدری کہتے ہیں کہ میں کچھ لوگ عائشہ کے خیے میں تھے، اتنے میں عثمان ادھر سے گز رے، انھیں دیکھ کر میرے سواب نے ان پر لعنت کی۔ ان میں ایک کوئی بھی تھا اور عثمان کو فیوں سے سخت تالاں تھے۔ کوئی سے کہا: اب تو مجھے طامت کرتا ہے۔ پھر مدینہ جا کر اس کی سرزنش کی۔ اس کو نی سے کہا گیا تم طلوع سے سفارش کرلو۔ طلوع گئے تو عثمان نے کہا: میں تجھے سوتا زیانے ماروں گا۔ طلوع نے کہا: بعد اتم نہیں مار سکتے اس نے زنانہیں کیا ہے۔ عثمان نے کہا: میں اس کا وغیہ بند کر دوں گا۔ طلوع نے کہا: خداروزی دیتا ہے۔ (۲)

۲۱۔ ابن اثیر، فیروز آبادی اور ابن منکور وزیدی نعشل کا مطلب لکھتے ہیں: احق بذھا اور نعشل ایک مدینہ کا یہودی باشندہ تھا چنانچہ تمہیر میں ہے، عثمان کو نعشل سے تشیید دیتے تھے۔ جوبی داڑھی والا مصری باشندہ تھا۔ ابو عبید کہتے ہیں کہ عثمان کو شبات اور نومت کی غرض سے لوگوں نے ان کا نام نعشل رکھ دیا تھا۔ عثمان ایک دن تقریر کر رہے تھے تو ایک شخص نے عثمان کی نومت کی۔ عبد اللہ بن سلام نے اس کو ثوکا تو وہ خاموش ہو گیا۔ اس سے لوگوں نے کہا: اگر عبد اللہ بن سلام کی قدر و منزلت کی وجہ سے ان کو کچھ نہیں کہہ سکتے تو نعشل کو گالی دو کیونکہ ابن سلام شیخ عثمان ہے۔ وہ عثمان عثمان نے اسے نعشل کہنا شروع کر دیا۔ عائشہ کہتی تھیں: نعشل کو قتل کر دو۔ خدا اسے قتل کرے اور ان کی مراد نعشل سے عثمان تھے۔ یہ انہوں نے اس وقت کہا جب انہوں نے عثمان سے خفا ہو کر مکہ جانے کا ارادہ کیا۔ حیاة الحبیان میں ہے کہ نعشل ”زور نہ“ کو کہتے ہیں اور وہ عثمان عثمان انھیں نعشل کہتے تھے۔ (۳)

۱۔ الحقد الفرید، ج ۲، ص ۱۱۸۔

۲۔ الحقد الفرید، ج ۲، ص ۱۱۸۔

۳۔ الحبیان، ج ۵، ص ۸۰۔ القاموس الجیلی، ج ۲، ص ۱۹۸۔ لسان العرب، ج ۲، ص ۱۹۸۔ تاج المعرف، ج ۲، ص ۱۷۳۔ حیاة الحبیان، ج ۲، ص ۳۶۵۔

۲۲۔ بلاذری الانساب میں لکھتے ہیں کہ عائشہ روتی ہوئی گھر سے باہر نکلیں اور کہتی جاتی تھیں: عثمان قتل کرنے کے خدا نہیں بخشنے۔ عمار یا سر نے ان سے کہا: کلم تم نے ان کے خلاف لوگوں کو بھڑکایا اور آج ان کا ماتم کر رہی ہو؟ (۱)

علامہ میشی فرماتے ہیں یہ روایات واضح طور سے ہمیں بتاتی ہیں کہ عائشہ بھی عثمان کو سزا اور خلافت نہیں بختنی تھیں۔ ہمیشہ انھیں پانچ بھتی رہیں۔ ان کا بس چلتا تو پھر میں باندھ کے دریا میں ڈال دیتیں۔ تیروں کی زد پر لے آتیں۔ اسی لیے لوگوں کو ان کے خلاف بھڑکاتی رہیں۔ جامہ رسول دکھاتی رہیں۔ عثمان کے قتل ہونے کے بعد بھی اپنے اسی نظریہ پر باتی تھیں۔ لیکن جب طلحہ کو حکومت نہ مل سکی جس کے لیے یہ سب پا پڑ بیلے تھے تو اب رخ بدل گیا اور آسان پھٹ پڑنے کی بات کرنے لگیں۔ لوگوں کو انتقام خون عثمان کے لیے ابھارنے لگیں کہ اس طرح طلحہ کو حکومت مل جائے۔ درنہ قصاص کا حق عائشہ کو ہرگز نہ تھادہ دوسرا سے خاندان کی تھیں۔ پھر یہ کہ عورتوں کو فوجی ترتیب اور جنگ سے بھی کوئی تعلق نہیں ہے۔ خود رسول خدا نے انھیں جنگ محل میں شرکت سے منع کیا تھا۔ چنانچہ مقام حواب پر کتوں کے جو کنے کے بعد رسول کی پیش گوئی یاد آئی تو وہ اسی کا ارادہ کیا لیکن طلحہ وزیر کی سیاسی کرتب بازوں سے اپنی باغیانہ حرکت پر باتی رہ گئیں۔ آخر جب طلحہ موت کے گھاٹ اتر گئے تو ان کی تمام امیدوں پر پانچ پھر گیا اور خلافت علیٰ بھی سمح کم ہو گئی۔

- ۱۔ طبقات ابن سحد، بح ۵، م ۲۵۔ وبح ۵، م ۳۶۔ انساب بلاذری، بح ۵، م ۷۰۔ بح ۵، م ۷۵۔ بح ۹۱۔ (بح ۳، م ۱۸۹۔ ۱۳۹۔ ۲۱۲)۔
 الامانۃ والیاست، بح ۱، م ۲۳۔ م ۳۷۔ م ۳۶۔ (بح ۱، م ۳۷۔ ۵۱۔ ۵۱۔ ۲۱)۔ تاریخ طبری، بح ۵، م ۱۳۰۔ ۱۷۲۔ ۱۶۶۔ ۱۷۶۔ (بح ۳، م ۱۱۸۔ ۱۱۷۔ ۱۱۶)۔
 (بح ۳، م ۱۱۸) (م ۹۹۔ ۲۳۹۔ ۲۶۵۔ ۲۶۸) حادث، ل ۲۴۔ الحقد الفرید، بح ۲، م ۲۷۔ (بح ۲، م ۲۶۔ ۲۶۲)۔
 تاریخ ابن عساکر، بح ۷، م ۳۱۹۔ (بح ۲، م ۲۷۱۔ نمبر ۳۲۱۲) استیعاب القسم الٹانی، بح ۱۶۔ (نمبر ۱۲۰۹)۔ شرح ابن ابی الحدید، بح ۲، م ۲۷، ۲۷۔ (بح ۲، م ۲۱۵) خبلہ، بح ۷، م ۱۰۔ بح ۵، م ۵۔ خبلہ ۱۷۔ مذکورۃ الخواص، م ۳۰۔ ۳۸۔ (م ۱۲، ۲۱)۔
 بح ۲، م ۲۷، ۲۷۔ (بح ۲، م ۱۲۵) حادث، ل ۲۴۔ اسد القلبیة، بح ۳، م ۱۵۔ بح ۳، م ۱۳۔ نمبر ۲۲۹۱۔ تاریخ کامل، بح ۳، م ۲۹۔ (بح ۳، م ۱۱۶) اخیر، بح ۳، م ۸۰۔ (بح ۵، م ۱۱۶) اسد القلبیة، بح ۳، م ۱۵۔ بح ۳، م ۱۳۔ نمبر ۲۲۹۱۔ تاریخ کامل، بح ۳، م ۲۹۔ (بح ۲، م ۳۱۲) حادث، ل ۲۴۔ اقتاموں الحبیط، بح ۳، م ۵۹۔ حیا الحبیان، بح ۲، م ۲۵۹۔ (بح ۲، م ۳۶۵) سیرۃ
 حلیہ، بح ۳، م ۳۱۳۔ (بح ۲، م ۲۸۶)۔ لسان العرب، بح ۳، م ۱۹۲۔ (بح ۳، م ۱۹۸)۔

عبد الرحمن بن عوف: بد ری مجاہد، مجہر شوری، عشرہ مبشرہ کی فرد

۱۔ بلاذری لکھتا ہے کہ ابوذر کے بڑے جلاوطن ہونے کے بعد علی اور ابن عوف نے عثمان کی اس غلط حرکت پر گفتگو کی۔ حضرت علی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: یہ سب تھارا کیا ہوا ہے۔ ابن عوف نے کہا: اگر آپ چاہیں تو ہم اور آپ ان سے جنگ کریں کیونکہ عثمان نے تمام عہدوں کیا تو لوگوں نے ابن عوف

۲۔ تاریخ ابوالفضل امیں ہے کہ جب عثمان نے اموی چھوکروں کو گورنر بنا دیا تو لوگوں نے ابن عوف سے کہا: یہ سب آپ کا کیا ہوا ہے۔ جواب دیا: میں نہیں سمجھتا تھا وہ ایسے ہو جائیں گے اب میں عہد کرتا ہوں کہ کبھی اس سے بات نہ کروں گا۔ مرتبے دم تک بات نہ کی۔ عیادت کے موقع پر منحہ پھیر لیا۔

۳۔ بلاذری لکھتا ہے مرض الموت میں ابن عوف سے عثمان کا تذکرہ کیا گیا تو کہا: حکومت استوار ہونے سے قبل ہی اس کا کام تمام کر دو۔ جب عثمان کو معلوم ہوا تو ابن عوف کے رویڑ اور کنوں کو قبضے میں کر لیا۔ ابن عوف نے بدعا کی تو کنوں خشک ہو گیا۔

۴۔ انہوں نے قسم کھائی تھی کہ کبھی عثمان سے بات نہ کریں گے۔

۵۔ سعد بن ابی وقاص کا پیان ہے کہ ابن عوف نے ویسیت کی تھی کہ عثمان ان کی نماز جنازہ نہ پڑھائیں۔

۶۔ ابن عبد ربہ لکھتے ہیں کہ جب عثمان نے اموی چھوکروں کو حکمراں بنایا تو لوگوں نے ابن عوف کو طعنہ دیا۔ وہ غصہ میں عثمان کے پاس گئے اور کہا: میں نے تمہیں دوسروں پر ترجیح دی کہ تم سیرت ابو بکر و عمر اختیار کرو گے، لیکن تم اسے نظر انداز کر کے اپنے خاندان والوں کو مسلمانوں کی گردن پر سوار کرنے لگے۔ عثمان نے کہا: عمر نے خدا کے لیے خاندان والوں کو نظر انداز کیا اور میں خدا ہی کے لیے خاندان والوں کا خیال رکھتا ہوں۔ ابن عوف نے عہد کر لیا کہ عمر بھر عثمان سے کلام نہ کریں گے۔ مرض الموت میں عیادت کے لیے عثمان گئے تو منحدر یار کی طرف کر لیا۔ (۱)

۱۔ انساب، بلاذری، ج ۵، ص ۷۸، (ج ۲، ص ۱۷۲-۱۷۱)۔ الحدائق، ج ۲، ص ۲۵۸، ۲۷۱، ۲۷۲-۲۷۳۔ (ج ۲، ص ۱۰۸، ۱۱۸)۔
تاریخ ابوالفضل، ج ۱، ص ۱۶۶۔

۔ مسور کا بیان ہے کہ عثمان کے پاس کچھ صدقات کی مالیات آئی وہ سب حکم کو بخش دیا۔ جب یہ خبر ابن عوف کو ہوتی تو مسور کو ما مسور کیا کہ تم جا کر اس کو حکم سے لے کر مسلمانوں میں تقسیم کر دو۔ (۱)

۔ ابو حلال عکری کتاب اوائل میں لکھتے ہیں کہ عثمان اور ابن عوف کے حق میں دعائے علیٰ مستجاب ہو گئی، یہ دونوں مرستے دم تک ایک دوسرے کے دشمن رہے عثمان نے قصر بنوا کر دعوت کی، ابن عوف نے دیکھ کر کہا: لوگ تمہارے بارے میں جو کچھ کہتے ہیں میں اسے مانتا نہیں تھا آج سمجھا ہوں کہ درست کہتے تھے۔ میں اپنی بیعت پر خدا کی پناہ طلب کرتا ہوں۔ یہ کہ عثمان نے انھیں نوکر کے ذریعے گھر سے نکال باہر کیا اور لوگوں کو ملنے سے منع کر دیا۔ نتیجے میں کوئی ان سے نہ ملتا تھا صرف ابن عباس علم قرآن سیکھنے جاتے تھے۔ (۲)

ابو حلال (۳) نے شوری کے موقع پر دعائے علیٰ ﷺ کا جواشارہ کیا ہے اس میں علیٰ ﷺ نے فرمایا تھا کہ خدا تم دونوں میں عتاد پیدا کر دے۔ اور ابن عوف کے قول ”لوگ تمہارے بارے میں جو کچھ کہتے ہیں میں اسے مانتا نہیں تھا“ سے اشارہ ہے شوری کے وقت عثمان کی بدعتوں کے اندر یہ سے نیز یہ کہنی امیری حکومت کو گیند بنا لیں گے۔

علامہ امینی[ؑ] فرماتے ہیں کہ اب بیہاں غور طلب مسئلہ یہ ہے کہ ہنگام بیعت روشن عمر و ابو بکر کی جو شرط کی گئی تھی وہ سنت رسول[ؐ] کے مخالف تھی یا مافق۔ اگر موافق تھی تو شرط کرنا ممکن تھا۔ اگر مخالف تھی تو کسی مسلمان کو اسے قبول نہیں کرنا چاہیے۔ اس لیے حضرت علیؓ نے سیرت شیخین کے شرط پر بیعت سے انکار کیا تھا۔ (۴) کاش! ابن عوف جب سیرت شیخین پر عمل کی شرط پیش کر رہے تھے تو اس کفتہ کی طرف بھی متوجہ

۱۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۱۳۔ (ج ۳، ص ۳۶۵، حداثت فتوح)۔ تاریخ کامل، ج ۲۳، ص ۲۰۔ (ج ۲، ص ۲۸۶، حداثت

۲۔ شرح ابن الہیم، ج ۱، ص ۱۲۵۔ (ج ۲، ص ۱۳۹، خطبہ ۳۰)۔

۳۔ شرح ابن الہیم، ج ۱، ص ۲۲۰، خطبہ ۳۔

۴۔ شرح ابن الہیم، ج ۱، ص ۲۲۳۔ (ج ۱، ص ۱۸۸، خطبہ ۳)۔

۵۔ مسند احمد، ج ۱، ص ۵۷۔ (ج ۱، ص ۱۲۰، حدیث ۵۵۸)۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۲۰۹۔ تحریر بالقلاء، ص ۲۰۹۔

البلدیہ والصلیۃ، ج ۱، ص ۱۳۶۔ (ج ۱، ص ۱۲۵، حداثت ۲۲۳)۔

ہوتے، پس نہیں وہ سمجھ بھی رہے تھے یا نہیں کہ سیرت شیخین کی شرط کرنا سنت رسول ﷺ کے خلاف ہونے کا ثبوت ہے۔ بالفرض اگر ابن عوف اس سختے کو نہیں سمجھ رہے تھے تو بے سمجھے کوئی بات پیش کرنا صریحی جہالت ہے چہ جائیکہ اسلامی معاشرے کی تنظیم و تربیت کے انحصار کے حاس موقع پر مجہول بات پیش کرنا خفت نقصان رسال ہے۔

باقلانی نے اس شرط کی توجیہ کی ہے کہ ہر حکم کو پڑھنے سے قبل سمجھ لینا ضروری ہے، عثمان سے تو ایسی توقع کی بھی نہیں جاسکتی کہ وہ سختجہ نہ ہوں گے۔ (۱)

اب ذرا عثمان کی طرف آئیے۔ کیا جب سیرت شیخین کی شرط قبول کر رہے تھے تو سمجھ بھی رہے تھے کہ اس کا مطلب ہے سنت رسول ﷺ سے خالف ایک حق پر عمل کرنا؟ پھر یہ کہ کیا وہ اس سے عہدہ برآ ہونے کی صلاحیت اپنے اندر پار ہے تھے یا نہیں؟ اگر صلاحیت نہیں پار ہے تھے تو اسی شرط قبول کیوں کی؟ دوسری صورت میں امت اسلامی کے ہاتھ و انحصار کا اہم معاملہ ان کے پیش نظر تھا ایسے موقع پر غیر نجیہ حرکت کیوں کی؟ اگر بالفرض وہ ان تمام باتوں سے باخبر تھے تو آخر شرط بیت کے خلاف کیوں عمل کیا؟ پھر جب بن عوف نے انھیں سرزنش کی تو یہ صفائی کیوں دی کہ عمر اپنے طور پر عمل کر رہے تھے میں اپنے انداز پر عمل کر رہا ہوں۔ اس مفعک بہانے کو مسند احمد بن حنبل (۲) میں پیش کیا گیا ہے کہ ابن عوف کے جواب میں عثمان نے کہا کہ میں سیرت شیخین پر عمل کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ (۳) میں پوچھتا ہوں کہ جب عمل کی طاقت بندقی تو اسے قبول کیوں کیا تھا؟ اور اگر جانتے تھے کہ سیرت عمر مطابق سنت رسول ہے تو آپ نے یہ بھی تسلیم کر لیا کہ تم میں سیرت رسول ﷺ پر عمل کی بھی صلاحیت نہیں۔ ان تمام سوالات وجوابات کا عبرت ناک پہلو یہ ہے کہ بن عوف نے کہا: میں نے تمہاری بیعت کر کے غلطی کی اب خدا کی پناہ طلب کرتا ہوں۔ امیر المؤمنین کو تکوار اٹھانے اور جنگ کی رائے دے رہے ہیں۔ اس سے تو واضح ہے کہ وہ عثمان سے جنگ کرنا اور انھیں قتل کرنا جائز سمجھتے ہیں بلکہ دوسروں کو ابھار بھی رہے ہیں۔ عثمان کو

۱۔ التمجید باقلانی۔ ۲۰۔

۲۔ مسند احمد، ج ۱، م ۶۸۔ (ج ۱، م ۱۰۹۔ حدیث ۳۹۴۷۔)

۳۔ البدریۃ والخلیۃ، ج ۷، م ۲۰۶۔ (ج ۷، م ۲۳۱، حدیث ۵۷۰۔)

ایسا پالی سمجھ لیا کہ نماز جنازہ پڑھنے کی اجازت نہیں دیتے۔ عثمان سے مرتے دم تک بات نہ کرنے کا عهد کرتے ہیں۔ سیرت عثمان کو مطابق قرآن نہیں سمجھتے۔ یہی وہ انداز تھا کہ عثمان نے ابن عوف کو منافق کہا۔ ابن حجر (۱) نے اس کی معنف توجیہ پر کی ہے کہ بن عوف کے آنے سے عثمان بہت زیادہ ہر اس امور سے تھے اس لیے اسکی بات بھی۔ اس توجیہ کی طرف ہی (۲) نے سیرت النبی میں اشارہ کیا ہے لیکن معنف ہونے کی وجہ سے اسے نقل نہیں کیا ہے۔

اس کے علاوہ اس قوم سے پوچھا جائے کہ جو شرط عثمان سے کی گئی تھی اسے انہوں نے پورا کیا یا نہیں۔ کیا عثمان کو اختیار تھا کہ وہ چاہیں تو اس پر عمل کریں چاہیں تو نہ کریں؟ اگر بشرط لازم تھی تو انہوں نے اس پر عمل کیوں نہ کیا۔ آخر وارث علم رسول ﷺ حضرت علیؓ نے اس شرط کو کیوں مُنكرا دیا تھا؟ کیا یہ شرط اس اہمیت کی حامل تھی کہ اگر خلیفہ عمل نہ کرے تو اسے معزول کر دیا جائے؟ پھر جب صحابہ نے اس شرط پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے معزول کرنا چاہا تو انہوں نے مقاومت کیوں کی؟ پھر ایسا کیوں ہوا کہ جب خلیفہ خلافت پر آمادہ نہ ہوئے تو انہیں قتل کر دیا گیا؟ جب کہ الحسنؑ کا عقیدہ ہے کہ تمام وہ افراد جو بغاوت میں شامل تھے سب کے سب عادل تھے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر حضرت علیؓ نے سیرت شیخین کے عمل کو مُنكرا یا تو انہیں خلافت کیوں نہیں پرورد کی گئی؟

نظریہ طلحہ: ممبر شوریٰ۔ عشرہ مبشرہ کی فرد

۱۔ حضرت علیؓ نے طلحہ کی حالت کے متعلق فرمایا ہے: خدا کی حُمّا! اس نے خون عثمان کا بدلہ لینے کے لیے اس لیے تیزی و کھائی ہے کہ اسے یہ ذر ہے کہ کہیں اس سے خون عثمان کا مطالبہ نہ ہوتے گے۔ کیونکہ لوگوں کا مگان غالب اس کے متعلق ہی ہے۔ اور حقیقت بھی بھی ہے کہ با غصوں میں اس سے بڑھ کر عثمان کے خون کا پیاس کوئی نہ تھا۔ چنانچہ اس نے خون کا عوض لینے میں جو فوجیں فراہم کی ہیں اس سے یہ چاہتا ہے کہ لوگوں کو مخالف طور سے تاکہ حقیقت مشتبہ ہو جائے۔ خدا کی حُمّا! اس نے عثمان کے معاملے میں

ان تین باتوں میں ایک پربھی تو عمل نہ کیا۔ اگر بن عفان جیسا کہ ان کا خیال تحفاظت تھے تو اسے چاہئے تھا کہ ان کے قاتلوں کی مدد کرتا یا ان کے مد دگاروں سے علیحدگی اختیار کر لیتا۔ اگر مظلوم تھے تو مناسب تھا کہ قتل نے روکنے والوں کی طرح عذر مخذرات کرتا اور اگر ان دونوں باتوں میں شبہ تھا تو اس صورت میں چاہئے تھا کہ ان سے کفارہ کش ہو کر ایک گوشے میں بیٹھ جاتا۔ اور انھیں لوگوں کے ہاتھوں میں چھوڑ دیتا۔ لیکن اس نے ان باتوں میں سے کسی ایک پربھی عمل نہ کیا اور ایک بات کو سامنے لے کر آگیا ہے کہ جس کی صحت کی کوئی صورت ہی نہیں اور نہ اس کا کوئی عذر درست ہے۔ (۱)

ابن ابی الحدید (۲) اس کی تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں: اگر کہا جائے کہ طلو پہلے قتل عثمان کو جائز سمجھتے تھے۔ پھر بعد میں بدل گئے اور قاتلوں سے انتقام لینے لگے تو ہم کہیں گے کہ اسی صورت ہوتی تو حضرت علی علیہ السلام اتنے کہہ تکہ تین قسمیں بیان نہ کرتے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ طلو کا عقیدہ بدلا نہیں تھا اور تاریخ بھی اس کی گواہ ہے۔ کبھی طلو نے اپنے کئے پر شرمندگی کا مظاہرہ بھی نہیں کیا۔ اگر یہ کہا جائے کہ پھر حضرت علی علیہ السلام نے ان تینوں قسموں میں سے کسی پر عمل کیوں نہ کیا تو ہم جواب دیں گے کہ علی تو عثمان کو خالص سمجھتی رہے تھے اس لیے وہ اس تقسیم میں داخل نہیں ہیں۔

۲۔ طبری کی روایت ہے کہ یام حاصروہ میں حضرت علی نے طلو سے فرمایا کہ تمہیں خدا کی قسم ہے الوگوں کو عثمان سے دور کرو۔ طلو نے کہا: ہرگز نہیں کروں گا تاکہ می امیا اپنے کیفر کردار کو یہو نچھیں۔ اس لیے حضرت علی فرمایا کرتے تھے کہ خدا طلو سے سمجھے، عثمان نے اس کے ساتھ کیا سلوک کیا اور اس نے کیا کیا۔ (۳)

۳۔ طبری نے عبد اللہ بن عباس بن ابی ربيعہ کا بیان نقل کیا ہے کہ میں عثمان کے گمراہ آیا تھوڑی دیر بات کی تھی کہ سرگوشیوں کی آواز آنے لگی۔ ایک بولا: کس بات کا انتظار ہے؟ دوسرا نے کہا: تھہر و شاید اپنے روپیے سے باز آجائے۔ اتنے میں طلو آگئے اور عدیس کو پوچھا۔ جب عدیس آیا تو طلو نے کچھ اس

۱۔ فتح البلاغہ، ج ۱، ص ۳۲۳۔ (ص ۲۲۹، خطبہ، ۱۷۲۔)

۲۔ شرح فتح البلاغہ، ج ۲، ص ۵۰۶۔ (ج ۱۰، ص ۹، خطبہ ۱۷۵۔)

۳۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۳۹۔ (ج ۲۳، ص ۳۰۵) حادث، ۹۵۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۱۶۸۔ (ج ۲، ص ۱۶۱) خطبہ، ۳۰۔ (ج ۱۰، ص ۵، خطبہ، ۱۷۵۔)

کے کان میں کہا پھر علیس نے آ کر کہا: اب کوئی اس گھر میں نہ آئے نہ جاسکے۔ عثمان نے مجھ سے کہا: دیکھو یہ طلحہ نے حکم دیا ہے۔ پھر طلحہ کو بدعا کی: خدا یا! اس نے لوگوں کو میرے خلاف بھڑکایا ہے، میرے حقوق پامال کے ہیں۔ اسے خلافت تک نہ یہ پختے دینا، اسے قتل کرو دینا۔ چونکہ اس نے میرا خون مباح کیا ہے جب کہ تین حالتوں ہی میں انسان کا خون مباح ہوتا ہے۔ قتل، زنا نے محضنہ یا ارتاد۔ مجھے پختے نہیں یہ لوگ کس جرم میں مجھے قتل کرنا چاہتے ہیں۔ پھر عثمان اپنے کمرے میں چلے گئے۔ میں محمد بن ابی بر سے اجازت لے کر باہر آ گیا۔ (۱)

۴۔ طبری حسن بصری نے نقل کرتے ہیں کہ طلحہ نے عثمان سے اپنی زمین سات لا کر درہم میں شیخ دی۔ جب روپے لئے تو طلحہ نے کہا: آدمی اتنے روپے گھر میں رکھ کر مغادر ہو جاتا ہے۔ جب کوہہ جانتا ہو کہ خدا کا کیا امر پیش آنے والا ہے۔ پھر وہ مدینے کی گلیوں میں درہم تقسیم کرنے لگے۔ یہاں تک کہ صبح تک ایک درہم بھی باقی نہ رہا۔ حسن کہتے ہیں: پھر وہ خود ہی عثمان کے اقتدار ہٹھیانے کی سی کرنے لگے۔ (۲)

۵۔ عثمان طلحہ سے پچاس ہزار درہم کے طلبگار تھے۔ ایک دن طلحہ نے ان سے مسجد کے راستے میں کہا: تمہارا روپیہ فراہم کر لیا ہے۔ لے لو۔ عثمان نے کہا: وہ تمہارا ہی ہے اب اسے اپنے حوصلے کے مطابق بخشش کر دو۔ ایام محاصرہ میں سزاۓ مکھوں کے طور پر اکثر اس کا ذکر کرتے تھے۔ (۳)

ابن الہید کہتے ہیں کہ طلحہ سے زیادہ بخاوت میں آگے آگے تھے۔ زیر ان سے کم تھے۔ عثمان کہتے تھے: طلحہ کا ناس ہو۔ میں نے اسے اس قدر روزیم دیا لیکن اب وہ میرے خون کا پیاس ہے خدا یا! اسے خلافت تک نہ یہ پختے دینا کوئے انجام کا مفرہ چکھانا۔ تذکرہ نگاروں نے لکھا ہے کہ ایام محاصرہ میں طلحہ کپڑے سے اپنا منہ چھپائے رہتے تھے تاکہ کوئی پیچان نہ سکے اور تیر اندازی کرتے تھے۔

۱۔ تاریخ طبری، ج ۵، م ۱۲۶۔ (ج ۲، م ۳۷۸) حادثہ ۲۵۰۔ تاریخ کامل، ج ۲، م ۷۳ (ج ۲، م ۲۹۱) حادثہ ۲۵۰۔

۲۔ تاریخ طبری، ج ۵، م ۱۳۹۔ (ج ۲، م ۳۰۵) حادثہ ۲۵۰۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۷، م ۸۱۔ (ج ۲، م ۱۰۱) مختصر تاریخ ابن عساکر، ج ۱۱، م ۲۰۔

۳۔ تاریخ طبری، ج ۵، م ۱۳۹۔ (ج ۲، م ۳۰۵) (حادثہ ۲۵۰)۔

محاصرہ کے وقت دروازے سے جاتا تھکن نہ تھا تو طلوع ہی نے پڑوں کے انصاری کا دروازہ کھلوا کر لوگوں کو اندر رکھنے کا راستہ دیا۔ (۱)

۶۔ ماسی مقتل عثمان میں لکھتے ہیں کہ طلوع نے تین دن تک عثمان کو دفن ہونے سے روکا اور حضرت علیؓ نے پانچ روز تک لوگوں سے بیت نہیں لی۔ حکیم بن حزم اور جبر بن مطعم نے حضرت علیؓ کے دفن عثمان میں لکھا گئی۔ طلوع نے کچھ لوگوں کو مامور کر دیا تھا کہ جنازے پر عکباری کریں۔ عثمان کے چند خاندان والوں کے سوا کسی نے جنازے میں شرکت نہ کی۔ انھیں یہودیوں کے قبرستان میں دفن کر دیا گیا۔ جب جنازہ وہاں پہنچا تو تابوت پر عکباری کرنے لگے تو حضرت علیؓ نے پیغام بیجا کہ اس کام سے باز آؤ تو وہ لوگ رکے۔ مردان اور تین نو کراور بیٹی کے سوا کوئی نہ تھا۔ بیٹی روری تھی اور لوگ ڈھیلے پھنک کر نعش نعش کا شور پھاڑے تھے۔ پھر آواز دی گئی: دیوار کی طرف، دیوار کی طرف! نتیجہ میں وہیں دیوار کے کنارے پر سطح میں جو یہودیوں کا قبرستان تھا انہیں کر دیا گیا۔ (۲)

۷۔ طلوعی نے عثمان کو دیر سطح میں دفن کرنے کو کہا جو یہودیوں کا قبرستان ہے وہاں صرف طلوع تھے۔ (۳)

۸۔ عثمان کا محاصرہ کی گیا تو حضرت علیؓ اپنی زمینداری خبر میں تھے۔ جب وہ آئے تو عثمان نے آپ کو بلوایا عثمان نے ان سے کہا: تم پر میرا حق مسلمانی وہر اوری ہے، تم جانتے ہو کہ رسول خدا شیخیتیم نے مواخاتہ میں تم کو اور مجھے بھائی بتایا تھا۔ پھر حق قرابت و دامادی بیان کیا اور عہد و بیان کا حق بیان کیا۔ ہم لوگ زمانہ جاہلیت میں ایک ساتھ تھے۔ پھر قبیلہ تم نے ہم لوگوں کے ہاتھ سے حکومت اچک لی ہے۔ پھر حضرت علیؓ نے محمد شاۓ الہی کے بعد کہا: تم نے بھی کے حکومت اپنے کی بات صحیح کی۔ پھر آپ کمر سے باہر آئے آپ نے اس سارے کو بلوایا پھر طلوع کے پاس تشریف لے گئے۔ علیؓ نے ان سے کہا: اے طلوع! تم نے کیا تماشے پھیلارکے ہیں۔ طلوع نے کہا: یہ میں نے اس وقت کیا جب چاہوئے یوں تک یہوئی چکا تھا۔

۱۔ شرح ابن القید، ج ۴، ص ۳۰۳، (ج ۹، ص ۳۶-۳۷) (خطبہ، ۱۳۶-۱۳۷)

۲۔ شرح ابن القید، ج ۲، ص ۷۔ ۶۔ خطبہ، ۷۵۔

۳۔ تاریخ جبری، ج ۵، ص ۱۳۲۔ (ج ۲، ص ۳۱۳) (حوارث و فتوح)

آپ وہاں سے خزانے کے پاس آئے دروازہ کھلوانا چاہا تو چابی نہ تی۔ آپ نے دروازے توڑنے کو کہا اور مالیات کر نکلا کر تقسیم کرانا شروع کیا۔ جب طلخ کے پاس بیشے لوگوں کو معلوم ہوا تو آہستہ آہستہ وہاں سے الگ ہو کر علیٰ کے پاس آنے لگے۔ طلخ اکیلے رہ گئے۔ عثمان کو اس کی خبر ہوئی تو خوش ہوئے۔ اس وقت طلخ عثمان سے ملاقات کے لیے گئے۔ اندر جا کر کہا: اے امیر المؤمنین! میں خدا سے مختصر طلب کرتا ہوں اور توہہ کرتا ہوں، میں نے ایک معاملہ سوچا تھا خدا درمیان میں حائل ہو گیا۔ عثمان نے کہا: بخدا تم ہرگز نہ آتے۔ جب لکھت کھائی ہے تو آئے ہو۔ خدامت سے سمجھے کا اے طلخ! (۱)

علامہ اسماعیل قفرماتے ہیں: تاریخ کو خائن ہاتھوں نے کھلواڑ بنا کر حدیث موات خاتہ کو اس روایت میں ٹھوں دیا ہے۔ حالانکہ عثمان کی باتوں میں حق مسلمانی، قرقاہی اور عہد و بیان کا ہی تذکرہ ہے۔ میں نے الغدیر کی جملوں میں تفصیل سے بحث کی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے حضرت علیؑ کو اپنا بھائی بنایا تھا۔
۹۔ بلاذری لکھتا ہے کہ طلخ نے عثمان سے کہا: کرم نے اسکا بدعتیں پھیلار کی ہیں کہ عوام جنسیں جانتی بھی نہیں۔ عثمان نے کہا: میں نے بدعتیں نہیں پھیلائی ہیں بلکہ تم عوام کو میرے خلاف بھڑکا رہے ہو۔ (۲)

۱۰۔ بلاذری والبجف کھتے ہیں کہ بلوائیوں نے عثمان کا عاصراہ اس طرح سخت کیا کہ کسی کو آنے جانے نہیں دیتے تھے تو سعید بن عاص نے کہا: میں جامہ احرام پہن کر مکہ جاؤں گا۔ بلوائیوں کو معلوم ہوا تو انہوں نے فرم کھائی کہ اگر وہ نکلا تو اس سے جم کے لڑائی ہو گی۔ طلخ نے عاصراہ سخت کر کے پانی بھی بند کر دیا۔ یہ دیکھ کر حضرت علیؑ کو فصل آگیا اور آپ نے عثمان کے بیہاں پانی سے بھرے میکریزے بھجوائے۔ (۳)
۱۱۔ بلاذری لکھتا ہے طلخ وزیر تمام محاملات پر چھائے ہوئے تھے۔ طلخ نے عثمان پر پانی بند کر دیا

۱۔ تاریخ طبری، ج ۲، ص ۱۵۲، (ج ۲، ص ۲۲۰) (حدائق)۔ تاریخ کابل، ج ۲، ص ۲۰، (ج ۲، ص ۲۸۶)۔
(حدائق)۔
۲۔ انساب بلاذری، ج ۵، ص ۱۷۵۔ (ج ۵، ص ۱۷۵)۔
۳۔ انساب بلاذری، ج ۵، ص ۱۷۷۔ (ج ۵، ص ۱۸۸)۔

تحا۔ اس وقت حضرت علی مدینے سے باہر تھے آپ نے کہا یا کہ عثمان پر پانی بند نہ کرو۔ اسے پیاس قتل نہ کرو، طلحہ نے بات نہ مانی۔ (۱)

الامامة والسياسة میں ہے کہ کوفی اور مصری بلوائیوں نے محاصروں سخت کر دیا، طلحہ نے کہا: جب تک عثمان پر کھانا پانی بند نہ کرو گے وہ خوف نہیں کھائیں گے اس پر پانی بند کر دو۔ (۲)

۱۲۔ طلحہ سے تجمع بن جاریہ نے کہا: میرا خیلیا ہے تم لوگ عثمان کو قتل نہیں کر دو گے۔ طلحہ نے جواب دیا: اگر وہ قتل ہو جائے تو نہ وہ فرشتہ مقرب ہے نہ رسول اور نبی ہے۔ (۳)

۱۳۔ بلاذری لکھتا ہے کہ عثمان نے ایک جمع میں جس میں طلحہ تھے سلام کیا۔ انہوں نے جواب سلام نہیں دیا۔ عثمان نے طلحہ سے کہا: میں نہیں سوچتا تھا کہ کبھی زندگی کا ایسا موقع بھی آئے گا جب تم جواب سلام نہ دو گے۔ (۴)

۱۴۔ ایام محاصروں میں کان طلحہ کے ہاتھ تھی۔ عثمان نے بن حارث کے ذریعے ایک شعر لکھ کر مدد طلب کی۔ حضرت علی اس مل نماز پڑھا رہے تھے۔ حضرت نے لوگوں کو پرا گنڈہ کر دیا، طلحہ نے یہ دیکھ کر عثمان سے معافی مانگی۔ عثمان نے کہا: اے حضرت! بچے! تو لوگوں کو میرے خلاف بھڑکا رہا تھا، اب تنا کا ہی ہوئی ہے تو معافی مانگنے آیا ہے، خدا بچے! کبھی معاف نہ کرے۔ (۵)

۱۵۔ ابن سیرین کہتے ہیں کہ سب سے بڑے مخالف عثمان، محاصروں میں طلحہ تھے۔ (۶)

۱۶۔ جنگ جمل میں طلحہ نے کہا: خون عثمان سے میرا دامن آلو دہ ہے اس لیے اب یہ دھبہ اسی طرح دھویا جا سکتا ہے کہ ان کے خون کا بدل لیا جائے۔ خدا یا! آج خون عثمان کا بدل مجھ سے لےتا کہ تو راضی

۱۔ انساب بلاذری، ج ۹۰، م ۹۰ (ج ۲۷، م ۲۱۱)۔

۲۔ الامامة والسياسة ج ۱، م ۳۳۔ (ج ۱، م ۳۰)۔

۳۔ انساب بلاذری، ج ۵، م ۳۷۔ (ج ۲۶، م ۱۹۷)۔

۴۔ انساب بلاذری، ج ۵، م ۲۷، ج ۲۶، م ۱۹۵؛ تاریخ انجیس، ج ۲، م ۲۶۰۔

۵۔ انساب بلاذری، ج ۵، م ۲۷، ج ۲۶، م ۱۹۶۔

۶۔ انساب بلاذری، ج ۵، م ۸۱۔ (ج ۲۶، م ۲۰) الحد الفرید، ج ۲، م ۲۶۹، (ج ۲، م ۱۱۳)۔

ہو جائے۔ (۱)

۷۔ اہن عساکر میں ہے کہ جگہ محل میں مردان نے تیر مار کر طلحہ کو ہلاک کیا۔ پھر اب ان بن عثمان سے کہا: میں نے تمہارے باپ کا بدلہ لے لیا۔ مردان کا تیر طلحہ کے زانوں میں لگا تھا۔ کسی طرح نکل نہیں رہا، فاختت اذیت تھی۔ خود سے کہنے لگے: اسے مت نکالو کہ اسے خدا نے مجبا ہے۔ (۲)

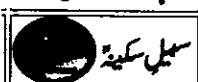
استیعاب (۳) میں ہے کہ تمام تذکروں میں ہے کہ بلاشبہ مردان یعنی نے طلحہ کو تیر مارا تھا جب کہ وہ انھیں کے لئکر میں تھا۔

(۴) اہن مجرما صابر، متدرب حاکم، طبری اور دوسری معتبر تاریخیں اس کی شہادت دیتی ہیں (۴)

۱۸۔ عبد الملک بن مردان کہتا تھا: اگر امیر المؤمنین مردان نے خود نہ کہا ہوتا کہ میں نے طلحہ کو قتل کیا ہے تو میں طلحہ کی ذریت میں کسی کو بھی خون عثمان کے بد لے قتل کئے بغیر نہ چھوڑتا۔ (طبقات بن سعد) (۵)

۱۹۔ نواز رحیدی میں ہے کہ موی بن طلحہ سے ولید نے کہا: تم جب میرے سامنے آتے ہو تو قتل کا ارادہ کرتا ہوں لیکن چونکہ مردان نے مجھ سے کہا تھا کہ میں نے طلحہ کو قتل کیا ہے یہی سوچ کر بازا آ جاتا ہوں۔ (۶)

۲۰۔ طبری لکھتا ہے کہ طلحہ وزیر نے لوگوں کے سامنے تقریر کی: بصرے والوں میں نے عثمان سے



۱۔ طبقات ابن سعد، ج ۲، ص ۲۲۲۔ تاریخ ابن صابر، ج ۷، ص ۸۲۔ (ج ۲۵، ص ۱۰۹) (نمبر ۲۹۸۳)۔ مختصر تاریخ اہن عساکر، ج ۱۱، ص ۴۰۳۔ وہ کہہ اخواص، ص ۳۳، ص ۷۷۔

۲۔ تاریخ ابن صابر، ج ۷، ص ۸۳۔ (ج ۲۵، ص ۱۱۳) (نمبر ۲۹۸۳)۔ مختصر، ابن صابر، ج ۱۱، ص ۴۰۷۔

۳۔ استیعاب، القسم الالٹ، ص ۲۲، نمبر ۱۲۸۔

۴۔ الاصابة، ج ۲، ص ۲۳۰۔ المدرب علی الحسینی، ج ۳، ص ۳۷۰۔ (ج ۳، ص ۳۱۸) (حدیث ۵۵۹۱)۔ ریاض المعرفة، ج ۲، ص ۲۵۹۔ (ج ۲، ص ۲۲۰)۔ انساب، بلاذری، ج ۲، ص ۲۶۷۔ مردوخ الذهب، ج ۲، ص ۳۸۲۔ الحقد الفرید، ج ۲، ص ۱۷۸۔ تاریخ کامل، ج ۲، ص ۳۳۸، جوادث، ج ۳۔

۵۔ طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۲۲۳۔

۶۔ محمد یہب الحمد یہب، ج ۵، ص ۲۲۔ (ج ۵، ص ۲۰)۔

صرف باز پرس کارادہ کیا تھا انھیں قتل کرنا مقصود نہ تھا۔ لیکن چند احمدیوں نے انھیں قتل کر دیا۔ اب تم اس سے تو بُر کرو۔ لوگوں نے کہا: اے طلحہ! لیکن تم نے ہمیں جو خط لکھا تھا اس میں دوسری عی بات تھی۔ (۱)

۲۱۔ سسودی لکھتا ہے کہ حضرت علیؑ نے طلحہ کو آواز دے کر پوچھا: تم کیوں جنگ پر آمدہ ہو؟ کہا کہ عثمان کا بدال۔ علیؑ نے کہا: ہم دونوں میں سے جو بھی ذمہ دار ہو خدا سے قتل کرے۔ (۲) (دعائے علیؑ اسی وقت مستجاب ہوئی اور طلحہ قتل ہو گئے۔)

۲۲۔ طلحہ وزیر جب بصرے کے مقام تک پہنچے تو عبداللہ بن حکیم تھیں ان خطوط کے ساتھ ملنے آیا جو پہلے لکھے گئے تھے۔ پوچھا کیا یہ خط آپ لوگوں کے نہیں ہیں؟ جواب دیا: ہاں!

عبداللہ نے کہا: آپ نے ہمیں پہلے تو کامیان کو معزول کرنے اور قتل کرنے کا حکم دیا اب ان کے انتقام کا نفر و بلد کر رہے ہیں۔ بخدا! آپ کاظمیہ صرف اس لیے ہے کہ اس کے ذریعے دنیا حاصل کیجئے ذرا ہوش میں آئیے۔ اگر آپ کا سیکھی عقیدہ ہے تو حضرت علیؑ نے جس وقت بیعت لئی چاہی تھی کیوں خوشی خوشی بیعت کی۔ اب آپ تلقن بیعت کر کے ہم لوگوں کو بقاوت و کفر میں گھینٹے آئے ہیں۔ (۳)

۲۳۔ ابن قتبیہ لکھتا ہے کہ جب عائشہ و طلحہ وزیر بصرہ دار ہوئے تو لوگوں نے صفائحہ کرانے سے پوچھا: اے ام المؤمنین! آپ کس لیے گمرے باہر نکلی ہیں؟ جب لوگ بار بار اس سوال کو دہراتے لگتا ایک طراز سخنور نے کھڑے ہو کر حدم شانے الٰہی کے بعد کہا: لوگو! عثمان ایسے بھی نہ تھے کہ ان کا قتل واجب ہوتا، وہ مظلوم قتل ہوئے۔ ہم اس پر غصہ ہو جاتے ہیں کہ جسمیں کوئی تاثر تازیانہ مارے۔ پھر عثمان کے قتل پر کیوں نہ قیام کریں گے۔ اب قاتلوں سے انتقام لے کر معاملے کو شوریٰ پر چھوڑ دینا چاہیئے۔ ایک شخص نے ٹوکا کر غلط کہتا ہے۔ دوسرا بولا: صحیح کہتا ہے۔ اس پر تو تو میں میں ہونے لگی۔ اسی درمیان ایک شخص نے طلحہ کا خط نکال کر دکھایا جس میں قتل عثمان پر ابھارا گیا تھا۔ پوچھا: کیا یہ خط آپ کا ہے؟ انھوں

۱۔ تاریخ طبری، ج ۵، ہ ۱۷۰۔ (ج ۲، ہ ۳۶۹۔ حدائق حادثہ)

۲۔ سروج الذصب، ج ۲، ہ ۱۱۔ (ج ۲، ہ ۳۸۲۔ حدائق حادثہ)

۳۔ شرح ابن القیم، ج ۲، ہ ۵۰۰ (ج ۹، ہ ۳۱۸) (خطبہ، ۱۷۲۔)

نے کہا: ہاں۔ اس نے پوچھا: مکن تم نے قتل پر ابھارا اور قتل ہوئے ہر اعتبار سے سزاوار شخص کی بیعت کر لی گئی۔

تم نے بھی ان کی خوشی خوشی بیعت کر لی۔ طلحہ نے کہا: جب ہم سے کہا گیا تو ہم نے قتل کے خوف سے بیعت کر لی تھی کیونکہ علیؑ نے غاصبانہ خلافت پر بقدر کر لیا تھا اور لوگوں نے بھی بیعت کر لی تھی۔ پوچھا: اب آپ کی کیا رائے ہے؟ جواب دیا: اب ہمیں انتقام خون عثمان کے لیے کمزرا ہونا چاہیے۔ پوچھا: تو کیا کیا رائے؟ جواب دیا: تم لوگ ہمارے ہاتھوں پر انتقام خون عثمان کی بیعت کرو۔ اور علیؑ کی بیعت توڑ دو۔ پوچھا: تمہارے بعد دوسرا کوئی آکر بھی کہے تو ہم کیا کریں؟ جواب دیا: اس کی بیعت نہ کرنا۔ لوگوں نے کہا: تم نے انصاف کی بات نہیں کی۔ ہمیں علیؑ سے جنگ کا حکم دے رہے ہو جن کی بیعت خود تم نے کی ہے۔ سن لو کہ ہم نے علیؑ کی بیعت کر لی ہے۔ اب ہم تمہارے باشیں ہاتھ پر بیعت کر سکتے ہیں لوگ یہ باتیں سن کر منتشر ہو گئے۔ کچھ لوگ عثمان بن حنفی کو رز کی طرف اور کچھ طلو کی طرف ہو گئے۔ پھر جاریہ بن قدامہ نے عائشہ سے پوچھا: خدا نے آپ کی حرمت متعین کی ہے اور گھر میں میٹنے کا حکم دیا ہے۔ آپ اس حرمت کو توڑ کر اس ملعون اونٹ پر آتی ہیں۔ جو آپ سے جنگ کرے وہ گویا آپ کے قتل پر راضی ہے۔ اگر آپ انہی رائے سے آئی ہیں تو اپنے گمراہیں جائیے اور اگر دوسروں کی رائے سے آئی ہیں تو اس سے باز پر س سمجھے۔ (الامامة والسياسة) (۱)

۲۳۔ ابو جعف لکھتا ہے کہ حضرت علیؑ نے دعا فرمائی خدا یا طلحہ نے میری بیعت توڑ دی اور لوگوں کو ابھار کر عثمان کو قتل کرایا پھر مجھ پر اتهام رکھا۔ خدا یا اسے مہلت نہ دے۔ خدا یا زبردست نے قطع رحم کیا، میری بیعت توڑی، علامہ یہ میری خالق کی۔ آج اس کے شر سے بچو کو بچا۔ (۲)

۲۴۔ علقہ بن وقاریں لعلیٰ کہتا ہے کہ جب طلحہ وزیر و عائشہ نے قیام کیا تو میں نے اسکیلے میں طلحہ سے ملاقات کر کے سینہ سے پٹایا۔ طلحہ نے کہا: مکن ہم تم پہاڑ کی طرح ایک تھے آج دو حصوں میں بٹ گئے ہیں

۱۔ الامامة والسياسة، ج ۱، ص ۶۰۔

۲۔ شرح ابن القیم الحمدیہ۔ ج ۱، ص ۱۰۱۔ (ج ۱، ص ۳۰۶) خطیب۔

اور خون کے پیاس سے ہیں۔ میں نے عثمان کے خلاف شورش کی اب اس کی توبہ بھی ہے کہ انتقام کا فرہہ بلند کروں اور اس طرح میرا خون بہہ جائے۔ (تاریخ طبری) (۱)

طلو کے لیے توبہ کا بہترین راستہ یہ تھا کہ اولیاء مقتول یا امام وقت کے حوالے اپنے کو کر دیتے نہ یہ کہ امام کی بیعت توڑ کے شورش پیدا کریں۔ اس طرح سے ہزاروں بے گناہ افراد کا خون بہہ گیا اور قتل و خون کا ایک لا اتنا می سلسلہ چل کلا۔

نظریہ زیر بن عوام: عشرہ مبشرہ کی فرد، ممبر شورٹی

۱۔ طبری (۲) حالات جنگ جمل میں لکھتا ہے کہ حضرت علیؓ نے زیر کو بلوایا۔ وہ آکر برادر کھڑے ہو گئے۔ علیؓ نے پوچھا: تم کیوں آئے ہو؟ زیر نے کہا: تمہیں حقدار خلافت نہیں سمجھتا، نہ تم مجھ سے اس معاملہ میں افضل ہو۔ علیؓ نے پوچھا: کیا میں بعد عثمان حقدار خلافت نہیں ہوں؟ میں تمہیں عبد المطلب کی اولاد سمجھتا تھا جب تک تمہارا بدبعاش بیٹا پیدا نہ ہوا تھا۔ اس نے تم کو مجھ سے جدا کر دیا۔ اس کے علاوہ زیر کی بد سلوکیاں گناہیں۔

پھر فرمایا رسولؐ نے ایک بار تم سے کہا تھا کہ تم علیؓ کے خلاف ظالمانہ بغاوت کرو گے۔ (۳)

۱۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۸۲۔ (ج ۳، ص ۶۷) حادث، ۱۴۰۔

۲۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۲۰۳۔ (ج ۳، ص ۵۰۸) حادث، ۱۴۰۔ مردوں الذصب، ج ۲، ص ۱۰، (ج ۳، ص ۲۸۰)۔ تاریخ کابل، ج ۲، ص ۱۰۲۔ (ج ۳، ص ۳۳۵)۔ حادث، ۱۴۰۔

۳۔ المحدث علیؓ سعیین، ج ۳، ص ۳۶۶۔ (ج ۳، ص ۳۷۳) حدیث، ۱۴۰۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۲۰۳۔ (ج ۳، ص ۵۰۹)۔ حادث، ۱۴۰۔ الاعانی، ج ۱، ص ۱۳۱۔ (ج ۳، ص ۱۳۲)۔ (ج ۱، ص ۲۰)۔ الحدائقیہ، ج ۲، ص ۲۷۹۔ (ج ۳، ص ۱۷۹)۔ مردوں الذصب، ج ۲، ص ۱۰۔ (ج ۳، ص ۲۸۰)۔ تاریخ کابل، ج ۲، ص ۱۰۲۔ (ج ۳، ص ۳۳۵)۔ حادث، ۱۴۰۔ ریاض الصدرا، ج ۲، ص ۲۷۳۔ (ج ۳، ص ۲۲۸)۔ مجع الرؤاک، ج ۲، ص ۲۲۵۔ فتح الباری، ج ۱۳، ص ۳۶۔ (ج ۳، ص ۱۱۳)۔ الواحظ الدینی، ج ۲، ص ۱۹۵۔ (ج ۳، ص ۵۷۷)۔ الاصفی الکبری، ج ۲، ص ۱۳۲۔ (ج ۳، ص ۱۳۷)۔ شرح المواصب زرقانی، ج ۲، ص ۳۱۸۔ (ج ۷، ص ۲۱۷)۔ سیرۃ حلیہ، ج ۳، ص ۳۱۵۔ (ج ۳، ص ۲۸۷)۔

زیریں کرواپس جانے لگے تو بیٹے نے طعنہ دیا کہ تم موت کے ذر سے بھاگ رہے ہو۔ زیر نے کہا: وائے ہوا میں نے قسم کھائی ہے کہ علی سے جنگ نہ کروں گا۔ بیٹے نے کہا: غلام آزاد کر کے کفارہ دے دو۔ اور حضرت علی فرماتے تھے کہ تم مجھ سے خون عثمان کا بدله لینا چاہتے ہو جب کہ تم نے ہی انھیں قتل کیا، خدا اس کو قتل کرے جس نے انھیں قتل کیا ہے۔ اس روایت کو حافظ عاصی نے زین الحقی میں اور مسعودی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔

۲۔ مسعودی لکھتا ہے کہ مروان نے جنگ جمل میں کمان اٹھائی۔ ایک سمت طلحہ تھے اور دوسری سمت زیر تھے۔ کہنے کا مجھے کوئی پوا نہیں۔ ادھر تیر ماروں یا ادھر۔ پھر طلحہ کو تیر مار کر ہلاک کر دیا۔ (۱)

۳۔ شرح ابن ابی الحدید میں ہے کہ طلحہ و زیر سب سے زیادہ قتل عثمان میں کوشش تھے۔ زیر کہتے تھے کہ اسے قتل کر دیکھنے کا اس نے تمہارا دین بدل دیا ہے۔ لوگوں نے کہا: آپ کا فرزدان کے دروازے پر بحافظ ہے۔ کہنے لگے: قتل بھی کرو چاہے میرا بیٹا ہی پہلے قتل ہو جائے۔ یہ بھی کہتے تھے کہ عثمان کل پل صراط پر مردار کی طرح ہو گا۔ (۲)

۴۔ انساب بلاذری میں ہے کہ زیر نے عثمان سے جا کر کہا: مسجد میں کچھ لوگ، تمہارے ظلم پر احتجاج کر رہے ہیں اور اجرائے قانون اللہ کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ ازوٰج رسول ﷺ بھی ہیں آپ ان کا سامنا کیجئے۔ عثمان نے قبول کیا اور گھر سے نکلے۔ لوگوں نے اسلحہ اٹھالیا۔ عثمان نے زیر سے کہا: میں تو کسی کو ظلم کے خلاف احتجاج کرتے نہیں دیکھتا نہ کوئی حق کا مطالبہ کر رہا ہے۔ پھر عثمان اپنے گھر چلے گئے اور زیر نے اپنے گھر کی راہی۔ (۳)

۵۔ بلاذری نے بحوالہ صالحی لکھا ہے کہ عثمان نے زیر سے نزاٹ کیا۔ زیر نے کہا: میں تم سے تکوار سے جنگ کرنے پر آمادہ ہوں۔ (۴)

۱۔ مردوح الذصب، ج ۲، ص ۱۱۔ (ج ۲، ص ۳۸۲۔ ۳۸۳۔)

۲۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۲، ص ۳۰۳۔ (ج ۹، ص ۲۵۔ ۲۶۔) خلیل ۱۲۔

۳۔ انساب الاشراف، ج ۵، ص ۷۶۔ (ج ۲، ص ۱۹۵۔)

۴۔ انساب الاشراف، ج ۵، ص ۱۲۔ (ج ۲، ص ۱۱۔)

عثمان کے خلاف طلحہ وزیر کی ساتھ گائٹھ

۱۔ طلحہ وزیر کے بارے میں امیر المؤمنین صلی اللہ علیہ و آله و سلم نے فرمایا: خدا کی قسم انہوں نے مجھ پر کوئی سچا الزام نہیں لگایا اور نہ انہوں نے میرے اور اپنے درمیان النصف برتا۔ وہ مجھ سے اس حق کا مطالبه کرتے ہیں جسے خود ہی انہوں نے چھوڑ دیا اور اس خون کا بدلہ چاہتے ہیں جسے انہوں نے خود بھایا ہے۔ اب اگر اس میں ان کا شریک تھا تو پھر اس میں ان کا بھی تو حصہ نہ تھا ہے۔ اور اگر وہی اس کے مرکب ہوئے ہیں میں نہیں تو پھر اس کا مطالبه صرف انہیں سے ہوتا چاہیے۔ اور ان کے عدل والنصاف کا پہلا قدم یہ ہوتا چاہیے کہ وہ اپنے خلاف حکم لگائیں۔ اور میرے ساتھ میری بصیرت کی جلوہ گری ہے۔ نہ میں نے خود ان کو کسی دھوکا دیا اور نہ مجھے واقعی کسی سے دھوکا ہوا اور بلاشبہ یہی وہ با غنی گروہ ہے جس میں ایک ہمارا سماں (زیر) اور ایک بچوں کا ذمک (حیرا) ہے۔ (۱)

استیباب (۲) میں حالات طلحہ کے تحت حضرت کا اسی سے ملتا جلتا کلام درج ہے۔ آخر میں امام نے فرمایا: بعد ازا طلحہ، زیر اور عائشہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ میں حق پر ہوں اور وہ باطل پر ہیں۔

۲۔ امیر المؤمنین نے کوفہ والوں کو خط لکھا: مسلم عثمان کے بارے میں تم کو ایسی اطلاع دیتا ہوں جو مثل چشم دیدگواہ کے پناہے گی۔ لوگوں نے ان پر تقدیم کی، میں مهاجروں کی ایک فرد تھا جو ان کے کاموں پر سرزنش کرتا تھا، زیر نے آسان ترین سُقی میں بھی تندروی دکھائی، اس پر عائشہ نے آگ برسائی، ایک جماعت نے آکر انہیں قتل کر دیا اور لوگوں نے بغیر کسی جبر و اکراہ کے میری بیعت کر لی۔ (۳)

۳۔ بلاذری لکھتا ہے کہ حضرت علی ایک اموی کے گمراہے گذرے۔ اندر سے کسی لڑکی کے نخے کی تان سنائی دی: قتل عثمان کی ذمہ داری زیر پر ہے، اس سے بھی زیادہ خالی طلقا، ان دونوں نے آگ

۱۔ فتح البلاغہ، ج ۱، ص ۱۵۲، (ص ۱۹۲) خطبہ، ۷۷۔ شرح ابن الہدید، ج ۹، ص ۳۳، خطبہ، ۷۷، ص ۱۳۷۔

۲۔ استیباب، القسم الٹانی، ص ۷۶۔ نمبر ۱۷۸۰۔

۳۔ فتح البلاغہ، ج ۲، ص ۲، (ص ۳۲۳)۔ کتاب ارشاد ابن الہدید، ج ۳، ص ۲۹۰، (ص ۱۳، ص ۷)۔ کتاب الامامة والسياسة، ج ۱، ص ۵۸۔ (ج ۱، ص ۵۸) (ج ۱، ص ۶۲)۔

بڑی کانی۔

حضرت علی نے فرمایا: خدا اس بڑی کو قتل کرے۔ خوب سمجھتی ہے کہ انقاوم کس سے لیا جائے۔ (۱)
 ۲۔ طبری نے ابن عباس کا بیان نقل کیا ہے: قبل عثمان کے پانچ روز بعد مخیرہ نے نکل کر سلام کر کے گمراہ گیا۔ مجھ سے کہا گیا کہ مخیرہ حضرت کی خدمت میں ہے تھوڑی دیر بعد مخیرہ نے پوچھا: کب آئے؟ میں نے کہا: ابھی آیا ہوں۔ پھر میں نے حضرت کی خدمت میں جا کر سلام کیا۔ مجھ سے پوچھا: تم نے طلخہ وزیر کو دیکھا ہے؟ میں نے کہا: نہیں! نوامف میں تھے۔ پوچھا: ان کے ساتھ کون کون تھا؟ میں نے کہا: ابوسعید بن حارث اورہشام، ان کے ساتھ کچھ اور لوگ۔ فرمایا: یہ لوگ پیش گئے نہیں اور خون عثمان کی گہار بچا کے قیام کریں گے۔ حالانکہ بخدا اور جانتے ہیں کہ وہ خود ہی قاتل عثمان ہیں۔ (۲)

۵۔ طبری لکھتا ہے سعید نے مردان کے جرگے کے ساتھ اس سے ذات عرق پر ملاقات کی، ان سے کہا: کہاں جاتے ہو قصاص والے تو اسی شتر پر سوار ہیں۔ انہیں قتل کر کے مرد و اپس جاؤ۔ اپنے کو ہلاکت میں نہ ڈالو۔ انہوں نے کہا: نہیں، ہم اس لیے جا رہے ہیں کہ شاید بھی قاتلوں کو قتل کر سکیں۔ پھر سعید نے طلخہ وزیر سے ملاقات کی اور ان سے پوچھا: کامیابی کے بعد حکومت کس کو سونپو گے۔ حقیقی بتانا؟ انہوں نے کہا: ہم دونوں میں سے جس کی بھی بیعت کر لی جائے۔ بولا: ان کو فرزندان عثمان کے پرورد کر دو۔ کیا تم خون عثمان کا مطالبہ نہیں کر رہے ہو؟ انہوں نے کہا: کامیابی کے بعد بوڑھے مہاجرین کے بیٹوں میں سے کسی کو حکومت سونپ دی جائیگی۔ سعید نے کہا: نہیں بلکہ خلاف قبیلہ عبد مناف سے باہر آنی چاہیئے۔ مخیرہ نے کہا: سعید کی بات صحیح ہے بنا بریں ہر ثقہی کو کنارہ کشی اختیار کر لئی چاہیئے۔ (۳)

۶۔ ابن عباس نے معاویہ کو لکھا: طلخہ وزیر نے عثمان کے خلاف شورش پھیلائی۔ خود ہی علی کی بیعت کر کے توڑی اور حکومت ہتھیا نے میں لگ گئے۔ ہم نے اسی لیے ان سے جنگ کی۔ جس طرح تجو

۱۔ انساب الاضراف، ج ۲، ص ۲۲۹۔

۲۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۷۰۔ (ج ۳، ص ۳۳۰) حداد، ۳۵۴۔

۳۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۶۸۔ (ج ۳، ص ۳۵۳) حداد، ۳۵۰۔

سے اس لیے جنگ کر رہا ہوں کہ تو باغی گروہ ہے۔ (۱)

۷۔ قبیلہ طے کے سردار حابس نے معاویہ کے سامنے اپنے چھیرے بھائی کو پیش کیا کہ قتل عثمان اور بعد کے تمام حالات کا چشم دید گواہ ہے اس سے تفصیل معلوم کر لیجئے کیونکہ معتبر اور سچا آدمی ہے۔ معاویہ نے تفصیل پوچھی تو کہا: محمد بن ابی بکر اور عمر یا سر قتل عثمان کے عہد ارتھے۔ عدی بن حاتم، مالک اشتر اور عمرو بن حق اس میں بہت زیادہ پھر تی دکھار ہے تھے لیکن سب سے زیادہ کوشش طلحہ وزیر نے کی۔ حضرت علی علیہ السلام ان تمام معاملات سے قطعی علیحدہ تھے۔ پھر لوگ حضرت علیؑ کی بیعت کرنے اس طرح ثوٹ پڑے کہ جوتیاں گم ہو گئیں، عباً نہیں دوش سے گر گئیں اور بوڑھے پکل گئے۔ کسی نے اس درمیان عثمان کا نام سک نہ لیا۔ (۲)

۸۔ مسدر ک حاکم میں حسن بصری کا بیان نقل ہے کہ طلحہ وزیر بصرہ آئے۔ لوگوں نے ان سے آنے کی وجہ پوچھی تو کہا کہ خون عثمان کا بدلہ لینے آئے ہیں۔ حسن بصری کہتے ہیں: اے سجان اللہ! لوگ اتنی بھی عقل نہیں رکھتے تھے کہ ان سے پوچھتے: مخدوم! تمہارے علاوہ کس نے انھیں قتل کیا ہے؟ (۳)

۹۔ جب عائشہ بصرہ کے قریب ہو چکیں تو عثمان بن حنفی نے ابوالاسود دوکلی کو سمجھا کہ آنے کی وجہ پوچھیں۔ عائشہ نے کہا: خون عثمان کا بدلہ لینے۔ جواب دیا: یہاں بصرہ میں کوئی قاتل عثمان نہیں۔ عائشہ نے کہا: صحیح ہے لیکن مدینے میں علیؑ کے پاس ہیں۔ میں آئی ہوں کہ بصرہ والوں کو لے کر علیؑ سے جنگ کروں۔ تم لوگ عثمان کے ہاتھ سے تازیانہ کھاتے تھے تو میں غصہ ہوتی تھی۔ عثمان کے قتل پر تکوار کیوں نہ اٹھاؤں۔ کہا گیا: آپ کو تازیانہ اور شمشیر سے کیا کام۔ آپ کو خدا نے گھر میں بیٹھنے کا حکم دیا ہے۔ عورتوں سے جہاد ساقط ہے۔ پھر یہ کہ خود علیؑ آپ کے مقابلے میں عثمان کے رشتہ دار ہیں، انھیں عبد مناف کے خاندان میں ہونے کا شرف حاصل ہے، انھیں آپ سے زیادہ قصاص کا حق حاصل ہے۔ عائشہ نے کہا:

۱۔ وقہ (کتاب) صحن، ج ۲، ص ۲۱۵۔ شرح ابن الہبید، ج ۲، ج ۲، ص ۲۸۹۔ (ج ۸، ص ۲۶) خطبہ، ۱۳۳۔

۲۔ الاملحة والسياسة، ج ۱، ص ۲۷۔ (ج ۱، ص ۸۷۔) کتاب صحن، ج ۲۔ (ص ۲۵۔) شرح ابن الہبید، ج ۱، ص ۲۵۹۔

ج ۲، ص ۱۱۱۔)

۳۔ المسدر ک علی الحسنی، ج ۳، ص ۱۱۸۔ ج ۳، ص ۱۲۸۔ حدیث ۳۶۰۶۔

میں نے جوارادہ کر لیا ہے اسے بجالائے بغیر واپس نہ جاؤں گی۔ اے ابوالاسود! کیا تم سوچ سکتے ہو کہ کوئی مجھ سے بھی جنگ کرنے کی جرأت کرے گا۔ جواب دیا: مجی ہاں! آپ سے خت ترین جنگ ہو گی۔ پھر ابوالاسود دوٹی نے زیر سے ملاقات کی اور کہا: لوگوں نے ابو بکر کی بیعت کے وقت تمہیں دیکھا تھا کہ قبضہ شمشیر پر ہاتھور کئے ہوئے چلا رہے تھے کہ کوئی بھی علیٰ سے زیادہ حد تار خلافت نہیں ہے۔ یہ آج تمہاری حالت کیا ہے؟ زیر نے خون عثمان کی بات کی تو ابوالاسود نے کہا: مجھے تو معلوم ہوا ہے کہ تم نے اور طلحہ عیٰ نے انھیں قتل کرایا۔ پھر طلحہ سے ملنے کے تو دیکھا کہ وہ جنگ اور قدرت عیٰ کی بات کر رہا ہے۔ (۱)

۱۰۔ عثمان بن حنیف اپنے ساتھیوں کے ساتھ طلحہ وزیر سے ملنے کے تاکہ خدا کو درمیان میں لا کر بیعت علیٰ^{صلی اللہ علیہ وسلم} کی یاد دلائیں۔ انہوں نے کہا: ہم انتقام خون عثمان لیتا چاہتے ہیں۔ کہا گیا: تم سے کیا ربط؟ ان کے بیٹوں کو انتقام لیتا چاہیئے۔ نہیں، خدا کی قسم ایسا نہیں ہے جب تم لوگوں نے دیکھا کہ لوگ علیٰ کی بیعت و خلافت پر متفق ہو گئے ہیں تو ان پر حسد کرنے لگے۔ خود خلافت ہٹھیانے کی فکر میں لگ گئے جو ہاتھ سے نکل گئی۔ یہ سن کر طلحہ وزیر عثمان بن حنیف کو ماں بہن کی گندی گندی گالیاں دینے لگے۔ (۲)

۱۱۔ جب طلحہ وزیر و عائشہ خبیر کے مقام او طاس پر ہوئے تو سعید بن عاص نے مغیرہ کے ساتھ ان سے ملاقات کی۔ عائشہ سے پوچھا: کہاں جاری ہیں ام المؤمنین! جواب دیا: برائے انتقام خون عثمان بصرہ جاری ہوں۔ کہا: قاتلان عثمان تو آپ ہی کے ساتھ ہی لوگ ہیں۔ پھر مردان کی طرف رخ کر کے سبھی کہا کہ قاتلان عثمان تو تمہارے ہی ساتھ ہی دنوں طلحہ زیر ہیں۔ انہوں نے عثمان کو قتل کیا کہ حکومت حاصل کر لیں۔ جب حکومت نہ حاصل کر سکے تو اب خون سے اپنا گناہ دھونا چاہتے ہیں۔ پھر مغیرہ نے لوگوں کی طرف رخ کر کے کہا:

لوگو! تم نے ام المؤمنین کے ساتھ قیام کیا ہے۔ اگر انھیں گرفتار کر دو تو تمہارے حق میں بہتر ہے۔ قاتلان عثمان تو تمہارے ہی ساتھ ہیں۔ درستہ پھر بتاؤ کہ علیٰ کے کون سے اقدام سے تم لوگ

۱۔ الامام والمساوات، ج ۱، ص ۵۷۔ (ج ۱، ص ۶۱۔) الحقد الفرید، ج ۲، ص ۲۷۸۔ (ج ۲، ص ۱۲۳۔) شرح ابن القیم، ج ۲، ص ۸۱، ۸۲۔ (ج ۲، ص ۲۲۵۔) خطبہ، ۹۔

۲۔ شرح ابن القیم، ج ۲، ص ۵۰۰۔ (ج ۹، ص ۳۱۹) خطبہ، ۷۔

ناراض ہو۔ خدا کو یاد کرو، کیا ایک سال میں دو فتنے برپا ہوں گے؟ لیکن لوگوں نے مغیرہ کی بات نہ مانی۔ (۱)
۱۲۔ جب طلحہ و زبیر نے بصرہ میں چھاؤنی ڈالی تو ابن حیف نے عمران بن حصین اور ابوالاسود کو سمجھانے بجانے کے لیے بھیجا۔ ان دونوں نے بلند آواز سے طلحہ کو آواز دی۔ جب وہ سامنے آئے تو ابوالاسود نے کہا: تم نے بغیر ہمارے مشورے کے عہد ان کو قتل کیا اور اسی طرح علی کی بیعت کر لی۔ ہمیں نہ تو قتل عثمان پر غصہ آیا نہ بیعت علی پر۔ اب تم رائے بدل کے بیعت علی توڑنے پر آمادہ ہو جب کہ ہم بیعت پر قائم ہیں۔ اب تم ہمیں کو اس کے تغیری کی صورت نکالنی چاہیئے۔

اس کے بعد عمران صحابی رسول ﷺ نے تقریر شروع کی:

اے طلحہ! تم نے عثمان کو قتل کیا تو ہم اس پر غصہ نہ ہوئے پھر تم نے علی کی بیعت کر لی تھا اور بیعت کے بعد ہم نے بیعت کی، اب اگر قتل عثمان صحیح تھا تو تم نے یہ راستہ کیوں اپنایا؟ اور اگر صحیح نہیں تھا تو اس خرابی میں تھا راحصہ زیادہ ہے۔ تمہیں سب سے زیادہ اس کی سزا ملنی چاہیئے۔ طلحہ نے کہا: تمہارے صاحب علی کا نظریہ یہ ہے کہ کسی کو خلافت میں شریک نہ کیا جائے۔ اب ہمارے بیعت توڑنے کا معاملہ دوسرا ہے، بخدا تم! ہم ضرور علی کو قتل کریں گے۔ ابوالاسود نے عمران سے کہا: اب آپ نے سمجھ لیا کہ یہ صرف حکومت کے چکر میں سارا ڈھونگ رچائے ہوئے ہیں۔

پھر یہ دونوں زبیر کے پاس گئے اور کہا: ابھی ہم نے طلحہ سے گفتگو کی ہے۔ یہ سن کر زبیر نے کہا: میں اور طلحہ ایک جان و دقاں ہیں۔ آپ لوگ سمجھ لجھئے کہ عثمان کے معاملے میں ہم سے کچھ غلطیاں ہوئی ہیں اب ہم انتقام کے ذریعے ان کی مدد کرنا چاہتے ہیں۔ اگر حالات زمانہ ہمارے موافق ہوئے تو۔ (۲)
۱۳۔ عمر یا سر نے تقریر میں فرمایا: کونے والو! اگر چشم موجو نہیں تھے لیکن تمہیں تمام حالات معلوم ہو گئے ہیں، قاتلان عثمان کو ان کے قتل سے انکار نہیں ہے، نہ عذر و توبہ کر رہے ہیں۔ وہ قرآن کو فیصلے کی بنیاد بنا چاہتے ہیں تاکہ ہنالگوں کے سامنے بات چیت ہو سکے۔ خدا اسے زندہ رکھے جو تعلیمات

۱۔ الاملہۃ والسلیمان، ج ۱، ص ۵۵۔ (ج ۱، ص ۲۰)۔

۲۔ الملة السیارة، ج ۱، ص ۵۶۔ (ج ۱، ص ۱۱)۔

قرآن کو زندہ رکھے اور اسے قتل کرے جو اسے مردہ کرے۔ طلخہ وزیر نے سب سے پہلے زبان طعن کھولی اور سب سے آخر تک قتل عثمان کا حکم دیتے رہے انھیں دونوں نے سب سے پہلے علیؑ کی بیت کی اور جب ان کی امیدوں کے برخلاف گذرا تو بیعت توڑی۔ حالانکہ علیؑ سے کوئی بدعت سرزنشیں ہوئی تھی۔ (۱)
 ۱۳۔ بلاذری نے بحوالہ مدائی نقل کیا ہے کہ عبد الملک نے علقم بن محفوظ کو مکہ کا گورنر ہایا۔ اس نے منبر پر جا کر طلخہ وزیر کو گالیاں دیں۔ اور یقینے آ کر ابا بن عثمان سے پوچھا: میں نے تمہارے باپ کے قاتلوں کو گالیاں دیں تو تم خوش ہوئے؟ ابا بن نے کہا: نہیں ہرگز نہیں مجھے بہت برالگا۔ کیونکہ میں تم کو بھی قتل عثمان میں شریک سمجھتا ہوں۔ (۲)

۱۴۔ حضرت علیؑ نے تقریب میں فرمایا:

طلخہ وزیر کی سنو کہ ان دونوں نے میری بیت کی تم جانتے ہو۔ پھر خیانت کرتے ہوئے بیت توڑ کر عائشہ کو لیے ہوئے بصرہ چلے گئے تاکہ اتحاد اسلامی کو پارہ پارہ کر دیں۔ خدا یا ان کے کروٹ پر ان سے سخت انتقام لے اور انھیں مہلت زندگی نہ دے کیونکہ یہ ایسا مطالبہ کر رہے ہیں جس کے خود مر جکب ہیں۔ (۳)

۱۵۔ بحوالہ کلبی شرح ابن الہبید میں حضرت کا ایک اور خطبہ ہے:

طلخہ وزیر کیا کہتے ہیں؟ انھیں میری حکومت پر نہ کوئی حق اعتراض ہے نہ شرکت۔ انہوں نے ایک سال یا چند میں بھی صبر نہ کیا اور نافرمانی کر کے بغاوت پر کمر بستہ ہو گئے۔ حالانکہ آزادانہ بیعت کے بعد بیعت توڑنے کا انھیں کوئی حق نہیں۔ یہ مردہ بدعت کو زندہ کرنا چاہتے ہیں۔ کیا پر خون عثمان کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ یہ تو خود اس کے مر جکب ہوئے ہیں انھیں خود اپنے سے انتقام لینا چاہتے ہیں۔ میں تو اسی پر راضی ہوں کہ خدا انھیں مجرم قرار دیتا ہے۔ (۴)

۱۔ الامام المسابقة، ج ۱، ص ۵۹۔ (ج ۱، ص ۶۲۔)

۲۔ انساب الاشراف، ج ۵، ص ۱۲۰۔ (ج ۱، ص ۲۲۹۔)

۳۔ شرح ابن الہبید، ج ۱، ص ۱۰۲۔ (ج ۱، ص ۳۰۸۔) خطبہ ۲۲۔

۴۔ شرح ابن الہبید، ج ۱، ص ۱۰۲، ج ۱، ص ۳۰۷۔ (ج ۱، ص ۳۰۸۔) خطبہ ۲۲۔

۷۔ مالک اشتر نے امیر المؤمنین ﷺ سے عرض کیا:

ہم پر طلاق، زبیر اور عائشہ کا معاملہ بخوبی روشن ہے۔ یہ میں دھوکہ نہیں دے سکتے، انہوں نے راضی خوش آپ کی بیعت کی اور بغیر کسی وجہ کے آپ سے باغی ہو گئے۔ اب وہ انتقام کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ اگر ایسا ہی ہے تو خود اپنے سے انتقام لیں۔ کیونکہ پہلے انہوں نے ہی عثمان کے خلاف شورش پیدا کی پھر خون بھایا۔ خدا گواہ ہے اگر انہوں نے آپ کی بیعت نہ کر لی ہوتی تو میں عثمان کے پاس اُنھیں بھی یہ پونچا دےتا۔ کیونکہ تکواریں ہمارے کا نہ ہوں پر تھیں اور آج بھی وہی دل ہمارے سینوں میں ہے۔ (۱)

علامہ امیگی فرماتے ہیں: اس حرم کی روایات پچاس سے اوپر ہیں۔ ان کے مطابعے سے معلوم ہوتا ہے کہ انھیں دونوں نے عثمان کے خلاف شورش پیدا کی اور خون عثمان بہانا جائز سمجھتے تھے۔ اس سلسلے میں انہوں نے ایسا روایہ اپنایا جسے کوئی مسلمان جائز نہیں سمجھ سکتا۔ مثلاً طلنے عثمان پر پانی بند کر دیا، جواب سلام نہ دیا، دفن میں رکاوٹ پیدا کی، جنازے پر عکباری کی۔ وہ چاہتے تھے کہ عثمان کو حش کوکب میں دفن کیا جائے، جو یہودیوں کا قبرستان ہے۔ کیا یہ وہی صحابی رسول ﷺ ہیں جنہیں عادل کہا جاتا ہے، عشرہ مبشرہ کی فرد ہیں جنہیں جنت کی بشارت دی گئی؟ ان غلط حرکتوں کی بھلا کیا تو جیہے کی جا سکتی ہے؟ لیکن ہمیں تو صرف اس نقطہ نظر سے غور کرنا چاہیے کہ عثمان کو اصحاب رسول ﷺ نے قتل کیا۔

جہاں تک بیعت توڑنے اور توبہ کرنے کی بات ہے وہ واضح ہے کہ صرف حکومت ہتھیار کے لیے یہ دھوک رچایا گیا تھا۔ تکہ بات زبیر پر بھی صادق آتی ہے، اس گناہ سے یہ توبہ زیادہ بڑا اپاپ ہے، اس توپ کی وجہ سے ہزاروں بے گناہ مسلمانوں کی جان گئی، زوجہ رسول کو گھر سے باہر نکالا اور امام عادل کے خلاف مسلحانہ جنگ کی۔ ظاہر ہے کہ یہ توبہ بالکل جھوٹی تھی۔

عبداللہ بن مسعود بدربی صحابی

گذشتہ صفات (۲) میں عبد اللہ بن مسعود کے ساتھ عثمان کا روایہ بیان کیا گیا۔ اس سے معلوم ہوتا

ہے کہ ابن مسعود عثمان کے سخت مخالف اور بدعتوں پر تقدیم کر کے عراقیوں کو بھڑکایا کرتے تھے، اسی لیے انھیں جیل اور جلاوطنی کے علاوہ اپنے وظیفے سے بھی ہاتھ دھونا پڑا۔ عثمان نے غصے میں مسجد رسول سے نکال باہر کیا۔ نوکروں نے کچل کر پسلیاں توڑ دیں اور خود عثمان نے چالیس تازیانے مارے۔ ابن مسعود نے عثمان کو اتنا برا آدمی سمجھا کہ عمر بیرون سے رہے اور دوست کر دی کہ عثمان میری نماز جنازہ نہ پڑھائیں۔ کیونکہ وہ امام عادل نہیں ہیں۔ طحسین (۱) لکھتے ہیں کہ کوفے کے زمانہ قیام میں ابن مسعود عثمان کا قتل جائز سمجھتے تھے اور ان کی بدعتوں پر تقدیم کیا کرتے تھے۔ (۲) یہ ہے ایک عظیم بدری صحابی کی رائے ہے رسول اکرم کا شبیہ کہا جاتا تھا، بہت اہم ہے کہ اس کے بعد عثمان کی صفائی دینے کی کوئی گنجائش نہیں رہ جاتی۔

عمار یاسر: بدری صحابی، خدا اور رسول کے محبوب

۱۔ عمار نے جنگ صفين میں تقریری کی: خدا کے بندو! ہمارے ساتھ ان لوگوں سے جنگ کے لیے کفر ہے ہو جاؤ جو ایک ظالم، پاپی مقتول کے انتقام کا دعویٰ کرتے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اسے نیک لوگوں نے قتل کیا۔ ہم نے اس کی بدعتوں کی وجہ سے موت کے لمحات اتنا را۔ وہ دولت دنیا پر نٹا ہوا تھا۔ اب یہ بھی اپنی دنیا کے لیے جنگ کر رہے ہیں انھیں خوف ہے کہ علیٰ کی حکومت ہو گئی تو انھیں دنیا نہیں مل سکتی۔ انھیں سبقت اسلامی حاصل نہیں اور نہ حکومت کے لائق ہیں۔ یہ سیاسی بہانہ مطلق العنان بادشاہی کے لیے ہے۔ (۳)

۲۔ حضرت علیؑ نے ایک وفد معاویہ کے پاس بھیجا جس میں شہبت بن ربیٰ بھی تھا۔ معاویہ سے شبعت نے پوچھا: کیا آپ عمار یاسر پر قابو پا جائیں گے تو قتل کر دیں گے؟ معاویہ نے کہا: ہم کیوں نہ عمار کو

۱۔ الفتویۃ الکبریٰ، میں ۱۷۔ (مجموعۃ الفاملۃ، بلوغ الرحمۃ طحسین مجلد ۲، میں ۳۶۲)۔

۲۔ حلیۃ الاولیاء، ج ۱، میں ۱۳۸۔

۳۔ کتاب صفين، میں ۳۶۱۔ تاریخ طبری، ج ۷، میں ۲۱۔ (ج ۵، میں ۳۹) حادث، ح ۳۴۔ تاریخ کامل، ج ۲، میں ۱۲۳۔ (ج ۲، میں ۳۸۰) حادث، ج ۲۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، میں ۵۰۳۔ ج ۵، میں ۲۵۲۔ البدریۃ والحلیۃ، ج ۷، میں ۲۶۶۔ (ج ۷، میں ۲۹۶) حادث، ح ۲۳۔ غیرہ المختب، ج ۱، میں ۸۱۔ (ج ۱، میں ۳۵۷) خطبہ ۲۲۵۔

قتل کریں گے؟ بخدا! اگر فرزند سمیہ (عمر یا سر) میرے قابو میں آجائے تو غلام عثمان کے بد لے میں ان کو قتل کر دیں گے۔ ہبہت نے کہا: خداۓ آسمان کی حرم! تم عمر یا سر کو اس وقت تک قتل نہیں کر سکتے جب تک کشتوں کے پشتے نہ لگ جائیں۔ (۱)

۳۔ حضرت ﷺ نے امام حسن رض اور عمار کے ساتھ کوفہ سمجھا۔ سب سے پہلے مسروق بن اجدع نے عمار یا سر سے پوچھا: آپ نے عثمان کو کیوں قتل کیا؟ جواب دیا: چونکہ وہ ہماری عزت سے کھلیتا تھا اور ہمارے لیے دردسر تھا۔ مسروق نے کہا: بخدا! تم اپنی سزا کو نہیں پہنچے۔ پھر ابو موسیٰ آئے اور امام حسن رض کو سینے سے لٹا کر عمار کی طرف مخاطب ہوئے: تم نے قاتلان عثمان کا ساتھ دے کر اپنے کو ظالموں میں کر لیا۔ عمار نے کہا: ہم نے یہ کام نہیں کیا لیکن قتل کو برآ بھی نہ سمجھا۔ (۲)

۴۔ باقلانی کہتے ہیں کہ رواہت ہے کہ عمار کہتے تھے عثمان کافر ہو گئے ہیں پھر وہ قتل عثمان کے بعد کہتے تھے کہ جب انہیں قتل کیا تو وہ کافرتے۔ (۳)

اس کے بعد باقلانی نے عثمان کی صفائی میں ادب آموزی کا خلیفہ کی طرف سے غور کیا ہے لیکن عمار کی شان میں صحابج و مسانید میں جواہاریت وار وہوئی ہیں یا قرآن میں جو درج سرائی وار وہوئی ہے اس کے بعد یہ صفائی کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔

۵۔ ابو حنفہ ایک شخص کا واقعہ قتل کرتے ہیں کہ مقام قادریہ میں امام حسن رض اور عمار یا سر کو میں نے دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں: مجھے افسوس اس بات کا ہے کہ لوگوں نے عثمان کی لاش نکال کر آگ میں کوئی نہ جلا دی۔ (۴)

۱۔ کتاب صفين، ص ۲۲۳، ص ۱۹۸۔ تاریخ طبری، ج ۲، ص ۳۔ (ج ۵، ص ۶) حدادث، ۱۳۰۔ تاریخ کامل، ج ۲، ص ۱۲۳، (ج ۲، ص ۳۶۸) حدادث، ۱۳۰۔ شرح ابن القیم، ج ۱، ص ۳۲۲، (ج ۲، ص ۲۱) خطبہ، ۵۲۔ البدریۃ والتحلیۃ، ج ۷، ص ۲۵۷، حدادث، ۱۳۰۔ حمزة الخطبہ، ج ۱، ص ۲۳۲، خطبہ، ۲۳۲۔

۲۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۸۷، ج ۳، ص ۳۸۲، حدادث، ۱۳۰۔ شرح ابن القیم، ج ۳، ص ۲۸۵، (ج ۳، ص ۱۹) تاریخ کامل، ج ۳، ص ۹۷، (ج ۲، ص ۳۲۷) حدادث، ۱۳۰۔

۳۔ شرح ابن القیم، ج ۳، ص ۲۹۲، (ج ۲، ص ۱۱) خطبہ۔

۶۔ نصر بن حرام نے عمار اور عمر و عاصی کے درمیان گفتگو کو قتل کیا ہے۔ عمر نے عمار سے پوچھا: عثمان کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ عمار نے کہا: انہوں نے ہر برائی کا دروازہ کھولا۔ عمر نے کہا: اسی لیے علی نے انہیں قتل کیا؟

umar نے کہا: نہیں، خدا کی حرم! خدا نے انہیں قتل کیا اور علی خدا کے ساتھ تھے۔

umar نے پوچھا: آپ بھی ان قاتلوں میں ہیں؟

umar نے کہا: میں قاتلوں کے ہمراہ قادار آج بھی انہیں کے ساتھ ہو کر جنگ کر رہا ہوں۔

umar نے پوچھا: انہیں قتل کیوں کیا؟ عمار نے کہا: چونکہ اس نے ہمارا دین بدل دیا تھا۔

umar نے اپنے ساتھیوں کی طرف رخ کر کے کہا: سنتے نہیں ہو، یہ خود قتل عثمان کا اعتراض کر رہے ہیں۔ عمار نے کہا: اسی طرح فرعون نے رخ کر کے اپنے ساتھیوں سے کہا تھا: سنتے نہیں ہو۔۔۔ (۱)

۷۔ عمار نے جنگ صفين میں لالکارا:

کہاں ہیں وہ لوگ جو رضاۓ خدا کے لیے دولت و مال سے دل ہٹا چکے ہیں۔ یہ سن کر ایک جماعت نکلی۔ ان سے فرمایا: ان لوگوں سے جنگ کرو جو دعویٰ کرتے ہیں کہ عثمان مظلوم قتل ہوئے۔ بخدا! عثمان نے خود اپنے اوپر قلم کیا اور حکم خدا کے خلاف حکومت کی۔ (۲)

طحسین لکھتے ہیں عمار یا سر عثمان کو کافر کہتے تھے۔ ان کا خون مبارح سمجھتے تھے اور نعش کے نام سے خطاب کرتے تھے۔ (۳)

علامہ اسٹنی قفر ماتے ہیں کہ یہ حقیقت ہے ایک عظیم محابی کا، جس کی مدح میں قرآن و حدیث میں ہے کہ وہ سرتاپ ایمان سے لبریز ہے، حق اس کے ساتھ ہے اور وہ حق کے ساتھ۔ ان تمام تحریفوں کے ساتھ عمار یا سر کا عقیدہ تھا کہ عثمان ظالم تھے اور انہوں نے دین بدل دیا تھا لہذا ان کا قتل جائز ہے۔ جو لوگ ان کے انتقام میں کھڑے ہوئے تھے ان کو باغی گردہ سمجھتے ہیں اور سخت حسف ہیں کہ ان کی لاش نکال کر

۱۔ کتاب صفين، ج ۲۸۲، ص ۲۸۲۔ شرح ابن القید، ج ۲، ص ۲۷۳، (ج ۸، ص ۲۲) خطبہ ۱۲۳۔

۲۔ کتاب صفين، ج ۳۶۰، ص ۳۶۰۔

۳۔ الفتح الکبریٰ، ج ۱، ص ۳۶۶۔ اجموجہ اکملۃ المؤنفات طحسین مجلد ۲، ص ۳۶۶۔

آگ میں کیوں نہ جلا دی گئی اور پھر وہ جنگ صفين میں باغی گروہ کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔

مقداد: جنگ بدرا کے شہوار

یعقوبی (۱) نے خلافت عثمان کے ذیل میں لکھا ہے کہ مقداد حضرت علیؑ کے طرفدار تھے اور عثمان کی سخت نہاد کرتے تھے۔ ایک شخص کا بیان ہے کہ میں نے مسجد میں ایک شخص کو دوز انوپیشے ہوئے دیکھا جو ایسے سرداار، سخنچ رہا تھا جیسے اس کی ساری پوچھی لٹگتی ہو اور کہہ رہا تھا: مجھے قریش پر حیرت ہے کہ انہوں نے حکومت کو خامد ان چیزیں سے نکال لیا۔ حالانکہ علیؑ سابق الایمان، ابن عمِ رسولؐ، عالم، افق اور سب سے زیادہ دین کے معاملے میں تکلیف اٹھانے والے تھے۔ وہ بادی بھی تھے اور مہدی بھی تھے۔ اب امت مصاحح سے دور ہو گئی ہے۔ میں نے پوچھا: یہ کون ہے، تو معلوم ہوا کہ یہ مقداد ابن اسود ہیں۔ ان کی تائید ابوذر اور ابن مسعود نے کی۔

ابن عبد الرہمن کے لکھتے ہیں کہ بیعت عثمان کے موقع پر عمار نے ابن عوف سے کہا: مسلمانوں میں اختلاف نہ ہونے کی ایک صورت ہے کہ علیؑ کی بیعت کی جائے۔ مقداد نے کہا: عمار صحیح کہتے ہیں۔ اگر علیؑ کی بیعت کی گئی تو ہم سب اطاعت شعار ہو جائیں گے۔ عبداللہ بن ابی سرح نے کہا: اگر چاہتے ہو کہ قریش میں اختلاف نہ ہو تو عثمان کی بیعت کرو اگر عثمان کی بیعت ہوئی تو ہم فرمان بردار ہو گئے۔ عمار نے ابن ابی سرح کو گالی دیکھ کہا: تو کب سے مسلمانوں کا ہمدرد بن گیا۔ پھر تقریری کی: لوگو! خلافت کو ہمیلت رسولؐ سے الگ نہ کرو....

مسعودی لکھتا ہے کہ عمار کی تقریر کے بعد مقداد نے کہا: میں نے کسی رسول گوئیں دیکھا کہ اس کی وفات کے بعد اس کے خامدان کو اذیت دی گئی ہو۔

ابن عوف نے کہا: خلافت کا معاملہ تم سے متعلق نہیں ہے۔ مقداد نے کہا: بخدا! میں مشق رسولؐ میں ڈوب کر کہتا ہوں کہ میرا بھی خلافت سے تعلق ہے۔ تم نے قریش کو مسلمانوں پر سلط کر دیا ہے۔ بخدا! اگر

۱۔ تاریخ یعقوبی، ج ۲، ص ۱۳۰۔ (ج ۲، ص ۱۶۲۔)

مجھے مدگار مل جائیں تو قریش کے خلاف بے دھڑک جنگ کروں، جس طرح رسولؐ کے ساتھ ان سے جنگ کی تھی۔ (۱)

اس سے قبل کہا جا چکا ہے کہ مقداد نے عثمان کو خط لکھ کر ان کی بعدتیں گناہی تھیں اور خدا سے ڈراتے ہوئے کہا تھا: اگر تم اس سے بازنہ آئے تو تم پر چھٹھی کی جائیگی۔ (۲)

مقداد بزرگ صحابی رسول ﷺ پر خلیلہم تھے۔ دیدار، صالح اور دونوں ہجرتوں سے سرفراز تھے۔ اولین اسلامی جنگ، بدر میں رسولؐ کے ساتھ تھے۔ الحست اُخیں سات ان افراد میں گنتے ہیں جو اسلام لائے۔ رسولؐ نے اُخیں شب زندہ دار کا لقب دیا تھا۔ (۳) ایسا بزرگ صحابی جس سے محبت کرنے کا خدا نے رسولؐ کو حکم دیا تھا۔ عثمان کے سخت خالف تھے۔ گویا ان کی پوری پونچی ہی لٹ گئی ہو۔ لوگوں کو عثمان کے خلاف بغاوت پر ابھارتے تھے۔ ان کی حکومت کو نافر جام اور مایہ بدجھتی سمجھتے تھے۔ چلاتے ہیں کہ اگر مدگار مل جائیں تو چھٹھ دوڑوں۔ (۴)

حجر بن عدی، زائد کوفہ

محاویہ نے مغیرہ کو ولی کوفہ بنا یا تو وصیت کی کر علی ﷺ پر لعن اور عثمان پر رحمت واستغفار، بہت زیادہ کرنا۔ مغیرہ نے اس پر سختی سے عمل کیا۔ وہ سات سال کچھ مہینے کوفہ کا گورنر رہا۔ اس درمیان جب بھی علی

۱۔ الحدائق، ج ۲، ص ۲۶۰، (ج ۲، ص ۱۰۰)۔ سروج الذهب، ج ۱، ص ۳۳۰، (ج ۲، ص ۳۲۰)۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۲۷۰، (ج ۲، ص ۲۷۰)۔

۲۔ حدائق، ج ۲، ص ۲۹، (ج ۲، ص ۳۰)۔ (ج ۲، ص ۲۹)۔ حدائق، ج ۲، ص ۲۲، (ج ۲، ص ۲۲)۔ شرح ابن القیم، ج ۱، ص ۲۵۔ خطبہ، ۳۔

۳۔ انساب الاصراف، بلاذری، ج ۲، ص ۶۲۔

۴۔ المسدر ک علی الحسنین، ج ۳، ص ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۳۹۔ (ج ۳، ص ۳۹۱) حدائق، ج ۳، ص ۵۲۸، ۵۲۹۔ حدائق، ج ۳، ص ۳۹۲، ۳۹۳۔ استیعاب

۵۔ الحسن ترمذی، ج ۵، ص ۵۹۳۔ حدائق، ج ۱، ص ۲۹۰۔ استیعاب، ج ۱، ص ۳۷۱۸۔ اقسام الرائج، ج ۱، ص ۲۵۶۱۔ نمبر ۲۵۶۱۔ اسد الغاب،

۶۔ اقسام الرائج، ج ۱، ص ۲۸۹، ۲۸۱۔ نمبر ۲۵۶۱۔

۷۔ من ترمذی، ج ۵، ص ۵۹۳۔ حدائق، ج ۱، ص ۲۹۰۔ اقسام الرائج، ج ۱، ص ۲۵۶۲۔ اسد الغاب،

۸۔ اقسام الرائج، ج ۱، ص ۲۸۲، ۲۸۳۔ (ج ۵، ص ۲۵۲)۔ الاصابة، ج ۳، ص ۳۵۵۔ نمبر ۲۵۶۱۔

۹۔ اقسام الرائج، ج ۱، ص ۲۸۲، ۲۸۳۔ (ج ۵، ص ۲۵۲)۔ الاصابة، ج ۳، ص ۳۵۵۔ نمبر ۲۵۶۱۔

پر لعنت، عثمان پر رحمت اور قاتلوں پر نفرین کرتا تھا تو مجرم بن عدی عثمان اور ان کے حمایتی افراد پر لعنت کیا کرتے تھے۔ ^{۱۵۶} میں زیادہ گورنر ہوا تو اس نے بھی یہی رویہ اختیار کیا۔ مجرم نے اس کے ساتھ بھی یہی طریقہ اپنایا۔ ایک دن خطبہ جمع کو طول دیا تو مجرم نے کٹکریاں مار کر نماز یاد دلائی۔ زیاد نے یہ ماجرا معاویہ کو لکھ بھیجا اور معاویہ کے حکم سے ان صلحاء کو فذ کو جن میں ارم بن عبد اللہ، شریک بن شداد، صفی بن فسل، قبیصہ، کریم بن عفیف، عاصم بن عوف، درقاء بن سعی، کدام بن حیان، عبدالرحمٰن بن حسان، محرز بن شحاب اور عبداللہ بن حوشیہ کو مرحون عذر میں قید کر دیا گیا۔ اور کہا گیا کہ اگر تم نے محبت علی ^{صلی اللہ علیہ وسلم} سے برآئے نہیں کی تو تمہیں زندہ دفن کر دیا جائے گا۔ جب انہوں نے انکار کیا تو مجرم، شریک، صفی، قبیصہ، محرز اور کدام کو قتل کر دیا گیا۔ (۱)

مسئلہ سکینہ

یہ نظریہ تھا عثمان کے بارے میں صحابی عظیم مجرم کا، جو پھانسی کے پھندے پر بھی کہردہ ہے تھے کہ عثمان نے سب سے پہلے ظالمانہ حکم اور باطل کوتوقیت دی۔ وہ قتل ہو گئے لیکن اپنے عقیدے سے باز نہ آئے۔

عبدالرحمٰن بن حسان عنزی

جرم اور ان کے دوستوں کے قتل کے بعد عبدالرحمٰن بن حسان اور کریم بن عفیف نے معاویہ کے کارندوں سے کہا: مجھے معاویہ کے پاس لے چلوتا کر علی کے متعلق اس کے نظریہ کا اظہار کیا جائے۔ معاویہ سے پوچھا گیا تو اس نے دمشق سینئے کو کہا۔ ان دونوں نے مجرم کی لاش دیکھ کر کہا: ہم تم سے دونہیں ہیں۔ تم کیا ہی اچھے مسلمان تھے۔ پرانی معاویہ کے پاس لے جایا گیا۔ کریم نے معاویہ سے کہا: تم فانی دنیا سے آخرت کی طرف بہر حال جاؤ گے خدا کو کیا جواب دو گے؟ پوچھا: علی ^{صلی اللہ علیہ وسلم} کے متعلق تمہارا کیا خیال ہے۔ کہا: میں وہی کہتا ہوں جو تو کہتا ہے۔ لیکن کیا تو دین علی سے بیزاری اختیار کر سکتا ہے؟ شربن

۱۔ الْأَعْنَانِ ۱۲، م ۱۱۔ ۲۔ (ج ۷، م ۱۵۹۔ ۱۳۷)۔ تاریخ طبری، ج ۶، م ۱۲۰۔ ۱۳۱۔ ۲۸۵۔ ۲۵۲۔ حادث، ^{۱۵۶}۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۲، م ۲۸۱۔ ۳۲۰۔ (ج ۸، م ۲۷۔ ۲۱، نمبر ۵۸۸)۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، ج ۲، م ۲۳۸۔ تاریخ کمال، ج ۳، م ۲۱۰۔ ۲۰۲۔ (ج ۲، م ۳۸۸، حادث، ^{۱۵۶})۔ البدیۃ والتجہیۃ، ج ۸، م ۵۵۔ ۵۹۔ (ج ۸، م ۳۹۔ ۵۹۔ حادث ^{۱۵۶})۔

عبداللہ جوان کا ہم قبیلہ تھا اس نے معاویہ سے شفارش کی۔ معاویہ نے ایک ماہ کی قید کے بعد اس شرط سے رہا کیا کہ کبھی کوفہ نہ جائیں۔

عبد الرحمن بن حسان سے معاویہ نے علی کے متعلق رائے پوچھی تو فرمایا: وہ یاد خدا میں مستقر اور امر بالمعروف و نبی عن المکر کرنے والے تھے۔ عثمان کے متعلق پوچھا تو فرمایا: اس نے ظلم کا دروازہ کھولا اور حق کی راہیں بند کیں۔ معاویہ نے زیاد کوتا کید کی کہ بدترین موت مارو۔ اس نے مقام قیس ناطف میں انھیں زندہ دفن کر دیا۔ (۱)

ہاشم مرقال

جگ صحن میں معاویہ کے لئے ایک جوان رجز پڑھتا ہوا لٹلا کہ میں شاہان خسان کا فرزند اور دین عثمان پر ہوں۔ مجھے بتایا گیا ہے کہ علیؑ نے عثمان کو قتل کیا ہے... پھر وہ حملہ کر کے حضرت علیؑ کو بر اجلا کہنے لگا۔

ہاشم مرقال نے اس سے فرمایا: تو جو کچھ کہہ رہا ہے خدا کے یہاں اس کا جواب دینا ہوگا۔ جوان نے کہا: میں تم سے اس لیے جگ کر رہا ہوں جیسا کہ مجھے بتایا گیا ہے تمہارا صاحب (علیؑ) نماز نہیں پڑھتا ہے، تم بھی نماز نہیں پڑھتے۔ تمہارے صاحب نے ہمارے خلیفہ کو قتل کیا اور تم نے قتل میں مدد کی۔ ہاشم نے فرمایا: تمہیں عثمان سے کیا مطلب؟ انھیں تو دیدار اصحاب رسولؐ نے قتل کیا جو امور مسلمین کے زیادہ حقدار تھے۔ میں نہیں سمجھتا کہ تم نے چند لمحے بھی است یادِ دین کے متعلق اعتماد کی ہوگی۔ جوان نے کہا: ہاں، ہاں! میں جھوٹ نہیں بولوں گا کیونکہ جھوٹ سے بدستی ملتی ہے۔ ہاشم نے کہا: چونکہ تمہیں اس کے متعلق زیادہ واقفیت نہیں اس لیے اس چکر میں نہ پڑو۔ جوان نے کہا: میں سمجھتا ہوں کہ آپ نے مجھے اچھی نصیحت کی۔ ہاشم بولے: تم نے کہا کہ حضرت علیؑ نماز نہیں پڑھتے۔ تو سن لو کہ علیؑ نے سب سے پہلے

۱۔ الـغافل، ج ۱۲، ص ۱۰، (ج ۷، ص ۱۵۶)۔ تاریخ طبری، ج ۶، ص ۱۵۵، (ج ۵، ص ۲۷۶۔ حادث، ۱۵۷)۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۲، ص ۲۷۹۔ (ج ۸، ص ۲۷۲۔ ۲۶۔ نبر ۵۸۸)۔ تاریخ کمال، ج ۳، ص ۲۰۹۔ (ج ۲، ص ۳۹۸، حادث، ۱۵۸)۔

رسول کے ساتھ نماز پڑھی۔ دین کے سب سے بڑے فقیر اور منصب والیت کے سب سے زیادہ حقدار ہیں۔ اور یہ جو فوج کی قطار دیکھ رہے ہو یہ سب قاری قرآن اور عابد شب زندہ دار ہیں۔ لہذا تم دین کے معاملے میں دھوکا نہ کھاؤ۔ جوان نے کہا: آپ مجھے مرد صاحب دکھائی پڑتے ہیں اور میں گھنگار و خطا کار ہوں کیا میرے تو بکی سنبھل ہے؟ فرمایا: ہاں! تو بکر و کوئکہ خدا تو بکرنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔ (۱) یہ ہاشم مرقال بزرگ صحابی رسول ﷺ اور دیدار بہادر ہیں۔ ان کی رائے عثمان کے بارے میں ہے کہ انھیں ان کی مخالفت قرآن اور بدعتوں کی وجہ سے اصحاب رسول ﷺ اور صحابہ قرآن دیداروں نے قتل کیا ہے۔ (۲)

جحاجہ بن سعید: بیعت رضوان سے آراستہ صحابی

عثمان ایک بار خطبہ دے رہے تھے کہ جحاجہ نے ان کی طرف لپکتے ہوئے فرمایا: اے عثمان! نیچے اترو کہ تمہیں اسی عبا میں پیٹ کر جبل دخان سے چھینک دوں، جہاں تم نے دیدار اصحاب رسول گوجلاوطن کیا ہے۔

پھر عثمان سے عصا چھین کر گھنٹے سے توڑ دیا۔ عصا کا ایک کلڑا ان کے زانو پر لگا اور اسے زخم آلو کر دیا جس کی وجہ سے انھیں خورہ ہو گیا۔ یہ یام حاصہ کے کچھ دن پہلے کی بات ہے۔ (۳)

یہ بیعت رضوان والے صحابی جحاجہ ہیں جو عثمان کو دخان پہاڑ سے نیچے چھینکنے پر آمادہ ہیں تاکہ

- ۱۔ کتاب صفين، ۲۰۲، (۲۵۲)۔ تاریخ طبری، ج ۲، م ۲۲، (ج ۵، م ۲۲۔ حادث، ۱۲۰)۔ شرح ابن القیم، ج ۲، م ۲۷۸ (ج ۸، م ۳۵۔ خطبہ، ۱۲۲)۔ تاریخ کمال، ج ۳، م ۱۲۵ (ج ۲، م ۳۸۳، حادث، ۱۲۰)۔
- ۲۔ استیغاب، القسم الاول، م ۲۲۸، نمبر ۳۵۲۔ اسد الغائب، ج ۱، م ۳۶۵، نمبر ۸۱۸۔ الاصلۃ، ج ۱، م ۲۵۲، نمبر ۱۲۲۵۔
- ۳۔ انساب الائوف بلاذری، ج ۵، م ۲۴، (ج ۲، م ۱۲۰)۔ تاریخ طبری، ج ۵، م ۱۲۳۔ (ج ۲، م ۲۲، حادث، ۱۲۵)۔ استیغاب القسم الاول، م ۲۶۹، نمبر ۳۵۲۔ تاریخ کمال، ج ۲، م ۷۰، (ج ۲، م ۲۸۷، حادث، ۱۲۵)۔ شرح ابن القیم، ج ۱، م ۱۵۶، (ج ۲، م ۱۳۹، خطبہ ۳)۔ ریاض المعرفۃ، ج ۲، م ۱۲۳۔ (ج ۲، م ۵۵)۔ البویۃ والتحمیۃ، ج ۱، م ۱۷، (ج ۱، م ۱۹، حادث، ۱۲۵)۔ الاصلۃ، ج ۱، م ۲۵۳، تاریخ انھیں، (ج ۲، م ۲۶۰)۔

بدعتوں کا خاتمه ہو جائے۔ ان کے خورہ کو عثمان کی کرامت نہیں کہا جاسکتا۔ جس طرح عبد اللہ مخزوی گورنر عثمان کے گھوڑے سے گر کر ہلاک ہونے کو عثمان سے متعلق نہیں کیا جاسکتا۔ بلکہ یہ عام حالات اور اتفاقی حادثہ ہے، پھر یہ کہ ڈاکٹری اعتبار سے اس کی کوئی حقیقت بھی نہیں۔

سہل بن حنیف النصاری بدربی

رفاء بن رافع النصاری بدربی

حجاج بن غزیہ النصاری

بلاذری (۱) لکھتا ہے کہ زید بن ثابت النصاری نے جماعت النصارے کہا: تم نے رسولؐ کی مدد کر کے انصار لقب پایا اس لیے خلیفہ رسولؐ کی مدد کرو۔ اکثر انصار یوں نے ان کی حمایت کا اعلان کیا لیکن سهل بن حنیف نے کہا: اے زید! عثمان نے مدینہ کے باغوں کے پہل سے تمہارا پیٹ بھردیا ہے۔ زید نے کہا: یہ بذ جماعت عثمان اپنی موت آپ مر جائے گا اسے کیوں مارتے ہو۔ حجاج نے کہا: بخدا! اگر آدھے دن بھی اس کی عمر باتی ہے تو اسے قتل کر کے ہم تقرب خداوندی حاصل کریں گے۔ رفاء بن مالک اپنے ساتھ آگ لئے ہوئے آئے تھے۔ عثمان کے مکان میں پھونک دیا اور لوگ دوسرے دروازے سے گھس کرے۔

یہ تینوں اصحاب رسولؐ باعثت تھے اور حجاج کی توجہ کے بارے میں حدیث رسولؐ ﷺ بھی مروی ہے۔ (۲)

ابو ایوب انصاریؓ، مجاہد بدربی، سابقین صحابہ کی فرد
اپنی تقریر میں فرمایا: امیر المؤمنین علیؑ کی بات وہی ہے گا جس کے پاس بصحت پذیر ساعت اور

۱۔ انساب الاشراف، ج ۵، ص ۸۷، و ج ۶، ص ۱۹۔ (ج ۵، ص ۹۰) (ج ۶، ص ۲۱)۔

۲۔ الاصابة، ج ۱، ص ۳۱۲۔

حق پسند دل ہوگا۔ خدا نے تمہیں کرامت سے نواز لیکن تم نے انھیں قول نہ کیا، تمہارے درمیان اہن عم رسول ﷺ، خیر مسلمین اور بعد رسول افضل و سید موجود ہے۔ اسے بھرپور دینی بصیرت ہے اور وہ ایسے لوگوں کے خلاف جہاد کے لیے لاکار رہا ہے جن کا خون مجاہ ہے۔ لیکن تم لوگ کان میں تیل ڈالے بیٹھے ہو۔ بندر گان خدا! کیا تم اس سے قبل کے گواہ نہیں ہو جب ظلم وعدوان کا دور دورہ تھا، جو تمام لوگوں پر بحیط تھا، اس وقت حقدار محروم تھا، اس کی عزت لوٹی جا رہی تھی، مقدسات کی توہین ہو رہی تھی۔ طماخچے، پیٹ کچلنا، خاک چٹانا، عام تھا۔ لیکن جب امیر المؤمنین کی حکومت ہوئی تو حق کا بول بالا ہوا، انصاف روایج پایا، قرآن پر عمل ہونے لگا۔ لحد تمہیں شکر خدا ادا کرنا چاہیے کہ اس نے نعمتوں سے نوازا۔ تم تکوار اخالو اور جہاد کے لیے آمادہ ہو جاؤ۔ (۱)

یہ بزرگ صحابی رسول ﷺ ہیں جن کے گھر بھرت میں رسول ﷺ نے قیام فرمایا کہ اعزاز بخشنا۔ اگر عثمان کی ظالمانہ حکومت کے سلسلے میں بھی ایک گواہی ہوتی بھی فیصلے کے لیے کافی ہے۔

قیس بن سعد: مسدار خزر رج، بد ری صحابی

۱۔ مصر کے باشندوں کو بیعت علیٰ کی دعوت دیتے ہوئے تقریر کی: لوگوں اہمارے نزدیک بعد رسول افضل ترین کی بیعت کی گئی ہے بلہ اتم بھی قرآن و سنت پر عمل کی شرط کے مطابق ان کی بیعت کرو۔ (۲)
 ۲۔ معادیہ نے ایک خط میں عثمان کی کارستنحوں کے اعتراف کے ساتھ اس بات کا اقرار کیا کہ سب سے زیادہ تمہارا قبیله انصاری قتل عثمان میں آگے آگے تھا۔ پھر قیس کو گورنری کی لائچ دے کر اپنی بیغت کا مطالبہ کیا۔

قیس نے جواب لکھا: تم نے قتل عثمان کے سلسلے میں لکھ کی، مجھے اس کی اطلاع

۱۔ الامامة والسياسة، ج ۱، ص ۱۱۲، ج ۱، ص ۳۱۳۔ حجرۃ الخطب، ج ۱، ص ۲۲۶۔ (ج ۱، ص ۲۲۳)۔ (ج ۱، ص ۲۲۲، خطبہ، ۲۲۱)۔

۲۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۲۲۸۔ (ج ۲، ص ۵۳۹، حادث، ۲۳۰)۔ تاریخ کامل، ج ۲، ص ۱۱۵۔ (ج ۲، ص ۳۵۲، حادث، ۲۳۰)۔

۳۔ شرح ابن القیم الحمدیہ، ج ۲، ص ۲۲۳۔ (ج ۲، ص ۵۹، خطبہ، ۲۷)۔

نہیں لیکن یہ جو تم نے لکھا کہ میرے قبلیہ انصار نے سب سے زیادہ قتل عثمان میں پیش رفتی دکھائی تو یہ صحیح ہے اور قبلیہ انصار پر اس کی زیادہ ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے۔ (۱)

۳۔ قیس بن سعد سے نعمان بن بشیر انصاری کی گفتگو جنگ صفين کے موقع پر ہوئی۔ نعمان نے کہا: کہ قبلیہ انصار نے ایام حاضرہ عثمان میں عثمان کی کوئی مدد کر کے ختن غلطی کی۔ جنگ جمل میں عاشر کی مخالفت کی اور اب شام پر حملہ آور ہیں۔ اب اگر تم علی کو چھوڑ کر ہم لوگوں کے ساتھ آ جاؤ تو اس کی تلافی ہو جائیگی۔

قیس یہ سن کر نہیں اور فرمایا: تم کس قدر گستاخ ہو گئے ہو، اپنے بھائی کے ساتھ دو غله پین کر رہے ہو سن لو کہ عثمان کو ان لوگوں نے قتل کیا جو تم سے بہتر و افضل تھے۔ جمل والوں سے بیعت توڑنے کی وجہ سے ہم نے جنگ کی۔ اور شامیوں سے تو چاہے تمام عرب بھی بیعت کر لیں ہم بہر حال جنگ کریں گے۔ سن لو کہ ہماری آج وہی حالت ہے جو عہد رسول ﷺ میں تھی۔ ہم اس وقت تک لڑتے رہے جب تک حق استوار نہ ہو گیا۔ ادھر دیکھو کہ تمہاری طرف طلقاء اور دیہاتی ہیں۔ ادھر دیکھو کہ قاریان قرآن، مہاجرین اور انصار اور مردان صالح ہیں... اور تمہیں بھی کیا افتخار حاصل ہے؟ (۲)

۴۔ قیس مدینہ آئے تو حسان جو طرف اور عثمان تھے بولے: علی نے تمہیں دھوکہ دیا کہ تم نے عثمان کو قتل کیا (تم سے گورزی چھین کر) تمہارا اچھا شکر یہا دانہیں کیا علی نے۔ گناہ تمہاری گردن پر باتی وہ گیا۔ قیس نے کہا: ابے دل کے انہیں! اگر ہمارے اور تمہارے قبیلوں میں جنگ ہوتی تو تیری گردن مار دیتا۔ نکل جائیہاں سے، دفعان ہو جا۔ (۳)

یہ جوان مرد سردار خزر ج ہے جو فضائل مکار م سے آراستہ ہوتے ہوئے عثمان کے قاتلوں میں انصار

۱۔ تاریخ طبری، ج ۵، م ۲۲۷۔ (ج ۲، م ۵۵۰، حادث، ۱۳۶)۔ تاریخ کامل، ج ۳، م ۱۱۶۔ (ج ۲، م ۲۵۵ حادث، ۱۳۶)

شرح ابن الہید، ج ۲، م ۲۳۔ (ج ۲، م ۶۰، خطبہ ۶۷)۔ انجم الازمۃ، ج ۱، م ۹۹۔ تحریر الرسائل، ج ۱، م ۵۲۳۔

۲۔ کتاب صفين، م ۱۱۵، م ۳۲۸۔ الامامة والسياسة، ج ۱، م ۹۲۔ ج ۱، م ۹۷۔ شرح ابن الہید، ج ۲، م ۲۹۸۔ (ج ۲، م ۲۷۷)۔

۳۔ تاریخ طبری، ج ۵، م ۲۳۱۔ (ج ۲، م ۵۵۵، حادث، ۱۳۶)۔ شرح ابن الہید، ج ۲، م ۲۵۔ (ج ۲، م ۲۵۵، خطبہ ۲۵۶)۔

۴۔ تاریخ طبری، ج ۵، م ۲۳۱۔ (ج ۲، م ۵۵۵، حادث، ۱۳۶)۔ شرح ابن الہید، ج ۲، م ۲۵۔ (ج ۲، م ۲۵۵، خطبہ ۲۵۶)۔

کے ہونے کا اقرار کرتا ہے اور امیر المؤمنین علیہ السلام کے اجراء قانون الہی کا اعتراف کرتا ہے۔

فرودہ بن عمر و النصاری

امام مالک نے موظائیں باب (الممل فی القراءة) میں ان سے مردی ایک حدیث لکھی ہے لیکن ان کا نام نہیں لیا ہے۔ بلکہ صرف لقب (بیاضی) لکھا ہے۔ ابن وضاح اور ابن مزین نے اس کی وجہ بیان کی ہے کہ چونکہ فرودہ قتل عثمان میں شریک تھے اس لیے ان کا نام نہیں لیا۔ ابو عمر نے استیغاب میں اس توجیہ کو پھر قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ یہ بھل بات ہے یہ بات وہی کہہ سکتا ہے جو يوم الدار النصاری کے اقدامات سے ناقص ہے۔ (۱)

علام سالمی فرماتے ہیں کہ اگر صرف اس لیے کہ قتل عثمان میں شریک ہونا ایسا جرم ہے کہ عدالت سے خارج ہو جائے اور اس کی حدیث نقل نہ کی جائے، سخت بھل بات ہے۔ فرودہ فضائل و حیاسن سے آراست اصحاب کی صفائی ہیں۔ اوزان کی حدیثیں عامہ کے بیہاں جمعت ہیں۔ پھر یہ کہ اگر یہ جرم ہے تو پھر تمام النصار شامل ہیں۔ اسی بات کی طرف ابو عمر نے اشارہ کیا ہے۔ بہر حال فرودہ بھی عثمان کی غلط حرکتوں کے مقابل تھے۔ (۲)

محمد بن عمر و النصاری

ان کا نام خود رسول خدا نے محمد رکھا تھا جو ان کے افتخار کے لیے کافی ہے۔ ابو عمر لکھتے ہیں کہ عثمان کے سخت خافین میں چند افراد ایسے تھے جن کا نام محمد تھا: محمد بن ابی بکر، محمد بن ابو حذیفہ، محمد بن عمر و بن حزم۔

جابر بن عبد اللہ النصاری

حجاج نے ابن زیر سے فراغت پائی تو ایک یاد و ماه مدینہ میں قیام کیا۔ وہاں شہریوں کے ساتھ

۱۔ استیغاب القسم الثالث، ص ۱۲۶۰۔ نمبر ۲۰۷۔ ۲۰۷۔ اسد الغائب، ج ۳، ص ۹۷۔ ج ۲، ص ۲۵۷۔ نمبر ۳۲۱۳۔ الاصابة، ج ۲، ص ۲۵۷۔

۲۔ شرح المولاز رقانی، ج ۱، ص ۱۵۲۔ ج ۱، ص ۱۷۷۔ حدیث ۱۷۳۔

۳۔ استیغاب القسم الثالث، ص ۱۲۷۵۔ نمبر ۲۳۳۹۔

انہائی برادر تاؤ کیا۔ کہتا تھا کہ یہ لوگ قاتلان عثمان ہیں۔ چنانچہ جابر بن عبد اللہ انصاری کے ہاتھ پر مہر کی جیسا کی ذمیوں کے ساتھ کیا جاتا ہے۔ انس بن مالک کی گردن پر مہر کی۔ سحل بن سعد کو بلا کر کہا: تم نے عثمان کی مدد کیوں نہ کی تھی؟ انہوں نے کہا: میں نے مدد کی تھی۔ کہا: جھوٹ بکتے ہو اور ان کی گردن پر مہر کر دی۔ (۱)

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ جاج نے چند اصحاب رسول ﷺ کو سخت اذیت دی۔ محض اس جرم میں کہ انہوں نے قتل عثمان میں شرکت کی تھی۔ جابر جیسے صحابی کو بھی نہ چھوڑا جو مسجد رسول ﷺ میں درس قرآن دیتے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ درمیان عوام یہ بات مشہور تھی کہ اکثر اصحاب رسول ﷺ قتل عثمان میں شریک تھے۔ اس شہرت کی بنا پر جاج نے انھیں اذیتیں دیں۔ تحفظ ناموس صحابہ والے کیا کہتے ہیں اس بارے میں؟

جلدہ بن عمرو: بد ری صحابی

طبری لکھتا ہے کہ جلدہ اپنے گھر کے سامنے کھڑے تھے۔ عثمان ادھر سے گزرے تو جلدہ نے کہا: اے نحش! میں تجھے ضرور قتل کروں گا۔ اور کوہ آتش فشاں (دمادون) سے پھینک دوں گا۔ ایک بار اور جب عثمان سنبر پر تھے تو انھیں اتار لیا۔ سب سے پہلے جلدہ ہی نے زبان تنقید کھولی۔ ایک بزم میں لوگ میٹھے تھے عثمان ادھر سے گزرے تو سلام کیا سب نے جواب سلام دیا۔ جلدہ نے سب کو ڈاٹا کر کہ ایسے بد بخت کے سلام کا جواب تم لوگوں نے کیوں دیا؟ پھر عثمان کی طرف رخ کر کے کہا: اگر تم نے اپنا رویہ نہ بدلا تو یہ پھنڈا تیری گردن میں ڈال کر کھینچوں گا۔ (۲)

عثمان نے پوچھا۔ کیسا رویہ؟ جواب دیا: تم نے مردان کو اپنا مشیر بنالیا ہے، معادویہ کو اپنا لیا ہے۔

۱۔ انساب بلاذری، ج ۵، ص ۳۷۳۔ (ج ۷، ص ۱۳۲)۔ تاریخ طبری، ج ۷، ص ۲۰۶۔ (ج ۱، ص ۱۹۵، حادث، ۲۷۷)۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۱۳۹۔ (ج ۳، ص ۲۷، حادث، ۲۷۷)۔

۲۔ انساب الاضراف بلاذری، ج ۵، ص ۳۷۔ (ج ۶، ص ۱۶۰)۔

ان لوگوں کی قرآن نے نہت کی ہے: مروان، معاویہ، ابن عامر، عبد اللہ بن سعد۔ جبلہ کے زبان کھولتے ہی سب کی زبانیں دراز ہو گئیں۔ (۱)

عثمان نے حارث بن حکیم کو بازار سونپ دیا تھا جو ارزائ خرید کر گراں پیچتا تھا۔ اس نے سخت افراتغیری چا رکھی تھی۔ لوگوں نے عثمان سے کہا کہ اس سے بازار لے لوئیں نہ مانے۔ (۲) جبلہ سے کہا کہ عثمان کی تنقید سے باز آؤ، تو انہوں نے جواب دیا: ہرگز نہیں، ہم کل قیامت میں خدا سے یہ نہیں کہہ سکتے "انا اطعنا سادتنا و کبرائینا فاضلونا السبيل" "هم بڑے لوگ کی دھونس میں آگئے تھے انہوں نے ہمیں گراہ کر دیا"۔ اصحابہ میں ہے کہ جبلہ ہی نے بیچج میں عثمان کو دفن ہونے سے روکا تو لوگ حش کو کب میں لے گئے۔ (۳)

علامہ امیمؒ فرماتے ہیں: جبلہ بدتری صحابی اور بافضل فقہاء صحابہ میں تھے۔ (۴) وہ عثمان کو دھکی دیتے ہیں کہ اپنی بدعتوں سے باز آ جاؤ، جواب سلام نہیں دیتے جو واجب شرعی ہے، انھیں مسلمانوں کے قبرستان میں بھی دفن ہونے سے روکتے ہیں۔ اور یہ سب کام عدول صحابہ کے سامنے بجالائے۔ اگر صحابہ عثمان کے ساتھ ہوتے تو انھیں ضرور روکتے۔ اور پھر ان کی مخالفانہ سرگرمی سرد پڑ جاتی۔

محمد بن مسلمہ: بدتری صحابی

طبری نے ان کا یہ نقل کیا ہے کہ ہم نے اپنے چند قبیلے کے لوگوں کے ساتھ مصریوں کو سمجھانا چاہا جن کے سردار عبدالرحمن بن عدیلؓ، سودان بن حمراں، عمرو بن حتش اور ابن ابیاع تھے۔ میں نے ان سے کہا: عثمان کے قتل سے بہت بڑا داخلی فتنہ کھڑا ہو جائے گا۔ اس لیے اس کام سے باز آؤ۔ ہم اس کا

۱۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۱۳۔ (ج ۳، ص ۳۶۵۔ حادث ۳۵۰)۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۷۰، (ج ۲، ص ۱۳۹۔ خطبہ ۳۰)۔ البدایۃ و الحدیۃ، ج ۲، ص ۱۷۱، (ج ۲، ص ۱۹، حادث ۳۵۰)۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۱۶۵۔ (ج ۲، ص ۱۳۹، خطبہ ۳۰)۔

۲۔ انساب الاضراف، بلاذری، ج ۵، ص ۲۷، (ج ۲، ص ۱۱۰)۔

۳۔ الاصحاب، ج ۱، ص ۲۲۳۔ نمبر ۱۰۸۰۔ تاریخ المحدثین، ج ۱، ص ۱۱۲، ج ۲، ص ۱۱۳۔

۴۔ استیعاب القسم الاول، ص ۲۳۶، نمبر ۳۱۷۔

ذمہ لیتے ہیں کہ وہ اپنے بدعتی کاموں سے بازا آ جائیں گے۔ انہوں نے کہا: اگر وہ بازنہ آئے تو کیا ہوگا؟ میں نے کہا: پھر تمہیں اختیار ہوگا۔ وہ راضی ہو گئے۔ ہم عثمان کے پاس آئے اور تہائی میں ان سے کہا: خدا کے لیے اپنے اوپر حرم کرو۔ یہ لوگ تمہارے قل کی نیت سے آئے ہیں۔ بھی تمہارے خلاف ہیں۔ عثمان راضی ہو گئے اور مجھے بہت دعا دی۔ لیکن کچھ دن بعد عثمان نے تقریر میں کہا: یہ مصری لوگ غلط فہمی میں آئے تھے جب حقیقت حال کی اطلاع ہوئی تو واپس چلے گئے۔ میں نے چاہا کہ عثمان کی اس تقریر پر انھیں سرزنش کروں۔

پھر معلوم ہوا کہ مصری واپس آگئے ہیں اور مقام سویداء پر مقیم ہیں۔ گھبرا کر عثمان نے مجھے خبر بھیجی کہ مصری واپس آرہے ہیں۔ مجھے نہیں معلوم کیوں آرہے ہیں لیکن اچھے خیالات لے کر نہیں آتے ہوں گے مجھ سے عثمان نے کہا: انھیں سمجھا بچا کرو واپس کرو۔ میں نے کہا: بخدا! میں یہ نہ کروں گا کیونکہ تم نے وعدہ کیا تھا کہ غلط حرکتوں سے بازا آ جاؤ گے لیکن ذرا بھی شس سے مس نہ ہوئے۔ بولے: خدا مد و گار ہے۔ میں عثمان کے گھر سے چلا آیا اور مصریوں نے آ کر خانہ عثمان کا حاصروں کر لیا۔ ابن عباس نے مجھ سے آکر کہا: تم نے عثمان سے بات کر کے ہمیں واپس کر دیا تھا کہ اب غلط حرکت نہ کریں گے۔ پھر ایک خط دکھایا جو ایک شتر سوار سے حاصل ہوا تھا وہ عثمان کا نوکر تھا۔ (۱)

علامہ امیتیؒ فرماتے ہیں: ملاحظہ فرمائیے کہ محمد بن مسلم عثمان کی غلط حرکتوں سے بازا آنے کی نہائش کرتے ہیں لیکن وہ شس سے مس نہیں ہوتے۔ جس کے بعد ان کی ایک غلط حرکت سے داخلی فتنہ عربوج پر چڑھوئی جاتا ہے۔ پھر عثمان کمک چاہتے ہیں تو صاف انکار کر دیتے ہیں۔

ابن عم رسول اللہ ﷺ حبamat: عبد اللہ بن عباس

۱۔ ابو عمر نے استیغاب (۲) میں حضرت علیؓ کے حالات زندگی کے ذیل میں لکھا ہے کہ کچھ لوگ

۱۔ تاریخ طبری، ج ۵، م ۱۱۸ (ج ۳، م ۲۷، ۲۷۵ھ)۔ تاریخ کامل، ج ۳، م ۰۷ (ج ۲، م ۲۷، ۲۷۵ھ)۔

۲۔ استیغاب (اقسم الثالث، م ۱۱۲۹، نمبر ۱۸۵۵)۔

ابن عباس کے پاس مسائل پوچھنے آئے، فرمایا: جو دل چاہے پوچھو۔ پوچھا: ابو بکر کیسے آدمی تھے؟ جواب دیا: سر اپا خوب تھے یا کہا کہ ان کا وجد سراسر خیر تھا مگر غصہ بھی جلد آ جاتا تھا۔ پوچھا: عمر کیسے تھے؟ کہا: وہ نیند میں ایسے ایسا پرندہ تھے جو سمجھتا ہو کہ ہر راستے میں جال بچتا ہوا ہے۔ پوچھا: عثمان کیسے تھے؟ کہا: وہ نیند میں ایسے پڑے تھے کہ بیداری سے غافل ہو گئے۔ پوچھا: علی کیسے تھے؟ کہا: ان کا وجد داشمن دار رائے سے سرشار، داش سے بھر پور اور انتہائی بھادر تھے۔ دوسروں کو کو سہارا دیتے۔ اس کے علاوہ رسول کے پیغمبر کے بھائی تھے۔ بروقت اقدام کرتے اور فضول کام سے باز رہتے تھے۔

۲۔ معادیہ نے ابن عباس کو لکھا اپنی جان کی قسم! تمہیں عثمان کے بد لے ضرور قتل کروں گا۔ اس طرح مجھے امید ہے کہ رضاۓ خدا اور رائے صحابہ حاصل ہو گی۔ کیونکہ تم نے ان کے قتل میں نخٹ کوشش کی تھی۔ انھیں چھوڑ دیا تھا، ان کا خون بھایا اب تم سے مصالحت ممکن نہیں، نہ تمہیں امان ہے۔ (۱)

ابن عباس نے اس کا مفصل جواب لکھا: تم نے جو لکھا ہے تو خدا کی قسم! تم ہی ان کے قتل کے انتظار میں تھے اور چاہتے تھے کہ عثمان قتل ہو جائیں۔ جان بوجھ کر تم نے لوگوں کو مدد سے روکا حالانکہ عثمان نے مدد کی تم سے درخواست بھی کی تھی مگر تم نے توجہ نہ دی۔ ٹال مٹول کرتے رہے۔ تم سمجھ رہے تھے کہ محاصرین قتل کئے بغیر نہ چھوڑیں گے پھر وہ تمہارے خیال کے مطابق قتل بھی ہو گئے۔ تو تم چلانے لگے کہ عثمان مظلوم قتل ہوئے۔ اگر وہ مظلوم قتل ہوئے تو تم سب سے بڑے ظالم ہو۔ اب تم جاہلوں کو ان کے انتقام پر ابھار کے حکومت پا گئے، سمجھ لو کہ چند دن کی بھار ہے۔

اگرچہ حبراً مرت ابن عباس نے واقعہ قتل عثمان میں کوئی مداخلت نہیں کی۔ بلکہ وہ تو اس سال امیرالحاج بنا کر بھیج گئے تھے۔ لیکن وہ عثمان کے سلسلے میں کسی احترام کے قائل نہیں نظر آتے۔ وہ انھیں سویا ہوا خلیفہ بتاتے ہیں، عوامی مصلحتوں سے قطعی بے پرواہ، دینی امور سے غافل۔ یعنی وجہ تھی جو کے موقع پر جب نافع بن طریف کا خط استبداد خلیفہ کے لیے ہو چکا تو ابن عباس نے کوئی توجہ نہ دی، حالانکہ حاجیوں کو مدد پر ابھار سکتے تھے۔ چاہے خلیفہ سے اختلاف ہو یا انقلابیوں سے ہمدردی ہو۔ عائشہ نے بھی

۱۔ شرح ابن الہبی، ج ۳، ص ۵۸ (ج ۱۶، ص ۱۵۳، کتاب ۲۷)۔

راہ مکہ میں ابن عباس سے کہا تھا کہ دیکھو حاجیوں کو عثمان کی حمایت میں نہ ابھارنا۔

ابن عباس بھی اسی لیے معاویہ سے خائف تھے چنانچہ جب حضرت علیؑ نے انھیں شام کا گورنر بنا ناچاہا تو کہا کہ مجھے معاویہ سے ڈر ہے کہ وہ عثمان کے انتقام یا آپ کی رشتہداری کی وجہ سے قتل کر دے گا۔ (۱) اسی وجہ سے وہ قاتلین عثمان پر لعنت سے احتراز فرماتے تھے۔ جب معاویہ نے ان سے کہا: عثمان کے قاتلوں پر لعنت کرو تو انھوں نے کہا: اس کے لیے عثمان کے فرزند اور رشتہدار موجود ہیں (۲)

عمرو بن عاص

طبری لکھتا ہے کہ عمرو عاص عثمان کی طرف سے مصر کے گورنر تھے، عثمان نے ان سے مالیات چھین کر امامت نماز میں محدود کر دیا اور عبداللہ بن سعد کو مالیات کا انچارج بنادیا۔ پھر وہن بعد امامت نماز بھی چھین لی۔ عمرو مدینے آکر عثمان پر تقدیر کرنے لگے۔ ایک دن عثمان نے خاص جلسے میں انھیں ڈانبا بھی اور سخن کلائی میں نوبت یہاں تک پہنچی کہ عمرو عاص نے کہا: میرا باپ تمہارے باپ عفان سے افضل تھا۔ (اگر عاص جیسا مجہول النسب عفان سے افضل ہے تو عفان کو کیا کہا جائے۔) عثمان نے کہا: جاہلیت کی باتیں چھوڑو۔ پھر مروان نے اشتعال دلاتے ہوئے کہا: اے امیر المؤمنین! اب یہ نوبت پہنچ گئی ہے کہ عمرو بھی آپ کے باپ کی تحقیق کرنے لگا ہے۔ عثمان نے کہا: چھوڑو بھی جو کسی کے باپ کو کہے گا اپنے باپ کی نے گا۔

عمرو عاص عثمان کے خلاف کبھی علیؑ کو بھر کاتا اور کبھی طلخہ وزیر کو۔ کبھی حاجیوں کے قافلے میں عثمان کی بدعتوں کے خلاف تقریر کرتا۔ پھر وہ حاصلہ کے زمانے فلسطین چلا گیا۔ ایک دن مدینے کے سوار سے عثمان کا حال پوچھا۔ تو جواب ملا کہ سخت حاصلہ میں چھوڑ آیا ہوں۔ اچا تک دوسرا سوار نظر آیا اور قتل کی خبر دی تو عمرو نے کہا: مجھے عمرو عاص کہتے ہیں، جب زخم کر دیتا ہوں تو چھیل کر دکھدا ہوں۔ سلامہ ابن علیؑ

۱۔ البدایہ والحدیہ، ج ۷، م ۲۲۸۔ (ج ۷، م ۲۵۵، حادث ۶۷۰)۔ تاریخ کمال، ج ۲، م ۸۲۔ (ج ۲، م ۳۰، حادث ۶۷۰)۔

۲۔ الابدیۃ والیاسۃ، ج ۱، م ۱۳۸। (ج ۱، م ۱۵۵)۔

روح نے اس سے کہا:

اے گروہ قریش! تمہارے اور عرب کے درمیان ایک مضبوط دروازہ تھا، جسے تم نے توڑ دیا۔ عمرو عاص نے کہا: ہم نے چاہا کہ حق کو باطل کے شکم سے نکال لیں تاکہ تمام لوگوں کو مساویان حقوق حاصل ہو جائیں۔ عمرو عاص کی زوجیت میں عثمان کی مادری بہن ام کلثوم تھی۔ جب عثمان نے اسے مخذول کیا تو اسے طلاق دے دی۔ (۱)

پہلی بار جب مصریوں نے مہاجرین و انصار سے عثمان کی شکایت کی اور علی کے کہنے پر مصری واپس چلے گئے تو مردان کے کہنے سے عثمان نے تقریر کی:

مصر والوں نے امام کے بارے میں بے بنیاد باتیں سنی تھیں اور جب انھیں یقین ہو گیا کہ غلط تھیں تو واپس چلے گئے۔ یہ سن کر عمرو عاص نے گوشہ مسجد سے آواز دی: اے عثمان! خدا سے ڈر و کونکہ تم نے ہم لوگوں کو مصیبتوں میں پھنسا دیا ہے۔ عثمان نے کہا: ابے نابغہ کے جنے! جب سے میں نے تمہیں مخذول کیا ہے تم میرے خلاف ہو گئے ہو۔ پھر تو چاروں طرف سے آواز آئے گی: عثمان تو بے کرو۔ عثمان نے ہاتھ اٹھا کر توبہ کی اور اپنے گھر چلے گئے۔ عمرو عاص وہاں سے نکل کر یہ عہد کرتے ہوئے فلسطین چلے گئے کہ میں چردا ہے تک کو عثمان کے خلاف بھڑکاؤں گا۔ (۲)

۱۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۰۸۔ ۲۰۳۔ (ج ۳، ص ۳۵۶۔ حادث، ۳۵۷)۔ (ص ۵۵۸۔ حادث، ۳۵۸)۔ انساب، بلاذری، ح ۵، ص ۲۳ (ج ۲، ص ۱۹۲)۔ الامامة والسياسة، ح ۱، ص ۳۲، (ج ۱، ص ۲۷)۔ استیعاب (القسم الثالث، ص ۹۱۹، نمبر ۱۵۵۳)۔ شرح ابن الجدید، ج ۳، ص ۲۳ (ج ۲، ص ۱۳۲، خطبہ، ۳۰)۔ البدایہ والنھایہ، ج ۷، ص ۲۰ (ج ۷، ص ۱۹۱، حادث، ۲۵۷)۔

۲۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۱۳۔ ۳۵۹۔ ۳۶۶۔ حادث، ۳۵۹)۔ انساب الاشراف، ج ۵، ص ۷۳۔ (ج ۲، ص ۱۹۲)۔ استیعاب (القسم الثالث، ص ۱۰۳۱۔ نمبر ۱۷۸)۔ شرح ابن الجدید، ج ۲، ص ۱۳۳ (ج ۲، ص ۱۳۳)۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۶۸۔ (ج ۲، ص ۲۸۳۔ حادث، ۲۸۳)۔ الفتاوی، زخیری، ج ۲، ص ۲۹۶۔ (ج ۲، ص ۲۵)۔ نہایۃ ابن اثیر، ج ۳، ص ۲۹۶۔ (ج ۵، ص ۱۳۳)۔ والبدایہ والنھایہ، ج ۷، ص ۱۷۵ (ج ۷، ص ۱۹۶۔ حادث، ۲۹۶)۔ تاریخ ابن خلدون، ج ۲، ص ۵۹۶ (ج ۲، ص ۵۷)۔ لسان العرب، ج ۷، ص ۹۸۔ (ج ۷، ص ۲۹۹)۔ تاریخ المردوی، ج ۲، ص ۵۹۲۔

ابن تھیہ (۱) لکھتا ہے کہ ہمدان کے برد نامی شخص نے عمر و عاص سے پوچھا: کیا حدیث غدیر حجج ہے؟ عمر و عاص نے کہا: صحیح ہے بلکہ میں اضافہ کرتا ہوں کہ علیؑ کے برابر فضائل کسی صحابی کے نہیں ہیں۔ اس جوان کو بہت تعجب ہوا۔ عمر و عاص نے کہا: لیکن عثمان کے خلاف ان کی حرکتوں سے سارے فضائل ختم ہو گئے۔ برد نے پوچھا: کیا علیؑ نے قتل کیا یا حکم دیا؟ جواب دیا: نہیں، بلکہ قاتلوں کو پناہ دی۔ برد نے پوچھا: کیا لوگوں نے یہ جانتے ہوئے ان کی بیعت کی؟ جواب دیا ہاں۔ پوچھا: پھر کس دلیل سے بیعت تو زدی؟ جواب دیا: چونکہ ان پر قتل عثمان کا الزام تھا۔ برد نے کہا: تم پر بھی تو الزام ہے۔ کہا: ہاں! لیکن میں فلسطین چلا گیا تھا۔ برد نے واپس جا کر اپنے قبیلے والوں سے کہا: میں ایسی قوم کے پاس سے آ رہا ہوں جو اپنی ہی باقوں سے باطل ہونا ثابت کرتے ہیں۔ لہذا تم لوگ علیؑ کی پیروی کرو۔

طبری (۲) و داقدی کے مطابق قتل عثمان کی خبر سن کر عمر و عاص نے کہا: میں نے یہاں وادی سباع میں بیٹھے بیٹھے عثمان کو قتل کر دیا اب اگر طلحہ خلیفہ ہوا، تو لا ابادی جوان ہے اور اگر علیؑ خلیفہ ہوئے تو ہمنا قانون اسلام نافذ کریں گے۔ یہ بات مجھے سخت نہ پسند ہے۔

امام حسن نے عمر و عاص کو عثمان کے خلاف بھڑکانے کی یاد دہانی کرائی۔

ابو عمر (۳) لکھتا ہے کہ عمر و عاص عثمان پر تنقید کیا کرتے تھے اور لوگوں کو بھڑکا کر بساط حکومت اکھاڑا چاہتے تھے۔ فلسطین میں جب قتل عثمان کی خبر پہنچی تو کہا: زخم کمرچ کرخون نکال دیتا ہوں۔ ابن حجر (۴) بھی لکھتے ہیں کہ چونکہ عثمان نے عمر و عاص کو مصر سے مخدول کر دیا تھا۔ اس لیے ان کی نہ موت کیا کرتے تھے، ایک دن عثمان نے ان کی شریش کی تو وہ فلسطین چلے گئے۔

علام امیگی فرماتے ہیں کہ عثمان کے بارے میں عمر و عاص کا نظریہ آپ کو معلوم ہو گیا۔ لوگوں کو ان کے خلاف بھڑکانا، حکومت گرانے کی کوشش، قتل پر خوشی کا اظہار۔ یہ سب غم و غصہ حکومت مصر چھین لینے کی

۱۔ الاملہ و السیاست، ج ۱، ص ۹۳۔ (ج ۱، ص ۹۷)۔

۲۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۲۲۲۔ (ج ۲، ص ۵۶۰)۔

۳۔ استیعاب (القسم الثالث، ص ۹۱۹۔ نمبر ۱۵۵۲)۔

۴۔ الاصابة، ج ۳، ص ۳۸۱۔

بوجہ سے تھا۔

جو بھی ہو، اگر عمر و عاص مصحابی تھے اور عادل تھے تو عمر و عاص کے اس نظریے کے متعلق کیا کہا جائے

گے؟

بزرگ صحابی عامر ابن دائلہ

ابو طفیل (عامر بن دائلہ) اپنے بھائی سے ملنے شام گئے۔ تو معاویہ نے انھیں بلا کر پوچھا: کیا تم نے بھی امیر المؤمنین عثمان کو قتل کیا؟ جواب دیا: نہیں، لیکن موجود ہوتے ہوئے بھی ان کی مدد نہیں کی کیونکہ ہبہ اجر و انصار نے بھی ساتھ چھوڑ دیا تھا۔ معاویہ نے کہا: ان کی مدد تمہاری اور سب کی دینی ذمہ داری تھی۔ ابو طفیل نے پوچھا: آپ نے مدد کیوں نہیں کی؟ جواب دیا: میں ان کے انتقام کے ذریعہ سے مدد کر رہا ہوں۔

ابو طفیل نے ہستے ہوئے شعر پڑھا: مرنے کے بعد نوح خوانی اور زندگی میں مدد سے روگروانی۔ (۱)

علامہ امیکی فرماتے ہیں کہ یہ بزرگ صحابی خود اقرار کرتا ہے کہ میں نے اور مہاجرین و انصار نے بھی موجود ہوتے ہوئے بھی مدد نہیں کی۔ اور انھیں شرمندگی بھی نہیں تھی۔ کیا غلطی نہیں تھی۔ وہ دینی لحاظ سے لازمی فرض نہیں سمجھتے تھے۔ اس واقعتے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عمر کے آخری حصے تک اپنے اس نظریے پر باقی رہے۔

سعد بن ابی وقاص: مجبر شوری، عشرہ مبشرہ کی فرد

عمر و عاص نے سعد سے قتل عثمان اور قاتلوں کے متعلق خط لکھ دریافت کیا۔ سعد نے جواب لکھا: تم نے خط میں قتل عثمان کے متعلق پوچھا ہے تو تمہیں اطلاع دی جاتی ہے کہ وہ اس تلوار سے قتل ہوئے ہے عائشہ نے نیام سے باہر نکالا، طلحہ نے تیز کیا، علی بن ابی طالب نے زہرآلود کیا اور زبیر نے خاموش رہ کر

۱۔ الامامة والسياسة، ج ۱، ص ۱۵۸۔ (ج ۱، ص ۱۶۵)۔ مروج الذهب، ج ۲، ص ۲۲۔ (ج ۳، ص ۲۵)۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۷، ص ۲۰۱۔ (ج ۲، ص ۱۱۲۔ نمبر ۲۰۲)۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، ج ۱۱، ص ۲۹۳۔ استیغاب (القسم الرابع، ص ۲۷۔ نمبر ۳۰۵۳)۔ تاریخ اخلفاء (ص ۱۳۲)۔

ہاتھ سے اشارہ کیا۔ ہم نے ان کی مدد نہیں کی۔ لیکن اگر چاہتے تو جان بچا سکتے تھے۔ چونکہ عثمان نے تو انہیں اسلامی میں تبدیلیاں کر دی تھیں اور بدعتیں ایجاد کی تھیں۔ اس کے علاوہ کچھ غلط صحیح کام کئے تھے... اگر ہم نے مدد نہ کر کے صحیح کیا تھا تو نحیک ہے، اگر غلط کیا تھا تو خدا سے مغفرت کی طلبگار ہیں۔ (۱) ابو جبیر کہتا ہے کہ قتل عثمان کے دن میں نے دیکھا کہ سعد عثمان کے گھر گئے پھر واپس آئے ان کی عجیب حالت تھی۔ مردانہ نے ان سے کہا: اب تمہیں شرمندگی ہوئی ہے۔ سعد نے کہا: میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ لوگ اس قدر جرأت کر رہیں گے اور قتل پر آمادہ ہو جائیں گے۔ میں تھوڑی دریقیل عثمان سے مل چکا ہوں انہوں نے تمام قابل اعتراض پاؤں سے توبہ کر لی تھی۔ اور کہا تھا کہ اب اس سے زیادہ گمراہی کا موقع نہ دوں گا کیونکہ جو شخص انحراف اسلامی کو طول دیتا ہے وہ ہدایت سے دور تر ہوتا جاتا ہے بنابریں میں توبہ کر کے اپنی حرکتیں چھوڑتا ہوں۔

مردانہ نے کہا: اگر تم مدد کرنا چاہتے ہو تو علیؑ کو تلاش کرو کیونکہ اب وہ اس سے دامن کشان ہیں اور عثمان کے بلانے پر آتے ہی نہیں۔ سعد نے حضرت علیؑ سے قبر رسولؐ اور نبیر کے درمیان ملاقات کر کے کہا: ابو الحسنؑ! اشرف لے چلئے۔ بخدا! میں ایک نیک کام کے لیے آیا ہوں۔ میں قوم سے اپنے رشتہدار کی مدد سمجھتے تاکہ ان کی گردان پر بزرگانہ حسان رکھئے۔ قتل سے بچائیے تاکہ جس طرح ہم لوگ چاہتے ہیں حکومت کا کاروبار جمل سکے۔ اب خلیفہ ہی بات ماننے پر آمادہ ہیں۔ حضرت نے فرمایا: خدا قبول کر۔ بخدا! میں نے ان کا اس قدر دفاع کیا ہے کہ اب دفاع کرتے شرم آتی ہے لیکن مردانہ، معاویہ، ابن عامر اور سعید بن عاص نے یہ حالات پیدا کئے ہیں۔ جب بھی ہم نے مشقانہ طریقے سے انہیں بازاں نے کی صحیح کی انہوں نے بجھ سے دعا بازی کی یہاں لک کر یہ نوبت ہو چکی۔ اتنے میں محمد بن ابی بکر نے آکر حضرت کے کان میں کچھ کہا۔ حضرت نے ہاتھ اٹھا کر کہا: اس توبے سے کیا فائدہ؟ بخدا! ابھی اپنے گھر بھی نہ ہو چاہا کہ آواز سنی کہ عثمان قتل کر دئے گئے۔ بخدا! اس دن سے آج تک شرم میں ڈوبا ہوں۔ (۲)

۱۔ الامامة والسياسة، ج ۱، ص ۳۲۳، (ج ۱، ص ۳۸)۔

۲۔ تاریخ طبری، ج ۵، ه ۱۲۱ (ج ۲، ص ۳۷۷، حوارث، ۳۹)۔

ہم دیکھتے ہیں کہ سعد نے محاصرہ سخت ہوتے دیکھا اور مدد نہ کی۔ جب کہ ہر مسلمان کا دینی فریضہ ہے کہ مسلمان کو قتل ہونے سے بچائے سوائے اس کے کہ جس شخص کا خون مبارح ہو۔ آخر سعد نے کس دلیل سے ان کی جان نہیں بچائی؟ وہ خود ہی جواب دیتے ہیں کہ چونکہ عثمان نے قوانین اسلام پدل دئے تھے اور بدعتیں انجام دی تھیں۔ وہ خود فرماتے ہیں کہ اگر ہم نے مدد نہ کر کے اچھا کام کیا تو ٹھیک ورنہ خدا سے مغفرت طلب کریں گے۔ گویا عثمان کی مدد نہ کرنا گناہ تھا تو بہت معمولی گناہ تھا جو تو پر سے دھویا جاسکتا ہے پھر وہ قتل عثمان کی ذمہ داری بزرگ اصحاب رسول، مہاجرین و انصار اور زوجہ رسول پر ڈالتے ہیں۔ کچھ بھی ہو سعد کی نظر میں عثمان کی جان بچانے کی صلاحیت ہوتے ہوئے بھی جان نہ بچانا صحیح و درست کام تھا۔

مالک اشتر

بلاذری (۱) لکھتا ہے کہ عثمان نے مالک اشتر اور ان کے ساتھیوں کو خط لکھ کر عبدالرحمن بن ابی بکر اور سور بن مخرمہ کے ہاتھوں بھیجا۔ جس میں اپنی فرمان برداری کی دعوت دی تھی۔ عثمان نے لکھا کہ سب سے پہلے تم ہی لوگوں نے تفرقہ کی راہ اپنائی۔ اب خدا سے ڈر و اور حق کی طرف پلٹ آؤ۔ جو چاہتے ہو مجھے لکھو۔

مالک اشتر نے جواب لکھا:

مالک اشتر کی طرف سے اس خلیفہ کی طرف جو پاپ میں غلطان، خطکار اور سنت نبوی سے مخالف ہے اور قانون اسلام و قرآن کو پس پشت ڈال دیا ہے۔

تمہارا خط پڑھا۔ تم نے اور تمہارے وزراء و حکام نے مظالم کے دروازے کھول دئے ہیں اور صارخ افراد کو جلاوطن کیا ہے۔ اگر ان باقتوں کو ترک کرو تو ہم تمہاری اطاعت کے لیے حاضر ہیں۔ تم نے اپنے زعم میں سمجھ لیا ہے کہ ہم نے اپنے اوپر ظلم کیا ہے اسی پندرانے تمہیں گمراہی میں ڈال رکھا ہے۔ اور

۱۔ انساب الاشراف، ج ۵، ص ۳۶، ج ۲، ص ۱۵۹۔

باطل و حق اور ظلم کو عدالت سمجھنے لگے ہو۔ ہم اسی وقت تم سے محبت کر سکتے ہیں جب تم پاپ سے بازاً کر استغفار کرو، نیک مردوں کی جلاوطنی ختم کرو اور چھوکروں کو گورنری دینا بند کرو۔ مصر میں عبد اللہ بن قیس یا ابو موسیٰ کو اشری گورنر بنایا ہذیفہ کو کیونکہ ہم ان سے راضی ہیں۔ اور ولید و سعید اور دوسرے امویوں کو گورنری سے برطرف کرو جو تمہیں خودسری و ہوس کی طرف گھیث رہے ہیں۔ والسلام
 اس خط کو یزید بن قیس، مسرور بن اجدع، عبد اللہ بن ابی سرح، علقہ بن قیس اور خارجہ بن صلت لے کر گئے۔ خط پڑھ کر عثمان نے کہا: خدا یا امیں تو بہ کرتا ہوں۔ پھر ابو موسیٰ کو خط لکھا کہ تم کو فے کا جارج جا کر لے لو کیونکہ دہاں کے لوگ تم سے راضی ہیں اور تم پر مجھے اعتبار بھی ہے۔ اس طرح ابو موسیٰ اور ہذیفہ نے کوفہ کا جارج لے لیا۔ ابو موسیٰ نے کوفہ والوں کو اپنے انتظام سے مطمئن کیا۔ اس پر عتبہ بن علی نے شعر کہا کہ عثمان نے ابو موسیٰ کو چند دن گورنر بنایا کہ ہم پر احسان کیا۔ عثمان نے کہا: بلکہ چند ماہ تک۔ یہ مالک اشتر کا نظریہ تھا۔ تفصیل گذشتہ صفات میں پیش کی جا چکی ہے۔ مالک اشتر اس شرط پر عثمان سے راضی ہوں گے جب قرآن و اسلامی احکام پر عمل کیا جائے اور ہذیفہ نے جو پھطلے گناہ کئے ہیں ان سے توبہ کرے۔ ہذیفہ نے جو میں کی توبہ کی اس کی حقیقت اگلے صفات میں بیان کی جائے گی۔

عبد اللہ بن حکیم کے خیالات

بلاذری لکھتا ہے کہ عبد اللہ جہنی صحابی رسول نے کہا: عثمان کے بعد کسی ہذیفہ کے قتل میں شریک نہ ہوں گا۔ پوچھا گیا: کیا تم قتل عثمان میں شریک تھے؟ جواب دیا: میں اس کے گندے کردار کو لوگوں کے سامنے بیان کرنے کو قتل میں شریک ہونا سمجھتا ہوں۔ (۱)

اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ صحابی رسول محدثین بھی عثمان کو بد کردار اور مخالف اسلام سمجھتے تھے اس لیے انہوں نے واجب شرعی سمجھا کہ ہر بزم میں عثمان کی نذمت کر کے لوگوں کو ان کے خلاف بہڑ کائیں۔ اور یہ بھی قتل میں مکمل کے مترادف ہے۔ پھر یہ کہ انہوں نے خود اعتراف بھی کیا۔

۱۔ طبقات ابن سحد، ج ۲، ص ۵۶۔ (ج ۶، ص ۱۱۵) انساب الاشراف، ج ۵، ص ۱۰۱۔ (ج ۶، ص ۲۲۶)۔

محمد بن ابی حذیفہ

محمد بن ابی حذیفہ عثمان کے شدید ترین مخالف تھے۔ وہ لوگوں سے کہتے تھے کہ عثمان نے ایسے شخص کو گورنر بنایا ہے جس کا خون رسول خدا نے بروز فتح مکہ مبارح کر دیا تھا، اس کے خلاف آیات نازل ہوئیں۔ اسی (عبداللہ بن سعد بن ابی سرح) نے کہا تھا ”سانزل مثل ما انزل الله“ (میں بھی خدا کی طرح آیات نازل کروں گا۔)

۳۲ میں حملہ ذات الصواری کیا۔ عبد اللہ بن سعد نماز پڑھا رہا تھا کہ محمد نے فلک شگاف بکیر کا نفرہ مارا جس سے ابن سعد کا کایجوں دال گیا۔ وہ محمد کی تهدید کرنے لگا۔ وہ اکثر کہتے تھے کہ اے مصر والوں! میں اس حملے کو ملتی کر رہا ہوں، اب عثمان پر حملہ کروں گا۔

محمد بن ابی حذیفہ اور محمد بن ابی بکر نے مصر کا رخ کیا۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب عثمان کی نمٹ دھڑلے سے ہورتی تھی اور مصر کا گورنر عبد اللہ بن سعد بن ابی سرح تھا۔ رات کے وقت مصر میں یہ پچھے اور صبح کو مسجد میں بلند آواز ہے نماز پڑھنے لگے۔ ابی سرح نے پوچھا: کون ہے؟ جواب ملا: ایک سفید قام شخص ہے، انھیں حاضر کیا گیا تو پوچھا: یہاں کیوں آئے ہو؟ جواب دیا: جہاد خارجی کے لیے آیا ہوں۔ پوچھا: تمہارے ساتھ کون ہے؟ جواب دیا: محمد بن ابی بکر۔ ابن ابی سرح نے کہا: بخدا! تم صرف اس لیے آئے ہو کہ لوگوں کو گھر کا ڈا اور ہماری اطاعت سے خارج کرو۔ پھر انھیں قید کر دیا۔ کچھ دن بعد آزاد کر کے افریقہ کی ہمپ پر بھیجنا چاہا۔ اس درمیان محمد بن ابی بکر بیمار پڑ گئے تو ان کی وجہ سے محمد بن ابی حذیفہ بھی رک گئے۔ پھر کچھ دن بعد افریقہ کی ہمپ پر گئے۔ وہاں سے واپس آئے تو ان کے ساتھ جتنے بھی لوگ تھے ان کے دل عثمان کی نفرت سے بھر گئے تھے۔ کہتے ہیں کہ عثمان نے ہزاروں درہم اور سواریاں خلعت کے ساتھ محمد بن ابی حذیفہ کے پاس بھیجیں۔ محمد نے لوگوں کے سامنے وہ سامان لا کر رکھا اور کہا: دیکھو عثمان مجھے رشوت دے کر دین میں دھوکہ دینا چاہتا ہے۔

مصر والوں نے ان تنقیدوں کا اثر لیا اور محمد بن ابی حذیفہ کی حمایت کر کے انھیں مصر کا گورنر بنایا۔ جب یہ خبر عثمان کو معلوم ہوئی تو عمران یا سر کو بلا کران سے جو بدسلوکی کی تھی اس کے لئے مذدرت کی اور

استغفار کے بعد کہا: اب اپنا کینہ نکال دو مجھے تم پر اعتماد ہے اور مصر جا کر محمد بن ابی حذیفہ کے معاملے کی تحقیقات کرو اور جو لوگ مجھ پر تنقید کر رہے ہیں ان سے دفاع کرو۔ جب عمار یا سر مصر پہنچے تو لوگوں سے عثمان کے خلاف شکایتیں کیں اور عثمان کو معزول کرنے کا مشورہ دیا۔ محمد بن ابی حذیفہ اور محمد بن ابی بکر کی تائید کی، انھیں سمجھایا کہ مدینے کی طرف حرکت کرو۔ عبد اللہ بن ابی سرج نے ساراً واقعہ عثمان کو لکھ بھیجا اور اجازت طلب کی کہ عمار کو مزادریں۔ عثمان نے عبد اللہ کی سرزنش کی اور لکھا کہ عمار کو احترام کے ساتھ میرے پاس بیچ دو۔ لوگوں نے جوش و حیرت سے کہنا شروع کیا کہ عمار کو جلاوطن کیا جا رہا ہے۔ اس درمیان محمد بن ابی حذیفہ نے لوگوں کو مدینے کی طرف پیش قدی کی دعوت دی اور لوگوں نے قبول کر کے حرکت کی۔ (۱)

ابو عمر کندی لکھتا ہے کہ عبد اللہ بن ابی سرج مصر کا گورنر تھا۔ جب مصر والے عثمان کے خلاف مشتعل ہوئے تو ۲۵ھ میں عقبہ بن عامر کو اپنا جانشین بن کر مدینہ چلا گیا۔ محمد بن ابی حذیفہ مصری میں تھے۔ انہوں نے بغاوت کر کے ابن عامر کو مصر سے نکال دیا اور خود فرمان رووا ہو گئے۔ یہ شوال کے مہینے کا واقعہ ہے اور لوگوں کو دعوت دی کہ عثمان کی بیعت توڑ دیں اور بغاوت پر آمادہ ہو جائیں۔ (۲)

ابن حجر نے بطریق لیٹھ و عبد الکریم حضری روایت نقل کی ہے کہ محمد بن ابی حذیفہ نے ازاداج کے نہ مت عثمان پر مشتمل جعلی خطوط کچھ لوگوں کو دئے کہ باہر سے آکر لوگوں سے کہنا کہ ہمارے پاس کچھ خبر نہیں ہے خبر اس خط میں ہے پھر مسجد میں ان خطوط کو پڑھ کر شانا۔ لوگوں نے جب امہات المؤمنین کی عثمان کے خلاف شکایتیں سنیں تو مدینہ پر چڑھ دوڑے۔ محمد بن ابی حذیفہ نے انھیں مقام عبور دیکھ پھر پلٹ آئے۔

علامہ فرماتے ہیں: کیا آپ اس عظیم صحابی کو ملاحظہ فرمائے ہیں، کہ کس قدر جدوجہد فرمائے ہیں انھیں کسی ملامت کی پرواہ نہیں۔ خط کو دھوپ میں گرم کیا تاکہ پرانا معلوم ہو پھر لوگوں سے کہا کہ اسے اس

۱۔ انساب بلاذری، ج ۵، ص ۵۱، (ج ۲، ص ۱۶۵-۱۶۳)۔ البدایہ و النہایہ (ج ۷، ص ۱۵۷) (ج ۷، ص ۱۷۱) حادث،

۱۳۴-

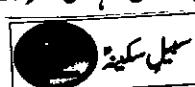
۲۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۰۹ (ج ۳، ص ۳۵۷، حادث، ۲۵ھ)۔ استیعاب، ج ۲، ص ۲۲۲ (اقسم الثالث، ص ۱۳۶۹، نمبر

۲۲۲۶)۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۲۷۔ (ج ۲، ص ۲۸۰، حادث، ۲۵ھ) الاصابة، ج ۳، ص ۲۷۳ (نمبر ۲۷۶)۔

طرح نہاد کر لوگوں پر اثر ہو۔ کسی طرح تو عثمان کا قتل فروہ ہو۔ لیکن کیا امہات المؤمنین کے خطوط جعلی ہو سکتے ہیں جو خود کہتی ہوں کہ اس نتھل کو قتل کر دو یہ کافر ہو گیا ہے۔ مردان سے کہتی ہیں کہ تمہیں اور عثمان کو چکی میں باندھ کر سندھ میں ڈبو دیا جائے، ابن عباس سے کہیں کہ دیکھو اس طاغیہ کے خلاف لوگ مشتعل ہیں تم انھیں شہنشاہ کرنا۔

عمرو بن زرارہ

بلاذری لکھتا ہے کہ سب سے پہلے عثمان کی بیعت توڑنے کا اعلان عمرو بن زرارہ اور کمیل بن زیاد نہیں کیا۔ عمرو نے کہا: لوگو! عثمان حق سے جان بوجھ کر مخرف ہو گئے ہیں، انہوں نے اموی چھوکروں کو گورنر بنایا ہے۔ ولید کو معلوم ہوا تو اُس نے عثمان کو لکھ بیجا۔ عثمان نے لکھا کہ عمرو تو اجدہ اور خوسرو دیہاتی ہے اسے شام جلاوطن کر دو کہ مالک اشترا اور قیس کے پاس ہو گئے جائے۔ قیس بن قہدان نے اس واقعہ پر یہ شعر پڑھے: خداۓ کعبہ کی قسم! میں کوشش میں ہوں کہ ولید و عثمان کو حکومت سے معزول کر دوں۔
ابن اثیر لکھتے ہیں کہ اس شعر کا کہنے والا بھی کوفے سے شام جلاوطن ہوا تھا۔ (۱)
اس عظیم صحابی کاظمیہ بھی واضح دروشن ہے کہی تبرے کی حاجت نہیں۔



رمیس قبیلہ عبد القیس: صصعہ بن صوحان کندی

ابن عساکر (۲) لکھتا ہے کہ عثمان تقریر کر رہے تھے اتنے میں صصعہ نے اٹھ کر کہا: اے امیر المؤمنین! آپ اسلام سے مخرف ہو گئے ہیں جس کی وجہ سے ملت بھی اسلام سے مخرف ہے، آپ راہ راست پر آئیے تاکہ ملت راہ راست پر آئے۔

۱۔ انساب بلاذری، ج ۵، م ۳۰۔ (ج ۶، م ۱۳۹)۔ اسد الغائب، ج ۲، م ۱۰۳ (ج ۲، م ۲۲۳۔ نومبر ۳۹۰)۔ الاصابة، ج ۱، م ۵۳۸۔ (ج ۲، م ۲۴۷)۔

۲۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۶، م ۲۲۳ (ج ۲، م ۸۲۔ ۸۸۔ نومبر ۲۸۸)۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، ج ۱، م ۸۵۔

ایک دن اور اس طرح صصحہ نے ٹوکا تو عثمان نے کہا: اس بے ہودہ لفاظ کو یہ بھی معلوم نہیں کہ خدا کہاں ہے۔ صصحہ نے جواب دیا: وہ تمہارے جیسے ظالموں کی تاک میں ہے پھر یہ آیت پڑھی۔ اذن للذین بانهم ظلموا ۝ (۱) عثمان نے کہا: یہ آیت بھی ہمارے بارے میں نازل ہوئی ہے جب ہم کے سے ناقص نکالے گئے تھے۔

صصحہ کے فضائل و محادد گذشتہ صفات میں لکھے گئے ہیں۔ وہ عثمان کو حق سے منصرف اور امت کو گمراہ کرنے کا ذمہ دار بتاتے ہیں۔ (۲)

حکیم بن جبلہ

اس عظیم صحابی کی مرح رائی ابو عمر اور سعودی نے کی ہے۔ آپ قتل عثمان میں شریک تھے۔ خود ابو عمر لکھتے ہیں کہ عثمان کی سخت نہاد کرتے تھے اور ان کے گورنرزوں کی چھڑاڑ چھاتے تھے۔ آپ جنگ جمل میں رُگ کھل کٹ جانے کی وجہ سے شہید ہوئے۔ (۳)

ایسا بزرگ و عظیم صحابی رسول عثمان کا شدید خلاف تھا اور ان کا خون بہانا چاہز سمجھتا تھا۔ اس کے باوجود ان کی زہدو طاعت کی داستانیں کتب رجال میں موجود ہیں۔

ہشام بن ولید مخزومی، برادر خالد بن ولید

گذشتہ صفات میں لکھا گیا کہ جب عثمان نے عمار یا سر کو اس قدر مارا کہ یہوش ہو گئے۔ تو اسی ہشام نے کہا: اے عثمان! چونکہ تم علی ﷺ کے خاندان سے ڈرتے ہو اس لیے ان سے کچھ نہیں بولتے

۱۔ (سورہ حج آیت ۲۹)

۲۔ مروج الذهب، ج ۲، ص ۸۳-۷۶۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۲، ص ۳۲۷-۳۲۲-۳۲۳۔

۳۔ کتاب صفين، ص ۸۲-۶۵۔ مروج الذهب، ج ۲، ص ۷۔ (ج ۲، ص ۳۶۱-۳۶۵)۔ استیاب، ج ۱ ص ۱۲۱ (قسم

الاول، ص ۳۶۶-نمبر ۵۲۰)۔ دویل الاسلام، ذہبی، ج ۱، ص ۱۸۔ (ص ۲۳-حوادث، ۲۳)۔ شرح ابن الجید، ج ۱-ص:

(ج ۳، ص ۱۱۱، خطبہ ۲۳)۔

لیکن میرے قبیلے کی فرد کو اس قدر مارا ہے کہ بیویوں ہو گیا ہے۔ بخدا! اگر یہ مر گئے تو نی اسی کی ایک ایک فرد کو قتل کر ڈالوں گا۔ (۱)

عثمان نے کہا: اے پر قسر یا! اب تمہاری یہ ہمت؟ عثمان نے کہا: ہاں، میں قبیلہ بھیلہ کے قمری خاندان سے ہوں اور میری ماں بھی۔ عثمان نے حکم دیا اسے نکال باہر کرو د۔ (۲)

ہشام کے یہ اشعار بھی عثمان کے بارے میں ہیں:

میری زبان بڑی بھی ہے۔ اس سے ڈرو۔ اور میری تکوار زبان سے بھی زیادہ بھی ہے۔

اس ”عادل“ صحابی کے رائے بھی واضح ہے، وہ عثمان کی زجر و تونخ میں قتل کی صکی دیتا ہے، پھر اشعار میں بھجو بھی کر رہا ہے۔ ذرا بھی احترام خلیفہ نہیں۔ کیا اس کے بعد بھی کہا جا سکتا ہے کہ ہشام عثمان کو خلیفہ عادل سمجھتا تھا؟

معاویہ بن ابی سفیان اموی

۱۔ امیر المؤمنین ﷺ نے معاویہ کو خط لکھا:

ارے واه! بدعتی خواہشوں سے تمہاری دل بھلکتی گھری ہے اور بے راہ روی میں تمہارے قدم کیسے تیز ہیں؟ ساتھ ہی حقائق کو ضائع کرنا اور ان وثیقوں کو پس پشت ڈال دینا بھی جو رضاۓ الہی کے لیے مطلوب اور بندوں پر جھٹ ہیں۔ عثمان اور ان کے قاتلوں کے بارے میں تمہارے اس مسلسل جدل کی حقیقت یہ ہے کہ عثمان کی مدد خود تمہارے اپنے لیے تھی۔ مگر عثمان کو تم نے اس وقت چھوڑے رکھا جب تمہاری مدد اور ان کے کام آسکتی تھی۔ (۳)

۲۔ ایک دوسرے خط میں تحریر فرمایا: و اللہ! تمہارے ابن عم کو تمہارے سو اسی نے قتل نہیں کیا ہے۔

۳۔ ایک اور خط میں تحریر فرمایا: عثمان کے بارے میں تم نے بہت گھارچا ہی۔ اپنی جان کی قسم! انھیں

۱۔ انساب الاشراف، ج ۵، ص ۳۸، (ج ۶، ص ۱۶۱)۔

۲۔ نجع البلاغہ، ج ۲، ص ۶۲۔ (ص ۳۰۰۔ کتاب ۲۷)۔

۳۔ الاصابة، ج ۳، ص ۶۰۔ (۶۰۶)۔

صرف تمہیں نے قتل کیا ہے۔ تم نے انھیں بے بس چھوڑ دیا، پھر ان کے برے دن کا انتظار کرنے لگا پھر ان کی موت ہو گئی۔ تمہارے انداز سے تو یہی پتہ چلتا ہے۔

۳۔ ابن عباس نے معاویہ کو خطا لکھا: تم نے ہماری اموی حکمرانوں سے نفرت و تنقید کا تذکرہ کیا ہے تم نے مدد کے وقت عثمان کی مدد کی۔ اس طرح تم نے اپنا مقصد پالیا۔ اس کی گواہی ولید دے گا۔ (۱)

۵۔ ایک دوسرے خط میں ابن عباس نے اپنے قتل عثمان کے الزام کے سلسلے میں لکھا: تم خود عثمان کے قتل کا انتظار کر رہے تھے حالانکہ وہ مدد کے لیے مسلسل خطوط لکھ رہے تھے لیکن تم نے کوئی توجہ نہ دی اور قتل ہو گئے۔

پھر جب تم نے دیکھا کہ لوگ تمہیں ہمارے برادری کا نہیں سمجھتے تو عثمان کی نوحہ خوانی میں لگ گئے اور الزام قتل ہم پر لگا دیا۔ اگر واقعی وہ مظلوم قتل ہوئے ہیں تو اس کی ذمہ داری تم پر ہے۔

۶۔ بلاذری (۲) لکھتا ہے کہ جب عثمان نے معاویہ سے لگ چاہی تو اس نے یزید بن اسد، والی عراق کو لکھا کہ مدینے کے پاس ذذخیر میں چھاؤنی ڈال دیجنا اور دیکھو یہ کہنا کہ موجودہ چیزیں دیکھتا ہے جو

غائب نہیں دیکھتا۔ کیونکہ میں حاضر ہوں اور تو غائب ہے۔ اس نے ایسا ہی کیا۔ جب عثمان قتل ہو گئے تو معاویہ نے اسے واپسی کا حکم دیا۔ یہ اس لیے کیا تاکہ عثمان قتل ہو جائیں تو لوگوں کو اپنی حکمرانی کی دعوت دے۔ (۳)

۷۔ شبیث بن ربعی نے معاویہ سے کہا: بخدا! ہم پر تیری مراد تھیں نہیں ہے، تم اپنا مطلب حاصل کرنے کے لیے قصاص عثمان کا نزہہ بلند کر رہے ہو۔ اس طرح نادان افراد تمہارے حلقة میں آگئے ہیں۔

ہم پر اچھی طرح واضح ہے کہ تم نے مدد سے ہاتھ کھینچا، تمہارا دل چاہتا تھا کہ عثمان قتل ہو جائیں تو انتقام کا نزہہ بلند کر سکو۔ (۴)

۱۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۳۱۱۔ (ج ۱۵، ص ۸۲، کتاب: ۱۰)۔

۲۔ انساب الاشراف، ج ۲، ص ۱۸۸۔

۳۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۳، ص ۵۷۔ (ج ۱۲، ص ۱۵۲۔ کتاب ۲۷)۔

۴۔ کتاب صفين، ص ۲۱۰۔ ص ۲۷۱۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۲۲۲۔ (ج ۲، ص ۵۷۳۔ حداث، ج ۲)۔ تاریخ کامل،

ج ۲، ص ۱۲۲۔ (ج ۲، ص ۳۶۵۔ حداث)۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۳۲۲۔ (ج ۳، ص ۱۵، خطبہ، ۵۲)۔

۸۔ ابوالیوب انصاری نے معاویہ کو لکھا: ہمیں قتل عثمان سے کیا سر و کار؟ تم نے خود قتل عثمان کا انتظار کیا پھر شامیوں کو ان کی مدد سے روکا۔ جنہوں نے عثمان کو قتل کیا وہ انصار کے علاوہ لوگ تھے۔ (۱)

۹۔ محمد بن مسلم نے معاویہ کو لکھا:

اب عثمان کے انتقام کے ذریعے ان کی مدد کر رہے ہو، تم نے تو زندگی میں انھیں چھوڑ دیا تھا۔ ہم اور انصار و مہاجرین یہاں مناسب سیرت پر استوار ہیں۔ (۲)

۱۰۔ معاویہ اور ابوظفیل کندی میں بات چیت ہوتی... معاویہ نے پوچھا: آپ نے عثمان کو قتل کیا؟ ابوظفیل نے کہا: نہیں، لیکن وہاں موجودہ کے بھی مددنے کی۔ پوچھا: کیوں جب کہ ان کی مدد آپ پر فرض تھی؟ جواب دیا: جس طرح تم شام میں ان کی موت کا انتظار کر رہے تھے۔ معاویہ نے کہا: مگر اب تو انتقام کا مطالبہ کر رہا ہوں، یہ بھی تو مدد ہے۔ جواب دیا: لیکن بقول شاعر تمہاری حالت یہ ہے کہ زندگی میں تو مددنے کی اب بعد موت نوحہ خوانی ہو رہی ہے۔ (۳)

۱۱۔ جب قتل عثمان کے بعد علیؑ نے بیعت کا مطالبہ کیا تو خت پیمانی کے عالم میں معاویہ نے سات اشعار میں تاسف کا اظہار کیا ہے کہ کیوں عثمان کی مددنے کی۔ (۴)

ان تمام باتوں کا نتیجہ یہ لکھتا ہے کہ مہاجرین و انصار کی طرح معاویہ بھی قتل عثمان کے متنی تھے، لیکن دونوں میں فرق یہ ہے کہ مہاجرین و انصار بجوم کر کے ایک فاسق خلیفہ کو قتل کرنا چاہتے تھے۔ لیکن معاویہ کا مقصد یہ تھا کہ قتل ہو جائیں تو ان کی آڑ میں اپنا الوسیدہ کر سکیں۔ اسی لیے حضرت علیؑ و ابن عباس وغیرہ نے فرمایا کہ عثمان کو صرف تمہیں نے قتل کیا ہے۔

۱۔ الامامة والسياسة ج ۱، ص ۹۲۔ (ج ۱، ص ۷۷)۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۲، ص ۲۸۱، (ج ۸، ص ۲۲۳، خطبہ، ۱۲۲)۔

۲۔ الامامة والسياسة، ج ۱، ص ۸۷۔ (ج ۱، ص ۹۱)۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۲۶۰ (ج ۲، ص ۱۱۵، خطبہ، ۲۲)۔

۳۔ الامامة والسياسة ج ۱، ص ۱۵۸۔ (ج ۱، ص ۱۶۵)۔ ومروح الذهب، ج ۲، ص ۲۲، (ج ۳، ص ۲۵)۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۷، ص ۲۰۱۔ (ج ۲۲، ص ۷۷)۔

۴۔ الامامة والسياسة ج ۱، ص ۱۱۶۔ (ج ۱، ص ۲۰۶)۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، ج ۱، ص ۲۹۳۔ استیغاب (لئن ارالیح، ص ۷۷، نمبر ۳۰۵۳)۔ تاریخ اتفاقاء، ص ۱۳۳، ص ۱۸۶۔

۵۔ کتاب صفتین ص ۸۸، ص ۹۷۔

عثمان کی رائے خود اپنے بارے میں

محاصرے کے زمانے میں مخبرہ نے عثمان سے کہا: امیر المؤمنین! یہ لوگ آپ کے قتل کے در پرے ہیں۔ لہذا آپ مکہ چلے جائیے یا پھر شام چلے جائیے وہاں معاویہ اور شاید لوگ آپ کے حماقی ہیں یا پھر فرمائیے تو ہم لوگ نکل کر ان لوگوں سے مقابلہ کریں۔ عثمان نے جواب دیا: تم نے مکہ جانے کو کہا تو میں نے رسول خدا سے سنائے کہ ایک مخدوم کہہ میں دفن ہو گا اس پر نصف امت کا عذاب کیا جائے گا۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ شخص میں ہوں۔ ”انشاء اللہ“ (۱)

خودشناختی

مریدوں نے عثمان کی فضیلت میں جو روایات مثلاً عشرہ مبشرہ والی گردھی ہیں، ان کے برخلاف عثمان کا یہ فقرہ بتاتا ہے کہ وہ خود مطمئن نہیں تھے ورنہ ایک مجہول مخدوم کے دفن کے سلسلے میں انھیں اندر بیٹھنے ہوتے۔ وہ قتل ہو گئے لیکن ایام محاصرہ میں مکہ نہیں گئے۔

عثمان کس قدر اندر بیٹھنے میں بنتا ہیں کہ کہیں وہی ملکہ ہو جائیں جس پر نصف قوم کا عذاب ہونے والا ہے۔ جب کہ مریدوں کا کہنا ہے کہ حضرت عثمان چاہ ردم خرید کے جنت خرید پکے ہیں۔ (۲) رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انھیں جنت کی بشارت دے پکے ہیں۔ وہ رسول خدا کے رفیق ہیں۔ ظاہر ہے کہ اس قسم کے فضائل کی تمام احادیث و ضمی ہیں۔ ثبوت میں ابو محمد (۳)، ہمام بن اغفل (۴)

۱۔ مندرجہ، ج ۱، ص ۷۶، (ج ۱، ص ۱۰۷، حدیث ۲۸۳)۔ الامامة والسياسة، ص ۳۵۔ (ج ۱، ص ۳۱)۔ تاریخ بغداد، ج ۳، ص

۲۔ ریاض العزة، ج ۲، ص ۱۲۹۔ ج ۳، ص ۲۲۔ البریت و النجایۃ، ج ۷، ص ۲۱۰۔ حدیث ۲۷۲۔ حدیث ۲۹۶۔ ج ۷، ص ۲۲۰۔ الصواعق المحرقة، ص ۲۶۔ تاریخ اخلفاء، ص ۱۰۹، (ص ۱۵۱)۔ سیرۃ حلیہ، ج ۱، ص ۱۸۸

(ج ۱، ص ۷۵)۔ تاریخ الحجیم، ج ۲، ص ۲۶۳۔ ازالۃ الخفاء، ج ۲، ص ۳۳۳۔

۳۔ المسدر ک علی الحسنی، ج ۳، ص ۱۰۷۔ (ج ۳، ص ۱۱۵)۔ حدیث ۳۵۷۰۔

۴۔ انساب الارشاف، ج ۵، ص ۱۰۵ (ج ۶، ص ۲۲۹)۔ بیم الشراء مربیانی، ص ۳۹۔

۵۔ کتاب صفين، ص ۲۳۵۔ ص ۲۸۳۔

فضل بن عباس (۱) اور مالک اشتر (۲) کے اشعار پیش کئے جاسکتے ہیں جس میں کہا گیا ہے کہ ہم نے عثمان یا علی کو ان کی دین پیزاری، شفاقت اور بدعتوں کی وجہ سے قتل کیا ہے۔

نظریہ مہماجرین و انصار

۱۔ حضرت علی نے معاویہ کو خط لکھا: تم اس بھروسے میں ہو کہ میری بیعت فاسد ہو گئی ہے عثمان کو پناہ نہ دینے کی وجہ دے۔ اپنی جان کی قسم! میں بھی مہماجرین و انصار کی ایک فرد ہوں، جوان سے ہوا وہی ممحون سے ہوا، جس بات سے انہوں نے ہاتھ کھینچا اس سے میں نے بھی ہاتھ کھینچا۔ خدا انھیں گمراہی پر ایک انہیں کر سکتا ہے ان سے اجتماعی طور سے بے بصیرتی ہو سکتی ہے۔ نہ میں نے حکم دیا کہ اس کی خطا کا الزام مجھ پر آئے گا۔ نہ میں نے قتل کیا ہے کہ قصاص کا خوف ہو۔ (۳)

۲۔ بلاذری لکھتا ہے کہ ثابت بن عبد اللہ بن زبیر کی نظر شام والوں پر پڑی تو کہا: میں ان سے شدید نفرت رکھتا ہوں۔ سعید بن خالد نے کہا: تم اس لیے ان سے نفرت کرتے ہو کہ انہوں نے تمہارے باپ کو قتل کیا ہے؟ جواب دیا: تم نے حق کہا، میرے باپ کو شام کے اوباشوں نے قتل کیا اور تمہارے دادا (عثمان) کو مہماجرین و انصار نے قتل کیا۔ (۴)

۳۔ ابن قتیبہ نے الامامة والسياسة (۵) میں لکھا ہے کہ ابو ہریرہ اور ابو درداء نے معاویہ سے حص میں ملاقات کی اور نصیحت کرتے ہوئے کہا: آخر تم کس دلیل سے علی علیہ السلام سے بر سر پیکار ہو؟ وہ تم سے فضیلت اور سبقت اسلامی میں بڑھے ہونے کی وجہ سے خلافت کے تم سے زیادہ مستحق ہیں کیونکہ وہ

۱۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۵۱۔ (ج ۲، ص ۲۲۶۔ حادث ۲۵۰)۔

۲۔ کتاب صفين، ص ۱۹۹۔ (ص ۱۷۸)۔ شرح ابن الہبی، ج ۱، ص ۳۳۰۔ (ج ۳، ص ۳۲۹۔ خطبہ، ۵۱)۔

۳۔ الامامة والسياسة، ج ۱، ص ۸۷۔ (ج ۱، ص ۹۱)۔ الحقد الفزیری، ج ۲، ص ۲۸۳۔ (ج ۲، ص ۱۲۷)۔ کامل برد، ج ۱، ص ۱۵۷۔ (ج ۱، ص ۱۷۴)۔ شرح ابن الہبی، ج ۱، ص ۲۵۲۔ (ج ۲، ص ۸۹۔ خطبہ، ۲۲)۔

۴۔ انساب الاعراف، ج ۵، ص ۱۹۵۔ (ج ۲، ص ۲۷۲۔ حادث ۲۵۰)۔ (۱۳۲-۲۵۰)۔

۵۔ الامامة والسياسة، ج ۱، ص ۹۲۔ (ج ۱، ص ۹۲)۔

مہاجرین اولین میں سے ہیں، ان پہلے لوگوں میں ہیں جو نیکیوں سے ہمیشہ وابستہ رہے۔ اور تمہاری یہ حالت ہے کہ تم آزاد کر دہ ہو اور تمہارا باپ مشرکین کا سر غنہ تھا۔ بخدا! یہ اس لئے نہیں کہا جا رہا ہے کہ عراق شام سے زیادہ پسند ہے بلکہ اس لئے کہا جا رہا ہے کہ فتا سے بقا بہتر ہے اور فساد سے صلاح زیادہ محجوب ہے۔ معاویہ نے جواب دیا: میں بھی اپنے کو علی سے زیادہ مُتحن خلافت نہیں سمجھتا ہوں لیکن میں صرف قاتلان عثمان سے بدل لینے کے لیے ان سے جنگ کر رہا ہوں۔ ان دونوں نے پوچھا: اگر قاتلوں کو تمہارے حوالے کر دیا جائے تو کیا کرو گے؟ جواب دیا: میں بھی عام مسلمانوں کی طرح ہوں گا اور خلافت کو بذریعہ شوریٰ طے کیا جائے گا۔

یہ کردہ لوگ علی کے لشکر میں آئے۔ مالک اشتر نے ان سے کہا تم لوگ حب معاویہ میں وہاں نہیں گئے تھے۔ تمہارا خیال ہے کہ معاویہ قاتلان عثمان کو طلب کر رہا ہے۔ وہ دعویٰ کرتا ہے کہ علی نے عثمان کو قتل کیا ہے۔ خدا سے ڈرو۔ عثمان کو مہاجرین و انصار نے اس لیے قتل کیا ہے کہ عثمان نے دین خدا بدلتا تھا۔ میں خود اس معاطلے کا عینی گواہ ہوں۔ تم لوگ وہاں موجود نہیں تھے۔ وہ لوگ چلے گئے۔ دوسرے دن خدمت علی میں آئے اور کہا: آپ کی فضیلت و برتری سے انکار نہیں۔ آپ کا صفين کے لیے نکلا ایسا عی ہے جسے کوئی جوان مرد کسی الحق کی سرکوبی کے لیے نکلے۔ معاویہ آپ سے قاتلان عثمان کا مطالبه کر رہا ہے تو آپ اسے حوالے کر دیجئے اور اگر پھر بھی معاویہ آپ سے برس پیکار ہو تو ہم دونوں آپ کے ساتھ ہو کر معاویہ سے جنگ کریں گے۔ حضرت نے محمد بن ابی بکر، عمار یاسر اور مالک اشتر کو کہا انھیں پہچانتے ہو۔ ابو ہریرہ وابودرداء نے کہا: جی ہاں! آپ نے کہا: یہی قاتلین عثمان ہیں، انھیں لے لو وہ دونوں انھیں گرفتار کرنے آئے تو دس ہزار سے زیادہ افراد لشکر سے نکل کر کہنے لگے: ہم نے عثمان کو قتل کیا ہے۔ ان دونوں نے کہا: اب تو معاملہ بڑا ٹھیک ہو گیا۔ ابو ہریرہ اور ابودرداء اپنے گھر جمٹ و اپس چلے گئے۔ وہاں ہم ہو چکے تو عبد الرحمن بن عثمان نے ان کے سفر کا حال دریافت کیا۔ انہوں نے تمام واقعہ سنادیا۔ عبد الرحمن نے کہا: مجھے تم دونوں اصحاب رسول پرخت حیرت ہے۔ بخدا! اگر تم نے عثمان کی مدد سے ہاتھ روک لیا تھا تو زبان بھی روکتے۔ کیا تم علی سے قاتلان عثمان کو طلب کر رہے تھے۔ حالانکہ اگر

مہاجرین و انصار نے قتل عثمان کو غلط سمجھا ہوتا تو علیؑ سے قصاص عثمان ہی کی شرط پر بیعت کرتے۔ کیا انہوں نے ایسا کیا؟ تمہاری حرکت پر تعجب ہے۔ تم مہاجرین و انصار کو تو کچھ کہتے نہیں اور علیؑ سے قاتلوں کا مطالبہ کر رہے ہو اور خلافت سے بہت اچاہتے ہو اور شوریٰ کے ذریعے خلیفہ طے کرنا چاہتے ہو۔ تم جانتے ہو کہ جو لوگ علیؑ کی خلافت سے راضی ہیں وہ ان لوگوں سے بہتر ہیں جنہوں نے علیؑ کی بیعت نہیں کی ہے پھر یہ کہ تم سفیر بنے تھے طبیعیت کے، جسے حق خلافت کہیں سے حاصل نہیں۔ یہ بات پھیل گئی تو معاویہ نے عبد الرحمنؓ کے قتل کا ارادہ کیا لیکن خاندان اور قبیلے والوں کو دیکھتے ہوئے اپنا ارادہ بدل دیا۔

نصر بن مزاحم لکھتا ہے کہ ابو امامۃ باہلی اور ابو درداء نے معاویہ سے کہا: علیؑ کی سبقت اسلامی اور اولویت خلافت کے باوجود ان سے کیوں جنگ کر رہے ہو؟ معاویہ نے کہا: وہ قاتلوں کو ہمارے حوالے کر کے معاملہ خلافت شوریٰ کے ذریعے طبیعے کریں۔ یہ لوگ علیؑ کے لفکر میں گئے تو میں ہزار افراد نے نکل کر کہا: ہم قاتل عثمان ہیں۔ (۱)

۲۔ ابو طفیل نے معاویہ کو جواب دیا: میں نے عثمان کی مدد اس لیے نہیں کی کہ مہاجرین و انصار نے عثمان کی مدد نہ کی۔ (۲)

۳۔ شعبہ کہتے ہیں کہ قاضی ابو اسحاق کسی مدینہ والے کی گواہی قبول نہ کرتا تھا۔ میں نے وجہ پوچھی تو جواب دیا: چونکہ انہوں نے عثمان کو قتل کیا تھا۔ (۳)

۴۔ ابن عساکر (۴) نے یہ واقعہ بھی لکھا ہے کہ ایک اندھے نے دعا کی: خدا! عثمان پر اور اس کی ذریعہ پر لعنت فرم۔ ابو مسلم خولانی نے غصہ میں کہا: مدینہ والو! خدا تمہارا برآ کرے۔ تم قوم خود سے بدتر ہو۔ قوم خود نے تائقب اللہ کیا تھا اور تم نے خلیفۃ اللہ کو قتل کیا اور خلیفہ خدا تھا تھے سے زیادہ بزرگ ہوتا ہے۔ علامہ امینی فرماتے ہیں: اس واقعے سے صرف یہ دکھانا مقصود ہے کہ مدینے والوں نے اجتماعی

۱۔ کتاب و قدیم صفحہ، ص ۲۱۲۔ ص ۱۹۰۔

۲۔ الامامت والسياسة، ج ۱، ص ۱۵۸۔ (ج ۱، ص ۱۲۵)۔ تاریخ اخلفاء، ص ۱۳۳۔

۳۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۲، ص ۸۲۔ (ج ۲۰، ص ۲۲۲۔ نمبر ۲۲۳)۔ حمدیہ ابن عساکر، ج ۶، ص ۸۵۔

۴۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۷، ص ۳۱۹۔ (ج ۲۷، ص ۲۲۰۔ نمبر ۲۲۱)۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، ج ۱۲، ص ۶۳۔

طور سے عثمان کو مسٹر دکر دیا اور انھیں قتل کیا۔ اب رہ گئی ابو مسلم خولا فی کی بات تو اس کا جواب مالک اشتر وغیرہ کے اقوال سے دیا جاسکتا ہے کہ عثمان نے دین بدل دیا تھا، بدعتیں ایجاد کی تھیں اس لیے انھیں قتل کیا گیا۔

۷۔ واقعہ اپنی مندی میں لکھتا ہے کہ علیؑ میں بعض اصحاب نے خط لکھ کر سرحدی علاقوں میں مصروف جہاد اصحاب رسول ﷺ کو باخبر کیا کہ عثمان نے بدعتیں ایجاد کی ہیں اور دینی تبدیلیاں دھرم سے کر رہے ہیں ان پر اعتراض کیا جاتا ہے تو مانند نہیں، لہذا تم اگر حفاظت دین کے لیے جہاد کرنا چاہتے ہو تو مدینے آ کر عثمان سے جنگ کرو۔ اس خط کا زید بن ثابت، ابو اسید ساعدی، کعب بن مالک اور حسان بن ثابت کے علاوہ سب نے اثر لیا۔ انہوں نے حضرت علیؑ سے کہا کہ آپ عثمان کو جا کر سمجھائیے آپ گئے اور عثمان کو سمجھایا: کہ میں تمہارے پاس آیا ہوں اور میری پشت پر لوگ ہیں کہ تم سے حکومت کے غلط رویے پر گفتگو کروں۔ ایسا نہیں کہ تم ناواقف ہو، تم نے بھی اسی طرح احادیث رسولؐ سنی ہیں جس طرح میں نے سنی ہیں۔ ابو بکر و عمرؓ سے زیادہ اجراء قانون اللہ کے ذمہ دار نہ تھے۔ تم تو قربت رسولؐ بھی رکھتے ہو، ان کے داماد بھی ہو، خدا کا خوف کرو۔ عثمان نے کہا: اگر آپ میری جگہ ہوتے اور اپنے رشتہ داروں کے ساتھ صدر حرم کرتے، آوارہ لوگوں کو پناہ دیتے تو میں آپ کی خالفت نہ کرتا۔ (ذراد کیجئے تو کس طرح بے مہمل طریقے سے اپنی بدعتوں اور اخراج قرآنی کی صفائی دے رہے ہیں۔) میں نے انھیں کو گورنری دی ہے، جنہیں عمر نے گورنری دی تھی۔ علیؑ نے کہا: عمر اپنے گورنزوں کی باز پرس کرتے تھے، تم نہیں کرتے۔

تم اپنے رشتہ داروں سے زمی برستے ہو۔ عثمان نے کہا: وہ آپ کے بھی تو رشتہ دار ہیں۔ حضرت علیؑ نے فرمایا:

اپنی جان کی قسم! وہ میرے رشتہ دار ہیں لیکن دوسروں میں ان سے زیادہ فضائل ہیں۔ عثمان نے کہا: کیا معاویہ کو عمر نے خلیفہ نہیں بنایا؟ حضرت نے فرمایا: معاویہ تو عمر کے غلام برقاء سے بھی ڈرتا تھا اور اب تو وہی تمہاری جگہ حکمرانی کر رہا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ عثمان کی جگہ وہی حکومت کر رہا ہے۔ تمہیں خبر ملتی

ہے تو معاویہ سے کوئی باز پس نہیں کرتے۔ (۱)

۸۔ طبقات ابن سعد میں ہے کہ (۲) عثمان نے معاصرے کے درمیان کہا: لوگو! مجھے قتل نہ کرو۔ میں تھا را حکم ادا کر اور مسلمان کا بھائی ہوں... پھر دعا کی: خدا یا! ان سے بھر پور بدلہ لینا۔

مجاہد کہتے ہیں کہ اسی لیے خدا نے ان فتنہ پر داؤں کو قتل کیا۔ یزید نے میں ہزار فوج بھی جنہوں نے مدینہ والوں کا بھی بھر کے خون بھایا اور خوب کھیل کھیلا۔ حسان بن ثابت (۳) اور حمید بن ثور (۴) نے مدینہ والوں کے خلاف اشعار بھی کہے ہیں۔

مدینہ والوں کا خط سرحدی صحابہ کو

طبری لکھتا ہے:

جب لوگوں نے عثمان کی غلط حرکات دیکھیں تو ان اصحاب کو خط لکھا جو مختلف سرحدوں پر مصروف چنگ تھے:

تم دین محمدی ﷺ کی حفاظت کے لیے سرحدوں پر چنگ کر رہے ہو۔ یہاں عثمان نے دین فاسد کر دیا ہے لہذا دین محمدی ﷺ کی جلد خبر لو۔ (دین محمد ﷺ کو خلیفہ نے فاسد کر دیا ہے لہذا اسے معزول کرو)

اس خط پر مختلف علاقوں سے صحابہ مدینہ آئئے اور انھیں قتل کر دیا۔ (۵)

۱۔ انساب الاشراف، ج ۵، م ۶۰، (ج ۲، م ۱۷۲)۔ تاریخ طبری، ج ۵، م ۹۷، (ج ۲، م ۳۲۶۔ حادث ۳۲۶)۔ تاریخ کامل، ج ۲، م ۲۲۔ (ج ۲، م ۵۷۔ حادث ۳۲۶)۔ تاریخ ابن حذفون، ج ۲، م ۳۹۱۔ (ج ۲، م ۳۹۱)۔

۲۔ طبقات ابن سعد، ج ۳، م ۳۷۔ (ج ۳، م ۲۷)۔

۳۔ مرودج الذہب، ج ۱، م ۳۳۲۔ (ج ۲، م ۳۲۲)۔ العقد الفرید، ج ۲، م ۲۶۔ (ج ۳، م ۱۱۱)۔

۴۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۳، م ۳۵۸۔ (ج ۱، م ۱۵)۔ نمبر ۶۹۰ (۱)۔ محمد یہاب ابن عساکر، ج ۲، م ۳۶۱۔

۵۔ تاریخ طبری، ج ۵، م ۱۱۵۔ (ج ۲، م ۳۲۷، حادث ۳۲۷)۔ تاریخ کامل، ج ۵، م ۲۰۔ (ج ۲، م ۲۸۷۔ حادث ۳۲۷)۔ شرح ابن القید، ج ۱، م ۱۶۵۔ (ج ۲، م ۱۳۹۔ خلب ۲۰)۔

مہاجرین کا خط مصربوں کے نام

مہاجرین اولین اور باقیاندہ افراد شریٰ کی طرف سے مصر میں مقیم صحابہ و تابعین کی طرف: اما بعد قبل اس کے خلاف رسول کو مستحقوں سے اچک لیا جائے جلد یہاں پہنچئے۔ کیونکہ قرآن بدلتا گیا ہے۔ سنت رسول تغیر کر دی گئی اور ابو بکر و عمر کے احکامات بدلتے گئے ہیں۔ لہذا تمام اصحاب و تابعین کو خدا کی قسم دی جاتی ہے کہ تم جلد آؤ اگر تم خدا رسول پر ایمان رکھتے ہو۔ اور حق کو روشن مnarوں پر قائم کرو۔ جس طرح رسول خدا اور شیخین نے استوار کیا تھا۔ کل تک یہ خلافت، محمدی و باعث رحمت تھی اور آج خود رشہنشاہیت بن گئی۔ جس کی لائھی اس کی بھیں کار و اج ہو گیا ہے۔ (۱)

مدینہ والوں کا خط عثمان کے نام

تاریخ طبری (۲) میں ہے کہ زبیر کہتے ہیں کہ مدینہ والوں نے عثمان کو خط لکھا: تم توبہ کر دا اور جنت کے ساتھ قسم کھاؤ کہ اگر عہد خداوندی کو تم نے انجام نہ دیا تو تمہیں قتل کئے بغیر چھوڑ انہے جائے گا۔ عثمان نے قتل کے خوف سے اپنے ہمدردوں اور رشتہداروں سے مشورہ کیا۔

عثمان اور اجماع

ان دو سو سے اوپر تاریخی روایات کے انبوہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمام صحابہ و تابعین اور مہاجرین و انصار نے عثمان کی بھر پور مذمت کی۔ صرف چار افراد نے ان کی تائید کی: زید بن ثابت، حسان بن ثابت، کعب بن مالک اور اسید ساعدی۔

ان چار کے سواب نے قتل عثمان میں شرکت کی۔ کسی نے قتل کیا، کسی نے قتل پر ابھارا، کسی نے قاتلوں کی تعریف کی، کسی نے عثمان کی بذعنوں پر انھیں تازا، کسی نے حکومت کو ختم کرنے میں سعی کی

۱۔ دلالات و مسایرات، ج ۱، ص ۳۶۔ (ج ۱، ص ۳۷)۔

۲۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۱۶۔ (ج ۱، ص ۳۲۹، حادث، ۵۷۰)۔

کسی نے عثمان کو دشنا م دیا۔ اس طرح یہ لوگ عثمان کی باطل خلافت کو ختم کرنے میں ہر تو اتنا صرف کر رہے تھے۔ یہ اجماع اس بات کی واضح دلیل ہے کہ عثمان کا طریقہ کار قطعی غیر اسلامی تھا، جس کی وجہ سے اصحاب رسول کو صبر کا یارانہ تھا۔ انہوں نے اجماع کر کے قتل کر دیا۔ اور اصحاب کے اجماع کو غلط نہیں کہا جاسکتا، جب کہ ان میں حضرت عائشہ، عبد الرحمن بن عوف، طلحہ، زبیر، عمار یا سر، مقداد، جمر، بن عدی، ہاشم مرقال، ہجّا، ہل بن حنفی، عرو، عاص، مالک اشتر، صحنه، معاویہ، عرو، بن حمق، جابر، بن عبد اللہ، زید، بن صوحان، قیس، بن سعد جیسے معروف ترین اصحاب، مہاجرین، انصار اور بدربی و بیعت شجرہ کے فضائل سے آراستہ اصحاب تھے۔ ان سب کے اوپر خود حضرت علیؑ نے عثمان کی مذمت کی اور انھیں بدعتی و خائن کہا۔

قصہ پہلے حاضرے کا

بلاد فارس وغیرہ نے لکھا ہے کہ کوفہ، بصرہ اور مصر کی عوام مسجد الحرام میں قتل عثمان بے سال میں جمع ہوئی۔ کوفہ والوں کا سردار کعب بن عبدہ، بصرہ کاشی بن مخربہ عبدی اور مصر والوں کا سردار کنانہ بن بشر تھا۔ ان لوگوں نے باہم مذاکرہ کر کے عثمان کی یہ عتوں اور یہ عہد یوں پر تقدیم کی۔ اور کہا کہ ہمیں اس پر چپ نہیں رہنا چاہیے۔ اس کے بعد طے پایا کہ سب لوگ اپنے شہر و اپس جائیں اور مکہ میں اپنا نمازندہ بھیج کر لوگوں کو ہم خیال بنایا جائے۔ پھر ایک سال بعد عثمان کے پاس جا کر اپنا مطالبہ رکھیں، اگر وہ نہ مانیں تو نے مشورہ کے بعد اسے نافذ کیا جائے۔

متینہ وقت پر مالک اشتر دسوکوفیوں کے ساتھ مدینہ آئے (یا ایک ہزار کوفیوں کے ساتھ۔ ابن قتبیہ) یہ لوگ چار حصوں میں تقسیم تھے، ان حصوں کے سردار زید، بن صوحان عبدی، زیاد بن نظر حارثی، عبد اللہ بن اصم اور عرو، بن اہتم۔ بصرہ والوں کو لے کر حکیم بن جبلہ ایک سو آدمیوں کے ساتھ آئے۔ بچاں مزید آگئے تو ذہبیز سو ہو گئے۔ ان کے ہمراہ ذرت، بن عباد، بشر، بن شریح اور ابن محوش تھے۔ مصر سے چار سو، پانچ سو، چھ سو یا ہزار آئے (یادو ہزار۔ ابن الی الحدید) ان کے رؤساؤ محمد بن ابی بکر، سودان بن عمران، میرہ سکونی اور عرو، بن حمق تھے۔ مصریوں کے سردار چار افراد تھے:

عمرو بن میل بن ورقہ خزاعی، عبدالرحمن بن عدیس، عزوہ بن شیم، کٹانہ بن بشیر۔ ان سب کے سردار غافقی بن حرب تھے اور ایام محاصرہ میں وہی امام جماعت بھی تھے۔ طبری کے مطابق یہ بھی دو افراد کے نام تھے: عمرو بن بدیل خزاعی (صحابی پیغمبر) اور عبدالرحمن بن عدیس۔

جب یہ لوگ مدینہ ہوئے تو کچھ مہما جرین و انصار بھی ان کے ساتھ ہو گئے۔ جیسے عمار یا سر بدرا، رفاء بن رافع بدرا، جاج بن غزیہ صحابی اور عاصم بن بکر۔

زوجہ عثمان، نائلہ نے معاویہ کو خط لکھا تھا کہ مصراویے معاملات میں حضرت علیؑ، محمد بن ابی بکر، عمار یا سرا اور طلحہ وزیر کے مطیع تھے۔ انھیں لوگوں نے قتل عثمان کا حکم دیا تھا، جو قبیلہ مصریوں کے ساتھ تھان کے نام ہیں: خزاع، سعد بن بکر، بذیل اور کچھ جہدیہ و مزدیہ کے لوگ اور کچھ بیڑب کے نھلی۔

سعید بن میتب کہتے ہیں کہ عثمان نے ابن سعود، عمار یا سرا اور ابوذر کے ساتھ بدسلوکی کی تھی، اس لیے قبیلہ بذیل، بنی زہرہ، بنی غفار اور ان کے طیفوں کے دل میں کینہ بھڑک رہا تھا۔

سعودی نے لکھا ہے کہ محاصرہ کرنے والوں میں بنی زہرہ، عبد اللہ بن سعود کی وجہ سے تھے۔ کیونکہ وہ ان کے حلیف تھے۔ قبیلہ بذیل ان کے جمیتی تھے۔ عمار یا سر کی وجہ سے بنی مخدوم اور ان کے حلیف تھے اور قبیلہ غفار اور ان کے حلیف ابوذر کی وجہ سے تھے۔ اور قبیلہ تم محمد بن ابی بکر کی وجہ سے تھے اور دوسرے قبائل بھی تھے۔ جن کے ذکر کی اس کتاب میں مذکون نہیں۔ یہ اولین محاصرہ تھا۔ (۱)

- ۱۔ طبقات، ابن سعد، ج ۲، ص ۲۹۔ (ج ۳، ص ۶۶)۔ انساب الاشراف، بازاری، ج ۵، ص ۵۹، ۶۲۔ (ص ۱۳۳، ۱۴۳)۔
 الامامة والسياسة، ج ۱، ص ۳۲۔ (ج ۱، ص ۳۵)۔ المعارف ابن قتیبہ، میں ۸۲۔ میں ۱۹۲۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۱۶۔ (ج ۳، ص ۲۷)۔
 حادث، ۳۶۹۔ (ج ۳، ص ۳۵)۔ مروج الذہب، ج ۱، ص ۳۲۱۔ العقد الفرید، ج ۲، ص ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۶۹۔ (ج ۲، ص ۱۰۶، ۱۰۸)۔
 ریاض المضرة، ج ۲، ص ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ (ج ۳، ص ۵۶۔ ۶۸)۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۲۲، (ج ۲، ص ۲۸۰)۔ حادث، ۱۱۳۔
 تاریخ ابن خلدون، ج ۲، ص ۳۹۳۔ شرح ابن ابی الحید، ج ۱، ص ۱۰۲۔ (ج ۲، ص ۱۳۰، خطبہ ۱)۔ البدایہ والتحفیۃ، ۳۵۔ (ج ۲، ص ۱۷۰، ۱۷۳)۔ (ج ۲، ص ۱۹۵۔ میں ۱۹۳۔ میں ۱۹۷)۔ حادث، ۳۵۔ (ج ۲، ص ۱۹۵)۔ حیات الحجج بن دیبری، ج ۱، ص ۵۲۔ (ج ۱، ص ۷۷)۔
 الاصابة (ج ۲، ص ۳۱۔ ۳۲)۔ نبرہ ۵۱۶۳۔ الصواعق الْحُرْقَ، ص ۶۹، (ص ۱۱۶)۔ تاریخ الخلفاء، میں ۱۰۶۔ میں ۱۳۸۔ تاریخ انھیں، ج ۲، ص ۲۵۹۔ (ج ۲، ص ۲۶۱)۔

مصریوں کا خط عثمان کے نام

ابن زبیر کا بیان ہے کہ مصریوں نے مقام سقیا یا ذذشب سے عثمان کو خط لکھا۔ عثمان نے خط پڑھکر قاصد کو گھر سے نکال دیا۔ خط کا متن یہ تھا:

بسم الله الرحمن الرحيم

اما بعد... سمجھو لو کہ خدا نے کبھی کسی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدی جب تک وہ خود اپنی حالت نہ بد لیں۔ خدا کو پہچانو، دنیا فانی ہے اور آخرت اسی سے وابستہ ہے، اپنی آخرت کا حصہ فراموش نہ کرو۔ دنیا ہی پر نہ رکھجئے رہو۔ سمجھو لو کہ ہم صرف خدا کے لیے غصناں و خوشنود ہوتے ہیں۔ جب تک تم واضح توبہ نہ کر لو گے ہم کا نہ ہے سے توارثہ اتاریں گے۔ یہ ہمارا آخری فیصلہ ہے۔ (۱)

خلیفہ نے قرآن و سنت پر عمل کا عہد کیا۔ ۳۵

بلادز ری (۲) نے بحوالہ ابو جعفر لکھا ہے کہ مصریوں نے عثمان کے گھر کا محاصرہ کیا تو مغیرہ بن شعبہ انھیں سمجھانے بھانے آئے، تو مصریوں نے کہا: ابے بھینگے! واپس جا۔ اوپد کارا! واپس جا۔ اے کینی! واپس جا۔ وہ واپس گئے تو عثمان نے عمر و عاص کو بھیجا کہ قرآن در میان میں لاو۔ وہ پھر نے تو مصریوں نے لکارا: دشمن خدا! بھاگ جا۔ نابغہ کے جنے! واپس جا۔ یہ دیکھ کر ابن عمر نے عثمان کو رائے دی کہ علیٰ کے سوا کوئی انھیں سمجھا نہیں سکتا۔ حضرت علیؓ اشرف لائے تو عثمان نے کہا: آپ انھیں کتاب خدا اور سنت رسولؐ کی دعوت دیجئے۔ حضرت نے فرمایا: جس بات کی ضمانت لوں گا اسے وفا کرو گے؟ عثمان نے کہا: ہاں! آپ مجھ میں گئے تو لوگوں نے کہا: واپس جائیے۔ آپ نے فرمایا: واپس نہیں جاؤں گا، تم سے بات کروں گا۔ میں قرآن کی روشنی میں دیکھوں گا کہ عثمان سے کیا کیا غلط باتمیں سرزد ہوئی ہیں۔ سب نے کہا: کیا آپ خاصیں ہیں؟ فرمایا: ہاں... یہ سن کر کچھ اشراف عثمان کے گھر آئے اور یہ توبہ نامہ

۱- تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۱۶۔ (ج ۳، ص ۳۶۹۔ حدیث، ۵۴۷)۔

۲- انساب الاحراف، ج ۵، ص ۶۲۔ (ج ۲، ص ۹۱۷)۔

لکھا گیا: تحریر بندہ خدا عثمان امیر المؤمنین کی طرف سے ان مومنوں کو لکھی جا رہی ہے جو عثمان پر تنقید کرتے ہیں کہ اب عثمان تمہارے درمیان کتاب خدا اور سنت رسول پر عمل کریں گے۔ حقدار کا حق دیا جائے گا، خائف مسلمین رہے گا، جلاوطن اپنے گمراہی میں گے، عوامی نمائندوں کے اختیارات سلب نہیں کئے جائیں گے، مال غنیمت کو فراخی سے تقسیم کیا جائے گا، حضرت علی ابن ابی طالب اس بات کے خاص منہجیں کہ عثمان اس تحریر پر عمل کریں گے۔

گواہ: زبیر، طلحہ، سعد بن مالک، عبد اللہ بن عمر، زید بن ثابت، ہبیل بن حنیف، ابوالیوب، خالد بن زید۔ مرقومہ ذی القعدہ ۲۵ھ۔ تمام لوگوں نے اس تحریر کی ایک کاپی لی اور واپس چلے گئے۔

حضرت علی نے عثمان سے کہا: لوگوں کے سامنے تقریر کر دیجئے تاکہ لوگ منتشر ہو جائیں اور جو کچھ دل میں ہے خدا کو گواہ بنا دیجئے۔ کیونکہ لوگ بغاوت پر آمادہ ہیں، ممکن ہے بصرہ اور کوفہ سے بھی لوگ آجائیں تب آپ کہیں کہ یا علی عليه السلام اخیں سمجھائیے۔ اور میں قبول نہ کروں تو کہیں کہ آپ نے حق قرابت ادا نہیں کیا۔ یہ سن کر عثمان نے منبر پر جا کر اپنی غلطیوں کا اعتراف کیا اور استغفار کیا۔ پھر کہا: میں نے رسول خدا سے سنائے کہ جو پھسل جائے اسے راہ راست پر آ جانا چاہیے۔ میں پہلا شخص ہوں اس حدیث کو ماننے والا۔ اگر اب مجھے غلطی ہو جائے تو اشراف آ کر مجھے رائے صاحب کے ذریعے رہنمائی کر دیں۔ کیونکہ بخدا! اگر کوئی غلام بھی مجھے راہ راست دکھائے تو میں مان جاؤں گا۔ اب مجھے راہ خدا اپنانے کے سوا چارہ نہیں۔

یہ تقریر سن کر تمام لوگ خوش خوش عثمان کے گھر پر آئے۔ اتنے میں مردان نے نکل کر ان لوگوں کو ڈپا: تم پر پھٹکار، یہاں کیوں جمع ہوئے ہو؟ امیر المؤمنین سے تمہیں کیا لینا دینا۔ جسے کوئی کام ہوتا ہے صدا لگانے لگتا ہے۔ واپس جاؤ۔ جب یہ خبر حضرت علی کو ہوئی تو آپ غصے میں بھرے ہوئے عثمان کے پاس آئے اور فرمایا: مردان اور تمہارا معاملہ صرف یہ ہے کہ وہ تمہارے دین اور عقل کو غارت کرے۔ میں پیش کوئی کرتا ہوں کہ یہ تمہیں کنوں میں جھوک دے گا۔ اب کبھی تمہارے پاس فصیحت کے لیے نہ آؤں گا۔ زوجہ عثمان ناکل نے عثمان سے کہا: سنتے ہوئی نے مردان کے بارے میں کیا کہا۔ اب وہ کبھی تمہاری

مدنه کریں گے۔ تم مروان کی بات مانتے ہو جس کا کوئی لوگوں میں احترام نہیں نہ اثر ہے۔ عثمان نے دوبارہ علیٰ کے پاس آؤی سمجھ کر بلوایا لیکن وہ نہ آئے۔

ابن سعد نے ابوعون کا بیان نقل کیا ہے کہ عبدالرحمٰن بن اسود نے مروان کو بد دعا دے کر کہا کہ عثمان نے رو دھو کر لوگوں کو راضی کیا لیکن مروان نے سب چوپٹ کر دیا۔ (۱)

تو بعثان کو ایک دوسری طرح بھی علامہ امیٰنی نے ذرا تفصیل کے ساتھ طبری کے حوالے سے لکھا ہے۔ واقعات ہیکی ہیں۔ اس روایت سے اندازہ ہوتا ہے کہ عثمان کو اصل میں مروان نے گراہ کیا تھا۔ اور ناکلمہ مروان سے اس سلسلے میں نوک جھوک بھی ہوئی۔ (۲)

طبریٰ ہی کے حوالے سے ایک تیسری روایت تو بھی نقل کی گئی ہے۔ اس میں حضرت علیؑ کے انکار کے بعد خود عثمان کا شب کے پردے میں علیٰ کے پاس جانا منقول ہے۔ (۳)

دوسرا عہد و توبہ

پہلا عہد جس میں کتاب خداوست رسول پر عمل کرنے اور بدعتوں سے بازاً نے کا اقرار تھا تو اس کی بلکہ کسی ایک عہد پر بھی عثمان نے عمل نہ کیا۔ ان کی بدعتوں میں اضافہ ہی ہوا۔ اس لیے عوام نے دوبارہ انھیں پابند کرنا چاہا۔

۱۔ تاریخ طبری، ج ۲، ص ۳۶۳، حدادث، ۴۳۵ھ۔ تاریخ کامل ج ۲، ص ۲۸۵۔ حدادث، ۴۳۵ھ۔ حیۃ الحجۃ، ج ۱، ص ۵۳۔
ج ۱، ص ۷۷۔

۲۔ انساب الاعراف، ج ۵، ص ۶۵۔ ۶۲۔ (ج ۲، ص ۷۷۔ ۱۷۹۔ ۱۷۱)۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۱۱، (ج ۳، ص ۳۶۰)۔ حدادث، ۴۳۵ھ۔ (تاریخ کامل، ج ۲، ص ۶۸۔ ۲۸۵۔ حدادث، ۴۳۵ھ)۔ البدریۃ والتحمیۃ۔ ج ۷، ص ۱۷۲۔ (ج ۷، ص ۱۹۲)۔ حدادث، ۴۳۵ھ۔ شرح ابن ابی الحدید، ج ۱، ص ۱۶۳۔ ۱۶۲۔ (ج ۲، ص ۱۲۳۔ ۱۲۲۔ خطبہ، ۲۰)۔ تاریخ ابن غلدون، ج ۲، ص ۳۹۷۔ ۳۹۶۔ (ج ۲، ص ۵۹۸۔ ۵۹۷)۔

۳۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۱۲ (ج ۳، ص ۳۶۳۔ حدادث، ۴۳۵ھ)۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۹۶ (ج ۲، ص ۲۸۶۔ حدادث، ۴۳۵ھ)۔

طبری، ابن زیر کا بیان نقل کرتا ہے کہ مدینے والوں (مہاجرین و انصار) نے عثمان کو خط لکھ کر توبہ کرنے کو کہا۔ انہوں نے قسم کھائی کہ اگر عثمان نے عہد تو زدیا تو قتل کئے بغیر نہ چھوڑیں گے۔ چنانچہ عثمان نے قتل کے خوف سے امویوں سے مشورہ کیا۔ امویوں نے انھیں مشورہ دیا کہ حضرت علیؑ سے کہہ کر ان بلوائیوں کو دور کیا جائے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: یہ ثال مثول مناسب نہیں۔ میں نے پہلی بار بیچ چھاؤ کیا تھا۔ اس کا انجام تم نے دیکھ لیا۔ مردان نے عثمان سے کہا: آپ بزرگ ہیں، اگر بلوائیوں کی بات مانتے رہے تو جو آپ کے دوست ہیں وہی آپ کے دشمن ہو جائیں گے۔ اس لیے اب بلوائیوں سے کچھ مہلت لے کر باہر سے فوجی امداد مل گئی۔ کیونکہ یہ سب بغاوت پر آمادہ ہیں۔ ان سے عہد کر کے اس پر باتی رہنا مناسب نہیں۔ عثمان نے آدمی بیچھے کر علیؑ کو بلوایا اور کہا: مجھے طمینان نہیں ہے، یہ مجھے قتل کے بغیر نہ چھوڑیں گے۔ آپ انھیں مجھے سے دور بیچھے۔ اب میں قانون اسلام کے اجراء کا پوری طرح عہد کرتا ہوں چاہے اس میں میراخون ہی بہہ جائے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: لوگ آپ کے قتل کا نہیں بلکہ انصاف کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ وہ لوگ عہد پر عمل کے سوا کسی بات پر راضی نہ ہوں گے۔ ان کے پہلے دستے سے آپ نے وعدہ کیا تھا اسے وفا کیا۔ میں نے آپ کے خدا گواہ پر اعتبار کر کے انھیں دور کر دیا۔ لیکن آپ نے ایک بھی وعدے کو وفا نہ کیا، نہ کوئی عہد پورا کیا۔ اب آپ اس بھرے میں نہ ہیں کہ دوبارہ مجھے دھوکہ دے سکیں گے۔ کیونکہ میں صرف امور حق ہی میں آپ کی حمایت کر سکتا ہوں۔

عثمان نے کہا: صحیک ہے۔ آپ صرف امور حق ہی میں میری مدد بیچتے۔ خدا کی قسم! جو عہد میں نے کئے ہیں اسے پورا کروں گا۔ حضرت علیؑ لوگوں کے درمیان گئے اور فرمایا: لوگو! تمہارا مطالبہ صحیح و درست ہے اس لیے اس کی موافقت کی جائے گی۔ عثمان دعویٰ کرتے ہیں کہ تمہارے ساتھ انصاف بر تسلی گے اور تمہاری مرضی کے خلاف نہ کریں گے۔ ان کی بات مان لو۔ لوگوں نے کہا: ہم نے مان لیا، لیکن اب صرف زبان صحیح خرچ سے کام نہ چلے گا عمل بھی ہونا چاہیے۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: یہ تمہارا حق ہے میں اسے انجام دوں گا۔ پھر عثمان کے پاس آ کر ساری رواداد سنائی۔ عثمان نے کہا: ان سے مہلت لے بیچئے، کیونکہ میں ایک روز میں تو ان کے تمام مطالبات کو پورا نہ کر سکوں گا اور نہ اعتراضات کو

دفع کر سکوں گا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: جو مدینے سے متعلق معاملہ ہے اس میں مهلت کی گنجائش نہیں مدینے سے باہر کے معاملات کو اس وقت تک کا موقع دیا جاسکتا ہے جب تک آپ کا حکم دہاں پہنچ جائے۔ عثمان نے کہا: صحیح ہے، لیکن مدینے کے لیے تم روز کا موقع دیجئے۔ حضرت علیؓ مان گئے۔ اور عوام کے درمیان جا کر تحریری معاهدہ عثمان اور عوام کے درمیان ہو گیا۔ انہوں نے تم روز کا موقع دیجئے۔ کہ تمام گذشتہ مظالم کی تلافی اور حق کا استحکام ہو۔ اور تمام نامناسب گورزوں کی برطرف کیا جائے۔ پھر سخت اور موکد ترین عہد خداوندوں کے درمیان ہو سکتا ہے عثمان سے کرایا گیا۔ اور اس پر مہاجرین و انصار گواہ ہوئے۔ نتیجہ میں مسلمانوں نے ان سے دست برداری اختیار کی تاکہ وہ اپنے عہد پر عمل کر سکیں لیکن عثمان نے خود کو جگ کے لیے آمادہ کر لیا۔ اپنی پوزیشن مضبوط کرنے لگے، اسلحہ جمع کرنے لگے۔ اور غنائم خس کے غلاموں (گورنمنٹ فوج) کو فراہم کرنے لگے۔ جب مهلت کے تین دن ختم ہو گئے تو حالات جوں کے توں تھے۔ عثمان نے کوئی تبدیلی نہیں کی تھی نہ تو ناپسندیدہ گورزوں کو برطرف کیا تھا۔ یہ دیکھ کر تمام عوام بھڑک اٹھی۔ عمرو بن حزم انصاری مصریوں کے پاس گئے جو مقامِ ذخشب میں ڈیا ڈالے ہوئے تھے۔ اور انھیں تمام معاملات کی اطلاع دی۔ پھر ان کے ہمراہ مدینہ آ کر عثمان کو پیغام بھجا کہ تم نے کسی عہد پر عمل نہ کیا، نہ تو پہ کی، نہ حکومت میں کوئی تبدیلی کی، نہ عہد خداوندی کو پورا کیا۔ عثمان نے کہا: ہاں! میں اپنے عہد پر باتی ہوں۔ لوگوں نے کہا: تو پھر یہ خط کیسا ہے۔.....(۱)

جب مصر والے مدینہ آئے تو حضرت علیؓ نے انھیں سمجھا بھاکر اپنے شھروں کو واپس جانے پر آمادہ کر لیا تھا۔ پھر مقامِ ذخشب تک پہنچا کر مدینے میں عثمانؓ کو اطلاع دی کہ مصری واپس گئے۔ عثمان نے وہ دن گزار دیا۔ دوسرے دن مردان آیا اور عثمان سے کہا: لوگوں کو تقریر کر کے مطلع کر دیجئے کہ مصر والوں کو جس وقت معلوم ہوا کہ امام و حکمراء کے خلاف ساری باتیں جو معلوم ہوئی تھیں، غلط تھیں تو واپس چلے گئے۔ آپ کا یہ حکم اس قدر نافذ ہوتا چاہیے کہ عوام اپنے اپنے شھروں اور صوبوں کو واپس

۱۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۱۶۔ (ج ۲، ص ۳۶۹، خواص، ۲۵۷ھ) تاریخ کامل، ج ۳، ص ۱۷۲۔ (ج ۲، ص ۲۸۹۔ ۲۸۸)۔
خواص، ۲۵۷ھ۔ شرح ابن القید، ج ۱، ص ۱۲۶۔ (ج ۲، ص ۱۳۹، خطبہ، ۳۰)۔

جائیں۔ کیونکہ اس طرح وہ حکومت پر مسلط ہو جائیں گے۔ عثمان اس بات پر آمادہ نہیں ہوتے ہے تھے۔ بگر مروان نے اس قدر زور دیا کہ مجبور ہو کر عثمان نے منبر پر جا کر کہا کہ یہ مصر کے عوام اس لیے آئے تھے کہ انھیں حکمرانوں کے خلاف بے بنیاد اور غلط باقی معلوم ہوتی تھیں۔ جب انھیں یقین ہو گیا کہ وہ سب غلط تھیں تو واپس چلے گئے۔

یہ سنتے ہی چاروں طرف سے فریاد و غوغاء بلند ہو گیا: عثمان! خدا سے ڈرو، خدا کی بارگاہ میں توبہ کرو۔ سب سے پہلے عمر و عاص نے کہا: عثمان! خدا سے ڈرو، تم نے پاپ کر کے ہمیں بھی اس دلدل میں گھسیٹ دیا ہے۔ اب خدا سے توبہ کروتا کہ ہم بھی توبہ کریں۔ (۱)

دوسری محاصرہ (۲)

بلاد ذری، بحوالہ ابو تھف لکھتا ہے کہ مصریوں نے عثمان سے قرارداد لکھوا کر اپنے شہزادوں کا رخ کیا۔ راستے میں مقام ”المیلہ“ یا اس کے آس پاس ہیو نچے تھے۔ دیکھا کہ ایک سوار آرہا ہے اس کا رخ مصر کی

- ۱۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۱۰۔ ۳۵۹۔ ۳۶۲۔ ۳۶۴۔ (ج ۲، ص ۲۵۹)۔ حداد، ج ۲۷، ص ۲۵۔ انساب الاشراف، ج ۵، ص ۲۷۔ (ج ۲، ص ۲۷)۔
- ۲۔ استیغاب (القسم الثالث، ص ۱۰۳۱۔ نمبر ۱۷۸)۔ شرح ابن الہدید، ج ۲، ص ۱۱۳۔ (ج ۲، ص ۱۱۳)۔ خطبہ، ۳۰۔
- ۳۔ تاریخ کامل، ج ۲، ص ۲۸۲۔ (ج ۲، ص ۲۸۳)۔ حداد، ج ۲۷، ص ۲۹۶۔ (ج ۲، ص ۲۹۶)۔ تہذیب ابن اثیر، ج ۲، ص ۱۹۶، ج ۵، ص ۱۳۳۔ البدریہ والتحفیۃ، ج ۷، ص ۱۷۵۔ (ج ۷، ص ۱۹۶)۔ حداد، ج ۲۷، ص ۳۹۶۔ (ج ۲، ص ۲۷)۔
- ۴۔ لسان العرب، ج ۷، ص ۹۸۔ (ج ۱۳، ص ۲۹۹)۔ تاریخ المروی، ج ۲، ص ۳۹۶۔
- ۵۔ انساب الاشراف، ج ۵، ص ۶۹۔ ۲۶۔ ۹۵۔ (ج ۶، ص ۱۸۵)۔ الامامة والسياسة، ج ۱، ص ۳۷۔
- ۶۔ تاریخ طبری، ج ۱، ص ۱۹۳۔ العقد الفرید، ج ۲، ص ۲۲۳۔ (ج ۲، ص ۱۰۶)۔
- ۷۔ تاریخ کامل، ج ۲، ص ۵۶۔ (ج ۲، ص ۵۶)۔
- ۸۔ حداد، ج ۲۷۲۔ حداد، ج ۲۷۵۔ (ج ۲۷۲)۔
- ۹۔ تاریخ ابن طلدون، ج ۲، ص ۱۶۶۔ (ج ۲، ص ۱۶۵)۔
- ۱۰۔ شرح ابن الہدید، ج ۱، ص ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۸۶۔ ۱۸۹۔ (ج ۷، ص ۲۱۱)۔
- ۱۱۔ حیات الحجوان، ج ۱، ص ۵۲۔ (ج ۱، ص ۵۲)۔
- ۱۲۔ الصوات عن المعرفة، ج ۱، ص ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ (ج ۷، ص ۱۷۴)۔
- ۱۳۔ تاریخ الخلفاء، ج ۱، ص ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۳۸۔
- ۱۴۔ سیرہ حلیبی، ج ۲، ص ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۸۱۔

طرف ہے۔ اس سے پوچھا: تم کون ہو؟ جواب دیا: امیر المؤمنین (عثمان) کا قاصد ہوں، گورنر مصر عبد اللہ بن ابی سرح کے پاس جا رہا ہوں۔ میں امیر المؤمنین کا نوکر ہوں۔ وہ سیاہ فام تھا۔ آپس میں سب نے اس کی تفتیش کرنے کی بات طے کی۔ ممکن ہے گورنر کو ہم لوگوں کے متعلق کوئی حکم لکھا ہو۔ تفتیش کے بعد کچھ نہ ملا۔ آخر کنانہ بن بشر کی تائید پر اس کی مشکل دیکھی گئی تو ایک بندشی میں عثمان کا خط ٹھلا۔ جس میں لکھا تھا: جب مصر میں عمرو بن بدیل یہو نے تو گردن مار دو، ابن عدیں و کنانہ کے ہاتھ پاؤں قطع کر دو تاکہ تپ کر مر جائیں، پھر ان کی لاش شاخ خرم پر لکھا دینا۔

کہتے ہیں کہ یہ خط مروان نے بغیر عثمان کی اطلاع کے لکھ دیا تھا۔ جب مصریوں کو خط کے مضمون سے آگاہی ہوئی تو کہا عثمان اپنے عہد سے پھر گئے ہیں۔ وہ لوگ پھر مدینہ والیں ہوئے اور خط کو حضرت علیؓ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپ عثمان کے پاس گئے۔ عثمان نے قسم کھانی کر میں نے نہیں لکھا ہے، نہ اس کی خبر ہے۔ لیکن یہ حليم کیا کہ خط ان کے کاتب ہی کا لکھا ہوا ہے۔ حضرت علیؓ غصے میں یہ کہتے ہوئے چلے آئے کہ بلکہ تمہارا خود کا لکھا ہوا ہے۔

ابو الحسن کا بیان ہے کہ عثمان کی مہر جران بن ابان کے پاس تھی۔ اسے مروان نے لے لیا تھا، جب وہ بصرہ جانے لگا تھا۔

جینم فہری کا بیان ہے کہ عثمان نے حضرت علیؓ کو جواب دیا کہ میر انہیں میرے مشی کا لکھا ہوا ہے بلکہ آپ کا لکھا ہوا ہے کیونکہ بلوائی آپ کے تالیح ہیں اور آپ مجھ سے دور نہیں کرتے۔ میں تو آپ ہی کو اڑاں دوں گا۔

پھر تو مصریوں نے عثمان کے گھر پر دھاوا بول دیا۔ کہنے لگے: کس قدر شرم کی بات ہے کہ تمہاری مہر سے ایسا حکم صادر ہو جس کی تبھیں خبر نہ ہو۔ تم جامہ خلافت اتار دو۔ عثمان نے کہا: جو جامہ خدا نے مجھے پہنچایا ہے میں ہرگز نہ اتاروں گا۔ میں امیر چلانے لگے: یا علی! یہ سارا معاملہ آپ ہی نے خراب کیا ہے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: ابے احمدو! تم جانتے ہو کہ نہ وہ ناقہ میرا تھانہ قاصد۔ میں نے تو مصریوں کو واپس کر کے حالات درست کرنے کی کمی بارہ ممکن کوشش کی۔ اب کیا تدبیر کروں؟ پھر یہ کہتے ہوئے

و اپس ہو گئے: خدا یا امیں ان کی باتوں سے بیزار ہوں اور اس خون سے بیزار ہوں جو ایک کے بعد ایک
بنتے۔

جب عثمان کا محاصرہ کیا گیا تو عثمان نے عوام کے لئے ایک خط جس کو ابن زیر نے لوگوں کے درمیان پڑھ کر سنایا: بخدا نہ وہ خط میں نے لکھا ہے مجھے اس کی کوئی اطلاع ہے اور میں تم لوگوں کو زبان دیتا ہوں کہ تمہاری کی مرثی کے خلاف کوئی کام نہ کروں گا۔ بنابریں ہر شخص اپنی پسند کا آدمی خود منتخب کر لے یہ خزانے کی چابی بھی حاضر ہے جسے چاہو جائے کر دو۔

لوگوں نے کہا: ہم نے خط لکھنے کا الزام تم پر دیا ہے الہاماً خلافت چھوڑ دو۔

ابن سعد نے جابر بن عبد اللہ الانصاریؓ کا بیان نقل کیا ہے جس میں واپس ہوتے ہوئے مصریوں کا عثمان کے فوکر سے خط پانا اور مصریوں کا مدینہ واپس آنا، محمد بن سلمہ کو ان کے پاس عثمان کا بھیجا اور مصریوں کے محاصرے کا حال مرقوم ہے۔

اس سلسلے میں دوسرے تاریخی روایات کو بھی علامہ المیؒ نے درج کیا ہے۔ سعید بن میتب نے انھیں متذکرہ واقعات کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ چنانچہ آخر میں ابن میتب کا بیان ہے کہ لوگوں نے عثمان کا محاصرہ کر کے پانی بند کر دیا۔ عثمان نے بام خانہ سے پوچھا: یہاں علیؑ ہیں؟ جواب ملا: نہیں۔ پوچھا: سعید ہیں؟ جواب ملا: نہیں۔ تھوڑی دیر کے بعد کہا: تم میں کوئی ایسا ہے جو علیؑ کو خبر کر دے کہ مجھے پانی پہنچا دیں۔ جب علیؑ کو خبر ہوئی تو آپ نے پانی کی تین مٹکیں پہنچوائیں۔ چنانچہ اس جھڑپ میں نی امیہ اور بنی ہاشم کے چند علام بھی رُختی ہوئے۔ مشهور مورخ و ادیٰ نے بھی انھیں تفصیلات کو لکھا ہے۔ طبری کا بیان ہے کہ عثمان کا خط مصر لے جانے والے کا نام ابو الحود اسلسی تھا۔ (۱) حضرت علیؑ اسی کے لیے اکثر نمازوں میں لعنت فرماتے تھے۔ (۲)

۱۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۱۵۔ ج ۳، ص ۳۶۷۔ حادث، ۳۶۷۔

۲۔ شرح ابن القیم، ج ۱، ص ۱۶۵۔ ج ۲، ص ۱۵۰۔ خطبہ ۳۰۔ تاریخ طبری، ج ۲، ص ۳۰، ج ۵، ص ۱۷، حادث، ۱۳۷۔ تاریخ

ابوالقداء، ج ۱، ص ۹۷۔ استیعاب، قسم الرائع، ص ۱۲۰۰۔ نمبر ۲۸۳۹۔

طبری یہ بھی لکھتا ہے کہ عثمان بن محمد اخضی کا بیان ہے کہ عثمان کا محاصرہ مصریوں کے آنے سے قبل ہی شروع ہو چکا تھا۔ مصر والے جمع کے دن مدینہ پر نجی اور عثمان کو بعد جمعہ قتل کر دیا گیا۔ (۱)

عثمان تو بے کار، تو بے شکن

طبری نے سفیان بن الی العوجاء کا بیان نقل کیا ہے کہ پہلی وفع مصری آئے تو عثمان نے محمد بن مسلم سے بات کر کے انھیں واپس کر دیا۔ جب وہ لوگ مقام بویب پر نجی تو عثمان کے نوکر کا خط پڑا اور واپس مدینہ آ کر ماں اشتر اور حکیم بن جبل سے سارا ماجرہ بیان کیا۔ وہ لوگ خط کو عثمان کے سامنے لے گئے۔ انھوں نے پوچھا تو عثمان نے انکار کیا اور کہا کہ یہ خط جعلی ہے۔ پوچھا: کیا یہ خط آپ کا لکھا نہیں؟ کہا: میرا لکھا ہے لیکن میری مہربنیں نہ میرے حکم سے لکھا گیا ہے۔ پوچھا: کیا یہ نوکر آپ کا نہیں؟ جواب دیا ہے، لیکن میری اجازت کے بغیر گیا تھا۔ پوچھا: یہ اونٹ جس پر سوار ہو کر گیا آپ کا نہیں ہے؟ جواب دیا ہے، لیکن میری اجازت کے بغیر حاصل کیا گیا۔ کہا گیا: دو حال سے خالی نہیں یا آپ پے ہیں یا جھوٹے۔ اگر جھوٹے ہیں تو حکومت چھوڑ دیے۔ کیونکہ ناقص ہمارے قتل کا حکم دیا۔ اگرچے ہیں تو بھی حکومت چھوڑ دیئے کیونکہ آپ کمزور اور غافل ہیں۔ اور اپنے اردو گردگندے لوگوں کو جمع کر رکھا ہے۔ کیا کسی حکمراں کے لیے ایسا غافل اور سوت ہونا رواہ ہے، جس کی طرف سے حکم صادر ہوا اور اسے پڑتے نہ ہو؟ مزید کہا: آپ کو اصحاب رسول نے نصیحت کی کہ غلط بدعتوں کو چھوڑ دیئے، قانون اسلام کا نفاذ کیجئے۔ آپ نے انھیں ختم سزا نہیں دیں۔

عثمان نے کہا: ہر حکمراں کبھی غلطی کرتا ہے، کبھی صحیح کام کرتا ہے۔ آپ لوگوں کو غلطیوں پر انتقام لیئے کا حق نہیں۔ کہا گیا: آپ نے تنگین غلطیاں کی ہیں۔ آپ حکومت سے دلکش ہو جائیے۔ جب آپ سے بات ہوتی ہے آپ توبہ کرتے میں اور پھر اپنی سی کرنے لگتے ہیں۔ یہ دوبار ہو چکا ہے۔ یہاں تک کہ محمد بن مسلم آپ کی حرکتوں سے نفرت کرنے لگے ہیں۔ اب انھوں نے عہد کیا ہے کہ عثمان کے معاملے میں

کبھی دخل نہ دیں گے۔ ہم چلی بار واپس گئے تاکہ آپ کو بہانہ نہ مل سکے، اب ہمیں اس واپسی پر شرمندگی ہے۔ دوسرا بار آپ نے ہمارے قتل کا فرمان صادر کر دیا۔ اب آپ اپنے خط کا بھی انکار کرنے لگے۔ اب آپ حکومت چھوڑ یئے تاکہ آپ کی رحمتوں سے ہمیں چھکارا ملے اور آپ بھی ہمارے ہاتھوں محفوظ رہیں۔ جب سب کہہ چکے تو عثمان نے تقریر کی: تم نے انصاف کی بات نہیں کی۔ کیونکہ تم حکومت چھوڑ نے کو کہتے ہو، جس جامے کو خدا نے پنھایا ہے ہم اسے نہ اتاریں گے۔ البتہ ہم تو بہ کر سکتے ہیں کہ اب ان غلطیوں کو نہیں دھرا میں گے لوگوں نے کہا: ہم اس سے قبل آپ کو موقع دے چکے ہیں۔ آپ نے وہی غلطیاں دھرائی تھیں۔ پھر ہماری گردن زدی کا بھی حکم دے دیا۔ ہمیں امید ہے کہ پھر آپ وہی حرکتیں کریں گے۔ اب ہم نے فیصلہ کر لیا ہے کہ آپ کی جگہ دوسرے کو بٹھا کر ہمیں دم لیں گے۔ اگر آپ کے قبیلے نے جنگ کی تو گھسان کی جنگ ہو گی یا ہم قتل ہوں گے یا آپ۔ عثمان نے کہا: اگر تم ہمیں قتل بھی کرو تو ہم حکومت نہ چھوڑیں گے۔ اور اگر تم مجھ سے جنگ کرو گے تو ہم اپنے کسی آدمی کو جنگ کا حکم نہ دیں گے کہ تم سے جنگ کرے۔ (حالانکہ ان کے قبیلے کا کوئی بھی دہاں ایسا نہ تھا جو ان کی حمایت میں جنگ کرتا۔ سبھی خائف و گریز ایں تھے۔ ام جبیہ کی پناہ میں تھے۔)

بندجا! اگر ہم چاہتے تو تم سے جنگ کے لیے تشكیر بلا لیتے، تم سے جنگی ہبادروں کا مقابلہ کراتے اب تم لوگ اپنی جان پر حرم کرو۔ اگر میری زندگی کی فکر نہیں تو اپنی زندگی کی فکر کرو۔ کیونکہ میرے قتل کے بعد انتقام کا چکر چل نکلے گا۔ آخر وہ لوگ عثمان کے پاس سے چلے آئے اور اعلان جنگ کر دیا۔ عثمان نے مجھے (محمد بن مسلم) آدمی بھیج کر بلوایا تاکہ معاملے کو رفع دفع کروں لیکن میں نے انکار کر دیا۔ (۱)

متذکرہ تاریخی واقعات کا تجزیہ

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عثمان کو قتل کرنے والے مہاجرین و انصار تھے، اصحاب رسول تھے، عثمان کی طرف صرف چار افراد تھے۔

۱۔ تاریخ طبری، ج ۵، بی ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ج ۲، بی ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ حادث، ۳۷۵۔

مہاجرین و انصار کے افراد جو مصر، کوفہ، بصرہ وغیرہ سے آئے تھے انہوں نے عثمان کی اصلاح میں کوئی کوتاہی نہ کی۔ ان کا مقصد محض عثمان کو بدعتوں سے روکنا تھا۔ باہر سے آئے ہوئے عظیم الشان اصحاب رسول ﷺ تھے۔ جن کی دینداری، تقویٰ اور فضیلت کا سمجھی اقرار کرتے تھے۔ ان کے اسماء گرامی یہ ہیں: زید، مالک اشتر، کعب بن عبدہ، زیاد بن نضر حارثی، عمرو بن اعتم، (۱) عمر و بن حمّق خزاعی، عمرو بن بدیل خزاعی، عبد اللہ بن بدیل خزاعی، (۲) عبد الرحمن بن عدیس، محمد بن ابی بکر (۳) اور حکیم بن جبلہ عبدی۔ (۴)

یہ سبھی مردان صالح اور زبان رسالت سے اپنی دینداری کی سند حاصل کر چکے تھے۔

ایام محاصرہ عثمان

جو کچھ کلمکش سامنے آئیں اور گفتگو و مباحثات، سوال جواب کی باتیں ہوئیں۔ ان سے لوگوں کے صلاح و تقویٰ کا پورا ثبوت ملتا ہے۔ نیز یہ کہ مخالفین عثمان فقط خدا کے لیے اور اس کے قانون و شریعت کے اجراء کے لیے بغاوت پر آمادہ ہوئے تھے۔ وہ صرف یہ چاہتے تھے کہ حکم الہی پر عمل ہو۔ ان کے قیام کا مقصد صرف یہ تھا کہ معاشرے میں الہی حکومت قائم ہو۔ باغیوں کا مقصد ہرگز یہ نہ تھا کہ وہ حکومت پر بقدر کر لیں یا مال و دولت حاصل کر لیں۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ جب بھی عثمان نے بدعتوں سے توبہ کی تو ان سے راضی ہو گئے اور جب انہوں نے انحراف کا مشاہدہ کیا یا عثمان کو عہدو بیان سے پھر تے دیکھا تو شورش پر آمادہ ہو گئے۔ باغیوں نے امر بالمعروف اور نبی عن المکر کا بلند ترین مظاہرہ کیا۔ جب حکومت

۱۔ استیعاب (قسم الثالث، ص ۱۱۶۳، نمبر ۱۸۹۲)۔ اسد الغابۃ، ج ۲، ص ۱۹۶، نمبر ۳۸۶۲۔ الاصابة، ج ۲، ص ۵۲۲، نمبر ۵۶۶۰۔

۲۔ استیعاب (قسم الثالث، ص ۸۷۲۔ نمبر ۱۳۸۱، ۱۳۸۲)، اسد الغابۃ، ج ۳، ص ۱۸۳، نمبر ۲۸۳۲۔ الاصابة، ج ۲، ص ۲۸۰، نمبر ۳۵۵۹۔

۳۔ استیعاب (قسم الثالث، ص ۷۷، نمبر ۱۳۶۲۔ نمبر ۳۲۲۰)، الاصابة، ج ۳، ص ۳۷۲، نمبر ۸۲۹۳۔

۴۔ استیعاب (قسم الاول، ص ۳۶۶، نمبر ۵۲۰)، مردخ الذعاب، ج ۲، ص ۷، ج ۲، ص ۲۷۵۔ تاریخ کامل، ج ۲، ص ۹۶، ج ۲، ص ۳۶۶، جوادث، ۱۳۷۰۔

میں سیاسی تباہی کے آثار دیکھئے تو حق کے نفاذ کے لیے کوشش ہونے لگے۔ اگر اس جماعت کا مقصد اس کے علاوہ کچھ ہوتا تو حضرت علیؓ ان کی ستائش نہ کرتے۔ چنانچہ مصراویوں کے متعلق اپنے ایک خط میں اشارہ کیا کہ لوگوں نے جب مملکت میں نافرمانی کے آثار دیکھئے، حق کو پامال ہوتے دیکھا تو شورش پر آمادہ ہو گئے۔ اسی طرح دوسرے اصحاب نے بھی ان لوگوں کی تعریف کی ہے۔ ایسی شورش کے موقعوں پر عزت داروں کا احترام باقی نہیں رہتا لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ جو لوگ عثمان کے خلاف بغاوت کر رہے تھے انہوں نے تمام اصحاب اور ارباب حق کی عزت کا تحفظ کیا۔

دوسرے یہ کہ ان تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ عثمان جرام کے مرتكب ہوئے تھے اور مسلمانوں نے ان کی مذمت کی۔ خود عثمان نے بھی ان جرام کا اعتراف کیا اور یہ کہ جرم اور اسلامی قانون کے خلاف عمل کرنا گناہ ہے۔ اسی لئے انہوں نے توبہ بھی کی اور عہد کیا کہ ان گناہوں سے باز آ جائیں گے۔ کچھ ہی دن بعد پھر توبہ توڑوی اور اسلامی احکام کی مخالفت کرنے لگے۔ مجھے نہیں معلوم کہ ان دونوں حالتوں میں کس پر عمل کیا آیا بیدعتوں کے اقرار اور انہمار توبہ پر یا اس صورتحال پر کہ جب مروان نے ان کو کھیلوں کی طرح منبر پر پہنچا کر کھلوایا کہ یہ مصراوی لٹلفی میں حاکم کے خلاف شورش پر آمادہ تھے لیکن جب انہوں نے سمجھ لیا کہ یہ تمام باتیں غلط اور بے بنیاد ہیں تو اپنے اپنے ملکوں میں واپس گئے۔

تیرے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ انہوں نے اسلام کی مخالفت کے رویے سے باز آنے کا تائیدی عہد کیا تھا۔ یہ عہد ان حکم ناموں سے معلوم ہوتا ہے جو انہوں نے مختلف گورنزوں کے نام لکھ کر با غایبوں کے حوالے کیا تھا۔ پھر انہوں نے اس عہد و پیمان کو توڑا اور جن کی ضمانت حضرت علیؓ اور محمد اہم مسلم جیسے عظیم الشان صحابیوں نے لی تھی اسے پیروں تسلی رونڈا الا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عثمان کو اپنے عہد و پیمان کا پاس دھاٹنیں تھا۔ نہ وہ ضمانت داروں کا احترام کرتے تھے۔ وہ عہد توڑنے کو جرم و گناہ نہیں سمجھتے تھے۔ لہذا اس میں کوئی مشکل نہیں کہ عادل اور راست رو اصحاب کے متعلق مسلمانوں کی تاویلات کا کوئی وزن نہیں رہ جاتا۔

چوچی یہ بات واضح ہوتی ہے کہ محاصرہ اول کے زمانے میں جو عہد نامہ لکھا گیا اور جس میں یہ شرط

رکھی گئی تھی کہ عثمان قرآن و سنت پر عمل کریں اور اب تک جن بدعتوں کے مرتكب ہوئے ہیں، ان سے باز آئیں۔ اس عہد نامے سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ان کی حکومت قرآن و سنت سے مخفف تھی اور کسی حاکم کا قرآن و سنت سے مخفف ہونا اس کی ذلت کی دلیل ہے۔

پانچویں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ زبان رسالت سے طریقہ لعین لقب پایا ہوا مردان ابن حکم اس قدر عثمان کے معاملات میں دخیل تھا کہ بقول مولانا علی عثمان کے دین و عقل کو غارت کر چکا ہے اور وہ انھیں اونٹ کے مہار کی طرح جہاں چاہتا ہے گھینٹا رہتا ہے۔ اسی کی وجہ سے کئی بار عہد و پیمان ہوئے اور نوئے۔ عثمان پر حیرت ہے کہ وہ اپنے کو ایے ملعون کے قبیلے میں کیسے دیئے ہوئے تھے کہ جس کے پاس نہ دین تھا نہ ایمان و امانت؟ اچھی طرح جانتے تھے کہ ساری بدجنتی اس کی لاائی ہوئی ہے، یہ حادثے اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں۔ یہاں تک کہ مر گئے اور مردان جیسے بے دین کے چنگل سے نہ نکل سکے۔

اس سے زیادہ حیرت کی بات یہ کہ عثمان نے حضرت علی صلی اللہ علیہ و آله و سلم اور دیگر اصحاب کی نصیحتوں پر قطعی توجہ نہیں دی، (۱) ان کے حکم استدلال و بحایت پر کان وھرے۔ حالانکہ جانتے تھے کہ یہ لوگ ان کے ہمدرد ہیں۔ اور تسلیک کا حکم دے کر اور برائی سے روک کر اپنی ذمہ داری سے سبک دوش ہورہے ہیں۔ ان کی دعوت سراسر ان کی اور امت اسلامی کی نجات کی خاصیت ہے۔

محاصرے کی مدت (۲)

تاریخی روایات سے پتہ چلتا ہے کہ مدت محاصرہ میں بھی اختلاف پایا جاتا ہے۔ یہ اختلاف تاریخی

- ۱۔ المسدر رک علی صلی اللہ علیہ و آله و سلم، ح ۳۷۹، ص ۵۲۶، ح ۳۷۹، ص ۵۲۶، حدیث ۸۲۷۷۔ حیۃ انبیاء، ح ۲۲۲، ص ۳۹۹، ح ۲۲۲، ص ۳۹۹۔ الصواعن الحجر قد، ص ۱۰۸۔ سیرہ حلیہ، ح ۴، ص ۳۲۷، ح ۴، ص ۳۲۷۔ شرح ابن القید، ح ۲، ص ۳۱۷۔ ح ۲، ص ۳۱۷۔
- ۲۔ الامامة والسياسة، ح ۲، ص ۳۲۷۔ ح ۲، ص ۳۲۸۔ انساب الاشراف، ح ۵، ص ۲۷۲۔ ح ۵، ص ۲۷۲۔ ح ۲، ص ۱۸۸۔ تاریخ طبری، ح ۵، ص ۱۰۵، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷۔ ح ۳، ص ۳۵۱۔ ح ۳، ص ۳۵۱۔ ح ۳، ص ۳۶۷۔ ح ۳، ص ۳۶۷۔
- تاریخ کابل، ح ۵، ص ۲۷۲۔ ح ۵، ص ۲۷۲۔ ح ۳، ص ۲۸۸۔ ح ۳، ص ۲۸۸۔
- تاریخ ابن خلدون، ح ۲، ص ۳۹۲۔ ح ۲، ص ۳۹۲۔
- الحضرت الکبری ص ۵۹۵۔
- مجموعۃ الکاملۃ لمؤلفات طہسین مجلد ۲، ص ۲۲۱۔

روایات کے ظاہری معنی میں ہے۔ اگر غور کیا جائے تو محاصرے کا واقعی زمانہ لگ بھگ دریافت کیا جاسکتا ہے۔ واقعی لکھتا ہے کہ عثمان کا انچا س روز تک محاصرہ کیا گیا تھا۔ زیر و مہینہ میں دن یا چالیس دن اور این کثیر ایک مہینے سے زیادہ یا چالیس سے اوپر کچھ دن محاصرے کی نشاندہی کرتے ہیں۔ شعی نے دو سو بیس دن کہا ہے، طبری کی روایت میں ہے کہ انقلابیوں کے مدینہ آنے اور قتل ہونے کی مدت ستر دن تھی، بعض روایتوں میں ہے کہ جہجہ کے دانتے کے بعد میں روز تک محاصرہ چلتا رہا۔ ممکن ہے ان روایات میں دو محاصوروں کی مدت بیان کی گئی ہو۔ یا محاصرے کی ابتداء اس وقت سے سمجھی گئی ہو جب شورش پسند مدینہ پہنچے اور عثمان کے گھر کو فوجی گھیرے میں لے لیا۔ یا پھر محاصرے کا آغاز اس وقت سے سمجھا گیا ہو جب ان پر عرصہ حیات تک کیا گیا تھا یا جب سے ان پر پانی بند کیا گیا اور لوگوں کو آنے جانے سے روکا گیا۔ یا اس وقت سے سمجھا گیا ہو کہ صوبوں کے غالپن مدنیے میں آئے یا اس زمانے میں کہ جب مدنیے والوں نے شورش پسندوں کے ساتھ شامل ہو کر عثمان کا گھر گھیر لیا۔ مدت محاصرہ کے اختلاف کو انھیں صورتوں سے دفع کیا جاسکتا ہے۔

زمانہ محاصرہ میں عثمان نے خطوط لکھے

طبری لکھتا ہے کہ مصر والے اپنے شہروں کو واپس جاتے ہوئے اس لیے پڑ آئے کہ عثمان کا نوکر ایک اونٹ پر سوار گور ز مصر کے لیے خط لے کر جارہا تھا جس میں تحریر تھا کہ ان میں سے بعض کو قتل کر دو یادار پر چڑھا دو۔ جب مصر والوں نے واپس آ کر پوچھا: یہ آپ کا نوکر ہے تو جواب دیا: ہاں میرا نوکر ہے، لیکن میری اجازت کے بغیر گیا تھا۔ پوچھا: یہ اونٹ آپ کا ہے؟ اسے بے اجازت لے گیا تھا۔ پوچھا: خط پر آپ کی مہر ہے؟ جواب دیا: کسی نے مہر لگادی ہوگی۔ اس پر عبدالرحمٰن ابن عدیس نے کچھ اشعار بھی کہے۔ جب عثمان نے اپنے سر پر مصیبت دکھلی اور بغاوت میں سب کا اتفاق ملاحظہ کر لیا تو معاویہ کو شام میں ایک خط لکھا کہ مدنیے والے کافر ہو گئے ہیں اور اطاعت کا انکار کر کے بیعت توڑ دی ہے، اس لیے کسی طرح بھی میرے پاس شامیوں کی فوج جبجو۔ عثمان نے ایک خط شام والوں کے لیے

بھی لکھا تھا کہ شورش پسند میرے قتل میں جلدی کرنا چاہتے ہیں، انہوں نے مجھے اختیار دیا ہے کہ یا تو مجھے جلاوطن کر دیں یا اس لباس خلافت کو جسے خدا نے میرے جسم پر آراستہ کیا ہے، مجھ سے اتر لیں۔ حالانکہ حاکم بھی اپنے کاموں میں غلطی بھی کر جاتا ہے۔ اس لیے تم لوگ میری مدد کرو، میرے سواتھا را کوئی حاکم نہیں۔ جلدی کرو۔ ابے معاویہ اخود آ کر میری مدد کرو۔ حالانکہ میں جانتا ہوں کہ تو میری مدد نہ کرے گا۔

ایک خط عبد اللہ ابن عاصم کو لکھا کہ بصرے والوں کو میرے پاس بھجو۔ عبد اللہ نے لوگوں کو جمع کر کے عثمان کا خط سنایا اور مدد پر ابھارا۔ مجاشع ابن مسعود اور قیس ابن یسم نے اپنی تقریروں میں مدد کرنے کو کہا اور لوگ مدینہ جانے کے لیے تیار بھی ہوئے۔ گورز عبد اللہ نے مجاشع کو سردار بنا کر مدینہ روانہ کیا لیکن وہ ابھی صرار کے پاس پہنچنے تھے کہ عثمان کے قتل ہونے کی اطلاع ملی۔ طبری کے مطابق عثمان نے دوسرے صوبوں کے باشندوں سے مدد طلب کی اور سلسلہ خلافت کے پیش نظر شوریٰ کے ذریعے اپنے خلیفہ محسین ہونے اور اچھی طرح انتظام حکومت کرنے کی باتیں لکھی۔ جب یہ خط لوگوں کو ملا تو ہر چار جانب سے لوگ ان کی مدد کو پہنچنے لگے۔

ابن قتیبہ لکھتے ہیں کہ عثمان نے ایک خط نافع کے ذریعے کے والوں کو بھیجا کہ حاجیوں کے درمیان پڑھ کے سنادیا جائے اور ان سے مدد طلب کی۔ نافع بروز عرف مکہ پہنچا۔ اس سال عثمان نے عبد اللہ ابن عباس کو حاجیوں کی سرپرستی پر مامور کیا تھا۔ نافع جب عثمان کا خط پڑھنے لگا تو ابن عباس نے اسے روک کر خود تقریر شروع کر دی اور مدد کرنے کی کوئی بات نہیں کی۔ عثمان کا خط بہت اچھے مطالب پر مشتمل تھا جسے طحہ حسین نے نقل کیا ہے لیکن اس کی تاریخی سند مٹکوں ہے کیونکہ اس خط کی نشاندہی ابن ابی سرہ نے کی ہے وہ نہایت جھوٹا انسان تھا۔ محمد شیع اس کی روایات پر اعتبار نہیں کرتے۔ (۱)

- ۱۔ التاریخ، ج ۳، ص ۱۵۱، نمبر ۶۵۹۔ التاریخ الکبیر، جلد ۸، ص ۹، نمبر ۲۵۔ کتاب الائچی۔ کتاب الفضلاء والمعز وکیم، ص ۲۶۲، نمبر ۲۶۷۔
- ۲۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، ج ۷، ص ۲۷۲، نمبر ۲۹۔ کتاب الجغرافیہ، ج ۲۳، ص ۱۲۷۔ تاریخ بغداد، ج ۱۲، ص ۳۷۲۔
- ۳۔ نمبر ۶۹۷۔ تحدیث الحمد یہب، ج ۱۲، ص ۲۷، ج ۱۲، ص ۳۱۷۔

خطوط عثمان پر ایک نظر

ان خطوط کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ عثمان نے مسلمانوں کی ہمدردی حاصل کرنے کے لیے جو طریقہ اختیار کیا وہ خلاف شورش کا سبب تھا۔ وہ مدینے کے مہاجر و انصار کے متعلق لکھتے ہیں: مدینے والے کافر ہو گئے ہیں، انہوں نے میری بیعت و اطاعت سے ہاتھ کھینچ لیا ہے یا یہ فقرہ کہ مشرک اور جنگجو قبیلے اسی طرح میرے اوپر ٹوٹ پڑے ہیں جس طرح رسول اللہ ﷺ پر احزاب والے ٹوٹ پڑے تھے یا جنگ احمد کی طرح لوگ مجھ پر حملہ آور ہو رہے ہیں۔ ان قبائل یا مدینے والوں سے مراد وہی اصحاب رسول ہیں جو مہاجر و انصار کی فرد تھے اور جن کے متعلق تمام الہی سنت کا فیصلہ ہے کہ وہ عادل اور ہدایت یافت ہیں، وہ انھیں اصحاب کے قول عمل کو جنت سمجھتے ہیں کیونکہ ان کی عدالت پر سمجھی مطمئن ہیں۔ ان کا اعتقاد ہے کہ مہاجر و انصار کا ہر اقدام ہدایت سے بھر پور ہوتا تھا۔ کیا جو لوگ ایسا ایمان و عقیدہ اصحاب رسول کے لیے رکھتے ہیں ان کے متعلق اس طرح کا دشنام اور تہمت برداشت کر سکتے ہیں کہ وہ مشرک قبیلے ہیں اور پیغمبر ﷺ پر حملہ کر بیٹھے ہیں، اور وہ کافر ہو گئے ہیں۔ کیا اس سے بڑی کوئی تو ہیں ہو سکتی ہے؟ کیا ان کے پاس دین کا ذرا بھی احساس نہیں رہ گیا تھا؟ کیا وہ دفاع حق کی صلاحیت سے بالکل محروم ہو چکے تھے؟ پہلو سبب تھا کہ عثمان کا خط دیکھ کر عام طور سے لوگ ان کے خلاف شورش پر آمادہ ہو گئے۔ پھر وہ لکھتے ہیں کہ مدینے والے یعنی مہاجر و انصار نے میری اطاعت سے سرتباں کی ہے حالانکہ ہم جانتے ہیں کہ مسلمان فقط خدا و رسول ﷺ کا مطیع ہے۔ اسی امام کا حکم مانے گا جو قرآن و سنت پر عمل کرے۔ اور جن لوگوں نے عثمان کے خلاف بغاوت کی تھی ان کا متفقہ فیصلہ تھا کہ عثمان قرآن و سنت پر عمل نہیں کر رہے ہیں۔ ایسی صورت میں آخر وہ کس کی فرمائیں گے کہ اور یہ شکایت آخر کیا معنی رکھتی ہے؟

بیعت اسی وقت لازم ہوتی ہے جب صاحب بیعت شرائط پر باقی رہے اور لوگوں نے قرآن، سنت اور سیرت شیخین کی پیروی پر بیعت کی تھی۔ وہ اپنی شرط سے مخفف ہو چکے تھے۔ اس لیے مسلمان اپنے پیان بیعت پر کیسے باقی رہتا۔ تمام مسلمانوں اور اصحاب رسول ﷺ کا عقیدہ تھا کہ وہ قرآن و سنت سے پھر گئے ہیں۔ اس لیے ان لوگوں نے بیعت بھی توڑ دی۔ اب عثمان کی یہ گہار کہ مسلمان نے

بیعت توڑ دی ہے بیکار ہے۔

چونکہ چاروں طرف سے لشکر آرہے تھے اس لیے اصحاب رسول ﷺ اور مسلمانوں نے عظیم الشان قتل و خون سے بچنے کے لیے ان کا کام تمام کر دیا۔ آخر یہ ہی اصحاب تھے جنہوں نے اسلام اور پیغمبر ﷺ کی نصرت کی تھی۔ بے شمار امہا جروں کو پناہ دی تھی اور جانبازی و فدا کاری و کھا کر پرچم اسلام کو بلند کیا تھا۔ عثمان کے خطوں میں انھیں جنگجو اور مشرک قبیلہ کہنا اور خدق اور واحد سے تشبیہ دینا حیرت ناک بات تھی۔

اس کے علاوہ قابل غور بات یہ ہے کہ عثمان کی توبہ میں تذبذب اور دوغله پن تھا۔ اصحاب رسول ﷺ کے سامنے مسجد میں منبر ہر عہد کیا اور حضرت علیؓ سیست دوسرا لوگ اس کے گواہ ہوئے۔ اس توبہ میں اعتراض کیا گیا تھا کہ انہوں نے قرآن و سنت سے انحراف کر کے غلطی کی ہے۔ یہ اقرار کیا تھا کہ اب اسلامی روایہ اپنا کر قرآن و سنت پر عمل کریں گے۔ تھوڑے دن بعد اپنی توبہ توڑ دی اور حچکی باتوں کی کوئی اصلاح نہیں کی۔ آخر ایسا کیوں کیا؟ ظاہر ہے کہ یہ سب کچھ اسی گمان پر تھا کہ اگر جمایتوں اور گورزوں نے فوجی لکھا تھا۔ وہ خطوط میں اپنے انحراف سے انکار بھی کرتے ہیں۔ مثلاً کے والوں کو لکھتے ہیں کہ نہ مجھے توبہ کی مہلت دی جا رہی ہے اور نہ سیرے استدلال پر کان درہ رے جا رہے ہیں۔ مدینے والوں نے ان سے کہا: اے خلیفہ! کیا تم نے بار بار توبہ نہیں کی لیکن اپنی توبہ توڑتے رہے اور گرگٹ کی طرح رنگ بدلتے رہے۔ معاملے کوٹال کر صوبوں سے فوجیں بلاںے کا ارادہ ہے تاکہ لوگوں کا خون بہا کر اسلامی شہروں کو دیران کیا جائے۔ چنانچہ یزید ابن کرز نے کہا بھی تھا کہ اگر میں مدینے پہنچ جاؤ گا تو وہاں کے ایک بھی بالغ کو زندہ نہیں چھوڑوں گا۔ ان لوگوں نے عثمان کی بد نیتی تاثری تھی۔ اور وہ سمجھ گئے تھے کہ مردان انھیں جدھر چاہتا ہے مہار تھام کر گھستا پھر رہا ہے۔ اس لیے دین اسلام اور معاشرے کی بقاء کے لیے عثمان کا کام تمام کر دیا گیا۔

یہاں ایک دوسری بات بھی لائق توجہ ہے۔ میں عثمان سے پوچھتا ہوں: آخر تمہارا اس سے

کیا مقصود تھا کہ خدا نے جس جامہ خلافت کر میرے بدن پر آراستہ کیا ہے اسے ہرگز نہیں اتنا روں گا؟ یہ بات گنگوہ، تقریروں اور خطوں میں مکر رکی ہے۔ کیا تمہارے ذہن میں یہ بات نہیں تھی کہ لوگ اس جملے کا تجزیہ بھی کر سکتے؟ اس وقت تمہارے طرفداروں کے پاس کیا جواب ہو گا؟ آخر یہ قبائے خلافت خدا نے تمہیں کب پہنائی؟ حالانکہ ہم یہ دیکھ رہے ہیں کہ جس عبد الرحمن ابن عوف نے یہ قبائیں پہنائی تھی، اس نے تم سے مرتبہ دم تک بات نہیں کی تھی۔ تم اسے منافق اور نامعلوم کیا کیا کہتے رہے۔ اسی لیے ابن عوف نے وصیت کی تھی کہ تم اس کی نماز جنازہ نہ پڑھنا۔ اور حضرت علیؓ سے کہا تھا۔ آپ بھی تکوار اٹھائے اور میں بھی تکوار اٹھاؤں کیوں کہ عثمان اپنے مقابلوں سے پھر گئے ہیں۔ وہ تمہارے خلاف لوگوں کو بھڑکاتے رہے۔ قسم کھائی تھی کہ مرتبہ دم تک تم سے بات نہ کروں گا۔ تم ان کی عیادت کے لیے گئے تو انہوں نے اپنا منحد پواری طرف کر لیا۔ اس کے علاوہ شوریٰ کے تمام ارکان تمہارے خلاف تھے۔

اور اگر ہم ابو بکر اور عمر کی سیرت کو میزان قرار دیں تو اس کا مطلب یہ ہو گا کہ خلیفہ میعنی کرنا خدا پر لازم نہیں ہے بلکہ خدا نے یہ کام امت کے حوالے کر دیا ہے کہ جس کو چاہے منتخب کر لے۔ حالانکہ ارشاد خداوندی ہے کہ اللہ جس کو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے منتخب کرتا ہے اور انتخاب کا حق بندوں کو نہیں۔ کسی بھی مومن مرد و عورت کو جب کہ خدا اور اس کا رسول ﷺ کو میلان فرمان صادر کر دیں تو انہیں اپنے معاملات میں اختیار نہیں رہ جاتا۔ اس مفہوم کی حد نہیں بھی موجود ہیں۔ اس صورت میں شاید تمہارا خیال ہے کہ جن لوگوں نے تمہارا انتخاب کیا ان کی تائید خدا نے بھی کر دی؟ کیا خدا نے مسلمانوں کو ذمہ دار یوں کو واضح نہیں کر دیا اور امام یا جائشیں رسول ﷺ کو میعنی نہیں کر دیا ہے؟ کیا یہ ہوں انگیز رائے تنقید کے قابل نہیں؟ آخر اس جمہوری انتخاب کو خلعت اللہ سے تشبیہ دینا کیا معنی رکھتا ہے یہ قطعی جاہلانہ خیال ہے کہ جس جامہ کو خدا نے میرے بدن پر آراستہ کیا ہے ہرگز نہیں اتنا روں گا۔

بہرحال ہم اس پہلی قبائے خلافت کو دیکھتے ہیں کہ غیر قانونی انتخاب کے ذریعے دھوں دھمکی کے ساتھ چین لی گئی اور جس میں بے شمار بدختیاں پیدا ہوئیں۔ حالانکہ بقول حضرت علیؓ وہ اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ امت کے درمیان ایسا شخص موجود ہے جس کی حیثیت بھی میں قطب کی ہے اور اس کی

بلند یوں تک طاڑ خیال کی رسانی نہیں۔ وہ ہر خیر و برکت کا سرچشمہ ہے۔ اس کے باوجود اس نے مرنے وقت اس خلعت کو پر خلاط کے حوالے کر دیا۔ یہ اس سے زیادہ حیرت انکا بات تھی حالانکہ وہ سمجھ رہے تھے کہ حضرت علیؓ ابوجعہ سے بہر حال افضل ہیں۔ پھر یہ قبائے خلافت عثمان کے حوالے عبدالرحمٰن نے کی اور پھر علیؓ سے کہنے لگے کہ بیعت کرو ورنہ گروں ماری جائے گی۔ حضرت علیؓ اغصے میں وہاں سے چلے آئے۔ آخر یہ خلافت قبائے الہی کیسے ہو گئی؟ یہ بحث طولانی ہے جس میں بہت سے سائل پر بات ہو سکتی ہے۔ اس لیے اس کی تشریع پکھڑ زیادہ مناسب نہیں۔

لیکن ہاں جس خلافت کو خلعت الہی کہا جائے وہ خدا کی صیحہ کی ہوئی اور پیغمبر اکرم ﷺ کی تبلیغ کے ذریعہ امت تک پہنچتی ہے۔ یہ وہی ہے جس کی تبلیغ پیغمبر ﷺ نے بعثت کے پہلے ہی دن کر دی تھی۔ اس خلافت کا وارث خلعت کو خود کسی اتار نہیں سکتا اور شاپنگ ذمہ دار یوں کو نظر انداز کر سکتا ہے۔ یہ خلافت، ولایت خدا و رسول ﷺ سے وابستہ ہے اور اسی کے ذریعہ دین کامل ہوا۔ یہ خلافت الہی کہاں اور لوگوں کے ذریعہ منتخب شدہ خلافت کہاں؟

سیاسی انتخاب میں غلبہ و تسلط اور غاصبانہ قبضے کی بات آجائی ہے۔ وہ عوام کے ذریعہ تکمیل پاتی ہے اور ختم ہو جاتی ہے۔ اس خلافت کو رہبرانہ ذمہ دار یوں کے اعتقادی و اخلاقی پہلو، تہذیب نفس یا تبلیغ احکام اور امت کو معراج انسانیت تک پہنچانے کا احساس نہیں ہوتا۔ ایسی حکومت کے افراد اعتقاد و اخلاق سے محروم ہوتے ہیں۔ یہ حقیقت ان تمام حکام کے یہاں دیکھی جاسکتی ہے جو بغیر حکم الہی حاکم ہو گئے۔

خاتمة عثمان پر جنگ

ابن سعد (۱) نے مردان کے آزاد شدہ غلام ابو حفصہ کا بیان نقل کیا ہے کہ جب عثمان کے گھر پر جنگ چڑھ گئی تو مردان رجڑ پڑھتا ہوا سامنے آیا کہ میرے مقابل کون آئے گا؟ عروہ اس سے جنگ کو نکلے اور اس کی گدی پر تکوار ماری اور وہ خون میں لوٹنے لگا۔ یہ دیکھ کر عبد چهری لے کر اس کا سر قلم کرنے کے

لیے بڑھے۔ یہ دیکھ کر مردان کی ماں نے اس سے کہا اگر تمہیں مارنا تھا تو اسے مارچکے، اب اسے ٹکڑے ٹکڑے کیوں کرتے ہو۔ عبید نے خجالت کے ساتھ اسے چھوڑ دیا۔

عیاش لکھتا ہے کہ اس موقع پر موجود ایک شخص نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے ابن بیاع کو دیکھا کہ مردان سے جنگ کے لیے ٹکلا اور مردان کی گدی پر توار ماری کہ گردن کٹ گئی۔ اس کا سر قلم کرنا چاہا تو کہا گیا کہ اس کا گوشت ٹکڑے ٹکڑے کیوں کر رہے ہو۔ یہ سن کر اسے چھوڑ دیا گیا۔

بلاذری (۱) نے خالد ابن حرب کا بیان نقل کیا ہے کہ قتل عثمان کے دن بنی امیہ نے زوجہ رسول اُم حیبہ کے گھر پناہ لی تھی۔ ام حیبہ نے عاصی، ابوالحاصل اور اسید کے گھرانے والوں کو اپنے گھر میں رکھا اور دوسروں کو دوسری جگہ پر چھپا دیا۔ ایک دن معادیہ نے عمر وابن سعید کو اکڑ کے چلتے ہوئے دیکھ کر کہا: میرے ماں باپ ام حیبہ پر قربان ہو جائیں! اس گھرانے کو بہت اچھی پہنچانتی تھیں کہ اسے گھر کے انداز کی کوئی میں چھپا دیا تھا۔

بہر حال لوگ بنی حزم النصاری کے گھر کی طرف سے عثمان کے گھر میں کھس گئے۔ ان لوگوں کے مقابلے میں قریش کے تین آدمی اٹھے۔ عبد اللہ بن وہب، عبد اللہ بن عوف اور عبد اللہ بن عبد الرحمن، یہ دیکھ کر عبد اللہ بن عبد الرحمن نے کہا: اللہ کے بندو! ہمارے اور تمہارے درمیان یہ قرآن فیصلہ کرے گا۔ لیکن لوگوں نے بغیر کچھ پرواہ کئے ان تینوں کو عثمان کے گھر میں قتل کر دیا۔

اتنے میں مالک اشتر عثمان کی حلاش میں آئے تو دیکھا ان کے پاس کوئی نہیں ہے تو واپس جانے لگے۔ سلم ابن کریب ہمدانی نے مالک اشتر سے کہا: آپ ہی نے مجھے اس شخص کو قتل کرنے کی دعوت دی اب اسے دیکھ کر واپس کیوں جا رہے ہیں؟ اشتر نے کہا: چھوڑ دیجی، کیا تم دیکھنے رہے ہو کہ اس وقت یہ بے سہارا ہے۔ اشتر کو واپس جاتا دیکھ کر عثمان کے آزاد کردہ غلام ناقل نے کہا: اس کی شامت آئی ہے۔ بعد ازاں اشتر نے تمام مملکت کو امیر المؤمنین عثمان کے خلاف بھڑکایا۔ اب اگر اسے میں قتل نہ کروں تو خدا مجھے قتل کرے۔ یہ کہہ کر مالک اشتر پر حملہ کر دیا۔ عمر وابن عبید ہمدانی نے اشتر کو آواز دی: دیکھو

چیچپے سے حملہ ہو رہا ہے۔ مالک اشتر نے مرکر دیکھا اور ناتل کے بائیں ہاتھ کو کاٹ دیا۔ پھر زخمی ناتل کا چیچا کر کے ان دونوں قتل کو کر دیا۔ اس سلسلے میں مردان کے بھی کچھ اشعار ہیں۔ (۱) ابو جحف نے بھی قتل عثمان کے انہی واقعات کو نقل کیا ہے۔ تاریخ طبری میں ابو حفصہ کا بیان یوں نقل ہے کہ بخدا! جب عثمان کے گھر کا محاصرہ ہوا تو میں وہاں موجود تھا۔ (۲) بنی امیہ مقابلے پر آمادہ ہوئے، جنگ میں نے ہی بھڑ کائی تھی۔ قبیلہ اسلم کے نیار نامی شخص کو کوٹھے سے ایک تیر مار کر قتل کر دیا۔ جس کی وجہ سے جنگ شروع ہو گئی۔ پھر میں کوٹھے سے نیچے اترا، لوگ گھر پر ہنگامہ کئے ہوئے تھے کہ قاتل نیار کو میرے حوالے کرو۔ عثمان نے کہا: میں ان کے قاتل کو نہیں پہنچانا۔ وہ شب جمعتی۔ لوگ مشتعل رذوں کے ہوئے تھے۔ صبح ہوئی تو لوگوں نے مشعلوں سے دروازے میں آگ لگادی۔ ہم لوگ جنگ کرتے رہے اور گھر کے لکڑی کے حصے جلتے رہے۔ یہ دیکھ کر عثمان نے اپنے ساتھیوں سے کہا: گھر میں آگ لگ چکی ہے تم لوگوں کے مد کی ذمہ داری میں اٹھائے لیتا ہوں۔ تم لوگ گھر واپس جاؤ۔ پھر مردان سے کہا: بیٹھو گھر کے باہر مت جاؤ۔ مردان نے نافرمانی کرتے ہوئے کہا: کہ بخدا میں تمہیں اسکیلے قتل ہوتا ہو انہیں دیکھ سکتا۔ پھر مردان نے لوگوں کی طرف رخ کیا۔ میں نے مردان سے کہا کہ تمہیں تباہیں چھوڑوں گا۔ اور اس کی مدد پر کمر بستہ ہو گیا۔ ہم تحوزے لوگ تھے اور مردان رجڑ پڑھ رہا تھا۔

ابو بکر ابن حارث کا بیان ہے کہ عبد الرحمن ابن عدیں مسجد رسول ﷺ سے یک لگائے کھڑا تھا۔ اتنے میں مردان میدان میں آیا۔ عبد الرحمن نے عروہ کے بیٹے سے کہا: اس سے مقابلہ کرو۔ یہاں تک عبیداً بن رفاع نے اس کا سر قلم کر دیا۔ (ابن سعد کا بھی یہی بیان ہے۔)

حسین بن عیسیٰ اپنے باپ کا بیان نقل کرتا ہے کہ عبد الرحمن کے تین دن بعد عثمان کے گھر کا محاصرہ کیا گیا۔ وہ کسی کی ایک بات بھی ٹالنے پر تیار نہ تھے۔ اڑے رہے کہ حکومت سے دستبردار نہ ہوں گے نہ اپنا طریقہ بدیں گے۔

۱۔ انساب الاشراف، ج ۵، ج ۸۱-۸۷۔ و ج ۶، ج ۱۹۹-۱۹۷۔

۲۔ تاریخ طبری، ج ۲، ج ۳۷۹، جوادث، ۲۵۷۔

اپنے فوجیوں اور مصاہبوں کو پیام دیا کہ میرے پاس آ جائیں۔ اتنے میں بزرگ صحابی رسول نیار بن عیاض (جو کافی مسن تھے) نے انٹھ کر عثمان کو آواز دی۔ عثمان بام خانہ پر نمودار ہوئے اور دونوں میں گفتگو ہونے لگی۔ اسی درمیان عثمان کے ایک حمایتی نے نیار کوتاک کرتی مارا اور وہ قتل ہو گئے۔ بعض کا خیال ہے کہ تیر مارنے والا کثیرین صلت کندی تھا۔ یہ دیکھ کر بلوائیوں نے قاتل نیار کو حوالے کرنے کا مطالبہ کیا تاکہ ان کے بد لے میں اسے قتل کیا جائے۔ عثمان نے جواب دیا:

جو شخص اس وقت میری مدد کر رہا ہے اسے تمہارے حوالے نہیں کر سکتا۔ یہ سن کر بلوائیوں نے پھانک پر ہجوم کر کے آگ لگادی۔ مردان بن حکم نے چند ساتھیوں کے ساتھ بلوائیوں پر حملہ کر دیا، ساتھ میں مخبرہ بن اخشن شفیعی بھی تھا۔ (۱)

اس طرح جنگ نے شدت پکڑ لی۔ ایک وجہ یہ بھی تھی کہ بلوائیوں کو معلوم ہوا کہ بصرہ اور شام سے سماں آگئی ہے اور وہ مدینے سے ایک شب کے فاصلے پر مقام صرار میں پہنچ گئے ہیں۔ ادھر سے اخض حملہ کر رہا تھا اور ادھر بلوائیوں کی طرف سے عبد اللہ بن بدیل بن ورقا خزاںی حملہ آور تھے۔ رفاع بنے مردان پر حملہ کیا اور وہ خاک پر لوٹنے لگا۔ اسے مردہ سمجھ کر چھوڑ دیا گیا۔ ابن زبیر نے بھی کچھ زخم کھائے اور عثمان کے حمایتی بھاگ کر دارالامارہ میں گھس گئے۔ دروازے پر جنگ میں زیادا بن نعیم فہری بھی اپنے ساتھیوں کے ساتھ مارا گیا۔ جنگ شدید تھی اتنے میں عثمان کے پزوی عمر وابن حزم اپنے گھر کا دروازہ کھول کر آواز دی: لوگو! میرے گھر کے اندر سے عثمان کے گھر میں داخل ہو جاؤ۔ بلوائیوں کے گھستے ہی عثمان کے حمایتی شہر میں ادھر ادھر بھاگ گئے۔ عثمان اپنے چند ساتھیوں اور گھر کے افراد کے ساتھ تباہہ رکھنے اور قتل کئے گئے۔ خالد بن عقبی ابن ابی معیط اس جنگ سے فراری ہوا۔ ابن اخشن قتل ہوا، اسی نے دروازہ جلتے وقت کہا تھا کہ ہرگز آپ کو اکیلانہیں چھوڑ دن گا۔ یہ کہہ کر بلوائیوں پر حملہ آور ہوا، لوگوں نے اس کے پاؤں کاٹ کر قتل کر دیا۔ نبی زہرہ کے ایک شخص نے طلحہ سے کہا: ابن اخشن قتل ہو گیا۔ اس نے

۱۔ تاریخ طبری، ج ۵، م ۱۲۵-۱۲۲۔ (ج ۳، م ۲۹-۲۷۔ حادث، ۲۴۵)۔ تاریخ کامل، ج ۳، م ۲۷-۲۸۔ (ج ۲، م ۲۹۳)۔
hadith ۲۴۵)۔

کہا: حلیف قریش کا سردار قتل ہو گیا۔ (۱)

ابن کثیر (۲) کا بیان ہے کہ عثمان کے حمایتوں میں ابن نعیم، ابن اخنس اور نیار وغیرہ مشاہیر قتل ہوئے۔

ان تاریخی روایات کو میں نے اس لیے لکھا کہ تاریخی روایات کا بیان ہے کہ عثمان کے ہمراہ صرف چند اموی اور ان کے چند نوکر چاکر تھے۔ ان کے خلاف مہاجر و انصار اور عظیم اصحاب رسول ﷺ کی ایک جمعیت تھی۔ دوسری بات یہ کہ نیار ابن عبد اللہ کو عثمان کے حمایتوں میں شمار کیا گیا۔ اس بات کو ابن کثیر وغیرہ نے اس لیے لکھا ہے کہ خلیفہ کے حمایتوں کو تعداد زیادہ پیش کی جائے حالانکہ اصل واقعہ یہ ہے کہ وہ بوڑھے صحابی رسول ﷺ عثمان کی نصیحت کے لیے آگے بڑھتے تھے لیکن مردان کے نوکر نے انھیں تیر سے مارڈا اور اسی کے بعد جنگ شروع ہو گئی۔

عثمان کا قتل

طبری وغیرہ نے یوسف ابن عبد اللہ ابن سلام کا قول نقل کیا ہے کہ جب عثمان محاصرہ میں تھے اور لوگ چاروں طرف سے ان کا گھیراؤ کئے ہوئے تھے تو لوگوں کے سامنے آ کر کہنے لگے: میں تم لوگوں کو خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں کہ کیا حضرت عمر کے قتل کے وقت تم لوگوں نے خدا سے دعا نہیں کی تھی کہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور بہترین شخص کا انتخاب ہو جائے، کیا خدا نے تمہاری دعا قبول نہیں کی اور اپنی ان باتوں سے تم خدا کی امانت نہیں کر رہے ہو حالانکہ جانتے ہو کہ اس وقت مسلمانوں کے لیے سیاسی اتحاد کی ضرورت ہے... دیکھو مجھے قتل نہ کرو کیونکہ صرف تین آدمیوں ہی کو قتل کیا جا سکتا ہے۔
۱۔ جو شخص یوں کے ہوتے ہوئے زنا کرے۔
۲۔ مرتد ہو جائے۔

۱۔ استیباب (القسم الرابع، ج ۳، ص ۱۳۲۲ - نمبر ۹۲۷۹)۔

۲۔ البدایہ والنہایہ (ج ۷، ص ۲۱۰ - حادث، ۵۳۷)۔

۳۔ کسی شخص کو قتل کر دے۔

اس طرح تم لوگ مجھے قتل کر کے اپنی گردان پر بوجھت ڈالو۔ مجھے قتل نہ کرو۔ میرے بعد نہ تم لوگ با جماعت نماز پڑھ سکو گے نہ تم لوگوں میں مال غنیمت تقیم ہو سکے گا۔ تم لوگ ہمیشہ اختلاف کا شکار رہو گے۔ لوگوں نے جواب دیا: جہاں تک عمر کے بعد بھائی کی آرزو کی بات ہے تو اللہ نے تمہارے ذریعہ ہمیں آزمائش میں ڈالا کیونکہ تو سبقت اسلامی اور خوش کرداری کے بعد بدل گیا اور بعد عین ایجاد کی۔ کیا ہم اگلے سال کی آفت کے خوف سے آج قانون اسلام کے نفاذ سے باز آ جائیں؟ جہاں تک تین آدمیوں کے قتل کی بات ہے قرآن میں فساد یوں کا قتل بھی جائز کیا گیا ہے۔ اور یہ ثابت ہے کہ تم نے مصلحانہ فساد کا ماحول بنایا۔ اگر تو نے حکومت سے استغفاری نہیں دیا تو ہم مجھے قتل کر ڈالیں گے۔

بلاذری وغیرہ لکھتے ہیں کہ جب مصریوں کو معلوم ہوا کہ عثمان نے معاویہ اور عبد اللہ ابن عاصم کو خط لکھ کر مدد مانگی ہے تو محاصرہ سخت کر لیا اور وہ بہت جلد قتل کر دیا چاہتے تھے۔ اس موقع پر طلحہ بہت زیادہ تحرک تھے۔ انہوں نے حکم دیا: نہ کسی کو عثمان کے پاس جانے دونہ کوئی انھیں پانی دے سکے۔ ام جیبہ بنت ابوسفیان نے چھوٹی سی مشک شدت محاصرہ میں پہنچی تو لوگوں نے روک دیا۔ جب کہا گیا کہ وہ ہمارے خاندان کی سر پرست ہیں اور ہم ان سے بات کرنا چاہتے ہیں تو وہ چھوٹی مشک اندر لے جانے کی اجازت دی گئی۔ جبیر بن مطعم کہتا ہے: عثمان پر محاصرہ اتنا سخت تھا کہ پانی کی قلت ہو گئی اس لیے میں علی کے پاس گیا اور کہا: آپ کے خاندان کا آدمی اگر ایسے محاصرے میں ہو کر ایک چھوٹے حوض کا پانی پی کر گزار کرے کیا آپ اس سے راضی ہیں؟ حضرت ﷺ نے جواب دیا: خدا کی پناہ! کیا وہ اسی حال میں ہیں؟ میں نے کہا: تھی ہاں۔ یہ کن کر آپ نے پانی کی چند ملنگیں بھیجوادیں اس طرح لوگ سیراب ہو گئے۔

جب جنگ شروع ہو گئی اور عمر نے گھر کا دروازہ کھول دیا تو عثمان قتل ہو گئے۔

ابن سعد و طبری لکھتے ہیں کہ محمد بن ابی بکر دیوار چاند کر عثمان کے گھر میں گھے، ان کے ساتھ کنان بن بشر ابن عتاب اور سودان ابن مهران اور عمر و ابن حمیل تھے۔ ان لوگوں نے دیکھا کہ عثمان اپنی بیوی

نائل کے ساتھ قرآن پڑھ رہے ہیں۔ محمد نے آگے بڑھ کر عثمان کی ڈاڑھی پکڑی اور کہا: ابے نعش! خدا نے تجوہ کو ذیل اور رسوا کیا۔ عثمان نے کہا: میں نعش نہیں بنہ دا اور امیر المؤمنین ہوں۔

محمد نے کہا: معاویہ وغیرہ نے تمہیں کچھ فائدہ نہ پہنچایا۔ عثمان نے کہا: بھائی میری ڈاڑھی تو چھوڑو۔ تمہارے باپ ایسا برتاو کبھی نہ کرتے۔ محمد نے کہا: میں ڈاڑھی سے زیادہ تمہیں غصے میں لانا نہیں چاہتا۔

عثمان نے کہا: مجھے اللہ تعالیٰ سے مد و نجات کی امید ہے۔ اس وقت محمد نے عثمان کے ماتھے پر چھرا امارا۔ بلاذری یوں لکھتا ہے کہ عثمان نے قرآن آغوش میں بھیج کر کہا: اے لوگو! اس قرآن میں جتنے تمہارے حقوق ہیں سب تمہیں دے دوں گا۔ اب تمہاری مرخصی کے خلاف نہ کروں گا۔ اے خدا! تو گواہ رہنا۔ محمد نے کہا: آج قبول کر رہے ہو۔ حالانکہ اس سے قبل تم نے نافرمانی و بدکاری کی۔ یہ کبکر پیٹھے میں چھرا بھوک دیا۔ عثمان نے کہا: لوگو! مجھے قتل نہ کرو دوڑھ پچھتاوے کے اور اختلاف کا شکار ہو جاؤ گے۔

ابن کثیر نے بھی محمد ابن ابی بکر کے ساتھ تیرہ افراد کے آئے اور عثمان کی ڈاڑھی پکڑ کر ہلانے کی روایت کی ہے اور محمد نے یہ کہا: معاویہ نے تمہیں فائدہ نہ پہنچایا، ابن عاصم نے فائدہ نہ پہنچایا، تمہارے خطوں نے فائدہ نہ پہنچایا۔

ابن عاصم کرنے بھی محمد ابن ابی بکر کے ان حالات کو لکھا ہے لیکن ابن سعد و طبری لکھتے ہیں کہ کنانہ ابن بشر نے عثمان کو چھرے سے قتل کیا اور وہ جب لوٹنے لگے تو سودان ابن حران نے تکوار ماری۔ اسی حالت میں عمر و ابن حمق چلا مگ لگا کر عثمان کے سینے پر بیٹھ گئے اور کہا: اگرچہ اب تکوار مارنے کی ضرورت نہیں لیکن صرف تقرب خدا کے لیے تین ضربیں مارتا ہوں اور چھ ضربیں اس لیے کہ اس کے لیے میرے دل میں عرصے سے کینہ تھا۔ عیبر بن ضابی نے دانت توڑ دیئے۔ طبری وغیرہ کا بیان ہے کہ عثمان کو تین سر پر، تین سینے پر اور کھوڑپڑی پر تکواریں ماری گئیں کہ ہڈی چور ہو گئی۔ ابھی جان باقی تھی اور لوگ چاہتے تھے کہ سر قلم کریں کہ ان کی دو ہبیاں ان سے لپٹ گئیں۔ ابن عدیس نے دونوں عورتوں کو علیحدہ کیا۔ انھیں لا توں اور گھوسوں سے الگ کیا گیا۔ ابن کثیر لکھتا ہے کہ محمد ابن ابی بکر کے بعد عاقبتی ابن حرب نے ایک لوہے کے ٹکڑے سے عثمان کا منہ کوچ ڈالا۔

بلاذری لکھتا ہے کہ وثاب کا بیان ہے کہ عثمان نے مجھے مالک اشتہر کے پاس بھیج کر پوچھا: کیا چاہتے ہو۔ مالک اشتہر نے کہا: استغفاری دو اور قصاص کے لیے آمادہ ہو جاؤ ورنہ ہم تمہیں قتل کر دیں گے۔ عثمان نے کہا: استغفاری تو دے نہیں سکتا جس خلعت کو خدا نے پہنایا ہے کیوں اتنا روں۔ جہاں تک قصاص کی بات ہے تو تم خود جانتے ہو کہ ابو بکر و عمر بھی لوگوں کو مجھ غلط سزا میں دیتے تھے پھر یہ کہ میرا جسم قصاص کی تاب نہیں لاسکتا۔ بخدا مجھے قتل کرنے کے بعد ہمیشہ آپس میں لڑتے رہو گے۔

وتاب کہتا ہے کہ میں عثمان کی حمایت میں لڑتے ہوئے زخمی ہوا تھا۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا: دشمن کے لیے پانی ہے؟ میں نے دشمن کے لئے پانی دیا۔ دشمن کے قرآن کو دیا میں لے کر پیش کئے اور بلوائیوں کے مقابل قرآن کو پر بنالیا۔ ایک شخص بھیزیر یے کی طرح آیا اور ہم لوگوں کو دیکھتا ہوا چلا گیا۔ اس کے بعد محمد ابن ابی بکر نے آ کر عثمان کی ڈاٹھی کو پکڑ کر اس طرح ہلا کیا کہ دانت بجھنے لگے اور ان سے کہا: محاوا یہ وابن عاصم نے مد نہیں کی۔ عثمان نے کہا: بھائی کے بیٹے! میری ڈاٹھی چھوڑو۔ پھر پکھے لوگوں کی مدد سے انھیں قتل کر دیا۔ ابن سیرین کا بیان ہے کہ ابن بدیل عثمان کے پاس آئے۔ ہاتھ میں تکوار اور دل میں کینہ تھا۔ وہ کہتے چاہ رہے تھے کہ میں واقعی اسے قتل کر دوں گا۔ عثمان کی کنیر نے کہا کہ تیری یہ مجال۔ پھر وہ عثمان پر پیے درپے وار کرنے لگے۔ (۱)

خلیفہ کا دفن و کفن

طبری کا بیان ہے کہ عثمان کی لاش تمدن دن تک پڑی رہی۔ کسی نے انھیں دفن نہیں کیا۔ پھر حکم ابن حزام اور بنی اسد کا ایک شخص اور جبیر ابن مطعم نے حضرت علیؓ سے عثمان کو دفن کرنے کی اجازت مانگی۔ آپ نے اجازت دے دی۔ جب لوگوں کو خبر معلوم ہوئی تو راستے میں پھر لے کر بیٹھ گئے۔ عثمان کے گھر کے لوگ یہودیوں کے قبرستان "حش کوکب" کی طرف فن کے لیے لے کے چلے۔ لاش کو جاتا دیکھ کر لوگوں نے تابوت پر پھر بر سائے۔ جب حضرت علیؓ کو معلوم ہوا تو آپ نے لوگوں کو روکا اور انھیں "حش کوکب" میں دفن کر دیا گیا۔ جب معادیہ مطلق العنان حکمراں ہو گیا تو حش کوکب کو بقیع سے ملا دیا اور مسلمانوں کو آمادہ کیا کہ درمیان میں قبریں بنا کر اس سے بُحق کر دیں۔

طبری نے عثمان کے خزانچی ابوکرب کا بیان نقل کیا ہے کہ انھیں اول شب میں دفن کیا گیا۔ جنازے میں صرف مردان ابن حکم، پانچ بیشاں اور کچھ نوکر تھے۔ ان کی بیٹی نوحہ فریاد کرتی ہوئی ساتھ چل رہی تھی۔ لوگوں نے نعش چلا کر ڈھیلے مارے اور پھر مسلمانوں کے قبرستان سے باہر انھیں دفن کر دیا گیا۔ عبد اللہ ابن ساعدہ کہتا ہے کہ جنازے کو حکیم، جبیر، نیار اور ابو جهم نے اٹھایا۔ جب نماز پڑھنے لگے تو چند اصحاب رسولؐ نے نماز جنازہ پڑھنے سے منع کیا اور بقیع میں دفن کرنے سے بھی روکا۔ ان میں اسلم بن اوس اور ابو حیہہ مازنی پیش پیش تھے۔ اتنے میں ابو جهم نے کہا کہ انھیں دفن کر دو خدا اور فرشتوں نے ان پر نماز پڑھی ہے۔ پھر حش کوکب میں دفن کیا گیا جسے بعد میں بنی امیہ نے مسلمانوں کے قبرستان میں شامل کر لیا۔

طبری نے نائلہ اور امام ابینین کے فریاد کرنے اور کپڑے چاڑنے کی شاذی بھی کی ہے۔ ابن سعد نے مالک ابن ابی عامر کو بھی جنازہ اٹھانے والوں میں شمار کیا ہے۔ اس کا بیان ہے کہ انتہائی خوف کے عالم میں دفن کیا گیا۔

بلاذری لکھتا ہے کہ عثمان جمعہ کے دن قتل ہوئے۔ جبیر، عبد الرحمن، سور، ابو جهم نے چاہا کہ نماز پڑھ کر انھیں دفن کر دیا جائے۔ اتنے میں کچھ اصحاب رسولؐ نے آکر نماز پڑھنے سے منع کیا۔ ابو جهم

نے کہا: ان پر فرشتوں نے نماز پڑھی ہے۔ جاج ابن غزیہ نے کہا: اگر جھوٹ بولو گے تو اس کے ساتھ تمہارا بھی حشر ہوگا۔ ابو جہم نے کہا: خدا اسی کے ساتھ مجھے بھی اٹھائے۔ جاج نے کہا: حقیقت میں خدا تجوہ کو، عثمان کو اور شیطان کو ایک ساتھ اٹھائے گا۔ میں تجھے بھی قتل کر دوں گا۔ ابو جہم چپ ہو گیا۔ پھر یہ لوگ جنازہ عثمان سے غافل ہو کر دوسرے کاموں میں لگ گئے۔
اور ان چند لوگوں نے جیرا بن معظم کی افتاداء میں نماز پڑھی، عثمان کی زوجہ ام المومنین کے ہاتھ میں چڑاغ تھا۔ جنازہ ایک چھوٹے تنخے پر رکھا ہوا تھا اور جیرا باہر نکلے ہوئے تھے۔

تاریخی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز میت سے منع کیا استیحاب میں ہے کہ انہوں نے جنگ کر کے جنازے کو زمین پر ڈال دیا۔ عمر ابن ضابی نے پیٹ پر لاتیں بھی لگائیں۔ (۱) بلاذری لکھتا ہے کہ عثمان کے حش کو کب میں دفن ہونے کے بعد لوگ حضرت علیؑ کی بیعت کرنے کے لیے آئے۔ ابن کعب کہتا ہے کہ سور نے نماز جنازہ پڑھائی۔ مدائنی کا بیان ہے کہ نماز جنازہ کے روکنے پر زوجہ رسول اکرم ﷺ اور عربیاں کردیں۔ یہ سنکرلوگوں نے راست مجھوڑ دیا۔ ابو زنا دکھتا ہے کہ عثمان کی بیوی نائلہ کے ہاتھ میں چڑاغ تھا اور وہ گریباں پھاڑ کر فریاد کر رہی تھی: ہائے عثمان! ہائے امیر المومنین، جبیر نے کہا چڑاغ بجا دو، لوگ تاک میں ہیں۔ اس نے چڑاغ بجا دیا اور بقیع پہنچ۔ جبیر نے نماز پڑھی اور حکیم، ابو جہم، نیار، نائلہ، ام المومنین نے تجھے نماز پڑھی، نماز وابو جہنم قبر میں اترے اور دفن کر کے منتشر ہو گئے۔ ابو عمر لکھتا ہے کہ دفن کرنے کے بعد قبر کو چھپا دیا گیا۔ (۲)

ابن جوزی، محبت طبری اور پیغمبری نے ابن فروخ کا پیان نقل کیا ہے کہ میں دفن عثمان میں شریک تھا انھیں بغیر غسل و کفن کے دفن کیا گیا۔ بخاری، بغوی و ابن اثیر یہی لکھتے ہیں۔ ابن الحدید کا بیان ہے کہ عثمان کو غسل نہیں دیا گیا اور انہی کے کپڑے میں دفن کیا گیا۔ (۳)

۱۔ الشرود والشراہ میں ۱۲۸۔ (ص ۲۱۹)۔

۲۔ مجمع الفتاویٰ، ج ۷، ص ۲۳۲۔

۳۔ وفاة الوفا، ج ۲، ص ۹۹۔ تاریخ المسنی، (ج ۲، ص ۱۲۳)۔

استیحاب میں مالک کا قول نقل ہے کہ جب عثمان کو قتل کیا گیا تو تین دن تک لاش مزبلہ پر پڑی رہی، تیسرا رات بارہ آدمیوں نے جنازہ اٹھا کر قبرستان لے جانا چاہا تو نبی مازن کے افراد نے روکا۔ ناچار جنازے کو دہاں سے لے چلے۔ لاش ایک تنخے پر تھی جب سرتخت سے گمراہا تھا تو ملک کی آواز آتی تھی۔ انھیں حش کو کب میں لے جا کر دفن کر دیا گیا۔ عثمان کی بیٹی، عائشہ داویلا مچانے لگی تو ابن زیر نے کہا بخدا! اگر چپ نہ ہے گی تو تیری آنکھ پھوڑ دو نگا۔ یہ سن کر چپ ہو گئی۔

مخدی (۱) نے بھی لکھا ہے کہ لاش تین روز تک مزبلہ پر پڑی رہی۔ یعقوبی بھی انھیں با توں کو نقل کرتے ہیں۔

ابن تھیبہ لکھتے ہیں کہ عبد الرحمن ابن اظہر کہتا ہے کہ میں عثمان کے کسی معاملے میں شریک نہیں تھا۔ قتل کے تین دن بعد ایک رات دروازے پر بیٹھا ہوا تھا، میرے پاس منڈاں زیر آیا کہ میرے بھائی عبد اللہ نے آپ کو بلا یا ہے۔ میں پہنچا تو کہا کہ ہم لوگ عثمان کو دفن کرنا چاہتے ہیں کیا تم ساتھ دو گے؟ میں نے جواب دیا کہ میں کسی معاملے میں نہیں پڑوں گا اور چلا آیا۔ پھر ان کے ساتھ گیا اور پوری تفصیل نقل کی ہے۔

یاقوت حموی بھی عثمان کے حش کو کب میں دفن کی بات کرتے ہیں۔ اب ان کیش لکھتے ہیں کہ صحیح اور صحیح نامی عثمان کے دو غلام جو عثمان کے گھر پر قتل ہوئے تھے ان کو بھی عثمان کے بغل میں دفن کیا گیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ خوارج نے ان کو دفن نہ ہونے دیا اور انگ ک پکڑ کر گھیشتے ہوئے شہر کے باہر لے گئے یہاں تک کے کتوں نے تا انگ کھالی۔ معاویہ نے اپنے دور حکومت میں گورستان عثمان کی طرف بہت زیادہ توجہ کا مظاہرہ کیا۔ بقیع اور حش کو کب کے درمیان دیوار ختم کر دی اور مسلمانوں کو اپنے مردے دفن کرنے کا حکم دیا۔ سیرہ حلی میں بھی لاش عثمان کے تین روز گھورے پر پڑے رہنے کی نشاندھی کی ہے اور یہ کہ تین روز تک گھر کا دروازہ دروازہ بند رہا کسی کو دفن کرنے کی مجال نہ تھی۔ دفن کے بعد لاش نکالنے کے خوف سے قبر کو مناڑ دیا گیا۔ عثمان کے ساتھ جو دونوں غلام قتل ہوئے تھے ان کی لاش بھی گھیشت کر میلے پر پھنک دی

گئی تھی جسے کتے کھا گئے۔ ابن ابی الحدید، ابن اثیر اور دمیری بھی جسد عثمان کے تین روز بے غسل و کفن پڑے رہنے کی نشاندہی کرتے ہیں۔

سمودی و قاء الوفا میں ام حکیمی سے نقل کرتے ہیں کہ چار آدمیوں نے جنازہ تختے پر اٹھایا، تختے سے رکھرا تھا تو ملک بیک کی آواز آتی تھی۔ بھرا سے حش کو کب میں نماز پڑھ کے دفن کیا گیا۔ (۱) احمد شوقي (۲) بھی جو اس عہد کا بانغ نظر، مشهور شاعر ہے اپنے شعروں میں اس واقعہ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔

یہاں تاریخ کا مطالعہ ہمیں دو ٹکھیں نتائج میں سے کسی ایک بات کو قبول کرنے پر مجبور کرتا ہے یا تو تمام صحابہ فاسق و بد کردار ہو گئے تھے انھوں نے حاصہ، قتل، لاش، بے حرمتی مسلمانوں کے قبرستان میں دفن سے روکنا، جنائزہ پر نگلباری، دانت توڑنا وغیرہ کا اقدام کیا یا پھر مانا پڑے گا کہ حضرت عثمان بن عین ہو گئے تھے۔ کیونکہ صحابہ میں سے بعض تو عملًا شریک رہے اور بعض قطعی بے تعلق رہے۔ جو بے تعلق رہے وہ اپنی شرعی ذمہ داری سے عہدہ برآئیں ہو سکتے کیونکہ کسی مومن کی جان کی حرمت کے متعلق قرآنی آیات موجود ہیں، لاش کے احترام، دفن و کفن کے متعلق آیات و احادیث وارد ہیں۔ اس صورتحال میں تمام اصحاب رسول ﷺ نے عمداً ان آیات و احادیث سے روگردانی کی اور اولو الامر کی اطاعت سے انحراف کر کے دن سے خارج ہو گئے۔ اگر اس بات کو تسلیم نہیں کیا جائے تو پھر مانا پڑے گا کہ خود حضرت

عثمان دین سے خارج ہو گئے تھے اور تمام اصحاب متفقہ طور سے ان کے ارماد کا فیصلہ کر چکے تھے۔ لیکن ان دونوں نظریوں کو آسانی سے قبول نہیں کیا جاسکتا۔ کیونکہ اہل سنت کے نزدیک تمام صحابہ عادل ہیں، وہ ان کے گفتار و کردار سے محبت لاتے ہیں، ان پر مکمل ایمان ہے۔ ان کا یہ بھی کہنا ہے کہ رسولؐ کی محبت نے ان کے نقوص اور نظریات کو پاک و پاکیزہ بنادیا تھا۔ پھر ان عمومی صحابہ میں طلحہ وزیر جیسے عشرہ بشرہ بھی تھے۔ اور طلحہ خاص اس میں سرگرم تھے۔ دوسرے معزز اصحاب میں عمار یاسر، مالک اشتر، عبد اللہ ابن بدلیل تھے ان سب کے اوپر حضرت علیؓ تھے۔ جبکی اطاعت کا تمام امت نے اقرار کیا، کیا وہ ایسے حالات میں خاموش رہ سکتے تھے جب کہ شریعت کے سب زیادہ واقف کار اور ہدایت کرنے والے تھے؟ یہ بھی نہیں کہا جاسکتا کہ تمام اہم صحابہ اس واقعے سے ناواقف تھے یا انھیں گمان نہیں تھا کہ حالات یہاں تک پہنچ سکتے ہیں۔ کیونکہ یہاں کہانی طور پر واقع نہیں ہوا تھا۔ کیونکہ پورا واقعی سیاسی طور سے دو ماہ کے عرصے میں پھیلا ہوا ہے۔ اس مدت میں بلوائیوں کا صرف ایک مطالبہ تھا کہ اپنی بدعتوں سے بازا آجائیں ورنہ خلافت سے استغفاری دیں۔ انھیں یہ بھی دھمکی دی گئی تھی کہ اگر ان دو میں ایک بات نہ مانی گئی تو واقعی قتل کر دیا جائے گا۔ یہ مطالبہ چاروں گھوٹکے سنوارے تھے۔ سب نے دیکھا اور سنایا کہ عثمان ایک بار تو بکر تے ہیں پھر وہ دوبارہ اس سے اتر جاتے ہیں۔ کبھی بلوائیوں کو دھمکی دیتے ہیں کہ اگر انھیں قتل کیا گیا تو برے نتائج ہو گے اصحاب انھیں پند و نصیحت سے منتشر کرنے اور قتل سے باز رکنے سے محدود تھے۔ اس سلسلے میں کوئی بھی روایت پیش نہیں کی جاسکتی بلکہ اصحاب ان کی غلطی کو تسلیم کرتے ہیں۔ خود قاتل نے چلا چلا کر مدینے کی گلیوں میں اعلان کیا کہ میں یہودی عثمان کا قاتل ہوں اور کسی نے بھی اعتراض نہ کیا۔ (۱)

دوسری احتمال بھی آسانی سے قبول نہیں کیا جاسکتا ہے کیونکہ عثمان سے بدظنی اس حد تک ممکن نہیں حالانکہ اصحاب رسولؓ نے اسی رائے کا اظہار کیا۔ اصحاب رسولؓ نے عثمان کے کروٹات اپنی آنکھوں دیکھ رہے تھے انھوں نے اپنا اظہار کچھ اسی طرح کیا۔ زوجہ رسولؓ نے عثمان کے کروٹات اپنے کر نعل کو قتل کر دا لو۔ خدا اسے قتل کرے یہ کافر ہو گیا ہے۔ ... اہن عباس سے کہا: دیکھو لوگ اگر اس

۱۔ استیعاب، ج ۲، ص ۳۷۸۔ (قسم الثالث، ص ۱۰۳۶۔ نمبر ۱۷۸)۔

ڈیکٹیشن کو قتل کر دیں تو تم روکنا نہیں۔

عبد الرحمن ابن عوف نے حضرت علیؓ سے کہا: عثمان کے خلاف میں بھی تکوار اٹھاتا ہوں آپ بھی اٹھائیے کیونکہ خلافت حاصل کرتے وقت جو عہد و پیمان کے تھے سب کو پیروں سے روندڑا لा ہے۔ اور کہتے ہیں کہ میں نے قسم کھالا ہے کہ مرتے دم تک تم سے بات نہیں کروں گا۔

جب مجمع ابن جاریہ نے طلحہ سے کہا تم اسے قتل ہی کر دا لوگے تو انہوں نے کہا: اگر قتل کیا جائے تو نہ وہ فرشتہ ہے نہ رسول ﷺ اور ہم نے یہ بھی دیکھا کہ وہ قتل عثمان کے وقت گمراہ محاصرہ بھی کئے تھے، ان پر پانی بھی بند کیا۔ پھر خون عثمان کے قصاص میں قتل بھی ہوئے۔ زیر نے کہا: عثمان کو قتل کر دو، اس نے دین بدل دیا ہے۔ انہوں نے یہ بھی کہا عثمان کل قیامت میں پل صراط پر مردار کی طرح پڑا ہو گا۔

عمار یاسر نے کہا عثمان نے مسلمانوں پر ظلم کیا اور دین بدل دیا۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ مجھے افسوس ہے کہ میں نے عثمان کو تم سے نکال کر اس کی لاش آگ میں کیوں نہ جلا دی۔ یہ بھی کہا: کہ عثمان کو ان یہک لوگوں نے قتل کیا جو نیکی کا حکم دیتے تھے اور برائیوں سے روکتے تھے۔

حجر ابن عدی اور ان کے ساتھی کہتے ہیں کہ انہوں نے قانون اسلام سے انحراف کیا، ظالم تھے۔ عبد الرحمن عزیزی نے کہا کہ وہ پہلے ظلم کی راہ ہوئے والے اور راہ اسلام بند کرنے والے تھے۔ ہاشم مرقال نے کہا: عثمان کو اصحاب رسول ﷺ اور قاریان قرآن نے اس وقت قتل کیا جب انہوں نے بدعتیں کیں، قرآن کی مخالفت کی۔ اصحاب رسول ﷺ مسلمانوں کے معاملات سے زیادہ واقفیت رکھتے تھے۔

عمرو عاص نے کہا کہ مجھے عمرو عاص کہتے ہیں، میں فتنہ اٹھاتا ہوں تو انجام تک پہنچا کے دم لیتا ہوں۔ اور عثمان سے کہا کہ تم نے امت میں ناپسندیدہ باتیں رانج کیں۔ یا راہ راست پر آؤ بیٹھا خلافت سے الگ ہو جاؤ۔ سعد ابن ابی و قاس نے کہا کہ عثمان اس تکوار سے قتل ہوئے جسے عائشہ نے نکالا، طلحہ نے صیقل کیا، علی ابن ابی طالبؓ نے زہر آسود کیا، زیر نے ہاتھ سے اشارہ کیا لیکن میں اس سے الگ رہا

جملی روایات

۱۔ طبری اپنی تاریخ میں بحوالہ سری، اس نے شعیب سے اور اس نے سیف سے اور اس نے عطیہ سے اور اس نے یزید فقیعی کے طریقے سے لکھا کہ عبد اللہ بن سبایہ یہودی صنعتاء (یمن) کا باشندہ تھا، اس کی ماں سیاہ قام تھی، وہ عثمان کے زمانے میں مسلمان ہوا، پھر وہ حکوم حکوم کراislamی مملکت میں مسلمانوں کو گمراہ کرنے لگا، خجاز سے شروع کیا پھر بصرہ، کوفہ اور بعد میں شام گیا لیکن شام کے لوگوں کو گراہ نہ کر سکا۔ وہاں سے نکال دیا گیا، پھر وہ مصر میں مقیم ہو گیا۔ وہ لوگوں سے کہتا تھا: ان لوگوں سے تجربہ کرتا ہوں جو عیسیٰ کی وادی کے قاتل ہیں، محمدؐ کی رجعت کے قاتل نہیں ہیں۔ حالانکہ قرآن نے واضح لفظوں میں کہا ہے جس نے تم پر قرآن نازل کیا ہے وہ تمہیں وادی بھی لائے گا۔ عیسیٰ سے زیادہ محمدؐ کی رجعت یقینی ہے۔ مصر والوں کو اس نے رجعت محمدؐ کا سبق پڑھا دیا، پھر ان سے کہا: محمدؐ، خاتم الانبیاء ﷺ ہیں اور علی ﷺ خاتم الاصیاء اور جن لوگوں نے وصیت رسول ﷺ پر عمل نہیں کیا اور جانشین رسول ﷺ علیؑ نہ مانا وہ ظالم ہیں۔ یہاں تک کہ اس نے کہا: جسی خدا کے موجود ہوتے عثمان نے ناقص خلافت کو تھیا لیا ہے، اس لیے تم حکومت کا تختہ الٹ دو اور افراد کے خلاف بغاوت شروع کر دو۔ تم پر امر بالمعروف اور نهى عن المکر واجب ہے۔ اس نے چاروں طرف اپنے مبلغ بھیج اور خلطوں لکھے۔ کچھ گورزوں کو جعل خطوط بھی لکھے گئے۔ جن میں ان کے کرونوں کی نہ ملت تھی۔ یہاں تک بات مدینے تک پہنچ گئی کہ تمام مملکت بغاوت کی زدیں ہے۔ وہ ظاہر میں کچھ کہتے تھے اور باطن میں کچھ، عوام امن پسند تھے۔ ان پاؤں کی خبر عثمان کو ہوئی اور لوگوں نے ان سے پوچھا: لوگوں کی شورش اور خلوط کی اطلاع ہے؟ جواب دیا: نہیں، ہمیں تو صرف اچھی ہی خبر ملتی ہے۔ پھر لوگوں نے اُنھیں تمام واقعات کی اطلاع دی۔ عثمان نے جواب دیا: تم لوگ میری حکومت میں شریک ہو لہذا انجھے رائے دو۔

لوگوں نے رائے دی کہ کچھ معمتمد لوگوں کو صوبوں کی خبر لینے کے لیے بھیجئے۔ اس لیے محمد بن مسلم کو کوفہ اوسامہ کو بصرہ، عمر یا سر مصر اور عبد اللہ ابن عمر کو شام بھیجا۔ سب نے واہیں آکر حالات کے ٹھیک

ٹھاک ہونے کی رپورٹ دی۔ صرف عمار یا سر واپس نہیں آئے۔ لوگوں نے عمار کے واپس نہ ہونے پر کچھا کہ وہاں شورش پیدا کر رہے ہیں۔ پھر عبد اللہ ابن سعد کے خط سے معلوم ہوا کہ لوگ ان سے گھلمل گئے ہیں۔ اور عبد اللہ ابن سبا، خالد ابن ملجم، سودان ابن عمران اور کنانہ ابن بشر سے ربط ضبط بڑھ گیا ہے۔

علامہ امینی فرماتے ہیں: اگر واقعی عبد اللہ ابن سبانے مسلمانوں کے درمیان اتنی زبردست فتنہ انگیزی پھیلانی کہ حکمرانوں اور گورزوں کو لرزادیا اور خلیفہ وقت کے خلاف تک ایسی شورش پیدا کرو دی تو اس کا تعاقب کر کے اسے قید کیوں نہ کیا گیا؟ اور ایسے خطرناک پاپ کی سزا میں چھانی کیوں نہ دی گئی تاکہ قوم اس کی فتنہ انگیزی سے محفوظ ہو جاتی؟ آخر عثمان نے نیک مرد اور پاک دامن، امر بالمعروف اور نبی عن المنکر کرنے والوں کو کیوں نہ سمجھایا کہ وہ شخص یہ سارے فتنے کر رہا ہے اور حکم قرآن ہے کہ جو خداو رسول یا حکومت اسلامی سے بر سر پیکار ہوں تو انھیں قتل کیا جائے، سولی پر چڑھایا جائے، ہاتھ پیر کائے جائیں یا ذلیل کر کے جلاوطن کیا جائے۔ پھر خلیفہ عیٰ نے اس فتنے کو دبایا کیوں نہیں؟ کیا ان کی ساری سختیاں اور سزا میں صرف پاک دامن اصحاب رسول ﷺ کے لیے تھیں؟

ہم نے فرض کیا کہ عبد اللہ ابن سبانے مختلف صوبوں میں عثمان کے خلاف لوگوں کو بھڑکایا۔ کیا اس نے گورزوں یا حضرت عثمان کے خلاف جو واقعات بیان کئے وہ جھوٹے تھے؟ کہ اس کے اثر سے قوم کے اہم افراد، مہاجر و انصار ان کے خلاف ہو گئے۔ اس نے تو جو کچھ بھی حکومت کے جرائم اور پاپ بیان کئے وہ سب صحیح تھے۔ جس کی وجہ سے پوری قوم خالص دین کی حفاظت کے لیے اپنا اسلامی فریضہ سمجھتے ہوئے بغاوت پر آمادہ ہو گئی۔ اگر چوہ یہودی زادہ بھی خواص کا منکور نظر ہو گیا۔ ایسے انقلاب کے اکثر شوابہ موجود ہیں جس میں اچھے عناصر کے ساتھ گندے عناصر بھی شامل ہو جاتے ہیں۔

پھر یہ کہ جو کچھ عبد اللہ ابن سبا نے لوگوں کو سمجھایا وہ جھوٹ تھا۔ کیوں؟ جب صوبوں کے لوگ مدینے میں آ کر مہاجرین و انصار سے گورزوں کے پاپ بیان کرنے لگئوں تو جو کہ یہ اصحاب رسول ﷺ خود عثمان کی غلط کاریوں کو دیکھ رہے تھے، وہ کہہ دیتے کہ عثمان ان الزمات سے پاک ہیں۔ جو کچھ پروپنڈا کیا گیا ہے جھوٹ ہے۔ آخر مہاجرین و انصار بھی ان لوگوں کے ساتھ کیوں ہو گئے بلکہ ان لوگوں

کے آنے سے پہلے ہی عثمان کی خلافت پر کمرستہ تھے۔ پھر اگرچہ عبد اللہ بن سبานے جو کچھ انہیں سمجھایا وہ غلط تھا، تو آخر کیوں دوسرے شہروں کے وفادار ہے آ کر مہاجرین و انصار سے جو عثمان کے روئے کو چشم خود دیکھ رہے تھے، انہیں جھٹلایا کیوں نہیں؟ انہیں کہنا چاہیئے تھا کہ یہ سب جھوٹ ہے۔ آخر بلوائیوں کے ساتھ مہاجرین و انصار بھی کیوں ہو گئے؟

ہم یہاں ڈکڑ طحسین کی تائید کرتے ہیں جن کا توی گمان ہے کہ اگر عبد اللہ بن سبائی کی روایات کو صحیح مان لیا جائے تو جو کچھ اس نے تقریریں کیں اس کی وجہ سے شدید داخلی انتشار پیدا ہو گیا یا پہلے سے انتشار تھا۔ اس بنا پر اس نے قتنہ پیدا انہیں کیا بلکہ فتنے سے فائدہ اٹھایا۔ اسی طرح توی گمان یہ ہے کہ اموی اور عباسی حکومت میں شیعوں کے دشمنوں نے عبد اللہ بن سبائی کو بڑھاچھا کر بیان کیا تاکہ عثمان کی بدعتوں پر پردہ ڈالا جاسکے۔ اور دوسری طرف شیعوں علی کا جرم ثابت کیا جاسکے۔ اسی سبب سے شیعوں کے بعض کاموں کو اسی یہودی کی طرف منسوب کر کے مسلمانوں کے منہ پر طما نچ لگاتے ہیں اور شیعوں پر تو ایسے مظالم ہوتے ہی رہے ہیں۔

لہذا ابن سبائی کے متعلق تمام جھوٹی روایات کا احتیاط سے مطالعہ کرنا چاہیئے۔ کیوں کہ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ صدر اول کے مسلمان سیاست و عقل سے اتنے عاری تھے کہ صنائع کے ایک یہودی بچے نے آکر مسلمانوں کو دھوکہ دیا اور اپنے ظاہری اسلام کی آڑ میں خلیفہ کے خلاف شورش پیدا کر دی اور انہیں موت کے گھاف اتار دیا۔ اس عقل و دانش پر تف ہے۔

یہی وہ باتیں ہیں جو عقل میں نہیں آتیں، نہ کوئی سچھدار انسان مانے پر آمادہ ہوتا ہے۔ اصل میں اس وقت لوگ دیکھ رہے تھے کہ قرآن و سنت کی تعلیمات مٹائی جا رہی ہیں۔ انہوں نے ابو بکر و عمر کی روشن کو دیکھا تھا۔ لہذا اچاہتے تھے کہ عقائد و اعمال اسلامی سے اخراج نہ ہو۔ اور انہوں نے معاشرے کی بقا کے لیے کوشش بھی کی۔ اسلام کو خواہشات اور ذاتی اغراض کے سبب جاہلی عہد کی طرف پلتا ہوا دیکھ کر تازہ اور جوان خون میں جوش آیا اور وہ حکومت ہی سے نہیں بلکہ معاشرے کے تمام اخراجات سے مکرا گئے آخر مسلمانوں کی عمومی زمین اور دوسرے غنائم ایک ہی خاندان کی ملکیت کیوں ہو جائیں؟ اگر اس کی

مخالفت ہو تو تجھ کی کیا بات ہے، پھر یہ کہ امویوں کا غلط احساس برتری اور دولت کے تماشے، انصار اور دوسرے قبائل کو رقبت پر آمادہ کر رہے تھے۔ انہوں نے دیکھا کہ خلیفہ خود بھی ارباب ثروت کے ساتھ ہے۔ خود اس کا بھی ہاتھ استھان میں ڈوبا ہوا ہے۔ اس لیے ان کا کینہ جوش مارنے لگا، یہ بات تو مسلم ہے کہ کوفہ سے سعد کو معزول کر کے ولید کو گورنر بنایا گیا، بصرے سے ابو موسیٰ کو معزول کر کے ابن عاصم کو بنایا گیا، شام معاویہ کے ہاتھ میں تھاہی، پھر اس کے تمام حصے امویوں کو دے دئے گئے، مصر، عمر و عاصم کو معزول کر کے ابن ابی سرح کو دے دیا گیا۔ یہ بھی عثمان کے قریبی رشتہ دار تھے۔ ان باتوں کا کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا۔ اور اسی کوئی اطلاع بھی نہیں ہے کہ عبداللہ ابن سبانے عثمان کو دھوکہ دیا ہو کہ اپنے انہی قریبی رشتہ داروں کو گورنری دے دو۔ یہ بھی مسلم ہے کہ ہر عہد کے باڈشاہ اور امراء اس بات کو عیب سمجھتے ہیں کہ حکومت کے اہم عہدوں پر اپنے قریبی رشتہ داروں کو معمور کیا جائے۔ مسلمان پہلی قوم نہیں تھے جنہوں نے عثمان کی اس حرکت کا برآمدنا۔ وہ اس سلسلے میں تاریخ کے دھارے کے ساتھ ہیں۔ (۱)

اس کے علاوہ جھوٹی روایات میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ عمار یا سر عثمان کی طرف سے مصروف ہے کے تھے اور دوسرے صوبے میں دوسرے لوگ۔ یہ ایسی بات ہے کہ کسی طرح قبول نہیں کی جاسکتی۔ اس جعلی روایت کے راوی یا زندیق ہیں یا جھوٹے اور جاہل۔ واقعہ عثمان کا پورا جائزہ لے لیجئے تو آپ کو معلوم ہو گا کہ حکومت عثمان کے زمانے میں عمار یا سر بھی مدینے سے باہر نہیں گئے۔ وہ شروع ہی سے حکومت کے مخالف اور صفت اول کے انقلابی تھے۔ عثمان کو ان سے اتنی نفرت تھی کہ ابوذر کی وفات کے بعد رہنے والا ٹلن کرتا چاہا۔ لیکن مہاجر و انصار آڑے آگئے۔ تاریخوں میں ہے کہ عثمان نے کئی بار ان کی توہین کی اور اذیت تاک سزا میں دیں۔ وہ ابتداء ہی سے عمار کو اپنا مخالف سمجھتے تھے۔ اس صورتحال میں کیسے ممکن ہے کہ عمار سے مشورہ لیتے ہوں اور شورش کو دبانے کے لیے ان سے مددی ہو۔ جھوٹی روایت میں تو یہاں تک ہے کہ عبداللہ ابن سبانے مخالفت عثمان کے لیے عمار یا سر کو اپنا ہم خیال بنایا تھا۔ یہ بڑی مسحکہ خیز بات ہے چنانچہ ڈاکٹر طحسین نے بھی لکھا ہے کہ مجھے یقین ہے کہ عمار ہرگز مصروف نہیں ہیجے گئے اور ان

دونوں بہادروں (محمد ابن ابی بکر اور ابن ابی حذیفہ) کے شورش میں شرکت نہیں کی۔ یہ داستان عثمان کے حمایتیوں نے گڑھ لی ہے تاکہ عمار کے خلاف عثمان کی زیادتیوں پر وہ فولادا جاسکے۔

۲۔ طبری (۱) نے ایک روایت لکھی ہے کہ سرسی نے شعب کا بیان نقل کیا، اس نے سیف سے اور اس نے محمد و علی سے اور عطیہ سے کہ عثمان نے مختلف صوبوں کے لوگوں کو پہنچ لکھا کہ میں نے گورنر کوتا کید کی ہے کہ ہر سال موسم حج میں میرے پاس آئیں اور لوگوں کی شکایتوں کو سن کر اس کے ساتھ انصاف کیا جائے، جو کچھ بھی حق میرے یا میرے خاندان کے ذمے ہے وہ لوگ چاروں ناچار ادا کریں۔ مدینے والوں نے مجھ سے شکایت کی ہے کہ کچھ لوگوں کو گالیاں اور رزا میں دی گئیں ہیں۔ ان لوگوں کو میں نے اعلان کر دیا ہے کہ موسم حج میں میرے یا گورنر کے خلاف شکایت کریں تاکہ وہ ہم سے قصاص لیں یا معاف کر دیں۔

جب صوبوں کے لوگوں نے اس کو پڑھا تو روتے ہوئے عثمان کے حق میں دعا میں دیں اور کہا: قوم سخت شورش میں جتنا ہے۔ عثمان نے اپنے گورنر و کرسرزنش کی کوپ میں لوگوں کی کیا شکایتیں سن رہا ہوں، کہیں تم لوگوں کی وجہ سے میرے خلاف شورش نہ پیدا ہو جائے اور میں پریشانی میں پڑ جاؤں۔ اben عامر، معاویہ، عبداللہ ابن ابی سرح، سعید و عمرو عاص نے کہا کیا آپ نے صوبوں میں لوگوں کی شکایت سننے کے لیے لوگوں کو نہیں بھیجا؟ کیا ان لوگوں کی وجہ سے یہ نہیں کہا ہے کہ لوگوں کو کوئی شکایت نہیں ہے؟ یہ سب جھوٹی باتیں ہیں۔ عثمان نے ان سے کہا: ایسی صورتحال میں کیا کیا جائے؟ سعید ابن عاص نے کہا: یہ سب آپ کے خلاف شورش پیدا کرنے کے لیے مخفی سازش کی جا رہی ہے، اس لیے ان لوگوں کا پتہ لگا کر چھانی دے دی جائے۔ ابن ابی سرح نے کہا: آپ نے اپنی ذمہ داریاں پوری کی ہیں اب ان کے فرائض کوئی کے ساتھ بتائیے۔ معاویہ نے کہا: سب کے ساتھ حسن سلوک بخجنے۔ عمرو عاص نے کہا: آپ ابو بکر و عمر کا رویہ اپنا یہ یعنی سختی کی جگہ پختی اور رزی کی جگہ پہنچی۔ اس وقت عثمان نے کہا: میں نے تمہارے مشورے سن لیے، میں بہر حال حسن سلوک کا برتاو کروں گا تاکہ کسی کو میرے خلاف شکایت نہ

۱۔ تاریخ طبری، ج ۳، ص ۹۹، (ج ۳۲۲، حداد، ۲۵۰ھ)۔

ہو سکے، خدا بہتر جانتا ہے کہ سب کے ساتھ خیر خواہی کی ہے۔ اگر اسی شورش میں میں مارا جاؤں تو یہ میرے لیے فخر کی بات ہے۔ تم لوگ اپنی ذمہ داریوں کو اور حقوق الہی کو پورا کرتے رہو۔ جب گورزوں کی نولی واپس چلی گئی تو ایک شخص نے یہ اشعار پڑھے: سمجھی جانتے ہیں کہ عثمان کے بعد علیؑ امیر المؤمنین ہوئے اور طلحا و رزبیران کے جملائی ہوں گے۔ تھوڑی دیر کے بعد کعب نے معاویہ کی طرف اشارہ کر کے کہا: یہ خپر سوار شخص عثمان کے بعد حکمراں ہو گا۔

۳۔ طبری (۱) نے اسی سند کے ساتھ یعنی سری نے شجیب سے سیف کی زبانی نقل کیا ہے کہ معاویہ نے رخصت ہوتے ہوئے عثمان سے کہا: اے امیر المؤمنین! آپ ان بلوائیوں کا مقابلہ نہ کر سکیں گے، آپ میرے ساتھ شام چلیئے۔ وہاں کے لوگ ابھی آپ کے فرمانبردار ہیں۔ عثمان نے کہا: میں جوار رسول ﷺ کبھی نہ چھوڑوں گا۔ چاہے قتل ہی کر دیا جاؤں۔ معاویہ نے کہا: تو پھر شام سے فوج بھینے کی اجازت دیجئے۔ عثمان نے کہا: کہ فوج کے آجائے سے مدینے والوں کی معیشت تنگ ہو جائیگی۔ پھر تہذیت رسول ﷺ کا شہر ہے۔ معاویہ نے کہا: کہ پھر تو آپ لازمی طور سے عوایی جملے کا فکار ہوں گے۔ عثمان نے کہا: خدا میرے لیے کافی ہے۔ معاویہ نے جیخ کر کہا: تو کہاں ہے اے جلاد! اے قصاب!

۴۔ طبری (۲) نے اسی سند کے ساتھ نقل کیا ہے کہ شوال ۲۵^ھ میں مصر والوں نے چارستونوں کی رہبری میں مدینے کا رخ کیا۔ ہرستون میں ایک ہزار افراد تھے۔ ان کی سرداری عبدالرحمٰن ابن عدیس، کنانہ ابن بشیر، سودان ابن حمران اور قتیرہ کے ہاتھ میں تھی۔ ان سب کا سردار غافلی ابن حرب تھا۔ ان کی ہمت نہ ہو سکی کہ مدینے والوں سے کہہ سکیں کہ ہم جنگ کے لیے آئے ہیں، لہذا حج کا بہانا کیا۔ ان کے ہمراہ ابن سودا تھا۔ کوئے والے بھی چار ٹکڑیوں میں نکلے، جس کے سردار زید ابن صوحان، مالک اشتر، زیادہ ابن نظرہ اور عبداللہ بن اصم تھے۔ ان سب کے سردار عمر و ابن اصم تھے۔ اسی طرح بھرے والے حکیم ابن جبلہ، ذرتع ابن عباد، بشرا ابن شریع، ابن الحشرش اور ان سب کے سردار حروف ص تھے۔ اس کے

۱۔ تاریخ طبری، ج ۲، ص ۳۳۵، حادث، ۳۳۵^ھ۔

۲۔ تاریخ طبری، ج ۲، ص ۳۳۸، ۳۳۸^ھ۔

علاوہ راستے میں بہت سے لوگ شامل ہوتے گئے۔ مصر والے دو سدار علیٰ تھے۔ بصرے والے طلحہ کے ہوا خواہ اور کوفے والے زیر کے طرفدار تھے، ہر فوجی ٹکلوی اس گھمنڈ میں تھی کہ کامیابی اسی کے حسنے میں آئی۔ اور اپنے سردار کو حکومت سونپ دینگے۔ یہ لوگ مدینے سے تین منزل دور، بصرے والے ذوثبت، کوفے والے اعوص میں اور مصر والے ذمودۃ میں رک گئے۔ زیادا اور ابن اصم نے مصر اور بصرہ والوں سے کہا کہ جلدی نہ کرو، ہم تم ہی لوگوں کے ساتھ مدینہ میں داخل ہونا چاہتے ہیں کیونکہ ہمیں اطلاع ملی ہے کہ ہمارے مقابلے کے لیے مدینے والوں کی عوای فوج تیار ہوئی ہے۔ اگر وہ ہم لوگوں کے اداروں سے واقفہ ہوتے تو ڈرجاتے لیکن اب ہماری عیحدگی سے ناکامی کا سامنا ہو سکتا ہے۔ اس کے بعد ان دونوں افراد نے مدینہ آ کر ازواج رسول ﷺ اور علیٰ و طلحہ و زیر سے ملاقات کر کے کہا کہ ہماری آمد کا مقصد فقط حج ہے اور یہ کہ اپنے صوبوں کے گورنزوں کو بر طرف کر دیں۔ ان حضرات نے شہر مدینہ میں ان فوجی ٹکلویوں کی آمد کی اجازت مانگی لیکن سب نے انکار کیا اور کہا کہ تمہارا یہ اقدام بے فائدہ ہے۔ اس کے بعد کچھ مصر والے علیٰ کے پاس آئے اور بصرے والے اور کوفے والے طلحہ و زیر کے پاس آئے۔ آپس میں سب نے ایک دوسرے سے کہا: کہ ہمیں کسی ایک کی بیعت کر لینی چاہتے ورنہ ان لوگوں کی دشمنی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ مصر والوں نے حضرت علیٰ سے اچار اڑیت میں ملاقات کی۔ اس وقت امام حسن عثمان کے پاس تھے، حضرت علیٰ کو سلام کر کے ان کے سامنے اپنی باتیں رکھیں اور فریاد کی۔ لیکن حضرت علیٰ نے ان کی تردید کرتے ہوئے فرمایا: صالح حضرات جانتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے ”ذو مردہ اور ذو ذ شب“ میں قیام کرنے والی فوج پر بحث کی ہے۔ تم سب لوٹ جاؤ۔ اللہ کی نظر سے محروم رہو گے۔ وہ لوگ حضرت کا حکم مان کر اپس گئے۔ بصرے والے طلحہ کے پاس گئے، طلحہ نے اپنے دونوں بیٹوں کو عثمان کے پاس بھیجا ہوا تھا۔ ان لوگوں نے سلام کر کے اپنی بات کی تو طلحہ نے دھکارتے ہوئے کہا: ہر مومن جانتا ہے کہ ذو مردہ، ذو ذ شب اور اعوص کی فوج پر رسول ﷺ نے لعنت کی ہے۔ بھی ماجرہ کوئیوں اور زیر کے ساتھ چیز آیا۔

سلیل سکینہ

یہ لوگ مدینے سے باہر چلے گئے اور یہ ظاہر کیا کہ اپنے اپنے گروں کو واپس جا رہے ہیں تاکہ

مدینے والے متفرق ہو جائیں تو شہر پر شب خون مارا جائے۔ مدینے والوں نے انھیں منتشر ہوتے ہوئے دیکھا تو متفرق ہو گئے، لیکن صوبوں کے یہ لوگ پھر واپس آ کر مدینے پر چڑھائی کر کے خانہ عثمان کا حاصلہ کرنے میں کامیاب ہو گئے اور اعلان کرو دیا کہ جو بھی ہمارے مقابلے سے ہاتھ کھینچ لے گا وہ امان میں رہے گا۔ حضرت علیؑ نے ان لوگوں کو آ کر سمجھایا کہ تم لوگوں نے واپس جا کر اپنا خیال کیوں بدل دیا۔ انھوں نے کہا: ہم نے راستے میں ایک قاصد کو پکڑا جس کے خط میں ہمارے قتل کا حکم دیا گیا تھا۔ طلحہ وزیر نے بھی کوفہ اور بصرے والوں کو سمجھایا۔ انھیں بھی وہی جواب دیا گیا۔ حضرت علیؑ نے بصرے اور کوفہ والوں سے کہا: مصر والوں کے خط کی جھیں کیسے اطلاع ہو گئی؟ ان لوگوں نے جواب دیا: ہم ہر حال میں عثمان کو حکومت سے ہٹا کر دلمینگے۔

علامہ امینی فرماتے ہیں: تاریخی روایتیں کہتی ہیں کہ ان سپاہیوں کو ان تینوں حضرات نے دھنکار کر کے بھگانا چاہا۔ جب کہ ان سپاہیوں میں صحابائے کبار اور مجاهدین بدر بھی تھے۔ ان لوگوں کے لیے تینوں حضرات نے کہا کہ تم احجار اڑیت میں قیام کر کے لعنت رسول کے سختی ہو گئے ہو۔ حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ تمام سورخین اس بات پر تنقی ہیں کہ بلوائیوں نے پہلی بار مدینے میں آ کر چالیں روز تک عثمان کے گمراہ حاصلہ کیا۔ اسی حاصلے کے زمانے میں عثمان نے بجور ہو کر حضرت علیؑ کو بلوا کر کجھ میں ڈالا اور عثمان نے بر سر نہر توبہ کی۔ وہ تو بہنامہ صوبوں کو بیجا گیا۔ اسی کے بعد حضرت علیؑ اور محمد ابن مسلم نے بذات خود خاصمن ہو کر لوگوں کو اپنے صوبوں میں واپس جانے کے لیے کہا۔ بعد میں یہ نظر آتا ہے کہ عثمان نے اپنے تمام عہد و بیان کو پاؤں تلے روند ڈالا، اس کے علاوہ مصر والوں کو قتل کرنے کا خط بھی برآمد ہو گیا۔ یہی وجہ تھی کہ دوسری بار حاصلہ ہوا اور عثمان کو قتل کر ڈالا گیا۔ ان روایات کی روشنی میں، نیز ایام حاصلہ میں طلحہ وزیر کی روشن دیکھنے کے بعد کوئی ٹک نہیں رہ جاتا کہ ان لوگوں نے صوبے والوں کو دھنکار کے واپس کیا ہوگا۔ یا عثمان کی صفائی میں کچھ ہوگا۔ پھر یہ کہ تاریخی روایات کی بنی اپنے طلحہ تو عثمان کے سخت ترین مخالف تھے، انھوں نے عثمان پر پانی بھی بند کیا تھا۔ بقعہ میں دفن ہونے سے بھی روکا تھا۔ قتل عثمان کے بعد اکثر انھوں نے اپنے کارناموں کا اقرار بھی کیا تھا۔ لیکن یہ جو شے روایی ہمیں یہ بتاتا

پاہتے ہیں کہ طلحہ وزیر وغیرہ اصحاب نامدار، عثمان کے قطعی مخالف نہیں تھے، بلکہ ان کا دفاع کر رہے تھے۔

۵۔ طبری (۱) نے اسی سند کے ساتھ ایک روایت لکھی ہے کہ عثمان نے اپنی آخری تقریر میں کہا: خدا نے دنیا کو تھارے حوالے صرف اس لیے کیا ہے کہ آخرت کے نیلے ذخیرہ فراہم کرو۔ نہ اس لیے کہ اسی پر بھروسہ کرو۔ دنیا ختم ہو جائے گی اور آخرت باقی رہے گی۔ بنابریں دنیا کے خود میں نہ رہو۔ آخرت کی ہمیشہ باقی رہنے والی چیز پر دنیا کو ترجیح مت دو۔ خدا سے ڈر و تقویٰ اختیار کرو کہ یہی غصب خدا سے تمہیں محظوظ رکھ سکتا ہے، دین میں تغیرت پیدا کرو۔ اسلامی وحدت کی حفاظت کرو اور مختلف ملکوں میں نہ بث جاؤ۔ اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو کہ جب تھماری نفرت کو باہم الفت میں بدل دیا۔

لوگ کہتے ہیں کہ جب عثمان نے اپنی تقریر ختم کی تو لوگ عثمان کی خالفت میں آئے۔ عثمان لوگوں سے مقاومت پر آمادہ ہو گئے۔ عثمان نے ان لوگوں سے کہا: میرے گھر کی حفاظت کرو۔ عثمان نے طلحہ، زیر اور علی کے پاس آدمی بھیج کر بلوایا۔ جب یہ لوگ بھیج ہوئے تو اپنے بام خانہ سے لوگوں کو خطاب کیا: اے مدینے والوں! میں تمہیں خدا حافظ کہتا ہوں۔ خدا سے دعا ہے کہ میرے بعد تمہیں اچھی حکومت نصیب ہو۔ بخدا! آج کے بعد میں کسی سے ملاقات نہ کروں گا۔ جو لوگ میرے گھر کی حفاظت کر رہے ہیں ان میں کسی ایک کو بھی اجازت نہیں دوں گا کہ وہ دینی و دنیاوی امور میں تھمارے خلاف مداخلت کریں۔ اور قسم دے کر مدینے والوں کو واپس کرو یا۔ نتیجے میں امام حسن علیہ السلام اور محمد و عبد اللہ ابن زیر کے علاوہ سب لوگ واپس چلے گئے۔ یہ تینوں حضرات اپنے باپ کے حکم سے خانہ عثمان کی حفاظت پر مأمور تھے۔ بلوائیوں نے ان پر ہجوم کیا اور عثمان خانہ نشین ہو گئے۔

۶۔ اسی سند کے ساتھ طبری (۲) کا بیان ہے:

کہتے ہیں کہ حاصلہ چالیس راتوں تک چلتا رہا اور جب سے خلف صوبوں سے لوگ آئے اور عثمان

۱۔ تاریخ طبری، ج ۲، ہ ۳۸۲۔ (ج ۲، ہ ۳۸۳۔ حادث ۴۷۹)۔

۲۔ تاریخ طبری، ج ۲، ہ ۳۸۵۔ (ج ۲، ہ ۳۸۵۔ حادث ۴۷۹)۔

کی موت ہوئی۔ اس درمیان کا فاصلہ ستروں راتیں ہیں چونکہ ابتدائی ححاصرہ اٹھارہ روز رہا۔ اس وقت چند اہم افراد نے خبر پھیلا دی کہ ملک کے اکثر حصوں سے عثمان کے دفاع میں فوجیں آ رہی ہیں۔ جبیب شام سے، معادیہ مصر سے، قلعے کو فوج اور مجاشع بصرے سے فوجیں لے کر آ رہے ہیں۔ بلوائیوں نے عثمان کا عوام سے رابطہ توڑ دیا۔ یہاں تک کہ پانی بھی بند کر دیا۔ حضرت علیؑ مختلف بہانوں سے ضرورت کا سامان بھیجتے رہتے تھے۔ ایک رات بلوائیوں نے سنگ باری کر دی تو عثمان نے فریاد بلند کی کہ خدا سے ڈرو۔ یہاں ہمارے علاوہ دوسرے لوگ بھی ہیں۔ لوگوں نے کہا: پھر ہم نے نہیں بھیکے بلکہ خدا نے بھیکے ہیں۔ عثمان نے کہا: تم جھوٹے ہو۔ اگر خدا بھیکلتا تو پھر خطا نہ کرتے۔ پھر عثمان نے اپنے ہمسایع قبلیہ حزم کے عمرد کے ذریعہ علیؑ کے پاس پیغام بھیجا کہ اگر آپ سے ہو سکے تو تحوزہ اس پانی بھیجاواد تھیئے۔ لوگوں نے ہم پر پانی بند کر دیا ہے۔ یہ پیغام طلحہ، زبیر، عائشہ اور دوسری ازواد ر رسول کو بھی دیا۔ لیکن صرف علیؑ اور ام حمیہ نے جواب دیا۔ رات کے وقت حضرت علیؑ نے آ کر بلوائیوں سے کہا: تم لوگ غیر ایمانی کام کر رہے ہو۔ کافروں کے ساتھ بھی یہ سلوک روانیں۔ اس شخص پر دانا پانی نہ بند کرو۔ اگر چہ روی اور ایمانی قیدیوں کو بھی دانا پانی دیا جاتا ہے پھر یہ کہ اس شخص نے تم پر حملہ بھی نہیں کیا۔ پھر کیوں اس کے ححاصرہ و قتل پر آمادہ ہو۔ لیکن بلوائیوں نے دانا پانی بھیجنے سے قطعی انکار کیا۔ علیؑ نے اپنا عمامہ عثمان کے گھر میں بھجوایا۔ یہ اس بات کا اشارہ تھا کہ آپ جو حکم دیں میں اسے بجالاؤں۔ پھر اپنے گمراہوں چلے گئے۔ ام حمیہ ایک خپر پر سوار ہو کر آئیں۔ ان کے ہمراہ ایک چھوٹی مشک تھی۔ بلوائیوں نے خپر کے منہ پر چاک بکار کروائیں کر دیا۔ ام حمیہ نے کہا: عثمان بنی امیہ کے تیموں اور بیواؤں کے سر پرست ہیں۔ میں چاہتی ہوں کہ ان سے مل کر بیواؤں اور تیموں کے اموال کی حفاظت کروں۔ لیکن بلوائیوں نے منظور نہیں کیا۔ عائشہ حج کے لیے آمادہ تھیں۔ انہوں نے اپنے بھائی محمد کو ساتھ لے جانا چاہا۔ لیکن وہ آمادہ نہ ہوئے۔ حضرت عائشہ کو اس پر غصہ بھی آیا۔ عائشہ مصریوں پر بہت خفا بھی تھیں۔ مردان نے عائشہ سے کہا: اگر آپ مدینے میں موجود ہیں تو عثمان کی حفاظت ہو سکے گی۔ عائشہ نے کہا: تم چاہتے ہو جو سلوک ام حمیہ کے ساتھ ہوا وہی میرے ساتھ بھی ہو۔ جب حضرت علیؑ اور ام حمیہ کی بات طلحہ و زبیر کو

معلوم ہوئی تو یہ دونوں بھی خانہ نشین ہو گئے اور بنی حزم کے لوگ بدستور پانی پہنچاتے رہے۔ عثمان نے بام خانہ سے عبداللہ ابن عباس کو آواز دے کر کہا: امسال تم قافلہ حج کی سرپرستی کرو۔ ابن عباس نے جواب دیا: بخدا! اے امیر المؤمنین! مجھے حج سے زیادہ یہ بات پسند ہے کہ ان بلوایوں کے خلاف آپ کی حمایت میں جنگ کروں۔ عثمان نے قسم دے کر انھیں امیر الحاج بناہی دیا۔ ایک سفارش نامہ عثمان نے زیر کو بھیجا اور وہ لے کر گئے۔ زیر کے بارے میں اختلاف ہے کہ وہ قتل عثمان کے وقت مدینے میں تھے یا نہیں۔ عثمان نے تقریر کی: مدینے والوں امیری نفرت میں تم کہیں قوم نوح کی طرح تباہ نہ ہو جاؤ۔

علام امیگی فرماتے ہیں: اس تاریخی روایت کو جھوٹے راویوں نے صرف اس لیے وضع کیا ہے کہ صحیح اور متواتر تاریخی حقائق پر پردازہ ڈالا جاسکے یا اس میں شک اور تردید پیدا کیا جاسکے۔ متعدد تاریخی روایات میں عائشہ، طلحہ و زیر کی شدید نفرت اور قتل عثمان کے لیے بے انتہا کوشش کا تذکرہ موجود ہے۔ عائشہ نے کہا: اس نعش کو قتل کر دو۔ خدا اسے قتل کرے، یہ کافر ہو گیا ہے۔ طلحہ قتل کے لیے سخت کوشش تھے۔ اور اپنا چہرہ چھپا کر تیر اندازی کر رہے تھے۔ انہوں نے ہی پانی بند کیا تھا، پھر مسلمانوں کے قبرستان میں دفن بھی نہیں ہونے دیا۔ جنازے پر سنگ باری کی۔ اسی لیے مروان نے انھیں قتل کر کے ابابن ابن عثمان سے کہا: کہ تمہارے باپ کے ایک قاتل سے بدل لے لیا۔ حضرت علیؑ نے طلحہ و زیر کے متعلق کہا تھا: کہ انہوں نے عثمان کے خلاف سخت اقدامات کئے اور ان کی ملامت تین بات گالیاں تھیں۔ خود عثمان نے طلحہ کا شکوہ کیا اور زیر نے تو واضح لفظوں میں کہا: اسے قتل کر دو کیونکہ اس نے تمہارا دین بدل دیا ہے۔ یہ بھی کہا تھا: عثمان قیامت میں پل صراط کا مردار ہے۔ اس پر سعد کی گواہی بھی موجود ہے، خود ابن عباس نے جیسا کہ جھوٹے مورثین نے لکھا ہے اگر ایسے ہی ہوتے تو حج کے موقع پر عثمان کے خط کی مخالفت نہ کرتے۔

۷۔ طبری نے (۱) اسی سند سے لکھا ہے:

کہتے ہیں کہ حج کے بعد افواہ اڑی کہ حاجیوں کا گروہ مصر والوں کی سرکوبی کے لیے جمل پڑا۔ جب یہ خبر بلوایوں کو معلوم ہوئی تو شیطان نے ان کے دل میں وسوسة ڈالا۔ وہ آپس میں کہنے لگے: اس

آفت سے نجات صرف اسی صورت میں ممکن ہے کہ عثمان کو جلد از جلد قتل کر دیا جائے۔ انہوں نے عثمان کے گھر پر حملہ کر دیا۔ لیکن امام حسن علیہ السلام، عبد اللہ ابن زبیر اور محمد ابن طلحہ، مروان اور سعید ابن عاص اور دوسرے صحابی زادوں نے اس حملے کو روکا۔ عثمان نے فریاد بلند کی: خدا کے لیے میری نصرت سے دشمنوں کو بردار ہو جاؤ، میں اپنی مدد کی ذمہ داری تم پر سے الٹھتا ہوں۔ لیکن وہ لوگ نہ مانے، پس عثمان نے ہاتھ میں شمشیر دپر لے کر دروازہ کھوول دیا تاکہ باہر آ کر ان لوگوں کو ہٹا دیں۔

جب ان لوگوں پر عثمان کی نظر پڑی تو بصرے والوں نے منہ پھیر لایا اور ان کی جماعت نے بلوائیوں کو چیپے ڈھکیل دیا۔ گھسان کی جنگ ہونے لگی۔ عثمان نے اپنے ساتھیوں کو قسم دے دی کہ گھر میں آجائیں لیکن وہ لوگ نہ مانے، پھر کچھ دور بعد گھر میں آگئے اور مصریوں کے لیے دروازہ بند ہو گیا۔ اس سال مغیرہ ابن اخنس صحیح کے لیے گیا ہوا تھا۔ بہت جلد آ کر اس دن عثمان کے گھر میں داخل ہو گیا اور عہد کیا کہ میں آپ کے قدموں پر اپنی جان بخادر کر دوں گا۔ اگر دفاع نہ کروں تو خدا کو کیا جواب دوں گا۔ ان ایام میں عثمان صرف قرآن و نماز سے واسطہ رکھتے تھے۔ جب تھک جاتے تھے تو قرآن پڑھنے لگتے تھے۔ اسی موقع پر مصریوں نے دروازے میں آگ بھی لگادی، تو مغیرہ بن اخنس اور امام حسن، محمد ابن طلحہ اور سعید ابن عاص رجڑ پڑھتے ہوئے مقابلے کے لیے نکل آئے۔ سب سے آخر میں ابن زبیر نکلے۔ اور وہی آخری دم تک کے قتل عثمان کے گواہ ہیں۔

۸۔ طبری (۱) اسی سند سے روایت کرتے ہیں کہ جب دروازے میں آگ بھی تو عثمان نے نماز اور سورہ طہ تیز تیز پڑھنا شروع کر دیا۔ وہ ہنگامے سے ہر اسال نہیں تھے، نہ قرأت میں لکھت ہو رہی تھی، بلوائیوں کے چینچنے تک وہ نماز پڑھ چکے تھے۔ آخری آیت پڑھ رہے تھے کہ ﴿الذین قال لهم الناس قد جمعوا لكم فاخشوهم فزادهم ايمانا و قالوا حسبنا الله و نعم الوكيل﴾ مغیرہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ بڑی سرعت پڑھ رہا تھا۔ ابو ہریرہ نے آ کر ان لوگوں کو جوش دلایا کہ آج جنگ اور مقابلے کا دن ہے اور بلوائیوں سے چلا کر کہا: میں تمہیں نجات کی طرف بالا رہوں اور تم ہمیں

۱۔ تاریخ طبری، ج ۲، ص ۳۸۹، حادثہ نو۷۰۔

دو ذرخ کی دعوت دے رہے ہو۔ سودان سب سے زیادہ جنگ میں مصروف تھا۔ مغیرہ نے اپنا مقابل طلب کیا۔ اتنے میں مغیرہ کے قتل کی خبر اڑ گئی۔ اس کے قاتل نے کلمہ استرجاع پڑھا۔ عبد الرحمن نے وجہ پوچھی تو مغیرہ کے قاتل نے کہا: میں نے گذشتہ شبِ خواب دیکھا تھا کہ کہنے والا کہہ رہا ہے کہ مغیرہ کے قاتل کو دو ذرخ کی بشارت دے دو۔ اب تو میں نے ہی انہیں قتل کیا ہے۔ حوزی کٹکش کے بعد بلوائیوں نے عثمان کے قتل کا ارادہ کر لیا۔ ایک شخص نے عثمان کے کمرے میں آ کر کہا: خلافت سے دست بردار ہو جاؤ تو امان پا جاؤ گے۔ عثمان نے کہا: کروائے ہو، خدا کی قسم! میں نے جامیت کے زمانے میں بھی نہ عورتوں کا لباس پہنانا اور نہ اسلام لانے کے بعد گانا کایا۔ نہ دنسنے ہاتھ سے اپنی شرمنگاہ کو سچ کیا۔ یہ جامہ مجھے خدا نے پہنایا ہے میں اسے کسی حال میں نہیں اتاروں گا۔ یہاں تک کہ خدا نیکوں کو عزت دے اور اہل شفاوت کو ذلت۔ جب وہ شخص باہر آیا تو لوگوں نے پوچھا: تو نے کیا کیا؟ اس نے جواب دیا: مخددا! خخت کٹکش میں ہوں۔ لوگوں کی وجہ سے قتل کئے بغیر چارہ نہ تھا اور دوسری طرف عثمان کا قتل جائز نہیں۔ اسی وقت میں لیہ کا ایک شخص عثمان کے کمرے میں گما، عثمان نے نے پوچھا: تو کس قبیلے سے ہے؟ جواب دیا: لیشی ہوں۔ عثمان نے کہا: تو میرا قاتل نہیں ہے۔ وجہ پوچھنے پر اس موقع کے لیے حدیث رسول یاد دلائی اور وہ شخص بلوائیوں سے کنارہ کش ہو کر چلا گیا۔ اس کے بعد قبیلہ قریش کے ایک آدمی نے قتل کا ارادہ ظاہر کیا اور عثمان نے حدیث یاد دلائی اور وہ استغفار پڑھتا ہوا اپس گیا۔ اتنے میں عبد اللہ ابن سلام نے آکر بلوائیوں کو قتل عثمان سے روکنا شروع کیا۔ کہتے ہیں کہ سب کے آخر میں محمد ابن ابی بکر آئے۔ عثمان نے ان سے کہا: تم پر افسوس ہے کیا تم اللہ پر غبینا کو؟ کیا میں نے تمہارا کوئی جرم کیا ہے یا حق چھین لیا ہے؟ یہ سن کر وہ شرمندہ واپس گئے۔ جب محمد واپس گئے تو قبیلہ اور سودان اور عاققی نے لوہے کے گلدوں سے عثمان پر ضربات لگائیں اور قرآن کوٹھو کرماری۔ عثمان کا خون اس قرآن پر بہر گیا۔ نائلک نے یہ دیکھ کر اپنے کو عثمان پر ڈال دیا اور ہاتھوں کو سپر بیٹایا، جس کی وجہ سے ان کی انگلیاں کٹ گئیں۔ سودان نے نائلک کی پیٹی پر ایک لات مار کر کہا: او بڑھی! اور ایک دارے سے عثمان کو قتل کر دیا۔ جب عثمان کے نوکروں نے یہ دیکھا تو سودان پر حملہ کر کے اسے توار سے موت گھاث اتار دیا۔ قاتل

سودان پر قتیرہ نے حملہ کر کے مارڈالا اور گھر کلوٹئے لگا۔ سامان جس میں تین لاشیں بھی تھیں باہر پھنس کر گھر کا دروازہ بند کر دیا۔ جب قتیرہ دوسرے محلے میں پہنچا تو عثمان کے ایک غلام نے حملہ کر کے اسے مار ڈالا۔ بلوائیوں نے گھر کا سارا سامان لوٹ لیا۔ یہاں تک کے عورتوں کے زیور بھی۔ کلثوم نای شخص نے ناونکہ کا پاجامہ بھی اتار لیا۔ ان کی فریادیں کر عثمان کے ایک نوکر نے کلثوم کو قتل کیا۔ پھر ایک محلے سے صدا اُخی کہ تمام خزانے اور زیورات کے ڈھیر لوٹ لو۔ خزانے کے ملازموں نے یہ سن کر کہا: سب دنیا پرست ہیں اور وہاں سے بھاگ گئے۔ بلوائیوں نے خزانہ لوٹ لیا۔ اس موقع پر تمام مدینے والے رور ہے تھے اور بلوائی خوشی منوار ہے تھے۔ پھر بلوائیوں کو شرمندگی ہوئی۔ زیر پہلے ہی مدینے سے جا پکے تھے تاکہ قتل عثمان کے وقت موجود نہ رہیں۔ قتل کی خبر سن کر کلمہ استرجاع پڑھا اور کہا: خدا عثمان کو بخشنے اور ان کا بدال لے۔ ان سے کہا گیا کہاب بلوائیوں کو پیمانی ہے، تو جواب دیا کہ وہ اپنے ارادے میں کامیاب نہیں ہوئے۔ جب طلو کو معلوم ہوا تو انہوں نے کہا: خدا عثمان پر حرم کرے اور ان کی مدد کرے۔ جب کہا گیا کہ بلوائیوں کو شرمندگی ہے تو کہا کہ ان کا سیستان اس ہو۔ اور آیت پڑھی: ﴿فَلَا تُسْتَطِعُونَ توجيه وَلَا إِنْسَانٍ أَهْلَهُمْ يَرْجِعُونَ﴾ جب حضرت علی سے بیان کیا گیا تو آپ نے دعائے رحمت کے ساتھ آیت پڑھی: ﴿كَمِثْلِ الشَّيْطَانِ إِذَا قَالَ لِلْإِنْسَانَ أَكْفُرْ﴾ اور سعد نے یہ آیت پڑھی: ﴿الَّذِينَ حصلَ سَعِيهِمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسِبُونَ أَنَّهُمْ يَحْسِنُونَ صَنَاعَةً﴾

۹۔ طبری (۱) کی اسی سند میں ہے کہ مغیرہ ابن شعبہ نے علی سے کہا: یہ شخص (عثمان) قتل کیا جائے گا اگر آپ مدینہ میں رہے تو آپ ہی پر الزام آئے گا۔ لہذا آپ فلاں جگہ چلے جائیے۔ کیونکہ آپ نہیں گئے اور یہ قتل ہو گئے تو اگر چہ آپ یمن کے غاروں میں بھی چھپ جائیں تو لوگ ڈھونڈ لیں گے۔ لیکن حضرت علی نے بات نہیں مانی اور عثمان بائیکس روز محاصرے میں رہے۔ پھر دروازے نے میں آگ لگی تو ابن زیر اور مردان نے جنگ کی اجازت مانگی، عثمان نے کہا: میں بہر حال رسول اللہ ﷺ کی دیست پر عمل کروں گا۔ یہ آگ خطرناک منصوبے کے تحت لگائی گئی ہے لہذا میں جنگ سے تم لوگوں کوختی سے منع کرتا ہوں اور عثمان

۱۔ تاریخ طبری، ج ۲، ص ۱۳۱، (ج ۲، ص ۳۹۶، حادث، ۲۵۰)۔

قرآن پڑھنے میں مشغول ہو گئے۔ امام حسن انصیل کے پاس تھے، ان سے کہا کہ تمہارے والد ایک عظیم کام میں مشغول ہیں اس لیے تمہیں قسم دیتا ہوں کہ باہر چلے جاؤ۔ تھوڑی دری بعد ابن زبیر اور مردان نے آگ بجھادی۔ محمد ابن ابی بکر نے این زبیر و مردان کو دھماکایا۔ اس لیے جب محمد، عثمان کے کمرے میں گھے تو یہ دونوں بھاگ گئے۔ محمد نے عثمان کی ڈاڑھی پکڑی، عثمان نے کہا: میری ڈاڑھی چھوڑ دو، تمہارے باپ میری ڈاڑھی کبھی نہ پکڑتے۔ محمد نے ڈاڑھی چھوڑ دی۔ اتنے میں دوسرے لوگ آگئے۔ ایک نے تکوار کی نوک محبوبی اور دوسرالاتیں جانے لگا۔ آخر ایک شخص نے عثمان کے کان میں تلوار پھوک دی اور خون قرآن پر بہنے لگے۔ عثمان بوڑھے تھے، بیہوش ہو گئے۔ اتنے میں دوسرے لوگ بھی آگئے۔ بیہوش دیکھ کر پاؤں گھینٹنے لگے۔ نائلہ اور بیٹیوں نے فریاد کرنا شروع کیا۔ پھر عثمان کے پیٹ میں تکوار بھوک دی گئی۔ نائلہ نے روکنا چاہا لیکن تکوار سینے میں اتاری جا چکی۔ اس طرح عثمان غرہب آفتاب سے پہلے قتل ہو گئے۔ ایک شخص نے چلا کر کہا: جس کا خون مساج ہواں کا مال یعنی بھی جائز ہے۔ پھر تو گھر کی تمام چیزیں لوٹ لی گئیں۔ اور لوگ خزانے کا سراغ لگانے لگے۔ دونوں خدا پری فرار ہو چکے تھے اور لوگ انصیل ڈھونڈ رہے تھے۔

۱۰۔ اسی سند سے تاریخ طبری (۱) میں ہے کہ جس وقت مدینے میں بدعتیں ظاہر ہوئے لگیں تو کچھ لوگ چہار کی غرض سے سرحدی علاقوں میں چلے گئے اور کچھ لوگ بصرہ، کوفہ اور شام کی طرف۔ پھر مہاجردوں کے کچھ فرزند جو مختلف صوبوں میں چلے گئے تھے، وہ مدینے کی حفاظت کے لیے واپس آگئے۔ جب ان کے حالات عثمان سے بیان کئے گئے تو تقریبی: مدینے والو! تم لوگ اسلام کی اساس ہو، اگر تم گزرے تو سماج گزرنے گا، تم صاحب رہے تو سماج بھی بہتر رہے گا، خدا کے لیے، اگر کسی کی بدعت کی مجھے اطلاع ملی تو میں اسے جلاوطن کر دوں گا۔ خبردار اپنی زبانوں کو بند رکھو۔ تم سے پہلے لوگوں کو علیحدہ دیا گیا۔ لیکن انھوں نے زبان بند رکھی۔ عثمان نے یہ سیاست اپنائی تھی کہ جو بھی شرارت کا مرکب ہوتا اسے فوراً جلاوطن کر دیتے۔ نتیجے میں جہا جرین بھڑک اٹھے۔ عثمان تک بات پہنچائی کہ جلاوطنی بدعت ہے، رسول

خدا ملکیتہم نے نقطہ حکم کو جلاوطن کیا تھا۔ اسے کئے سے طائف جلاوطن کیا گیا تھا۔ پھر مکہ واپس آنے کی اجازت دے دی گئی تھی۔ اس بنا پر رسول خدا ملکیتہم نے جرم کی وجہ سے جلاوطن کیا اور پھر معاف کر کے شہر میں واپس آنے کی اجازت دے دی۔ اسی طرح پیغمبر ملکیتہم کے خلفاء نے بھی انھیں جلاوطن کیا، لیکن خدا کی قسم امیں نے تم لوگوں کے ساتھ خونکارو یہ اپنایا ہے۔

علامہ امین فرماتے ہیں اس میں جھوٹ کا ایک سلسلہ ہے جسے طبری نے جھوٹی سند کے ساتھ اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔ سند فرعی کی تفصیل کا کچھ آٹھویں جلد میں بیان کیا جا چکا ہے۔ اب محبت طبری کی ایک روایت سعید ابن میتب کی زبانی سن لیجئے۔ اس کے راوی بھی جھوٹے اور دجال ہیں:

جب علیؑ کو اطلاع ملی کہ لوگ عثمان کو قتل کرنا چاہتے ہیں تو آپؑ نے فرمایا: کہ ہم عثمان کو قتل کرنا نہیں چاہتے بلکہ مردان کو چاہتے ہیں۔ پھر حسن و حسین کو حکم دیا کہ تواریک ساتھ در عثمان کو حفاظت میں بیٹھو، کوئی شخص ان پر زیادتی نہ کر سکے۔ زیر، طلحہ اور دوسرے اصحاب نے بھی اپنے بیٹوں کو حفاظت کے لیے بیٹھ گیا۔ اور صرف مردان کا مطالبہ کیا۔ بلوائیوں نے یہ حالت دیکھی تو تیربارانی شروع کر دی۔ یہاں تک کہ امام حسن زخمی ہو گئے۔ مردان کو بھی ایک تیر لگا۔ ابن طلحہ اور قبیر کا سر پھٹ گیا۔ پھر تو محاصرہ کرنے والوں کو خوف ہوا کہ حسن و حسین کی وجہ سے بھی ہاشم کو غصہ نہ آجائے اور جگ طول پکڑ جائے، اس لیے آپؑ میں کہنے لگے کہ اگر بھی ہاشم نے یہ حالت دیکھی تو تم لوگ اپنے مقصد میں ناکام ہو جاؤ گے۔ مناسب ہے کہ عثمان کے گھر میں نقاب لگا کر قتل کر دیں۔ پھر ایک انصاری کے گھر کے راستے کھس گئے، عثمان کے کمرے میں صرف ان کی زوجی تھیں۔ اس طرح انھیں قتل کر کے اسی راستے سے بھاگ گئے۔ زوج و حسین اور دوسرے لوگ عثمان کے کمرے میں آ کر رونے لگے۔ جب یہ خبر علیؑ، طلحہ، زیر، سعد اور دوسرے مدینے والوں کو ہوئی تو سب کے ہوش اڑ گئے۔ آ کر عثمان کو متقول حالت میں دیکھا اور واپس گئے۔ علیؑ نے دونوں بیٹوں کو ڈالا کہ تم دروازے پر موجود تھے امیر المؤمنین کیسے قتل ہو گئے۔ امام حسن کے رخسار اور امام حسین کے سینے پر گھوسا مارا۔ ابن طلحہ کو گالی دی اور ابن زیر پر لعنت کی۔ آپؑ غصے میں واپس آ رہے تھے کہ

راتستے میں طلحہ سے ملاقات ہوتی، انھوں نے پوچھا: آپ نے حسن و حسین کو کیوں مارا؟ حضرت علیٰ چونکہ طلحہ کو قتل عثمان کا ذمہ دار سمجھتے تھے اس لیے فرمایا: کہ یہاں بدری صحابہ موجود تھے، تمہارے پاس قتل عثمان کا کوئی شرعی جواز ان لوگوں کے سامنے نہیں ہو سکتا۔ طلحہ نے کہا: کہ اگر مروان ہمارے حوالے کر دیا جاتا تو عثمان قتل نہ ہوتے، علیٰ نے فرمایا: اگر مروان کو تمہارے حوالے کیا جاتا تو کیا عدالتی کا رروائی کے بغیر اسے قتل کر دیتے۔ حضرت علیٰ اپنے گھر پڑے گئے اور لوگ بیعت کے لیے آپ کی خدمت میں آنے لگے۔

حضرت نے ان سے فرمایا: یہ چیز تمہارے اختیار میں نہیں، بلکہ یہ کام بدری صحابیوں کا ہے، جس کو وہ پسند کریں گے وہی خلیفہ ہو گا۔ پھر تو تمام بدریوں نے یہ زبان کہا کہ ہم سب سے زیادہ مناسب آپ ہی کو سمجھتے ہیں۔ جب حضرت علیٰ نے یہ صورت حال دیکھی تو مسجد میں منبر پر تشریف لے گئے۔ سب سے پہلے طلحہ، زبیر، سعد اور دوسرا اصحاب محدث نے بیعت کی۔ آپ نے مروان کو حاضر ہونے کا حکم دیا لیکن وہ بھاگ گیا۔ کچھ مروان کے بیٹے اور ابو معیط کے گھرانے کے لوگ حاضر ہوئے۔ لیکن باقی سب بھاگ گئے۔ (۱)

مسعودی (۲) نے اسی روایت کو تجویز سے فرق کے ساتھ لکھا ہے، اس میں عثمان کے رشتہ داروں اور غلاموں کی سرگرم ہنگ کا تذکرہ ہے۔ محمد ابن الی بکرنے عثمان کی ڈاڑھی پکڑی لیکن جب عثمان نے کہا کہ تمہارے باپ دیکھتے تو سخت ناراض ہوتے۔ تو محمد یہ سن کر گھر سے باہر پڑے گئے۔ پھر دو آدمیوں نے آکر عثمان کو قتل کیا اور پھر تمام متذکرہ باتیں۔ ابن جوزی نے بھی اسی کی حکایت کی ہے۔ (۳) شداد ابن اوس (۴) اور کنانہ (۵) کی حکایت بھی اسی سے ملتی جلتی ہے۔ اس سند میں ایک کنانہ نام کا شخص محمد بن عثمان کے نزد یہ ضعیف ہے۔ ترمذی اس کو ناقابل اعتبار اور مجہول سمجھتے ہیں۔ (۶)

۱- ریاض العصرۃ، ج ۲، ص ۱۷۵، (ج ۲، ص ۵۷)، تاریخ الحلفاء ص ۱۰۸، (ص ۱۲۹)، تاریخ ابن عساکر (ج ۳۹، ص ۳۱۹)۔

۲- نمبر ۳۶۱۹ تاریخ انجیس، ج ۲، ص ۲۶۱-۲۶۲۔

۳- قرۃ الصیون الہمہرۃ تجییع التہرۃ، ج ۱، ص ۳۲۱ (ج ۲، ص ۳۶۲)۔

۴- ریاض العصرۃ، ج ۲، ص ۱۲۷۔ (ج ۳، ص ۶۰)، تاریخ انجیس ج ۲، ص ۲۶۲ میں ج ۲، ص ۳۶۲۔

۵- استیعاب، ج ۲، ص ۳۷۸۔ (قصہ الٹاث، ص ۱۰۳۶)، نمبر ۷۸۷۔ تحدیب التحذیب، ج ۷، ص ۱۳۱ (ج ۷، ص ۱۲۹)۔

۶- تحدیب التحذیب، ج ۸، ص ۳۵۰۔ (ج ۸، ص ۳۰۳)۔

بخاری (۱) نے کنانہ اور سعید مقبری (۲) سے ابو ہریرہ کی روایت نقل کی ہے جو محمد بنین کے نزدیک غیر مستبر اور بھول ہے۔ واقعی اور ابن جنا (۳) کے مطابق اپنی موت کے چار سال پہلے وہ پاگل ہو گیا تھا۔ اس روایت کا مفہوم بھی اختلال حواس کا ثبوت فراہم کرتا ہے کیونکہ یہ طے شدہ بات ہے کہ سب سے پہلے عثمان والوں ہی کی طرف سے تیر اندازی ہوئی تھی، جس سے نبی، بن عیاض اسلامی قتل ہوئے تھے۔ اسے تفصیل سے لکھا جا چکا ہے۔ پھر یہ کہ ابو ہریرہ کیسے راوی ہیں، ہر شخص جانتا ہے۔ ذہبی نے لکھا ہے کہ یہ روایت باطل ہے، اس کی کوئی بُنیاد نہیں۔ کیونکہ اشعب کا صحابی ہونا ثابت نہیں۔ (۴)

تفصیلی صورت

ابو امام سہ باہلی کا بیان نقل کیا جاتا ہے کہ محاصرہ کے وقت میں عثمان کے ساتھ تھا۔ عثمان نے کہا: آخر کس دلیل سے میرے قتل کے در پڑے ہیں؟ رسول خدا مشریق اللہ کا راشاد ہے کہ صرف تمن ہی وجہ سے قتل کیا جاسکتا ہے یا مسلمان کے بعد کافر ہو جائے یا زنا نے محضہ کرے یا کسی کو ناحق قتل کرے۔ خدا کی قسم! میں نے ان میں سے کوئی جرم نہیں کیا ہے، پھر مجھے یہ لوگ کیوں قتل کر رہے ہیں؟ جب پیاس بہت زیادہ بھڑ کنے لگی تو بام خانہ سے آواز دی: کیا تمہارے درمیان علی مشریق اللہ یا سعد ہیں؟ کہا گیا: نہیں پھر تھوڑی دری بعد کہا: کیا تم لوگ علی کو اطلاع دے سکتے ہو کہ میرے پاس پانی ہے وہ نچا دیں۔ جب علی کو معلوم ہوا تو تمن بھری مٹکیں ہے وہ نچا دیں۔ اس مٹکے میں چند نی ہاشم و نبی امیہ زخمی بھی ہو گئے۔ جب علی کو معلوم ہوا کہ عثمان کا محاصرہ کیا گیا ہے اور انھیں قتل کرنے کی پلانگ ہے تو عمائد رسول مشریق اللہ سر پر رکھے، کمر میں توار حائل کئے گھر سے نکلے۔ اپنے ساتھ امام حسن اور عبد اللہ بن عمر کو بھی لے چلے۔ ساتھ میں متعدد اصحاب و

۱۔ تاریخ الکبیر، ج ۳، قسم ۱، ص ۲۲۷۔

۲۔ استیاع، ج ۲، ص ۲۷۸ (قسم الٹاٹ، ص ۱۰۳۶۔ نمبر ۷۷۸)۔ تحدیب التحذیب، ج ۷، ص ۱۳۲ (ج ۷، ص ۱۲۹)۔
تاریخ قمیں، ج ۲، ص ۲۶۳۔

۳۔ اثقات (ج ۲، ص ۲۸۲) تحدیب التحذیب، ج ۳، ص ۳۸ (ج ۲، ص ۳۲)۔

۴۔ سان المیزان، ج ۲، ص ۱۲۶۔ (ج ۲، ص ۱۳۲، نمبر ۵۳۸)۔

مہاجرین و انصار عثمان کے گھر کی طرف چلے۔ حضرت علیؑ نے عثمان سے کہا: اے امیر المؤمنین! تم پر سلام، آپ مسلمانوں کے امیر ہیں اور آپ پر یہ افتاد پڑی ہے، میری تمن رائے ہے کسی ایک کو قبول کریں: میرے ساتھ گھر سے باہر نکلئے میں ان سے جنگ کروں اس صورت میں آپ حق پر ہوں گے اور وہ باطل پر۔ دوسرے یہ کہ گھر میں کسی راستے سے مکمل جائیے وہاں آپ کا خون نہ بھایا جائے گا۔ تیرے یہ کہ آپ شام چلے جائیے وہاں معاویہ آپ کے مدگار موجود ہیں۔ جواب دیا: مکہ کے متعلق تو میں نے رسول خدا ﷺ سے سنا ہے کہ مکہ میں ایک کافر قتل ہو گا جس پر دنیا والوں کا نصف عذاب اندر پیدا جائے گا۔ میں نہیں چاہتا کہ وہ میں ہوں۔ شام اس لیے نہیں جاؤں گا کہ جوار رسول ﷺ نہیں چھوڑنا چاہتا۔ علیؑ نے فرمایا: تو پھر نکلو میں تمہارے ساتھ جہاد کروں۔ کہا: میں پہلا شخص نہیں بننا چاہتا جو امت محمد ﷺ سے جنگ کرے۔

اس درمیان حضرت علیؑ گھر واپس آگئے اور امام حسن و حسین کو تواریخ کرانے کی حفاظت کا حکم دیا۔ زیر، طلحہ اور دوسرے صحابے بھی اپنے فرزندوں کو بلوائیوں سے حفاظت کا حکم دے دیا۔ محمد بن ابی بکر نے جب دیکھا کہ بلوائیوں کی تیر اندازی سے امام حسن زخمی ہو گئے ہیں اور بنی ہاشم کے پھرنسے کا اندر یہ ہے تو دو مصریوں کو لے کر عثمان کے پڑوی کے گھر کے راستے، عثمان کے گھر میں گھس گئے کیونکہ بھی لوگ باہر تھے۔ عثمان کے کمرے میں ان کی زوجہ کے سوا کوئی نہ تھا۔ محمد گھسے تو عثمان کو قرآن پڑھتے دیکھا، ان کی ڈاڑھی پکڑی۔ عثمان نے کہا: چھوڑ دو ڈاڑھی، اگر تمہارے باپ دیکھتے تو ناخوش ہو جاتے محمد نے ڈاڑھی چھوڑ دی۔ دونوں مصریوں نے عثمان کو قتل کیا اور پچھوڑئے ہی سے نکل بھاگے۔ بعض کہتے ہیں کہ عمر و بن حمق اور عمر صنابی نے یعنی پرمارا اور لا توں گھونسوں سے پسلیاں توڑ دیں۔ زوجہ نے فریاد بلند کی لیکن ہنگامے میں کسی کو آواز سنائی نہیں دی تو بام خانہ پر آ کر جبردی کہ امیر المؤمنین قتل ہو گئے۔ جب لوگ آئے تو انھیں مقتول حالت میں پایا۔ ان کا خون قرآن پر بکھرا ہوا تھا۔ جس آیت پر خون بکھرا تھا وہ تھی ﴿فَسِيَّكُفِيْهُمُ اللَّهُ وَ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ﴾ یہ خبر حضرت علیؑ، سعد، طلحہ، زیر اور دوسرے مدینے والوں کو ہوئی تو سب کے ہوش اڑ گئے۔ عثمان کے کمرے میں آئے اور باہر نکل کر حضرت علیؑ نے اپنے

دونوں فرزندوں کو سینہ و صورت پر طما نچہ مارتے ہوئے فرمایا: تمہاری موجودگی میں عثمان کیسے قتل ہو گئے؟ محمد بن طلحہ اور عبداللہ بن زبیر کو گالیاں دیں اور غصے میں بھرے ہوئے گھر چلے گئے۔ لوگ تجزی سے آپ کے دروازے پر بیعت کرنے کے لیے دوڑے کے ہاتھ بڑھائیے کہ ہمارا اب آپ کے سوا کوئی امیر نہیں۔ حضرت علیؓ نے فرمایا: مجھے شرم آتی ہے کہ جس قوم نے عثمان کو قتل کیا ان سے بیعت لوں یادِ عثمان سے پہلے میری بیعت کی جائے۔ نتیجہ میں ان سے کنارہ کش ہو گئے۔ پھر ان لوگوں نے واپس آکر تقاضہ کیا تو فرمایا: خدا کے لیے مجھے اس کام سے سخت تاثف ہے، ہر یہ فرمایا: یہ کام فقط بدربی صحابیوں کا ہے۔ اس وقت تمام بدربی صحابی خدمت علیؓ میں آکر عرض پر دواز ہوئے کہ خلافت کے سزاوار صرف آپ ہی ہیں، ہاتھ بڑھائیے تاکہ آپ کی بیعت کریں۔ پھر سب نے آپ کی بیعت کی۔ یہ دیکھ کر مردان اور اس کے لڑکے بھاگ گئے۔ حضرت علیؓ نے زوجہ عثمان سے پوچھا: کس نے عثمان کو قتل کیا ہے؟ جواب دیا: میں نہیں جانتی، محمد بن ابی بکر، دوآدمیوں کے ساتھ کمرے میں گھستے تھے۔ پھر حضرت نے محمد کو بلا کرتیش کی۔ محمد نے کہا: بخدا! زوجہ عثمان نے غلط نہیں کہا۔ میں قتل کی غرض سے گیا تھا لیکن باپ کا نام درمیان میں آیا تو واپس چلا آیا اور بارگاہ خدا میں توبہ کی۔ بخدا! میں نے انھیں نقل کیا نہ انھیں پکڑا۔ زوجہ عثمان نے کہا: یہ صحیح کہتے ہیں لیکن انھوں نے ہی دوآدمیوں کو کمرے میں گھسا یا تھا۔ (۱)

اس وضعی روایت کا تجزیہ

اس جھوٹ کے پلندے اور بے پرکی روایت کو ان تسلیم شدہ صحیح روایات کی خد میں گزھا گیا ہے جن کے متن میں کوئی جھوٹ نہیں اور جو متواتر اور تنقیض سے عاری ہیں۔ بزرگ اصحاب رسول ﷺ کی تقاریر اور نظریات سے بھی یہ روایت قطعی متصادم ہے۔ عشرہ بیشرہ یا اصحاب شوری جن کی تعداد ایک سو پچاس تک ہے وہ صحیت ہے، میں نے اس کتاب کے پچھلے صفحات میں نقل کیا ہے، ان سے یہ روایت کہیں سے میں نہیں کھاتی۔ یہ جھوٹی روایت متعدد صحیح روایات کی بخندیب بھی کرتی ہے۔ جو لوگ قاتل عثمان ہیں اور

۱۔ اخبار الدول قرمانی، مطبوع بر حاشیہ تاریخ کامل، ج ۱، ص ۲۱۳۔ ۲۱۰۔ (ج ۱، ص ۳۰۱۔ ۲۹۸)۔

جنہوں نے بے امک ذیل اعلان کیا کہ عثمان نے دین محمد کو جہاد کر دیا ہے۔ بعض اصحاب نے عثمان کو بلا اکر ان سے توبہ کرائی۔ انھیں کواس روایت میں ہمدرد بتایا گیا ہے۔ مہاجرین صحابہ کا خط مصر والوں کو، جس میں کہا کہ آکر خلافت اور قرآن کی حفاظت کرو۔ مصریوں کا خط عثمان کو کہ جب تک تو پہنہ کرو گے ہم دش سے نکوارند اتاریں گے۔ عثمان کا عہد کہ اب وہ قرآن و سنت رسول ﷺ کے مطابق عمل کریں گے۔

عثمان کے پچھے درپیچے توبہ کے تماشے، عثمان کا خط معاویہ کو کہ تمام مدینہ والے کافر ہو گئے ہیں، عثمان کا خط شام والوں کو کہ تمام مدینہ والے میرے قتل کے درپیچے ہیں، بصرہ والوں کو خط کہ مدینہ والوں کے خلاف آکر جہاد کرو، مکہ والوں کو خط کردیکھتے ہی مدد کے لیے چلے آتا یا وہ روایات جن میں ان کو یہودیوں کے قبرستان حش کو کب میں دُن کیا گیا یا جنازے پر ڈھیلے بر سائے گئے۔.... یہ مسلم روایات ہیں جن کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ کیا یہ مہاجرین و انصار اپنے فرزندوں کو عثمان کی حفاظت کے لیے ان کے گھر پر معین کریں گے؟ یہ دراصل اموی مفادات کے لیے روایت گرمی گئی ہے۔ تمام مسلم روایات سے ثابت ہے کہ مہاجرین و انصار نے تو عثمان کی مدد کی تباہ پر فرزندوں کو بھیجا بلکہ بلوائیوں کے ساتھ قتل عثمان میں برابر کے شریک رہے۔ اس جھوٹی روایت میں یہ بھی بتایا گیا کہ حضرت علیؓ نے آکر عثمان کو ابھارا کہ ہم آپ کے ساتھ جنگ کریں گے۔ حالانکہ صحیح روایات بتاتی ہیں کہ حضرت علیؓ قتل عثمان کے دن مدینہ میں موجود ہی نہیں تھے۔

عثمان سے ملاقات یاد فاع کی بات یا رونا اور امام حسن و حسین کو طلبانچہ مارنے کا سوال ہی کہاں المحتا ہے؟ اسی لیے پہنچی نے اس روایت پر تہرہ کیا ہے کہ ظاہر ایسی روایت ضعیف ہے کیونکہ قتل عثمان کے موقع پر حضرت علیؓ مدینہ میں موجود ہی نہ تھے۔ (۱)

یہ بھی مسلم ہے کہ عثمان نے حضرت علیؓ سے کہا تھا کہ آپ بنی چلنے چلے جائیے، تاکہ ان کی غیبت میں شورش مدھم پڑ جائے۔ یہ جلاوطنی کی بار ہوئی۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ عثمان نے کہا کہ علیؓ سے کہہ دو بنی چلنے چلے جائیں تاکہ مجھے ان کی تشویش نہ رہے نہ وہ میری فکر میں رہیں۔ ابن عباس نے حضرت تک یہ پیغام

پھر نچایا تو آپ نے جواب دیا: ابن عباس! عثمان مجھے پانی ڈھونے والا اونٹ سمجھتے ہیں، مجھے سے کہا چلے جاؤ، پھر کہا چلے آؤ، پھر کہا چلے جاؤ۔

حضرت علیؑ کا نظر یہ عثمان کے بارے میں تمام صحیح روایات نے بیان کیا ہے۔

ان سے قطعی واضح ہو جاتا ہے کہ قتل عثمان کے بعد حضرت علیؑ ہرگز غلکن یا سراسمه نہ ہوئے ہوں گے۔ یہ تہمت وہی لگاسکتا ہے جو عقل سے عاری اور غرور گناہ میں بنتا ہے یا پھر اموی خیرخواہی میں اپنادین و نمیرتھ چکا ہے۔

جوہی روایت میں جو کچھ طلحہ کی مدد کو واضح کیا گیا ہے تو روایت صحیح کی روشنی میں سب سے زیادہ عثمان کی خلافت میں آگے آگے تھے۔ محاصرہ، قتل اور دفن کے واقعات میں ان کی خاصانہ روش انتہائی بیانکن تھی۔ حضرت علیؑ نے ان کے متعلق فرمایا تھا: بخدا! وہ اس لیے عثمان کے قصاص میں علم بناوٹ بلند کئے ہوئے ہیں کہ کہیں اُنھیں پر قصاص نہ نافذ کر دیا جائے۔ دوسروں کو شک و تردید میں جتنا کرنے کے لیے آتش زیر پا ہیں۔ خود عثمان سے پوچھئے اور پھر مردان سے پوچھئے کہ کیوں اُنھیں قتل کیا؟ پھر اباں سے کہا: میں نے تمہارے باپ کے قتل کا بدلہ ایک سے لے لیا۔ زیر کے متعلق بھی حضرت علیؑ نے بڑی لگتی بات کہی کہ تم نے خود عثمان کو قتل کیا اور مجھے سے بدلہ لینا چاہتے ہو۔ خدا، ہم میں تم میں جو بھی عثمان کے قتل میں زیادہ فعال رہا ہو اس پر اندوہ نازل کرے۔ سعد بھی خود کہتے ہیں: ہم نے عثمان کی مدد سے ہاتھ کھینچ لیا، اگر چاہتے تو اُنھیں نجات دے سکتے تھے لیکن عثمان سے بعتیں اور اچھی بری با تک صادر ہوئیں بنابریں اگر صحیح کیا تو نمیک اور غلط کیا تو خدا سے استغفار کے طالب ہیں۔ ان کے علاوہ تمام صحابہ حسن کا جوہی حدیث میں مذکورہ کیا گیا ہے کہ اپنے فرزندوں کو مدد کے لیے بھیجا، کیا سمجھ میں آسکتا ہے کہ خود عثمان سے جنگ کریں اور فرزندوں کو عثمان کی مدد کے لیے بھیج دیں؟ پھر یہ کہ کیا ممکن تھا کہ تمام صحابہ عثمان کی مدد میں ہوں اور محض دو تین افراد عثمان کو قتل کر دیں اور بی بی نائل لوگوں کو مطلع کریں؟ روایت گڑھنے والے بے سمجھے بوجھے جھوٹ اور تناقض کا شکار ہو گئے۔ کیا انہوں نے سوچا کہ اگر تمام صحابہ مد دگار ہوتے تو لاش مزبلہ پر نہ پڑی رہتی، محض چار آدمی دفن نہ کرتے، لاش پر ڈھیلنے پہنچنے جاتے۔ سفید جھوٹ یہ بھی ہے کہ

بیعت کرنے والے اولین شخص سعد تھے، جب کہ وہ آخر تک علیٰ کی بیعت سے کنارہ کش رہے۔ (۱) کچھ متعارف روایات بھی ہیں جو ابن سیرین (۲) اور حسن بصری (۳) کے اقوال پر مشتمل ہیں۔ خدا ان جھوٹوں سے سمجھے۔

چند تالیفات پر ایک نظر

بے پر کی روایات جو نقل کی گئیں، ان پر عثمان کے فضل و کمال کی بنیاد تغیر کی گئی ہے۔ اور جو کچھ انہوں نے گناہ اور بدعتیں کیں ہیں ان کی پرده پوشی اور تاویل کے راستے پیدا کئے گئے ہیں۔ ہم نے صحیح روایات پیش کر کے انھیں کے ساتھ جھوٹی روایات بھی نقل کر دی ہیں۔ اکثر مورخین نے ان جھوٹی روایات کو نشر کر کے اپنے اوپر لگانا ہوں کا بوجھ لا دیا ہے۔ ہر عثمانی اور اموی مسلک نے پھر تاریخ لکھ کر اپنی بد باطنی کا ثبوت دیا اور اپنا مأخذ تاریخ طبری، تمہید بالقافی، کامل ابن الشیر، ریاض الصفرۃ، ابو الفداء، ابن خلدون، البدایہ والنہایہ، صواعق محرقة، تاریخ الخلفاء، روضۃ المناظر، اخبار الدول، تاریخ انھیں، نزہت المجالس اور نور الابصار کو بنایا۔ ان کتابوں میں جعلی اور گڑھی ہوئی روایات کی بھرمار ہے، جن کے ذریعے حقائق کا چہرہ سُخ کیا گیا ہے۔ اس کے بعد مورخوں اور محدثوں کی ٹوپی آئی اور اس نے بغیر تحقیق ان روایات کو صحیح سمجھ کر نقل کر دیا۔ ان کی غرض اور جانبداری اسی کی مستقاضی تھی۔ وہ شاید یہ نہیں سمجھتے تھے کہ محققین کی کاوش ان مہمل یا واسارائیوں کے تاریخ پر بکھیر دے گی۔

انھیں میں ایک کتاب فتوحات اسلامیہ ہے، جسے مفتی مکہ احمد زینی دحلان نے چاروں خلفاء کے حالات پر لکھی ہے۔ وہ عثمان کے حالات زندگی میں لکھتے ہیں (۲) کہ زاہد و پارسا اور شیفۃ آخرت تھے، خزانے کی تقسیم میں انصاف پیشہ تھے، وہ خود مالدار ہونے کی وجہ سے اس میں سے کچھ نہیں لیتے تھے

۱۔ المسدر رک علی الحسنین، ج ۳، ص ۱۱۶ (ج ۳، ص ۱۲۶، حدیث ۳۲۰)۔

۲۔ انساب الاشراف، ج ۵، ص ۹۳ (ج ۲، ص ۲۱۵)۔

۳۔ ازالۃ الخفاء، ج ۲، ص ۲۳۲ (ج ۲، ص ۲۳۴)۔

۴۔ الفتوحات الاسلامیہ، ص ۳۹۲ (ج ۲، ص ۳۲۵-۳۲۲)۔

بہت سی اور کشادہ رو تھے، اپنے پارے اور رشتہ دار میں کوئی فرق نہیں رکھتے تھے، خدا نے ان کے حق میں اکثر آیات نازل کیں، معمولی کپڑا اپنے تھے، دوسروں کو اچھا کھانا کھلاتے اور خود معمولی کھانا کھاتے۔ اسی طرح ان کی سادگی کے بہت سے جھوٹے واقعات لکھے گئے ہیں۔ جن کا صحیح روایات میں کہیں اتنا ہے نہیں ہے۔ یہ فضائل گڑھنے والے ملت کی گمراہی اور حقائق علمی کی پرده پوشی کا تمہیر یہ ہوئے تھے۔ مفتی مکہ نے ان صحیح روایات کو چھوڑ کر جعلی اور بے سند و روایات سے اپنی تالیف کو بھر کر اپنے مبلغ علمی کا ثبوت دیا ہے۔

دوسری کتاب الفتنہ الکبریٰ ہے، جس کے مولف ڈاکٹر طہ حسین ہیں۔ موصوف نے اس کتاب میں (۱) دعویٰ کیا ہے کہ میں نے اپنے امکان بھر حقيقة پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور کسی بھی فرطے کی جانبداری سے پرہیز کیا ہے۔ میں نہ تو عثمانی ہوں نہ تو شیعہ۔ اور پھر اس کے بعد واقعہ قتل عثمان پر تبصرہ کرتے ہوئے ہر جگہ جانبداری کا مظاہرہ کیا ہے۔ بار بار اپنی فکری آزادی کا اعلان کیا ہے لیکن انھیں روایات پر اعتماد کیا ہے جو جھوٹی اور بے سند ہیں، اس کتاب اور دوسری عثمانی کتابوں میں کوئی فرق نہیں ہے، اس لحاظ سے اب یہ عظیم فتنہ ہی کہا جاسکتا ہے۔

تیسرا کتاب صادق عربجون کی ہے۔ یہ صاحب، مصر کے ایک کالج کے استاد ہیں۔ اپنی کتاب ”عثمان ابن عفان“ میں لکھتے ہیں کہ میں نے خلیفہ سوم عثمان کے حالات زندگی جمع کرنے میں تحقیق کے ذریعے حقائق آٹھ کرنے کی سعی کی۔ فضائل عثمان جو بیہودہ افسانوں میں گم ہو گئے ہیں اور عجائب و مکارم جو غلط روایات میں اوجھل ہو گئے ہیں، انھیں واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔ لیکن جب اس کتاب کے موضوعات پر نظر جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ مقدمہ سے کوئی بات میں نہیں کھاتی۔ گڑھے ہوئے فضائل جنھیں از را غلوگذشتہ افراد نے جمع کر دیا ہے، مصنوعی روایات اور غلط واقعات کو سچابنا کر درج کتاب کیا گیا ہے۔ انہوں نے اسناد اور متن روایت کی ذرہ برابر پرداہ نہیں کی ہے۔ دینی بصیرت پر بحث کرتے ہوئے بدعاویات عثمان کو نظر انداز کیا ہے یا اس کی لچق توجیہ کی ہے۔ انہوں نے اپنی کتاب کا سرچشمہ احمد امین کی فجر الاسلام کو بنایا ہے، جس نے اموی مسلم کتاب خضری کے یادہ گوئی کا چمچہ اڑایا ہے۔ حیرت

۱۔ الجموعۃ الکاملۃ لمؤلفات طہ حسین، الفتنہ الکبریٰ۔ (جلد ۲، ص ۱۹۹)۔

ناک بات یہ ہے کہ اس شخص نے صدر اول کی حدیث سازی پر بحث کر کے لکھا ہے کہ یہ دراصل خلفاء راشدین کے خلاف ایک مجاز آرائی کے طور پر کام کیا گیا تھا۔

چہ دل اور ست دزدی کہ بکف چڑاغ دارو

استاد محمد جاد المولیٰ نے ایک کتاب لکھی ہے ”عثمان کے حق میں انصاف“ یہ کتاب سراسر فریب، سفطہ اور وضعی روایات کا پلندہ ہے۔ انہوں نے عثمان کے خلاف شورش کا تجزیہ کیا ہے لیکن تعصب کی عینک لگا کر۔ ان کی لفاظی اور عبارت آرائی نے حقائق کی اچھی طرح ریڑھ ماری ہے۔ تمام شورش کا سر غذہ عبداللہ بن سaba کو بتایا ہے۔ عمر یا سر کے مصر جانے اور سبا یوں کی بات پر مغلوب ہو جانے کا تذکرہ ہے۔ ابوذر کے نظریہ اتفاق پر بھی بچکانہ بحث کی ہے۔ پھر مہاجرین و انصار کے رویہ پر صریحی جھوٹ کے طور مارکھرے کئے ہیں۔ اندھی عقیدت نے عثمان کے عیوب پر ایسے پردے ڈالے ہیں کہ بعض جھوٹ دوپھر کے سودج کی طرح محسوس ہو جاتے ہیں اور سیف (۱) ابن عمر جیسے ضعیف راویوں (۲) کا سہارا لیا ہے۔ تمام باتوں کی نظر انداز کر کے اگر صرف مندرجہ ذیل دس باتوں پر بھی سمجھی گی سے غور کر لیا جائے تو نامنہاد محققین اچھی طرح عربیاں ہو جائیں گے:

۱۔ حکومت پا کر عبد اللہ ابن عمر کو ہر زمان و ہفتینہ کے قتل کے بد لے قتل نہیں کیا۔ قرآن و سنت کے برخلاف ایک عہد معطل کی۔

۲۔ خلیفہ ہوتے ہی ممبر پر رسول ﷺ کی گجرکے بیٹھ گئے۔ حالانکہ ابو بکر و عمر ایک زینہ نیچے بیٹھتے تھے۔ لوگوں نے کہا کہ آج سے شرط اپنے ہو گیا۔ (۳)

۱۔ تاریخ طبری، ج ۷، م ۲۷ (ج ۲، م ۲۵۱، حادث ۲۶۹)۔ تاریخ کامل (ج ۲، م ۲۳۰، حادث ۲۶۹)۔

۲۔ کتاب الحجر و میمن (ج ۱، م ۳۲۵)۔ اکالی فی ضعفاء الرجال (ج ۲، م ۲۳۵، نمبر ۸۵)۔ الفضفاء والضر و کون (م ۲۲۲)۔

۳۔ تاریخ (ج ۳، م ۲۶۰، نمبر ۲۲۶)۔ الحجر و التحدیل (ج ۳، م ۲۷۸، نمبر ۱۱۹۸)۔ کتاب الفضفاء والضر و کون (م ۲۲۳، نمبر ۲۷۱)۔ میزان الاعتدال، ج ۱، م ۲۵۵ (ج ۲، م ۲۳۸، نمبر ۳۶۲۷)۔ تحدیب التحدیب، ج ۳، م ۲۹۵ (ج ۲، م ۲۵۹)۔ الآل المصور، ج ۱، م ۱۵۷، ۱۹۰، ۲۲۹۔

۴۔ تاریخ یعقوبی، ج ۲، م ۱۳۰۔ (ج ۲، م ۱۶۲)۔ البدایہ والہمایہ، ج ۷، م ۱۳۸ (ج ۷، م ۱۷، حادث ۲۵۷)۔

- ۳۔ حکم ابن عاص حسے رسول ﷺ نے جلاوطن کیا تھا، اسے مدینہ واپس (۱) بلا کر داما بھی بنالیا۔
- ۴۔ عشرہ ببشرہ کی فرد سعد کو گورنری سے ہٹا کر ولید جیسے فاسق کو گورنر بنادیا۔ (۲)
- ۵۔ ولید نے عبد اللہ ابن مسعود کو خزانے سے بر طرف کر دیا، ولید کی شراب خواری پر حد بھی جاری نہیں کی۔

- ۶۔ اپنی حکومت میں نماز جمعہ میں تیرسی اذان کی بدعت جاری کی۔ (۳)
- ۷۔ مسجد الحرام کی توسعہ میں غاصبانہ طریقے سے گھروں کو لے لیا اور احتجاج پر ظلم و تمذھائے۔ (۴)
- ۸۔ افریقہ کا خس غنائم اپنے داماد روان این حکم کو بخش دیا۔ (۵)

- ۱۔ المعارف ابن تھبہ، ج ۱۹۲۔ (ص ۸۳)۔ العقد الفرید، ج ۲، ص ۲۶۱۔ حاضرات راغب، ج ۲، ص ۲۱۲ (مجلد ۲، ج ۲، ص ۲۷۶)۔ مرآۃ الجان، ج ۱، ص ۸۵۔ تاریخ اسلام ذہبی (ص ۳۶۶-۳۶۵-۳۶۰)۔ حدیث (۳۰۰)۔ انساب الاشراف، ج ۵، ص ۷۲۔ ریاض الحضرۃ، ج ۲، ص ۱۳۳۔ (ج ۳، ص ۸۰)۔ اسد الغائب، ج ۲، ص ۳۵ (ج ۲، ص ۳۸، نمبر ۱۲۱)۔ سیرہ حلیہ، ج ۱، ص ۲۳۷، ج ۲، ص ۸۵۔ (ج ۱، ص ۲۱۷، ج ۲، ص ۲۷۶-۲۷۷)۔ الاصابة، ج ۱، ص ۳۲۵۔
- ۲۔ دول الاسلام، ج ۱، ص ۹ (ص ۱۳)۔ البدریہ والحلیہ، ج ۲، ص ۱۵۱۔ (ج ۱، ص ۱۶۹)۔ حدیث (۲۵)۔ آغازی، ج ۲، ص ۱۷۸ (ج ۵، ص ۱۳۹)۔ استیغاب (قسم الران، ص ۱۵۵۵، نمبر ۲۷۲)۔ مند احمد، ج ۱، ص ۱۳۳ (ج ۱، ص ۲۳۳، حدیث، ۱۲۲۲)۔ سنن، بیہقی، ج ۸، ص ۳۱۸۔ تاریخ یعقوبی، ج ۲، ص ۱۳۲ (ج ۲، ص ۱۲۵)۔ تاریخ کامل، ج ۲، ص ۲۲ (ج ۲، ص ۲۳۶)۔ حدیث (۳۰۰)۔ اسد الغائب، ج ۵، ص ۹۱۔ (ج ۵، ص ۲۵۲-۲۵۳، نمبر ۵۲۸)۔
- ۳۔ صحیح بخاری، ج ۲، ص ۹۵۔ (ج ۱، ص ۳۰۹، حدیث ۸۰-۸۷۳-۸۷۲)۔ سنن ترمذی، ج ۱، ص ۶۸۔ (ج ۲، ص ۳۹۲)۔ حدیث (۵۱۶)۔ سنن البی واؤد، ج ۱، ص ۱۷۱۔ (ج ۱، ص ۲۸۵)۔ حدیث (۱۰۸)۔ سنن ابن ماجہ، ج ۱، ص ۳۲۸ (ج ۱، ص ۳۵۹)۔ حدیث (۱۱۳۵)۔ سنن نسائی، ج ۳، ص ۱۰۰ (ج ۱، ص ۵۷-۵۸)۔ حدیث (۱۷۰۰)۔ سنن بیہقی، ج ۱، ص ۳۲۹، ج ۳، ص ۲۰۵۔ (ج ۱، ص ۲۳۶)۔
- ۴۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۶۸۔ (ج ۳، ص ۲۸، حدیث (۲۰۰))۔
- ۵۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۲۷، حدیث (۲۶۰) (ج ۲، ص ۲۵۱)۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۲۹، (ج ۲، ص ۲۳۳، حدیث (۲۶۱))۔
- ۶۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۱۳۲، (ج ۲، ص ۲۲)۔
- ۷۔ المعارف ابن تھبہ، ج ۱۹۲۔ (ص ۸۳)۔ تاریخ ابو القداء، ج ۱، ص ۱۶۸۔ العقد الفرید، ج ۲، ص ۲۶۱ (ج ۳، ص ۲۲۲)۔
- ۸۔ تاریخ طبری، ج ۵، ص ۵۰۔ (ج ۲، ص ۲۵۶)۔ حدیث (۲۰۰)۔ تاریخ کامل، ج ۳، ص ۳۸۔ (ج ۲، ص ۲۳۲، حدیث (۲۰۰))۔

۹۔ حج میں جہاں نماز قصر پڑھنی چاہئے، وہاں پوری پڑھی۔ (۱)

۱۰۔ افریقہ کے خس غنائم کو عبد اللہ ابن سعد ابن ابی سرح کو بخش دیا۔ (۲)

اس قسم کی بے شمار خطاؤں اور بدعتوں کی پرده پوشی اس کتاب میں کی گئی ہے۔ ان کے علاوہ بھی کچھ اسی تماش کی کتابیں ہیں، جن میں جھوٹ اور اندھی عقیدت کے طور پر باندھے گئے ہیں۔ جملی اور غلط روایات کے ذریعہ بغیر تجویز کئے عثمان کی تعریف کے پل باندھے گئے ہیں، ان کتابوں میں عبدالوہاب نجار کی ”تاریخ خلفاء“، عمر ابو نصر کی کتاب ”عثمان“، سید علی فکری کی ”خلفاء راشدین“۔ یہ سب کتابیں متناقض اور حسن نیت سے بہت دور ہیں۔

مصر کے ارباب تحقیق عقیدت میں اتنے پست ہو سکتے ہیں یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا۔ بے سروپا کتابوں کے علاوہ کانفرنسوں کے ذریعہ بھی خلفاء کی ستائش کے ذریعہ حقوق پر پردازی کی کوشش کی جاتی ہے، ان میں مصر یونیورسٹی کے والیس چانسلر شیخ محمد حضری بہت آگے آگئے ہیں۔

وصیت رسول ﷺ ایلیٰ عثمان سے

مند احمد ابن حبیل (۳) میں ابو مغیرہ، ولید ابن سلیمان، ربعیہ ابن یزید، عبد اللہ ابن عامر، عمان بن بشیر (یہ بھی راوی دشمنی ہیں) عائشہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے آدمی بیچیج کر عثمان کو بلوایا۔ پھر ان کی طرف رخ کر کے کچھ فرمانے لگے۔ میں بھی پہنچ گئی کہ دیکھوں کیا فرماتے ہیں۔ آپ نے شانے پر ہاتھ مار کر کے آخری بات کہی: اے عثمان! ممکن ہے خدا تمہارے جسم پر بیڑا ہن آراستے کرے، اگر منافق شورش کریں تو اسے اتارنا نہیں چاہے قتل ہی ہو جانا۔ آپ نے اسے تین بار فرمایا۔

۱۔ البدایہ والنھایہ، ح۷، ص۱۵۲۔ (ح۷، ص۱۷۳، حادث ۲۹۷)۔ صحیح بخاری، ح۲، ص۱۵۲۔ (ح۲، ص۵۹۶۔ حدیث ۱۵۷۲)

۲۔ صحیح مسلم، ح۲، ص۲۶۰۔ (ح۲، ص۱۳۲، حدیث ۱۷۱، کتاب ملاۃ السافر۔

۳۔ تاریخ طبری، ح۵، ص۵۰۔ (ح۵، ص۲۵۲۔ حادث ۲۹۷)۔ اسد القابۃ، ح۳، ص۱۷۳۔ (ح۳، ص۲۶۰۔ حدیث ۲۹۷)

۴۔ البدایہ والنھایہ، ح۷، ص۱۵۲۔ (ح۷، ص۱۷۰۔ حادث ۲۹۷)۔

۵۔ مندادی، ح۷، ص۸۶۔ (ح۷، ص۱۳۹۔ حدیث ۱۲۶۔ حدیث ۲۳۰۔ حدیث ۲۳۲)۔

نعمان نے عائشہ سے پوچھا: اب تک آپ نے یہ حدیث کیوں نہ فرمائی؟ جواب دیا: میں بھول گئی تھی۔
جب یہ حدیث معاویہ نے سنی تو خط لکھ کر اس حدیث کی تصدیق کی۔

اس روایت کے تمام راوی عثمان کے عقیدت منداور شامی ہیں۔ نعمان توباغی گروہ میں بھی شامل تھا، جسے قیس ابن سعد النصاری نے گراہ اور گراہ کرنے والا کہا ہے۔

۲۔ مسند ضبل (۱) میں محمد ابن کناثہ اسحاق ابن سعید، عائشہ سے روایت کی ہے کہ میں نے صرف ایک بار رسول خدا ﷺ کی بات کو کان لگا کر سنا۔ جب ظہر کے وقت عثمان ان سے ملنے آئے۔ میں بھی کہ ہم عمر توں کے بارے میں بات کرنے آئے ہیں۔ لیکن رسول ﷺ نے وہی پیرا ہن نہ اتنا نے کی بات کی۔ جب بغاوت کے بعد بھی عثمان نے خلافت نہیں چھوڑی تو میں بھی کہ وصیت رسول پر عمل کیا ہے۔

اس روایت کے بھی راوی اموی اور عثمان خاندان کے ہیں۔ پھر یہ کہ روایت مرسلا ہے۔

۳۔ طبرانی (۲) نے مطلب، عبداللہ، لیث، خالد، سعید، ربیعہ نے عبداللہ ابن عمر سے روایت کی کہ رسول خدا ﷺ نے عثمان سے کہا: پیرا ہن خلافت نہ اتنا رنا۔

ان راویوں میں عبداللہ ضعیف ہے اور اس کا دماغ خراب ہو گیا تھا۔ (۳) سعید غیر معتر ہے، (۴) ربیعہ (۵) کی روایتیں لچک ہوتی ہیں، ضعیف و سوت ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ روایت بھی ان راویوں کی وجہ سے ضعیف ہے۔

۱۔ مسند احمد، ج ۶، ص ۱۱۳ (ج ۷، ص ۱۶۵ - حدیث ۲۲۳۱۶)۔

۲۔ لمجم الادب (ج ۳، ص ۳۹۸ - حدیث ۲۸۵۲)۔

۳۔ الفعل و معرفة الرجال (ج ۳، ص ۲۱۳ - نمبر ۲۹۱۹)۔ کتاب الصفا والمرد و کین (ص ۲۹۱ نمبر ۳۵)۔ الجرج والتذکر (ج ۵، ص ۸۷، نمبر ۲۹۸)۔ کتاب الجرج و میمن (ج ۲، ص ۲۰)۔ تحدیث التحدیث، ج ۵، ص ۲۶۰ - ۲۶۱ (ج ۵، ص ۲۲۵)۔

۴۔ تحدیث التحدیث، ج ۳، ص ۹۵ (ج ۲، ص ۸۳)۔

۵۔ الفقارات (ج ۲، ص ۳۰۱)۔ اثار الخکیر (ج ۲، ص ۲۹۰ - نمبر ۹۸۷)۔ تحدیث التحدیث، ج ۳، ص ۲۵۶ (ج ۲، ص ۲۲۱)۔

۴۔ احمد ضبل (۱) نے سنان ابن ہارون، کلیب ابن واکل، ابن عمر کی روایت نقل کی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے کہا: یہ شخص مظلوم قتل ہو گا۔ میں نے دیکھا کہ وہ عثمان تھے۔ اس روایت کے بھی راوی ضعیف و سست ہیں۔ جیسے سنان بن ہارون (۲) کلیب بن واکل۔ (۳)

۵۔ مند ضبل (۴) میں موئی ابن عقیل کی روایت نقل کی گئی ہے کہ حاضرہ کے وقت میں عثمان کے گھر میں تھا۔ اتنے میں ابو ہریرہ ملاقات کے لیے آئے۔ واپس جاتے ہوئے حدیث سنائی کہ تم لوگ میرے بعد قنید کیھو گے۔ ایک شخص سے پوچھا: اسے کون نجات دے گا؟ فرمایا: عثمان۔

اس روایت میں موئی گنام ہے اور اس کی باتیں بے سرو پا ہوتی تھیں۔ پھر یہ کہ وہ اموی بھی تھا۔

۶۔ ترمذی (۵) نے سعید جریری، عبد اللہ بن شقین سے روایت کی ہے عبد اللہ بن حوالہ نے کہا:

پیغمبر نے مجھ سے پوچھا: جب تھی تمام عالم گھر لے گا تو کیا کروے گا؟ میں نے عرض کی: جو خدا اور رسول کا حکم ہو۔ رسول ﷺ نے فرمایا: عثمان کی پیروی کرنا۔

پیغمبر جریری اختلال حواس کا شکار تھا، اس لیے اس کی روایات معتبر نہیں ہیں۔ عبد اللہ بن شقین کو ابن سعد نے ہوا خواہ عثمان بتایا ہے (۶) اور علی سے سخت کینہ رکھتا تھا، (۷) احادیث رسول ﷺ کی روشنی میں دشمن علی منافق و جہنمی ہے (۸) اس کی عبادت بیکار ہے اور وہ دشمن خدا اور رسول ﷺ ہے۔ ایسے کو تو معتبر کہا جاتا ہے اور جن اصحاب علی نے ارشاد رسول ﷺ پر عمل کیا انھیں غیر معتبر سمجھا جاتا ہے۔

۱۔ البدایہ والنہایہ، ج ۷، ص ۲۰۸ (ج ۷، ص ۲۳۳ - حادث، ص ۳۵۵)۔ مند احمد (ج ۲، ص ۲۶۱، حدیث، ۵۹)۔

۲۔ کتاب الحجر و میمن (ج ۱، ص ۳۵۲)۔ تحدیب التحذیب، ج ۲، ص ۲۲۲۔ (ج ۲، ص ۲۱۳)۔

۳۔ تحدیب التحذیب (ج ۸، ص ۳۰۱)۔

۴۔ مند احمد، ج ۲، ص ۳۲۵ (ج ۳، ص ۱۸)۔ حدیث، ۸۳۳۶۔

۵۔ سنن ترمذی (ج ۵، ص ۵۸۶)۔ حدیث ۳۷۰۳۔

۶۔ طبقات ابن سعد (ج ۷، ص ۱۲۶)۔

۷۔ تحدیب التحذیب، ج ۵، ص ۲۵۳ (ج ۵، ص ۲۲۳)۔ تحدیب الکمال (ج ۵، ص ۸۹)۔ نمبر ۳۳۳۳۔

۸۔ المستدرک الحسنی، ج ۳، ص ۱۳۹ (ج ۳، ص ۱۲۱)۔ حدیث ۱۲۷۔

۷۔ مند احمد (۱) میں ہرم بن حارث اور اسامہ بن خزیم سے بھی فتنہ کے زمانے میں عثمان سے وابستہ ہونے کا تذکرہ ہے۔ اس روایت میں عبد اللہ بن شقین ہے جس کی باتیں پھر اور ناقابل ہوتی ہیں۔
 ۸۔ احمد بن حبیل کی مند میں فرج بن فضالہ سے روایت عائشہ ہے کہ رسول خدا مُلْئِيَّةِ حیٰ نے کہا: کاش! اس وقت کوئی ہوتا تو میں اس سے گفتگو کرتا۔ میں نے عرض کی: ابو بکر کو یا عمر کو بلا دوں؟ آپ خاموش رہے، پھر ایک غلام سے کان میں کہا تو وہ عثمان کو بلا لایا۔ رسول نے کافی دیر تک سرگوشی کی، آخر میں پیرا، بن خلافت نہ اتنا نے کی تین بارتا کیدی۔

متدرک (۲) حاکم میں اس سند کو عالی کہا گیا ہے لیکن بخاری و مسلم نے نقل نہیں کیا ہے۔ ذہبی نے فرج بن فضالہ کی سند کو ضعیف کہا ہے۔ تمام محدثین نے فرج کو ضعیف قرار دیا۔ (۳) یہی روایت مند احمد (۴) میں قیس بن ابی حازم کی سند سے ہے جسے متدرک، (۵) حیله، (۶) استیغاب (۷) و تاریخ بن کثیر (۸) میں نقل کیا گیا ہے۔ قیس نے حضرت علیؓ پر حملہ کیا تھا۔ لمبی عمر پانے کی وجہ سے پاگل ہو گیا تھا۔ کوئی اس کی روایت سے پرہیز کرتے تھے۔ (۹) اس لیے ہمیں کوئیوں کا اجتاع کرنا چاہیے۔ کسی مخالف و پاگل کی بات کا اعتبار ہی کیا؟

۱۔ مند احمد، ج ۵، ص ۳۳، ۳۵، ۳۵۔ (ج ۶، ص ۱۰۔ حدیث ۱۹۸۳۰۔ میں ۱۲، حدیث ۱۹۸۵۹)۔

۲۔ مند احمد، ج ۷، ص ۷۵۔ (ج ۷، ص ۱۱، حدیث ۲۳۹۲۵)۔

۳۔ المسدرک علی الحسنین، ج ۲، ص ۱۰۰، (ج ۲، ص ۶، حدیث ۳۵۲۲)۔

۴۔ تاریخ بغداد (ج ۱۲، ص ۳۹۵)، تاریخ الکیر (مجلد ۷، ص ۱۳۳)، نمبر ۲۰۸۔ کتاب الفتحاء والخر وکین، (ص ۱۹۸، نمبر ۵۱۵)۔ البرج والتعديل، (ج ۷، ص ۷۵۔ نمبر ۲۸۳)۔ کتاب البر وکین، (ج ۲، ص ۲۰۶)۔ حمدیہ الحمدیہ، ج ۸، ص ۲۶۰۔

۵۔ مند احمد، ج ۷، ص ۵۲۔ (ج ۷، ص ۸، حدیث ۲۲۷۲۲)۔

۶۔ المسدرک علی الحسنین، ج ۳، ص ۹۹، (ج ۳، ص ۱۰۶، حدیث ۳۵۲۲۳)۔

۷۔ حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۵۸۔

۸۔ استیغاب، ج ۲، ص ۲۷۔ (قسم الالف، ص ۱۰۳۲۔ نمبر ۸۷۷)۔

۹۔ البدریۃ والنحلیۃ، ج ۲، ص ۲۰۵۔ (ج ۷، ص ۲۰۲ حادث ۳۵۰)۔

- ۹۔ ابن عدی (۱) نے عثمان کی روایت نقل کی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے آہستہ سے مجھ سے کہا: کرتم ناجت اور مظلوم قتل ہو گے۔
- ۱۰۔ ذہبی نے میزان (۲) میں انس کے طریق سے نقل کیا ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: عثمان! تم میرے بعد خلیفہ ہو گے، منافق تھیں معزول کرنا چاہیں گے۔ خلافت نہ چھوڑنا، اس دن روزہ رکھ لینا، میرے ساتھ افظار کرنا۔ ذہبی کہتے ہیں کہ اس سند میں خالد ہے جس کی روایات عجیب ہوتی ہیں۔ ابن حبان (۳) کہتے ہیں کہ ناقابل استاد ہیں۔ ابو حاتم اسے توی نہیں سمجھتے۔ (۴)

ان روایات پر ایک نظر

یہ روایات بھوت اور فریب کا ایک تسلیل ہیں۔ اگرچہ کچھ ضعیف میں کیونکہ ان کے راوی کذاب، متروک، بے اعتبار اور مطرود ہیں۔ پھر یہ کہ متن بھی معموب ہے کیونکہ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام مہاجرین و انصار اور صحابائے کرام منافق ہیں جو عثمان کو معزول کرنا چاہتے تھے۔ صرف چار پانچ اصحاب رسول ﷺ عثمان کے ساتھ تھے مثلاً زید بن ثابت، حسان، اسید الساعدی، کعب بن مالک اور ان کے علاوہ کچھ اموی اواباش۔ حالانکہ ہم سب کا عقیدہ ہے کہ تمام صحابہ نیک اور پاکدل ہیں، قرآن و حدیث میں ان کی ستائش دار و ہوئی ہے۔

ان روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ رسول ﷺ نے جنگ نہ کرنے کی عثمان کو وصیت کی تھی لیکن عثمان نے مختلف صوبوں میں خطوط لکھ کر عوام اور فوج کی لکھ طلب کی۔ مدینہ والوں کو شرک اور کافر کہا۔ اس بیکھی کے ساتھ قتل ہوئے کہ تمام امویوں نے ام جیبیہ کے گھر پناہ لی پھر وہاں سے بھاگ نکلے۔ عائشہ

۱۔ مسند احمد، ج ۷، ص ۵۵۷۔ (ج ۷، ص ۱۱۱، حدیث ۲۲۹۲۵)۔

۲۔ المسعد رک علی الحسن، ج ۳، ص ۱۰۰، (ج ۳، ص ۱۰۶، حدیث ۳۵۳۷)۔

۳۔ تاریخ بغداد (ج ۱۲، ص ۳۹۵)، تاریخ الکیر (محلہ ۷، ص ۱۳۲)، تاریخ (ج ۲۰۸، نمبر ۲۰۸)۔ کتاب الفضلاء والمرزوکین، (ص ۱۹۸، نمبر ۵۱)۔

۴۔ البرج و التحذیل، (ج ۷، ص ۵۷، نمبر ۲۸۲)، کتاب الجرجی، (ج ۲، ص ۲۰۶)۔ تحدیب التحذیل، ج ۸، ص ۲۶۱۔

۵۔ مسند احمد، ج ۶، ص ۵۲۔ (ج ۷، ص ۷۸، حدیث ۲۳۷۲۲)۔

کو چاہیے تھا کہ رسول خدا ﷺ کا یہ فرمان کہ عثمان امین ہیں ان کی پیروی کرو، تمام صحابہ کے گوش گذار کرتیں تا کہ فتنہ کے وقت صحابہ صحیح فیصلہ کر سکیں۔ لیکن ہم تو دیکھتے ہیں کہ کسی صحابی کو اطلاع نہیں دی گئی۔ اس لیے عثمان بے بھی سے قتل ہو گئے اور کوئی پوچھنے تک نہ آیا۔

مناقب عثمان پر ایک نظر

یہاں تک عثمان کے حالات زندگی بیان کئے گئے۔ پہنچنیں ان کی زندگی کے یہ سیاہ اور اُراق ہیں یا سفید، بہر حال ہر صاحب نظر اخیں وقت نظر سے مطالعہ کر کے نتیجہ نکال ہی لے گا۔ اب ذرا ان کی ستائش و تعریف پر مشتمل روایات کو انصاف کی میزان پر جانچ لیں گا تا کہ اندازہ ہو سکے کہ روایات گڑھنے والوں نے کس قدر غلو سے کام لیا ہے۔ اب تک جو کچھ پیش کیا گیا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ رشت خود، بدسرشت اور خواہشات کے چکر میں پھنس کے احکام خدا کی خلاف ورزی کرنے والے تھے بلکہ ہوا وہوس میں اس قدر بے قابو ہو گئے تھے کہ بذبانی کر کے آخرت کے بھوگ میں پھنسے۔ کسی محقق کی مجال نہیں کہ ان واقعات کی روشنی میں ان کی شان فضیلت میں کوئی روایت نقل کرے۔ چاہے وہ ضعیف ہو یا حکم۔ کیونکہ ان کے خلاف اصحاب رسول ﷺ کی آراء کو گذشتہ صفات میں پیش کیا جا چکا ہے۔ چہ جائیکہ ان کی شان میں اسی روایات کی بھرمار کر دی جائے کہ ان میں سمجھی سست، ضعیف، پچھڑا اور مرسل ہوں۔ ان کے مطالعہ سے گڑھنے والے کی انہی عقیدت، خود غرضی اور بے بصیرتی صاف محسوس ہو جاتی ہے۔ ان میں زیادہ تر شایی اور اموی خاندان کی فردیاں پیچے یا ان کے آزاد کردہ غلام ہیں۔ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ معاویہ کے حکم سے ان کی خوشامد میں یہ کارستانیاں کی گئی ہیں۔ معاویہ نے سنہرے سکوں کی تھیلیاں کھول دی تھیں کہ شجرہ ملعونہ اور خانوادہ عاص کی فضیلت میں حدیثوں کے انبار لگا دو۔ ان سے اندازہ ہوتا ہے کہ زیادہ تر روایات پچھڑا اور پوچھ بھی ہیں۔ خود ان کے متمن سے جھوٹ کا پول کھل جاتا ہے۔ کچھ نہونے ملاحظہ فرمائیے:

۱۔ سلم اور احمد نے بطریق عقیل (اموی) اور اس نے لیٹ (عثمانی) سے اور اس نے سعیجی بن سعید

(اموی) اور اس نے عثمان کے چچرے بھائی سعید بن عاص سے روایت کی ہے کہ مجھ سے عائشہ اور عثمان نے پیان کیا کہ ابو بکر نے رسول خدا ﷺ سے ملاقات کی اجازت طلب کی۔ حالانکہ آپ عائشہ کے ساتھ ران کھولے ہوئے عائشہ کی ران پر سر کھے آرام فرمائے تھے۔ رسول خدا ﷺ نے اسی حالت میں اندر آنے کی اجازت دے دی۔ ابو بکر نے مطلب بیان کیا اور زواہیں گئے۔ اتنے میں گمراہے اور اجازت مانگی، رسول خدا ﷺ نے اسی حالت میں اجازت دی اور عمر نے ضرورت بیان کی اور واپس گئے۔ عثمان کا بیان ہے کہ پھر میں نے اجازت طلب کی تو رسول خدا ﷺ اٹھ کر بینچے گئے اور عائشہ سے فرمایا اپنے کپڑے سمیٹ تو لو، تو میں نے ان سے اپنی ضرورت بیان کی اور پلٹ آیا۔ عائشہ نے رسول خدا ﷺ سے پوچھا: خدا کے رسول! عجیب حال ہے، آپ نے ابو بکر و عمر کے وقت یا اہتمام نہیں کیا جو عثمان کے موقع پر کیا؟ آپ نے فرمایا: بلاشبہ عثمان بڑے شر میلے ہیں، بڑے حیادار ہیں۔ مگر ذرا کہ اس حال میں دیکھ کر عثمان بغیر اپنی ضرورت بیان کئے واپس چلے جائیں گے۔ (۱)

صحیح مسلم میں بطریق عائشہ بھی روایت مقول ہے، جس میں رسول خدا ﷺ نے عائشہ کو جواب دیا: کہ کیا میں ایسے شر میلے انسان سے حیانہ کروں جس سے فرشتے بھی شر ماتے ہیں (۲) صحیح بخاری (۳) میں ہے کہ رسول خدا ﷺ کھڑے ہو گئے اور عثمان کے آنے پر ڈھانک توپ کیا۔ ان روایات کے متعلق ابن حجر کہتے ہیں کہ ابن شیم کا بیان ہے کہ وہ داؤدی نے اس روایت کو نامعلوم و نادرست جانا ہے اور کہا ہے کہ یہ روایت دوسری حدیث سے مر بوط ہے۔

علامہ امینی فرماتے ہیں: حیانام ہے اپنے نفس کو ان باتوں سے روکنا جو دنی اور انسانی نقطہ نظر سے نامناسب ہیں۔ یہ چیز انسان کی فطرت میں ودیعت کی گئی ہے۔ اس میں زیادتی پیدا کر کے انسان

۱۔ صحیح مسلم، ج ۷، ص ۱۷۱۔ (ج ۵، ص ۱۸۔ حدیث، ۲۷، کتاب فضائل الصحابة)۔ مسند احمد، ج ۱، ص ۱۷۔ ج ۲، ص ۱۵۵۔

۲۔ ج ۱، ص ۱۱۳۔ حدیث، ۵۱۶۔ ج ۷، ص ۲۲۲۔ حدیث، ۲۲۹۰۔ ص ۲۳۹، حدیث ۲۲۸۱।

۳۔ مسند احمد، ج ۱، ص ۹۲۔ (ج ۷، ص ۱۱۶۔ حدیث، ۲۲۸۰۹)۔ صحیح مسلم، ج ۷، ص ۱۱۶۔ (ج ۵، ص ۱۸، حدیث، ۶۰۷)۔ کتاب

فضائل الصحابة)، مصایخ النساء۔

۴۔ صحیح بخاری، (ج ۳، ص ۱۳۵۱۔ حدیث ۳۳۹۲)۔

اپنا ایمان بڑھاتا ہے۔ پھر بذریعہ ترقی کر کے معرفت کے انتہائی مارچ پر فائز ہو جاتا ہے، پھر یہ ملکہ صلاحیت حیادار میں رانگ ہو جاتی ہے تو خود کو شوری یا غیر شوری طور پر غلطیوں اور برائیوں سے محفوظ کرنے لگتا ہے۔ پھر انسان کے اعضاء و جوارج اور نفس و عقل کے تمام مظاہرات، انفعال و ترک، میلانات و خواہشات اسی حیا کے زیر اثر آ جاتے ہیں اور شرم و حیا کے حدود میں واقع ہوتے ہیں۔ پھر وہ شوری طور پر غلطیوں کے قریب بھی نہیں پہنچتا۔ رسول خدا ﷺ کا ارشاد ہے: خدا سے واقعی حیا کرنا یہ ہے کہ دماغ، بطن و شرمنگاہ وغیرہ کی حفاظت کرے، بلاء و موت کو یاد کرے۔ اس بنیاد پر ہر وہ کام جو دین و انسانیت کے حدود سے باہر ہو وہ حیا کے منافی ہے۔ پھر تو وہ بے حیائی اور بدکاری کی طرف کھج جائے گا اور عفت و انسانیت کو دور پھینک دے گا۔ جسے شرم و حیا نہیں وہ پھر جو تی چاہے کرے۔ اسی مفہوم کو حدیث رسول ﷺ میں بیان کیا گیا ہے۔ (۱)

لہذا ہر وہ کام جو بدکاری، دریدہ وتنی، خیانت، دھوکہ، وعدہ خلافی، ہرزہ سرائی، شھوت رانی وغیرہ پر مشتمل ہو، وہ حیا و شرم کی ضد ہیں۔ اسی تضاد کو حدیث رسول ﷺ میں بیان کیا گیا ہے کہ ”الحياء والعمى من الايمان وهمَا يقربان من الجنة ويباعدان من النار والفحش والبداء من الشيطان و هما يقربان من النار ويباعدان من الجنة“ (۲)

”الحياء من الايمان والایمان في الجنة والبداء من الجفاء والجفاء في النار“ (۳)
 حضرتؐ نے فرمایا: اے عائشہ! اگر حیا کسی انسان میں پیدا ہو جائے تو خواہ کتنا ہی بدکار ہو، بہترین اور نیک شخص ہو جائے گا۔ (۴)

- بدکاری و بدزبانی جس میں بھی ہو خرابی کا باعث ہے، حیا و شرم جس میں بھی ہو آراستگی کا وسیلہ

۱۔ سچی بخاری، کتاب الادب (ج ۵، ص ۲۲۶۸، حدیث ۵۷۶۹)۔

۲۔ سچی الکبیر، (ج ۱۸، ص ۱۷۸، حدیث ۲۰۹)۔ الترغیب والترحیب، (ج ۳، ص ۱۶۵، حدیث ۶۰)۔ (ج ۳، ص ۳۹۸، حدیث ۱۶۵)۔

۳۔ الترغیب والترحیب، (ج ۳، ص ۱۲۵)۔ (ج ۳، ص ۳۹۸، حدیث ۵)۔ مسند احمد، (ج ۳، ص ۲۹۲، حدیث ۱۰۱۳۲)۔ سنن ترمذی، (ج ۵، ص ۱۲، حدیث ۲۱۱۵)۔ سچی ابن حیان، (ج ۲، ص ۳۷۲، حدیث ۲۰۸)۔

۴۔ سچی الصغیر، (ج ۱، ص ۲۲۰)۔ الترغیب والترحیب، (ج ۳، ص ۱۲۲)۔ (ج ۳، ص ۳۹۹، حدیث ۸۰)۔

(۱) ہے۔

- خدا جب کسی بندے کو گمراہ کرنا چاہتا ہے اس سے حیاد شرم انحصاریتا ہے، حیا ختم ہونے سے آدمی کینہ تو زہوجاتا ہے، پھر تو امانت بھی ختم ہو جاتی ہے اور خائن ہو جاتا ہے، اس طرح اس میں سے احساس ترجم رخصت ہو جاتا ہے اور وہ ملعون ہو کر دائرہ اسلام سے خارج ہو جاتا ہے۔ (۲)

- شرم و حیا کا شرہ صرف خیر و نیکی ہے۔ (۳)

اب ذرا عنان کے حالات زندگی میں دیکھئے شاید کچھ شرم و حیا کی رمق نظر آجائے، ان کے نظریات و خیالات، ان کی باتیں، ذمہ داریوں سے عہدہ برآمد ہونا وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں شرم و حیا نام کو بھی نہ تھی۔ اگر ذرہ برابر بھی شرم ہوتی تو ایسی گندی باتیں نہ کرتے، بنه ذمہ داریوں میں کوتا ہی کرتے۔ ان میں حیا ہی نہ تھی چہ جائیکہ سب سے زیادہ حیادار ہوں۔ ملاحظہ فرمائیے:

مولانا علیؑ سے فرماتے ہیں: تم میرے نزدیک مردان سے افضل نہیں ہو۔ کیا جب وہ یہ فقرہ کہہ رہے تھے تو یاد نہیں تھا کہ قرآن نے انھیں نفس رسول ﷺ کہا ہے، طہارت کا اعلان کیا ہے۔ مردان کو رسول ﷺ نے چھپکی بچ کہہ کے جلاوطن کیا تھا۔

قتل محمد بن ابی بکر کا خط پکڑا گیا تو بے حیائی کے ساتھ اس کا الزام علیؑ پر عائد کر دیا۔ عمر یا سر کو جلاوطن کر کے کہتے ہیں: تم اس سے زیادہ کے مستحق ہو۔ ابوذر کے لیے کہا: اس جھوٹے، مکار بڑھے کے متعلق رائے دو؟ پھانسی دوں یا قید کروں۔

عبد الرحمن بن عوف، جنیں عشرہ مشرہ کی فرد کہا جاتا ہے، ان کو منافق کہا۔ (۴)

متاز خطیب صحصہ کو چھپکل مفرور و مکابر کہا۔ مغیرہ نے عمر یا سر کی سزا پر اعتراض کیا تو گالی دینے

۱۔ سنن ابن ماجہ، ج ۲، ص ۵۳۶، (ج ۲، ص ۱۳۰، حدیث ۳۱۸۵)۔ سنن ترمذی، (ج ۳، ص ۳۰۷، حدیث ۱۹۷۳)۔

۲۔ سنن ابن ماجہ، (ج ۲، ص ۱۳۲۷، حدیث ۱۳۲۷)۔ الترغیب والترحیب، (ج ۲، ص ۳۰۵۳، حدیث ۳۰۵۳)۔

۳۔ صحیح بخاری، (ج ۵، ص ۲۲۶۷، حدیث ۵۷۶۶)۔ صحیح مسلم، (ج ۱، ص ۹۳، حدیث ۶۰، کتاب الائیمان)، الترغیب والترحیب، (ج ۳، ص ۳۹۷، حدیث ۲۷)۔

۴۔ المسیرۃ الحلبیۃ، ج ۲، ص ۸۷، (ج ۲، ص ۲۸)۔ الصواعق المحرقة، ج ۲، ص ۲۸۔ (ص ۱۱۳)۔

لگے۔ معاویہ کو خط میں لکھا کہ مدینہ والے کافر ہو گئے ہیں۔ تمام انصار و مہاجرین و دیگر اصحاب کو مشرک کہا۔ مالک اشتر اور ان کے ساتھیوں کو لکھتے ہیں کہ تم لوگ مسلمان نہیں ہو۔

منبر سے جھوٹ کی حد کر دی۔ فرمایا: اس جماعت اہل مصر کو کچھ باتیں معلوم ہوئی تھیں، جب انھیں یقین ہو گیا کہ سب غلط تھیں تو واپس چلے گے۔ اس سفید جھوٹ پر بعد میں اظہار نہادست کیا۔ اپنا عہد توڑنے کی معافی مانگی۔ ان کی زوجہ بستر مرگ پر رات بھر تڑپی رہی اور یہ دوسری زوجہ کے ساتھ دادعیش دیتے رہے۔ ان کی قرآن و سنت سے انحراف کی مکملوں مثالیں ہیں۔ صحابہ کو سزا میں دینا، جلاوطن کرنا وغیرہ ایسی باتیں ہیں جن سے ایک عام آدمی کو بھی ان کے شرم و حیا کا اندازہ ہو جائے گا۔

تجھے طلب نکلتے یہ ہے کہ اس روایت میں عثمان کو ابو بکر سے زیادہ حیادار بتایا گیا ہے۔ ایک روایت ہے کہ خدا نے ابو بکر سے حیا کی اور پیغمبر اسلام ﷺ کو جھوٹا کہا۔ اور اس روایت میں بتایا گیا کہ فرشتے عثمان سے شرم کرتے ہیں۔ بھلا ابو بکر کے داخل ہوتے ہوئے رسول نے کپڑے کیوں نہ تھیک کئے، جن سے خدا بھی حیا کرتا ہے؟

اس روایت میں صرف عثمان کو پیش نظر کھا گیا ہے۔ چاہے اس سے رسول خدا ﷺ کی تو ہیں ہی ہوتی ہو۔ ران کا کھولنا خود احادیث رسول ﷺ میں مذموم کہا گیا ہے۔ پھر یہ کہ ایسا کام مرد انگی سے قطعی بعید ہے۔ وہ رسول ﷺ جو دو شیزہ سے بھی زیادہ شر میلے تھے (ابو سعید خدری) انھوں نے ایسی بے حیائی کیوں کی؟ دوسرے یہ کہ شریعت میں ران کو بھی شرمگاہ میں شامل کیا گیا ہے اور خود رسول ﷺ نے اس کے چھپانے کا حکم دیا ہے۔ (۱)

چاروں مذاہب کے آئمہ و محدثین ران کھولنے کو مذموم اور شرمگاہ کا جزو سمجھتے ہیں۔ (۲)

۱۔ صحیح بخاری، باب باین کرنی الحجر، (ج ۱، ص ۱۳۸، ح ۱، ص ۱۲۵، باب ۱۱)۔ فتح الباری، (ج ۱، ص ۳۸۰، ح ۱، ص ۳۷۹)، سننDarقطنی، ص ۸۵، (ج ۱، ص ۲۳۶)۔ حدیث ۵، سنن ترمذی، (ج ۵، ص ۱۰۳)۔ حدیث ۹۸، (ج ۲، ص ۲۷۸)۔ مسن دارحمد، (ج ۲، ص ۲۷۷)۔ حدیث ۲۷۷، (ج ۲، ص ۲۷۶)۔ سنن بیہقی، (ج ۲، ص ۲۲۸)۔ تسبیح الرؤوف، (ج ۱، ص ۲۹۶)۔ نسل الاوطار، (ج ۲، ص ۳۸)، (ج ۲، ص ۲۹۶)۔ فتح الباری، (ج ۱، ص ۳۸۲)، (ج ۱، ص ۲۸۴)۔ نسل الاوطار، (ج ۲، ص ۳۹)، (ج ۲، ص ۴۰)۔ شرح سلم نووی، (ج ۱، ص ۲۱۹)۔ ارشاد الساری، (ج ۱، ص ۳۸۹)۔ بدایۃ الجھد، (ج ۱، ص ۳۳)۔ (ج ۱، ص ۱۱)۔

بہر حال کوئی بھی صورت ہو رسول خدا مطہری اللہم جو دو شیزہ سے بھی زیادہ شر میلے تھے ان سے نامکن ہے کہ چند افراد کے سامنے اپنی ران کھولیں۔ آپ تجربہ نہ کریں کہ اس قسم کی روایات صحیحین میں آئی ہیں یہ دونوں کتابیں تو پچھر اور مکمل روایات کا صندوق ہیں۔ اکیس ضعیف اور شرعاً کا باقتوں کے ذمہ ہیں۔ اسی پر اکتفا نہیں کی ہے بلکہ تعمیر کعبہ کے وقت بھی رسول خدا مطہری اللہم کو برہمنہ دکھایا گیا ہے۔ جب کعبہ بن رہا تھا تو عباس نے رسول خدا مطہری اللہم سے کہا کہ اپنا جامہ مانا تار کر دو شپر کھلیں تاکہ پھر اٹھانے کی اذیت نہ ہو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ اچاکہ آپ زمین پر لوٹنے لگے اور آسان تاریک ہو گیا۔ پھر انہوں نے فرمائے لگے: میرا کپڑا میرا کپڑا۔ آپ کا کپڑا، آپ کو پختا دیا گیا۔ (۱)

روایت میں ہے کہ جیسے ہی کپڑا اتنا را ایک لات آپ پر پڑی اور کہا گیا اپنا کپڑا پہن۔ (۲) ذرا کوئی بخاری و مسلم سے پوچھئے کہ رسول خدا مطہری اللہم نے ہدایت کی جو زحمتیں انہائیں کیا ہیں اس کا اجر ہے کہ انھیں اخلاقی و اصلاحی اتهام لگا کر شکریہ ادا کیا جائے؟ ابن اسحاق (۳) نے بھی رسول خدا کے لیے نگے ہو کر بزدوري کرنے کی روایت لکھی ہے۔ مسلم و صحیح بخاری میں تو حسن بصری کی روایت ہے کہ عثمان اگر بند کمرے میں بھی ہوتے تھے تو نگے نہیں ہوتے تھے۔ (۴) کہاں وہ شجر طہارت کی عریانی اور کہاں یشترہ ملعونہ کی حیاداری۔!! جب معاویہ بن حیدہ نے بدن کے ستر کے متعلق پوچھا تو آپ نے فرمایا: تمام بدن کو چھپانا چاہیئے یہوی اور کنیر کے سواتام لوگوں سے ... پوچھا: اگر انسان تھا ہو تو؟

۱۔ صحیح بخاری باب بنیان الکعبۃ، ج ۲، ہم ۱۳۔ (ج ۲، ہم ۵۷۵۔ حدیث ۱۵۰۵)۔ صحیح مسلم ج ۱، ہم ۱۸۲۔ (ج ۱، ہم ۳۳۰، حدیث ۶۷، کتاب الحجۃ)۔

۲۔ سیرۃ ابن ہشام، ج ۱، ہم ۱۹۲، (ج ۱، ہم ۱۹۲)۔

۳۔ سیرۃ ابن ہشام، ج ۱، ہم ۲۰۹۔ (ج ۱، ہم ۲۰۳)۔ الروض الانف، ج ۱، ہم ۱۲۔ (ج ۲، ہم ۲۲۸)۔ عيون الاشر، ج ۱، ہم

۵۔ (ج ۱، ہم ۷۵)۔ قیم الباری، ج ۷، ہم ۵، (ج ۷، ہم ۱۲۵)۔

۶۔ مندرجہ، ج ۱، ہم ۷۔ (ج ۱، ہم ۱۱۸، حدیث ۵۳۲)۔ صفت الصفوۃ، ج ۱، ہم ۷۔ (ج ۱، ہم ۳۰۳، نمبر ۳)، ریاض المضرۃ

، ج ۲، ہم ۸۸۔ (ج ۲، ہم ۱۲)۔

جواب دیا: خداۓ تعالیٰ سے حیا کرنا شاشکستہ تر ہے۔ (۱) فقہاء نے اسی روایت سے استباط کیا ہے کہ کسی حال میں عریاں ہونا جائز نہیں کیونکہ اگر لوگ نہیں دیکھ رہے ہیں تو خدا کیمکر رہا ہے۔ (۲) آخر رسول خدا خود اس حکم پر عمل کرتے تھے یا نہیں؟ وہ دو شیزہ والی حیا کہاں گئی؟ کیا بخاری و مسلم صحیح ہیں کہ رسول خدا ﷺ میں اچانک شرم و حیا، متذکرہ واقعات برہنگی کے بعد آگئی تھی۔ یہاں کا خیال خام ہے کیونکہ رسول ﷺ تو اس وقت بھی بھی تھے جب آدم آب و گل کے درمیان تھے۔ (۳) خود صحیح مسلم میں مسعود بن حرمہ کی روایت ہے کہ میں اینٹ ڈھوتے ہوئے عریاں ہوا تو رسول خدا ﷺ نے فرمایا: کہ جا کر کپڑے پہن لو، سنگے مت ہو۔ (۴)

رسول خدا ﷺ تو پھر کوئی عریاں حالت میں دیکھنا جائز نہیں صحیح۔ (۵) اگر ابن ہشام (۶) کی روایت صحیح مان لی جائے تو قاضی عیاض (۷) کی شفاء والی کیسے مطابق ہو گی کہ رسول ﷺ کو درود دیوار نے بھی برہنہ نہیں دیکھا۔ خود حضرت عائشہ فرماتی ہیں: کہ میں نے رسول خدا ﷺ کو بھی کبھی عریاں نہیں دیکھا۔ اب ان جھوٹے راویوں کے درمیان خود عائشہ ہی فیصلہ کریں۔ ان دروغ باغوں نے

۱۔ صحیح بخاری، (ج ۱، ص ۱۰۷، باب ۲۰)۔ سنن ابن ماجہ، (ج ۱، ص ۲۱۸۔ حدیث ۱۹۲۰)۔ سنن ترمذی، (ج ۵، ص ۹۰۔ حدیث ۲۷۶)۔ سنن ابی داؤد، (ج ۳، ص ۳۱۔ حدیث ۲۰۱۷)۔ نسل الادطار، (ج ۲، ص ۳۷۔ (ج ۲، ص ۲۸)۔
۲۔ نسل الادطار، (ج ۲، ص ۳۷۔ (ج ۲، ص ۲۹)۔

۳۔ طبقات ابن سعد، (ج ۱، ص ۱۳۸)، مسند احمد، (ج ۵، ص ۱۱۰۔ حدیث ۱۶۷۰۰)۔ تاریخ الکبیر بخاری، (جلد ۶، ص ۶۸، نمبر ۱۷۳۶)۔ تفسیر بقوی، (ج ۲، ص ۵۰۸)۔ ائمۃ الکبیر طبرانی، (ج ۱۲، ص ۳۷، حدیث ۱۲۵۷۱)۔ حلیۃ الاولیاء، (ج ۷، ص ۱۲۲، نمبر ۳۹۵)۔ المسدر رک علی الحسنین، (ج ۲، ص ۳۵۲، حدیث ۳۵۲۱)۔ سنن ترمذی، (ج ۵، ص ۵۳۵، حدیث ۳۶۰۹)، صحیح ابن حبان، (ج ۱۲، ص ۳۱۲، حدیث ۲۳۰۳)۔ کشف الغما و مجموعی، (ج ۲، ص ۱۲۹)۔ کنز العمال، (ج ۱۱، ص ۳۵۹، ۳۲۹، ۳۲۸)، حدیث ۳۲۱۱۸۔

۴۔ صحیح مسلم، (ج ۱، ص ۱۰۵)۔ (ج ۱، ص ۳۳۱، حدیث ۲۷، کتاب الحشر)۔
۵۔ المسدر رک علی الحسنین، (ج ۳، ص ۲۵۷۔ (ج ۳، ص ۲۸۸۔ حدیث ۵۱۱۹)۔

۶۔ سیرہ ابن ہشام، (ص ۲۸۶)۔

۷۔ الشفایر یف حقوق المصطفی، (ج ۱، ص ۹۱)۔ (ج ۱، ص ۱۵۹)۔ ائمۃ الکبیر، (ج ۱۲، ص ۲۵۲، حدیث ۱۳۲۵۲)۔

ایوں غیروں کی فضیلت تراشی میں رسول اسلام ﷺ اور دین اسلام کی آبروریزی کا جو شرمناک جرم کیا ہے ان سے خدا ہی سمجھے۔ اگر حضرت عائشہؓ صحیح ہوتیں کہ عثمان حیدار ہیں تو ان کے خلاف تقریریں کر کے طوفان نہ کھڑا کر سیں۔ یہودی سے تشبیہ دیتے ہوئے نعیم نہ کہتیں۔ کیا عثمان نے آخر مریں شرم و حیا بالائے طاق رکھ دی تھی؟؟؟

۳۔ طبرانی (۱) نے ابن معشر، براء بصری، ابراہیم بن عمر بن ابیان، عمر بن ابیان، ابیان بن عثمان سے روایت کی ہے کہ عبد اللہ بن عمر کہتے تھے کہ عائشہؓ نے کہا کہ میں رسول خدا ﷺ کے پاس بیٹھی تھی اتنے میں ابو بکر، عمر اور سعد بن مالک نے اجازت مانگی اور پھر بات کر کے چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد عثمان آئے تو رسول خدا ﷺ میں مختصے اور آپ کا زانو کھلا ہوا تھا۔ اس کوڈھا مکجھ سے کہا کہ ذرا ادھر چل جاؤ۔ عثمان آئے اور بات کر کے چلے گئے تو میں نے پوچھا: میرے والد اور آپ کے صحابی آئے لیکن آپ نے لباس درست نہیں کیا نہ مجھے اندر بیجا؟ فرمایا: میں اس سے شرم کیوں نہ کروں جس سے فرشتے شرم کرتے ہیں۔ خدا کی قسم! جب سے تم کمرے میں گئی ہو عثمان نے سر اٹھا کر بات نہیں کی۔

علامہ امیمی فرماتے ہیں: ذہبی نے سنکو ضعیف کہا ہے کیونکہ مسلم واحد خبل نے پھر اور بے غیاد کہا ہے۔ ابو معشر، براء وغیرہ بھی ضعیف اور بنا قابل اعتبار ہیں۔ ابن معین، ابو داؤد، ابو حاتم، ابو ذر عدجیسے محمد بنین نے ضعیف و مہمل اور نادرست کہا ہے۔ (۲)

۴۔ طبرانی نے ابو مروان، محمد بن عثمان اموی، عثمان بن خالد... ابو ہریرہ سے حدیث رسول ﷺ نقل کی ہے: عثمان حیاء کا پتله ہیں، جن سے ملائکہ بھی شرم کرتے ہیں۔ (۳)

۱۔ البدایہ و النھایہ، (ج ۷، ص ۲۲۸ - حادث ۲۵۹)۔ میزان الاعتدال، (ج ۳، ص ۱۸۱، نمبر ۲۰۳۷)۔ التاریخ الکبیر بخاری، (ج ۶، ص ۱۳۲ - نمبر ۱۹۲۲)۔

۲۔ تحدیب التحذیب، (ج ۱۱، ص ۳۲۰ - ح ۱۱، ص ۲۷۸)۔ الجرح والتعديل، (ج ۲، ص ۱۱۲، نمبر ۳۲۲)۔ کتاب الجرح و میں، (ج ۱، ص ۱۱۰)۔ میزان الاعتدال، (ج ۱، ص ۲۲)۔ (ج ۱، ص ۵۰، نمبر ۱۶۰)۔ لسان المیزان، (ج ۱، ص ۸۶)۔ (ج ۱، ص ۲۲۵)۔ انکال فی ضعفاء الرجال، (ج ۵، ص ۲۷۵، نمبر ۱۲۲۲)۔ لسان المیزان، (ج ۳، ص ۲۸۲، ح ۳، ص ۲۲۵ - نمبر ۱۲۲۲)۔

۳۔ البدایہ و النھایہ، (ج ۷، ص ۲۰۳)۔ (ج ۷، ص ۲۲۸ - ح ۲۵۹)۔

^۲ میر، الہم، والی، محمد (۱) اور عثمان ابین خالد (۲) متفق طور سے ضعیف اور مہمل ہیں۔

⁵ اپنیم (۳) نے حدیث رسول میں کامی بھی ہے کہ میری امت میں سب سے زیادہ حیادار غمان

- ۲ -

ذر امت کے میزان حیا کا اندازہ کیجئے اور عثمان کو دیکھئے۔ یہ روایت ضعیف و بے اعتماد ہے کیونکہ سلسلہ سند میں کوثر بن حکیم سے جس کی بڑگ محدثین نے تضعیف کی ہے۔ (۲)

۲۔ ابوالحیم ہی نے زکر یا بن سیّعیٰ مقرر، ابن عمر سے یہی روایت نقل کی ہے۔ (۵)

جو شخص ہدایت یافت صحابہ کے ہاتھوں اپنی بے حیائی کی وجہ سے قتل کیا جائے اس کو حیادار لکھنے والا نہ کان رکھتا ہے نہ آنکھ نہ عقل و دماغ۔

۷۔ ابن عساکر (۲) نے عثمان کے حالات میں ابو ہریرہ سے مرفوع اور وایت کی ہے کہ حیاء ایمان کا جز ہے اور میری امت میں سب سے زیادہ حیادار عثمان ہیں۔ سیوطی نے جامع صغیر میں اور مناوی نے فیض القدری میں اس کی تضعیف کی ہے۔ (۷)

- ١- النقائات، (ج ٩، ص ٩٣) - تحدیب المحدث بیب، (ج ٩، ص ٣٣٦) - (ج ٩، ص ٢٩٩) -

٢- اتاریخ الکبیر، (مجلد ٦، ص ٢٢٠ - نمبر ٢٢٢١) - الفتحاء الکبیر، (ج ٣، ص ١٩٨، نمبر ١١٩٨) - اکاہل فی ضعفاء الرجال -

٣- اتاریخ الکبیر، (مجلد ٦، ص ٢٢٠ - نمبر ٢٢٢١) - الفتحاء الکبیر، (ج ٣، ص ١٩٨، نمبر ١١٩٨) - اکاہل فی ضعفاء الرجال -

٤- اتاریخ الکبیر، (مجلد ٦، ص ٢٢٠ - نمبر ٢٢٢١) - الفتحاء الکبیر، (ج ٣، ص ١٩٨، نمبر ١١٩٨) - اکاہل فی ضعفاء الرجال -

٥- حذیفۃ الاولیاء، (ج ١٩، ص ٣٦٣) - شرح سنن ابن ماجہ سندری، (ج ١، ص ٥٣) -

٦- حذیفۃ الاولیاء، (ج ١٩، ص ٣٦٣) - شرح سنن ابن ماجہ سندری، (ج ١، ص ٥٣) -

٧- العلل و معرفۃ الرجال احمد، (ج ١، ص ٣٣٦ - نمبر ٢٧٤) - (ج ٢، ص ٣٦، نمبر ٥٥٠٥، نمبر ١٥٠٥) - الفتحاء الکبیر، (ص ٣٣٢٠ - نمبر ٣٣٢٠) -

٨- اکاہل فی ضعفاء الرجال، (ج ١، ص ٣٣٦ - نمبر ٢٧٤) - الفتحاء الکبیر، (ج ٢، ص ٣٦، نمبر ٥٥٠٥، نمبر ١٥٠٥) -

٩- اکاہل فی ضعفاء الرجال، (ج ٢، ص ٢٨، نمبر ١٦١٠) - الجرس والتحذیل، (ج ٢، ص ٢٦، نمبر ١٦١٠) -

١٠- میزان الاعتدال، (ج ٢، ص ٣١٢، نمبر ٢٩٨٣) - سان الجیزان، (ج ٣، ص ٣٩١) -

١١- میزان الاعتدال، (ج ٢، ص ٣١٢، نمبر ٢٩٨٣) - سان الجیزان، (ج ٣، ص ٣٩١) -

١٢- میزان این عساکر، (ج ٣٩، ص ٩٢ - نمبر ٣٦١٩) - مختصر تاریخ این عساکر، (ج ١٦، ص ١٣١) -

١٣- (الف) الماجم الصغیر، (ج ١، ص ٥٩٦) - فیض القدری، (ج ٣، ص ٣٣٩) -

فضائل کی حدیث گڑھنے میں ایک بات کا خاص طور سے خیال رکھا گیا ہے کہ مددوح کو اس صفت سے آراستہ کیا جائے کہ جس صفت کا اس سے دور کا بھی واسطہ نہ ہو، تاکہ اس کی پست صفات کو ڈھانپا جاسکے۔ اس کی شرمناک حرکات پر دوسروں کی تنقید کرو کا جاسکے۔ مثلاً ابو بکر کی شجاعت کا مبالغہ کوہ تمام صحابہ میں سب سے بہادر تھے۔ حالانکہ وہ تمام جنگوں میں نہ کسی سے مقابلہ کر سکے نہ تو اور ہی کچھی، بلکہ مہالک میں ان کی بزدلی ہی کے مقام سے دیکھنے کو ملتے ہیں۔ اسی طرح ان کی عبادت و خدا تری کا قصیدہ پڑھا جاتا ہے۔ جب کہ کوئی ایک روایت بھی نمازو روزہ کی پیش رفت کی نشاندھی نہیں کرتی۔ (۱) علم عمر کے قصیدے بھی پڑھے جاتے ہیں۔ انھیں فقهاء کا سردار کہا جاتا ہے۔ علم صحابہ اور تمام انسانوں اور عربوں سے بڑھا ہوا علم وغیرہ کہا جاتا ہے، حالانکہ وہ ہمیشہ بازاری کاموں میں پھنسنے رہے اور تلقفہ کے موقع ضائع کر دیے۔ ان کی خصی از منکر کی ستائش بھی کی جاتی ہے۔ گھر میں حس کے گانا روکتے تھے لیکن حقیقت یہ ہے کہ وہ پڑے ہوں باز تھے۔ (۲) یہی طریقہ عثمان کے لیے بھی اختیار کر کے انھیں شرم و حیاہ کا پڑھ بنا یا گیا۔ معاویہ کی امانت داری بھی اس تماش کی ہے۔

۸۔ مسند رک حاکم (۳) میں بطريق داری، سعید جرجی، محمد بن حرب، زبیدی، زہری، عمر بن ابیان، جابر بن عبد اللہ سے مردی ہے کہ رسول خدا ملئیلیتیم نے فرمایا: آج رات ایک مرد صالح نے خواب دیکھا کہ ابو بکر رسول ملئیلیتیم کے ساتھ وابست ہیں اور عمر و عثمان بھی۔ جب ہم خدمت رسول ملئیلیتیم سے چلے آئے تو ہم نے کہا کہ مرد صالح سے مراد رسول ملئیلیتیم ہیں اور وہ پہنچی کا مطلب خلافت و جاشنی ہے۔ اس روایت کو حاکم، داری اور دیگر محدثین نے زہری کی وجہ سے مرسل کہا ہے۔ تجب ہے کہ یہ روایت صرف جابر نے سنی اور دوسرے صحابہ کے کانوں سے نہیں بکراں۔

۹۔ ابن ماجہ میں ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول خدا ملئیلیتیم نے فرمایا: ہرنی کا بہشت میں

۱۔ الخدیر کی ساقوں جلد میں خلیفہ اور ان کی شجاعت، نیز خلیفہ اور ان کی عبادت کے عنوان میں ان کی شجاعت و عبادت کے کرشمے کو بڑی تفصیل سے بیان کیا گیا ہے۔

۲۔ الخدیر کی چھٹی جلد میں اس پر بڑے شرح و بسط کے ساتھ بحث ہوئی ہے۔

۳۔ المسند رک علی الحسین، ج ۳، بیم ۱۰۲۔ (ج ۳، ص ۱۰۹، حدیث ۳۵۵)۔

رفیق ہوتا ہے اور میرے رفق عثمان ہیں۔ (۱)

اس روایت میں ابو مروان، (۲) عثمان بن خالد (۳) ابن الیزنا (۴) وغیرہ بھی جھوٹے اور فریب کار ہیں۔ اس لیے روایت ضعیف ہے، پھر یہ کہ آخر اس دعائے رسول ﷺ کا کیا ہو گا، جس میں آپ نے فرمایا: (۵) بار الہا! تو نے ابو بکر کو غار میں میرارفیق بنایا، جنت میں بھی میرارفیق انھیں کو بنایا۔ (۶) ابن ماجہ کی روایت بھی پوچھ ہے کیونکہ اس کے سلسلہ سند میں محمد بن ولید قلانی (۷) مصعب بن سعید (۸) اور عیینی بن یوسف (۹) ہیں جن کی تضعیف ہوئی ہے۔

۱۰۔ محدث رک حاکم (۱۰) میں بطریق عبید اللہ بن عمر و قواریری، قاسم بن حکم، ابو عبادہ زرقی، زید بن الحسن نے اپنے باپ سے روایت کی ہے کہ ایام حصار میں عثمان کے ساتھ تھا۔ عثمان نے طلخ کو قسم دی کہ کیا تمہیں وہ موقع یاد ہے جب رسول ﷺ نے میرے لیے فرمایا: ہر نی کار فیق جنت میں ہو گا اور میرارفیق عثمان ہے تو طلخ نے کہا: خدا گواہ ہے! تم نے صحیح کہا۔ پھر وہ واپس چلے گئے۔
مند احمد (۱۱) میں یہ روایت ہے کہ عثمان نے روشن دان سے رنگلاں کر لوگوں سے پوچھا: تم میں طلخ

۱۔ سن ابن ماجہ، ج ۱، ص ۵۲۔ (ج ۱، ص ۲۰، حدیث ۱۰۹)۔

۲۔ الثقات، (ج ۹، ص ۹۳)، تحدیب التحذیب، ج ۹، ص ۳۳۶، (ج ۹، ص ۲۹۹)۔

۳۔ التاریخ الکبیر، (جلد ۲، ص ۲۲۰، نمبر ۲۲۲)۔ الصعفاء الکبیر، (ج ۳، ص ۱۹۸، نمبر ۱۱۹۸)۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج ۵، ص ۱۷۵، نمبر ۱۳۳۵)۔ کتاب الحجۃ و المحرکین، (ج ۲، ص ۱۰۶، نمبر ۱۰۶)۔

۴۔ التاریخ، (ج ۳، ص ۲۵۸، نمبر ۱۲۱)، کتاب الصعفاء والمحرکین، (ص ۱۶۰، نمبر ۲۸۷)۔

۵۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج ۲، ص ۲۸۶۔ نمبر ۱۷۷)۔

۶۔ لسان الحیران، ج ۵، ص ۳۱۸۔ (ج ۵، ص ۲۷۲، نمبر ۸۱۶)۔

۷۔ میران الاعتدال، ج ۳، ص ۱۳۵، (ج ۳، ص ۵۹، نمبر ۸۲۹۳)۔

۸۔ لسان الحیران، (ج ۶، ص ۱۵۔ نمبر ۸۲۰۳)۔

۹۔ لسان الحیران، (ج ۳، ص ۲۷۳۔ نمبر ۲۲۰۶)۔

۱۰۔ المحدث رک علی الحسین، ج ۳، ص ۷۶۔ (ج ۳، ص ۱۰۲، حدیث ۲۵۳۷)۔

۱۱۔ مند احمد، ج ۱، ص ۷۳۔ (ج ۱، ص ۱۱۹۔ حدیث ۵۵۳)۔

ہیں اور پھر یہ بات کہی۔ حاکم (۱) و ذہنی نے کہا ہے کہ یہ روایت صحیح ہے لیکن بخاری (۲) کہتے ہیں کہ یہ روایت صحیح نہیں۔ ابو حاتم (۳) اسے مجہول کہتے ہیں۔ اس میں ابو عبادہ زرقی مکر العدیث ہے۔ (۴) عقیل (۵) مخاطب الحدیث کہتے ہیں۔ اس کے علاوہ اس حدیث کو سننے کے بعد بھی طلحہ کی شدت مخالفت میں کوئی کمی نہیں آئی۔ وہ دفن کرنے میں بھی مراہم ہوئے، (۶) جنازہ پر ڈھپنے پھینکنے اور نعش نعش کہہ کے ہنگامہ کیا۔ (۷) اس سے زیادہ تجھ کی بات یہ ہے کہ بھرے مجھ میں یہ حدیث رسول نبی، جس کی تائید خود طلحہ نے کی اور کسی نے بھی مخالفت میں کوئی کمی نہیں کی۔ پھر صحابہ کی عدالت کا کیا بنے گا؟ یہ حدیث اصل میں اس حدیث کے مقابل گڑھی گئی ہے، جس میں علیؑ سے فرمایا گیا ہے کہ ”یا علی انت اخی و صاحبی و رفیقی فی الجنة“ (۸)

۹۔ ابو یعلی، ابو شیم، ابن عساکر، متدبرک حاکم (۹) میں بطریق شیان، طلحہ بن زید مشتق، عبیدہ، جابر سے روایت کی ہے کہ ہم لوگ ابن حشفہ کے گھر میں چند مہا جرین ابو بکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، ابن عوف، سعد بن ابی وقاص کے ساتھ بیٹھتے تھے۔ رسول خدا نے فرمایا: ہر شخص اپنے کفو کے پہلو میں بیٹھ جائے اور خود اٹھ کر عثمان کے پہلو میں بیٹھے گئے۔ اور فرمایا: ”انت ولی فی الدنیا والآخرہ“۔ حاکم کہتے ہیں کہ یہ صحیح روایت ہے لیکن ذہبی کہتے ہیں کہ اس میں طلحہ بن زید ہے جو ضعیف اور واهیات ہے۔

۱۔ المدرک علی الحسن، (ج ۳، م ۱۰۲، حدیث ۲۵۲)۔ تفسیر ذہبی کا بھی یہی حوالہ ہے۔

۲۔ تحدیب التحذیب، (ج ۸، م ۳۱۲)۔ (ج ۸، م ۲۸۰)۔

۳۔ الجرج والتعداد، (ج ۷، م ۱۰۹، نمبر ۲۲۸)۔

۴۔ الجرج والتعداد، (ج ۶، م ۲۸۱، نمبر ۱۵۵۹)۔ تاریخ الکبیر، (ج ۲، م ۳۹۱، نمبر ۲۷۳)۔ کتاب الفتحاء والائز وکین، (ص ۲۶۱، نمبر ۳۳۳)۔

۵۔ الفتحاء والائز، (ج ۳، م ۳۸۱، نمبر ۱۳۱۸)۔

۶۔ تاریخ طبری، ج ۵، م ۱۳۲۔ (ج ۳، م ۳۱۲، حدیث ۵۳۷)۔

۷۔ شرح ابن الہبی، (ج ۱۰، م ۷، خطہ ۱۷۵)۔

۸۔ تاریخ بغداد، ج ۱۲، م ۲۶۸۔ (نمبر ۶۷۱۲)۔

۹۔ متدبرک ابی یعلی، (ج ۳، م ۳۲، حدیث ۲۵۱)۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۷، م ۲۵۔ (ج ۲۵، م ۲۵، نمبر ۲۹۷۸)۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، (ج ۱۱، م ۱۸۲)۔ المدرک علی الحسن، ج ۳، م ۷۹۔ (ج ۳، م ۱۰۲، حدیث ۲۵۳۶)۔

سیوطی (۱) نے موضوع کہا ہے۔ دوسرے محدثین نے بھی راویوں کو منکر الحدیث، ناقابل اعتبار وضعیت بتایا ہے: علی بن زید (۲) عبیدہ بن حسان (۳)۔

عثمان کو رسول خدا کا کفوپانے والے کم سے کم دونوں کے خاندان کا جائزہ لیتے، پھر اخلاق و سیرت پر نظر ڈالتے۔ یہ روایت اصل میں رسول کے فرمان: ”یا علی انت ولی فی الدنیا والآخرة“ کے مقابل میں گز حمی گئی ہے، جسے عظیم محمد شین نے اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ علامہ امینی نے میں محمد شین کے اسماء اور کتابوں کے نام لکھے ہیں۔ (۴)

۱۲۔ بزار (۵) نے خارج بن مصعب سے عبید حیری کی روایت لکھی ہے کہ میں محاصرے میں عثمان کے ساتھ تھا۔ عثمان نے لوگوں سے پوچھا: کیا یہاں طلو ہیں؟ طلو نے جواب دیا تو عثمان نے کہا: میں تمہیں خدا کی قسم دے کر پوچھتا ہوں، ہم لوگ رسول کے ساتھ تھے تو آپ نے فرمایا: ہر شخص اپنے رفیق کا ہاتھ تھام لے، سب نے اپنے رفیق کا ہاتھ تھاما اور غیر نے میرا ہاتھ تھام کر فرمایا: ”هذا جليسی فی الدنیا و ولی فی الآخرة“ یہ دنیا میں میرا رفیق اور آخرت میں میرا ولی ہے۔ طلو نے کہا: خدا کو وہ ہے!

، ہاں۔

۱۔ الہلی المصنوعۃ، ج ۱، ص ۳۱۔

۲۔ آثار ریخ الکبیر، (ج ۲، ص ۱۵، نمبر ۵۲۰۵)۔ کتاب الصعفاء والحر وکین، (ص ۱۳۳۔ نمبر ۳۲۲)۔ کتاب الحجر وجنین، (ج ۱، ص ۳۸۳)۔ الصعفاء والحر وکون، (ص ۲۲۵۔ نمبر ۳۰۳)۔ تحدیث التحذیث، (ج ۲، ص ۱۶)، (ج ۵، ص ۱۵)۔

۳۔ البحر والتحذیل، (ج ۲، ص ۹۲، نمبر ۲۷۵)۔ کتاب الحجر وجنین، (ج ۲، ص ۱۸۹)۔ لسان المیزان، (ج ۲، ص ۱۲۵)۔ (ج ۲، ص ۱۳۵۔ نمبر ۵۲۸۵)۔

۴۔ منhad، (ج ۱، ص ۳۲۱)۔ (ج ۱، ص ۵۳۳۔ حدیث ۳۰۵۲)۔ خاصش نسائی، (ص ۷)، (ص ۳۵۔ حدیث ۲۲۳)۔ ابجم الکبیر، (ج ۱۲، ص ۷۷، حدیث ۱۱۵۹۲)۔ المسند رک علی الحسنین، (ج ۲، ص ۱۳۲)۔ (ج ۲، ص ۱۳۵، ص ۱۳۵۔ حدیث ۳۶۵۵)۔ مناقب خوارزی س، (ص ۷۵۔ حدیث ۱۲۵)۔ حالات حضرت علیؑ از تاریخ ابن حصار، (نمبر ۲۵۱)۔ غفتار خان این ساکر، (ج ۷، ص ۳۲۹)۔ کفایۃ الطالب، (ص ۱۱۵)۔ (ص ۲۲۲۔ باب ۷۲)۔ ریاض الحضرۃ، (ج ۲، ص ۲۰۲)۔ (ج ۲، ص ۱۵۳)۔ ذخایر الحقیقتی ص ۷۸۔ فراہد اسٹین، (ج ۱، ص ۳۷۲۔ حدیث ۲۵۵)۔ باب ۵۹)۔ البدریۃ والحلیۃ، (ج ۷، ص ۳۳۷)۔ (ج ۷، ص ۳۷۲۔ حدیث ۲۷۷)۔

۵۔ الحرج الزخار، (ج ۲، ص ۱۷، حدیث ۹۵۹)۔

ابن ججر (۱) نے اس روایت کو بغیر کی تحریر کے نقل کیا ہے لیکن تہذیب میں خارجہ کے متعلق
محدثین کا قول نقل کیا ہے کہ کذاب، ضعیف، مہمل و متردک الحدیث ہے۔ (۲)
اگر طلحہ نے اس مہمل حدیث کو سنا ہوتا تو قتل و فتن عثمان میں اس قدر شدید مخالفت نہ کرتے۔ وہ تو
عادل صحابی اور عشرہ بشرہ کی فرد تھے۔

۱۳۔ ابن ماجہ (۳) نے محمد بن عثمان اموی اور ابن ابی الزنا دکی سند سے ابو ہریرہ کی روایت لکھی ہے
کہ رسول خدا نے عثمان سے باب مسجد کے پاس ملاقات کر کے فرمایا: میرے پاس جبریل نے آکر خبر دی
ہے کہ خدا نے تمہارا عقد کلشوم سے رقیہ کے برادر مہر پر کرو دیا۔ (۴)
اس روایت میں محمد (۵) بن عثمان اور عبد الرحمن ابن الزنا (۶) خطکار، مذکور الحدیث، غیر موثق،
ضعیف اور مضطرب الحدیث ہیں۔

۱۴۔ ابن عدی (۷) نے انس سے حدیث مرفوع نقل کی ہے: خدائی تکوارا بھی نیام میں ہے، جب
عثمان قتل ہو جائیں گے تو پھر قیامت تک نیام میں نہ جائے گی۔

۱۔ فتح الباری، ج ۵، ص ۳۱۵۔ (ج ۵، ص ۳۰۸)۔

۲۔ تہذیب العہد حب، ج ۲، ص ۲۸۷ (ج ۲، ص ۲۷)۔ معرفۃ الرجال (ج ۱، ص ۲۸، نمبر ۱۳۲)۔ التاریخ، (ج ۲، ص ۲، نمبر ۱۳۲)۔ کتاب الفضلاء والمردکین (ص ۹۷، نمبر ۱۸۲)۔ طبقات ابن سعد (ج ۱، ص ۳۷)۔ الفضلاء والمردکین (ص ۲۰۱، نمبر ۲۰۳)۔ کتاب الحجر وہین (ج ۱، ص ۲۸۸)۔ الفضلاء الکبیر (ج ۲، ص ۲۵، نمبر ۲۳۶)۔ الملاکی المصنوعہ، ج ۱، ص ۲۷۔

۳۔ سخن ابن ملجم ج ۱، ص ۵۲۔ (ج ۱، ص ۳۰)۔ حدیث (۱۱۰)۔

۴۔ التاریخ، ابن عساکر، (ج ۳۹، ص ۲۳، نمبر ۲۶۱)۔ مختصر التاریخ ابن عساکر، (ج ۱۲، ص ۱۲۰)۔ البدایۃ والتجمیۃ، ج ۷، ص ۲۱۔ (ج ۷، ص ۲۳۸)۔ حادث (۳۵)۔

۵۔ الثقات، (ج ۹، ص ۹۲)۔ تہذیب العہد حب، ج ۹، ص ۳۳۶۔ (ج ۹، ص ۲۹۹)۔

۶۔ التاریخ، (ج ۲، ص ۲۵۸، نمبر ۱۲۱)۔ کتاب الفضلاء والمردکین، (ص ۱۶۰، نمبر ۲۸۷)۔ طبقات ابن سعد، (ج ۵، ص ۳۱۶)۔ تہذیب العہد حب، ج ۶، ص ۱۷۱۔ (ج ۶، ص ۱۵۵)۔

۷۔ اکالی فی الفطاء الرجال، (ج ۵، ص ۱۳۸، نمبر ۱۳۲)۔

سیوطی اس حدیث کو موضوع کہہ کے لکھتے ہیں کہ یہ آفت عرب و بن فائد کی لائی ہوئی ہے۔ (۱) نیز سلسلہ شنید میں موی بن سیار (۲) اور محمد بن داؤد (۳) ہیں، جن کی تضعیف ہوئی ہے۔ لیکن تجھ کی بات ہے کہ اس راوی کی مہمل احادیث تاریخ الخلافاء میں نقل کرتے ذرا شرم نہ آئی سیوطی، قرمانی (۴) اور زینی، وحلان (۵) جیسے فضائل کے غلو میں بڑے بڑے تماشے دکھاتے ہیں۔

۱۵۔ متدرک حاکم (۶) میں ابن عباس کی روایت ہے کہ رسول خدا نے عثمان سے فرمایا: ”تم قتل کئے جاؤ گے اور سورہ بقرہ کی آیت ”لَهُ مِنْ كَفِيلٍ كَمَا لَهُ“ پڑھ رہے ہو گے، تھہار اخون اس آیت پر بیٹھے گا۔ تم قیامت میں اس طرح مبسوٹ ہو گے کہ شرق و مغرب والے تم پر رشک کریں گے۔ تم بے شمار لوگوں کی شفاعت کرو گے۔

حاکم تو خاموش رہے لیکن ذہبی نے تفصیل میں اس حدیث کو جھوٹی کہا ہے۔ اس میں احمد بن محمد جھنی تمہم ہے۔ (۷)

تجھ ہے کہ کسی صحابی نے یہ حدیث نہیں سنی، صرف ابن عباس کے کان میں پڑی جو کسن تھے۔ (۸)

۱۔ الہلی الصویۃ، ج ۱، ص ۳۱۶۔ نیز ملاحظہ کیجئے۔ لسان المیزان، ج ۲، ص ۳۲۲۔ (ج ۲، ص ۳۲۹، نمبر ۷۰۳۰)۔ الفضفاء والائز دون، (ص ۷۰، نمبر ۳۹۹)۔ الفضفاء الکبیر، (ج ۲، ص ۲۹۰۔ نمبر ۱۲۹۲)۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج ۵، ص ۱۸۲)۔ میزان الاعتدال، (ج ۳، ص ۲۸۲۔ نمبر ۱۲۳۲)۔

۲۔ میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۲۱۱۔ (ج ۲، ص ۲۰۶۔ نمبر ۸۸۷۲)۔ لسان المیزان، ج ۲، ص ۱۲۰۔ (ج ۲، ص ۱۳۳، نمبر ۸۷۵۲)۔ البرج والتحدیل، (ج ۸، ص ۱۳۶، نمبر ۶۵۹)۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج ۲، ص ۲۳۵، نمبر ۱۸۲۵)۔

۳۔ میزان الاعتدال، ج ۲، ص ۵۲۔ (ج ۲، ص ۵۲۔ نمبر ۲۹۹)۔ لسان المیزان، ج ۵، ص ۱۶۱۔ (ج ۵، ص ۱۸۲، نمبر ۲۳۰)۔

۴۔ اخبار الدول، مطبوع بر حاشیہ تاریخ کامل، ج ۱، ص ۲۱۳۔ (ج ۱، ص ۳۰۱)۔

۵۔ الفتوحات الاسلامیہ، ج ۲، ص ۳۹۸۔ (ج ۲، ص ۳۲۸)۔

۶۔ المسدرک علی الحسنی، ج ۲، ص ۱۰۳، (ج ۲، ص ۱۱۰۔ حدیث ۲۵۵۵)۔

۷۔ الفضفاء الکبیر، (ج ۲، ص ۳۲۲۔ نمبر ۱۲۹۲)۔ میزان الاعتدال، (ج ۳، ص ۳۵۰۔ نمبر ۳۷۱۶)۔ لسان المیزان، ج ۲، ص ۲۲۸۔ (ج ۲، ص ۵۱۲۔ نمبر ۲۵۳۶)۔

۸۔ منداد حمد، ج ۱، ص ۲۵۳، (ج ۱، ص ۳۱۹، حدیث ۲۲۸۳)۔ استیعاب، ج ۱، ص ۳۷۲۔ (قسم الالاث، ص ۹۳۳۔ نمبر ۱۵۸۸)۔

مزید یہ کہ ابن عباس امیر الحاج بن کے گئے اور عائشہ نے کہا: دیکھو یہاں عثمان کی حمایت میں تقریر نہ کرنا۔ اس وقت بھی ابن عباس نے یہ حدیث یاد نہیں دلائی، بالفرض اگر عثمان کو حق شفاعت مل گیا تو پھر شجرہ ملعونہ کی ایک بھی فرد جنم میں نہ جائے گی۔ خود عثمان کا قول ہے۔

۱۶۔ مسند رک حاکم (۱) میں ہے عبد اللہ عدل، یعنی ابن ابی طالب، بشار، حاطبی عبد الرحمن بن محمد اپنے باپ اور دادا سے روایت کرتے ہیں: جنگ جمل کے موقع پر ہم لوگ مقتولین کو دیکھنے لکھے، حضرت علیٰ امام حسنؑ، عمار یاسر اور محمد بن ابی بکر وزید بن صوحان بھی ساتھ تھے۔

امام حسنؑ کی نظر محمد بن طلحہ کی لاش پر پڑی اور ﴿اَنَا لِلَّهِ وَ اَنَا اِلَيْهِ رَاجِعٌ﴾ پڑھا۔ حضرت علیؑ نے پوچھا: بیٹا کون ہے؟ کہا: قریش کا جوان۔ حضرت علیؑ نے فرمایا: ہاں واقعی نیک لڑکا تھا اور پھر غلکیں انداز میں سر پکڑ کر بیٹھ گئے۔ امام حسنؑ نے فرمایا: بابا جان! میں آپ کو اس جنگی سفر سے منع کر رہا تھا لیکن ان دونوں نے آپ کا ارادہ بدل دیا۔ علیؑ نے کہا: بیٹا! تم نے تمیک، کہا کاش، آج سے میں سال پہلے میری موت ہو گئی ہوتی۔ محمد بن حاطب نے عرض کی: میں مدینہ جا رہا ہوں، وہاں لوگ مجھ سے عثمان کے بارے میں سوال کریں گے تو میں کیا جواب دوں گا؟ عمار یاسر و محمد بن ابی بکر نے مجھ میں بولنا چاہتے تھے کہ حضرت علیؑ نے فرمایا: اے عمار و محمد! تم چپ رہو۔ پھر فرمایا: کہنا کہ عثمان نے کچھ قوی سرمایہ اپنی ملکیت بنا لیا تھا لیکن کچھ اچھے کام بھی کئے۔ نہیں بڑا بر ابدہ ملا۔ بہت جلد ہم لوگ خدا کی عدالت میں چیش ہوں گے۔ پھر فرمایا: اے ابن حاطب! وہاں لوگ تم سے عثمان کے متعلق پوچھیں تو کہنا کہ وہ اس آیت کا مصدق تھے ﴿وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ ثُمَّ اتَّقُوا وَآمِنُوا ثُمَّ اتَّقُوا وَأَحْسِنُوا وَاللَّهُ يَحِبُ الْمُحْسِنِينَ وَعَلَى اللَّهِ فِلْيَوْكِلُ الْمُوْمِنُونَ﴾

حاکم نے اس جھوٹی روایت پر خاموشی اختیار کر لی۔ لیکن ذہنی نے کہا کہ اس میں بشار ابن موسی وابیات ہے۔

علامہ امینی فرماتے ہیں:

۱۔ المسند رک علی الحسین، ج ۲، ص ۱۰۳۔ (ج ۳، ص ۱۱۱، حدیث ۲۵۵۷)۔

اس میں عبد اللہ (۱)، سیدنی (۲)، بشار (۳) اور عبد الرحمن (۴) سمجھی جھوٹے اور منکر الحدیث ہیں۔ ان دجالوں نے حضرت علیؑ کو کس قدر مضطرب خیال کا شخص پا کر پیش کیا ہے۔ (۵) آخر وہ کس جگہ میں اضطراب کا شکار ہوئے کہ جنگ جمل میں مضطرب ہوتے۔ رسولؐ نے علیؑ کی حمایت کے لیے تاکید بھی فرمائی، خود عاشرؑ کو گھر سے نکلنے اور جاہلی تبرز سے منع کیا تھا۔ (۶) پھر محمد بن طلحہ تو حضرت علیؑ کے خلاف تواریخ سے جنگ کر رہا تھا، اس کے قتل پر افسوس کیوں؟ جس آیت کو حضرت علیؑ نے عثمانؑ کے لیے پیش کیا، عثمانؑ کی پوری زندگی دیکھی جائے اور عثمانؑ کے متعلق حضرت علیؑ کی آراء کا تجزیہ کیجئے تو جھوٹ واضح ہو جائے گا۔

۱۔ ابن ابی الدین نے عبد اللہ بن سلام کی روایت نقل کی ہے کہ ایام حاصلہ میں عثمانؑ کو سلام کرنے گیا، انھوں نے فرمایا: خوش آمدید میرے بھائی، میں نے آج رسول خدا کو خواب میں دیکھا، فرمایا: عثمان! تمہارا حاصلہ کیا گیا ہے اور تم پر پانی بند کر دیا گیا ہے؟ میں نے عرض کی: جی ہاں۔ فرمایا: اگر چاہو تو تمہاری مدد کی جائے اور چاہو تو میرے ساتھ آ کر افظار کرو۔ میں نے افظار کو ترجیح دی۔ اسی دن انھیں قتل کر دیا گیا۔ (۷)

۱۔ تاریخ بغداد، ج ۹، ص ۳۱۳۔

۲۔ لسان المیزان، ج ۲، ص ۲۲۲۔ (ج ۶، ص ۳۲۲۔ نمبر ۹۱۵۹)۔

۳۔ معربۃ الرجال، (ش ۱، ص ۶۵، نمبر ۱۲۲)۔ تاریخ الکبیر، (ج ۲، ص ۱۳۰۔ نمبر ۱۹۲۵)۔ کتاب الفتناء والمحركین، (ص ۲۲، نمبر ۸۲)۔ تاریخ بغداد، (ج ۷، ص ۱۱۹۔ نمبر ۳۵۶۰)۔ حمدیب الحمدیب، (ج ۱، ص ۱۳۳)۔ (ج ۱، ص ۳۸۶)۔

۴۔ البرج و التعذیل، (ج ۵، ص ۲۶۳۔ نمبر ۱۲۲۹)۔ میران الاعتدال، (ج ۲، ص ۵۷۸۔ نمبر ۳۹۱۷)۔

۵۔ تاریخ بغداد، (ج ۱۳، ص ۱۸۷، نمبر ۱۶۵)۔ البدریۃ والتحلیۃ، (ج ۷، ص ۳۰۶)۔ (حوادث ۱۳۰)۔ مجیع الزوادر، (ج ۷، ص ۱۳۲)۔ تاریخ ابن عساکر، (ج ۱۲، ص ۲۷۰)۔ کنز العمال، (ج ۱۱، ص ۶۱۳)۔ حدیث ۲۰۰۔ شرح

المواصب، (ج ۳، ص ۳۱۷)۔ (کلجم الکبیر، ج ۱، ص ۳۲۱، حدیث ۹۵۵)۔

۶۔ الحقد الفرید، (ج ۲، ص ۲۸۳۔ نمبر ۱۳۵)۔

۷۔ انساب بلاذری، (ج ۵، ص ۸۲)۔ (ج ۲، ص ۲۰۱)۔ البدریۃ والتحلیۃ، (ج ۷، ص ۱۸۲)۔ (ج ۷، ص ۲۰۲، حادث ۱۳۰)۔ ریاض

الحضرۃ، (ج ۲، ص ۱۲۷)۔ (ج ۳، ص ۶۰)۔

علامہ اقبال فرماتے ہیں: یہ آفت و سفطہ فرج بن فضالہ کی لائی ہوئی ہے، جس کو احمد، ابن حمین، ابن مدینی، بخاری، مسلم، نسائی، ابو حاتم، ابو احمد اور دارقطنی جیسے محدثین نے ضعیف، مکروہ و معترفوں کوں کے نام سے حدیثیں گڑھنے والا بتایا ہے۔ کسی نے کذاب اور کسی نے دجال کہہ کے اس کی شاذی کی ہے۔ (۱)

اکثر سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ عثمان روزے سے تھے (۲) جب کہ ابو حنیفہ اور امام شافعی وغیرہ کے نزدیک ایام تشریق میں روزہ رکھنا حرام ہے۔ (۳) اس سلسلے میں پھر تاویلیں بھی کی گئی ہیں۔ (۴)
 ۱۸۔ حاکم وابن عساکر نے قیس بن عباد بصری کا بیان نقل کیا ہے کہ میں جنگ جمل میں حاضر تھا، حضرت علیؑ نے فرمایا: خدا یا! میں خون عثمان سے بری ہوں۔ یعنی تو یہ ہے کہ قتل عثمان کے موقع پر میری عقل خط ہو گئی تھی۔ لوگوں نے میری بیعت کرنی چاہی تو میں نے کہا: و اللہ! مجھے خدا سے شرم آتی ہے کہ میں اس قوم سے بیعت لوں جس نے عثمان جیسے شر میلے انسان کو قتل کیا ہے۔ عثمان کی لاش ابھی پڑی ہے۔ جب وہ دُفن ہو گئے تو لوگ آئے اور بیعت کی۔ لوگوں نے پوچھا: امیر المؤمنین! اب اطمینان ہوا؟ میں نے کہا: خدا یا! مجھے عثمان کے لیے ایسا کام لے کہ تو راضی ہو جائے۔ (۵)

- ۱۔ تاریخ بغداد، (ج ۱۲، ص ۳۹۵)۔ ۱۰ رجب الکبیر، (جلد ۷، ص ۱۳۲)۔ نمبر ۲۰۹۔
- ۲۔ المحرح والتعديل، (ج ۷، ص ۸۵، نمبر ۳۸۳)۔ کتاب الحجر و مین، (ج ۲، ص ۲۰۶)۔ حمدیب الحمدیب، (ج ۸، ص ۲۶۲)۔
- ۳۔ تاریخ بغداد، (ج ۱۲، ص ۲۲۳)۔ حمدیب الکمال، (ج ۲۲، ص ۱۵۶)۔ نمبر ۱۳۷۔
- ۴۔ انساب بلاذری، (ج ۵، ص ۸۶)۔ کامل مبرد، (ج ۲، ص ۲۳۱)۔ مفتاح الصفا، (ج ۱، ص ۲۳۱)۔ استیعاب، (ج ۲، ص ۲۷)۔ اقسام ثلاث، ص ۱۰۷۳۔ نمبر ۸۷۸۔
- ۵۔ صفة الصفة، (ج ۱، ص ۱۱)۔ (ج ۱، ص ۳۰۳)۔ نمبر ۲۲۔ الصوان الحمراء، (ص ۶۶۔ ص ۱۱۱)۔ حمدیب الحمدیب، (ج ۷، ص ۱۳۲)۔ (ج ۷، ص ۱۷۸)۔ تاریخ الظفارة، (ص ۱۰۹)۔ (ص ۱۵۱)۔ تاریخ اقصیس، (ج ۲، ص ۲۵۸)۔
- ۶۔ الحجر و مین، (ج ۷، ص ۲۸)۔ مثل الاوطار، (ج ۲، ص ۳۵۳)۔ (ج ۲، ص ۲۹۳)۔ شذرات الذنب، (ج ۱، ص ۳۱)۔ (ج ۱، ص ۳۰۳)۔ حادث ۳۵۷۔

۷۔ احسن القصور، (ج ۳، ص ۱۶۳)۔ البدایۃ والنحویۃ، (ج ۷، ص ۱۸۲)۔

- ۸۔ المسدرک علی الحسنین، (ج ۳، ص ۱۰۳)۔ (ج ۳، ص ۱۱۱)۔ حدیث ۳۵۵۶۔ تاریخ ابن عساکر، (ج ۳، ص ۳۹۰)۔ نمبر ۳۵۰۔
- ۹۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، (ج ۱۲، ص ۲۵۲)۔ البدایۃ والنحویۃ، (ج ۷، ص ۱۹۲)۔ (ج ۷، ص ۲۱۶)۔ حادث ۳۵۷۔

علامہ امیمؒ فرماتے ہیں کہ: یہ روایت محمد بن یونس کدی ہی جیسے کذاب اور وضاع کی آفت ہے۔ (۱)
 ۱۹۔ طبقات بن سعد (۲) میں محمد بن عمر، عمرو بن عبد اللہ، محمد بن عبد اللہ وابن لبیسہ کی روایت ہے کہ
 محاصرہ کے درمیان عثمان نے مجرے کے جنگل سے سرناکال کر پوچھا: تم میں طلحہ ہیں؟ وہ سامنے آئے تو کہا:
 تمہیں خدا کی قسم ہے، بتاؤ کیا جانتے ہو کہ جب رسول خدا ﷺ نے موافقہ قائم کی درمیان مبارجین و
 انصار تو مجھے خود اپنا بھائی بنا�ا۔ طلحہ نے کہا: خدا گواہ ہے ہاں۔ طلحہ سے لوگوں نے اس بارے میں پوچھا تو
 کہا: کہ مجھے قسم دے کر پوچھا تو میں نے گواہی دے دی۔

اس روایت کے رجال سندهم و مدلیں کرتا تھا۔ محمد بن عبد اللہ اموی (۳) کے متعلق بخاری کہتے ہیں عجیب حدشیں بیان کرتا ہے۔ ابتدیہ کو محمد شیں ضعیف اور بے وقت کہتے ہیں۔ (۴)

اس محققہ خیز حدیث کو گڑھنے والا شاید جانتا ہی نہیں تھا کہ تمام محدثین متفق ہیں کہ مواخاہ میں رسول خدا ﷺ نے علیٰ کو اپنا بھائی بنایا تھا اور یہ بات قرآن کی آئی تطہیر (۵) اور آئی ولایت (۶) سے میل کھاتی ہے۔ وہ صوفی (۷) تھے، ایک شجرہ تھا، رسول نے فرمایا تھا: کہ علیٰ مجھ سے ہے اور میں علیٰ سے

۱-الضفدعاء والهر وكون، (ص ۳۵۱-نمبر ۲۸۶)۔ کتاب انجیر ومشن، (ج ۲، ج ۱۲)۔ اکالی فی ضفدعاء الرجال، (ج ۲، ج ۱۹۶-نمبر ۱۷۴)۔
تمذیب المحمدیب، ج ۹، ج ۵۳۹، (ج ۹، ج ۳۲۵)۔ ملایی المصووعة، (ج ۲، ج ۲۶۲-۲۰۲)۔ تاریخ اخلاقاء، ج ۱۱۔ (ص ۱۵۲)۔

۲-طبقات ابن سعد، ج ۳، ج ۲۷۶، (ج ۲، ج ۲۸)۔

٣- اثار في الكبير، (مجلد، ١، م، ١٣٩، نمبر ٢١)، تحدیب التحدیب، ج، ٩، م، ٢٦٨-٢٦٩. (ج، ٩، م، ٢٢٩).
 ٤- اثار في، (ج، ٣، م، ١٨٩، نمبر ٢٠)، بیزان الاعتدال، ج، ٣، م، ٨٩-٨١٨. (ج، ٣، م، ٦١٨، نمبر ٢٧)، تحدیب التحدیب
 ، ج، ٩، م، ٣٥١. (ج، ٩، م، ٢٦٨).

۵- شن ترمی، حج ۲۲ میں ۳۷۲۔ (حج ۵، میں ۵۹۵۔ حدیث ۳۷۲)۔ مصائب النساء، (حج ۳، میں ۳۷۱، حدیث ۳۷۹)۔ احمد رک علی الحججین، حج ۲۲ میں ۳۷۲، (حج ۳، میں ۳۷۲)۔ حدیث ۳۷۹ (TA9). استیحاب، حج ۲۲ میں ۳۷۶۔ (القسم الشاذ، میں ۱۰۹۸ نمبر ۱۸۵۵)۔ ریاض الحضرۃ، حج ۳، میں ۳۷۲، حدیث ۳۷۹۔

۶- ذخیرۃ الحقیقی، میں ۱۰۲۔ تفسیر ابن کثیر، حج ۲۲ میں ۱۔ در المکور، (حج ۳، میں ۱۰۰۵)۔ تفسیر طبری، (حج ۲۲ میں ۱۸۶، مجلد ۳، حج ۲۲، میں ۲۸۸)۔ احکام القرآن جاص، حج ۲۲ میں ۵۳۲۔ (حج ۲، میں ۳۷۶)۔ تفسیر قرطبی، (حج ۲، میں ۱۳۲)، معالم انزالیل، مطبوع بر جاہیز خازن، حج ۲، میں ۵۵۔ (حج ۲، میں ۱۳۳)۔ ریاض الحضرۃ، حج ۲، میں ۲۲۷۔ (حج ۲، میں ۱۸۲)۔

۷- ریاض الحضرۃ، حج ۲، میں ۱۶۳، (حج ۳، میں ۱۰۷)۔

ہوں۔ (۱) اس کے مقابل دجالوں نے گڑھ لیا ہے کہ ابو بکر رسول کے (۲) بھائی اور عثمان رسول کے بھائی تھے۔ (۳) کسی نے کہا کہ رسول نے علی و عثمان کے درمیان برادری قائم کی تھی۔ (۴) حالانکہ سیرت نگار جانتے ہیں کہ ابو بکر و عمر اور عثمان کو عبد الرحمن بن عوف کا مکہ میں بھائی بتایا تھا۔ (۵) اور مدینے کے مواخاة میں عثمان اور اوس بن ثابت کے درمیان برادری قائم کی تھی۔ (۶) اگر عثمان و طلحہ عشرہ مبشرہ کی فردا اور عادل صحابی ہوتے تو یہ جھوٹا ڈرامہ ہرگز نہ ہوتا۔ سب سے پہلے رسول ﷺ کا بھائی ہونے کا انکار عرب بن خطاب نے کیا تھا۔ جب علیؑ کو بیعت کے لیے کشان کشان لایا گیا، علیؑ نے فرمایا: اگر بیعت نہ کروں تو کیا کرو گے؟ کہا۔ قتل کر دوں گا۔ علیؑ نے فرمایا: میں بندہ خدا اور برادر رسول ہوں۔ عمر نے کہا: تمہیں بندہ خدا تو مانتا ہوں لیکن برادر رسول ﷺ نہیں مانتا۔ (۷)

۲۰۔ ابن عدی نے بطریق مصعب، عیسیٰ، واکل، ہبی اور وہ زبیر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: کسی قومی شیش کو آج کے بعد فکر بخودے کر قتل نہ کیا جائے سوائے قاتل عثمان کے۔ (۸)

۱۔ شیخ خواری کتاب المذاقب، ج ۵، ص ۲۱۹۔ (ج ۲۳، ص ۱۳۵۷، باب ۹)۔ مسند احمد، ج ۵، ص ۲۰۳، ۲۵۶۔ (ج ۱، ص ۲۶۵)۔ حدیث ۲۲۷۰، ص ۲۱۲، حدیث ۲۲۵۰۳۔ سنن ترمذی باب المذاقب، ج ۲، ص ۲۱۳۔ (ج ۵، ص ۵۹۳، حدیث ۳۷۱۶)۔ تاریخ بغداد، (ج ۳، ص ۱۳۰، نمبر ۱۸۲۲)۔

۲۔ الفضل، (ج ۳، ص ۱۳۷)۔

۳۔ ریاض الصفرۃ، ج ۱، ص ۱۱، (ج ۱، ص ۲۲)۔

۴۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۲، ص ۹۰، ۹۱، ۹۲، نمبر ۳۳۹۸۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، (ج ۱۲، ص ۵۷)۔ اسد الغائب، ج ۲، ص ۲۲۱۔ (ج ۲، ص ۲۷، نمبر ۱۸۲۲)۔ عیون الاشر، ج ۱، ص ۱۹۹۔ (ج ۱، ص ۲۶۳)۔ ریاض الصفرۃ، ج ۱، ص ۱۵۔ (ج ۱، ص ۲۷)۔ (ج ۱، ص ۲۲)۔ (ج ۱، ص ۲۷)۔

۵۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۲، ص ۹۰، (ج ۲۳۵، ص ۲۵۲، نمبر ۳۹۱)۔ ریاض الصفرۃ، ج ۱، ص ۱۵۔ (ج ۱، ص ۲۲)۔ (ج ۱، ص ۱۲۸)۔ (ج ۱، ص ۱۲۷)۔

۶۔ سیرہ ابن ہشام، ج ۵، ص ۱۲۵۔ (ج ۲، ص ۱۵)۔ البدالیہ والصحابیہ، ج ۲۳، ص ۲۲۷۔ (ج ۲۳، ص ۲۷۸، حدیث اچھو)۔ عیون الاشر، ج ۱، ص ۲۰۔ (ج ۱، ص ۲۶)۔ ریاض الصفرۃ، ج ۱، ص ۱۶۔ (ج ۱، ص ۲۳)۔

۷۔ الامامة والسياسة، ج ۱، ص ۱۳، (ج ۱، ص ۲۰)۔ کیف کانت بیعة علی ابن ابی طالب۔

۸۔ اکال فی ضعفاء الرجال، (ج ۲، ص ۳۶۵۔ نمبر ۱۸۲۶)۔

اگر کسی کو قتل کرنا ہی ہے تو یوں ذنبح کرو جیسے بکری ذنبح کرتے ہو۔ اس روایت میں مصعب (۱) مکر الحدیث ہے، دوسرے محمد شین نے اسے ملسا اور واقعی کہا ہے اور عیسیٰ اور ہبھی مجھول اور مضطرب الحدیث ہیں۔

۲۱۔ حبید ابو فیض (۲) میں ہے کہ ابو موسیٰ اشعری نے بیان کیا کہ میں رسول خدا ﷺ کے ساتھ مرز عد میں تھا، اتنے میں ایک شخص نے اندر آنے کی اجازت طلب کی۔ رسول خدا ﷺ نے فرمایا: اس کے لیے دروازہ کھول دو، اس پر جو مصیبت آنے والی ہے اس سلسلہ میں جنت کی بشارت دے دو۔ ناگاہ میں نے دیکھا تو وہ عثمان تھے۔ میں نے بشارت رسول کی خبر دی تو کہا: خدا مد و گار ہے۔

ابونعیم نے اس جعلی روایت کو لکھتے تو دیا یہیں حامد بن آدم پر نظر نہ کی۔ جو ہر جھوٹ اور جعل کو مہارت سے پیش کرتا ہے۔ (۳) ابن معین کہتے ہیں کہ میں نے اپنے استاد سے کہا: میرے پاس حامد بن آدم کی حدیث ہے تو انہوں نے فرمایا: وہ پہا جھوٹا ہے خدا اس پر لعنت کرے۔ (۴) پھر یہ کہ اگر عثمان مژده بہشت سے سرفراز تھے تو کے میں دفن ہونے سے مدد ہونے کا خطرہ ظاہر نہ کرتے۔

۲۲۔ ایک معجمکہ خیز روایت خطیب (۵) بغدادی نے جابر سے نقل کی ہے کہ جب بھی رسول خدا منبر پر جاتے تو فرماتے تھے: عثمان کا ملک کا ناجت ہے۔

ذھنی (۶) کہتے کہ یہ روایت نادرست ہے، حیرت ہے کہ خطیب بغدادی ایکی پھر روایت نقل کر کے کوئی تبرہ نہیں کرتے۔ یہ لوگ جیسے دین و دول دے بیٹھے ہیں، اس کی طرف سے پاگل ہو گئے

۱۔ میزان الاعتدال، ج ۳، م ۲۷۱، (ج ۳، م ۱۱۹، نمبر ۸۵۶۱)۔ کتاب الثقات، (ج ۹، م ۱۷۵)۔ لسان المیزان، ج ۲، م ۱۱۵۔ (ج ۲، م ۱۵، نمبر ۸۳۰۳)۔

۲۔ خطیب الاولیاء، (ج ۱، م ۵۷)۔

۳۔ اکامل فی ضعفاء الرجال، (ج ۲، م ۳۶۱، نمبر ۱۶۹)۔

۴۔ میزان الاعتدال، ج ۱، م ۲۰۸، (ج ۱، م ۳۲۷، نمبر ۱۶۷)۔ لسان المیزان، ج ۲، م ۱۶۳۔ (ج ۲، م ۲۰۶، نمبر ۲۲۲۲)۔

۵۔ خطیب بغدادی، (ج ۸، م ۱۵۷)۔

۶۔ میزان الاعتدال، ج ۱، م ۲۸۱، (ج ۱، م ۵۹۹، نمبر ۲۲۶۸)۔ لسان المیزان، ج ۲، م ۲۵۲۔ (ج ۲، م ۳۲۹، نمبر ۲۹۵۰)۔

ہیں۔ اگر یہ روایت صحیح ہو تو ماننا پڑے گا کہ عثمان کا بھی ہونا اہم ترین شرعی مطلب ہے۔ کیونکہ رسول خدا نے اصول و عقیدہ نیزاہم ترین احکام شرعی کے لیے بھی اس قدر تکرار کا انتظام نہیں فرمایا۔ حتیٰ کہ نماز کے متعلق بھی جو ستون دین ہے۔ کاش! ہمیں معلوم ہو سکتا کہ عثمان کا جتنی ہونا اصول دین میں ہے یا پھر ایسا شرعی میں کہ رسول اُس قدر تکرار میں مبالغہ فرمائے ہیں۔ پھر یہ کہ اگر رسول ﷺ نے تکرار فرمایا تو لازم تھا کہ تمام صحابہ نے اس بات کو سنا اور یاد رکھا ہو گا، اس طرح یہ روایت متواتر ہوتی۔ پھر جا برا یا کسی صحابی کی طرف نسبت دینے کی بھی احتجاج نہ ہوتی، صحابائے کرام ہجوم کر کے انھیں قتل نہ کرتے۔

۲۳۔ تاریخ ابن کثیر (۱) میں اسماعیل بن عبد الملک، عبد اللہ بن ابی ملیک، عائشہؓ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول خدا ﷺ کو بھی ہاتھ اختاتے اس طرح نہیں دیکھا کہ زیر بغل نمایاں ہو جائے سوائے ان موقعوں کے جب عثمان کے لیے دعا کرتے تھے۔

ابن کثیر نے دوسرے مکمل راویوں کو حذف کر دیا ہے، صرف اسماعیل بن عبد الملک کا نام لیا ہے، جس کے متعلق ابن عمار و ابو داؤد کہتے ہیں کہ وہ ضعیف تھا۔ دوسرے محدثین کہتے ہیں کہ وہ قوی نہیں تھا، روایتیں خلط ملنٹ کر دیتی تھا۔ (۲)

بسمیں نہیں آتا کہ عائشہؓ نے یہ روایت تکفیر عثمان سے پہلے کی تھی یا بعد میں۔ ممکن ہے پہلے روایت کی ہو پھر بھول گئی ہوں، جس طرح دوسرے احوال رسول ﷺ بھول گئی تھیں۔ مثلاً حواب کے کتوں کی بات۔ کچھ بھی ہو عدول صحابہ پر اس روایت کا کوئی اثر نہیں ہوا۔ البتہ عائشہؓ نے رسول کی وصیتیں خاص طور سے جعلی کے متعلق تھیں قطعی فراموش کر دی تھیں۔ علیؓ سے اس قدر نفرت تھی کہ حدیث محرر میں ہے کہ علیؓ کا ذکر خیر عائشہؓ کو بھلانہیں معلوم ہوتا تھا بلکہ وہ ذکر خیر کرنی نہیں سکتی تھیں (۳) مندادہ (۴)

۱۔ البدایہ والحدایہ، (ج ۷، ص ۲۲۸ - حادث، ۳۵۷)۔

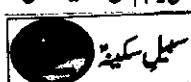
۲۔ تاریخ، (ج ۶، ص ۳۰۳ - نمبر ۱۲۲)۔ کتاب الفتناء والخر وکین، (ص ۳۹، نمبر ۳۵)۔ الجرج والتعديل، (ج ۲، ص ۱۸۶ - نمبر ۲۲۹)۔ کتاب الجرج وکین، (ج ۱، ص ۱۲۱)۔ تحدیب الحمدیب، (ج ۱، ص ۳۱۶)۔ (ج ۱، ص ۲۶)۔

۳۔ تاریخ الباری، (ج ۲، ص ۱۲۲)۔ (ج ۲، ص ۱۵۶)۔

۴۔ مندادہ، (ج ۲، ص ۲۲۸)۔ (ج ۷، ص ۳۲۶)۔ (حدیث، ۲۵۳۸۶)۔

میں حدیث صحیح ہے کہ عائشہ نے وقت رسول ﷺ کے وقت بیت میونہ سے رسول ﷺ کے نکلنے کی کیفیت بیان کی کہ ایک ہاتھ فضل بن عباس کے کامنے پر تھا اور دوسرا ایک شخص کے اوپر فضل نے امن عباس سے یہ روایت بیان کی تو ابن عباس نے کہا کہ جانتے ہو وہ علیٰ تھے، جن کا عائشہ کو نام لینا بھی گوارہ نہیں۔ صحیح بخاری (۱) میں بھی یہ روایت ہے لیکن ابن عباس کی بات انہوں نے اڑادی ہے۔

عائشہ کو یہ بھی بڑا اچھا معلوم ہوتا تھا کہ علیٰ کی نعمت کی جائے۔ مسند احمد میں صحیح و ثقہ روایت ہے کہ ایک شخص نے عائشہ کے پاس علیٰ و عمار کے نعمت کرنی شروع کر دی۔ عائشہ نے کہا: میں علیٰ کے لیے تو تمہیں کچھ بکھر کہوں گی لیکن عمار کے متعلق حدیث رسول ﷺ ہے کہ عمار و چیزوں میں سے اسی کو اختیار کرتے ہیں جو زیادہ دین سے نزدیک تر ہو۔ امام المومنین کو علیٰ کے متعلق ایک بھی حدیث رسول یا دو نہیں آئی نہ آیات قرآنی۔ جب کہ اچھی طرح جانتی تھیں کہ علیٰ کو عمار پر برتری حاصل ہے۔ خذینہ کہتے تھے کہ بخدا علیٰ کو عمار پر وہی برتری حاصل ہے جو آسان کو زمین پر۔ (۲) وہ تو حسان کی بدگوئی پر بھی چراغ پا ہو جاتی تھیں کہ حسان نے اشعار سے رسول ﷺ کی حمایت کی ہے۔ (۳) لیکن کیا علیٰ نے تکوار سے حمایت رسول ﷺ نہیں کی ہے؟



یہ عائشہ وہی ہیں کہ جیسے ہی سن اکہ بیعت علیٰ ہو گئی تو بولیں "کاش آسان پخت پڑتا"۔

عائشہ اچھی طرح جانتی تھیں کہ قتل عثمان آسان تر ہے پر نسبت ان کے گھر سے نکلنے کے۔ جاریہ بن قدامہ صحابی نے ان سے کہا تھا: امام المومنین! قتل عثمان اس سے کہیں آسان تر ہے کہ آپ گھر سے نکل پڑی ہیں، آپ نے پر وہ عصمت دریبدہ کیا، آپ گھر میں واپس جائیے۔ (۴)

اگر عثمان کے لیے ثبات حق اور اتباع کتاب و سنت کی رسول ﷺ نے دعا کی تھی تو آخر رسول

۱۔ صحیح بخاری، (ج ۱، م ۲۳۷، حدیث ۶۳۳)۔

۲۔ مسند احمد، ج ۶، م ۱۱۳۔ (ج ۷، م ۱۶۳۔ حدیث ۲۲۲۹۹)۔

۳۔ کنز العمال، ج ۷، م ۲۳، (ج ۱۳، م ۵۳۲، حدیث ۲۷۲۸۵)۔

۴۔ تاریخ طبری، ج ۵، م ۶۲۷، (ج ۲، م ۳۵۶۔ حدیث ۲۳۷)۔ تاریخ کابل، ج ۳، م ۹۰۔ (ج ۲، م ۳۱۸۔ حدیث ۲۳۷)۔

کی دعا مسحاب کیوں نہ ہوئی انہوں نے اس قدر شریعت کی چھتھاڑی مچائی کہ صحابائے کرام متفق طور سے مخالفت پر آنادہ ہو گئے اور قتل کرڈالا۔ کیا تو بکی دعا کی تھی۔ پھر تو بکی توفیق کیوں نہ ہوئی؟ ان احتمالات سے قطع نظر اب ذرا دعا کے مفرود خل پر غور کجئے۔ یہاں دو سوال اٹھتے ہیں۔ ایک موجب دعا، دوسرا شرعاً، جو اس میں انجام پذیر ہوئے۔ اول کے لیے سوچئے کہ آخر کس وجہ سے رسول نے عثمان کے حق میں دعا کی؟ کیا گذشتہ عمل کے لیے یا آئندہ عمل کے لیے؟ آئندہ میں تو دیکھا کہ ان کی وجہ سے اسلام ایک عظیم مصیبت سے دو چار ہوا، گذشتہ کے لیے، اس میں بھی اچھا مفترد یکھنے کو نہیں ملتا، جنگ بدر میں شریک نہیں ہوئے۔ ابن عوف نے انھیں طعنہ دیا کہ جنگ بدر میں شریک نہیں ہوئے تھے، جس کی صفائی میں ولید شرابخوار نے کہا کہ اپنی زوجہ رقیہ کی تیمارداری کی وجہ سے شرکت نہیں کی۔ (۱) جنگ احمد سے فراری نظر آرہے ہیں کہ قرآن نے فراریوں کی ندامت کی۔ (۲) ام کلثوم کی شب وفات وہ پاپ کیا کہ رسول ﷺ نے دفن کے وقت ان کی تحقیر و توہین کی۔ (۳) عبد اللہ بن ابی سرح طریور رسول ﷺ کو پناہ دی۔ (۴) طریور رسول حکم و مردان کو بلا کردا ماد بنا لیا۔ انہوں نے کہیں سے کوئی پسندیدہ عمل نہیں دکھایا۔ ن محبت رسول ﷺ

- ۱۔ مسند احمد، ج ۱، م ۶۸۵۔ (ج ۱، م ۱۰۹۔ حدیث ۳۹۲۔ م ۱۲۰۔ حدیث ۵۵۷۔ م ۹۷۔ ج ۲، م ۹۷۔ (ج ۲، م ۲۲) البدریۃ والتحلیۃ، ج ۲، م ۲۰۶۔ (ج ۲، م ۲۲۱، حدیث ۲۵۶)۔
- ۲۔ مسند احمد، ج ۱، م ۵۸۔ (ج ۱، م ۱۰۹۔ حدیث ۳۹۲)۔ تفسیر قرطبی، ج ۲، م ۳۳۵۔ (ج ۲، م ۱۵۱)۔ تفسیر ابن کثیر، ج ۱، م ۳۱۹۔ ریاض الصغری، ج ۲، م ۹۷۔ (ج ۲، م ۲۲)۔ تفسیر فازان، (ج ۱، م ۲۰۷۔ ج ۱، م ۲۹۵)۔ الحجۃ الکبیر، (ج ۱، م ۸۸، حدیث ۱۳۵)۔
- ۳۔ صحیح بخاری باب بیعت بـ ابی هبـ کامـ مـ بـ، ج ۲، م ۳۲۵۔ (ج ۱، م ۳۳۲۔ حدیث ۱۲۲۵۔ م ۳۵۰، حدیث ۲۷۷)۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، م ۳۱۔ (ج ۸، م ۲۸)۔ مسند احمد، ج ۳، م ۱۲۶۔ (ج ۲، م ۲۲۹۔ ۲۲۸)۔ (ج ۲، م ۹۵، حدیث ۱۸۲۲)۔ ریاض الصغری، ج ۲، م ۱۰۷۔ حدیث ۱۲۹۷۔ م ۱۰۶۔ (ج ۲، م ۷۷۔ حدیث ۱۲۹۸۵۔ م ۱۷۷)۔ (ج ۱، م ۱۰۶)۔
- ۴۔ الروض الانف، ج ۲، م ۱۰۵۔ (ج ۱، م ۳۹۸۔ حدیث ۳۶۲)۔ تاریخ طبری، (ج ۱، م ۳۹۸، حدیث ۹۶)۔
- ۵۔ سنہ ابی داؤد، ج ۲، م ۲۲۰۔ (ج ۲، م ۱۱۸، حدیث ۲۳۵۹)۔ انساب بلاذری، ج ۵، م ۵۹، المسند رک علی الحسنین، ج ۲، م ۱۰۰، (ج ۳، م ۱۰۰)، استیغاب، ج ۱، م ۲۸۱۔ (القسم الثالث، م ۹۱۸، نمبر ۱۵۵۳)۔ تفسیر قرطبی، ج ۲، م ۹۰، (ج ۲، م ۲۸)۔ اسرالاختابة، ج ۲، م ۲۷۳۔ (ج ۲، م ۲۵۹، نمبر ۹۲۲)۔ الاصابۃ، (ج ۲، م ۲۷۱، نمبر ۱۱۱)۔ تفسیر التقدیر، ج ۲، م ۱۳۳، (ج ۲، م ۱۰۳)۔

میں عمل کیا کہ رسول ﷺ دعائے خیر کرتے۔ کچھ لوگ جیش العسرہ میں عثمان کے انفاق کا ذہول پینٹے ہیں لیکن وہ بھی لچر اور ضعیف روایات کا پلندہ ہے۔ اور سائبیر کی تفصیل میں اختلاف بھی ہے۔ دوسروں نے بھی دل کھول کر خرچ کیا تھا پھر عثمان ہی کے لیے دعائے رسول ﷺ کیوں؟

۲۲۔ حبیب ابو قیم (۱) میں ہے کہ:

حبیب کاتب مالک، نافع، ابن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جیش العسرہ کی تیاری کا حکم دیا تو عثمان نے ایک ہزار دینار آغوش رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں اودھیل دئے۔ آپ نے دعا کی: خدا یا! عثمان کو فراموش نہ کرنا، اب آج کے بعد عثمان جو بھی عمل کریں کوئی گناہ نہیں۔

کیا ابو قیم جیسے حافظ سے یہ بات پو شیدہ تھی کہ حبیب کاتب مالک کو محدثین و ائمہ نے پکا جھوٹا، ضعیف اور حدیثیں گڑھنے والا کہا ہے۔ (۲) احمد (۳) نے ضرہ بن ربیعہ کے توسط سے اس کی روایت کی ہے مگر ضرہ بن ربیعہ کی تصعیف ہوئی ہے۔ (۴)

۲۵۔ مسند احمد (۵) میں ہے کہ محمد بن ابی بکر مقدادی، محمد بن عبد اللہ النصاری، ہلال بن حق، سعید جریری، (سبھی بصری) کہ شمار قشیری نے کہا کہ حصار کے دن میں عثمان گھر میں تھا۔ وہ کوٹھے سے چلائے! طلحة وزیر کو بلا وجہ بخاوت پر کمر بستہ ہیں۔ وہ آئے تو تم دے کر پوچھا: کیا تم جانتے ہو کہ جب رسول

۱۔ حلیہ الاولیاء ح ایں ۵۹۔

۲۔ المعلل و معزز الرجال، (ح ۲، م ۵۵، نمبر ۱۵۲۸)۔ الجرج والتعديل، (ح ۲، م ۱۰۰، نمبر ۳۶۶)۔ کتاب الفتح عاص ولآخر دیکیں، (ص ۹۰، نمبر ۱۲۳)۔ کتاب الحجر و مسن، (ح ۱، م ۲۶۵)۔ میران الاعتدال، (ح ۱، م ۲۱، ن ۱، م ۳۵۲، نمبر ۱۲۹۳)۔ تذكرة الموضوعات مقدادی، م ۹۰۔ (ص ۶۳)۔ مجمع الروابط، ح ۹۷، تحدیب التحذیب، ح ۱، م ۱۸۱، (ح ۲، م ۱۵۸)، الملاعی المصنوعۃ، ح ۱، م ۸، ص ۶۳۔ (ح ۱، م ۳۳۳، بح ۲، م ۳۹۹)، ملخصۃ الکمال، م ۲۰، (ح ۱، م ۱۹۲، نمبر ۱۲۰)۔ اسما الطالب، م ۲۱۔

۳۔ مسند احمد، (ح ۶، م ۵۵، حدیث ۷۰۱۰)۔

۴۔ سنن ترمذی، (ح ۵، م ۵۸۵، حدیث ۳۷۰۱)۔ تحدیب التحذیب، (ح ۳، م ۲۱، ح ۳، م ۲۰۲-۲۰۳)۔

۵۔ مسند احمد، ح ۱، م ۲۷، (ح ۱، م ۱۲۰، حدیث ۵۵۶)۔

منیئے آئے تو مسجد کے لیے فرمایا کہ کون اپنے مال خاص سے خرید کر دے گا اور جنت میں گھر بنائے گا۔ میں نے خرید کر اسے مسلمانوں کو وقف کیا۔ کیا اب تم وہاں مجھے دور رکعت نماز بھی ادا کرنے کی اجازت نہ دو گے؟ رسول ﷺ مدینہ آئے تو صرف چاہ ”رومہ“ ہی تھا۔ رسول ﷺ نے فرمایا: کون ہے جو اپنے مال خاص سے یہ کتوں خرید کر مسلمانوں کو وقف کرے اور صلی میں جنت پائے؟۔ میں نے اسے خریدا، کیا وہاں سے بھی پانی پینے نہ دو گے؟ پھر کہا: میں نے جیش العسرہ کا انتظام کیا تھا۔ دونوں نے کہا: خدا گواہ ہے ہاں۔

اس روایت کو انساب بلاذری (۱) اور سنن بیہقی (۲) میں بھی اختلاف الفاظ کے ساتھ نقل کیا گیا

۔۔۔

سندر روایت میں محمد بن عبد اللہ انصاری کو عقلی وغیرہ مسکن الحدیث اور ابن طاہر کذاب کہتے ہیں۔ (۳)

سعید اگر چہ ثقہ ہیں لیکن اخلاق حواس کا شکار و ہو گئے تھے۔ (۴) تھی کونساں اور بن معین وغیرہ

مہمل سمجھتے ہیں۔ (۵)

اگر غور کیجئے تو اس سے عثمانیوں کو شرمندگی ہی ہو گی۔ دونوں عشرہ مبشرہ کی فرد کو قسم دی گئی۔ لیکن مخالفت سے بازنہ آئے۔ کیا اس کے بعد یہ دونوں عادل رہ جاتے ہیں؟ لیکن یہ دونوں سمجھتے تھے کہ انہوں نے احکام خدا کو بدل دیا ہے، اس لیے بہر حال واجب القتل ہیں۔

۲۶۔ سیف بن عمر سے مردی ہے کہ عثمان نے علی، طلحہ و زیبر کو بلا کر قسم دی اور چاہ رومہ کی تصدیق

۱۔ انساب بلاذری، ج ۵، ص ۵، ۶۔ (ج ۶، ص ۱۰۶)۔

۲۔ سنن بیہقی، ج ۲، ص ۱۲۸۔

۳۔ الفضفاء الکبیر، (ج ۲، ص ۱۰۳، نمبر ۱۴۲۰)۔ کتاب الحجر و میمن، (ج ۲، ص ۲۶۶)، تحدیث الحمدیب، (ج ۹، ص ۲۵۶، ج ۹، ص ۲۲۸)۔

۴۔ الحجر والتعديل، (ج ۲، ص ۱۰۳، نمبر)۔ التاریخ، (ج ۲، ص ۱۳۶، نمبر ۲۲۲۳)، اکالی فی ضعفاء، الرجال، (ج ۳، ص ۳۹۲)۔

۵۔ الحجر والتعديل، (ج ۹، ص ۱۳۹، نمبر ۵۸۸)۔

چاہی تو تینوں نے تقدیق کی۔ (۱) لیکن محدثین نے کہا ہے کہ سیف بن عمر ضعیف، متروک، ساقط، وضاءع اور منکر الحدیث ہے۔ (۲)

۲۷۔ اسد بن موسی نے قادہ بصری سے روایت کی ہے کہ عثمان نے جیش العسرہ میں ہزار اونٹ اور سرتگھوڑے دئے تھے۔ (۳) اول توبہ روایت مرسل ہے، پھر اس میں اسد بن موسی کو ابن حزم وغیرہ ضعیف کہتے ہیں۔ (۴)

۲۸۔ ابوالیسی نے لکھا ہے کہ عثمان نے جیشا لصرہ میں سات سو طلاقی اوقیہ دیا تھا۔ ابن ججر اس روایت کو ضعیف کہتے ہیں۔ (۵)

۲۹۔ ابن عدی (۶) نے حدیفہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے عثمان کے پاس کسی جنگ میں مدد کے لیے آدمی بھیجا تو عثمان نے دس ہزار دینار دئے۔ رسول خدا ﷺ اس کو ہاتھ میں لے کر اچھائے لگے اور دعا کی: اے عثمان! اخدا تمہارے گناہوں کو بچنے خواہ علائی کرو یا چھپا کر قیامت تک، عثمان کو اس کے بعد کسی عمل کی پرواہ نہ کرنا چاہیے۔

ابن ججر (۷) اس کی سند کو ضعیف ترین قرار دیتے ہیں۔ ابن کثیر (۸) کی روایت میں محمد بن قاسم

۱۔ فتح الباری، ج ۵، ص ۳۱۳، (ج ۵، ص ۳۰۸)، (ج ۵، ص ۳۱۲)، (ج ۵، ص ۳۰۸)۔

۲۔ کتاب الحجر و حسن، (ج ۱، ص ۳۲۵)، الکامل فی ضعفاء، الرجال، (ج ۲، ص ۳۲۵، نمبر ۸۵۱)۔ الفضعاء والحر کون، (ص ۲۲۲، نمبر ۲۸۳)۔ التاریخ، (ج ۳، ص ۳۶۰، نمبر ۲۲۶۲)۔ الجرح والتمذیل، (ج ۳، ص ۲۸۸، نمبر ۱۱۹۸)۔ کتاب الفضعاء والحر کون، (ص ۱۲۳، نمبر ۲۷۱)، میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۳۲۸، (ج ۲، ص ۲۵۵، نمبر ۳۶۲۷)۔ تحدیب التحذیب، ج ۳، ص ۲۹۵، (ج ۳، ص ۲۵۹)، الملایی المصنوعة، (ج ۱، ص ۱۵۷، ۱۹۹۰، نمبر ۳۲۹)، (ج ۱، ص ۱۵۷، ۱۹۹۰، نمبر ۳۲۹)۔

۳۔ فتح الباری، ج ۵، ص ۳۱۵، (ج ۵، ص ۳۰۸)۔

۴۔ میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۹۷، ۹۰، (ج ۱، ص ۲۰۵، نمبر ۸۱۵)۔ تحدیب التحذیب، ج ۱، ص ۲۰۰، (ج ۱، ص ۲۲۸)۔

۵۔ فتح الباری، ج ۵، ص ۳۱۵، (ج ۵، ص ۳۰۸)۔

۶۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج ۱، ص ۳۳۰، نمبر ۱۲۹)۔

۷۔ فتح الباری، ج ۵، ص ۳۱۵، (ج ۷، ص ۳۲۳)۔ ج ۵، ص ۳۰۸، (ج ۷، ص ۵۲)۔ شرح المواصب زرقانی، (ج ۳، ص ۲۵)۔

۸۔ البدریۃ والتحمیۃ، ج ۷، ص ۲۱۲۔

عثمانی ہے۔ نسائی و احمد نے اس کی تکذیب کی ہے۔ ترمذی نے اسے ضعیف کہا ہے۔ دوسرے جلیل القدر محمد بن عبید مذمت کرتے ہیں۔ (۱)

اس روایت سے گناہوں پر جسارت کا ذوق بڑھتا ہے۔ اگرچہ صحیح ہے کہ نیکیاں برائیوں کو ختم کر دیتی ہیں لیکن حقوق الاناس و گناہان کبیرہ کو ختم نہیں کرتیں۔ بعض عمل تو انسان کو کافر بنا دیتے ہیں، بھلا قیامت تک کی چھوٹ کیسے مل سکتی ہے۔ بعض صحابہ کی مغفرت کا اعلان ہوا پھر وہ مرد ہو گئے۔

صحابہ نے عثمان کی مغفرت کا اعلان نہ لیکن انھیں قتل کرنے سے باز نہ آئے۔ ظاہر ہے کہ یہ روایت قتل عثمان کے دن تک وجود پذیر نہیں ہوئی تھی۔ بعد میں پیدا ہوئی۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ عثمان کے کردار کو دیکھتے ہوئے یہ روایت صحیح معلوم ہوتی ہے کیونکہ انہوں نے اپنی زندگی میں کبھی نتانگ کی پرواہ نہیں کی اور چھوٹ کے گناہ کئے۔

۳۰۔ مسند احمد (۲) میں قیس بصری کا بیان ہے کہ حج کے ارادے سے راہ میں معلوم ہوا کہ مدینے والے مسجد میں جمع ہیں۔ میں اپنے ساتھی کے ساتھ گیا تو دیکھا کہ کچھ لوگوں کو تمام عوام گھیرے ہوئے ہیں وہاں علی، طلحہ، زبیر اور سعد تھے۔ اتنے میں عثمان نے آکر ان لوگوں کو قسم دے کر چاہ رومنہ، تعمیر مسجد اور جیش عربہ کی تیاری کے فضائل کا اقرار کرایا، جب یہ لوگ اقرار کر چکے تو عثمان نے تمیں بار کہا: خدا یا! گواہ رہنا۔ (۳)

یہ بصرہ والے، عورت کے فوجی سمجھتے ہیں کہ بصرہ کے صلحاء جو عثمان کے خلاف صفائی را تھے ان گزر ہوئے افسانوں کے ذریعے انھیں ہم خیال بنائے عثمان کے داغدار دامن کو دھوڈیں گے۔ لیکن

۱۔ کتاب الفضفاء، والخر وکین، (ص ۲۲، نمبر ۵۷۲)۔ الجرج و التحدیل، (حج ۸، ص ۶۵، نمبر ۲۹۵)۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، (حج ۲، ص ۲۵۰، نمبر ۲۷۱)۔ الفضفاء والخر وکون، (ص ۳۲۸، نمبر ۲۷۸)۔ التاریخ الکبیر، (محلہ، ۱، ص ۲۱۳، نمبر ۲۷۲)۔ العلل و معرفۃ الرجال، (حج ۲، ص ۹۰، نمبر ۱۸۹۹)۔ کتاب الجرج و مکین، (حج ۲، ص ۷۸)۔ میرزان الاعتدال، ح ۲، ص ۱۲۲، (حج ۲، ص ۱۱، نمبر ۸۰۶۶)۔ تحدیب التحدیب، ح ۹، ص ۳۰۷، (حج ۹، ص ۳۶۱)۔

۲۔ مسند احمد، ح ۱، ص ۹۰، نمبر ۷۔ (حج ۱، ص ۱۱۲، حدیث ۵۱۳)۔

۳۔ سنن بیہقی، ح ۶، ص ۷۶، نمبر ۱۶۷۔

عجیب بات ہے کہ ان فضائل کوں کر بھی وہ حضرات مخالفت پر آخوند تک ڈالنے رہے، ان کی تحریر و تذلیل کر کے قتل کیا پھر لاش کے ساتھ تو ہیں کے بعد یہودیوں کے قبرستان میں دفن کرادیا۔ متذکرہ فضائل اگر صحیح ہیں تو عثمان کے لیے اس وقت مفید ہوتے جب وہ قرآن و سنت کی خلاف ورزی نہ کرتے، حکومت اسلامی میں بعد عنوان کا رواج نہ دیتے۔ فضائل کسی کے حقوق ذاتی نہیں ہوتے، جب تک کردار اچھا ہے فضائل اس کے ساتھ ہیں۔ اسی لیے صحابہ نے عثمان کی باتوں پر کوئی وصیان نہ دیا۔

۳۱۔ سنن بیہقی (۱) میں ابو اسحاق سیمی سے مردی ہے کہ محاصرہ کے دنوں میں عثمان نے لوگوں سے شتم دے کر پوچھا: کیا رسول خدا مُتَّهِیْلَتَه نے کوہ حراء سے نہیں کہا تھا کہ شہر جا تھوڑا ایک نبی، صد این اور شہید ہے، پھر غزوہ عشرۃ کی تیاری، چاہ رومن کی خرید اور دوسرا فضائل کا مناشرہ کیا۔

اس میں ابو اسحاق سیمی جیسا کذاب اور ملس روایت (۲) کو ضعیف بتانے کے لیے کافی ہے۔

۳۲۔ بلاذری (۳) نے مدائی سے عباد بن راشد بصری، حسن بصری سے روایت کی ہے کہ رسول خدا مُتَّهِیْلَتَه نے پوچھا: کون جیش العسرۃ کی شفاعت کے بدلتے تیاری کرائے گا؟ عثمان آمادہ ہوئے اور ستر ہزار دینار سے فوج کی تیاری کرادی۔

اس فوج کی تیاری حسن بصری نے وفات رسول کے کئی سال بعد کرائی تھی۔ کیونکہ وہ عمر کی خلافت کے آخری دو سالوں میں بیدار ہوئے تھے۔ رسول عثمان کا مکالمہ انھوں نے ماں کے پیٹ میں سناتھا۔

اس لیے راویوں کا نام درمیان میں نہیں لائے ہیں۔ عباد بن راشد کو ابن محبیں ضعیف کہتے ہیں۔ (۴)

۳۳۔ حلیہ ابو قیم (۵) میں ہے ابو ہریرہ کی روایت ہے کہ عثمان نے دوبار جنت خریدی چاہ رومن

۱۔ سنن بیہقی، ج ۲، ص ۱۶۷۔

۲۔ الفتاویٰ، (ج ۵، ص ۱۷۶)۔ حمدیب التحدیب، ج ۸، ص ۲۶۔ (ج ۸، ص ۵۹)۔ میزان الاعتدال، (ج ۲، ص ۲۰، نمبر ۶۳۹۲)۔

۳۔ انساب بلاذری، (ج ۵، ص ۱۰)۔ (ج ۲، ص ۱۱۲)۔

۴۔ التاریخ، (ج ۲، ص ۳۳۶۹)۔ التاریخ الکبیر، (جلد ۲، ص ۳۶۔ نمبر ۱۶۰۸)۔ کتاب الفضفاء والمحکیین، (ص ۲۷۱۔ نمبر ۳۳)۔

۵۔ کتاب الحجر و محبیں، (ج ۲، ص ۱۱۲)۔ حمدیب التحدیب، ج ۵، ص ۹۲۔ (ج ۵، ص ۸۰)۔

۶۔ حلیہ الاولیاء، ج ۱، ص ۵۸۔

کے وقت اور جیش عسرا کی تیاری کے وقت۔ اس روایت کے دونوں راوی بکر (۱) اور عیسیٰ (۲) ضعیف اور ہمیں ہیں، بالفرض اگر انہوں نے جنت خریدی ہوتی تو مہاجرین و انصار ان کا خون نہ بھاتے۔ خود انھیں ملکہ ملکہ ہونے کا اندیشہ نہ ہوتا۔

۳۲۔ مند احمد (۳) اور حیله ابو قیم (۴) میں فاروق اہن خطابی نے عبدالرحمن بن خباب سلمی بصری سے روایت کی ہے کہ رسول خدا ﷺ نے جیش العسرہ میں مدد کی اجیل کی تو عثمان نے ایک سواونٹ دئے دوبارہ اجیل کی تو ایک سوانٹ پالان کے ساتھ دئے۔ رسول ﷺ نے فرمایا: عثمان آج کے بعد جو کریں تمام اعمال میں لکھانے جائے گا۔

یہ بصری صحابی گنام ہیں، راویوں نے ان کی کوئی روایت نقل نہیں کی ہے صرف یہی ایک حدیث ہے۔ (۵) پھر فرقہ بن ابی طلحہ گنام ہے۔ (۶) حجاج بن نصیر کو ابن مسین و نسائی ضعیف کہتے ہیں۔ دوسرے محدثین نے بھی مذمت کی ہے۔ (۷)

۱۔ الجرح والتعديل، (ج ۳، ص ۹۰، نمبر ۳۱۸)۔ التاریخ، (ج ۲، ص ۲۰۹، نمبر ۳۹۹)۔ کتاب الفضعاء والمتر وکین، (ص ۶۵، نمبر ۸۹)۔

۲۔ الجرح والتعديل، (ج ۲، ص ۳۸۳، نمبر ۱۳۹۲)۔ الفضعاء الکبیر، (ج ۱، ص ۱۵۲، نمبر ۱۹۰)۔ میزان الاعتدال، (ج ۱، ص ۱۶۰، (ج ۱، ص ۳۲۳، نمبر ۲۳)۔ محمد یہ الجدیب، (ج ۱، ص ۳۸، (ج ۱، ص ۳۲۰)۔

۳۔ التاریخ، (ج ۳، ص ۳۲۲، نمبر ۱۶۵)۔ کتاب الفضعاء والمتر وکین، (ص ۶۷، نمبر ۲۲۵)۔ الفضعاء والمتر وکون، (ص ۳۱۷، نمبر ۲۱)۔ الجرح والتعديل، (ج ۲، ص ۲۸۸، نمبر ۱۶۰)۔ التاریخ، (ج ۲، ص ۳۵۵، نمبر ۱۷۲۰)۔ کتاب الجرح و میمن، (ج ۲، ص ۱۱۹)۔ سان الجیر ان، (ج ۳، ص ۳۰۵)۔ (ج ۳، ص ۳۶۸، نمبر ۲۳۲۵)۔

۴۔ مند احمد، (ج ۳، ص ۲۸، نمبر ۱۶۲۵۵)۔

۵۔ حلیۃ الاولیاء، (ج ۱، ص ۵۸)۔

۶۔ استیعاب، (القسم الثاني، ص ۸۳۰، نمبر ۱۳۰۳)۔ الاصلۃ، (ج ۲، ص ۳۹۶، نمبر ۵۱۱)۔

۷۔ محمد یہ الجدیب، (ج ۲، ص ۲۶۲)۔ (ج ۸، ص ۲۲۷)۔

۸۔ التاریخ، (ج ۳، ص ۳۰۶، نمبر ۳۹۷)۔ کتاب الفضعاء والمتر وکین، (ص ۹۲، نمبر ۱۱)۔ الفقات، (ج ۲، ص ۲۰۲)، تاریخ

الفقات، (ص ۱۰۹، نمبر ۲۵)۔ طبقات ابن سعد، (ج ۷، ص ۳۰۵)۔ الفضعاء والمتر وکون، (ص ۱۸۶، نمبر ۱۷۳)۔ محمد یہ

الحمدیب، (ج ۲، ص ۲۰۹)۔ (ج ۲، ص ۱۸۲)۔

میرے خیال میں یہ آفت سکن بن میرہ کی ہوگی، جو خانوادہ عثمان کا آزاد کردہ تھا، اسی نے حق نمک ادا کیا ہوگا۔ اگرچہ وہ امام جمعہ تھا اور صاحب کے نام سے مشہور تھا۔

۳۵۔ حیث ابو قیم (۱) میں ہے کہ سرہ کہتے ہیں: میں جیش العسرہ میں رسول کے ہمراہ تھا، عثمان نے ہزار دینار دئے تھے تو رسول خدا ﷺ نے متذکرہ دعا کی۔ (۲)

اس کی سند ناقص ہے۔ پھر عمر بن ہارون دروغ ساز اور ستر اوی ہے۔ محمد شین نے اس کی بڑی ذمہ کی ہے۔ (۳) سلسلہ سند میں کیثر بن ابی کثیر بھی ہے جس کی تضعیف ہوئی ہے۔ (۴)

۳۶۔ سعہ نے عطیہ، ابو سعید سے روایت کی ہے کہ رسول خدا ﷺ اول شب سے صحیح نک ہاتھ اٹھا کر عثمان کے لیے دعا کرتے رہے: خدا یا! میں عثمان سے راضی ہوں تو بھی راضی ہو جا۔

اس روایت کو ان جزوی نے تہرہ میں بطور مرسل نقل کیا ہے۔ (۵) والقدی نے اساباب التزود (۶) میں بطور مرسل لکھا ہے جس کے بعد آیت اتری ﴿الذین ینتفقون اموالهم﴾ (۷)

اس میں رسول ﷺ کی طرف عجیب نسبت دی گئی ہے، رسول ﷺ رات بھر عثمان کے لیے دعاۓ خیر کرتے رہے اور اپنے فرائض سے قطعی غافل رہے حالانکہ نماز شب اور نمازو و ترس رسول ﷺ پر واجب تھی (۸) جسے فراموش کر دیا۔ کیا تازہ و تی آئی تھی کہ عثمان کی وجہ سے میرے احکام معطل کر دو؟

۱۔ حلیۃ الاولیاء، ج ۱، ص ۵۹۔

۲۔ سند احمد، ج ۵، ص ۲۲۔ (ج ۲، ص ۵۵، حدیث ۲۰۱۰۷)۔ قرۃ العین الحشرۃ تخلیص التہرۃ، ج ۱، ص ۹۷۔

۳۔ التاریخ الکبیر، (ج ۲، ص ۲۰۲، نمبر ۷۷)۔ التاریخ، (ج ۲، ص ۳۵۶۔ نمبر ۷۷)۔ الجرج والتعداد، (ج ۲، ص ۱۳۲)۔

۴۔ الضعفاء الکبیر، (ج ۳، ص ۱۹۲، نمبر ۱۱۲۹)۔ کتاب الضعفاء والهز وکین، (ص ۱۹۱، نمبر ۲۵۷)۔ الضعفاء والهز دکون، (ص ۲۹۲۔ نمبر ۳۶۸)۔ تاریخ اثبات، (ص ۳۶۱، نمبر ۱۲۲۷)۔ کتاب الجرج و میمن، (ج ۲، ص ۹۰)۔ محدثیب الحدیب،

ج ۷، ص ۵۰۵۔ (ج ۷، ص ۳۳۱)۔

۵۔ الضعفاء الکبیر، (ج ۳، ص ۲۳، نمبر ۱۵۵۳)۔

۶۔ قرۃ العین الحشرۃ تخلیص التہرۃ، (ج ۱، ص ۹۷)۔

۷۔ اساباب التزود، (ص ۶۱۔ ص ۵۵)۔

۸۔ المختار اکبری سیوطی، ج ۲، ص ۲۲۹۔ (ج ۲، ص ۳۹۷)۔

۹۔ بقرہ آیت ۲۶۲۔

خصل کبریٰ میں سیوطی نے ان لوگوں کے نام لکھے ہیں جن کے حق میں رسول ﷺ نے دعائے خیر کی، اس میں عثمان کا کہیں نام نہیں، لہذا رسول نے عثمان کے حق میں کمی دعا نہیں کی۔ (۱)

۷۔ تاریخ ابن کثیر (۲) میں ہے کہ لیث بن ابی سلیم نے بیان کیا: پہلا شخص جس نے خدا ورعن سے غذا تیار کی عثمان تھے، وہ محمد میں گھول کرام سلسلہ کے گھر رسول ﷺ کے متعلق کے لیے رہ گئے۔ رسول خدا متعلق ﷺ کھر پرنہ تھے۔ وہ اپنے آکر پوچھا تو دعا کی: خدا یا! عثمان سے راضی ہو جا۔ (سیوطی نے بقل یعنی مسامرة الذاوائل میں اور ابن عساکر نے لیٹ کے طریق سے لکھا ہے)۔ (۳)

لیث بن ابی سلیم نے یہ داستان وفات رسول ﷺ کے بعد گڑھی ہو گئی کیونکہ وہ ۱۴۰ھ میں بغیر رسول کی زیارت کئے دنیا سے گزر گیا۔ معلوم نہیں یہ داستان اس نے کس سے سنی۔ دوسری روایتوں کی طرح یہ بھی مرسل ہے۔ لیٹ کے لیے محمد شین کہتے ہیں کہ ست روایت، ناقابل استدلال، مغلظ الحواس اور محمد شین کے بیہاں گناہ ہے۔ (۴)

ابن کثیر کو اس لچر روایت پر شرم کرنی چاہیئے۔ وہ آئیہ ولایت کے متعلق لکھتے ہیں کہ چونکہ یہ روایت ست ہے اس لیے کسی طرح بھی درست نہیں۔ علیؑ کے بارے میں ایک آیت بھی نازل نہیں ہوئی۔ (۵)
(اندھی عقیدت و تصب پر لعنت)۔

۳۸۔ ابو ہریرہ کی روایت ہے: ہر نبی کا اس کی امت میں خلیل ہوتا ہے اور میرے خلیل عثمان ہیں۔ (۶)

۱۔ الخصال الکبریٰ، ج ۲، ص ۱۷۰-۱۶۲۔ (ج ۲، ص ۲۹۶-۲۲۹)۔

۲۔ البدایۃ والحدایۃ، ج ۷، ص ۲۱۲، (ج ۷، ص ۲۲۸، حادث ۳۴۵)۔

۳۔ مسامرة الذاوائل، ص ۷۸، شسب الایمان بیان بیانی، (ج ۵، ص ۹۸، حدیث ۵۹۳۲)۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، (ج ۱۲، ص ۱۲۲)۔

۴۔ الجرح والتعديل، (ج ۷، ص ۷۱، نمبر ۱۰۱۳)۔ طبقات ابن سعد، (ج ۷، ص ۳۳۹)۔ العلل و معرفة الرجال، (ج ۲، ص ۳۲۹، نمبر ۲۶۹)۔ کتاب الجرح و میمن، (ج ۲، ص ۲۳۱)۔ حدیث الحذیب، ج ۸، ص ۳۲۸، (ج ۸، ص ۳۱۷)۔

۵۔ البدایۃ والحدایۃ، ج ۷، ص ۳۵۷، (ج ۷، ص ۳۹۵، حادث ۳۰۰)۔ الفدیری کی تیسری جلد میں حضرت علیؑ سے متعلق نازل ہونے والی آتوں کو محدث کے مکملین و محمد شین کی مجرم کتابوں سے بدی تفصیل سے بیش کیا گیا ہے۔

۶۔ تاریخ بغداد، ج ۲، ص ۳۲۱۔

اس روایت میں خلاں ایک نمبر کا دجال ہے۔ (۱) ملطفی سب سے بڑا جھوٹا، دشمن خدا اور خبیث ہے۔ (۲) تجویز ہے کہ خطیب نے یہ روایت لکھ کر سکوت اختیار کیا ہے۔ جھوٹی روایتیں نقل کرنے میں ان کا یہی انداز ہے۔ پھر یہ کہ رسول ﷺ کا خلیل کون کون ہو گا؟ ایک حدیث میں سعد بن معاذ (۳) کو خلیل کہا گیا ہے اور صحیح بخاری (۴) کی ایک حدیث میں ابو بکر کو۔

۳۹۔ ابن ابی الدینا نے قاطمہ بنت عبد الملک سے روایت نقل کی ہے کہ ایک رات عمر بن عبد العزیز نے عجیب خواب دیکھا۔ جیسے ایک وسیع و سربرز زمین پر پیونج کئے۔ جس کا فرش زمردی اور عمارت طلائی تھی۔ اس میں سے ایک منادی نے آواز دی: محمد بن عبد اللہ کہاں ہیں؟ رسول خدا ﷺ کہاں ہیں؟ ناگہاں رسول ﷺ نکل کر اس عمارت میں داخل ہو گئے۔ پھر نہ آئی کہ ابو بکر صدیق کہاں ہیں؟ وہ بھی قصر میں داخل ہو گئے۔ اس طرح عمر بن خطاب، عثمان اور حضرت علیؑ کے لیے آواز دی گئی۔ اور وہ لوگ قصر میں داخل ہو گئے۔ اتنے میں عمر بن عبد العزیز کو بلا یا گیا اور وہ اپنے نانا (عمر بن خطاب) کے پہلو میں بیٹھ گئے، جو رسول ﷺ کے باکیں طرف بیٹھتے تھے۔ دائیں طرف ابو بکر تھے۔ میں نے نانا سے پوچھا: یہ کون ہے؟ جواب دیا: عسکی بن مریم ہیں۔ پھر ہاتھ نے آواز دی: اے عمر بن عبد العزیز! اپنے عقیدے پر مضبوطی سے جتے رہو۔ جب ہم لوگ قصر سے نکلنے لگے تو عثمان نے کہا: "الحمد لله الذي نصرني ربی" اور حضرت علیؑ نے فرمایا: "الحمد لله الذي غفر لي ربی" (اس روایت کو ابن کثیر نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے)۔ (۵)

۱۔ میزان الاعتدال، ج ۲، ص ۳۱۸۔ (ج ۲، ص ۳۲۹، نمبر ۹۷۵۰)۔ لسان المیزان، ج ۲، ص ۲۹۳۔ (ج ۲، ص ۳۵۹، نمبر ۹۷۸۶)۔

۲۔ الفعل و ضرورة الرجال، (ج ۲، ص ۳۰، نمبر ۱۲۵)۔ ضرورة الرجال، (ج ۲، ص ۱۵، نمبر ۷)۔ الکامل في صفات الرجال، (ج ۱، ص ۳۲۹۔ نمبر ۱۲۶)۔ کتاب الفضائل والمحرمات، (ص ۵۳ نمبر ۵۰)۔ کتاب الحجر و میں، (ج ۱، ص ۱۳۲)۔ تاریخ بغداد، (ج ۲، ص ۳۲۱۔ نمبر ۳۳۶۶)۔ محمد بن العذیر، (ج ۱، ص ۲۵۲)۔ (ج ۱، ص ۲۲۱)۔

۳۔ کنز اعمال، (ج ۲، ص ۱۸۳، ج ۱، ص ۷۰۲)۔ حدیث ۲۳۵۱۶۔ نسبت کنز اعمال مطبوع بر حاشیہ مندادی، (ج ۵، ص ۲۲۱۔ ج ۵، ص ۲۱)۔

۴۔ صحیح بخاری، ج ۹، ص ۲۳۳۔ (ج ۲، ص ۱۳۲۸)۔ (ج ۲، ص ۲۳۳)۔ حدیث ۳۳۵۷۔

۵۔ البدایة والنہایة، ج ۹، ص ۲۰۶۔ (ج ۲، ص ۲۳۲)۔ حدیث ۱۰۱۰)۔

ہمارے حریفوں کی حالت یہ ہے کہ وہ حق کو خوابوں اور خیالی پلاو کے ذریعہ ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ اس خواب سے عثمان کو ایسا صاف تصریح بنا دیا ہے کہ جیسے انہوں نے کوئی پاپ کیا ہی نہیں اور عدول صحابہ نے ان پر کوئی تقدیمی نہیں کی۔ بھولے بھالے عوام انھیں خوابوں میں الجھ کے عثمان کو بے گناہ اور حضرت علیؓ کو جو بعد رسول ﷺ نے افضل امت تھے، بے وقت سمجھنے لگے ہیں۔ اس روایت میں تو انھیں حضرت علیؓ کو طلبگار مغفرت بتایا گیا ہے۔ کوئی تائے تو حضرت علیؓ سے کیا گناہ سرزد ہوا اور کب؟ کیا جب قرآن نے انھیں نفس رسول ﷺ کہا اور رسول خدا ﷺ نے انھیں امت کا ولی بنایا؟ یا جب آیہ ولایت اتری یا جب رسول ﷺ نے ان کے لیے حدیث تعلقیں فرمائی۔ حضرت علیؓ نے تو محاصرہ عثمان کے وقت خانہ نشینی اختیار کر لی تھی۔ موقع بہ موقع عثمان کو نصیحت کرتے رہے۔ شاید حضرت کی یہی غلطی تھی، حالانکہ اگر حضرت علیؓ کی بات عثمان بان لیتے تو اس بھی انکام سے دوچار نہ ہوتے۔

اس جعلی روایت کو فارسی و اس یا کردی ای اعرابی سے ناداقف شخص نے گڑھا ہے، ورنہ وہ ”الحمد لله الذي نصرني ربی یا غفرلی ربی“ نہ گڑھتا۔ ابن الہیان نے عمر بن عبد العزیز علی کا اس سے بدرت خواب معاویہ کے لیے گڑھا ہے میں خدمت رسول ﷺ میں تھا۔ عمر ابو بکر بھی تھے۔ اتنے میں علیؓ اسے معاویہ کو لایا گیا اور ایک کمرے میں بند کر دیا گیا۔ تھوڑی دیر بعد علیؓ نکلے اور فرمایا: رب کعبہ کی قسم! میرے متعلق مفید ترین فیصلہ کیا گیا ہے۔ تھوڑی دیر بعد معاویہ نکلے اور کہا: رب کعبہ کی قسم! میں بخش دیا گیا۔ (۱) ان دونوں خوابوں کو جمع کرنے سے ایسا سمجھ میں آتا ہے کہ گناہ کی کوئی باز پر س نہیں اور امام وقت کے خلاف خروج بھی کوئی ایسا اہم پاپ نہیں۔ عثمان، معاویہ اور علیؓ سبھی ایک صفت میں ہیں۔۔۔ اس کو کہتے ہیں ہوائی اور بے پر کی۔

(۲) بلاذری (۲) نے سعید بن خالد، صالح بن کیسان (اموی مسلم اور معلم پر عمر بن عبد العزیز تھا) سعید بن میتب سے روایت کی ہے کہ رسول خدا نے عثمان کو دیکھ کر کہا: نیہ مومن، متقیٰ اور شصید شبیر ابراہیم ہے۔

۱۔ البدری و النهاۃ، ج ۸، ص ۱۳۰۔ (ج ۸، ص ۱۳۹، حادثہ ۲۰۷)۔

۲۔ انساب الاشراف، ج ۵، ص ۲، (ج ۵، ص ۱۰۱)۔

متذکرہ تینوں جھوٹے راویوں نے مرسل روایت نقل کی ہے۔ کسی نے بھی صحابی رسول ﷺ کو نہیں دیکھا اسی لیے اس کی سند منقطع ہے۔ سعید بن میتب عمر کی خلافت کے دو سال بعد پیدا ہوئے تھے۔ عثمان کی تمام زندگی میں تقویٰ اور ایمان کا کہیں نشان نہیں ملتا۔ علاوہ اس کے اگر شبیہ ابراہیم تھے تو کوئی وجہ شبیہ بھی ہونا چاہئے۔ وہ مخصوص، نبی، خلیل الرحمن تھے اور یہ حضرت ہمیشہ غرق عصیان رہے۔ پس نہیں جس آواز کو سعید نے بعد رسول ﷺ سے اپنی زندگی میں شاتھا کہ نہیں۔ ورنہ وہ عثمان کو نعش نہ کہتیں، کافر کا خطاب نہ کرتیں۔ ابن عباس کو طاغی عثمان کی حمایت سے منع نہ کرتیں۔ رسول کی تیر با ولی کا اتم نہ کرتیں۔ انھیں عائشہ کی طرف ایک روایت منسوب کی گئی ہے کہ اپنی بیٹی ام کلثوم کی شادی عثمان سے کر کے انھیں شبیہ ابراہیم بنا�ا ہے۔ (۱) اس روایت کے راوی میتب بن واضح (۲) کو تمام محدثین کذاب کہتے ہیں۔ خالد بن عمرو (۳) اور عمر بن ازصرحی (۴) کی بھی تضعیف ہوئی ہے۔

۲۱۔ انساب بلاذری (۵) میں عبدالرحمن کا بیان ہے کہ میں مجر اسود کے پاس یہ تہیہ کر کے کھڑا ہوا کہ اس رات کسی کو جگنے نہیں دوں گا۔ اتنے میں کسی نے پچھے سے میرے شانے پر ہاتھ رکھا۔ تین بار توجہ نہ دی آخوند کر دیکھا تو عثمان تھے تو میں مجر اسود کے پاس سے ہٹ گیا۔ انھوں نے ایک ہی رکعت میں پورا قرآن پڑھا اور واپس چلے گئے۔ (حافظ ابوالنجم (۶) نے بھی باختلاف الفاظ یہ روایت لکھی ہے۔)

اس میں راوی حسین سے متعلق اہن عدی کہتے ہیں کہ وہ حدیث کا چور تھا۔ ازدی اسے انہائی

۱۔ میزان الاعتدال، ج ۲، ص ۲۸۱۔ (ج ۲، ص ۲۲۵۔ نمبر ۲۳۲۸)۔ لسان المیزان، ج ۲، ص ۲۵۲۔ (ج ۲، ص ۲۳۰، نمبر ۲۲۲۵)۔

۲۔ الجرج والتعمیل، (ج ۸، ص ۲۹۳۔ نمبر ۱۳۵۵)۔ میزان الاعتدال، ج ۳، ص ۱۷۱۔ (ج ۲، ص ۱۱۶، نمبر ۸۵۳۸)۔ لسان المیزان، ج ۲، ص ۳۱۰۔ (ج ۲، ص ۲۷۲، نمبر ۲۳۹۳)۔

۳۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج ۳، ص ۳۲۳، نمبر ۵۹۲۳)۔ الضعفاء والمحرر وکون، (ص ۱۹۹، نمبر ۲۰۱۰)۔ میزان الاعتدال، ج ۲، ص ۲۹۹۔ (ج ۱، ص ۲۳۶، نمبر ۲۳۳۸)۔ حذیب الحذیب، ج ۳، ص ۱۱۰۔ (ج ۳، ص ۹۵)۔

۴۔ التاریخ، (ج ۳، ص ۳۸۰، نمبر ۳۸۷۶)۔ التاریخ الکبیر، (ج ۲، ص ۲۱۶۔ نمبر ۲۵۰۷)۔ کتاب الضعفاء، والمحرر وکین، (ص ۱۸۶، نمبر ۳۷۸۸)۔ میزان الاعتدال، ج ۲، ص ۲۸۱، (ج ۳، ص ۲۲۵، نمبر ۲۳۲۸)۔ لسان المیزان، ج ۲، ص ۲۵۲، (ج ۳، ص ۲۳۰، نمبر ۲۲۲۵)۔

۵۔ انساب الاشراف، ج ۵، ص ۷، (ج ۲، ص ۷۷)۔

ضعیف کہتے ہیں۔ امام احمد گنام کہتے ہیں۔ (۱)

اب ذرا عبد الرحمن سے پوچھئے کہ تم نے طلخ کو کیوں نہ سمجھایا کہ جس عثمان کی یہ فضیلت ہے کہ اپنی جگہ چوڑ دی، اس کے خلاف شمشیر برہنہ کیوں ہو؟ اس کا خون بہاتے ذرا شرم نہ کی اس کے علاوہ عثمان کے لیے جائز کہاں تھا کہ ایک شخص جونماز کے لیے کھڑا ہے اسے ہٹائیں وہ جگہ اس سے مخصوص ہو گئی۔ ہٹا کر خود نماز پڑھنا حرام ہے۔ (۲)

عثمان ایک رات میں پورا قرآن پڑھ لیتے تھے۔ کاش! اس پر عمل بھی کرتے تو بدعتیں نہ پھیلاتے، اصحاب رسول کو اذیتیں نہ دیتے۔ جس قرآن میں علیؑ کو نفس رسول اور مصدق طہارت کہا گیا ہے اس کے مقابل مردوان کو ترجیح نہ دیتے۔ ایک سانس میں قرآن ختم کرنے سے کہیں بہتر ہے کہ مخہر مہر کے اور عمل کی نیت سے قرآن پڑھا جائے۔

۳۲۔ بلاذری (۳) نے مطرف بصری سے روایت کی ہے کہ جنگ جمل میں علیؑ مجھ کو دیکھ کر میرے پاس آئے۔ میں نے کہا: مجھے آپ کی خدمت میں آنا چاہئے تھا۔ فرمایا: نہیں، میں سمجھا کہ تم عثمان کی وجہ سے مجھ سے کتراز ہے ہو۔ میں نے معدترت کی تو فرمایا: تم ان سے محبت کرتے ہو تو کچی بات یہ ہے کہ عثمان نے ہم لوگوں کے ساتھ حسن سلوک کیا اور سب سے زیادہ صلة رحم برتا۔

اس کے تمام راوی جیسے خلف بزار، (۴) عبد الوہاب بن عطا (۵) اور سعید بن ابی عروہ (۶) کی

۱۔ الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج ۲، ص ۳۶۸، نمبر ۲۹۹)۔ تحدیب التحذیب، (ج ۲، ص ۲۲۲)، (ج ۲، ص ۲۷)۔

۲۔ صحیح مسلم، (ج ۷، ص ۱۰)، (ج ۲، ص ۳۸۱)۔ حدیث ۳۰، کتاب السلام۔ مندرجہ (ج ۲، ص ۲۲)، (ج ۲، ص ۹۶)۔ حدیث ۳۷۱۔
صحیح بخاری، (ج ۲، ص ۹۲)۔ (ج ۵، ص ۲۳۱۲)۔ حدیث ۵۹۱۵۔ شرح مسلم، نووی مطبوع برحایی ارشاد الساری، (ج ۲، ص ۸۷)، (ج ۱۳، ص ۱۶۰)۔ نسل الاوطار، (ج ۳، ص ۳۰۶)، (ج ۳، ص ۲۸۳)۔

۳۔ انساب الاصراف، (ج ۵، ص ۷)، (ج ۲، ص ۱۰۸)۔ ۴۔ تاریخ بغداد، (ج ۸، ص ۳۲۶)۔

۵۔ العلل و معرفة الرجال، (ج ۲، ص ۲۵۲، نمبر ۲۵۵۸)۔ کتاب الفقفاء والخواص وکین، (ص ۱۶۳، نمبر ۳۹۵)۔ البرج والتعدل، (ج ۲، ص ۷۲)۔ نمبر ۳۷۲۔

۶۔ البرج والتعدل، (ج ۲، ص ۲۵، نمبر ۲۷۲)۔ طبقات ابن سعد، (ج ۷، ص ۲۷۳)۔ کتاب الثقات، (ج ۶، ص ۳۶۰)۔
الکامل فی ضعفاء الرجال، (ج ۳، ص ۳۹۳، نمبر ۸۲۲)۔ تحدیب التحذیب، (ج ۲، ص ۲۱)۔ (ج ۲، ص ۵۶)۔

ضعیف ہوئی ہے۔

اب ذرا متن روایت کو دیکھئے: کیا آپ حضرت علی سے پوچھیں گے کہ اگر یہ صدر حرم اور نبی کرتے تھے تو آپ نے ان کی خلافت کو پیٹ پھلانے اور فصل بہار کی گھاس چنے سے کیوں نشیہ دی ہے؟

۳۲- ابن عساکر (۱)، سیوطی (۲) اور قرمانی (۳) نے یزید بن ابی جبیب سے روایت کی ہے کہ جتنے بوائی عثمان کے خلاف برس پیکار ہوئے یا جنہوں نے قتل عثمان کا حکم دیا وہ سب دیوانے ہو گئے۔

یہ روایت بجائے خود دیوانگی ہے۔ اس میں یزید بن ابی جبیب، احمد اور سادہ لوح تھے۔ ذرا سوچئے تو تمام صوبوں سے آئے ہوئے صحابائے کرام اور پاک بازار اہل ایمان سے متعلق کسی سیرت میں ہے کہ وہ بعد میں پاگل ہو گئے تھے۔ سبھی صحابائے کرام ستاروں کے مانند تھے، اگر پاگل ہو گئے تھے تو صحاح و مسانید میں ان کی روایات کیوں نقل ہیں۔ عایا سر، مالک اشتر، کعب، زید، معصہ... قتل عثمان کا حکم دینے والوں میں تو عائشہ، طلحہ، زبیر، عمر و عاصی سمجھی تھے۔ کیا یہ سب پاگل ہو کر مرے؟

۳۳- واحدی (۴) نے اسباب النزول میں عکرمه و ابن عباس سے نقل کیا ہے کہ آیت ﴿ ضرب اللہ مثلاً عبداً مسلوباً كاه﴾ (۵) ہشام بن عمرو کے بارے میں نازل ہوئی جو چھپا کر او ر علامیہ اتفاق کرتا تھا اور اس کا آزاد کردہ غلام ابوالخواراء کے متعلق ﴿ ضرب اللہ مثلاً رجلىن﴾ (۶) نازل ہوئی۔ اس میں ”ابیکم“ اسد بن ابی الحیض کو کہا گیا ہے، اور اس آیت میں عدل کا حکم دینے والا اور صراط مستقیم پر قائم رہنے والا شخص عثمان بن عفان ہے (۷) اور طبقات بن سعد (۸) میں آیت ﴿ وَ مَنْ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ﴾ کے متعلق لکھا ہے کہ عثمان کے بارے میں نازل ہوئی۔ تھی بات ریاض طبری (۹) میں بھی ہے۔

۱- تاریخ ابن عساکر، (ج ۳۹، ص ۳۲۶، نمبر ۳۶۱۹) مختصر تاریخ ابن عساکر، (ج ۱۶، ص ۲۵۰)۔

۲- تاریخ الفلفاء، ص ۱۱۰، (ص ۱۵۳)۔

۳- اخبار الدول، مطبوعہ بر حاشیہ تاریخ کامل، ج ۱، ص ۲۱۲۔ (ج ۱، ص ۳۰۱)۔

۴- اسباب النزول، ص ۲۱۰، (ص ۱۸۸)۔

۵- نخل ۷۶۔

۶- انساب الاشراف، ج ۵، ص ۳۱، (ج ۲۶، ص ۱۰۲)

۷- طبقات ابن سعد، ج ۳، ص ۳۱۔ (ج ۳، ص ۶۰)

۸- ریاض الطہرۃ، ج ۲، ص ۱۰۲، (ج ۳، ص ۳۰)

اس بے پر کی روایت کا تجزیہ کرنے کی چند اس ضرورت نہیں کیونکہ سعید نے اپنے غلام برد سے کہا تھا کہ جس طرح عکرم نے این عباس کی طرف جھوٹی باتیں منسوب کی ہیں، تم میری طرف منسوب نہ کرنا۔ (۱)

اب ذرا عثمان کی زندگی پر نظرڈالئے، کب انھوں نے عدالت کا حکم دیا۔ ان کی پوری زندگی تو ظلم و بدعت سے بھری ہوئی ہے۔ طریقہ رسول کو بلا کر داما دہالیا، نالائقوں کو گورنری دے دی، مال خدا کو امویوں کی چراگاہ بنادیا، بزرگ صحابہ کو اذیت دی، انھیں گالیاں دیں، صرف اس لیے کہ وہ امر بالمعروف کے ذریعے بیت المال کا تحفظ کرنا چاہتے تھے، حدود خدا کے قتل پر احتجاج کرتے تھے۔ دین خدا کی تبدیلی کے متعلق صحابائے کرام کی گواہیاں موجود ہیں۔ کیا ایسا شخص اس آیت کا مصدقہ ہو سکتا ہے؟

(۲)۔ ابن عباس کہتے ہیں کہ اگر لوگوں نے خون عثمان کا بدلہ نہ لیا ہوتا تو آسمان سے پھر برستے۔

حرامت ابن عباس کی طرف یہ بات منسوب کر کے سمجھایا جا رہا ہے کہ قصاص عثمان گویا شرعی چیز تھی۔ اگر ایسا تھا تو پھر رسول خدا ﷺ نے حضرت علیؑ کو کیوں وصیت فرمائی تھی کہ قاطین و مارقین و ناکشین سے جنگ کرنا۔ (۳) اصحاب رسول ﷺ کی تعداد سیکروں تک پہنچتی ہے جنھوں نے قصاص عثمان کے سلسلے میں شرکت نہیں کی، بلکہ ان کے خلاف جنگ کی۔ کیونکہ خود وہی عثمان کی بدعتوں کی وجہ سے مخالف ہوئے اور انھیں قتل کیا۔ (علامہ امینی نے (۱۲۵) اصحاب رسول ﷺ کے نام اس جلد میں

۱۔ المعارف، ج ۱۹۲، ص ۳۲۸۔ (ص ۳۲۸)

۲۔ تاریخ ابن عساکر، (ج ۲۳۹، ص ۲۷۲۔ نومبر ۲۴۱۹)۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، (ج ۱۲، ص ۲۵۰)۔ تاریخ الخلفاء، ص ۱۱۰۔ (ص ۱۱۰)

۳۔ اخبار الدول مطبوع بر جاہشیر، تاریخ کمال، ج ۱، ص ۲۱۳۔ (ج ۱، ص ۲۱۳)

۴۔ تاریخ بغداد، (ج ۱۳، ص ۱۸، نومبر ۱۲۵۷)۔ کفاية الطالب، ص ۲۰، باب ۲۳۔ البدريۃ والنجاشیۃ، (ج ۷، ص

۳۰۶)۔ استیعاب، ج ۳، ص ۵۲، (القسم الثالث، ص ۷۷، نومبر ۱۸۵۵)۔ مجمع الزوائد، (ج ۷، ص ۲۲۸)۔ تاریخ ابن عساکر، (ج ۱۲، ص ۲۷۰)۔ کنز العمال، (ج ۱۱، ص ۶۱۳، حدیث ۲۷۹)۔ شرح المواهب زرقانی، (ج ۳، ص ۲۷)۔ المسند رک علی

۵۔ حسنی، (ج ۳، ص ۱۳۹)، (ج ۳، ص ۱۵۰، حدیث ۲۷۸)۔ الحسانی الکبری، (ج ۲، ص ۳۸)۔ (ج ۲، ص ۲۳۵)۔

لکھے ہیں جنہوں نے علیٰ کے ساتھ مخالفوں سے جنگ کی)۔ حضرت علیٰ نے جگ جمل کے قبل طلحہ (۱) و زبیر (۲) کے سامنے اتمام جماعت کی تاکہ ان لوگوں کو امام وقت کے خلاف خروج کا بہانہ نہ رہ جائے۔ ان دونوں اور عائشہ پر ہی چھ ہزار مومنوں کے قتل کا وباں ہے (۳) پھر حکیم بن جبلہ کے ساتھ ستر بے گناہوں کو بھی قتل کیا۔ (۴) معاویہ نے بھی خون عثمان کا مطالیبہ کیا، اسے شرعی نہیں کہا جاسکتا کیونکہ معاویہ کے خلاف بھی علیٰ کی فوج میں اصحاب رسول تھے۔ معاویہ کی وجہ سے دونوں طرف کے ۳۵ ہزار افراد قتل ہوئے۔ (۵) پھر بھی معاویہ نے خون عثمان کا مطالیبہ ترک نہیں کیا۔ اس کے بعد بھی اتنے خون بھائے کہ ان کی حکومت ملکم ہو گئی۔ جب حکومت ملکم ہو گئی تو نہ خون عثمان کا بہانہ تھا نہ قاتلان عثمان کو حوالے کرنے کی بات۔ ۳۶۔ خطیب بغدادی (۶) نے احمد بن محمد حمانی، ابو حعل فضل بن ابی طالب، عبدالکریم بن روح، ام عیاش جور قیہ بنت رسول اللہ کی کنیت ہی... سے روایت کی ہے کہ مجھ سے رسول خدا ملکہ نہیں سے فرمایا: میں نے ام کلثوم کا نکاح وحی آسمانی کی بناء پر کیا۔

- ١- المسدرک علی الحسنین ح ٣، ج ٢، م ١٧٦، (ج ٢، م ٣١٩، حدیث ٥٥٩٣)، مردح الذهب، ح ٢، م ١١، (ج ٢، م ٣٨٢)۔
تاریخ ابن عساکر، ح ٧، م ٨٣، (ج ٨، م ٥٦٨)۔ مخترا ابن عساکر، (ج ١١، م ٤٠٣)۔ تذكرة الخواص، م ٣٢۔ (م ٢٧)۔

کنز العمال، ح ٢، م ٨٣۔ (ج ١١، م ٣٣٢، حدیث ٣١٦٦٢)۔

٢- المسدرک علی الحسنین، ح ٣، م ٣٦٦، (ج ٣، م ٣١٣، حدیث ٥٥٧٤٣، ٥٥٧٤٥)۔ الاغانی، ح ١٧، م ١٣٢، (ج ٢، م ١٣٢)۔
الحدائق الفردی، ح ٢، م ٢٧٩۔ (ج ٢، م ١٢٩)۔ تاریخ طبری، ح ٥، م ٢٠٣، ٢٠٠، (ج ٢، م ٥٠٢)۔

٣- المسدرک علی الحسنین، ح ٢، م ١٩٥۔ (ج ٢، م ٥٦٧)۔

٤- مندادمر، ح ٦، م ٣٩٣۔ (ج ٧، م ٥٣٩، حدیث ٣٢٦٥٧)۔ مجمع الزوائد، (ج ٧، م ٢٣٣)۔ اجمیع الکبیر، (ج ١، م ٣٣٢)۔
کنز العمال، ح ٢، م ٣٧۔ (ج ١١، م ١٩٦، حدیث ٣١٢٠٥)۔ تاریخ طبری، ح ٥، م ١٧٦، (ج ٢، م ٣٦٥)۔
الخصائص الکبیری، ح ٢، م ١٣٢، (ج ٢، م ٢٢٢)۔

٥- تاریخ طبری، ح ٥، م ١٨٢، ١٨٣۔ (ج ٣، م ٣٢٠، ٣٢١)۔
کتاب صفين م ٥٣٣۔ (م ٣٢٥)۔ البدایۃ والہدایۃ، ح ٧، م ٣٢٣۔ (ج ٧، م ٣١٢، ٣٢٣)۔ خواست ۱۰ م ٣٣٦، ٣٣٧۔

٦- تاریخ الباری، ح ١٣، م ٣٧٣۔ (ج ١٣، م ٨٢)۔

٧- تاریخ بغداد ۱۱، م ٣٦٣۔

خطیب نے اس لپڑ روایت کے ضعف کو محض نبی امیری کی محبت میں بیان نہیں کیا ہے، احمد بن محمد کے سلسلے میں محدثین کہتے ہیں کذاب راویوں میں یہ شخص سب سے بڑا بے حیا تھا۔ ناقابل اعتماد تھا کیونکہ جعلی حدیثیں بیان کرتا تھا۔ (۱) عبد الکریم گنڈام اور متروک الحدیث ہے۔ (۲) ابن عدی نے اسی روایت کو عیسیٰ بن عمران خٹی کے طریق سے نقل کر کے اس کی تضعیف کی ہے۔ دوسرے بھی اس کے ہم خیال ہیں۔ (۳)

اس میں شک نہیں کہ رسول کا ہر کام وحی آسمانی کی بناء پر ہوتا تھا لیکن ہر احسان و بخشش طرف مقابل کے لیے وجہ فضیلت نہیں بن سکتی۔ اختلاف موارد کی وجہ سے مصلحت بدلتی رہتی تھی۔ کبھی آپ اتمام حجت کے لیے اور کبھی دینداروں کی آگاہی کے لیے اقدام فرماتے تھے۔ نبی امیری کے دل میں جو ہاشمیوں کے لیے کینہ جوش مارتا تھا اس کی وجہ سے کسی احسان کو امویوں نے سراہا نہیں، چنانچہ عثمان نے رقیہ کے انتقال کی شب میں دوسری عورت سے شب باشی کی، رقیہ کو پوچھا تک نہیں۔ (۴) چنانچہ رسول اکرمؐ

- ۱۔ اکمال فی ضعفاء الرجال، (ج ۱، ص ۱۹۹، نمبر ۲۳۲)۔ کتاب الجر و جمن، (ج ۱، ص ۱۵۳)۔ الفضفاء والجز و کون، (ص ۱۲۳۔ نبر ۵۹)۔ تاریخ بغداد، ج ۲، ص ۷۷۔ ج ۵، ص ۳۲۔ المظفر، ج ۲، ص ۱۵۷۔ (ج ۱۳۔ ص ۱۹۵۔ نمبر ۲۱۶)۔ میزان الاعتدال، ج ۱، ص ۲۶۔ (ج ۱، ص ۱۳۰، نمبر ۵۵۵)۔ البدریۃ والنحلیۃ، ج ۱۱، ص ۱۳۱۔ (ج ۱۱، ص ۱۵۱، حادث، نمبر ۲۳۷)۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۲، ص ۵۶، (ج ۵، ص ۳۷۳، نمبر ۱۵۸)۔ لسان الجیر ان، (ج ۱، ص ۲۶۹۔ (ج ۱، ص ۲۹۳۔ نمبر ۸۳۰)۔ الالی المصنوعة، ج ۲، ص ۳۲۔ (ج ۲، ص ۳۲۰، نمبر ۸۰)۔
- ۲۔ الجرج و التحديل، (ج ۲، ص ۶۱، نمبر ۳۲۵)۔ المفات (ج ۸، ص ۳۷۳)۔ محمد بن الحمدیہ، (ج ۲، ص ۳۷۲)، (ج ۲، ص ۳۳۲)۔ میزان الاعتدال، (ج ۲، ص ۶۲۳۔ نمبر ۵۱۶)۔
- ۳۔ اکمال فی ضعفاء الرجال، (ج ۵، ص ۵۰، نمبر ۱۲۲۹)۔ میزان الاعتدال، (ج ۳، ص ۲۹۶۔ نمبر ۶۳۸۹)۔ الفضفاء الکبیر، (ج ۳، ص ۳۱۸۔ نمبر ۱۲۳۲)۔ لسان الجیر ان، (ج ۲، ص ۳۸۰، نمبر ۱۲۳۵)۔
- ۴۔ طبقات ابن سعد، ج ۸، ص ۳۱۔ (ج ۸، ص ۳۸)۔ المسند رک علی الحسن بن علی الحسن، (ج ۲، ص ۳۷۳، نمبر ۶۳۸۹۔ حدیث ۲۸۵۳)۔ شنیتی (ج ۳، ص ۵۳)۔ الروض الانف، ج ۲، ص ۷۰، (ج ۵، ص ۳۶۲)۔ تاریخ طبری، (ج ۱۱، ص ۳۹۸، حادث، نمبر ۲۹۹)۔ نہایۃ ابن اشر، ج ۳، ص ۲۷۶، (ج ۳، ص ۳۶)۔ لسان العرب، ج ۱۱، ص ۱۸۹، (ج ۱۱، ص ۲۷۲)۔ الاصابة، (ج ۳، ص ۳۸۹)۔ تاج الحروف، (ج ۶، ص ۲۲۰)۔

نے رقیہ کے وفن کے وقت عثمان کی توہین کی اور قبر میں اتر نے نہیں دیا۔ ممکن ہے کہ رسول خدا ملئی تھیں نے اسی وجہ سے رشتہ دامادی کیا ہو کر کیوند تھے لیکن مسامی جیلہ کا میبا نہیں ہوئیں۔ اب ذرا حضرت علی و عثمان کے برتاؤ کا تقابل کیجئے۔ فاطمہ طیبیۃ محلی سے راضی ہو کر گئیں اور رقیہ عثمان سے ناراض گئیں اور عثمان نے انتقال رقیہ پر غم کا مظاہرہ کیا، دوسرا یعنی عورت سے کھلیتے رہے۔

۲۷۔ ازدی نے عبد الواحد... ابن عباس سے روایت کی ہے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عثمان سے فرمایا: تم میرے داماد و مددگار ہو اور خداوند نے مجھ سے عهد فرمایا ہے کہ میرے ساتھ جنت میں رہو گے۔



ڈھنی (۱) کہتے ہیں کہ عبد الواحد کی روایتیں مہمل اور باطل ہوتی ہیں۔

۲۸۔ طبرانی نے سالم اور ان کے باپ سے روایت کی ہے کہ عمر زخمی ہوئے اور شوریٰ تکمیل دی تو ان کی بیٹی حضہ نے کہا: بابا جان! لوگ کہتے ہیں کہ جن لوگوں کو آپ نے نامزد کیا ہے وہ پسندیدہ نہیں ہیں۔ عمر نے کہا: مجھے سہارا دو۔ جب بیٹھے گئے تو فرمایا: ممکن ہے تم لوگ عثمان کے لیے کوئی لکن میں نے رسول خدا ملئی تھیں سے سنا ہے کہ جب عثمان مریں گے تو ان پر فرشتے نماز پڑھیں گے۔ میں نے پوچھا: صرف عثمان یا تمام مومنین پر فرشتے نماز پڑھتے ہیں۔ فرمایا: صرف عثمان پر۔ (۲) (پوری حدیث میں تمام ارکان شوریٰ کی فضیلت پیان ہوئی ہے۔)

اس روایت کے متعلق ڈھنی (۳) کہتے ہیں کہ جعل ہے۔ ابن حجر سان الحیران میں کہتے ہیں کہ خود اس کے متن سے روایت کا جعلی ہوتا واضح ہے۔

علامہ اقبال فرماتے ہیں: راویوں میں بکر بن سحل دمیاطی ضعیف اور جعلیات میں ماہر ہے۔ (۴)

۱۔ میزان الاعتدال، ج ۲، ج ۱۵۸۔ (ج ۲، ج ۲۷۵، نمبر ۵۲۹۶)۔

۲۔ سان الحیران، ج ۵، ج ۲۲۶۔ (ج ۵، ج ۲۵۶، نمبر ۵۸۲)۔

۳۔ میزان الاعتدال، (ج ۳، ج ۲۰۵، نمبر ۷۷۹)۔

۴۔ میزان الاعتدال، ج ۳، ج ۸۲، (ج ۳، ج ۲۳۵، نمبر ۱۲۸۳)۔ سان الحیران، ج ۲، ج ۵۲، ج ۵، ج ۲۲۶۔ (ج ۲، ج ۲۳، نمبر ۲۵۶)۔

نمبر ۱۸۱۸، ج ۵، ج ۲۵۶، نمبر ۵۸۲)۔

۴۹۔ خطیب (۱) نے عصی بن محمد اسکانی، شعیب بن حرب، حمدانی سے روایت کی ہے کہ مجھ سے مسجد کو فرستے شیخ نے بیان کیا کہ نعمان بن بشیر نے کہا: میں علی ابن ابی طالب علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھا، آپ نے فرمایا: "ان الذین سبقت لهم منا الحسنی" کی آیت عثمان اور ان کے اصحاب کے بارے میں نازل ہوئی ہے اور میں بھی اصحاب عثمان میں ہوں۔

کوئی ذرا خطیب سے پوچھئے کہ عصی بن محمد کون ہے، کیا بیچتا ہے؟ پھر ذرا حمدانی سے پوچھئے کہ اس شیخ کا نام کیوں نہ لیا؟ شاید وہ خیالی شخص ہو یا بھی پیدا ہی نہیں ہوا۔ نعمان بن بشیر تو امام وقت کے باغی تھے جن کے متعلق قیس بن سعد نے فرمایا تھا کہ بخدا! تم مکار، گمراہ اور گمراہ کرنے والے ہو۔ پھر یہ کہ کیا یہ وہی علی بن ابی طالب علیہ السلام ہیں، جنہیں عثمان نے بیش جلاوطن کیا تھا، علی نے تو نقل عثمان کو روکا نہ جنازہ کی سگ باری روکی۔ آخر وہ کیسے صحابی عثمان تھے؟

۵۰۔ روایت ہے کہ جس رات علیؑ کا فاطمہؓ سے عقد ہوا، عثمان نے دیکھا کہ علیؑ اپنی زرہ چار سو درہم میں بیچنا چاہتے ہیں۔ تو عثمان نے کہا کہ یہ علیؑ کی زرہ ہے جو فارس اسلام ہے، بخدا! بھی اسے بکٹے نہ دوں گا۔ پھر غلام کو چار سو درہم دے کر بیجھا کہ میرا نام نہ بتانا۔ صحیح عثمان نے اپنے گھر میں چار سو درہم کی قیمتی پائی جس میں لکھا تھا کہ خدا رحمان کی طرف سے برائے عثمان۔ جب تک نے اس کی خبر رسول کو دی تو رسول خدا علیہ السلام نے عثمان سے فرمایا: بہت خوب اے عثمان!

حلبی (۲) نے بحوالہ سیوطی لکھ کر کہا ہے کہ یہ روایت صحیح نہیں ہے۔ اہن اور یہیں حوت (۳) بھی اس جعلی روایت کو پاپ کا ذہبیر کہتے ہیں۔

جروانی نے مصباح اللظام (۴) میں لکھا ہے کہ جو شخص عثمان بن عفان، معاذ بن جبل، عبد الرحمن بن عوف، زید بن ثابت، ابی بن کعب، طلحہ بن عبد الرحمن اور حمیم الداری کا نام لکھ کر دھونے اور اس پانی

۱۔ تاریخ بغداد، ج ۱۱، ص ۱۶۹۔

۲۔ سیرۃ علیہ، ج ۲، ص ۲۲۸، (ج ۲، ص ۲۰۶)۔ الماوی للغذاوی، (ج ۲، ص ۱۸۳)۔

۳۔ اسنی الطالب، ص ۲۷، (ص ۲۰۱)۔

۴۔ مصباح اللظام، ج ۲، ص ۲۹۔ (ج ۲، ص ۱۷)۔ حدیث (۳۶۶)۔

سے منہ دھوئے تو بھی اندر حانہ ہو گا۔ نج کے وقت وہ پانی پے تو نیان کا عارضہ نہ ہو گا۔ جو لکھ کر پئے تو عورتوں سے عاجز نہ ہو گا، شہوت تیز ہو گی۔

علامہ امیگی فرماتے ہیں: انہوں، بھلکدوں اور بھرپروں کو یہ نیخ ضرور آزمانا چاہئے۔
یہ مہل اور شرمناک روایات کا کچھ نمونہ تھا، جسے امویوں اور بصریوں نے دولت کی طرح میں گڑھ لیا، بعد کے محدثین نے عقیدت میں بغیر سنڈ کو پر کئے درج کر لیا۔ ان جعلی روایات کی اشاعت میں تعصب نے بھی بڑی مدد کی۔ شیطان نے اس عمل کو خوشنما کر کے ان کے سامنے پیش کیا اور وہ اسی مجموعت کے پلنڈے کو اچھی چیز سمجھے بیٹھے ہیں۔

خلفاء ثلاثہ کی فضیلت میں غلو

فضائل خلفاء ثلاثہ کے غلو کا تھوڑا سا نمونہ قارئین کی خدمت میں پیش کیا گیا۔ جس میں ہوں پرستوں کی دنیا طلبی اور اندر ہی عقیدت کے شرمناک مظاہرے، جعلی روایات کی شکل میں نظر آئے۔ یہ روایات نہ تو تاریخ سے میل کھاتی ہیں نہ خلفاء کے اخلاقی خصوصیات یا اعتقادات و اعمال مطابقت دکھاتے ہیں۔ اب آپ کے سامنے کچھ ایسی روایات پیش کی جاتی ہیں جو انہیوں پر حادی ہیں، کیونکہ خواہشوں کی زبان بڑی بھی چوڑی ہوتی ہے، لدن باقول کا احاطہ مشکل ہے۔

تفصیلی شرح مقاصد (۱) میں لکھتے ہیں کہ ابو بکر و عمر و عثمان کی امامت پر ہادے اصحاب کا استدلال ہے کہ وہ مخصوص نہیں ہیں۔ حالانکہ یہ بھی اجتماعی بات ہے کہ ان کا مخصوص ہونا لازمی نہیں، اگرچہ مخصوص بھی امام ہو سکتا ہے، ان محتوں میں کہ جب سے ایمان لائے انہوں نے گناہوں سے اجتناب کیا۔

مشہور مناظر محمود اصحابی مطالع الانفار (۲) میں لکھتے ہیں کہ خلافت کے لیے عصمت شرط نہیں۔ برخلاف اساعلیوں اور اثناء عشریوں کے۔ اور امت کا اجتماعی فیصلہ ہے کہ خلیفہ غیر مخصوص ہوتا ہے، البتہ ہم یہ

۲۔ مطالع الانفار، ج ۲، ص ۲۷۹، (ج ۵، ص ۲۲۹)۔

۱۔ شرح المقاصد، ج ۲، ص ۲۷۹، (ج ۵، ص ۲۷۰)۔

نہیں کہتے کہ وہ مخصوص نہیں تھے۔ اسی گہرہ میں حافظہ نور محمد افغانی ہاں بک لگاتے ہیں کہ عثمان مخصوص تھے۔ (۱) اور ہم نے ان مخصوصوں کے کردار کا کچھ جھاٹیں کیا ہے، جس میں ان کی جامی عادتی نمایاں ہیں جن سے پتہ چتا ہے کہ اسلام لانے کے بعد بھی وہ عادل نہیں رہ گئے تھے، مخصوص ہونے کی بات تو دور کی ہے۔ تفتاز اسی نے جود دو اجماع بیان کئے ہیں وہ ان کی فاش ترین غلطی ہے۔ مثلاً ابو بکر کے اجماع کو دیکھئے جو اجماع کے مفہوم پر سیاہ دھبہ اور شرمناک امر ہے۔ ابو مکرم کی بیعت کو اجتماعی کہا جا رہا ہے، جبکہ صرف ایک یادو یا پانچ آدمیوں نے بیعت کی تھی۔ (۲) اسی لیے پانچ آدمیوں کے اتفاق پر اجماع کا نام دے دیا جاتا ہے۔ ابو بکر کی بیعت سے اکثر صحابہ نے روگردانی اختیار کی، پھر کچھ لوگوں کی مدد سے دھنس دھمکی کے ذریعے سب سے منوایا گیا۔ یہاں تک کہ رئیس خوزرج سعد بن عبادہ کو جناتوں نے قتل کر دالا۔ عمر کی خلافت میں بھی اجماع نام کوئی نہیں بلکہ ابو بکر کی نص کے ذریعے خلیفہ ہوئے۔ صحابہ نے ابو بکر پر اعتراض بھی کیا کہ ایک ظف غلطی کو ہم پر سلط کر کے خدا کو کیا جواب دو گے؟ (۳)

عثمان کو شوریٰ کے چھ آدمیوں نے معین کیا اور پھر عبدالرحمن نے اکیلے اُنھیں خلافت دے کر علی سے زبردستی منوایا۔ (۴)

دوسرے یہ کہ بالفرض بقول تفتاز اسی اگر ان تینوں پر اجماع کو مان بھی لیں تو دوسروں کے متعلق جو دھوئی کیا جاتا ہے اس کی کیا دلیل ہے؟ جو لوگ بعد رسول ﷺ سے لے کر شوریٰ کے حالات تک کا مطالعہ کرتے ہیں وہ دیکھتے ہیں کہ کہیں بھی عصمت کی بات آتی ہی نہیں۔ وہاں تو صرف حوزہ اسلامی کی

۱۔ تاریخ مزار شریف، ص ۲۔

۲۔ المواقف، (ص ۳۹۹)۔ شرح المواقف جرجانی، ج ۳، ص ۲۶۷۔ ۲۶۵۔ ۲۶۵۔ (ج ۸، ص ۳۵۲)۔ الاحکام السلطانیہ مادری۔ ص ۳۔ ج ۲۔ ۷۔ (ص ۲۲۲)۔ الارشاد جوینی، ص ۳۲۲۔ (ص ۲۵۷)۔ شرح سنن ترمذی ابن عربی مالکی، (ج ۱۳، ص ۲۲۹)۔ تفسیر قرطبی، ج ۱، ص ۲۳۰۔ (ج ۱، ص ۱۸۶)۔

۳۔ روشنۃ الناظرین و ترسی بخداوی، ص ۲، بریاض الحضرۃ، ج ۱، ص ۱۸۱۔ (ج ۱، ص ۲۲۲)۔ کنز العمال، ج ۶، ص ۳۲۲۔ (ج ۵، ص ۵)۔ ص ۲۶۸۔ حدیث ۱۳۱۷۸۔ ۱۳۱۶۹۔

۴۔ المواقف، (ص ۳۹۹)۔ انساب الاشراف بلاذری، ج ۵، ص ۲۲۔ (ج ۶، ص ۱۲۸)۔

داخلی و خارجی حفاظت اور اجراء حدود تک بات محدود نہ ہے۔ چنانچہ متكلمین الہلسنت خلافت کو صرف انھیں خیالات تک محدود سمجھتے ہیں۔

تیرے یہ کہ اجماع کو ابو بکر کے وقت دلیل و جدت اس وقت سمجھا جائے جب قتل عثمان کے وقت بھی جدت سمجھا جائے۔ اگر عثمان کے وقت کہا جائے کہ چند اموی اور باش اور ان کے ہوا خواہ اس اجماع میں شامل نہیں تھے تو ہم کہیں گے کہ ابو بکر کے وقت بھی تو بہت سے لوگ ان میں شامل نہیں تھے۔ الہلسنت کے ساتھ بہت سے بائی اور مہاجرین و انصار قطعی مخالف تھے، بعد میں ہم خیال بھی ہوئے تو دونس ہمسکی سے ہم خیال ہوئے۔ تاکہ امت تفرقة کا ذکار نہ ہو۔ حضرت علیؑ کا خطبہ شفیقیہ اور معاویہ کو خطوط اس کے شاہد عادل ہیں۔ ان سے خلفاء ٹلاٹی کی خلافت کی پوری طرح قلمی کھل جاتی ہے۔ اس صورتحال میں تینوں کے محروم ہونے کا دعویٰ کہاں گیا؟ اگر ہم اس بات کو طول دیں تو اپنے مطلب سے بہت دور ہٹ جائیں گے۔ اب یہاں تحملی و فضیلت خلفاء ٹلاٹی پر مشتمل چند روایات پیش کی جاتی ہیں:

۱۔ امام، فقیر محدث ثقل، ابو الحسین محمد بن احمد ملطی شافعی اپنی کتاب البیتۃ التنبیہ والروعلی اہل الاصحاء والبدع (۱) میں محمد بن عکاشہ، معاویہ بن حماد، زھری سے روایت کرتے ہیں کہ جو شخص شب جمع غسل کرے اور دور کعت نماز پڑھے جس میں ایک ہزار مرتبہ قتل حوالہ اللہ پڑھے تو وہ خواب میں رسول خدا ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوگا۔ ابن عکاشہ کہتے ہیں کہ چنانچہ میں نے ہر شب بعد مد اومت شروع کر دی، اس لائق میں کہ خواب میں رسول خدا ﷺ کی زیارت کر سکوں۔ ایسے ہی ایک جائزے کی رات آئی، میں نے غسل کر کے نماز پڑھی، پھر نیند آگئی تو احتلام ہو گیا۔ میں نے غسل کر کے دوبارہ دور کعت نماز پڑھی۔ قریب فجر قبلہ روتھا کہ رسول خدا ﷺ چوھویں رات کے چاند کی طرح نمودار ہوئے، آپ بروڈیمانی اوڑھے ہوئے تھے، سلام کیا تو آپ نے جواب سلام فرمایا۔ دل میں نیت کر لی کہ حضور کے آگے کے چاروں ٹوٹے دانت دیکھ لوں۔ آپ نے تمسم فرمایا تو میں نے چاروں دانت دیکھ لیے۔ میں نے عرض کی: یا رسول اللہ! علماء و فقهاء مجھ سے اصول و عقائد الہلسنت کے متعلق اختلاف کرتے ہیں، اب میں

۱۔ التنبیہ والروعلی اہل الاصحاء والبدع، ص ۲۳۔ (ص ۱۵۔ ۱۷)۔

اصلاح کے لیے آپ کو سنا رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا: ہاں۔

میں نے عرض کی: قضاۓ الہی پر راضی ہونا، حکم خدا کو مان لینا، حکم خدا پر صبر، ایمان قضاۓ وقدر پر اور یہ کہ خیر و شر خدا کی طرف سے ہیں.... بادشاہ چاہے ظالم ہو یا عادل اس کی حکمرانی پر صبر، کسی مسلمان کو کافرنہ کہا جائے چاہے وہ گناہ کبیرہ ہی کرے اور اصحاب مدد سے باز رہنا۔ جب یہ کہا تو رسول خدا ﷺ نے قصہ بلند آواز سے روئے۔ بعد رسول تمام لوگوں میں افضل ابو بکر پھر عمر، پھر عثمان، پھر علی۔ عکاشہ کا بیان ہے کہ علی کا نام لے کر دل میں خیال کیا کہ وہی جو رسول ﷺ کے ابن اعم اور داماد تھے۔ رسول نے قسم فرمایا، گویا وہ میرے دل کی حالت جانتے تھے۔ میں نے تین رات متواتر یہ خواب دیکھا اور عقائد کی صحیح کی۔ جب بھی عثمان و علی پر یہو پختا تو آپ فرماتے: عثمان پھر علی، عثمان پھر علی تین بار۔ میری آنکھوں سے آنسو جاری ہوتے تھے۔ میرے دل میں ایسی حلاوت بھر گئی کہ آنھد دن تک کچھ کھایا پیا نہیں۔ یہاں تک کہ نماز و اجنب بھی پڑھنے کی طاقت نہ رہی۔ جب کھانے لگا تو وہ حلاوت ختم ہو گئی۔ خدا گواہ ہے اور وہی گواہی کے لیے کافی ہے۔

امیر المؤمنین متول نے احمد بن حنبل سے کہا کہ مجھے عقائد الہست تعلیم سمجھنے تو آپ نے اسی حدیث کو بیان کر دیا۔

علام امیگی فرماتے ہیں:

اس حدیث پر تو ماتمدار بڑھیا بھی نہیں دے۔ پھر سند کو بھیسیے تو ابو ذرعہ کہتے ہیں کہ ابن عکاشہ کذاب ہے۔ (۱) حاکم اسے ضعیف کہتے ہیں۔ دس ہزار سے زیادہ جھوٹی حدیثیں آل رسول کے خلاف گردھی ہیں۔ ایسی روایت کو محدث شاہ نے آنکھ بند کر کے لکھ مارا۔ خدا ایسی اندھی بھری عقیدت کا ناس مارے۔ ۲۔ بلاذری (۲) انساب میں خلف بزار، ابو شحاب حناط، خالد حذاء بصری، ابو قلابہ بصری، انس

۱۔ سان انگریز ان، ج ۵، ص ۷۲۲-۲۸۰۔ (ج ۵، ص ۳۲۲-۲۶۸)۔ میران الاعتدال، ج ۳، ص ۱۰۳۔ (ج ۳، ص ۶۵۰)۔ نمبر ۹۵۶

۲۔ الملا الْمُصْوَّد، ج ۲، ص ۲۵-۲۰۹۔ (ج ۲، ص ۲۳۲-۱۳۳)۔ الْمَذَارِقُ الْمُطْهَى۔ (ص ۱۵۵)۔

۳۔ انساب الالشراف، ج ۵، ص ۵، (ج ۲، ص ۱۰۵)۔

سے روایت ہے کہ رسول خدا مصطفیٰ نے فرمایا: تم میں مہربان ترین ابو بکر ہیں۔ دین کے بارے میں سخت ترین عمر ہیں، بہترین قاری ابی ہیں، صادق ترین شریعتی عثمان ہیں، حلال و حرام کے واقف کار ترین معاذ اور فرائض کے ماہر زید بن ثابت ہیں اور ہر امت کا امین ہوتا ہے۔ اس امت کے ابو عبیدہ ہیں۔ ابن عساکر (۱) بھی اس روایت کو لکھتے ہیں، جلد ششم میں (۲) بند ابو سعید خدری لکھا ہے اور کہا ہے کہ عقلی کہتے ہیں کہ اس کے اسناد غیر محفوظ ہیں لیکن متن معروف ہے۔

اس بے پر کی روایت میں بزار جیسا لفظ و این پاک شرابی تھا۔ امام احمد بن حنبل نے بھی کہا کہ چاہے وہ شراب ہی کیوں نہ پیتا ہو لیکن میرے نزد یہک معتر ہے۔ روایت کا متن شراب کی مدھوشی کی طرف پوری طرح اشارہ کرتا ہے۔ (۳)

اب ذرا ابو بکر کی امت پر مہربانی دیکھئے: فباءة (۴) کو جلا کر مارڈا، بونھیفہ پر خالد بن ولید کے قلم و ستم کو سراہا، (۵) صدیقہ فاطمہؓ کا دعوی فدک پر دریل سے ٹھکرایا۔ اگر مہربان تھے تو صدیقہ ظاہرہؓ باپ کی قبر سے فریاد کیوں کر رہی ہیں: خطاب کے بیٹے اور قاف کے بیٹے نے آپ کے بعد مجھ پر بڑے قلم ڈھائے۔ (۶) آپ ہر نماز کے بعد ابو بکر کو بدعا کرتی تھیں۔ جب کہ رسولؐ کا ارشاد ہے کہ فاطمہؓ میرا پارہ جگر ہے، خدا فاطمہؓ کے غصب سے غضناک اور خوشنودی سے راضی ہوتا ہے۔ ان کی مہربانی علیؓ سے پوچھئے، جب کہ آپ کو بیعت کے لیے کھنچ کر لایا جا رہا ہے اور آپ قبر رسولؐ سے

۱۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۲، ص ۲۲۵۔ (ج ۷، ص ۳۲۷۔ نمبر ۵۵۸)۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، (ج ۲، ص ۱۹۹)۔

۲۔ تاریخ ابن عساکر، ج ۲، ص ۱۹۹۔ (ج ۷، ص ۳۲۳۔ نمبر ۲۵۹۹)۔ مختصر تاریخ ابن عساکر، (ج ۱۰، ص ۳۱)۔

۳۔ المفتوا الكبير، (ج ۲، ص ۱۵۹۔ نمبر ۲۲۳)۔

۴۔ تاریخ غطیری، ج ۲، ص ۲۲۳۔ (ج ۲، ص ۲۲۳۔ حادثہ اللہ)۔ البدایہ و تحلییہ، ج ۲، ص ۳۱۹۔ (ج ۲، ص ۳۵۱، حادثہ،

الله)۔ تاریخ کامل، ج ۲، ص ۱۳۶۔ (ج ۲، ص ۲۲۳۔ حادثہ اللہ)۔ الاصابۃ، (ج ۲، ص ۲۲۳۔ نمبر ۳۲۳۳)۔

۵۔ ریاض المعرفۃ، ج ۱، ص ۱۰۰۔ (ج ۱، ص ۱۲۹)۔

۶۔ الامامت والیاسیت، ج ۱، ص ۱۳۔ (ج ۱، ص ۲۰)۔ الاعلام النساء، ج ۲، ص ۱۳۶۔ (ج ۲، ص ۱۱۵)۔ الامام علیؓ عبد المقصود،

ج ۱، ص ۲۲۵۔ (مجلد، ج ۱، ص ۱۹۱)۔

فریاد کر رہے ہیں: ما جائے! اس قوم نے مجھ کو کمزور کر دیا ہے اب قتل پر آمادہ ہیں۔ (۱)

اب رہے گئے، دین کے بارے میں سخت ترین... تو دین کے بارے میں سختی کا مطلب یہ ہے کہ قرآن و سنت کے نفاذ میں سختی دکھائی جائے نہ کہ ہر کس و نا کس پر ظرفیت بن جایا جائے۔ اس شخص نے قرآن و حدیث کے کتنے احکام اپنی چہالت اور خواہش نفس بے پامال کئے، اسے تمیشی جلد میں لکھا جا چکا ہے۔ عثمان کی حیا پر گذشتہ صفات میں لکھا ہی ہے مزید کچھ آٹھویں جلدیں بھی اشارہ کیا ہے، یہاں دہرانے کا موقع نہیں۔ دوسروں کا کچھ چھٹا کیا بیان کیا جائے۔ ان تین کی اوقات معلوم ہو جانے کے بعد دوسروں کی طرف توجہ دینے کی ضرورت بھی نہیں!

۳۔ صحیح بن خماری (۲) میں محمد بن حنفیہ سے روایت ہے کہ میں نے پدر مزار گوار سے پوچھا: بعد رسول اللہ سے بہتر کون ہے؟ فرمایا: ابو بکر۔ میں نے پوچھا: پھر کون؟ فرمایا: عمر۔ میں ذرا کہ کہیں تیرے نمبر پر عثمان کا نام نہ لیں اس لیے عرض کی: پھر آپ؟ فرمایا: میں تو صرف مسلمانوں کی ایک فرد ہوں۔ تاریخ خطیب (۳) میں اضافہ ہے کہ حضرت علیؓ نے سوال پر پوچھا: کیا تم جانتے نہیں؟ پھر دونوں نام لیے۔ بعد میں فرمایا: تیرا باب پھی عام مسلمانوں کی طرح ہے جو ان دونوں کی ذمہ داریاں تھیں وہی اس کے لیے بھی ہیں۔

صحیح بن خماری میں اس قسم کے بہتان خطیم بہت ہیں۔ محمد حنفیہ ایسے نادان نہیں تھے کہ عمر و ابو بکر کو نہ بیکھانے ہوں اور اپنے باپ کے مرتبے کی واقفیت نہ رکھتے ہوں۔ کیا وہ عثمان کی بدعتوں سے بھی ناداواقف تھے؟

اگر حضرت علیؓ کا سیکھی خیال تھا تو عثمان کے قتل کے دن اسے چھپایا کیوں؟ (۴) اگر ابو بکر خیرامت تھے تو حضرت علیؓ نے بیعت سے کنارہ کشی کیوں کی؟ صدیقہ طاہرہؓ کو مہاجرین و انصار کے گھروں پر

۱۔ الامارات ولیماتہ، ج ۱، ص ۱۰۲۔ (ج ۱، ص ۲۰)۔

۲۔ صحیح بن خماری، کتاب المناقب، ج ۵، ص ۲۲۹۔ (ج ۲، ص ۱۳۳)۔ حدیث (۳۳۶۸)۔

۳۔ تاریخ بغداد، ج ۱۳، ص ۳۳۲۔

۴۔ انساب الاصراف، ج ۵، ص ۹۲۔ (ج ۱، ص ۲۱۶)۔

اجتاج کے لیے کیوں بیجا؟ (۱)

حضرت علی اس قسم کی بات کیسے کہتے جبکہ رسول اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ علی خیر من اتر کہ بعدی، (۲) خیر رجالکم علی بن ابی طالب۔ (۳) علی خیر البشر فمن ابی فقد کفر، (۴) من لم يقل علی خیر الناس فقد کفر (۵) اپنی پارہ جگر سے فرمایا: اے قاطمة! اخذانے وال ارض پر اول نظر کی تو تیرے باپ کا انتساب کیا، پھر دوبارہ نظر دالی تو تیرے شوہر کا انتساب کیا۔ (۶) کیا حضرت علیؑ اپنے متعلق ان آیات سے بھی ناواقف تھے جس میں انہیں نفس رسول ﷺ کا انتساب کیا گیا ہے، طہارت کا اعلان کیا گیا ہے، رسول خدا ﷺ نے حدیث منزلت فرمائی، یوم مواحہ اپنا بھائی بنا�ا۔ ان کے محاسن و اخلاق کا ہم پلے کوئی کیا ہو سکتا ہے، وہ سب سے اولیٰ تھے اور سب کے مولانا تھے۔ حدیث طیر کی روشنی میں محبوب خدا اور رسول ﷺ خدا نے فرمایا: لوگوں میں مجھے محبوب ترین علی ہیں۔ خود عاشق بھی محبو بیت خدا اور رسول ﷺ کا اقرار کرتی ہیں۔ (۷)

۱۔ الامامة والسياسة، ج ۱، ص ۱۲، (ج ۱، ص ۱۹)۔

۲۔ موافق ابی، ج ۳، ص ۲۷۶، (ص ۲۰۹)۔ مجمع الرواائد، (ج ۵، ص ۱۱۳)۔

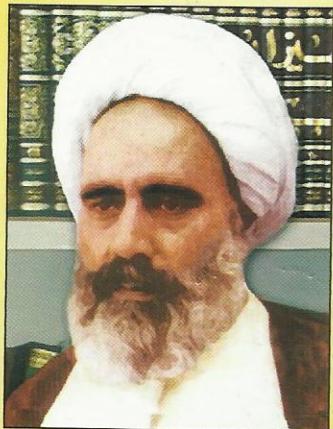
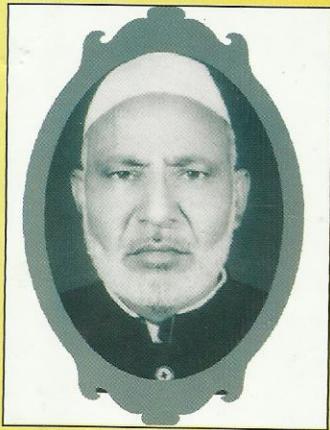
۳۔ تاریخ بغداد، (ج ۲، ص ۳۹۲، نمبر ۳۹۸۰)۔

۴۔ تاریخ بغداد، (ج ۷، ص ۳۲۱، نمبر ۳۹۸۲)۔ کورالحقائق طبع رحمائیہ، جامع الصیر، (ج ۲، ص ۱۶)۔ کنز العمال، ج ۱، ص ۱۰۹۔ (ج ۱۱، ص ۲۲۵۔ حدیث ۳۲۰۳۵)۔

۵۔ تاریخ بغداد، (ج ۲، ص ۱۹۲، نمبر ۱۲۲۳)۔ کنز العمال، (ج ۱۱، ص ۱۵۹)۔ (ج ۱۱، ص ۲۲۵۔ حدیث ۳۶۵)۔

۶۔ المواقف، ابی، (ص ۸، ص ۳۰)۔ تاریخ بغداد، (ج ۲، ص ۱۹۵)۔ المسند رک علی الحسن، (ج ۲، ص ۱۲۹)۔ (ج ۲، ص ۱۳۰)۔ حدیث ۳۶۳۵۔ مجمع الرواائد، (ج ۹، ص ۱۱۲)۔ کنز العمال، (ج ۱، ص ۳۹۱)۔ (ج ۳، ص ۳۹۱)۔ (ج ۱۳، ص ۱۰۸)۔ حدیث ۳۶۵۵۔ زندہ الجالس، (ج ۲، ص ۲۲۶)۔

۷۔ المسند علی الحسن، (ج ۳، ص ۱۵۲)۔ (ج ۳، ص ۱۷)۔ حدیث ۳۶۳۱)۔ الحدائق، (ج ۲، ص ۲۲۵)۔ (ج ۳، ص ۱۲۳)۔ خاصہ نسائی، ص ۲۹، (ص ۱۲۷، حدیث ۱۱۱)۔ سنن نسائی، (ج ۵، ص ۱۳۹)۔ حدیث ۸۳۹۶)۔ ریاض الصدقة، (ج ۲، ص ۱۶۱)۔ (ج ۳، ص ۱۰۳)۔



ادیب عصر مولانا سید علی اختر رضوی شعور گوپال پوری مرحوم

ولادت: ۱۹۲۴ھ

وفات: ۱۴۲۲ھ/۱۹۰۲ء براطیش، انگریزی

کتاب "الغدیر" زمانہ طالب علیہ سے مولانا مرحوم کی توجہات کا مرکز رہی ہے، آپ کے دل میں اسی وقت یہ جذبہ مدد و ہزار بیدار کرنے لگا تھا کہ اس علیٰ اور تحقیقی کتاب کو ارادہ جسمی ترقی یافتہ زبان میں ضرور منتقل ہونا چاہئے لیکن ہندوستان کے حالات اور طباعت کی گنجائی کے پیش نظر خاموشی پیدھر ہے۔

۱۹۹۰ء میں جب مولانا مرحوم مولانا سید نیاز علی رضوی بھیک پوری کی زحمت و مشقت اور کوششوں کے دریم مرح عالی قادر آیہ اللہ العظیم ناصر مکار شیرازی دامت برکات کی وجوہت پارایاں آئے تو مظہر نے بر صیر کے حاس موضوع کو منظر کھٹھ کھٹھ ہوئے تھوڑی تخفیض کے ساتھ "الغدیر" کا ترجمہ کرنے کو کہا، اہم کتاب اور حاس موضوع کے دیکھتے ہوئے "منیں" کہنے کی گنجائش نہیں تھی۔ چنانچہ فوراً ثابت جواب دے دیا اور ترجمہ میں مشغول ہو گئے۔

یہ بات یقیناً حیرت انگیز ہے کہ مولانا مرحوم نے آج سے تقریباً پندرہ سال قل، دیہات کی زندگی میں مسالک و آسائش حیات کی کمی کے باوجود الغدیر کی تمام جملوں کا ترجمہ کر کذا الاتھا جس کی ایک جلد ۱۹۹۳ھ میں مختصر عام پر آچکی ہے، لیکن پھر حالات نامساعد ہوتے چلتے گئے اور دوسرا جملوں کی طباعت کی نوبت نہ اسکی نیزرو جملوں (چھٹی اور گیارہوں) حالات کی ستم ظرفی کی نذر ہو گئیں، جس کی تحریک کا فریضان کے فرزند "مولانا سید شاہد بمال رضوی" نے نکسن و خوبی انجام دیا ہے۔ (ناشر)

حضرت علامہ عبدالحسین الائمی النجفی (طاب ثراه)

ولادت: ۱۳۲۵ھ

وفات: ۱۴۲۹ھ/۱۹۰۹ء

"الغدیر" گیارہ جملوں پر مشتمل یہ کتاب اگل بھگ ۱۳۲۵ صفحات پر پھیلی ہوئی تحقیقی تصنیف کی داد دیتی ہے، یقول شہید مرتضی مطہری: "یہ کتاب تمام زیر آگیں پر دیکھنے کے برخلاف، یہ ثابت کرتی ہے کہ شیعیت قرآن و سنت کی مطلق پر استوار ہے، تثیق پر لگائے گئے تمام اعتمادات پر اور بے بنیاد ہیں، اس کتاب نے حضرت علیؑ اور تمام آئین طاہر (علیهم السلام) کی مظلومیت کو حساس ترین میانیاں کیا ہے۔ یہ پڑھنے کے بعد ہر شخص اعزاز حق پر بمحروم جاتا ہے۔"

ای لئے کتاب کی اشاعت کے بعد عالم اسلام کے نامور علماء و محققین نے اس کتاب سے متعلق احساس قدر دانی اگیز کر کے اپنے بہترین خیالات کا اظہار کیا ہے۔

ڈاکٹر عبدالرحمن کیلائی طلبی کہتے ہیں: ہر مسلمان کے پاس یہ کتاب رہنا چاہئے۔

ڈاکٹر محمد غلام مصري کہتے ہیں: یہ کتاب صاحبان تحقیق کی آرزو ہے۔

یہ عظیم کتاب اتنی قدر دانی کی تصنیف کیوں نہ ہو جب کی علامہ میں نے اس کی تالیف و تحقیق میں رسول رحمتیں بروادشت کی ہیں اور صرف تحقیق موافراً ہم کرنے کے لئے ہندوستان، مصر، شام کے علاوہ کئی ملکوں کا چکر لگایا ہے۔ ان پر غلوص کا وصول کا نتیجہ ہے کہ آج شیعی دائرۃ المعارف کی تیشیت سے "کتاب الغدیر" افیش پر چھائی ہوئی ہے۔ (ناشر)

کلِسْتَارَهُ الْبَلِيُّ كِيشْنَهُ الْاهْوَر